بارہ ماہ کے جمعہ کے مفصل بیانات

تحفۃ الخطیب

جید علماء کرام کی تقاریر کا مجموعہ

مساجد کے ائمہ و خطباء کے لیے
بہترین و لاجواب علمی ذخیرہ

- مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
- مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی
- مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ
- مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ
- مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ
- مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ
- مولانا عبدالشکور دین پوری رحمہ اللہ
- مولانا عبدالکریم ندیم رحمہ اللہ
- مولانا زبیر احمد صدیقی
- مولانا محمد ابوریحان فاروقی شہید رحمہ اللہ

ترتیب و تدوین
حضرت مولانا محمد امان اللہ
فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

الحافظ کتب خانہ

بارہ ماہ کے جمعہ کے مفصل بیانات

تحفۃ الخطیب

جید علما کرام کی تقاریر کا مجموعہ

مساجد کے ائمہ و خطیبوں کے لئے
بہترین ولاجواب علمی ذخیرہ

● مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ	● مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ
● مولانا شبلی نعمانی ؒ	● مولانا احمد علی لاہوری ؒ
● مولانا احتشام الحق تھانوی ؒ	● مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید ؒ
● مولانا عبدالشکور دین پوری ؒ	● مولانا عبدالکریم ندیم ؒ
● مولانا زبیر احمد صدیقی [illegible]	● مولانا محمد ابوریحان فاروقی شہید ؒ

ترتیب و تدوین
حضرت مولانا محمد امان اللہ
فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

الھادی للنشر والتوزیع
۳۸ - غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
Ph: 0423-7361473 Mob:0300-4118229

نام کتاب ———— تحفۃ الخطیب

ترتیب وتدوین ———— حضرت مولانا محمد امان اللہ

اشاعت ———— جولائی 2019ء

ناشر ———— الھادی للنشر والتوزیع

طابع ———— ناصر باقر پریس

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ فاروقیہ وہاڑی ☆ مکتبہ شیخ الہند بنوں ☆ مکتبہ فریدیہ رائیونڈ ☆ مکتبہ شیخ الہند کوہاٹ
☆ مکتبہ العاصم رائیونڈ ☆ زاہد کتب خانہ پشاور ☆ دینی کتب خانہ تیمرگرہ ☆ مکتبہ قاسمیہ لاہور
☆ شمع بک ایجنسی لاہور ☆ الحافظ کتب خانہ اکوڑہ خٹک ☆ مکتبہ ختم نبوت سرائے نورنگ

الھادی للنشر والتوزیع
۲۸- غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور۔
Ph:0423-7361473 Mob:0300-4118229

انتساب

ایک مردِ درویش وحق پرست

پیر طریقت، رہبر شریعت، مرشد عالم

پیر سیف اللہ خالد رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی

بانی: جامعہ منظور الاسلامیہ صدر، کینٹ لاہور

کے نام

جن کا اُجلا چہرہ اور اُجلا کردار
آنے والے علماً کیلئے ایک خوبصورت مثال
اور مشعل راہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست خطبات

خطبات محرم الحرام [23 تا 184]

خطبات صفر المظفر [185 تا 238]

خطبات ربیع الاول [239 تا 352]

خطبات ربیع الثانی [353 تا 396]

خطبات جمادی الاول [397 تا 442]

خطبات جمادی الثانی [443 تا 520]

فہرست

خطباتِ محرم الحرام [23 تا 184]

خطباتِ صفر المظفر [185 تا 238]

خطباتِ ربیع الاول [239 تا 352]

خطبات ربیع الثانی [353 تا 396]

خطباتِ جمادی الاول [397 تا 442]

خطباتِ جمادی الثانی [443 تا 520]

......☆......

......☆...

عرض مرتب

خطابت انبیاء کرام کی میراث ہے، جو اللہ نے حاملینِ دین علماء کرام کو عطا فرمائی ہے، اس میں اہلِ حق اور اہلِ باطل کی کوئی تخصیص نہیں۔ علماءِ سُوء اس عطیۂ الٰہی کو اپنے مذموم مقاصد کیلئے استعمال کرتے اور اپنی طلاقتِ لسانی سے عوام کو اُلّو بناتے ہیں، ان کی خطابت جنسِ بازار ہوتی ہے اور "متاعِ قلیل" کے حصول و وصول کیلئے فروخت ہوتی ہے۔

علماءِ حق اس عطیۂ الٰہی کو مخلوقِ خدا کی راہنمائی اور بھلائی کیلئے استعمال کرتے ہیں اسے دینِ حق کے ابلاغ و تبلیغ کا ذریعہ بناتے ہیں اور لوگوں کے عقائد و اعمال کی تصحیح کا فریضہ سرانجام دے کر انہیں کلمہ طیبہ کے شجرِ طیبہ کی چھاؤں میں لاکھڑا کرتے ہیں، اور

مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ.

"کلمہ طیبہ کی مثال ایسے پاکیزہ درخت کی ہے جس کی جڑیں زمین دوز اور شاخیں آسمان کو چھو رہی ہیں"۔

برصغیر پاک و ہند میں علماءِ دیوبند کی خطابت اس کی ایک بیّن مثال ہے۔ یہ وہ خوش بخت وسعید افراد ہیں جنہوں نے شرک و بدعات کے اندھیروں میں ہدایت کے چراغ روشن رکھے اور اپنے خطبات کے ذریعے عوام الناس کے عقائد و افکار کی اصلاح کیلئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ اس مجموعہ میں ان علماءِ کرام کے منتخب خطبات ایک خاص ترتیب کے ساتھ پیش کئے جارہے ہیں۔ جن کا مقصد نو آموز خطباء اور علماء کو سال بھر کے

خطباتِ جمعہ کی تیاری کے لئے مستند مواد پیش کرنا ہے تا کہ وہ کم وقت میں اپنے مطالعہ کی کمی کو پورا کرنے کے لئے بلا جھجک ان خطبات سے استفادہ کر کے جمعۃ المبارک کی گفتگو کو عوام کے سامنے پیش کر سکیں۔

"تحفۃ الخطیب" علماءِ حق کی منتخب علمی و اصلاحی تقاریر سے مرتب و مزین کی گئی ہے، جن علماء کے خطبات اس میں پیش کیے جا رہے ہیں ان میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی، حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی، حضرت مولانا طارق جمیل، خطیب اسلام حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری، حضرت مولانا ابوریحان فاروقی، شیخ الحدیث مولانا زبیر احمد صدیقی، شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی، خطیب العصر حضرت مولانا عبدالکریم ندیم اور دیگر علماء شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس محنت کو قبول فرما کر اہلِ علم کے لئے نفع مند بنائے، آمین

مولانا مفتی محمد امان اللہ

لاہور

......☆......

خطباتِ محرم الحرام

1. ......محرم اور عاشوراء کی حقیقت
2. ......اسلام میں پہلا مہینہ محرم الحرام
3. ......عمر رضی اللہ عنہ مرادِ رسول ﷺ
4. ......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت
5. ......فاتح ایران وروم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
6. ......عاشورہ کی فضیلت
7. ......شہادت......فضیلت واقسام
8. ......شہادت سیدنا حسین ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
9. ......شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ
10. ......حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی سیرتِ طیبہ کی چند جھلکیاں

......☆......

محرم اور عاشوراء کی حقیقت

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرورِ انفسنا ومن سیّئات اعمالنا. من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ واشھد ان لّا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد انّ سیّدنا ونبیّنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلّم تسلیمًا کثیرًا.

امّا بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. انَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ. (التوبۃ: ۳۶)

اٰمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النّبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشاھدین والشّاکرین والحمدُ للّٰہ ربّ العالمین.

حرمت والا مہینہ:

بزرگان محترم اور برادرانِ عزیز! آج محرم کی ساتویں تاریخ ہے اور تین دن کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ عاشوراء کا مقدس دن آنے والا ہے۔ یوں تو سال کے بارہ مہینے اور ہر مہینے کے تیس دن اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں، لیکن اللہ جل شانہٗ نے اپنے فضل وکرم سے پورے سال کے بعض ایام کو خصوصی فضیلت عطا فرمائی ہے اور ان ایام میں کچھ مخصوص احکام مقرر فرمائے ہیں۔ یہ محرم کا مہینہ بھی ایک ایسا مہینہ ہے جس کو قرآن کریم نے حرمت

والا مہینہ قرار دیا ہے۔ جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلا دیا کہ چار مہینے ایسے ہیں جو حرمت والے ہیں، ان میں سے ایک محرم کا مہینہ ہے۔

عاشوراء کا روزہ:

خاص طور پر محرم کی دسویں تاریخ جس کو عام طور پر ''عاشوراء'' کہا جاتا ہے، جس کے معنی ہیں ''دسواں دن'' یہ دن اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت کا خصوصی طور پر حامل ہے۔ جب تک رمضان کے روزے فرض نہیں ہوئے تھے، اس وقت تک ''عاشوراء'' کا روزہ رکھنا مسلمانوں پر فرض قرار دیا گیا تھا، بعد میں جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو اس وقت عاشوراء کے روزے کی فرضیت منسوخ ہو گئی، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کو سنت اور مستحب قرار دیا۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ جل شانہٗ کی رحمت سے یہ امید ہے کہ جو شخص عاشوراء کے دن روزہ رکھے گا تو اس کے پچھلے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ عاشوراء کے روزے کی اتنی بڑی فضیلت آپ نے بیان فرمائی۔

''یوم عاشوراء'' ایک مقدس دن ہے:

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عاشوراء کے دن کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اس دن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نواسے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، اس شہادت کے پیش آنے کی وجہ سے عاشوراء کا دن مقدس اور حرمت والا بن گیا ہے۔ یہ بات صحیح نہیں، خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں عاشوراء کا دن مقدس دن سمجھا جاتا تھا اور آپؐ نے اس کے بارے میں احکام بیان فرمائے تھے اور قرآن کریم نے بھی اس کی حرمت کا اعلان فرمایا تھا، جبکہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تقریباً ساٹھ سال کے بعد پیش آیا، لہٰذا یہ بات درست نہیں کہ عاشوراء کی حرمت اس واقعہ کی وجہ سے ہے، بلکہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا اس روز واقع ہونا یہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مزید فضیلت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو

شہادت کا مرتبہ اس دن میں عطا فرمایا جو پہلے ہی سے مقدس اور محترم چلا آرہا تھا، بہرحال! یہ عاشوراء کا دن ایک مقدس دن ہے۔

اس دن کی فضیلت کی وجوہات:

اس دن کے مقدس ہونے کی وجہ کیا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، اس دن کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے دنوں پر کیا فضیلت دی ہے؟ اور اس دن کا کیا مرتبہ رکھا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، ہمیں تحقیق میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ بعض لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں اترے تو وہ عاشوراء کا دن تھا، جب نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان کے بعد خشکی میں اتری تو وہ عاشوراء کا دن تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا اور اس آگ کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے گلزار بنایا تو وہ عاشوراء کا دن تھا اور قیامت بھی عاشوراء کے دن قائم ہوگی۔ یہ باتیں لوگوں میں مشہور ہیں لیکن ان کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں، کوئی صحیح روایت ایسی نہیں ہے جو یہ بیان کرتی ہو کہ یہ واقعات عاشوراء کے دن پیش آئے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی:

صرف ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ فرعون سے ہوا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام دریا کے کنارے پر پہنچ گئے اور پیچھے سے فرعون کا لشکر آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی دریا کے پانی پر ماریں، اس کے نتیجے میں دریا میں بارہ راستے بن گئے اور راستوں کے ذریعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لشکر دریا کے پار چلا گیا اور جب فرعون دریا کے پاس پہنچا اور اس نے دریا میں خشک راستے دیکھے تو وہ بھی دریا کے اندر چلا گیا، لیکن جب فرعون کا پورا لشکر غرق ہو گیا۔ یہ واقعہ عاشوراء کے دن پیش آیا، اس کے بارے میں ایک روایت موجود ہے جو نسبتاً بہتر روایت ہے، لیکن اس کے علاوہ جو دوسرے واقعات ہیں، ان کے عاشوراء کے دن میں ہونے پر کوئی اصل اور بنیاد نہیں۔

فضیلت کے اسباب کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں:

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اس تحقیق میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ کس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس دن کو فضیلت بخشی؟ بلکہ یہ سب اللہ جل شانہٗ کے بنائے ہوئے ایام ہیں، وہ جس دن کو چاہتے ہیں اپنی رحمتوں اور برکتوں کے نزول کے لئے منتخب فرمالیتے ہیں، وہی اس کی حکمت اور مصلحت کو جاننے والے ہیں، ہمارے اور آپ کے ادراک سے ماوراء بات ہے، اس لئے اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔

اس روز سنت والے کام کریں:

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس دن کو اپنی رحمت اور برکت کے نزول کے لئے منتخب کرلیا تو اس کا تقدس یہ ہے کہ اس دن کو اس کام میں استعمال کیا جائے جو کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہوا، سنت کے طور پر اس دن کے لئے صرف ایک حکم دیا گیا ہے کہ اس دن روزہ رکھا جائے۔ چنانچہ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن میں روزہ رکھنا گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ بس یہ ایک حکم سنت ہے، اس کی کوشش کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

یہودیوں کی مشابہت سے بچیں:

اس میں ایک مسئلہ اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں جب بھی عاشوراء کا دن آتا تو آپؐ روزہ رکھتے، لیکن وفات سے پہلے جو "عاشوراء" کا دن آیا تو آپؐ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور ساتھ میں یہ ارشاد فرمایا کہ دس محرم کو ہم مسلمان بھی روزہ رکھتے ہیں اور یہودی بھی روزہ رکھتے ہیں اور یہودیوں کے روزہ رکھنے کی وجہ وہی تھی کہ اس دن میں چونکہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ فرعون سے نجات دی تھی، اس کے شکرانے کے طور پر یہودی اس دن روزہ رکھتے تھے۔ بہرحال! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں اور

یہودی بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے ساتھ ہلکی سی مشابہت پیدا ہو جاتی ہے، اس لئے اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو صرف عاشوراء کا روزہ نہیں رکھوں گا بلکہ اس کے ساتھ ایک روزہ اور ملاؤں گا، ۹ رمحرم یا ۱۱ رمحرم کا روزہ بھی رکھوں گا تا کہ یہودیوں کے ساتھ مشابہت ختم ہو جائے۔

ایک کے بجائے دو روزے رکھیں:

لیکن اگلے سال عاشوراء کا دن آنے سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی نوبت نہیں ملی۔ لیکن چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمادی تھی، اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عاشوراء کے روزے میں اس بات کا اہتمام کیا اور ۹ رمحرم یا ۱۱ رمحرم کا ایک روزہ اور ملا کر رکھا اور اس کو مستحب قرار دیا اور تنہا عاشوراء کے روزہ رکھنے کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی روشنی میں مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ قرار دیا، یعنی اگر کوئی شخص صرف عاشوراء کا روزہ رکھ لے تو وہ گناہگار نہیں ہو گا بلکہ اس کی عاشوراء کے دن روزہ کا ثواب ملے گا لیکن چونکہ آپ کی خواہش دو روزے رکھنے کی تھی، اس لئے اس خواہش کی تکمیل میں بہتر یہ ہے کہ ایک روزہ اور ملا کر دو روزے رکھے جائیں۔

عبادت میں بھی مشابہت نہ کریں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں ہمیں ایک سبق اور ملتا ہے، وہ یہ کہ غیر مسلموں کے ساتھ ادنی مشابہت بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمائی، حالانکہ وہ مشابہت کسی برے اور ناجائز کام میں نہیں تھی، بلکہ ایک عبادت میں مشابہت تھی کہ اس دن جو عبادت وہ کر رہے ہیں، ہم بھی اس دن وہی عبادت کر رہے ہیں، لیکن آپؐ نے اس کو بھی پسند نہیں فرمایا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو دین عطا فرمایا ہے، وہ سارے ادیان سے ممتاز ہے اور ان پر فوقیت رکھتا ہے، للہذا ایک مسلمان کا ظاہر و باطن بھی غیر مسلم سے ممتاز ہونا چاہئے، اس کا طرز عمل، اس کی چال ڈھال، اس کی وضع قطع، اس کا سراپا، اس کے اعمال، اس کے اخلاق، اس کی عبادتیں وغیرہ ہر چیز غیر مسلموں سے

ممتاز ہونی چاہئے۔ چنانچہ احادیث میں یہ احکام جابجا ملیں گے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیر مسلموں سے الگ طریقہ اختیار کرو، مثلاً فرمایا:

خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ۔ (صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب فی العمائم)

یعنی مشرکین جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں، ان سے اپنا ظاہر و باطن الگ رکھو۔

مشابہت اختیار کرنے والا انہی میں سے ہے:

جب عبادت کے اندر اور بندگی اور نیکی کے کام میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشابہت پسند نہیں فرمائی تو دوسرے کاموں میں اگر مسلمان ان کی مشابہت اختیار کریں تو یہ کتنی بُری بات ہوگی۔ اگر یہ مشابہت جان بوجھ کر اس مقصد سے اختیار کی جائے تا کہ میں ان جیسا نظر آؤں تو یہ گناہ کبیرہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. (ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة)

جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے، وہ اسی قوم کے اندر داخل ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص انگریزوں کا طریقہ اس لئے اختیار کرے تا کہ میں دیکھنے میں انگریز نظر آؤں تو یہ گناہ کبیرہ ہے، لیکن اگر دل میں یہ نیت نہیں ہے کہ میں ان جیسا نظر آؤں بلکہ ویسے ہی مشابہت اختیار کر لی تو یہ مکروہ ضرور ہے۔

غیر مسلموں کی نقالی چھوڑ دیں:

افسوس ہے کہ آج مسلمانوں کو اس حکم کا خیال اور پاس نہیں رہا، اپنے طریقہ کار میں، وضع قطع میں، لباس پوشاک میں، اٹھنے بیٹھنے کے انداز میں، کھانے پینے کے طریقوں میں، زندگی کے ہر کام میں ہم نے غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت اختیار کر لی ہے، ان کی طرح کا لباس پہن رہے ہیں، ان کی زندگی کی طرح اپنی زندگی کا نظام بناتے ہیں، ان کی طرح کھاتے پیتے ہیں، ان کی طرح بیٹھتے ہیں، زندگی کے ہر کام میں ان کی نقالی کو ہم نے ایک فیشن بنالیا ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن روزہ رکھنے میں یہودیوں کے ساتھ مشابہت کو پسند نہیں فرمایا، اس سے سبق ملتا ہے کہ ہم

نے زندگی کے دوسرے شعبوں میں غیر مسلموں کی جو نقالی اختیار کر رکھی ہے، خدا کے لئے اس کو چھوڑیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نقالی کریں، ان لوگوں کی نقالی مت کریں جو روزانہ تمہاری پٹائی کرتے ہیں، جنہوں نے تم پر ظلم اور استبداد کا شکنجہ کسا ہوا ہے، جو تمہیں انسانی حقوق دینے کو تیار نہیں، ان کی نقالی کر کے آخر تمہیں کیا حاصل ہوگا؟ ہاں دنیا میں بھی ذلت ہوگی اور آخرت میں بھی رسوائی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین!

عاشوراء کے روز دوسرے اعمال ثابت نہیں:

بہر حال! اس مشابہت سے بچتے ہوئے عاشوراء کا روزہ رکھنا بڑی فضیلت کا کام ہے۔ عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا حکم تو برحق ہے، لیکن روزے کے علاوہ عاشوراء کے دن لوگوں نے جو اور اعمال اختیار کر رکھے ہیں، ان کی قرآن کریم اور سنت میں کوئی بنیاد نہیں۔ مثلاً بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ عاشوراء کے دن کھچڑا پکنا ضروری ہے، اگر کھچڑا نہیں پکایا تو عاشوراء کی فضیلت ہی حاصل نہیں ہوگی۔ اس قسم کی کوئی بات نہ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی اور نہ ہی صحابہ کرامؓ نے اور تابعینؒ نے اور بزرگانِ دین نے اس پر عمل کیا، صدیوں تک اس عمل کا کہیں وجود نہیں ملتا۔

عاشوراء کے دن گھر والوں پر وسعت کرنا:

ہاں ایک ضعیف اور کمزور حدیث ہے، مضبوط حدیث نہیں ہے، اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ جو شخص عاشوراء کے دن اپنے گھر والوں پر اور ان لوگوں پر جو اس کے عیال میں ہیں، مثلاً اس کے بیوی بچے، گھر کے ملازم وغیرہ، ان کو عام دنوں کے مقابلے میں عمدہ اور اچھا کھانا کھلانے اور کھانے میں وسعت اختیار کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی روزی میں برکت عطا فرمائیں گے۔ یہ حدیث اگرچہ سند کے اعتبار سے مضبوط نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص اس پر عمل کرے تو کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اس عمل پر جو فضیلت بیان کی گئی ہے وہ ان شاء اللہ حاصل ہو گی۔ لہٰذا اس دن گھر والوں پر کھانے میں وسعت کرنی چاہئے، اس کے آگے لوگوں نے جو

چیزیں اپنی طرف سے گھڑلی ہیں، ان کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں۔

گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم مت کرو:

قرآن کریم نے جہاں حرمت والے مہینوں کا ذکر فرمایا ہے، اس جگہ پر ایک عجیب جملہ یہ ارشاد فرمادیا کہ:

فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ۔ (التوبہ:۳۶)

یعنی ان حرمت والے مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔ ظلم نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان مہینوں میں گناہوں سے بچو، بدعات اور منکرات سے بچو۔ چونکہ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہیں، جانتے تھے کہ ان حرمت والے مہینوں میں لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں گے اور اپنی طرف سے عبادت کے طریقے گھڑ کر ان پر عمل کرنا شروع کر دیں گے، اس لئے فرمایا کہ اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

دوسروں کی مجالس میں شرکت مت کرو:

شیعہ حضرات اس مہینے میں جو کچھ کرتے ہیں، وہ اپنے مسلک کے مطابق کرتے ہیں، لیکن بہت سے اہل سنت حضرات بھی ایسی مجلسوں میں اور تعزیوں میں اور ان کاموں میں شریک ہو جاتے ہیں جو بدعت اور منکر کی تعریف میں آجاتے ہیں۔ قرآن کریم نے تو صاف حکم دے دیا کہ ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو بلکہ ان اوقات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اور اس کے ذکر میں اور اس کے لئے روزہ رکھنے میں اور اس کی طرف رجوع کرنے میں اور اس سے دعائیں کرنے میں صرف کرو اور ان فضولیات سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس مہینے کی حرمت اور عاشوراء کی حرمت اور عظمت سے فائدہ اٹھانے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے اور اپنی رضا کے مطابق اس دن کو گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

اسلام میں پہلا مہینہ محرم الحرام

(از:۔ حضرت مولانا روح اللہ نقشبندی مدظلہٗ)

''محرم'' اسلامی سال کا پہلا قمری مہینہ ہے۔ اس میں مضموم ح مفتوح اور رمشدد مفتوح پڑھی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ ہمیشہ مذکر استعمال ہوتا ہے۔

اس کے لغوی معنی معزز اور محترم کے ہیں۔ قرآن مجید میں بیت اللہ شریف کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک دُعا کے ضمن میں آیا ہے۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم. (۳۷. ابراهیم. ۱۴)

''اے اللہ! میں نے اپنی اولاد بے آب و گیاہ بستی میں تیرے گھر کے پاس بسائی ہے۔''

محترم گھر سے مراد خانہ کعبہ ہے۔ یہ اگر چہ اس وقت منہدم حالت میں تھا تاہم اس کی جگہ خوب جانی پہچانی اور سب کی نگاہوں میں محرم اور متبرک تھی۔

دوسری جگہ فرمایا گیا: '' بے شک مہینوں کی تعداد تو اللہ کے نزدیک بارہ ۱۲ ہی ہے۔ اُسی دن سے جب سے اُس نے زمین و آسمان بنائے۔ ان میں سے چار مہینے خصوصاً عظمت والے ہیں۔ پس ظلم نہ کرو اپنی جانوں پر ان مہینوں میں'' (۳۶۔ توبہ:۹)

ان عظمت والے چار مہینوں میں بالاتفاق پہلا مہینہ ''محرم الحرام'' کا مہینہ ہے۔ باقی تین مہینے رجب' ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے مہینے ہیں۔

عرب لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی ان مہینوں کی تعظیم کرتے تھے اور ان میں قتال حرام جانتے تھے۔ اسلام میں ان مہینوں کی عظمت اور حرمت اور زیادہ ہوگئی۔ (فلا تظلموا

فیھن انفسکم) ان مہینوں میں طاعت مقبول تر اور معصیت قبیح تر قرار دی گئی ہے۔

حکیم الامت مولانا محمد اشرف تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ متبرک اوقات میں معصیت کی برائی شدید تر ہوتی ہے اور اسی پر متبرک مقامات کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے تو وائے برحال ان لوگوں کے جو اولیاء صالحین کے مزارات پر اور وہ بھی زمانہ عرس میں فجور و بدعات کا ارتکاب کیا کرتے ہیں۔

مسلم شریف کی ایک روایت میں ماہ محرم الحرام کو تشریفاً شہر اللہ کہا گیا ہے جیسے دوسرے مقامات پر کعبہ شریف کو بیت اللہ اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو "ناقة الله" فرمایا گیا ہے۔

چنانچہ محرم الحرام کی اسی بزرگی اور برتری کی بناء پر حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

"رمضان کے بعد سب مہینوں سے زیادہ افضل محرم الحرام کے روزے ہیں۔"

اور دوسری جگہ فرمایا کہ "یعنی ایام محرم میں سے ایک یوم کا روزہ دوسرے مہینوں کے تیس ۳۰ ایام کے برابر ہے۔" (غنیۃ الطالبین)

شیخ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بہت سی وجوہ نقل فرمائی ہیں۔ من جملہ ان کے ایک یہ کہ جملہ کائنات و مافیہا سب اسی ماہ محرم میں شرف وجود سے مشرف ہوئیں۔ نیز کائنات کے دوسرے اہم اور مہتم بالشان کام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے تک سب اسی مبارک اور محترم مہینہ میں سرانجام پائے۔ (غنیۃ)

بلکہ ایک روایت میں آتا ہے کہ قیامت بھی اسی مہینہ میں واقع ہوگی۔ (غنیۃ)

بناء بریں ہم اس مہینہ کو کائنات کا مبداء اور منتہیٰ قرار دے سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ یقیناً انہیں خصوصیات کی بناء پر آنحضرت ﷺ نے اس مہینہ کے خاص الخاص دن یعنی یوم عاشورہ کا روزہ رکھا اور آئندہ سال دو روزے رکھنے کا وعدہ فرمایا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ رمضان المبارک کی فرضیت سے پہلے یہی عاشورہ کا روزہ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی اُمت پر فرض تھا مگر چونکہ اس کا اہتمام زیادہ تر یہود اور نصاریٰ کیا کرتے تھے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے آئندہ سال ایک روزہ کے اضافہ کا فیصلہ فرمایا تاکہ یہود سے تشبہ بھی

لازم نہ آئے اور اکتساب ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہو۔

چنانچہ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ:

''عاشورہ کا روزہ رکھو تو ضرور رکھو مگر یہود سے امتیاز کیلئے آگے یا پیچھے ایک دن کا اضافہ کرلو۔'' (احمد)

مسلم شریف کی ایک روایت میں آتا ہے کہ:

''یعنی مجھے غالب توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے گذشتہ ایک برس کے گناہ معاف فرمادیں گے''۔

احادیث پاک کی رو سے فضائل محرم وعاشورہ کا بیان

(۱) اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ یوم عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ ہے۔'' (مشکوٰۃ شریف)

(۲) حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ''نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ اہتمام نفلی روزوں میں عاشورہ کے روزہ کا فرمایا کرتے تھے۔''

(۳) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ''۱۰ ہجری میں آپ ﷺ نے روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ آئندہ سال میں اس دن کو پاؤں گا تو نویں محرم ودسویں یا دسویں وگیارہویں محرم کا روزہ رکھوں گا تاکہ یہودیوں کے روزے اور ہمارے روزوں میں امتیاز ہوسکے۔''

(۴) حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عرفہ کا نفلی روزہ روزہ دار کے لیے دو سال کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے جس سال میں اس نے روزہ رکھا اور اس سے پہلے سال کا کفارہ ہوتا ہے لیکن عاشورہ کا روزہ صرف ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔'' (مسلم)

نوٹ: اس حدیث پاک سے واضح ہوتا ہے کہ یہ دونوں روزے ہیں تو نفلی ان میں کوئی بھی واجب یا فرض نہیں ہے لیکن عرفہ کے روزے کو عاشورہ کے روزے پر فضیلت

ہے کیونکہ عاشورہ کا روزہ شریعت میں مشروع نہیں ہے اس روزہ کو آپ ﷺ نے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد یہودیوں کو رکھتے ہوئے دیکھا اور دریافت فرمایا تو یہودیوں نے جواباً عرض کیا اس دن ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی تھی اور اسی دن بفضل خدا انہوں نے دریائے نیل کو عبور کیا تھا ہم اس شکریے میں یہ روزہ رکھتے ہیں تو حضور اکرم ﷺ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: (ہم اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کی موافقت میں اس روزہ کے رکھنے کے زیادہ حق دار ہیں) چنانچہ نبی کریم ﷺ نے عاشورہ کا روزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی متابعت میں نہیں بلکہ ان کی موافقت میں رکھا تھا۔

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میرا جو اُمتی عاشورے کے دن اپنے اہل وعیال پر رزق میں فراخی کرے گا تو اللہ تعالیٰ پورے سال اس کے رزق میں فراوانی عطا فرمائے گا۔''

(مشکوٰۃ شریف)

حضرت سفیان کہتے ہیں ہم نے حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد پر عمل کیا۔ تجربہ نے یہ ثابت کیا کہ پورے سال ہمارے رزق میں فراوانی رہی۔ جذبہ اتباع امر نبی ﷺ کی واقعی یہی برکات وثمرات ہیں۔ مسلمانوں کو اس حدیث پاک پر عمل کر کے برکات سے مستفید ہونا چاہیے۔

محرم کی دسویں تاریخ کو عاشورہ کیوں کہتے ہیں؟

علماء لغت نے جو توجیہ کی ہے اسے آپ پیش نظر رکھیں۔ پہلی توجیہ گنتی کے لحاظ سے جب ہم عربی میں ایک سے دس تک گنتی گنیں تو اس طرح ہے:

واحد اثنان ثلث اربع خمس ست سبع ثمانیۃ تسعۃ عشرہ

ایک دو تین چار پانچ چھ سات آٹھ نو دس

''عاشورہ'' دسواں دن۔ محرم کے دسویں دن کو اسی مناسبت سے عاشورہ کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس دنیا انبیاء کرام کو اللہ رب العزت نے دس انعامات سے نوازا ہے اس لیے اسے عاشورہ کہا جاتا ہے جس کی تفصیل اس طریقہ پر ہے۔

(۱) حضرت آدم علیہ السلام نے جب بھول کر درخت ممنوعہ کا پھل کھایا پھر فوراً ہی اپنی لغزش پر نادم ہو کر بارگاہ خداوندی میں ان الفاظ کے ساتھ توبہ کی:

''اے پروردگار! ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا اگر آپ کی بارگاہ اقدس سے ہمیں معافی نہ ملی اور ہم پر آپ نے رحم نہیں فرمایا تو یقیناً ہم گھاٹے میں رہ جائیں گے''۔

(سورہ اعراف)

چنانچہ قرآن پاک میں ہے ''فتاب علیہ'' (یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی) یہ دن عاشورہ کا تھا۔

(۲) حضرت ادریس علیہ السلام کو رفعت مکانی کی نعمت اسی دن حاصل ہوئی جیسا کہ سورہ مریم میں ہے ''ورفعناه مکانا علیا''

ترجمہ: اے محمد ﷺ! آپ ادریس کے بارے میں یاد رکھئے وہ سچے نبی تھے ہم نے انہیں قرب و عرفان کے بہت اونچے مقام پر پہنچایا''۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اور حضرت ادریس علیہ السلام بھی آسمان پر اُٹھائے گئے۔

(۳) قوم نوح نے جب حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی اور اس کی پاداش میں جب انہیں طوفان میں غرق کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو عاشورہ کے دن انعام خاص سے نوازا اور فرمایا ''اے نوح! اب تم مع اپنے متبعین کے جو تمہارے ساتھ اس کشتی میں ہیں ہماری بخشی ہوئی سلامتی کے ساتھ زمین پر اتر جاؤ اور ہمارے عطاء کردہ برکتوں سے بھی مستفید ہوتے رہو انہی برکات میں سے حضرت نوح علیہ السلام کا آدم ثانی ہونا بھی ہے کیونکہ عام غرقابی کے بعد دوبارہ نسل انسانی حضرت نوح علیہ السلام سے پھیلی ہے۔''

(۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام ۱۰ محرم کو پیدا ہوئے۔ اسی روز انہیں نبوت عطا فرمائی گئی اور خلیل اللہ کا لقب عطا کیا گیا۔ یہی دن تھا جب آپ نے نمرود کے شاہی مندر میں جا کر تمام بتوں کو توڑا اور اس کی سزا میں آپ کو جلتی ہوئی آگ میں ڈالا گیا۔ یہ سورۃ الانبیاء میں مذکور ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: یا نا ر کونی

بردا وسلاما علی ابراھیم

ترجمہ: اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا اور ہمارے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے لیے سلامتی بن جا۔

(۵) مشہور روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ اسی دن قبول ہوئی جس کا ذکر سورہ ص میں ہے:

ترجمہ: اور داؤد علیہ السلام نے یہ خیال کیا ہم نے ان کی آزمائش کی ہے تو انہوں نے اپنے رب کے حضور میں مغفرت کی درخواست کی تو ہم نے انہیں بھی معاف کر دیا اور توبہ کی قبولیت سے نوازا۔

(۶) حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں سے ملک نکل گیا تو عاشورہ کے روز رب کے حضور میں ان الفاظ سے دُعا کی:

ترجمہ: ''میرے پروردگار! مجھے ایسا ملک (غلبہ) عطا فرما کہ میرے بعد کسی کے لیے ایسا ملک نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ انہیں حکمرانی عطا فرمائی۔''

(۷) مشہور ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم اطہر پر آبلے پڑ گئے لیکن صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوا اور خدائے قدوس کے حضور دُعا کی:

رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین

ترجمہ: ''میرے رب مجھے تکلیف و مرض نے گھیر لیا ہے اور آپ ہی ارحم الراحمین ہیں۔''

چنانچہ اسی دن یعنی دس محرم کو ان کی دُعا قبول ہوئی اور فرمایا ہم نے حضرت ایوب علیہ السلام کی دُعا قبول کی اور ان کی تکالیف کو دور کر دیا۔

(۸) عاشورہ کے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریائے نیل کو پار کیا اور فرعون مع اپنے لشکر کے غرق کیا گیا۔

(۹) ۱۰ محرم ہی کو اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنی رحمت بے پایاں سے نوازا کر انہیں مچھلی کے پیٹ سے زندہ نکالا اور فرمایا:

فنبذناه بالعراء وهو سقيم (الصفت)

ترجمہ: ''ہم نے حضرت یونس علیہ السلام کو کنارے پر لا ڈالا اس حال میں کہ وہ

بیمار تھے۔''

(۱۰) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے سولی پر چڑھانے کا ارادہ کیا تو جیسا وعدہ فرمایا تھا:

ترجمہ:''اے عیسیٰ! میں تجھے آسمان پر اُٹھالوں گا اور کافروں کے حربے سے پاک رکھوں گا۔''(سورہ مریم)

پھر جیسا سورہ مائدہ پارہ (٦) کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُن کے رب نے آسمان پر اٹھالیا اور سولی پر چڑھائے جانے والے شخص کے بارے میں وہ شک وشبہ میں ڈال دیئے گئے۔ یہ انعام حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر عاشورہ کے دن ہوا۔

یہ اجمالی تذکرہ تھا۔ ان انعامات خاص کا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں یعنی اپنے انبیاء ورسل پر اس روز فرمائے جو عاشورہ کا دن کہلاتا ہے۔

سانحہ کربلا

یوم عاشورہ یعنی دس محرم کے دن ہی سانحہ کربلا بھی واقع ہوا جس میں حضرت حسین ابن علیؓ کو میدان کربلا میں شہید کردیا گیا۔ طوالت کلام کے سبب ہمیں اس کے اسباب وعلل پر گفتگو کرنا اس لیے مناسب نہیں کہ یہ ایک موضوع ہی علیحدہ ہے۔ اس پر طویل گفتگو کی جائے تو ایک علیحدہ کتاب لکھنے کی ضرورت پیش آئے گی۔

حقیقت محرم

محرم باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ عربی میں تحریم کے دوسرے معانی کے ساتھ اس کے معنی تعظیم کرنے کے بھی آتے ہیں تو محرم کے معنی معظم (عظمت والا) ہوئے۔ چونکہ یہ مہینہ عظمت کے قابل ہے اس لیے اس کا نام محرم ہے۔ زمانہ اسلام سے قبل بھی محرم الحرام ان چار مہینوں میں شمار ہوتا تھا جن میں مشرکین عرب جنگ وجدال اور قتل و قتال کو بند رکھتے تھے اور ابتداء میں اسلام نے بھی اس کے اندر قتال کے ممنوع ہونے کو باقی رکھا مگر باتفاق اُمت حرمت قتال کا یہ حکم آیت قرآنیہ "فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم" (پارہ۱۰) سے منسوخ ہوگیا اور اب ان مہینوں میں قتال جائز ہے۔ اگرچہ

اب بھی افضل یہی ہے کہ ان مہینوں میں قتال کی ابتداء نہ کی جائے۔ (شامی ص ۳۰۲، ج ۳)

پورا مہینہ حق تعالیٰ کی خصوصی توجہات کا محل ہے۔ اس مہینے میں جتنا ہو سکے عبادات میں کوشش کرنی چاہیے۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس مہینے کو اس لیے فضیلت ملی کہ حضرت حسینؓ کی شہادت اس میں ہوئی اور شیعہ لوگ اسی لیے اس کو منحوس سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے اس ماہ میں وہ کوئی تقریب اور خوشی کا کام نہیں کرتے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کے یہاں یہ مہینہ محترم و معظم اور فضیلت والا ہے۔ لہٰذا اس میں نیک کام بہت کرنے چاہئیں۔

محرم کا روزہ

اس ماہ کو یہ بھی عزت حاصل ہے کہ اس کے اندر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں فرعون مصر کے ظالم و جابر ہاتھوں سے نجات پائی اور فرعون مع اپنے ساتھیوں کے دریائے نیل میں غرق ہوا اس لیے بطور شکریہ کے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس مہینے کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر ہم اس کے تم سے زیادہ حق دار اور موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس کا حکم فرمایا۔ (بخاری ص ۲۶۸)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا '' کہ اس دن کا روزہ رکھنا رمضان کے بعد تمام روزوں سے افضل ہے۔'' (مسلم شریف ص ۳۶۸)

اس لیے اس کے ساتھ ایک دن کا روزہ اور ملا لینا چاہیے۔ بہتر یہ ہے نویں' دسویں تاریخ کا روزہ رکھا جائے۔ اگر کسی وجہ سے نویں کا روزہ نہ رکھ سکے تو پھر دسویں کے ساتھ گیارہویں کا روزہ رکھنا چاہیے۔ صرف دسویں محرم کا روزہ رکھنا کراہت سے خالی نہیں۔

دسویں محرم اہل وعیال کے ساتھ

شریعت مطہرہ نے اس دن کے لیے یہ تعلیم بھی فرمائی ہے کہ اپنے اہل وعیال پر کھانے پینے میں فراخی اور وسعت کی جائے تاکہ اس پر تمام سال فراخی رزق کے دروازے کھول دیئے جائیں۔ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا:

من وسع علی عیالہ فی النفقۃ یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ سائر سنۃ

(رواہ رزین، مشکوٰۃ ص ۱۷۰ و البیہقی فی شعب الایمان ص ۳۶۵، ۳۶۶)

اس ماہ کی برکت و عظمت اور فضائل کا تقاضا یہ ہے کہ اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ عبادات میں مشغول ہو کر تجلیات رحمانی کا بڑا حصہ حاصل کیا جائے مگر ہم نے محرم الحرام کے مہینے اور خاص طور پر اس کی دسویں تاریخ میں طرح طرح کی خود تراشیدہ رسومات و بدعات کا اپنے آپ کو پابند کر کے بجائے ثواب حاصل کرنے کے اُلٹا معصیت اور گناہ میں مبتلا ہو کر ہلاکت کا سامان فراہم کر لیا۔

خوب سمجھ لینا چاہیے کہ ماہ محرم فضیلت کی وجہ سے جس طرح اس میں عبادات کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اسی طرح اس ماہ کے اندر گناہوں اور معصیت میں ملوث ہونے کے وبال و عتاب کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہے۔ اس ماہ میں جن اُمور کی ہدایات پیغمبر ﷺ نے کی ہیں وہ دو ہیں۔ ایک نویں دسویں یا دسویں گیارہویں کا روزہ جو کہ سنت ہے، دوسرے دسویں کو حسب استطاعت اہل و عیال پر کھانے پینے میں وسعت و فراخی کرنا جو کہ مستحب ہے۔ ان کے علاوہ جن بدعات و رسومات کا رواج ہمارے زمانے میں ہو رہا ہے وہ سب قابل ترک ہیں ان میں سے بعض مروجہ بدعات و رسومات کا تذکرہ اس جگہ بھی کیا جاتا ہے۔

یوم عاشورہ کی چھٹی

دیکھا جاتا ہے کہ لوگ عام طور پر اس دن چھٹی کر دیتے ہیں حالانکہ یہ کئی وجوہ سے غلط ہے۔ ایک یہ کہ شیعوں کے ساتھ مشابہت ہے اور ان کے عزائم و ارادوں کو بڑھا دینا ہے اور ان منکرات کی تائید و تقویت ہے۔ دوسرے یہ کہ شیعہ اس دن ماتم کرتے ہیں۔ سخت معصیت و مشقت اور محنت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ مسلمان چھٹی کر کے ان کے تماش بین بن جاتے ہیں جبکہ منکرات کو دیکھنا بھی غلط ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

تعزیہ کی بدعت

تعزیہ بنانے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور اس کا بنانا رسومات میں داخل ہونے کی وجہ سے سخت گناہ ہے۔ مال اچھی اور جائز کمائی سے ہونا چاہیے اور خرچ بھی صحیح مصرف میں ہونا

چاہیے اور بعض عوام جہلاء تو تعزیہ کے سامنے نذر و نیاز کرتے ہیں جس کا کھانا "وما اھل بہ لغیر اللہ" میں داخل ہو کر حرام ہے۔ اس کے آگے دست بستہ تعظیم سے کھڑا ہونا اور عرضیاں لٹکانا اور اس کے دیکھنے کو ثواب سمجھنا سخت معصیت ہے اور بعض ان میں سے درجہ شرک تک پہنچے ہوئے ہیں۔

اتعبدون ما تنحتون (کیا ایسی چیز کو پوجتے ہو جس کو خود تراشتے ہو؟) میں داخل ہو کر موجب کفر و شرکت ہے۔ العیاذ باللہ۔ (بارہ مہینوں کے فضائل و احکام ص ۹۱)

حضرت حسینؓ کی طرف اس کی نسبت اور ان کا نام اس پر چسپاں کرنا سخت حماقت ہے جو عقلاً و شرعاً ہر طرح سے منع ہے۔ نسبت سے بھی کسی شے میں تعظیم آجاتی ہے لیکن یہ اسی وقت ہے جب کہ وہ نسبت سچی اور واقعی ہو۔

حضرات سامعین کرام!

ہمارے اس مختصر سے تجزیہ سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ماہ محرم الحرام کی یہ عزت و عظمت ہنگامی یا ناگہانی نہیں بلکہ یہ شان محرم کی ازلی اور ابدی شان ہے۔ ماہ محرم الحرام اپنے اس امتیاز میں کسی مکان و زمان کا پابند نہیں بلکہ خود زمان و مکان کس شان میں محرم الحرام کے پابند ہیں۔

چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ اسی مہینہ کی دس تاریخ کو اللہ تعالیٰ نے

☆......حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔

☆......حضرت ادریس علیہ السلام کو درجات عالیہ عنایت فرمائے۔

☆......حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر اُتری

☆......حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منصب خلت سے سرفراز فرمایا گیا۔

☆......حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل سے چھٹکارا ملا۔

☆......حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹائی گئی۔

☆......حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات بھی اسی روز ملی۔

☆......حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے اسی روز نجات پائی۔

☆..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اُٹھایا گیا۔

☆..... حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اسی روز اہل مکہ خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا کرتے تھے۔(بخاری و مسلم)

اور شاید اسی مناسبت سے عرب اس دن کو "یوم الزینة" بھی کہتے ہیں۔

یہ سب واقعات ماہ محرم الحرام کے اس امتیاز اور افتخار کی زندہ دلیل ہیں جس کا تذکرہ ہم شروع میں مختصر طور پر کر چکے ہیں۔

یوں تو سال کے بارہ ۱۲ مہینوں کی ہر تاریخ کو کوئی نہ کوئی غیر معمولی واقعہ یا سانحہ رونما ہوا ہے مگر سطور ذیل میں صرف ماہ محرم الحرام میں رونما ہونے والے چند واقعات و حادثات کا ذکر کیا گیا ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

و آخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

......☆......

عمر رضی اللہ عنہ مرادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

از: حضرت مولانا ابوریحان فاروقی رحمہ اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا مُشِيْرَ لَهٗ وَلَا مُعِيْنَ لَهٗ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ الْمَبْعُوْثِ اِلٰى كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا.

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كَلَامِهِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ.

وقال فی موضع اخر: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ O وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ O الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ لا قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ O

صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی دعا کا ثمر ہیں

میرے بھائیو! فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی دعا کا ثمر ہیں۔ دعائے نبوت کا ثمر ہیں جیسے حضور ﷺ خود دعائے خلیل کا اثر ہیں۔ اسی طرح فاروق اعظمؓ اسلام میں حضور ﷺ کی دعا کا ثمر ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی کعبہ میں حضور ﷺ کو مانگا تھا اور حضور ﷺ نے بھی کعبہ میں فاروق اعظمؓ کو مانگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس کو مانگا وہ کئی پشتوں کے بعد ملا اور جس کو رسول اللہ ﷺ نے مانگا وہ اگلے دن مل گیا اور کس حالت میں کہ قتل کرنے کے لئے آرہے ہیں، دارالندوۃ میں میٹنگ ہوئی کہ حضور ﷺ کو قتل کر دیا جائے، اگر رسول اللہ ﷺ کو شہید نہ کر دیا گیا شمع رسالت کو گل نہ کر دیا گیا تو پورا مکہ حضور ﷺ کا صحابی بن جائے گا۔ بڑے بڑے سردار قریشیوں کے جو خانہ کعبہ میں دارالندوۃ میں شریک ہوئے، یا تو رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے نکالا جائے، یا نبی ﷺ کو قتل کر دیا جائے، یا نبی ﷺ کو گرفتار کیا جائے، یہ فیصلہ ہوا، کون شہید کرے؟ کسی کی جرأت نہ ہوئی، فاروق اعظمؓ اس وقت فاروق اعظمؓ نہ تھے، بلکہ عمر ابن خطاب تھے انہوں نے کہا کہ یہ کام میں کرتا ہوں میں جا کر شہید کرتا ہوں۔

ادھر فاروق اعظم حضور ﷺ کے قتل کا وعدہ کر رہے ہیں اور عین اسی وقت کعبے میں اللہ کا پیغمبر ﷺ دعا کر رہا ہے۔ حضور ﷺ نے کعبہ میں دعا مانگی، کیا فرمایا؟ تاج رسالت نے کعبہ میں ایک دعا مانگی اور اس دعا میں حضور ﷺ نے فرمایا...... اللھم اعزّ الاسلام بعمر ابن خطاب او بعمرو ابن هشام...... اے اللہ! اگر تو اسلام کو عزت دینا چاہتا ہے۔ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ اسلام سر بلند ہو، اسلام کا نام پوری کائنات میں پہنچے، اسلام صرف مکے کی بستی اور مدینے کے صحراؤں تک نہ رہے، بلکہ اسلام مدینہ سے نکل کر قیصر و کسریٰ کے درباروں تک پہنچے۔

اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے کہ اسلام پوری دنیا میں سر بلند ہو، تو میری ایک درخواست ہے، پیغمبر ﷺ نے درخواست کی ہے اور درخواست اس رب کے سامنے کی ہے

جو درخواست پوری کر سکتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے ایک چیز مانگی ہے اور اللہ تعالیٰ نے وہ چیز نبی ﷺ کو عطا کر دی ہے۔ مانگنے والا کون ہے؟ دینے والا کون ہے؟

اگر اسی پر غور کریں تو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے کہ مانگنے والا کون ہے؟ اور دینے والا کون ہے؟ میں کہتا ہوں کہ سارے فضائل ایک طرف، میں نے صواعق محرقہ میں ایک حدیث پڑھی، میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ میں نے یہ حدیث پڑھی تو میں حیران اور ششدر ہو گیا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ نے کتنی فضیلت دی ہے۔

حضرت عمار ابن یاسرؓ، انہوں نے حضور ﷺ سے ایک دن سوال کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ، میری درخواست ہے کہ میرے سامنے عمر فاروقؓ کے فضائل بیان کریں، یہ کس نے کہا عمار ابن یاسرؓ نے، وہ عمارؓ جس کے والد کو ظلم و تشدد کر کے شہید کر دیا گیا، اور وہ عمارؓ جس کو اسلام کے لئے اذیتیں دے دے کر شہید کیا گیا، جس کی اماں سمیہؓ کے ٹکڑے ہوئے، اور رسول اللہ ﷺ چل کر ان کے گھر آئے فرمایا...... یا آل یاسر...... اے یاسر کی اولاد، تمہیں مبارک دیتا ہوں، اس انعام کی، جو اس تکلیف کے بدلے میں اللہ نے جنت میں تمہارے لئے بنایا ہے۔ اس انعام کی مبارک دینے رسول اللہ ﷺ عمارؓ کے گھر آئے۔

وہ عمار ابن یاسر حضور ﷺ سے عرض کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول! عمرؓ کی فضیلتیں بیان کریں، میں فاروق اعظمؓ کی فضیلت سننا چاہتا ہوں۔ ایک طرف یہ فضیلت ہے اور فضیلت سے پہلے اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ اللہ سے عمرؓ مانگ چکا تھا۔ پیغمبر ﷺ نے پوری زندگی میں نام لے کر کسی کو مانگا وہ عمر ابن خطابؓ ہے، مجھے یہ دے دو۔

رسول اللہ ﷺ کی پسندیدہ شخصیت ناقص نہیں ہو سکتی

بازار سے تم سودا خریدتے ہو اور سودے میں برتن ہیں، سو قسم کے برتن ہیں، یا ایک ہی قسم کے سو برتن پڑے ہیں۔ اس میں سے تم ایک کا انتخاب کرتے ہو، پنکھے ہیں، ٹیوب لائٹ ہے، بلب ہے، کپڑا ہے، ایک جگہ اور تمہاری خواہش ہے کہ میری خریدی ہوئی چیز کو ہر آدمی پسند کرے۔ ہر آدمی کہے کہ تو جو چیز لایا ہے بہت اچھی ہے۔ خالص ہے، بازار

سے آپ گوشت خرید کر لے جائیں آپ کی بیوی کہے آپ نے اچھا گوشت نہیں خریدا، تمہیں غصہ آجائے، تم کہتے ہو کہ اچھا میں اب نہیں خریدتا، تمہیں میری لائی ہوئی چیز پسند نہیں آتی۔

کپڑا خرید کر لے جاتے ہو، تمہاری بیوی کہتی ہے کہ یہ کیا کپڑا لائے ہو، اس پر تو بھور آجاپئے گا، تم کہتے ہو کہ اچھا میں آئندہ نہیں خریدتا، تو تمہاری بات ہے کہ جو چیز تم خریدو، اس کو کوئی برا نہ کہے، فطری بات ہے۔

تم اتنے سیانے اور دانا ہو کہ ہر چیز تم خریدو، اس پر تنقید برداشت نہ کرو اور جو چیز محمد مصطفیٰ ﷺ خریدیں اور محمد مصطفیٰ ﷺ مانگیں اور اس ذات سے مانگیں جو ہر چیز سے واقف ہے۔ اگر وہ بری چیز ہو تو اللہ اپنے محمد ﷺ کو کبھی نہ دیتا۔ اگر اس میں کوئی نقص ہو تو وہ اپنے پیغمبر ﷺ کو کبھی نہ دے۔ اگر وہ عیب دار چیز ہو تو وہ اپنے نبی ﷺ کو کبھی نہ دے، دینے والا تو دیکھو اور مانگنے والا تو دیکھو، پہلے مثال تو گزر چکی ہے۔ پیغمبر ﷺ نے خدا سے کچھ چیزیں مانگیں خدا نے نہیں دیں، کیوں نہیں دیں؟ وہ چیزیں مفید نہ تھیں، نبی عالم الغیب نہیں ہوتا۔ عالم الغیب اللہ کی ذات ہوتی ہے۔ نبی ﷺ کو نہیں پتہ ہوتا کہ آئندہ اس کا رزلٹ کیا ملے گا، لیکن اللہ کو تو پتہ ہے جو دینے والا ہے، وہ تو جانتا ہے۔

مانگنے والا کون اور دینے والا کون!

اللہ تعالیٰ سے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنا بیٹا مانگا، اللہ نے نہیں دیا۔ نوح علیہ السلام نے بیٹا مانگا اور کیا کہا...... رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ ...... یہ میری آل ہے میرا بیٹا ہے، اللہ نے کیا فرمایا...... اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ...... ہم نے اس کو تیری آل سے خارج کر دیا ہے۔ پیغمبر رو کر کہے، ہاتھ اٹھائے پیغمبر نے کہ میرا بیٹا ہے، میرا بیٹا کلمہ سے سنوار دے، میرا بیٹا توحید کے زیور سے سنوار دے آراستہ کر دے، میرا بیٹا میرے دین میں داخل کر دے، ہاتھ نبوت کے خالی لٹا دیئے اور کہا کہ یہ تیرا بیٹا تیرے لئے مفید نہیں ہے۔

نبی ابراہیم علیہ السلام ہے، جس نے کعبہ میں محمد مصطفیٰ ﷺ کو مانگا تھا وہ نبی جس نے تعمیر کعبہ کی، بیٹے کے گلے پر چھری چلا دی، بچے کو جنگل میں چھوڑنے کا حکم ہوا تو

کامیاب ہوا، آگ میں چھلانگ لگانے کا حکم ہوا تو کامیاب ہوا۔

جب اس پیغمبر نے اپنے باپ کی مغفرت کی دعا کی تو اللہ نے نبوت کے ہاتھ خالی لٹا دیئے اور کہا کہ یہ باپ تیرے لئے مفید نہیں ہے۔

یہ بت پرست بھی ہے

بت فروش بھی ہے

بت ساز بھی ہے

تیرا باپ ہے تو نے اس کے گھر میں جنم لیا ہے، تیری پرورش اس کے گھر میں ہوئی ہے لیکن میں تیری دعا قبول نہیں کرتا ہوں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے بیٹا مانگا اللہ نے نہیں دیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے باپ مانگا، اللہ نے نہیں دیا۔

اللہ کے آخری نبی محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنا چچا مانگا تو اللہ نے آیت اتار دی..... اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ..... تیرا چچا ہدایت نہیں پا سکتا۔ ہدایت میرے پاس ہے تیرے پاس نہیں ہے۔

پھر اسی کعبہ میں نبی ﷺ نے عمرؓ کو مانگا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ خالی نہیں لٹائے، پہلے ہی دن عمرؓ پیغمبر ﷺ کی جھولی میں ڈال دیا۔

عمرؓ مفید نہیں تھا جھولی میں کیوں ڈالا

عمرؓ نے فاطمہؓ کی توہین کرنی تھی جھولی میں کیوں ڈالا

عمرؓ نے محمد ﷺ کے خاندان کو تنگ کرنا تھا جھولی میں کیوں ڈالا

عمرؓ نے فاطمۃ الزہراءؓ کے دروازے کو آگ لگانی تھی جھولی میں کیوں ڈالا؟

اللہ آپ کو کہہ دیتے، جس طرح صاف صاف نوح علیہ السلام سے کہہ دیا تھا، صاف صاف ابراہیم علیہ السلام سے کہہ دیا تھا، صاف صاف ابوطالب کے لئے کہہ دیا تھا۔ آج عمرؓ کو نبی ﷺ نے کعبہ میں مانگا اللہ کہہ دیتا کہ عمرؓ تیرے لئے مفید نہیں ہے۔

لیکن پیغمبر ﷺ نے دعا میں یہ کہا تھا..... اللھم اعز الاسلام بعمر ابن خطاب ..... یہ اسلام جو چھپ کر میں کعبہ کی گلیوں میں پیش کر رہا ہوں، اسے ظاہر کرنا چاہتا

ہوں۔ عمرؓ بھیج دے، اللہ نے بھیج دیا۔ اگر عمرؓ نے اسلام کا غلبہ نہیں کرنا تھا۔ نبی ﷺ نے مانگا کیوں؟ اللہ نے دیا کیوں؟...... اللھم اعز الاسلام بعمر ابن خطاب ...... اسلام کی عزت چاہتا ہے تو مجھے عمر دے دے۔

فاروق اعظمؓ کو کس نے مانگا؟ (نبی ﷺ نے) میں کہتا ہوں کہ ساری فضیلتیں ایک طرف رکھو، صرف ایک فضیلت عمرؓ کو نبی ﷺ نے خدا سے مانگا، ایک فضیلت اس سے بڑی کوئی، بات ہوسکتی ہے؟ (نہیں) نبی ﷺ کوئی بری چیز مانگ سکتا ہے؟ (نہیں) جس میں عیب ہو نبی ﷺ پسند کرسکتا ہے؟ (نہیں) تو تو عیب دار برتن نہیں پسند کرتا، تیرے نبی ﷺ نے عیب دار آدمی کیسے پسند کرلیا؟ اور دینے والے نے دے کیسے دیا؟ اگر عمرؓ میں کوئی عیب تھا یا اس نے اسلام کے لئے مفید نہیں ہونا تھا تو پہلے تو اللہ نے نبیوں کے ہاتھ خالی لوٹائے تھے، اس موقع پر نبی ﷺ کا ہاتھ خالی کیوں نہ لوٹایا۔

نبی ﷺ نے دعا مانگی؟...... اللھم اعز الاسلام...... اے اللہ! اگر اسلام کو عزت دینا چاہتا ہے، سربلند کرنا چاہتا ہے اسلام کو، مجھے عمرؓ دے دے اور جب تو مجھے عمرؓ دے گا پھر نہ قیصر رہے گا نہ کسریٰ رہے گا...... پھر رہا قیصر و کسریٰ؟ (نہیں) لیکن عمر مجھے دیدے۔

عمرؓ کی غیرت، عمرؓ کا حیا، عمرؓ کی قوت، عمرؓ کی شوکت، عمرؓ کی سطوت، عمرؓ کا رُعب، عمرؓ کا دبدبہ کیسا تھا؟

فاروقِ اعظمؓ کی غیرت

میرے بھائیو! حضور ﷺ کی ایک بیوی حضرت سلمیٰؓ، عرب آٹے کا ایک خزیرہ بناتے وہ کھانے کے لئے بھی ہوتا تھا اور عورتیں کبھی کبھی اپنا چہرہ صاف کرنے کے لئے اس کو چہرے پر لگادیتی تھیں، ام سلمیٰ نے خزیرہ بنایا کھانے کے لئے، تو انہوں نے وہ خزیرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے منہ پر مَل دیا۔ حضرت زینبؓ نے، شکایت کی، کہ ام سلمیٰؓ نے خزیرہ میرے منہ پر مَلا۔

تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ دوسرا خزیرہ پڑا ہے تو ان کے منہ پر مل لے، تو دوسری بیوی نے ان کے چہرے پر مَل دیا۔ اب دونوں کے چہرے پر خزیرہ ملا ہوا ہے۔ اس وقت

تک پردے کی آیتیں نہیں اُتری تھیں، دیکھا کہ سامنے فاروق اعظمؓ آرہے ہیں۔ نے فرمایا کہ جاؤ منہ دھولو، کہیں عمرؓ ناراض نہ ہو جائے، یہ بھی کسی اور کے لئے نہیں کہا۔

حضور ﷺ سے حضرت عمرؓ نے عمرے کی اجازت مانگی کہ مجھے عمرے کی اجازت دیں حضور ﷺ نے اجازت دے کر ایک لفظ کہا، وہ بھی کسی صحابی کے لئے نہیں کہا، حضور ﷺ نے فرمایا...... لا تنسی من دعائک...... اپنی دعا میں مجھے بھول نہ جانا۔ یہ بھی حضرت عمرؓ کے لئے کہا، عمرؓ تو مجھے اپنی دعا میں بھول نہ جانا، عمرے کے لئے جاؤ میرے لئے دعا کرنا، کس نے کہا؟ (محمد مصطفیٰ ﷺ نے)

فضائل عمرؓ بزبانی رسالت مآب ﷺ

تو میں عرض کر رہا ہوں کہ حضرت عمار ابن یاسرؓ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! عمرؓ کے فضائل بیان فرمائیں۔ میری خواہش ہے کہ میں اپنے پیغمبر ﷺ سے عمرؓ کے فضائل سنوں۔

آگے سے جواب میں حضور ﷺ نے ایک بات فرمائی تو بظاہر فضائل میں سے تو نہیں ہے، لیکن فضیلتوں کی انتہا نہیں چھوڑی، حضور ﷺ نے فرمایا عمارؓ کو، کہ جو سوال تو نے مجھ سے کیا تھا، یہی سوال میں نے جبرائیل امین علیہ السلام سے کیا تھا۔

سمندری کے لوگو! اس پر غور کرو، یہ میں بالکل نئی روایت پیش کر رہا ہوں۔ بہت پرانا ذخیرہ ہے کتاب کا، اس میں سے ایک کتاب ہے صواعق محرقہ ابن حجر کی کتاب ہے۔

تو حضرت عمارؓ نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ حضرت عمرؓ کے فضائل بیان کریں، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ عمارؓ تو نے مجھ سے وہ سوال کیا کہ جو سوال ایک مرتبہ میں نے جبرائیل امین علیہ السلام سے کیا تھا کہ عمرؓ کے فضائل بیان کرو، تو جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا، وہی جواب دیتا ہوں۔

جبرائیل علیہ السلام کا جواب سنو، جبرائیل امین علیہ السلام نے فرمایا اے محمد رسول اللہ ﷺ تم عمرؓ کی فضیلت پوچھتے ہو، اگر نوح علیہ السلام کی عمر ساڑھے نو سو سال کے برابر، میں ساڑھے نو سو سال تک تمہارے سامنے عمرؓ کی فضیلت بیان کرتا رہوں تب بھی عمرؓ کی فضیلت بیان نہیں ہوگی، یہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو فرمایا تھا۔

اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعا بھی ابن حجرؒ نے نقل کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام فرماتے تھے کہ جب میں کشتی بناتا ہوں، اللہ نے حکم دیا کشتی بناؤ، طوفان سے بچنے کے لئے، تو رات کو زمین کا کیڑا کشتی کا ایک حصہ کھا جاتا تھا۔ کشتی بناتے اور کیڑا کھا جاتا۔ صبح کو کشتی غائب، میں نے کئی دنوں کے بعد اللہ سے درخواست کی، اے اللہ! میرے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ کشتی بناؤ لیکن کشتی کیڑا کھا جاتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اس کشتی پر میری مخلوق کے اکابر کا نام لکھو، کیڑا نہیں کھائے گا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ کی مخلوق کے اکابر کون سے ہیں؟ تو اللہ نے پانچ آدمیوں کا نام لیا، محمد رسول اللہ ﷺ، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، ان کا نام کشتی پر لکھو تو کیڑا قریب بھی نہیں آئے گا۔

ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر پہلی ہر کتاب میں موجود ہے۔ اور قرآن میں ایک لفظ ہے...... **ذالک مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجیل** ...... کہ ان خلفاء کا ذکر تورات میں بھی آچکا ہے۔ انجیل میں بھی آچکا ہے، اس پر انشاء اللہ بیان ہوگا کہ...... **ذالک مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجیل** ...... اس کے تحت عمر فاروقؓ کی فضیلت کتنی ہے اور اس کے ضمن میں کتنی بشارات ہیں...... **ذلک مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجیل** ...... آج بیان ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے عمرؓ کو محمد مصطفیٰ ﷺ نے مانگا ہے اور کس دعا سے مانگا ہے...... **اللهم اعز الاسلام بعمر ابن خطاب او بعمرو ابن هشام** ...... میں نے واقعہ آپ کو سنایا کہ دار الندوۃ میں میٹنگ ہوئی۔ اس میٹنگ میں فیصلے کے مطابق کہ حضور ﷺ کو شہید کر دیا جائے۔ کوئی آدمی یہ ذمہ داری نہیں لیتا۔ عمر نے کہا کہ یہ ذمہ داری میں لیتا ہوں کہ میں حضور ﷺ کو قتل کرتا ہوں۔

فاروق اعظمؓ اگلے دن تلوار لے کر رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ راستے میں ایک صحابی ملے، انہوں نے کہا کہ عمرؓ کہاں کا ارادہ ہے؟ عمرؓ نے جواب دیا۔ نعیمؓ میں تمہارے محمد ﷺ کا سر لینے جا رہا ہوں، یہ تلوار میرے پاس ہے، عمرؓ کے نام سے لوگ لرزتے تھے، عمرؓ بہادر تھا۔ سر لینے جا رہا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ سر لینے کیا جا رہے ہو، بلکہ سر

دینے جارہے ہیں۔

سر لینے کیلئے جانا، سر دینے کی تمہید تھا

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ سر لینے کے لئے جانا سر دینے کی تمہید تھا۔ ایسی تمہید تو دنیا میں کبھی نہیں آئی کہ سر لینے کے لئے جائے اور سر دے کر آئے تو نعیمؓ نے کہا کہ تم محمد ﷺ کا سر لینے جارہے ہو، اپنے گھر کی خبر لو، تمہاری بہن فاطمہؓ بنت خطاب وہ اسی محمد ﷺ کا کلمہ پڑھ چکی ہیں۔ اور تمہارے جو بہنوئی ہیں سعید ابن زید وہ بھی کلمہ پڑھ چکے ہیں، تم محمد ﷺ کا سر لینے کے لئے جارہے ہو، پہلے جا کر اپنے گھر کی تو خبر لو، انہوں نے کہا کہ اچھا میرے گھر میں اسلام، میرے گھر میں محمد مصطفیٰ ﷺ کا دین آگیا، یہ کیسے ہوا؟ گھر آئے، سر لینے کے لئے جانے والا واپس آگیا راستے سے۔

دروازہ کھٹکھٹایا بہن کا، تو دروازے سے آواز آرہی ہے قرآن پاک کی، اب قرآن فاروقؓ کے کانوں سے ٹکرایا تو شرک کا محل ٹوٹ گیا ایک لفظ سے، اندر آئے بہن کو مارنا شروع کر دیا، بہنوئی آئے ان کو مارا، سعید تجھے کیا ہو گیا تو نے محمد ﷺ کا کلمہ پڑھ لیا۔ سعید کو مارا تو وہ بے ہوش ہو گئے۔ بہن بے ہوش ہوگئی، جب ہوش آیا تو وہی قرآن کی صدا، عمر فاروق نے فرمایا، فاطمہ کیا ہوا؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں کہا، جس باپ کا خون تیری رگوں میں ہے، اسی کا خون میری رگوں میں ہے، تو مار مار کر تھک جائے گا، میں مار کھا کر نہیں تھکوں گی۔

بس یہ کہنا تھا کہ وہ بہن کہ جو ساری زندگی بھائی کے پاؤں چاٹتی تھی۔ میرے سامنے کھڑی ہوگئی ہے، وہ کون سی قوت اور طاقت ہے کہ میری بہن میرے سامنے کھڑی ہو گئی، حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ قرآن سناؤ، جب کہا قرآن سناؤ۔

تو بہن نے کہا کہ تو پلید ہے غسل کرو، تیرا جسم پاک نہیں، عمرؓ نے غسل کیا، حضرت فاطمہؓ بنت خطاب نے کون سی سورت پڑھی، سورۃ طٰہٰ، جب سیدہ فاطمہؓ بنت خطاب نے سورۃ شروع کی تو عمرؓ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب نکل پڑا، کفر و شرک کے جراثیم

آنکھوں کے راستے پانی بن کر چھم چھم برس پڑے اور فرمایا کہ مجھے بھی محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربار میں لے جا کر کلمہ پڑھا دے، بات عمرؓ کی نہیں ہے بات اس دعا کی ہے۔

حضرت فاطمہؓ سیدنا عمرؓ کو لے کر حضور ﷺ کے دروازے پر پہنچیں، حضور ﷺ کی محفل لگی ہوئی ہے، حضور ﷺ تشریف فرما ہیں، سارے صحابہ رضی اللہ عنہم تشریف فرما ہیں۔ حضرت حمزہؓ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دور سے دیکھا کہ کسی نے کہہ دیا کہ عمرؓ آ رہا ہے، حضرت حمزہؓ نے کہا کہ ارادہ ٹھیک ہوا تو استقبال کریں گے ورنہ اس تلوار سے میں عمرؓ کا سر قلم کر دوں گا کہ عمرؓ کس ارادہ سے آیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور آ کر نبوت کے پاس سر جھکا دیا اور کسی نے بتایا کہ عمرؓ تلوار لے کر میرا سر قلم کرنے آ رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عمر تم سر لینے آ رہے تھے...... کہا اب عمرؓ سر دینے آ رہا ہے۔ حضور ﷺ مجھے کلمہ پڑھا دیں۔ حضور ﷺ نے کلمہ پڑھایا حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں بڑا گناہ گار ہوں۔ میں سر لینے کے ارادے سے چلا تھا میری یہ غلطی کیسے معاف ہو سکتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب سچے دل سے تو اسلام کے دامن میں آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے سارے گناہ معاف فرما دیئے۔

سیدنا عمرؓ اسلام کی سربلندی کا باعث بن گئے!

ابھی سیدنا فاروق اعظمؓ کو اسلام لائے چند لمحے گزرے۔ حضور ﷺ کی محفل میں بیٹھے ہوئے حضرت عمرؓ نے کہا کہ اب اذان کعبہ میں ہوگی، دار ارقم میں نہیں، اس لئے ابن حجر عسقلانیؒ نے کہا......

اوّل من اسلم اعلانیة فهو عمر......

جس نے علی الاعلان نبی ﷺ کا کلمہ پڑھا وہ عمرؓ ہے......

اوّل من اذان فی دار الكعبة فهو عمر......

جس نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام کعبہ میں بلند کیا وہ عمرؓ ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا مشکلات ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کو تکلیف ہوگی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے اللہ! کے رسول ﷺ کیا ہم حق پر نہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم حق پر ہیں، فرمایا آج پھر یہ نہ ہوگا کہ کلمہ عمرؓ پڑھ چکا ہو اور نماز دارارقم میں ہو، آج اذان کعبہ میں ہوگی نماز اور عبادت کعبہ میں ہوگی۔

مجھے بتاؤ حضرت علیؓ بھی تو کلمہ پہلے پڑھ چکے تھے، اذان کعبے میں کیوں نہیں ہوئی، اذان کعبہ میں ہوئی فاروق کے آنے کے بعد، ابوبکرؓ بھی کلمہ پڑھ چکے تھے، لیکن اذان کعبہ میں اس وقت ہوئی جب عمر فاروقؓ نبی ﷺ کی جھولی میں آیا۔ چنانچہ چشم فلک نے وہ نظارہ بھی دیکھا کہ چند لمحوں کے بعد اذان کعبہ میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا نام کعبہ میں بلند ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا نام کعبہ میں لیا گیا۔

اور پھر وہ وقت آیا کہ جب ہجرت کا وقت آیا۔ تو اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو فرمایا اے میرے پیغمبر ﷺ تجھے ہجرت کی اجازت ہے لیکن رات کو، حضور ﷺ ہجرت کر رہے ہیں رات کو، ابوبکرؓ مکے سے نکل رہے ہیں رات کو، صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعتیں مکہ سے مدینہ جا رہی ہیں رات کو، لیکن عمرؓ دوپہر کے وقت کعبہ میں، مقام ابراہیم علیہ السلام پر کھڑے ہوکر حضرت عمرؓ نے کہا، عمرو ابن ہشام، عتبہ، اخنس بن شریک، عتیبہ، آج محمد مصطفیٰ ﷺ کے حکم پر قرآن میں اجازت دے دی گئی ہے..... اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا...... ہجرت کی اجازت قرآن نے دی ہے، اس اجازت کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم مکے سے مدینہ چلے لیکن اپنے اپنے ذریعہ سے گئے، خاموش ہوکر گئے، چھپ کر گئے، لیکن اے کفر کے بیٹیو! عمر خاموش ہوکر کعبہ سے نہیں جائے گا۔ عمر چپ کر کے کعبہ سے نہیں نکلے گا، بلکہ کعبہ میں کھڑے ہوکر عمرؓ نے کہا کہ میں علی الاعلان مکہ چھوڑ کر مدینہ جا رہا ہوں، حالانکہ ابوجہل نے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کو روکا، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو روکا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا ایثار

سعد بن ابی وقاصؓ کی شادی کو ایک سال ہوا تھا اور سعدؓ کے پاس ایک بچہ تھا اور بیوی ہے، جب یہ ہجرت کرنے لگے، ابوجہل نے بیوی کو پکڑ لیا بچے کو پکڑ لیا اور کہا کہ یہ لڑکی مکے کی ہے، مکے میں رہے گی، یہ بچہ مکے کا ہے مکے میں رہے گا، ابوجہل نے کہا کہ اگر بیوی

چاہتا ہے مکہ میں رہ، سعدؓ نے کہا کہ میں بیوی بھی چھوڑتا ہوں، بچہ بھی چھوڑتا ہوں، لیکن اپنے نبی ﷺ کو نہیں چھوڑتا، سعد کے بچے کو روک لیا۔

اور حدیث میں آتا ہے کہ جب سعد بن ابی وقاصؓ مدینہ پہنچے، تو وہاں حضور ﷺ نے دیکھا کہ حضرت سعدؓ پریشان ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ سعدؓ کیوں پریشان ہو؟ فرمایا میری بیوی اور بچہ مکہ میں ہے اور میں نے بیوی اور بچے کو چھوڑا تھا کملی والے تجھے نہیں چھوڑا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو نے اپنے نبی ﷺ کو نہیں چھوڑا تو گویا کہ سارے جہاں کو نہیں چھوڑا۔ چند دنوں کے بعد حضور ﷺ نے ایک قاصد بھیجا۔ اس کے سالے کو کہہ بھیجا۔ وہ ان کے بچوں کو لے کر مدینہ میں پہنچا۔

میرے بھائیو! یہ حال ہے کہ مکے سے کوئی نکل نہیں سکتا۔ ان حالات میں کہ جب بیوی کو بھی روک لیتا اور بچوں کو بھی روک لیتا۔

حضرت سراقہ بن جعشم حضور ﷺ کے تعاقب میں چلے، جو انعام کے لالچ میں تھے ایسے وقت میں کہ جب چاروں طرف مشکلات ہوں اور عمرؓ ابو جہل کو کہتا ہے عتبہ اور شیبہ کو بھی کہ میں علی الاعلان ہجرت کر کے مکے جا رہا ہوں۔ جس نے اپنے بچوں کو یتیم کرانا ہے وہ جبل ابی قبیس کے پیچھے آئے اور اس پہاڑ کے پیچھے آ کر میرا راستہ روک لے۔ جس نے اپنی بیوی کو بیوہ کرانا ہو جس نے اپنے بچوں کو یتیم کرانا ہو وہ آئے اور آ کر عمرؓ کا راستہ روک لے۔ حضرت عمرؓ علی الاعلان مکے سے ہجرت کر کے گئے اور کوئی راستہ روکنے والا نہیں تھا۔

لقب ''فاروق'' کی وجہ

میرے بھائیو! فاروق اعظمؓ کی بڑی شان ہے۔ عمرؓ اکیلا عمر نہیں، بلکہ فاروق لقب پیغمبر ﷺ نے دیا۔ فاروق کا معنی کیا ہے؟ حق اور باطل میں فرق کرنے والا۔ فاروق فرق کرتا ہے حق اور باطل کے درمیان، لقب دیا پیغمبر ﷺ نے فاروق اعظمؓ۔

رُعب اور سطوت بڑی ہے عمرؓ جا رہے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم پیچھے کھڑے ہیں۔ عمر فاروقؓ نے پیچھے مُڑ کر دیکھا، جتنے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے زمین پر گر گئے رُعب سے، عمرؓ کے چہرے کے رُعب کی کوئی تاب نہ لا سکتا تھا۔

ایک حجام حجامت کر رہا تھا۔ عمر فاروقؓ نے کھانسا، حجامت کرتے ہوئے کھانسنے کی آواز سن کر بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے کہ اگر عمرؓ مجھ سے ناراض ہو گیا تو کیا ہوگا۔

فاروق اعظمؓ نے اسے اٹھایا اور کہا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں، جب فاروق اعظمؓ خلیفہ بنے، صحابہ رضی اللہ عنہم کو عمر فاروقؓ نے خطبہ دیا اور عمرؓ نے کہا لوگو! تم پریشان ہو کہ میں سخت ہوں، میں نبی ﷺ کے دور میں سخت تھا تو میری سختی کو رسول اللہ ﷺ نے پسند کیا تھا۔ نبی ﷺ نرم تھے اور میں سخت تھا، میری سختی کو انہوں نے پسند کیا تھا، لیکن اب میں خود حکمران ہوں، یہ نرمی بھی مجھ میں آگئی ہے جو نرمی ابو بکرؓ میں تھی اب مجھ میں ہے، لیکن عمرؓ ظالم کو معاف نہیں کرے گا، عمر فاروقؓ نے مجمع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے کہا کہ اگر میں تمہیں اسلام کے خلاف کوئی حکم دوں میری بات مانو گے؟ اس کو ماہر القادری نے کہا کہ

میں کوئی خلاف شرع حکم دوں تم کو اگر
کیا جھکا دو گے جبین تم میری پھر آواز پر
پھر گرج کر بولا پھر وہی سادہ یمین
پھر میری شمشیر ہو گی اور امیر المومنین

ایک بوڑھے نے کہا اگر تو قرآن کے خلاف حکم دے گا تو پھر میری تلوار ہو گی، تیرا سر ہو گا، یہ بات سن کر عمرؓ نے کیا کہا، کہ آج تو نے مجھے زندہ کر دیا۔ میں خوش ہوں کہ میری سلطنت میں اسلام کی سربلندی کے لئے کوشاں لوگ موجود ہیں۔ جب ایسے تادیب کرنے والے نہیں رہیں گے حکومت کی روح نہیں رہے گی، حکومت کی روح تب باقی رہتی ہے کہ کوئی تعذیب کرنے والا ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا اُحد پہاڑ کو حکم

میرے بھائیو! حضور ﷺ ایک پہاڑ پر چڑھے۔ ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم ساتھ ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ پہاڑ حرکت کرنے لگا، حضور ﷺ نے فرمایا اے پہاڑ ٹھہر جا، تجھ پر ایک نبی ﷺ ہے، ایک صدیقؓ ہے اور دو شہیدؓ ہیں، یہ فرمایا۔

حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ کر کے فرمایا......

نبی کے دو وزیر آسمانوں پر ہوتے ہیں، دو زمین پر ہوتے ہیں، میرے دو وزیر آسمانوں پر جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام ہیں اور زمین پر میرے دو وزیر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا...... ابوبکر و عمر السمع و البصر...... ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم میری آنکھ ہے اور میرے کان ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا...... لو کان بعدی نبیٌ لکان عمر اگر میرے بعد کسی نے نبی بن کر آنا ہوتا تو عمرؓ کا سر اس لائق تھا کہ اس کے سر پر نبوت کا تاج رکھا جاتا یہ عمرؓ ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا...... جس راستے سے عمرؓ گزرتا ہے شیطان اس راستے سے نہیں گزرتا، شیطان راستہ بدل لیتا ہے۔

عمرؓ مراد اور علیؓ مرید ہیں

میرے بھائیو! عمرؓ کو دیکھو، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ان سے کسی نے سوال کیا کہ علیؓ اور عمرؓ میں کیا فرق ہے؟ تو سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا، علیؓ مرید تھے عمرؓ مراد تھے۔ علیؓ نبی ﷺ کے پاس چل کر آئے تھے اور عمرؓ کو اللہ سے نبی ﷺ نے مانگا تھا۔

امیر شریعت اور عمر ﷺ کی وفا

ایک رافضی عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو کہنے لگا، میرے گھر میں کوئی بچہ نہیں ہے، دعا کریں تو بچہ ہو فوت نہ ہو جائے۔ سید صاحب نے دعا کی بچہ بچ گیا، آ کر کہنے لگا شاہ بچہ بچ گیا ہے، علی کا فضل ہوا، شاہ جی نے کہا فضل تو اللہ کا ہوتا ہے، لیکن اگر عمر کی وفا نہ ہو تو دنیا میں بچ ہی کوئی نہیں سکتا۔ عمر جو ہوتی ہے انسان کی عمر، عمر کی وفا نہ ہو تو آدمی قبر میں چلا جاتا ہے، وفا عمر کی ہوتی ہے۔

موافقاتِ عمر ﷺ کی چند جھلکیاں

میرے بھائیو! قرآن کریم کی ستائیس آیتیں، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ قرآن کریم کی ۲۷ آیتیں ایسی ہیں کہ جن آیتوں میں جو رائے پیغمبر ﷺ کے سامنے عمرؓ

نے پیش کی وہی رائے اللہ کا قرآن بن کر اُتر آیا۔ ۲۷ مقامات ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگی حضور علیہ السلام نے سارے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کسی نے کہا کہ تحقیق کرو، کسی نے کہا کہ فلاں سے پوچھو، لیکن عمرؓ نے مجمع میں کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ جو خدا آپ کے جسم پر گندی مکھی نہیں بیٹھنے دیتا۔ وہ آپ کے بستر پر غلط عورت بھی نہیں آنے دے گا۔ عائشہؓ کا دامن پاک ہے اور جنہوں نے تہمت لگائی ہے غلط ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد قرآن کریم کی سترہ آیات اتریں۔ حضرت عائشہؓ کی صفائی میں، جن میں آخری آیت یہ تھی..... سُبْحَانَکَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ .... کافروں کی طرف سے بہتان لگایا گیا ہے جو رائے عمرؓ نے فرش پر پیش کی ہے وہی رائے آسمانوں سے قرآن بن کر نازل ہوئی۔

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ خلیفہ راشد، کا سینہ وحی الٰہی کے مشابہ تھا، خلیفہ راشد کی سوچ نبوت کی سوچ کی آئینہ دار تھی۔ خلیفہ راشد کا سینہ وہی بات قبول کرتا ہے جو اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔

دیکھیں! حضرت عائشہؓ پر تہمت لگی، فاروق اعظمؓ نے فوراً جو کہا، اللہ نے بھی وہی کہا، فاروق اعظمؓ کے دل میں خیال آیا۔

مقامِ ابراہیم اور سیدنا فاروقؓ کی رائے:

ایک دن حضرت فاروق اعظمؓ نے حضور ﷺ کے سامنے فرمایا۔ یارسول اللہ ﷺ میرا جی چاہتا ہے کہ یہ جو جگہ ہے خانہ کعبہ کے سامنے مقام ابراہیم، جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں کے نشان ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ میں یہاں دو رکعت نماز نفل ادا کیا کروں، طواف کے بعد کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنایا، شرک کی بنیادیں اکھاڑ دیں، میرا دل چاہتا ہے کہ جب میں عمرے سے فارغ ہوں، یا طواف کروں تو یہاں دو رکعت ادا کروں، حضرت عمرؓ کو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ میری مرضی نہیں ہو سکتی، یہ اللہ کی طرف سے ہے، میں اپنی مرضی کیسے کر سکتا ہوں، بس یہ بات ابھی ختم ہوئی کہ اسی وقت اللہ کا قرآن اترا..... واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی..... جو رائے عمرؓ نے پیش کی ہے وہی رائے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اتار دی کہ جو کوئی طواف اور عمرہ سے فارغ ہو یہاں

دو رکعت نفل ادا کرے جو رائے عمرؓ نے پیش کی وہی رائے اللہ تعالیٰ کا قرآن بن کر آیا۔

بدر کے قیدیوں کے متعلق فاروقؓ کی رائے:

جنگ بدر کے شرکاء کو جنت کا ٹکٹ ملا، لیکن بدر میں جو کافر قید ہو کر آئے۔ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ کسی نے کہا ان قیدیوں کو پیسے لے کر چھوڑ دو، کسی نے کہا ان پڑھے ہوئے آدمیوں کو کہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بچوں کو پڑھاؤ، کسی نے کہا کہ ان کو گرفتار رکھو، کسی نے کچھ کہا۔

لیکن جب حضرت عمرؓ کی باری آئی، قرآن پاک میں یہ واقعہ ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ آج کفر اور اسلام میں تمیز ہو جانی چاہئے، کیسے تمیز ہو؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا...... ان کافروں میں سے جو مسلمانوں کا رشتہ دار ہے اس کو اس رشتہ دار کے سپرد کر دو، وہ اپنے ہاتھ میں تلوار لے کر اس کا سر قلم کرے۔

کیوں؟ یہ پہلی جنگ ہے بدر کی، اس میں جب کوئی مسلمان اپنے ہاتھ سے قتل کرے گا تو قیامت تک دنیا کو پتہ چلے گا کہ جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقابلہ میں آیا وہ کوئی رشتہ دار نہیں ہوتا۔ رشتہ داری محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین پر قربان ہے۔

لوگوں نے کہا کہ رائے تو بہت سخت ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرا سگا ماموں قیدیوں میں ہے، عاص بن وائل، میرے سپرد کرو، میں اپنے ماموں کا سر کاٹوں، تا کہ دنیا کو بتاؤں کہ ایک طرف ماموں ہے ایک طرف پیغمبر ﷺ کی محبت ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ رائے بڑی سخت ہے، حضور ﷺ نے ان قیدیوں کو رہا کر دیا، رہا کر کے واپس آئے تو قرآن کی آیت آئی...... ما کان لنبی ان یکون له اسری حتی یثخن فی الارض ...... جو رائے عمرؓ نے پیش کی تھی۔ عرش سے اللہ کی وحی آئی، لیکن چونکہ فیصلہ نبی ﷺ نے کر دیا۔ اللہ نے وحی پہلے نہیں اتاری، تا کہ جو نبی ﷺ چاہتا ہے وہ ہو جائے۔

رئیس المنافقین کے جنازے پر فاروق اعظمؓ کی رائے

عبداللہ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کا وقت آیا، عبداللہ ابن ابی کا لڑکا صحابی تھا

اور باپ منافق ہے لڑکا آیا حضور ﷺ کے پاس، کہ میرا باپ عبداللہ فوت ہوگیا ہے منافقین کا سردار، میرا باپ فوت ہوگیا ہے آپ قمیض دے دیں تاکہ اس میں کفن دے دوں، شاید میرے باپ کی بخشش ہوجائے۔

حضور ﷺ بڑے نرم دل تھے۔ حضور ﷺ نے اپنی قمیض دے دی وہ بھی لے گیا اور اس نے کہا کہ یارسول اللہ! میرے باپ کا جنازہ بھی آپ پڑھائیں، حضور ﷺ نے مان لیا۔

اب جب جنازہ پڑھانے کے لئے چلے تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ عبداللہ ابن اُبی وہ ہے کہ جس نے حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی، یہ عبداللہ ابن ابی وہ ہے کہ جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تنگ کیا، جس نے جنگ اُحد میں مسلمانوں سے بے وفائی کی غداری کی، آپ اس کا جنازہ پڑھانے جارہے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں رحمۃ اللعالمین ہوں، میں نے اس کے بیٹے سے وعدہ کرلیا، اس کا بیٹا چونکہ صحابی ہے، اب کیا ہوا؟

حضور ﷺ جنازہ پڑھانے چلے گئے، حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضور! میری رائے ہے کہ آپ اس کافر کا جنازہ نہ پڑھائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب میں نے فیصلہ کرلیا۔ جنازہ پڑھادیا، جب جنازہ پڑھا کر فارغ ہوگئے، فوراً قرآن کی آیت اُتری۔

سنو قرآن کی آیت، قرآن کیا کہتا ہے؟ قرآن کہتا ہے:

لاتصل علی احدمنهم مات ابدا ولا تقم علی قبره......

ان تستغفرلهم سبعين مرة فلن يغفرالله لهم......

اے پیغمبر! تو نے اس کا جنازہ تو پڑھادیا۔ آج کے بعد کسی منافق کی نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت نہیں، اور اس عبداللہ کی قبر پر بھی آپ کو کھڑے ہونے کی اجازت نہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... ان تستغفرلهم سبعين مرة...... اے میرے پیغمبر! اگر تو ستر مرتبہ بھی اس کی مغفرت کی دعا کرے گا تو تب بھی اللہ اس کو معاف نہیں کرے گا۔

یہ قرآن ہے، کھولو قرآن...... ان تستغفرلهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم ...... اللہ پھر بھی معاف نہیں کرے گا، جو رائے عمرؓ نے فرش پر پیش کی تھی، وہی رائے اللہ کا قرآن بن کر عرش سے نازل ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت

(از:۔ حضرت علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

مدینہ منورہ میں فیروز نامی ایک پارسی غلام تھا۔ جس کی کنیت ابولولو تھی اس نے ایک دن حضرت عمرؓ سے آکر شکایت کی کہ میرے آقا مغیرہ بن شعبہ نے مجھ پر بہت بھاری محصول مقرر کیا ہے آپ کم کرادیجئے۔ حضرت عمرؓ نے تعداد پوچھی اس نے کہا روزانہ دو درہم (قریبا سات آنے) حضرت عمرؓ نے پوچھا، تو کون سا پیشہ کرتا ہے، بولا کہ "نجاری نقاشی آہنگری" فرمایا کہ "ان صنعتوں کے مقابلہ میں رقم کچھ بہت نہیں ہے" فیروز دل میں سخت ناراض ہوکر چلا گیا۔

دوسرے دن حضرت عمرؓ صبح کی نماز کیلئے نکلے تو فیروز خنجر لے کر مسجد میں آیا حضرت عمرؓ کے حکم سے کچھ لوگ اس کام پر مقرر تھے کہ جب جماعت کھڑی ہو تو صفیں درست کریں جب صفیں سیدھی ہو جاتیں تو حضرت عمرؓ تشریف لاتے تھے اور امامت کرتے تھے، اس دن بھی حسب معمول صفیں درست ہو چکیں تو حضرت عمرؓ تشریف لاتے تھے اور امامت کرتے تھے، اس دن بھی حسب معمول صفیں درست ہو چکیں تو حضرت عمرؓ امامت کیلئے بڑھے اور جوں ہی نماز شروع کی فیروز نے دفعۃً گھات میں سے نکل کر چھ وار کئے جن میں ایک ناف کے نیچے پڑا حضرت عمرؓ نے فوراً عبدالرحمٰن بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ کھڑا کردیا اور خود زخم کے صدمہ سے گر پڑے۔

عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اس حالت میں نماز پڑھائی کہ حضرت عمرؓ سامنے بسمل پڑے تھے فیروز نے اور لوگوں کو بھی زخمی کیا۔ لیکن بالآخر پکڑ لیا گیا، اور ساتھ ہی اس نے خود کشی کرلی۔

حضرت عمرؓ کو لوگ اٹھا کر گھر لائے۔ سب سے پہلے انہوں نے پوچھا کہ "میرا قاتل کون" تھا لوگوں نے کہا "فیروز" فرمایا کہ الحمد للہ کہ میں ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا جو اسلام کا دعویٰ رکھتا تھا" لوگوں کو خیال تھا کہ زخم چنداں کاری نہیں غالباً شفا ہو جائے، چنانچہ ایک طبیب بلایا گیا اس نے نبیذ اور دودھ پلایا اور دونوں چیزیں زخم کی راہ باہر نکل آئیں۔ اس وقت لوگوں کو یقین ہو گیا کہ وہ اس زخم سے جانبر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ لوگوں نے ان سے کہا کہ "اب آپ اپنا ولی عہد منتخب کر جائیں۔"

حضرت عمرؓ نے عبداللہ اپنے فرزند کو بلا کر کہا کہ "عائشہؓ کے پاس جاؤ اور کہو کہ عمرؓ آپ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن کیا جائے" عبداللہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے وہ رو رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ کا سلام کہا اور پیغام پہنچایا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اس جگہ کو میں اپنے لئے محفوظ رکھنا چاہتی تھی لیکن آج میں عمرؓ کو اپنے آپ پر ترجیح دوں گی"۔ عبداللہ واپس آئے لوگوں نے حضرت عمرؓ کو خبر کی، بیٹے کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا کہ کیا خبر لائے انہوں نے کہا کہ جو آپ چاہتے تھے فرمایا یہی سب سے بڑی آرزو تھی۔

اس وقت اسلام کے حق میں جو سب سے اہم کام تھا وہ ایک خلیفہ کا انتخاب کرنا تھا، تمام صحابہ بار بار حضرت عمرؓ سے درخواست کرتے تھے کہ اس مہم کو آپ طے کر جائیے۔ حضرت عمرؓ نے خلافت کے معاملہ پر مدتوں غور کیا تھا اور اکثر اس کو سوچا کرتے تھے بار بار لوگوں نے ان کو اس حالت میں دیکھا کہ سب سے الگ متفکر بیٹھے کچھ سوچ رہے ہیں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خلافت کے باب میں غلطاں و پیچاں ہیں۔

مدت کے غور و فکر پر بھی ان کے انتخاب کی نظر کسی شخص پر جمتی نہ تھی بارہا ان کے منہ سے بیساختہ آہ نکل گئی، کہ "افسوس اس بار گراں کا کوئی اٹھانے والا نظر نہیں آتا" تمام صحابہ میں اس وقت چھ شخص تھے جن پر انتخاب کی نگاہ پڑ سکتی تھی۔ علیؓ عثمانؓ زبیر طلحہؓ سعد بن ابی وقاص عبدالرحمٰن بن عوف لیکن حضرت عمرؓ ان سب میں کچھ نہ کچھ کمی پاتے تھے اور اس کا انہوں نے مختلف موقعوں پر اظہار بھی کر دیا تھا۔ چنانچہ طبری وغیرہ میں ان کے ریمارک تفصیل سے مذکورہ ہیں۔ مذکورہ بالا بزرگوں میں وہ حضرت علیؓ کو سب سے بہتر جانتے تھے لیکن بعض اسباب سے انکی نسبت بھی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔ (طبری)

حضرت عمرؓ کو قوم اور ملک کی بہبودی کا جو خیال تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ عین کرب و تکلیف کی حالت میں جہاں تک ان کی قوت اور حواس نے یاوری دی اسی دھن میں مصروف رہے، لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ جو شخص خلیفہ منتخب ہو، اس کو میں وصیت کرتا ہوں کہ پانچ فرقوں کے حقوق کا نہایت خیال رکھے، مہاجرین، انصار، اعراب وہ اہل عرب جو اور شہروں میں جا کر آباد ہو گئے ہیں۔ اہل ذمہ (یعنی عیسائی' یہودی' پارسی جو اسلام کی رعایا تھے) پھر ہر ایک کے حقوق کی تصریح کی چنانچہ اہل ذمہ کے حق میں جو الفاظ کہے وہ یہ تھے "میں خلیفہ وقت کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ خدا کی ذمہ داری اور رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری کا لحاظ رکھے یعنی اہل ذمہ سے جو اقرار ہے وہ پورا کیا جائے۔ ان کے دشمنوں سے لڑا جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔"

قوم کے کام سے فراغت ہو چکی تو اپنے ذاتی مطالب پر توجہ کی۔ عبداللہ اپنے بیٹے کو بلا کر کہا کہ مجھ پر کس قدر قرض ہے معلوم ہوا کہ چھیاسی ہزار درہم فرمایا کہ میرے متروک سے ادا ہو سکے تو بہتر ورنہ خاندان عدی سے درخواست کرنا اور اگر وہ بھی پورا نہ کر سکیں تو کل قریش سے لیکن قریش کے علاوہ اوروں کو تکلیف نہ دینا۔ یہ صحیح بخاری کی روایت ہے (دیکھو کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمانؓ) لیکن عمرو بن شعبہ نے کتاب المدینہ میں بسند صحیح روایت کی ہے کہ نافع جو حضرت عمرؓ کے غلام تھے، کہتے تھے کہ حضرت عمرؓ پر قرض کیونکر رہ سکتا تھا۔ حالانکہ ان کے ایک وارث نے اپنے حصہ وراثت کو ایک لاکھ میں بیچا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ پر چھیاسی ہزار کا قرض تھا لیکن وہ اس طرح ادا کیا گیا کہ ان کا مسکونہ مکان بیچ ڈالا گیا جس کو امیر معاویہ نے خریدا۔ یہ مکان باب السلام اور باب الرحمت کے بیچ میں واقع تھا اور اس مناسبت سے کہ اس سے قرض ادا کیا گیا ایک مدت تک دار القضا کے نام سے مشہور رہا۔ چنانچہ خلاصۃ الوفائی اخبار دار المصطفی میں یہ واقعہ بتفصیل مذکور ہے۔

حضرت عمرؓ نے تین دن کے بعد انتقال کیا اور محرم کی پہلی تاریخ ہفتہ کے دن مدفون ہوئے۔ نماز جنازہ صہیبؓ نے پڑھائی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، طلحہؓ سعد بن ابی وقاصؓ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا اور وہ آفتاب عالم تاب خاک میں چھپ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

فاتح ایران وروم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

از: حضرت مولانا ابوریحان فاروقی رحمہ اللہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم.

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مُشِیْرَ لَہٗ وَلَا مُعِیْنَ لَہٗ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ الْمَبْعُوْثِ اِلٰی کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا.

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ کَلَامِہِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ط وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا.

صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

قدموں میں ڈھیر اشرفیوں کا لگا ہوا
اور تین دن سے پیٹ پہ پتھر بندھا ہوا

اوروں کے واسطے ہے سیم و زر و بر
اور اپنا یہ حال ہے کہ چولہا بجھا ہوا
کسریٰ کا تاج روندنے کو پاؤں کے تلے
اور بوریا کھجور کا گھر میں بچھا ہوا

☆☆☆☆☆

تقاضا ہے کہ پھر دنیا میں شانِ حق ھویدا ہو
عرب کے ریگزاروں سے کوئی فاروق پیدا ہو
بڑا غوغا ہے پھر قصرِ جہاں میں اہلِ باطل کا
کوئی فاروق پھر اُٹھے تو حق کا بول بالا ہو
مساوات و عدالت کا زمانے بھر میں چرچا ہو
وہی برقِ تجلی پھر اُفق پر آشکارا ہو

میرے واجب الاحترام، قابل صد احترام ساتھیو! آپ کو معلوم ہے کہ ترتیب وار شہداء اسلام کے عنوان پر جمعہ کا خطبہ ہو رہا ہے، گزشتہ جمعہ حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کے حالات و واقعات پر خطبہ جمعہ ہوا تھا اور آج بھی حضرت فاروق اعظمؓ پر ہی بیان ہو گا اور انشاء اللہ آئندہ دو تین جمعہ تک حضرت سیدنا حسینؓ کی شہادت کا واقعہ اور ان کے کارنامے انشاء اللہ بیان ہوں گے۔

میرے بھائیو! آپ حضرات کے سامنے حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کے عنوان پر یہ بات گزر چکی ہے کہ خلیفہ ثانی، وہ شخصیت ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے مانگنے پر نبی کی جھولی میں ڈالا۔ کسی کو خصوصیت کے ساتھ مانگا جائے، تو اس کی اہمیت کتنی ہوتی ہے آپ اس کو جانتے ہیں، مانگا بھی دنیا کے سب سے بڑے سردار نے اور جس سے مانگا وہ خلاق عالم ہے ہر ایک کی نیت سے واقف ہے، ہر شخص اس ہستی کی عظمت کو پہچانتا ہے۔

ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرامؓ میں نام لے کر اگر کسی کو مانگا گیا ہے تو وہ سیدنا فاروق اعظمؓ کی ہستی ہے، نام لے کر، یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے۔ گزشتہ جمعہ میں نے حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کیا تھا اور آج آپ کے سامنے حضرت

عمر فاروقؓ کے وہ حالات بیان کئے جائیں گے کہ جو قرآن کی اس آیت کے ضمن میں آتے ہیں...... ذَالِکَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ...... کہ یہ خلفاء وہ ہستیاں ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے صرف قرآن میں نہیں کیا، بلکہ پہلے آسمانی کتابوں تورات اور انجیل میں بھی گزر چکا ہے، یہ وہ ہستیاں ہیں کہ فاروق اعظمؓ کا ذکر قرآن کے علاوہ تورات میں کیسے آیا؟ انجیل میں کیسے آیا؟ ان باتوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ازالۃ الخفاء اپنی معرکۃ الآراء کتاب میں کیا ہے۔

آج مدینہ منورہ کی زندگی کا ذکر ہوگا اور اس کے ساتھ فاروق اعظمؓ کی خلافت کا، حالانکہ خلافت فاروق اعظمؓ اتنا بڑا موضوع ہے کہ اس پر ڈھیر ساری کتابیں موجود ہیں اور اس پر بڑی لمبی لمبی تقریریں ہوسکتی ہیں۔

فاروق اعظمؓ کی خلافت کس نہج پر قائم ہوئی۔ فتوحات کتنی زیادہ ہوئیں۔ قیصرو کسریٰ کے ٹکڑے کس طرح ہوئے اور بڑے بڑے دنیا کے بادشاہوں کا غرور عمر فاروقؓ نے کیسے خاک میں ملایا۔ یہ ایک علیحدہ عنوان ہے اور پھر وہ اتنا عظیم انسان جام شہادت کیسے نوش کرتا ہے کہ جب اسے خنجر لگا وہ بے ہوش ہوا محراب میں، ہوش آنے کے بعد کہا کہ مجھے کس نے خنجر مارا تو بتایا کہ فیروز ابولولو مجوسی ایرانی نے خنجر مارا تو فاروق اعظمؓ نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ میں کسی مسلمان کے ہاتھوں نہیں مارا گیا اور یہ کہا کہ اگر میں بچ گیا تو بدلہ لینے کا حق دار میں خود ہوں اور اگر میں نہ بچا تو اس میرے قاتل کو بھی میرے پیچھے روانہ کردینا اور بات آگے دربار میں ہوگی، کہ مارنے والے نے کیوں مارا، اور ذبح ہونے والا کیوں ذبح ہوا؟ یہ سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت کے وقت کے کلمات ہیں۔

سیدنا فاروق ؓ کی وصیت

اور یہ عجیب وغریب کلمہ کسی نے نہیں سنا کہ جب شہادت کا وقت آیا تو اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ کو بلایا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے بیٹے کا نام تھا عبداللہ ابن عمرؓ بلا کر کہا بیٹا، میں چاہتا ہوں کہ میری قبر رسول اللہ ﷺ کی قبر کے ساتھ بنے۔

فیصلہ تو پہلے سے اللہ نے کر دیا، لیکن اس کی اجازت حضرت عائشہؓ سے لینا

ضروری ہے، کیونکہ جس حجرے میں حضورﷺ کی قبر تھی وہ حجرہ حضرت عائشہؓ کا تھا اور حضرت ابوبکرؓ بھی وہاں دفن تھے۔

تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اجازت لینے کے لئے گئے اور جا کر کہا کہ اماں میرے والد کی خواہش ہے کہ میری اس حجرے میں قبر بنے۔ اس جگہ میری قبر بنے۔ تو اماں عائشہؓ خاموش ہو گئیں اور بعد میں فرمایا کہ میرا جی چاہتا تھا کہ جو تیسری قبر کی جگہ خالی ہے یہاں میری قبر بنے، لیکن میں اپنے اوپر عمرؓ کو ترجیح دیتی ہوں۔ لیکن ایک بات کا مجھے خیال رکھنا ہوگا کہ ایک میرے شوہر یہاں دفن ہیں، حضور اور ایک میرے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ دفن ہیں اور عمرؓ دفن ہو تو مجھے پردہ کر کے یہاں آنا پڑے گا۔

اب دیکھو! کہ رسول اللہﷺ کی بیویوں میں قبر سے پردہ ہے، حالانکہ قبر سے تو پردہ نہیں ہوتا، لیکن حیاء اور غیرت کا یہ تقاضا ہے، چنانچہ علماء کہتے ہیں کہ حافظ شمس الدینؒ کی کتاب میں یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ جس وقت حضرت عمر فاروقؓ کو بیٹے نے آ کر بتایا کہ آپ کے لئے اجازت ہو گئی ہے تو حضرت عمرؓ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور فرمایا کہ...... فـزت بـرب الـكعبة ...... کعبے کی رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا کہ میری قبر رسولﷺ کی قبر کے ساتھ ہوگی۔

سیدنا فاروقؓ کی روضہ رسول میں تدفین کی اجازت

آؤ مسلمانو! فاروق اعظمؓ نے یہ بھی فرمایا کہ عبداللہؓ اجازت تو ہو گئی ہے لیکن جب میری وفات ہو جائے تو یہ ضرور وہاں کہنا کہ تمہارا ایک غلام حاضر ہے اگر اجازت ہو تو اندر آئے گا۔

حافظ شمس الدین کہتے ہیں کہ رسول اللہﷺ کی قبر سے باہر حضرت عمرؓ کا جنازہ رکھا گیا اور جب کہا گیا کہ تمہارا ایک غلام حاضر ہے اگر اجازت ہو تو اندر لایا جاتا ہے تو غیب سے آواز آئی...... بلغ الحبيب الى الحبيب...... دوست کو دوست کے پاس پہنچاؤ، ہم تو بہت دیر سے عمرؓ کا انتظار کر رہے ہیں۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

میرے بھائیو! حضرت عمرؓ کو یہ موقع ملا کہ جس جگہ حضرت عمرؓ کی قبر ہے اس جگہ کو حضورﷺ اپنی زندگی میں جنت کا ٹکڑا قرار دے چکے ہیں، حضورﷺ فرما چکے ہیں...... مابین بیتی ومنبری...... میرے منبر اور میرے حجرے کے درمیان ساری جگہ جنت کا ٹکڑا ہے...... مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ...... یہ جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے، میرے حجرے اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ اور اسی حجرے میں حضورﷺ کی قبر ہے۔

تو قبر جہاں بنی ہے علماء کہتے ہیں کہ اہل سنت علماء دیوبند کا عقیدہ سنو، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے المہند علی المفند میں لکھا ہے کہ جس جگہ پر رسول اللہﷺ کی قبر ہے اور اس قبر میں جو مٹی رسول اللہﷺ کے جسد اطہر کے ساتھ لگی ہوئی ہے اس مٹی کا درجہ عرش سے بھی اونچا ہے۔

اس پر علماء نے بڑی بحث کی ہے کہ اس مٹی کا درجہ عرش سے بھی اونچا ہے، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے فرمایا، مولانا خلیل احمد سہارن پوری نے وہ کتاب لکھی ہے اور حضرت گنگوہیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ چونکہ مرتبہ سب سے زیادہ اسی جگہ کا ہوتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی تجلی ہو اور انوارات ہوں تو حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ خانہ کعبہ اور عرش سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے انوارات رسول اللہﷺ پر ہیں اور جہاں اللہ تعالیٰ کے انوارات ہو رہے ہیں، اس جگہ کا درجہ عرش سے اونچا ہوگا، چونکہ اللہ تعالیٰ کے انوارات اس جگہ پر زیادہ ہیں، حضورﷺ کی وجہ سے۔

میرے بھائیو! جس جگہ کو نبیﷺ نے جنت کہا اس جگہ پر فاروق اعظمؓ کی قبر بنی تو عمرؓ جنت میں، ابو بکرؓ جنت میں۔

اور آپ کو قرآن کی ایک آیت سنا کر استدلال پیش کرنا چاہتا ہوں قرآن کہتا ہے...... مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً

اُخْـــرىٰ...... ہم مٹی سے پیدا کیے گئے اور ہمیں مٹی میں لوٹ کر جانا ہے۔ اس آیت کا معنی علماء نے لکھا ہے کہ انسان کی پیدائش کے وقت جو مٹی انسان کے خمیر میں ڈالی جاتی ہے جس جگہ کی...... اسی جگہ پر انسان کی قبر بنتی ہے، اسی لئے کہنے والے نے کہا!

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

یعنی انسان کی پیدائش جو مٹی اس کے خمیر میں شامل ہوتی ہے جہاں اس کی قبر بنتی ہے اسی جگہ کی ہوتی ہے اس آیت کی روشنی میں کہ قرآن کہتا ہے کہ اسی مٹی سے ہم پیدا ہوئے اور جس مٹی سے انسان پیدا ہوا اسی مٹی میں اس نے دفن ہونا ہے۔

تو گویا کہ اب دیکھو کہ اس جگہ کو نبی ﷺ جنت کا ٹکڑا کہتے ہیں، اس پر غور کرو جس مٹی کو نبی ﷺ نے جنت کہا، یہ جنت کی جگہ ہے، اسی جگہ پر نبی ﷺ گئے، اسی جگہ میں ابو بکرؓ گئے اسی میں عمرؓ گئے تو گویا کہ

اسی مٹی سے نبی ﷺ بنے

اسی مٹی سے ابو بکرؓ بنے

اسی مٹی سے عمرؓ بنے

اور وہ مٹی ہے جس کو نبی جنت کا ٹکڑا کہہ چکے ہیں تو گویا کہ نبی اور ابو بکرؓ و عمرؓ آئے بھی جنت سے تھے، گئے بھی جنت میں، یہ درجہ کسی اور کو نہیں ملا۔

جس مٹی سے انسان کا خمیر بنا اسی مٹی میں اس نے دفن ہونا ہے، فاروق اعظمؓ اسی روضے میں دفن ہوئے جس میں نبی ﷺ ہیں۔

فاروق اعظمؓ مکہ سے مدینہ تشریف لائے ہمارے پیغمبر نے ۲۷ جنگیں لڑی ہیں اور ایک بھی جنگ ایسی نہیں ہے جس میں عمرؓ نبی ﷺ کے ساتھ نہ ہو، ہر جنگ میں نبی ﷺ کے ساتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ قرآن میں کیا فرما چکے ہیں۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلـہ...... کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو اس لئے بھیجا تھا کہ پوری دنیا کے دینوں پر اسلام کا غلبہ ہو اور پوری دنیا کے دینوں پر اسلام کا غلبہ نبی ﷺ کے دور میں شروع ہوا۔ ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے دور میں مکمل ہوا گویا کہ جو کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی ﷺ

کے ذمے لگائے گئے تھے اس کام کی تکمیل فاروق اعظمؓ کے دور میں ہوئی۔

میرے بھائیو! نبی ﷺ نے ستائیس جنگیں لڑیں اور عمرؓ بھی نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور جب حضور ﷺ دنیا سے چلے گئے تو ابوبکرؓ خلیفہ بنے اور خلافت میں حضرت عمر فاروقؓ کا بڑا دخل تھا اور فاروق اعظمؓ نے شر کو ختم کرنے کے لئے بے مثال کردار ادا کیا سوا دو سال تک سب سے زیادہ ابوبکرؓ کے قریب عمر فاروقؓ رہے۔

حضور ﷺ کی زندگی میں فاروق اعظمؓ کے بارہ میں بڑی احادیث ہیں اور پیغمبر نے فاروق اعظمؓ کی بڑی بڑی خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کا فاروق اعظمؓ کو خلیفہ بنانا

سیدنا فاروق اعظمؓ خلیفہ بنے اور کیسے بنے کہ جس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کا وقت آیا تو حضرت ابوبکرؓ نے مسجد نبوی میں خطبہ دیا اور خطبہ دے کر کہا، ایک ایسے انسان کو میں تم پر امیر مقرر کر رہا ہوں، میرے نزدیک جس کا باطن اس کے ظاہر سے بہتر ہے۔

اور میں اللہ کی عدالت میں جا کر کہوں گا کہ اے اللہ روئے زمین پر جس کو سب سے بہتر سمجھا۔ اس کو میں تیرے نبی ﷺ کے مصلے پر کھڑا کر کے آیا ہوں۔ مسجد نبوی میں اعلان ہوا تو صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے کہ امیر المومنین، عمر فاروقؓ تو بڑے سخت ہیں۔

تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، میں نرم تھا، جب عمر فاروقؓ اکیلے ہوں گے وہ نرم بھی ہوں گے سخت نہیں ہوں گے۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کا پہلا خطبہ

فاروق اعظمؓ نے اسی خطبہ کو دہرایا کہ ابوبکر صدیقؓ نے جو خطبہ دیا تھا کہ اگر میں سیدھا سیدھا چلوں تو میرا ساتھ دینا اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر لینا یہ نہیں کہا کہ اگر میں ٹیڑھا چلوں تو پھر بھی میرا ساتھ دینا۔ ورنہ میں تمہیں اندر کر دوں گا، ورنہ مارشل لاء لگ جائے گا، یہ نہیں کہا۔

اگر سیدھا چلوں تو ساتھ دینا نہ سیدھا چلوں تو سیدھا کر دینا، میری نافرمانی اللہ کی

نافرمانی کے ساتھ میری فرمانبرداری منسلک نہیں ہے۔ میں اللہ کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت تم پر فرض نہیں ہے، میں اللہ کا نافرمان بن جاؤں تو مجھے چھوڑ دو میرا ساتھ مت دو۔

فاروقِ اعظمؓ کے دور میں غلبہ اسلام

قرآن پاک کی ایک آیت ہے اس پر غور کرو کہ......ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی...... اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھیجا۔ ہدایت دے کر......لیظھرہ علی الدین کلہ...... تاکہ پورے دینوں پر اسلام کا غلبہ ہو، یہ اللہ کی مشیت تھی اور نبی ﷺ کا مقصد تھا۔

علماء کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں غلبہ اسلام کا آغاز ہوا، اختتام نہیں ہوا۔ اختتام اس وقت ہوا کہ جب دنیا کی دو بڑی قوتیں قیصر روم اور کسریٰ ایران کا خاتمہ ہوا جس طرح آج روس اور امریکہ کی دونوں قوتیں ختم ہو جائیں اور وہاں اسلام کا پرچم بلند ہو اور ہم کہیں گے کہ اسلام کا غلبہ ہو گیا۔

اسی طرح اسلام کا غلبہ عمر فاروقؓ کے دور میں ہوا قیصر روم کو عمرؓ نے شکست دی اور کسریٰ ایران کو شکست دی۔

شہنشاہِ ایران کے نام پیغام

میرے بھائیو! ایران کا جو بادشاہ تھا، جسے شہنشاہ ایران کہتے تھے، اس کا نام تھا یزدجر، عربی میں یزدجر ہے اور اردو میں یزدگر ہے، بلاذری نے یزدگر لکھا شہنشاہ ایران یزدگر، یہ وہ ایران کا شہنشاہ تھا جس شہنشاہ ایران کو زیر وزبر کرنے کے لئے حضرت فاروق اعظمؓ جیسا انسان پیدا کیا۔ اس وقت دنیا کے نصف حصے پر ایران کی حکومت تھی، شہنشاہ ایران کی عمر ۲۵ سال تھی جب شہنشاہ ایران کا سر کاٹا گیا تو اس کی عمر ۲۵ سال تھی اور بہت جواہر کا مالک آدمی تھا۔ فاروق اعظمؓ نے جن فوجوں کو بھیجا ان کی تعداد تھی تیس ہزار، بعض کتابوں میں ہے کہ ۳۲ ہزار اور فاروق اعظمؓ نے چودہ آدمی مقرر کئے کہ ان چودہ آدمیوں میں جس کا نام ہے نعمان، نعمان بن مقرن یہ بڑا جلیل القدر اور بہادر و جرأت مند صحابی ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا نعمان میں تجھے مقرر کرتا ہوں کہ شہنشاہ ایران کے

سامنے جا کر محمد ﷺ کا دین پیش کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جا کر اسے اسلام پیش کیا۔

یہ نعمان بن مقرن اتنا بڑا اصحابی ہے، بادشاہ کا دربار لگا ہوا ہے نعمان بن مقرن سامنے آیا اور سامنے آ کر کہا کہ اے شہنشاہ ایران، میں تمہیں کہنے آیا ہوں کہ جزیہ دینا قبول کرو، جزیہ قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عمر فاروقؓ کی اطاعت کرو، یا اسلام قبول کرو، یا جزیہ دینا قبول کرو اور اگر دونوں کام نہیں کرتے ہو تو پھر تلوار تیرا اور میرا فیصلہ میدان میں کرے گی۔

اس نے کہا کہ تم اونٹوں کی چھڑیاں کھانے والے، آگے سے جواب دیا وہ فتوح البلدان میں علامہ بلاذری نے لفظ لفظ اس خطبے کو نقل کیا ہے کہ شہنشاہ ایران نے کہا کہ اے بدوؤ! تم اونٹ کی چھڑیاں کھاتے تھے، تمہاری اوقات ہے کہ تم اونٹ کا گوشت کھاتے ہو اور جو تمہاری دعوت کرے تو تم اسی کے گن گانے شروع ہو جاتے ہو جو تمہیں کھلائے پلائے اسی کے لئے عربی کے اشعار اس کی شان میں پڑھنے لگ جاتے ہو، تمہاری کیا اوقات ہے تم کیسے میرا مقابلہ کرو گے۔

تو نعمان بن مقرن نے کہا کہ اے شہنشاہ ایران میرے پاس وہ قوم ہے کہ جو موت سے ایسے محبت کرتی ہے جس طرح تم شراب سے محبت کرتے ہو، تیرا اور میرا فیصلہ تلوار کرے گی۔ یہ کہا اور کہہ کر چل پڑے، بادشاہ حیران اس نے کہا کہ اگر سفیروں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تم چودہ آدمیوں کو قتل کر دیتا۔

نعمان نے کہا کہ اب فیصلہ سر قلم کرنے کا میدان میں ہوگا، چنانچہ جنگ شروع ہوئی۔ جنگ ہوئی اور یہ جنگ ایسی تھی کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے لشکر روانہ کرنے سے پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کیا یہ ایک تاریخی واقعہ تھا کہ فاروق اعظمؓ نے اعلان کیا کہ جنگ کی قیادت میں خود کروں گا۔ میں سپہ سالار بنوں گا یہ پہلی جنگ ہے کہ جس کا سپہ سالار بننے کا اعلان فاروق اعظمؓ نے خود کیا تھا اور جب لشکر روانہ ہونے لگا تو فاروق اعظمؓ خود سپہ سالار تھے، مدینہ سے نکلے تو عمرؓ سپہ سالار تھے تین میل باہر جرہم کی بستی میں پہنچے وہاں حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے امیر المومنینؓ یہ اسلام کی سب سے بڑی جنگ ہے اگر آپ نے قیادت کی اور شکست ہو گئی تو لوگ کہیں گے کہ خلیفہ کو شکست ہو گئی ہے، میری رائے ہے کہ

آپ خود نہ جائیں اس لشکر کو روانہ فرمادیں، لشکر روانہ ہوا اور فتح سے ہمکنار ہوا۔

میرے بھائیو! میں آپ کے سامنے یہ بات رکھنا چاہتا ہوں کہ...... مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل......

سابقہ کتب میں سیدنا فاروقؓ کی نشانیاں

سیدنا فاروق اعظمؓ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے ہیں، اعلان کر دیا کہ میں کل کو بیت المقدس جا رہا ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اماں عمرؓ سے کہو کہ بیت المقدس فتح کرنے جا رہا ہے یہ جو کپڑے ہیں اس پر سترہ پیوند ہیں یہ ٹاکیوں والا لباس عمرؓ اتار دے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اماں عائشہ صدیقہؓ کے کہنے پر ٹاکیوں والا لباس اتار دیا۔ چند قدم حضرت عمر فاروقؓ چلے واپس آ گئے اور آ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا کہ وہ جو پرانا کپڑا ہے وہی لاؤ، اس میں پسینہ جذب ہوتا ہے اور میں نے یہ سوچا ہے کہ اسلام نے عزت کپڑے میں نہیں رکھی، اسلام نے عزت دین میں رکھی ہے۔

میرے بھائیو! اس کی کوئی مثال پیش کر سکتا ہے کہ غلام کا نام اسلم تھا۔ اسلم غلام کہتا ہے کہ مجھے عمرؓ نے کہا کہ سواری پکڑو، سواری لاؤ، سواری لائے، فاروق اعظمؓ سوار ہو گئے اور میرے ہاتھ میں مہار ہے۔ بیت المقدس کو فتح کرنے کے لئے عمر فاروقؓ مدینہ سے نکلا تو ایک غلام ساتھ ہے اسلم، صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اور سواریاں لے جاؤ تو فرمایا کہ اور سواریاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کام آئیں گی۔ مجھے ایک سواری کافی ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ سوار ہو گئے غلام کے ہاتھ میں مہار ہے۔

غلام کہتا ہے کہ ایک منزل یا دو منزل گزر گئی تو عمرؓ نے کہا کہ سواری بٹھاؤ میں نے کہا کہ عمرؓ قضائے حاجت کرنا چاہتے ہیں؟ لیکن کہتے ہیں کہ جب میں نے سواری بٹھائی، تو حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ مہار میرے ہاتھ میں دے دے اور غلام کو کہا کہ تم سوار ہو جاؤ، غلام کہتا ہے کہ میں کیسے سوار ہو جاؤں، انہوں نے کہا کہ نہیں سوار ہو جاؤ، علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ

''حضرت فاروق اعظمؓ نے اس کو زبردستی کہا کہ بیٹھو، وہ رو پڑا، اس نے کہا کہ میں تو غلام ہوں، میں نوکر ہوں، جتنی حکومتیں آئی ہیں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ غلام سوار ہو اور بادشاہ نیچے چل رہا ہو، ایسا کبھی نہیں ہوا، آپ کو غلطی تو نہیں لگ رہی۔ فاروق اعظمؓ نے کہا کہ غلطی نہیں لگ رہی، اب آئندہ ایسے ہی ہوگا۔''

یہ عیسائیت و یہودیت نہیں ہے یہ عدل ہے، یہ نمونہ ہے، یہ عدل کا ترازو ہے، جسے سیدنا عمرؓ نے آنے والی نسلوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ غلام سوار ہو گیا، حضرت عمرؓ پیدل ہیں، ہاتھ میں مہار ہے، منزلوں پہ منزلیں تبدیل کر رہے ہیں۔ میں تفصیل میں نہیں جاتا، میں یہ بات نقل کرنا چاہتا ہوں کہ جو بڑی خوبصورت بات ہے۔

علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ جب بیت المقدس سامنے آیا تو حضرت فاروق اعظمؓ کے پیدل چلنے کی باری تھی اور غلام کے سوار ہونے کی باری تھی۔ غلام نے کہا کہ اب تو میرا منہ کالا نہ کرو، اب تو مجھے ذلیل نہ کرو کہ میں غلام ہوں اور آپ آقا ہیں۔ اب عمر فاروقؓ نے کہا کہ میں سوار ہو کر تیری عزت بچا لوں گا، لیکن قیامت کے دن میری عزت کون بچائے گا؟...... نبی ﷺ نے پوچھا کہ باری تیرے پیدل چلنے کی تھی تو نے غلام کی باری کھا لی؟ میں نبی ﷺ کو کوئی جواب نہیں دے سکتا۔

غلام کہتا ہے کہ اس سے بھی بڑی بات ہوئی کہ عمر فاروقؓ کے پاؤں کا جوتا ٹوٹ گیا۔ انہوں نے ایک ہاتھ میں رسی پکڑی ہوئی تھی ایک ہاتھ میں ٹوٹا ہوا جوتا ہے اور حضرت عمرؓ چل رہے ہیں اوپر پادری بالا خانے پر بیٹھے ہیں اور کتابیں کھولی ہوئی ہیں۔ یہودی اور عیسائی بیٹھے ہیں، ایک کہتا ہے کہ پیدل چلنے والا خلیفہ ہے دوسرا کہتا ہے کہ سوار خلیفہ ہے۔

جب قریب آئے تو سب نے کہا کہ دیکھو یہ انجیل کیا کہتی ہے کہ جو پیدل ہوگا وہی خلیفہ ہوگا۔ سب لوگ بالا خانے سے نیچے اتر آئے۔ حضرت عمرؓ بیت المقدس میں داخل ہوئے تو سارے عیسائی سامنے کھڑے ہو کر حضرت عمر فاروقؓ کو کہتے ہیں کہ یہ چابیاں آپ کے سپرد کرتے ہیں، بیت المقدس کی چابیاں حضرت عمرؓ کے سپرد کر دیں۔ ہزاروں کا اجتماع تھا اور مسلمان بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے سجدہ شکرانہ ادا کیا مجمع کے اندر بیٹھ گئے، باتیں ہونے لگیں، حضرت عمرؓ نے عیسائیوں سے مسائل پوچھے، ان کے حالات دریافت

کئے، مسلمان بھی تھے۔

بیت المقدس کی فتح کے بعد کا ایک واقعہ

ایک آدمی بھاگا ہوا آیا آ کر کہنے لگا کہ یہ کاغذ ہے، فاروق اعظمؓ نے وہ کاغذ دیکھا، کاغذ دیکھ کر اس بدو سے کہا کہ سفید داڑھی والا بدو ہے، اس کی عمر بہت زیادہ ہوگئی تھی، حضرت عمرؓ نے جھٹ دیکھ کر فرمایا کہ یہ نہیں ہوگا، یہ جگہ میری نہیں ہے۔ میرے باپ کی نہیں ہے، وہ آدمی چلا گیا۔ سارا مجمع حیران ہوا۔ ہزاروں آدمی موجود تھے۔ بیت المقدس فتح ہو چکا تھا کوئی معمولی بات نہ تھی کچھ مسلمان بھی تھے۔

حضرت فاروق اعظمؓ جب باہر نکلے، بیت المقدس کی دیوار کے ساتھ، بہت لمبی دیوار ہے، حضرت فاروق اعظمؓ کھڑے ہو گئے، مسلمانوں نے کہا کہ امیر المومنین باقی تو سب باتیں بعد میں پوچھیں گے پہلے ایک بات کا تو جواب دو کہ وہ بوڑھا کون تھا، جس کے ہاتھ میں ایک پرچی تھی اور آپ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ امیر المومنین یہ پرچی ہے اور یہ آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے یہ آپ کے دستخط بھی ہیں یہ تحریر بھی آپ کی ہے تو آپ نے کہا تھا کہ یہ اب نہیں ہوگا یہ جگہ عمر کی نہیں ہے، عمر کے باپ کی نہیں ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے کہا مسلمانو! کیا پوچھتے ہو، حضرت فاروق اعظمؓ یہ بات کہہ کر ان آدمیوں کو آگے لے گئے، آگے لے جا کر کہا یہ جگہ دیکھو، بیت المقدس کے سائے کی یہ جگہ ہے اور جب دوپہر ہوتی ہے تو یہاں سایہ ہو جاتا ہے تو ایک وقت تھا کہ میری عمر ۱۴ سال تھی اور میرا باپ مجھے بکریاں چرانے کے لئے اس جگہ لایا تھا بیت المقدس کی اس سرزمین پر میں دن کو بکریاں چراتا اور دھوپ زیادہ ہوتی تو یہاں آ کر سائے میں سو جاتا۔

اسی دیوار کے پاس، میں ایک دن سویا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی میری پنڈلی سے کپڑا ہٹا رہا ہے۔ میری آنکھ کھلی، میں نے کہا کون ہے؟ تو میری پنڈلی سے کپڑا کیوں ہٹاتا ہے؟ اس نے کہا کہ تیرا نام کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میرا نام عمر ہے، اس نے کہا کہ تیرے باپ کا نام خطاب تو نہیں؟ میں نے کہا ہاں، میرے باپ کا نام خطاب ہے۔ کہنے لگا! اچھا ایک بات ہے اس نے کہا ایک درخواست ہے، میں نے کہا کیا بات ہے؟ اس

نے کہا کہ مجھے لکھ دے کہ جب بیت المقدس پر میری حکومت ہوگی تو یہ ساری جگہ میں تجھے دے دوں گا، اس وقت میں نے کہا وہ جگہ میری کب ہوگی میں تو یہاں بکریاں چرانے آیا ہوں میرا تو یہاں اختیار کوئی نہیں ہے۔

اس نے کہا کہ تم مجھے لکھ دو کہ میں یہ جگہ تجھے دے دوں گا اس نے کہا کہ تم مکہ سے آئے ہو، میری کتاب کہتی ہے کہ جو مسلمانوں کا دوسرا خلیفہ ہوگا اس کی پنڈلی پر نشان ہوگا میں نے دیکھا کہ انجیل اس کے ہاتھ میں تھی، وہ انجیل کو دیکھتا تھا اور میری پنڈلی کو دیکھتا تھا میرے نام کو پوچھ کر میرے باپ کے نام کو بتادیا۔

اب اس نے کہا کہ اے عمرؓ میری کتاب میں لکھا ہے کہ یہ شخص مسلمانوں کا دوسرا خلیفہ ہوگا، اس لئے اس نے مجھ سے کاغذ پر دستخط کرالئے اور لکھوالیا کہ جب میری حکومت آئے گی تو میں یہ جگہ تمہیں دے دوں گا، میں نے تو جان چھڑانے کے لئے لکھا۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ کملی والا آئے گا کیا پتہ تھا کہ مدینہ کا تاجدار آئے گا مجھے کیا پتہ تھا کہ دنیا کا سردار آئے گا مجھے کیا پتہ تھا کہ میں اس شعر کا مصداق بنوں گا۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

کیا پتہ تھا کہ بکریاں چرانے والا، کیا پتہ تھا کہ بدوؤں میں رہنے والا عمرؓ بیت المقدس کا فاتح بنے گا اور دنیا کے بڑے بڑے فوجی، سپہ سالار عمرؓ کے دروازے پر چابیاں لے کر کھڑے ہوں گے یہ کمال میرا نہ تھا یہ محمد ﷺ کی نظر کرم کا کمال تھا۔

قرآن نے اسی کو کہا ذالک مثلهم فی التورٰۃ ومثلهم فی الانجیل...... یہ تورات وانجیل میں واقعہ گزر چکا ہے کہ عمر ایسا عظیم تھا، عمر اتنا جلیل القدر تھا جس کا ذکر تورات میں آئے، جس کا ذکر انجیل میں آئے،

جس کو عیسائیت پہچان گئی
جس کو یہودیت پہچان گئی
جس کو سکھ پہچان گئے
جس کو ہندو پہچان گئے

......لیکن......اس کو ایران کا خمی اسلام کا نام لے کر پہچان نہ سکا

میرا عقیدہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں سے برا ہے خمینی، کہ جو کافر ہوتے ہوئے بھی عمرؓ کو پہچان گئے لیکن یہ اسلام کا نام لے کر برسرِ اقتدار آنے والا فاروق اعظمؓ کو نہ پہچان سکا۔

قرآن نے اسی کو کہا ہے کہ ذالک مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجیل یہ تو وہ ہیں کہ جن کا ذکر تورات وانجیل میں گزر چکا ہے۔

فاروقؓ کے لشکر کی کہانی

میرے بھائیو! مولانا شمس الحق افغانیؒ اپنے خطبے میں، جو بہاولپور یونیورسٹی کے خطبات میں شامل ہے ایک عجیب واقعہ نقل کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ فاروق اعظمؓ کا یہ لشکر جو ایران فتح کرنے گیا، جب وہاں پہنچا تو پہلے دن مسلمانوں کو فتح حاصل نہ ہو سکی، چنانچہ ابوعبیدہ بن جراح ﷺ جو شام کے ملک میں گئے ہوئے تھے، ان کی طرف سے آٹھ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک قافلہ منگوالیا گیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد چالیس ہزار کے قریب ہوگئی، لشکر وہاں ہے، لیکن دشمن کی تعداد دو لاکھ سے زیادہ ہے، پہلا حملہ کیا تو ایرانیوں نے ہاتھی میدان میں بھیج. یہ ہاتھی میدان میں آئے تو مسلمانوں کی فوجیں عرب کے لوگوں نے ہاتھی کبھی نہ دیکھے تھے، عجم کے ہاتھی، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پھسل گئے، پیچھے ہٹ گئے، پھسل گئے کہ یکدم گھبرا گئے، پہلے دن کامیابی نہ ہوئی، ہاتھی تھے۔

اگلے دن پھر ہاتھیوں سے مقابلہ تھا، ان ہاتھیوں سے مقابلہ کے دوران حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ شہید ہو گئے ان کو ایک ہاتھی نے مسل ڈالا، عشرہ مبشرہ کے صحابی ہیں۔

چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سپہ سالار تھے انہوں نے مدائن کی بستی میں رہنے والے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا کہ ہاتھیوں کا علاج بتاؤ، انہوں نے اونٹوں پر گرم کپڑے ڈال کر ان کو میدان میں اتار دیا تو اب ایرانی سمجھے کہ ہاتھیوں کے مقابلے میں ہاتھی آگئے، میدان مار لیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم پر بڑی طاقت نے حملہ کیا، یہ جو اونٹ آرہے ہیں :س کے باوجود کچھ ایسے علاقے تھے جہاں مسلمانوں کی فوج کو شکست ہوئی۔

قیدی صحابی کا میدان مارنا

ایک آدمی کو دیکھو اس کا نام ابو محجن ؓ تھا، بہت بڑا آدمی ہے، لیکن جس دن جنگ کا آغاز ہونا تھا اس سے اس دن ایک غلطی ہوگئی وہ آدمی تھا اس نے کچھ دن پہلے کلمہ پڑھا، مسئلے کا پتہ نہیں تھا کہ شراب حرام ہے یا حلال ہے، بغیر مسئلہ کے جاننے کے شراب پی لی۔

شراب پی تو حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے اس کے پاؤں میں بیڑی باندھ دی اور ہاتھوں میں رسیاں باندھ دیں اور اپنے بالا خانے میں قید کر دیا۔

جب جنگ کا میدان گرم ہوا ابو محجن نے حضرت سعد ؓ کی بیوی حضرت سلمیٰ ؓ سے کہا کہ اے سلمیٰ پیدا کرنے والے رب کی قسم ہے کہ میں بڑا جرنیل اور بہادر ہوں، لیکن مسلمانوں کی شکست ہو رہی ہے، میری بیڑیاں اور رسیاں کھول دے۔ اگر میں اپنے پروردگار کا ماننے والا ہوا تو میں جنگ میں جا کر بیڑیاں واپس آ کر خود پہن لوں گا، میری رسیاں کھول دے، میں اس میدان میں مسلمانوں کو شکست ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔

حضرت سلمیٰ ؓ نے کہا کہ سعد ؓ کیا کہیں گے؟ اس نے کہا کہ سعد ؓ جو مرضی کہیں، اس وقت مجھے کھول دے اور نظارہ دیکھ، حضرت سلمیٰ ؓ نے ابو محجن ؓ کی زنجیریں کھول دیں۔ ابو محجن ؓ نیچے آئے اور اس زور سے حملہ کیا کہ ایک لمحے میں پورے میدان کو زیر وزبر کر دیا اور ایران کی فوجیں بھاگ گئیں مسلمانوں کو غلبہ نصیب ہو گیا شام کو غلبہ ہوا۔

حضرت سعد ؓ روتے ہوئے دعا کرتے ہیں اے اللہ اس ایران کی سرزمین پر تیرے محمد ﷺ کے ماننے والوں نے غلبہ کر دیا۔

میرے بھائیو! اور ایران کی زمین فتح ہوگئی، اس ایران کی زمین کو فتح کر کے حضرت سعد مسجدے میں گئے۔ شام کو اپنے بالا خانے پر پہنچے تو سلمیٰ ؓ نے کہا کہ کیسی بنی۔ حضرت ابو محجن ؓ پہلے آ کر زنجیریں پہن دکے تھے، ہتھکڑی پہن چکے تھے اور حضرت سلمیٰ فخر کرتی تھیں کہ اس نوجوان نے اپنے وعدے کو پورا کر دیا ہے۔ وعدہ کیا تھا کہ میں واپس آ کر

زنجیریں پہن لوں گا۔

حضرت سلمیٰؓ نے کہا کہ کیسی رہی؟ تو حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو بڑی کمزوری تھی، لیکن ایک نوجوان آیا اللہ نے پتہ نہیں کہاں سے بھیجا، اس نے آ کر ساری صفیں پلٹ دیں۔

حضرت سلمیٰؓ نے کہا کہ وہ آدمی کون تھا؟ حضرت سعدؓ نے کہا میں نے اس آدمی کی شکل نہیں دیکھی، لیکن مجھے لگتا تھا کہ اس کی چال ڈھال ابو محجنؓ کی طرح تھی۔ حضرت سلمیٰؓ نے کہا ابو محجنؓ تو یہاں زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ حضرت سعدؓ خاموش ہو گئے۔ لیکن حضرت سلمیٰؓ نے کہا کہ وہ ابو محجن تھا جس نے مسلمانوں کی شکست کو دیکھ کر رو کر مجھے کہا تھا کہ میری زنجیریں کھول دے۔ تو حضرت سعدؓ نے کہا کہ جو مسلمانوں کی فوج کو فتح سے ہمکنار کرے، حضرت سعدؓ اس کو گرفتار نہیں کر سکتا۔ اس وقت ابو محجنؓ کی رہائی کا حکم دے دیا۔

حضرت سعدؓ میدان میں آئے جو صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے ان کی تجہیز و تکفین ہوئی۔ لاشوں کا انتظام ہوا۔

مالِ غنیمت میں سونے کی صندوقوں کا حاصل ہونا:

مسلمانو! ایک صحابی جو دریائے دجلہ کے قریب ایک جھونپڑی میں رہتا تھا کافی عرصے سے وہاں آباد تھا۔ اس نے نماز فجر کے وقت دیکھا کہ کچھ لوگ خچروں پر سامان لاد کر بھاگ رہے ہیں۔ اس نے پکار کر کہا ٹھہرو، کون ہو؟ وہ آدمی بھاگ گئے، چودہ خچر نماز فجر کے وقت صندوق ان پر لدے ہوئے تھے۔ اس نے سوچا کہ مسلمانوں کو فتح ہوئی اور یہ ایرانی مجوسی ہیں۔ یہ اپنا سامان لے کر بھاگ رہے ہیں۔ حضرت سعدؓ میدان میں بیٹھے تھے اور مال غنیمت جمع ہو رہا تھا۔

یہ صحابہ رضی اللہ عنہم ان چودہ خچروں کو لے کر حضرت سعدؓ کی طرف چل پڑا۔ جب سورج نکلا تو کیا دیکھا کہ وہ چودہ کے چودہ صندوق سونے کے بھرے ہوئے ہیں لیکن وہ حضرت سعدؓ کی خدمت میں لے گیا۔ جب حضرت سعدؓ کے سامنے چودہ سونے کے صندوق پیش کئے جب صندوق اتارے تو حضرت سعدؓ پریشان ہو گئے اتنا غنیمت کا مال تو کوئی نہ

لایا۔ حضرت سعدؓ نے اس نوجوان سے کہا کہ تو کون ہے؟ کہنے لگا کہ میں نبی ﷺ کا صحابیؓ ہوں میں بڑے عرصے سے مسلمان ہوں۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں اپنا نام نہیں بتا سکتا، حضرت سعدؓ نے کہا کہ اگر تو اپنا نام بتائے گا تو میں عمر فاروقؓ کے سامنے تیرا نام لے کر فخر کروں گا کہ ایسے بھی لوگ ہیں کہ جنہوں نے غنیمت کے مال میں چودہ صندوق دیئے اور ایک روپے کی بھی خیانت نہیں کی۔

اس نے کہا کہ نہیں میں اپنا نام نہیں بتا سکتا۔ حضرت سعدؓ نے زبردستی اس کا بازو پکڑ لیا اور کہا کہ چلو نام نہ بتاؤ، لیکن اپنے سامنے صندوق تو کھلوالو۔

بلاذری کہتا ہے کہ اسی وقت لوہار منگوایا گیا۔ لوہار جب تالے توڑنے لگا تو وہ تالہ بھی سونے کا تھا، جو تاریں تھیں وہ بھی سونے کی تھیں۔ صندوق کھولے تو اس میں جواہرات تھے۔ اتنے جواہرات اور اس قدر سونا تھا کہ پوری سلطنت کے سونے کے برابر تھا، پوری مملکت کی مالیت کا سونا۔ ان چودہ صندوقوں میں بند تھا۔

حضرت سعدؓ نے اتنا غنیمت کا مال دیکھا تو حضرت سعدؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تو اس صحابیؓ سے کہا کہ اب تو اپنا نام بتا دے۔ اس نے کہا کہ رب کے لئے میں نے یہ صندوق لا کر دیئے ہیں وہ خدا میرے نام سے واقف ہے۔ میں نام نہیں بتا سکتا یہ کہہ کر وہ صحابیؓ تو واپس چل پڑا تو حضرت سعدؓ نے کہا کہ اتنا مال ہے کہ کل کو عمر فاروقؓ پوچھیں گے کہ کون آدمی ہے مجھے آدمی کا نام نہ آئے تو کیا ہوگا۔

حضرت سعدؓ نے ایک آدمی کو اس کے پیچھے لگا دیا اور کہا کہ جاؤ جا کر دیکھو کہ یہ آدمی کون ہے؟ رہتا کہاں ہے؟ جاتا کہاں ہے؟ وہ آدمی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا، وہ پیدل تھا اور دوپہر تک اپنی منزل پر پہنچا۔ دریائے دجلہ کے کنارے پر، وہ شہر مدائن کے کنارے پر تھا اور دریا کے کنارے پر چند جھونپڑیاں تھیں۔ یہ صحابی ایک جھونپڑی میں داخل ہو گیا وہ سواری کھڑی کر کے دوسری جھونپڑی والے کے پاس آیا اور آ کر پوچھنے لگا کہ یہ فلاں آدمی کون ہے؟ اس نے کہا کہ تم نہیں جانتے کہ یہ ربیعہ صحابی ہے اور یہاں کچھ عرصہ سے رہتا ہے۔ اس نے کہا کہ اچھا بس میں نے نام پوچھنا تھا۔ اس نے کہا کہ نام کیا پوچھتا

ہے تجھے پتہ ہے کہ ان کی حالت کیا ہے؟ اس نے کہا کہ کیا حالت ہے؟ اس نے کہا کہ سات دن ہو گئے اس کی چھوٹی چھوٹی بچیاں ہیں وہ بھوکی ہیں اور ان کے کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے، کھانے کے لئے روٹی نہیں۔

مسلمانو! تم مجھے بتاؤ کہ پیغمبر ﷺ کے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ اس سے بڑی دیانت ہو سکتی ہے؟ کوئی ایسی دیانت کا مظاہرہ کر سکتا ہے؟ کہ نبی ﷺ کا صحابیؓ چودہ صندوق سونے کے بھرے ہوئے غنیمت کے مال میں دیتا ہے۔ اور اپنا نام نہیں بتاتا، گھر میں بچیاں بھوکی ہیں اور سات دن سے کچھ نہیں کھایا۔

جب آ کر اس قاصد نے حضرت سعدؓ کو واقعہ سنایا تو سعد رو پڑے، اسی وقت اس کے گھر کھانے کا سامان بھیجا اور جب پورا واقعہ فاروق اعظمؓ کو مدینہ میں سنایا گیا جو حضرت سعدؓ نے لکھ کر بھیجا۔

فتح کی خوشخبری اور آیت قرآنی پر عمل

حالت یہ تھی کہ جب سے ایران کی جنگ شروع ہوئی تو حضرت عمر فاروقؓ روزانہ مدینہ سے باہر نکلتے تھے چار چار میل پیدل چلتے تھے اور کہتے تھے کہ کوئی آدمی ایران سے آئے گا اس سے پوچھوں گا؟ کہ جنگ کیسے ہوئی؟

جب جنگ ختم ہو گئی تو عمر فاروقؓ روزانہ باہر نکلتے تھے، جب قاصد فتح کا پیغام لے کر گیا تو وہ قاصد سواری پر سوار تھا، حضرت عمرؓ پیدل تھے حضرت عمرؓ نے قاصد سے پوچھا کہ تو کون ہے اس نے کہا کہ میں ایران سے آیا ہوں، انہوں نے پوچھا کہ تجھے کس نے بھیجا، اس نے کہا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے بھیجا ہے، میں فتح کا پیغام لے کر آیا ہوں، حضرت عمرؓ نے کہا کہ بتاؤ کیسے فتح ہوئی؟

حضرت عمرؓ پیدل چل رہے ہیں وہ سواری پر جلدی جلدی ہے، حضرت عمرؓ اس کے ساتھ بھاگے بھاگے جا رہے ہیں جب مدینہ کے قریب آئے تو لوگوں نے کہا کہ اے نوجوان تو اوپر سوار ہے۔ امیر المومنین نیچے چل رہا ہے اسی وقت اس نے سواری روک دی، حضرت عمرؓ نے کہا کہ تو سواری نہ روک اور سواری پر واقعہ بیان کرتا رہ، اس نے کہا کہ

امیر المومنین آپ پیدل ہیں میں سوار ہوں۔

حضرت عمرؓ نے کہا کیا ہوا، قرآن کی میں اس آیت پر عمل کرنا چاہتا ہوں......

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ...... کہ
ایران کے ملک پر اسلام کا پرچم بلند ہو اور پوری دنیا میں اسلام کا پرچم بلند ہوا، یہ نہ دیکھ کہ عمرؓ پیدل ہے تو واقعہ بیان کر، میرے دل میں تڑپ ہے کہ میں فتح کی خبر سنوں، جب اس کی چوک میں بات مکمل ہوئی اور چوک میں عمرؓ نے سر سجدے میں رکھ کر کہا، اے اللہ! مجھے تو بکریاں نہیں چرانا آتی تھیں، آج تیرے نام لیواؤں نے شہنشاہ ایران کا سر کاٹ کر اسلام کا پرچم ایران پر بلند کر دیا ہے۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ...... کہاں اسلامی سلطنت اور کہاں اسلام کی قوت، بڑی عظمت و ہمت والا عمرؓ اس کی سطوت کو دیکھو اور اس کی غربت کو دیکھو، اس کی فقیری کو دیکھو، اس کے پھٹے اور موٹے لباس کو تو دیکھو کہ وہ پیدل چل رہا ہے، قاصد نے کہا کہ میں فتح کا پیغام لایا ہوں، اس نے کہا کہ بیان کر کہ فتح کیسے ہوئی؟ لشکر چلا کیسے؟ اور شہید کون کون ہوا؟ دشمن کتنے مارے گئے؟ علاقہ کون سا فتح ہوا؟

اپنے غلام کو سیدنا فاروق کا جواب

یہ بیان کر رہا ہے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو لوگوں کی زبانی معلوم ہوتا ہے کہ یہی عمرؓ ہے، اس نے کلام اور سواری روک لی، حضرت عمرؓ نے کہا کہ کلام جاری رکھو، حضرت عمرؓ نے کہا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ بھی ایسے کرتے تھے۔ غلام کو سوار کرتے اور خود پیدل چلتے تھے۔

اس قاصد نے کہا کہ امیر المومنین آپ پیدل ہیں، مجھے سوار کر دیا، تو حضرت عمرؓ نے روتے ہوئے کہا فرمایا تجھے یاد نہیں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا آخری دور تھا حضور ﷺ نے حضرت معاذ ابن جبلؓ کو سواری پر سوار کیا تھا اور حضور ﷺ اس کی سواری کی مہار پکڑ کر مدینہ سے باہر نکلے تھے اور حضرت معاذؓ رو پڑے تھے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ پیدل ہیں میں سوار ہوں۔

حضور ﷺ نے اس وقت فرمایا تھا کہ اے معاذؓ! شاید تو آج کے بعد محمد ﷺ کا چہرہ نہ دیکھے، جب تو آج کے بعد مدینہ آئے تو تیرا گزر میرے روضے سے ہو، تیرا گزر میری مسجد سے ہو، لیکن میں تجھے اپنا مبلغ بنا کر یمن کے دروازے پر بھیجتا ہوں، کہ جاؤ اور انصاف کرنا...... شرک کو روکنا...... بدعات کو روکنا...... توحید کے پرچم کو بلند کرنا۔

اے نوجوان، تیرے پیغمبر ﷺ نے غلام کو سوار کیا تھا میں بھی تجھے سوار کر کے ایران کی فتح کا نقشہ پوچھ رہا ہوں۔

مسلمانو! یہ ہیں حضرت عمرؓ اور ان کی سطوت، یہ ہے وہ ہمت، یہ ہے وہ ہیبت، جس کا نظارہ سیدنا فاروق اعظمؓ نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

قرآن پاک کی آیت پوری ہوگئی...... **ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ......** اے نبی تیرے آنے کا مقصد یہ ہے کہ پورے عالم پر اسلام کا پرچم بلند ہو جائے اور حضرت عمرؓ کے ہاتھوں اسلام کا پرچم بلند ہوا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن

......☆......

عاشورہ کی فضیلت

(خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد.

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم

والفجر (۱) ولیال عشر (۲) والشفع والوتر (۳) والیل اذا یسر (۴) ھل فی ذلک قسم للذی حجر (۵) الم تر کیف فعل ربک بعاد (۶) ارم ذات العماد (۷) التی لم یخلق مثلھا فی البلاد (۸) وثمود الذین جابوا الصخر بالواد (۹) وفرعون ذی الاوتاد (۱۰) الذین طغوا فی البلاد (۱۱) فاکثروا فیھا الفساد (۱۲) فصب علیھم ربک سوط عذاب (۱۳) ان ربک لبا لمرصاد (۱۴) (سورۃ الفجر)

صدق اللہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذلک من الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین.

عربی زبان سے ناواقفیت کا انجام

حضرات! چاند کے بارہ مہینوں میں یہ سب سے پہلا مہینہ ہے جس کا نام ''محرم الحرام'' ہے۔ بعض ایسے دوست جو عربی زبان سے دور ہیں خاص کر آجکل ان عربی الفاظ کا ترجمہ بھی ان کے ذہنوں میں نہیں رہا جو اردو زبان میں بھی استعمال ہوتے ہیں یہ لوگ بے

چارے بعض اوقات پریشان ہو جایا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بھائی! یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اسلام کے اندر جو چیزیں ناجائز اور ممنوع ہیں اسلام نے ان کو ''حرام'' کہا ہے پھر یہ کیا بات ہے کہ مسجد کے ساتھ بھی لفظ حرام لگا کر ''مسجد الحرام'' کہا جاتا ہے، محرم کے ساتھ بھی لفظ حرام لگا کر ''محرم الحرام'' کہا جاتا ہے؟ دراصل انہیں لفظ حرام کا معنی معلوم نہیں ہے۔ اور اس معاملہ میں صرف آپ لوگوں کا قصور نہیں ہے۔

محرم کو محرم الحرام کیوں کہا جاتا ہے؟

دراصل لفظ حرام کے معنی ہیں ''قابل احترام'' مسجد الحرام کے معنی ہیں وہ مسجد جو عظمت والی ہے، احترام والی ہے۔ محرم الحرام کے معنی ہیں محرم کا مہینہ جو قابل احترام ہے۔ اب رہی یہ بات کہ ان چیزوں کو حرام کیوں کہا جاتا ہے کہ اسلام میں جن چیزوں کی بندش اور ممانعت ہوتی ہے؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ بندش اور ممانعت کبھی کبھی اس چیز کی عظمت کی وجہ سے ہوتی ہے، جیسے انسان کا گوشت ممنوع اور حرام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی عظمت اتنی ہے کہ اس کی وجہ سے اس کے کھانے کو ممنوع قرار دیا گیا، انسانی عظمت اور اس کے احترام کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے گوشت کو اور دیگر تمام اجزاء کے استعمال کو ناجائز اور ممنوع قرار دیا جائے۔

بہر حال! چونکہ کبھی کبھی کسی چیز کے ناجائز اور ممنوع ہونے کی وہ سے اسکی عظمت وحرمت ہوتی ہے۔ اسکا احترام ہوتا ہے اس لئے ممانعت کیلئے لفظ حرام استعمال کیا جاتا ہے۔ اب آپ لوگ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ مہینہ چاند کے مہینوں میں سب سے پہلا مہینہ ہے اور ساتھ ساتھ قابل احترام بھی ہے اور یہاں سے اسلامی سنہ کا آغاز بھی ہوتا ہے۔

نظام قمری قبل از اسلام بھی رائج تھا

یہاں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ یہ نظام قمری اسلام کا ایجاد کردہ نہیں ہے بلکہ اسلام سے بہت پہلے سے رائج ہے، سرکار دو عالم ﷺ کی تشریف آوری کے قبل سے ہی یہ نظام جاری ہے، مہینوں کے یہی نام جو آج ہیں آپ ﷺ سے پہلے بھی تھے، یہی وجہ ہے کہ ہم اور آپ باسانی یہ کہہ سکتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ جس دن دنیا میں تشریف لائے

اس دن مہینہ ربیع الاول کا تھا اور تاریخ بارہ ۱۲ تھی۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی ولادت اور پیدائش کے پہلے سے ہی یہ نام چلے آرہے ہیں۔ قرآن کریم نے بھی ان مہینوں کو انہیں رائج الوقت ناموں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ فرمایا کہ:

شهر رمضان الذی انزل فیه القرء ان هدی للناس وبینت من الهدی والفرقان

لفظ رمضان کی تحقیق

رمضان ایک مہینہ کا نام ہے علمائے لغت نے لکھا ہے کہ لفظ "رمضان" درحقیقت اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اسی لئے فرمایا کہ جب تم اس مہینہ کا نام لو تو خدا کے نام کی عظمت کی خاطر صرف "رمضان" نہ کہو بلکہ "ماہ رمضان" کہو یہی وجہ ہے کہ قرآن نے رمضان الذی انزل فیه القرء ان نہیں کہا بلکہ شهر رمضان الذی انزل فیه القرء ان کہا ماہ رمضان کہا۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ یہ نظام قمری اسلام کے پہلے سے ہی چلا آرہا ہے۔

سنہ ہجری اسلام کی ایجاد کردہ ہے

فرق صرف اتنا ہے قبل از اسلام اس کے آگے سنہ ہجری نہیں لکھا جاتا تھا اور آج ہم اور آپ لکھتے ہیں۔ آج لکھا جائے گا ۱۳۹۴ھ جسکا مطلب یہ ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے مکہ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی اس واقعہ کو ۱۳۹۴ھ سال ہو گئے۔

بہر حال! یہ نظام اور یہ مہینے ۱۴۰۰ سال سے بھی بہت پہلے سے چلے آرہے ہیں البتہ جب دنیا میں اسلام آیا تو اسلام نے اس قمری نظام کو مہینوں کے ناموں کے ساتھ ہی لے لیا۔ نہ نظام میں کوئی تبدیلی کی نہ مہینوں کے ناموں میں کوئی تبدیلی کی، پورا نظام برقرار رکھا صرف ایک تبدیلی کی اور وہ تبدیلی یہ تھی کہ تاریخ کے آگے سنہ ہجری لکھا گیا۔

سنہ ہجری کا آغاز اور چند پیچیدگیاں

واقعہ یہ ہوا کہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں مسلمانوں کے درمیان جب

اس نظام کو اپنانے کی بات آئی تو یہ مسئلہ درپیش آیا کہ جب ہم اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ بنانا چاہتے ہیں تو اسلام کے کسی عظیم واقعہ سے اسے شروع کرنا چاہئے۔ کس واقعہ سے شروع کرنا چاہئے؟ سب سے زیادہ عظیم واقعہ تو خود سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت و پیدائش کا واقعہ ہے۔ لیکن اسلام کا مزاج اس سے میل نہیں کھاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی پیدائش اور آپ کی ولادت پاک کو مبدا تاریخ نہیں بنایا گیا۔ یہاں سے تاریخ کی ابتداء نہیں کی گئی۔ اگر حضور اکرم ﷺ کی پیدائش مبدا تاریخ ہوتی تو آج ہم اور آپ جو ۱۳۹۴ھ لکھتے ہیں اس میں ۵۳ سال اور شامل کئے جاتے۔ چالیس سال نبوت سے پہلے کے اور تیرہ سال نبوت کے بعد مکی زندگی کے، معلوم ہوا کہ ولادت کے واقعہ سے تاریخ شروع نہیں کی گئی ہے۔

اس طرح آپ کی عمر جب چالیس سال کی ہوئی تو ایک اہم ترین واقعہ یہ پیش آیا کہ حضرت جبرئیل امین تشریف لائے اور آپ ﷺ سے کہا:

اقراء باسم ربک الذی خلق. خلق الانسان من علق.

یعنی آج آپ پر وحی نازل ہوئی ہے اور اللہ نے آپ کو منصب نبوت پر سرفراز فرمایا ہے۔ لیکن اس واقعہ سے بھی تاریخ کو شروع نہیں کیا گیا۔ اگر اس واقعہ سے تاریخ کو شروع کیا جاتا تو ۱۳۹۴ھ میں ۱۳ سال کا اور اضافہ ہونا چاہئے تھا۔ تو اس واقعہ سے بھی تاریخ شروع نہیں ہوئی۔

ابتداء سنہ ہجری کا پس منظر

دراصل مبداء تاریخ کا رواج اور اسکی تعیین کا واقعہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں پیش آیا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس زمانے میں لین دین میں رقعوں کی ادائیگی کیلئے چٹھیاں اور پرچے لکھے جاتے تھے۔ جسے آجکل آپ نے مہذب شکل میں چک بنا دیا، تو ایک کاغذ تھا، اس پر رقم کی ادائیگی کی تاریخ ۳ شعبان لکھی ہوئی تھی لیکن یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ یہ رقم گذشتہ شعبان میں ادا ہو چکا ہے یا اگلے سال جو شعبان آرہا ہے اس وقت تک ادا کیا جائیگا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ ہماری تاریخ کا ایک مبدا ہونا

چاہئے تا کہ ہم لکھ سکیں کہ یہ دسواں سال ہے، یہ بیسواں سال ہے اور یہ پچاسواں سال ہے، مبدا کسے بنائیں؟ ابتداء کہاں سے کریں؟ صحابہ نے آپس میں مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ اسلام کی تاریخ میں ایک ایسا واقعہ ہے جو یادگار رہنانے کے قابل ہے۔ اور وہ ہجرت کا واقعہ ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے آئے۔ چنانچہ مبدا تاریخ اس ہجرت کے واقعہ کو بنایا گیا۔ کیونکہ ہجرت کے بعد اسلام کی مغلوبیت ختم ہوگئی، اسلام کی کمزوری ختم ہوگئی، اسلام کو عروج ملا، اسلام کو غلبہ اور فروغ ملا۔

سنہ ہجری کی ابتداء ماہ محرم سے کیوں؟

بہر حال! ہجرت کے واقعہ کو مبدا تاریخ تو بنا دیا گیا مگر اس میں ایک دقت اور پریشانی یہ پیدا ہوئی کہ اگر واقعہ ہجرت کو مبدا تاریخ بنایا جائے تو اگر چہ ہم نے قمری نظام اس کے مہینوں کے نام کے ساتھ اپنا لیا مگر قمری نظام تو محرم الحرام سے شروع ہوتا ہے جبکہ ہجرت کا واقعہ ربیع الاول میں پیش آیا جسکا مطلب یہ ہے کہ پھر ہمیں یہ نظام بنانا ہوگا کہ ربیع الاول کی تیرہ تاریخ سے ہمارا سال شروع ہو اور ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ختم ہو جائے۔ صحابہ کرامؓ نے مشورہ کیا اور یہ طے ہوا کہ سال ہمارا محرم کے پہلے ہی دن سے شروع ہوگا اور یہ جو دو مہینے ۱۲ دن یعنی محرم، صفر اور ربیع الاول کے ۱۲ دن کا کسر ہے اس کا اعتبار نہ کیا جائے۔ تو ہجرت کے واقعہ کو یادگار بنانے کیلئے اس کو مبدا قرار دیا گیا لیکن سال ہمارا شروع ہوتا ہے محرم الحرام سے ہی۔

سنہ ہجری کا پیغام

چنانچہ یہ مہینہ جواب شروع ہوا ہے اس کے متعلق لکھا جائے گا۔ محرم الحرام ۱۳۹۴ھ یہ مہینہ ایک تو ہمیں ان سنگین حالات اور خونیں واقعات کو یاد دلاتا ہے کہ جن سے مجبور ہو کر حضور اکرم ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے۔ اس مہینہ کے آتے ہی ہمارے ذہنوں میں وہ واقعات تازہ ہو جاتے ہیں اور تاریخ کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ آنے والی نسلیں اس سے متعلق واقعات کو یاد رکھیں۔ اگر چہ آج مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے کہ جس کو نہ قمری مہینے یاد نہیں اور نہ اسکی تاریخیں انہیں معلوم ہیں اور نہ وہ اس

سے واقف ہیں کہ اسلامی تاریخ کا مبداء ہجرت کا واقعہ ہے۔

دوسرے یہ کہ اس مہینہ کے بعض دنوں کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔ نیز قرآن کریم کی بھی ایک آیت ہے جس میں دس راتوں کا ذکر ہے لیکن مراد ان راتوں کے ساتھ ساتھ ان کے دن بھی ہیں۔

اسلامی تاریخ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے

یہاں آپ ایک طالبعلمانہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ صاحب! قرآن میں دن کا لفظ تو ہے نہیں راتوں کا ذکر ہے فرمایا کہ والفجر (۱) ولیال عشر (۲) دس راتوں کا ذکر ہے۔ اس کے جواب میں مفسرین نے لکھا ہے کہ ہمارے یہاں تاریخ کا آغاز دن سے نہیں ہوتا ہے۔ رات سے ہوتا ہے، غروب آفتاب سے ہوتا ہے۔ تو راتوں کا ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رات اور دن دونوں مراد ہے۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم یہ بتلا رہا ہے کہ دس دن اور دس راتیں ایسی ہیں کہ جنکی اللہ تعالیٰ قسم کھا رہا ہے۔ وہ کونسا دن اور کونسی راتیں ہیں؟

مفسرین کی ایک جماعت نے کہا کہ وہ ذی الحجہ کے دس دن اور راتیں۔ مگر بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ وہ محرم الحرام کے دس دن اور راتیں ہیں۔ یعنی یکم محرم الحرام سے لیکر عاشورہ کے دن تک دس دن اور اسکی راتیں خصوصی عبادت اور بندگی کے قابل ہیں، ان دنوں میں روزے رکھنے چاہئیں۔

طلوع اسلام کے وقت دنیا کا نقشہ

حضور اکرم ﷺ ہجرت کر کے جب مدینہ تشریف لائے تو وہاں بڑی تعداد میں یہود آباد تھے۔ میں نے اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ آپ حضرات سے کہا ہے کہ جب دنیا میں اسلام کا سورج طلوع ہوا ہے اس وقت آبادی کا نقشہ اس طریقہ پر تھا کہ مکہ میں مشرکین آباد تھے، شام اور یمن کے علاقے میں نصرانی آباد تھے اور مدینہ میں یہود آباد تھے۔

مدینہ منورہ کا پہلا محرم

جب حضور اکرم ﷺ ہجرت کر کے ربیع الاول کے مہینہ میں مدینہ تشریف لائے

اور اس کے تقریباً دس مہینے کے بعد جب سال شروع ہوا اور پہلی مرتبہ محرم الحرام کا چاند نکلا تو آپ ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ یہود نے عاشورہ یعنی محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھا ہے۔ چونکہ ان لوگوں کا دین آسمانی دین تھا، یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھے تھے، توریت پر ایمان رکھتے تھے اس لئے حضور اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم جا کر یہود کے علماء پر دریافت کرو کہ آج انہوں نے کیسے روزہ رکھا ہے؟

یہود کا طریقہ

چنانچہ ان سے دریافت. کیا گیا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ آج ہمارے یہاں یوم تشکر ہے، آج ہماری نجات کا دن ہے۔ آج ہم بارگاہ خداوندی میں روزہ کی عبادت کے ذریعہ اس بات کا شکرانہ ادا کرتے ہیں کہ آج ہی کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون کے پنجہ سے نجات عطا فرمائی تھی اور فرعون کو اس کے لشکر سمیت غرق کر دیا تھا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر آج اس لئے روزہ رکھا جاتا ہے کہ آج کے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم فرعون کے پنجہ ظلم سے آزاد ہوئی تھی تو ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ ہم بھی روزہ رکھیں۔ (بخاری شریف)

مسلمانوں کا طریقہ

لیکن فرمایا کہ روزہ رکھو مگر یہود کی مخالفت کرو۔ یعنی صرف دسویں تاریخ کا روزہ مت رکھو بلکہ نویں یا گیارھویں تاریخ کے ساتھ ملا کر روزہ رکھو۔ یہ اسلام کا طریقہ ہے اور وہ یہود کا طریقہ ہے۔ دونوں میں خلط ملط نہیں ہونا چاہئے۔ اس وقت سے عاشورہ کا روزہ نویں تاریخ یا گیارھویں تاریخ کے ساتھ ملا کر رکھنا رسول اکرم ﷺ کی سنت ہے اور امت مسلمہ ان دونوں دنوں کا روزہ سنت کے طور پر رکھتی چلی آرہی ہے۔

یوم عاشورہ کے روزہ کی فضیلت

علماء نے لکھا ہے کہ رمضان کے فرض روزہ کے بعد نفلی روزوں میں سب سے

افضل روزہ عاشوراء کا روزہ ہے۔ اور اسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ رمضان نے فرض روزوں کا حکم آنے سے پہلے عاشورہ کا روزہ فرض تھا۔ جب رمضان کے تیس روزے فرض ہو گئے تو عاشورہ کی فرضیت ختم ہوگئی۔ لیکن یوم عاشورہ بہر حال وہ دن ہے کہ اکثر قوموں کے اوپر اس دن کا روزہ فرض تھا اس لئے فرض روزوں کے بعد نفلی روزوں میں سب سے افضل یوم عاشورہ کا روزہ ہے۔ معلوم ہوا کہ اس روزہ کی بڑی فضیلت ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جو آدمی عاشورہ کا روزہ رکھے تو وہ اس کیلئے ایک سال کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہو جائیگا۔

کفارہ سیئات کا مطلب

ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک سال کے صغیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے، کبیرہ گناہ اور حقوق العباد معاف نہیں ہوتے، کفارہ کا یہ مطلب آپ لوگوں کے ذہنوں میں رہنا چاہئے۔ اس لئے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی کا انتقال ہو گیا اور اس کے ذمہ لوگوں کے قرضے بھی ہیں، اس کے ذمہ نمازیں بھی ہیں، روزے بھی ہیں تو اس کے لئے ایصال ثواب کے طور پر قرآن کریم پڑھ لو سب معاف ہو جائے گا۔ یہ صحیح نہیں ہے۔

اصل بات تو یہ ہے کہ خدا کے یہاں اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، یہ نہ میں کہہ سکتا ہوں نہ آپ کہہ سکتے ہیں اور یہ بھی اس شخص کے بارے میں کہہ رہا ہوں جسکی زندگی آپ کے سامنے ہے اور آپ نے اسے دیکھا ہے کہ اسکی نمازیں چھوٹ گئی ہیں، اس کے روزے چھوٹ گئے ہیں اور اس کے ذمہ انسانوں کے حقوق بھی رہ گئے ہیں بلکہ اس شخص کے بارے میں بھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں جس کی زندگی ہماری نظروں میں بڑی مقدس زندگی ہے، تقویٰ کی زندگی ہے، ولیوں کی زندگی ہے، ہم نہیں کہہ سکتے کہ اللہ کے یہاں اس کے ساتھ کیا برتاؤ ہوگا۔

کیونکہ دنیا میں جو کچھ اس کے متعلق کہتے ہیں ہمیں کاغذ کے اوپر لکھا ہوا ایک

ضابطہ دے دیا گیا ہے اس ضابطے کی بنیاد پر ہم حکم لگاتے ہیں لیکن یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ اسی ضابطے کی بنیاد پر آخرت میں بھی اس کے ساتھ برتاؤ ہو۔ اس لئے کہ آخرت میں جو برتاؤ ہوگا وہ اللہ کے مراحم خسروانہ کے ساتھ ہوگا۔ ضابطہ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ معاملہ نہیں فرمائیں گے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ ضابطہ کو لیکر بیٹھ جائیں گے تو شاید سرکار دو عالم ﷺ اور دیگر پیغمبروں کے علاوہ ایک بھی امتی اس ضابطہ کے اوپر پورا نہیں اترے گا۔ کسی کی نجات نہیں ہوگی۔

میدان حشر میں فضل عدل پر غالب ہوگا

حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنی صفت عدل کا چوغہ اتار کر رکھ دے گا اور یہ فرمائے گا کہ آج میں عدل کی بنیاد پر بندوں کے ساتھ معاملہ نہیں کروں گا اس لئے کہ اگر میں عدل کی بنیاد پر معاملہ کرنے کیلئے آجاؤں تو کوئی بھی بندہ بخشا نہ جائے گا، آج میں نے جو چوغہ پہنا ہے وہ فضل وکرم اور رحم کا چوغہ ہے لہٰذا آج عدل نہیں، فضل کی بنیاد پر معاملہ ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ حدیث میں بعض لوگوں کے ایسے ایسے واقعات بتلائے گئے ہیں جن کے متعلق ہم اور آپ ضابطہ کی رو سے کہیں گے کہ انہیں جہنم میں ڈالا جائے گا لیکن حدیث میں جب ہم اللہ تعالیٰ کا برتاؤ دیکھتے ہیں تو کچھ اور ہوتا ہے۔

ایک واقعہ

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ میدان حشر میں جب اللہ تعالیٰ فیصلہ کیلئے لوگوں کو طلب فرمائیں گے، اس وقت ملائکہ اور فرشتوں سے کہیں گے کہ جاؤ اور فلاں آدمی کو بلا لاؤ۔ فرشتہ جب اس آدمی کو بلانے کیلئے جائیں گے تو یہ کہے گا کہ مجھے عدالت میں بلا کر کیوں شرمندہ کیا جا رہا ہے؟ اس لئے کہ عدالت میں تو وہ جاتا ہے جس کے مقدمہ میں جان ہو اور جس کے کیس اور مقدمہ میں کوئی جان نہ ہو تو پھر وہ عدالت میں جا کر اپنا مقدمہ کیسے لڑے گا؟ میں تو وہ بد بخت ہوں کہ جسکی

زندگی میں کوئی نیکی ہی نہیں ہے۔اس لئے مجھے عدالت میں بلا کر کیوں شرمندہ کیا جارہا ہے؟ مجھے تو یہیں سے جہنم میں پھینکنے کا حکم دے دیا جاتا تو بہتر تھا۔

دنیا کی ندامت معتبر ہے آخرت کی نہیں

میرے دوستو! یہ احساس بہت اونچا احساس ہے لیکن کاش! یہ احساس دنیا میں پیدا ہو جائے۔ اس لئے کہ آخرت کا احساس معتبر نہیں ہے، آخرت میں تو سبھی کے احساسات درست ہو جائیں گے، سبھی کے جذبات درست ہو جائیں گے۔لیکن اس سے فائدہ نہیں پہنچے گا۔البتہ یہی احساس اگر کسی کے دل میں دنیا میں پیدا ہو جائے کہ کل کہیں میں اللہ کی عدالت میں لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ ہو جاؤں، کہیں حضور اکرم ﷺ کے سامنے مجھے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔تو یہ احساس اور جذبہ ہی اس کی نجات کیلئے کافی ہے۔

علامہ اقبال کی رباعی یا قطعہ کہئے یاد آ گیا۔فرمایا کہ

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من پذیر

اے اللہ تو تو کسی کا ماتحت نہیں ہے، تو مختار کل ہے۔اگر تو مجھ جیسے گنہگار کے گناہ بخش دے تو تیرا ہاتھ پکڑنے والا کوئی نہیں ہے۔لہٰذا تو میرے گناہوں کو بخش دے لیکن اگر مقدمہ ہی چلانا ضروری ہے تو فرمایا کہ

یا اگر بینی جساہم نا گریز
از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

اگر مجھ پر مقدمہ چلانا ضروری ہے تو رسول اللہ ﷺ کے سامنے نہ چلایئے، میں ان کے سامنے شرمندہ ہونا نہیں چاہتا۔فرمایا کہ

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من پذیر
یا اگر بینی جساہم نا گریز
از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

وہ آدمی کہتا ہے کہ مجھے کیوں شرمندہ کیا جارہا ہے؟ سیدھے جہنم میں بھیج دیتے لیکن چونکہ خدا کا حکم ہوگا اس لئے فرشتے اس کو لیکر اللہ کی عدالت میں پہنچیں گے۔ اللہ تعالیٰ بھری عدالت میں فرمائیں گے کہ اے فلاں! جا ہم نے تجھ کو تیری نیکی کی وجہ سے بخش دیا۔ وہ حیران ہوکر کہے گا اے اللہ! تیری شان تو بری بے نیاز ہے، تو بڑے مجرموں کو بھی بخش سکتا ہے لیکن اے اللہ! ذرا یہ بتادے کہ میری وہ نیکی کونسی ہے کہ جنکی بدولت تو نے مجھے بخشا ہے، میں نے تو کوئی نیکی ہی نہیں کی ہے۔

رحمت حق بہانمی جوید

اندازہ لگایئے! خدا کی قسم! یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ایک ماں کے دل میں اپنے بیٹے کی اتنی محبت نہیں ہے جتنی اللہ کے دل میں اپنے بندے کی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ

رحمت حق بہانمی جوید

رحمت حق بہانہ می جوید

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے۔ اما تذکر اللیل کیا وہ رات تجھ کو یاد نہیں رہی کہ جس میں سوتے ہوئے تیری آنکھ کھل گئی تھی اور کروٹیں بدلتے ہوئے تیرے منہ سے نکلا تھا۔ ''اللہ'' پھر تو سو گیا۔ تو انسان تھا، سونے کی وجہ سے تو بھول گیا، مگر میں خدا ہوں مجھے نیند نہیں آتی مجھے یاد ہے، آج میں نے تجھے اس ایک مرتبہ اللہ کہنے کی وجہ سے بخش دیا۔

حقوق العباد توبہ سے معاف نہیں ہوتے

میرے دوستو! ہمارے پاس ضابطہ کی بنیاد پر ہم کسی کو مومن و مسلمان اور کسی کو کافر کہتے ہیں لیکن اللہ کسی ضابطہ کا پابند نہیں ہے، اس کے یہاں کیا برتاؤ ہوگا کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اور وہ ضابطہ جو گناہوں کی بخشش کے سلسلہ میں ہمارے پاس ہے اس میں لکھا ہے کہ حقوق العباد اور بعض حقوق اللہ کفارہ کے طور پر یا توبہ کے ذریعہ معاف نہیں ہوتے چاہے آپ زندگی بھر توبہ کرتے رہیں مگر معاف نہیں ہوتے۔

مثلاً اگر ایک آدمی اپنی ساری عمر نماز نہ پڑھے ہر سال رمضان المبارک کی ستائیسویں رات کو توبہ کرتے ہوئے یہ کہا کرے کہ اے اللہ! میں نے توبہ کرتا ہوں میری

ساری نمازیں معاف کر دے۔ یا کسی کا قرض لے لے اور رمضان کے ستائیسویں شب کو توبہ کرے کہ اے اللہ مجھے معاف کر دے آئندہ کبھی نہیں کروں گا۔ اس سے حقوق العباد اور وہ حقوق اللہ معاف نہیں ہوتے کہ جنکی ادائیگی کا طریقہ شریعت نے بتا دیا ہے۔ ہاں! وہ حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہیں کہ جس میں غلطی تو ہو گی لیکن اس کی ادائیگی کا کوئی طریقہ شریعت نہیں بتایا ہے یا وہ گناہ صغیرہ ہے۔

تو یہ جو ہم کسی کیلئے قرآن کریم پڑھ کر بخشتے ہیں، دعاء مغفرت کرتے ہیں یا خود اس میت کے پاس ایسی نیکی ہے جو گناہوں کیلئے کفارہ بنتی ہے مثلاً عاشورہ کا ایک روزہ رکھا ہے جو سال بھر کے گناہوں کیلئے کفارہ ہو جاتا ہے۔ ان تمام چیزوں سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اور جو حقوق العباد ہیں وہ معاف نہیں ہوتے وہ تو ادا کرنا ہی ہے۔ لہٰذا حقوق العباد میں پوری احتیاط کرنی چاہئے۔

حقوق العباد کی اہمیت

یہی وجہ ہے کہ اسلام عبادت و بندگی اور تقویٰ کو اتنی اہمیت نہیں دیتا جتنی اہمیت حقوق العباد کو دیتا ہے، اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ ہمیشہ زندگی میں حقوق العباد کو سامنے رکھو ہمیشہ اس کا خیال رکھو کہ کہیں کسی بندے کا حق تلفی نہ ہو جائے یہاں تک کہ اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کے درمیان مقابلہ ہو جائے یعنی ایک طرف خدا کا حق ہو اور ایک طرف بندے کا حق ہو تو بندے کے حق کو مقدم رکھو۔

اسی طرح اگر آپ کے اوپر دو قرضہ ہے، ایک قرضہ ایسے آدمی کا ہے جو صرف دو سو روپے ماہوار کا ملازم ہے وہ بیچارہ حاجتمند ہے اور ایک قرضہ آپ کے اوپر ایسے آدمی کا ہے جو لکھ پتی ہے۔ اب اگر آپ کے پاس اتنی تھوڑی سی رقم آئی کہ جس سے صرف ایک قرضہ ادا کیا جا سکتا ہے تو کیا دو سو روپے والے حاجتمند کو دیں گے یا لکھ پتی کو دیں گے؟

بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو صاحب بڑے مرتبہ کے آدمی ہیں، لکھ پتی ہیں پہلے ان کا قرضہ ادا کرنا چاہئے۔ لیکن نہیں! یاد رکھئے ادائیگی کیلئے جو بنیاد ہے وہ بڑا ہونا نہیں ہے، حاجت مند ہونا ہے۔ لکھ پتی سیٹھ حاجت مند نہیں ہے لیکن یہ دو سو روپے پانے والا حاجت

مند ہے لہٰذا حاجت مند ہونے کی بنیاد پر پہلے اسی کو ادا کرو لکھ پتی کا بعد میں دیکھا جائے گا۔ اس کے گھر میں فاقہ تھوڑا ہی ہوتا ہے۔

اب آپ کی سمجھ میں بات آگئی ہوگی کہ اگر حق اللہ اور حق العباد دونوں جمع ہو جائیں تو ظاہر ہے کہ عظمت تو خدا کی ہے لیکن علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر تم نے اللہ کا حق ادا نہیں کیا تو اسکی خدائی میں کوئی کمی نہیں آئے گی، اس کی خدائی پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ لیکن اگر بندے کا حق ادا نہیں کیا تو وہ بیچارہ مارا جائے گا، لہٰذا پہلے بندے کا حق ادا کرو خدا کا حق بعد میں دیکھا جائے گا اللہ ہوسکتا ہے کہ معاف کر دے۔

ایک مثال

مثال کے طور پر آپ کے اوپر قرضہ ہے اور اسکے ساتھ ساتھ آپ کے پاس کچھ رقم بھی ہے اور پر سال بھر گذر گیا ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگئی، حج آپ کے اوپر فرض ہو گیا۔ اب آپ یہ سوچتے ہیں کہ خدا کے حق کا تقاضا یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کروں، حج کروں لیکن بندے کے حق کا تقاضا یہ ہے کہ قرضہ ادا کروں۔ اب میں کیا کروں؟ شریعت اسلامیہ آپ کو یہ حکم دیتی ہے کہ تم زکوٰۃ کی فکر نہ کرو، حج کی فکر نہ کرو سب سے پہلے بندے کا حق ادا کرو، اسکا قرضہ ادا کرو، اس کے بعد اگر زکوٰۃ کیلئے رقم نہیں بچتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے، کوئی مضائقہ نہیں ہے اس لئے کہ جب آپ نے وہ رقم پوری کی پوری قرضے میں ادا کر دی تو اب آپ کے اوپر زکوٰۃ واجب نہیں ہی، اب آپ کے اوپر حج بھی فرض نہیں رہا۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ پہلے تم زکوٰۃ ادا کرو، پہلے تم حج ادا کرلو پھر جو بچے وہ قرضہ میں دے دینا نہیں! فرمایا کہ حقوق العباد پہلے اور حقوق اللہ بعد میں۔

تقویٰ کا معیار سفید پوشی نہیں ہے

میرے دوستو! جب شریعت اسلامیہ نے حقوق العباد کی اتنی اہمیت دی ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کے تقویٰ کا معیار نفلیں پڑھنا نہیں ہے، زیادہ تلاوت کرنا نہیں ہے لمبا کرتا پہننا نہیں ہے، تقویٰ کا معیار انسانوں کے حقوق ادا کرنا ہے، اگر ایک انسان نفلی عبادتیں تو بہت کرتا ہے لیکن حقوق العباد کو پامال کرتا ہے، اسکی کوئی اہمیت نہیں دیتا تو وہ

شریعت کی نظر میں متقی اور پرہیزگار نہیں ہے۔ اسکی زندگی کو تقویٰ کی زندگی نہیں کہہ سکتے۔ ایسی زندگی گذارنے والے بہت سے لوگ ہیں۔

حکیم الامت مولانا تھانویؒ کی عینی شہادت

حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک صاحب کانپتے ہوئے، گھبراتے ہوئے میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے کہا، کیا ہوا بھائی! کہنے لگے، حضور! مجھ سے گناہ ہوگیا ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہورہا تھا کہ یہ کوئی عابد وزاہد آدمی ہے کہ اس سے ایک گناہ سرزد ہوگیا ہے جس کی وجہ سے بہت بے چین ہے۔ مولانا نے پوچھا، کیا گناہ ہوگیا ہے؟ کہنے لگے، حضور! میں ہوٹل سے کھانا کھا کر جارہا تھا کہ راستے میں ایک چھپر (پھوس کا چھت) ملا۔ میں نے اس کے مالک سے اجازت لئے بغیر اس میں دانت کریدنے کیلئے ایک تنکا توڑ لیا۔ مولانا نے فرمایا۔ آپ بے فکر رہئے یہ کوئی گناہ نہیں ہے، یہ کوئی تقویٰ کے خلاف نہیں ہے۔ لیکن مولانا فرمانے لگے کہ اسکی بات میرے دل کو نہیں لگی کہ واقعی اتنا بڑا متقی ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر ایک تنکا بھی چھونے کو گناہ سمجھتا ہے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ شاید یہ بناوٹ کررہا ہے۔ فرمایا کہ ایک ہفتہ کے بعد یہ پتہ چلا کہ وہی آدمی جو چھپر (چھت) میں سے تنکا توڑ کر کانپ رہا تھا کہ گناہ ہوگیا جس کے پاس سے دودھ لیتا تھا اس کے پیسے لیکر بھاگ گیا۔

تقویٰ کی حقیقت

میری دوستو! آجکل کے لوگوں کا جو تقویٰ ہے وہ یہی ہے کہ نمازیں تو بہت پڑھیں گے۔ ہمیشہ نوافل میں مشغول رہیں گے۔ تلاوت بہت کریں گے لیکن قدم قدم پر انسانوں کے حقوق پامال کرتے پھریں گے۔ آپ کسی جگہ بیٹھ کر زور زور سے قرآن کی تلاوت کررہے ہیں، پاس ہی ایک مریض لیٹا ہوا ہے، آپ اتنی زور سے تلاوت کررہے ہیں کہ آپ کی آواز سے اس کو تکلیف ہورہی ہے، آپ تو یہ سمجھ رہے ہیں کہ عبادت کررہا ہوں اور اللہ کے یہاں یہ عبادت کی فہرست میں لکھی جارہی ہے۔ لیکن نہیں! یہ انسانوں کی حق تلفی میں لکھی جارہی ہے۔ ہاں! اگر آپ آہستہ تلاوت کرتے جس سے مریض کو تکلیف

نہ پہنچتی تب تو یقیناً یہ عبادت ہوتی۔

میرے دوستو! جس دن ہمارے اندر یہ فکر پیدا ہو جائے گا میں سمجھتا ہوں کہ اس دن ہم صحیح معنوں میں مسلمان اور متقی ہو جائیں گے۔ بعض دوست مجھ سے کہا کرتے ہیں کہ کوئی نصیحت کیجئے تو میں ہمیشہ ان سے یہی کہا کرتا ہوں کہ ہر وقت تم اس بات کا خیال رکھو کہ مجھ سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ بس! خدا کی قسم! اس سے بڑھ کر کوئی تقویٰ نہیں ہے۔ اگر آپ کسی مجمع میں بیٹھے ہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ آپ کسی کے آگے بیٹھ جائیں۔ آپکی پیٹھ کسی کے سامنے ہو جائے۔ اسکی تو اجازت ہے۔ لیکن اسکا خیال رکھنا ضروری ہے کہ کسی کو ایذاء نہ پہنچے۔

کامل مسلمان کی نشانی

حدیث میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمای

کامل درجہ کا مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے کسی کو ایذاء اور تکلیف نہ پہنچے۔ (بخاری) یہ ہے کامل درجہ کے مسلمان کی علامت! صرف نفلی عبادتوں سے انسان کامل درجہ کا مسلمان نہیں بنتا ہے۔ اسد ملتانی مرحوم نے شاید اسی حدیث کا ترجمہ کیا ہے، اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے بالکل اسلامی زندگی کا نقشہ کھینچا ہے۔ فرمایا کہ

تمام عمر اسی احتیاط میں گذری
کہ آشیاں شاخ چمن پر بار نہ ہو

ہم نے ساری زندگی گھونسلے اس لئے نہیں بنائے کہ جس ڈالی پر تنکے رکھیں گے اس ڈالی پر وہ تنکے بوجھ بن جائیں گے، تمام عمر ہم نے بلا گھونسلہ کے تکلیف اٹھانا پسند کر لیا لیکن کسی ڈالی اور کسی شاخ پر بوجھ بننا پسند نہیں کیا۔ یہ ہے مومن کی نشانی، لہٰذا اگر کامل مومن بننا چاہتے ہو تو اپنے رشتہ داروں پر بوجھ نہ بنو، اپنے دوستوں پر بوجھ نہ بنو، اپنے پڑوسیوں پر بوجھ نہ بنو، لوگوں کے ساتھ برتاؤ ایسا ہونا چاہئے کہ تمہیں دیکھ کر انکا دل خوش ہو جائے۔ تمہاری وجہ سے کسی کا دل رنجیدہ نہ ہو۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی معافی

خیر! تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حقوق العباد کی بڑی اہمیت ہے، حقوق العباد کی

حفاظت کرنے والے ہی دراصل متقی اور پرہیزگار ہیں۔ کیونکہ یہ توبہ کے باد جود معاف نہیں ہوتے۔ البتہ وہ حقوق اللہ کہ جنکی ادائیگی کی کوئی شکل نہیں ہے، جنکا کوئی کفارہ نہیں ہے، وہ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں مثلاً کسی نے شراب پی لی، اس نے اللہ کے حق کے خلاف کیا مگر اس کی ادائیگی کوئی شکل نہیں ہے۔ اب اگر وہ شخص توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے۔ اور وہ حقوق اللہ کہ جنکی ادائیگی کی متبادل شکل شریعت نے تجویز کر دی ہے وہ ادائیگی کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ مثلاً آپ کی نماز قضاء ہوگئی تو اس کا طریقہ نماز کو کسی طرح ادا کرنا ہے۔ اور اگر زندگی میں وقت نہ ملے تو اسکا بھی بہت آسان طریقہ ہے۔

جہالت کی انتہاء

مثال کے طور پر آپ کی عمر ساٹھ ۶۰ سال کی ہوگئی ہے اور آپ کو یہ معلوم ہے کہ میری بس (۲۰) سال کی نمازیں قضاء ہوگئی ہیں تو قضاء عمری کرلیں۔ بعض یار لوگوں نے تو بڑا آسان سانسخہ تجویز کرلیا ہے، وہ لوگ یہ بتاتے ہیں کہ ارے بھائی! دو رکعت نماز قضاء عمری کی نیت سے پڑھ لو بیس (۲۰) سال کی نمازیں معاف ہو جائیں گی۔ میں نے کہا، بھائی اسلام میں ایسی کوئی نماز قضاء عمری کے نام سے نہیں ہے۔ جو بیس سال کی نمازیں معاف کر دے۔ اسی طرح میمن خاندان کے بعض لوگوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ صاحب! اب تک ہم اس غلط فہمی میں تھے کہ جب ہم نے ایک رقم پر زکوٰۃ ادا کر دی تو وہ رقم تو پاس ہوگئی اس لئے کہ اس کو الگ کر کے رکھ لیا، اب اگلے سال جو زکوٰۃ دیں گے تو اس رقم پر نہیں دیں گے کیونکہ وہ رقم پاس ہوگئی ہے اب دوسری رقم پر زکوٰۃ دیں گے۔ میں نے کہا، بھائی! یہ نسخہ تمہیں کس نے بتا دیا؟ یہ تو غلط ہے، بلکہ ہر سال پوری کی پوری رقم پر زکوٰۃ دینا واجب ہے۔

قضائے عمری کا طریقہ

تو میں قضاء عمری کے متعلق عرض کر رہا تھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میری عمر ساٹھ (۶۰) سال کی ہوگئی ہے اور بیس (۲۰) سال کی نمازیں مجھ پر واجب الادا ہیں۔ تو اسکا آسان اور بہترین نسخہ یہ ہے کہ اگر آپ یہ معمول بنالیں کہ ہر نماز کے ساتھ ایک قضاء نماز ادا کرلیں۔ آپ نے آج کی فجر کی نماز پڑھی اس کے ساتھ ساتھ دو رکعت اور پڑھ لیں اس

نیت سے کہ میرے ذمہ جو سب سے پہلے فجر کی نماز ہے اسکی قضاء کر رہا ہوں۔ اسی طرح ظہر کے ساتھ ظہر، عصر کے ساتھ عصر، مغرب کے ساتھ مغرب اور عشاء کے ساتھ عشاء کی نماز قضاء پڑھ لیں ایک دن میں آپ کی پانچ نمازیں ادا ہو گئیں اور معاملہ ہے بیس سال کا۔ علماء نے لکھا ہے کہ آج سے آپ کمر باندھ لیجئے کہ میں نے جو سلسلہ شروع کیا ہے یہ بیس سال کی نمازوں کی ادائیگی کی نیت سے شروع کیا ہے اور اسے آخر تک پہنچانا ہے۔ اب اگر خدانخواستہ دو (۲) چار (۴) سال میں ہی آپ کا انتقال ہو جائے تو باقی نمازیں اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے، اس لئے کہ آپ نے تو پوری نمازیں ادا کرنے کا عزم کر لیا تھا لیکن قدرت کی طرف سے وقت ہی نہیں ملا۔

عزم مصمم پر ثواب مرتب ہو جاتا ہے

معلوم ہوا کہ جب آدمی کسی نیکی کا عزم اور ارادہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ ثواب اسی پر عطا فرما دیتے ہیں، کسی نے حج کا ارادہ کیا، اور ٹکٹ لیکر جہاز میں بیٹھ گیا، اچانک جہاز میں وہ بیمار ہوا اور اسکا انتقال ہو گیا۔ اسکو حج کا پورا ثواب ملے گا۔ اس لئے کہ اس بیچارے نے تو حج کیلئے جتنا کرنا تھا وہ کر لیا تھا لیکن قدرت کو منظور نہیں تھا اسلئے پہنچ نہیں سکا۔

یوم عاشورہ کے اعمال

خیر! تو بات اس پر چل پڑی تھی کہ عاشورہ کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے، مگر یہ گناہ گناہ صغیرہ ہے۔ عاشورہ کی دوسری فضیلت یہ ہے کہ اس دن اپنے اپنے گھروں میں کھانا پکانے میں فراخ دلی اور وسعت سے کام لیں تاکہ غرباء و مساکین کو بھی دے سکیں اور گھر والوں کو بھی افراط کے ساتھ کھلا سکیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ عاشورہ کے دن اگر آپ اپنے اہل و عیال کیلئے کھانے میں وسعت کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کیلئے پورے سال کی روزی میں وسعت فرمائیں گے۔ یہ دو فضیلتیں ہوئیں۔

وصال نبی کے پچاس سال بعد

پھر جب حضور اکرم ﷺ کے وصال کے پچاس (۵۰) سال گذر گئے تو اس کے

بعد ۶۱ھ میں اسی دن حضرت حسینؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ چونکہ وقت کی کمی ہے اس لئے اس وقت مجھے واقعہ کی تفصیل عرض کرنا نہیں ہے مگر میں صرف اتنی سی بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی پوری تاریخ قربانیوں اور شہادتوں سے بھری پڑی ہے اور ہمیں فخر ہے کہ ہماری تاریخ اسلام کیلئے مر مٹنے والوں کے خون سے رنگین ہے۔ اسی لئے علامہ اقبال نے تعریف کرتے ہوئے کہا ہے۔ فرمایا کہ

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم
نہایت اسکی حسینؓ، ابتداء ہے اسماعیلؑ

اسلام سرفروشوں کا دین ہے

یہ زنانوں کا دین نہیں ہے، یہ چوڑیاں پہننے والوں کا دین نہیں ہے، یہ اس قوم کا دین ہے کہ جو اپنے ناموس اور اپنی عزت کی حفاظت کیلئے اپنی شریعت کی حفاظت کیلئے خاک وخون سے کھیلتے ہیں، ہمیں شہداء کربلا کی قربانیوں کے اوپر فخر ہے۔ حضرت حسینؓ نے اسلام کے ایک اصول کی حفاظت کیلئے دین کے ایک اصول کی حفاظت کیلئے عظیم الشان قربانی دی ہے آج ہماری یہ حالت ہے کہ اگر ہمیں کوئی گالی دے دے تو ہم لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں، اگر ہم سے کوئی پیسے چھین لے یا پیسہ لیکر نہ دے تو ہم اس طرح مرنے مارنے کو تیار ہو جاتے ہیں کہ بندوقیں بھی نکل جاتی ہیں کہ آج یوم جہاد ہے لیکن جب ہم اپنی آنکھوں سے یہ دیکھتے ہیں کہ شریعت کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ دین کو ذبح کیا جا رہا ہے، سنت رسول ﷺ کو مٹایا جا رہا ہے تو معاف کیجئے گا ہم اور آپ یہ کہتے ہوئے آنکھیں چرا کر گذر جاتے ہیں کہ یہ کام مولوی صاحب کا ہے، ہمارا نہیں ہے، چلو گھر چلتے ہیں۔

حضرت حسینؓ نے جہاد کیوں کیا؟

حضرت امام حسینؓ نے صرف اس بنیاد پر جہاد کیا کہ اسلام نے جو نظام حکومت ہمیں دیا ہے اسمیں سربراہ مملکت اور حاکم مسلمانوں کی رائے اور مشورہ سے آتا ہے وراثت کے طور پر نہیں آتا۔ وراثت کا طریقہ قیصر و کسریٰ کا طریقہ ہے، یہودیوں اور نصرانیوں کا طریقہ ہے۔ اور حضور اکرم ﷺ نے جو دین ہمیں دیا ہے اس کی ہر بات یہود و نصاریٰ سے

الگ ہے، مشرکین سے الگ ہے۔ تفصیل کا موقع نہیں ہے لیکن اگر آپ غور کریں گے تو معلوم ہوجائیگا۔

مسلمان اور یہودی کی نماز میں فرق

مثلاً نماز یہودی بھی پڑھتے ہیں اور مسلمان بھی پڑھتے ہیں لیکن دونوں کی نمازوں میں بہت فرق ہے، یہودیوں کی نماز میں امام بالکل الگ کھڑا ہوتا ہے اس کیلئے سامنے بالکل الگ ایک کمرہ سا بنا دیتے ہیں وہ وہاں پر کھڑا ہوتا ہے اور پیچھے الگ سے مقتدی کھڑے ہوتے ہیں۔ اسلام میں اس طریقے سے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، امام کو ایسی جگہ پر کھڑا ہونا چاہئے کہ جہاں سے دائیں بائیں کے نمازی امام کو دیکھ سکیں۔

جسکا مطلب یہ ہے کہ نماز کے اندر بھی یہود کا طریقہ اور ہے، مسلمانوں کا طریقہ اور ہے، اور مشرکوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جیسے ہی آفتاب نکلا سجدہ کیا، آفتاب غروب ہوا سجدہ کیا، زوال کا وقت آیا سجدہ کیا۔ اسلام نے کہا کہ ان تین وقتوں میں سجدہ حرام ہے۔ ان تینوں اوقات میں ہمارے یہاں سجدہ اس لئے حرام قرار دیا گیا تاکہ مشرکوں کے ساتھ مشابہت پیدا نہ ہو۔

واقعہ کربلا منظر، پس منظر

حضرت حسینؓ جب یہ دیکھا کہ امیر معاویہؓ کے یزید بن معاویہ کے ہاتھ میں زمام حکومت دیا جارہا ہے یعنی باپ کے بعد بیٹے کو حاکم بنایا جارہا ہے تو فرمایا کہ میرے نانا جان جو دین کی امانت چھوڑ کر گئے ہیں اسکی حفاظت کیلئے میں اپنی جان دے سکتا ہوں مگر نانا جان کے دین اور انکی سنت کو مٹتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ چنانچہ وہ بہتر (۷۲) جاں نثاروں کو لیکر جو جہاد کیلئے تشریف لے گئے اس کا مقصد یہی تھا۔

حضرت حسینؓ کا پیغام مسلمانوں کے نام

جسکا مطلب یہ ہے کہ حضرت حسینؓ نے خاک وخون میں تڑپ کر اپنا سر اپنے جسم سے جدا کروا کر قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی کہ اے مسلمانو! اللہ کے دین

کی حفاظت کا یہی طریقہ ہے جو میں نے خاک وخون میں تڑپ کر تمہیں دکھا دیا ہے اور جب مسلمان دین کی حفاظت کیلئے قربانی دیتا ہے تو پھر دین کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہوتی ہے۔ اللہ کا دین فروغ پاتا ہے اور اللہ کے دین کو شوکت حاصل ہوتی ہے۔

غرض یہ کہ حضرت حسین اور شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسلام اور اس کے اصول کی حفاظت کی خاطر قربانی دی تھی۔ آج ان کے نشانات ہمیں دین کی حفاظت کا سبق دے رہے ہیں۔

قافلہ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہے تاب دارا بھی گیسوئے دجلہ و فرات

آیئے ہم سب ملکر ان کیلئے دُعا کریں کہ اے اللہ! شہداء کربلا کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرما۔ اے اللہ! ان کو آخرت کا اعلیٰ سے اعلیٰ چین اور اعلیٰ سے اعلیٰ سکون عطا فرما۔ اے اللہ! مسلمانوں کو اسوہ حسینی پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! ان کے طریقہ پر ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین!

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه سبحان ربک رب العزة عما یصفون. وسلام علی المرسلین والحمدلله رب العلمین.

......☆......

شہادت......فضیلت واقسام

(از:۔شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ)

آنحضرت ﷺ نے حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ:

بے شک سب سے سچا کلام۔اللہ کی کتاب ہے، سب سے مضبوط کڑا تقویٰ ہے سب سے بہتر ملت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت ہے، سب سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے، سب سے اشرف کلام اللہ کا ذکر ہے، سب سے بہتر قصہ یہ قرآن ہے۔تمام کاموں میں سب سے بہتر وہ ہے جس کو عزیمت سے ادا کیا جائے اور بدترین کام وہ ہے جو نئے ہنئے ایجاد کئے جائیں سب سے بہتر طور طریقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا طور طریقہ ہے سب سے اشرف موت شہداء کی شہادت 'وران کا قتل ہے'' (حیاۃ الصحابہ)

اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ شہید کا قتل ہونا سب سے اشرف موت ہے، اشرف کے معنی سب سے زیادہ بزرگی والی، سب سے زیادہ لائق عظمت۔

قرآن کریم نے حضرات شہداء کا تیسرا درجہ بیان فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

''اور جس نے کہا مان لیا اللہ کا اور رسول اللہ کا تو یہ لوگ ہوں گے نبیوں کے ساتھ اور صدیقین کے ساتھ اور شہداء کے ساتھ اور اعلیٰ درجہ کے نیک لوگوں کے ساتھ اور بہت ہی عمدہ ہیں یہ سب حضرات رفیق ہونے کے اعتبار سے (ان سے زیادہ عمدہ رفیق کس کو میسر آسکتے ہیں؟) سورۃ النساء۔

قرآن کریم نے پہلا درجہ اللہ کے نبیوں کا بیان فرمایا دوسرا صدیقین کا، تیسرا شہداء کا اور چوتھا صالحین یعنی اعلیٰ درجہ کے نیک لوگوں کا جن کو ہم اولیاء اللہ کہتے ہیں۔ہم جیسے گناہگار مسلمان جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کریں اور

اطاعت کی کوشش کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو خوشخبری دے رہے ہیں کہ قیامت کے دن ان کا حشر نبیوں، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں۔ "ذلک الفضل من اللہ" یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نصیب فرمادے۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمادے آمین!)

تو بہرحال شہداء کا مرتبہ اللہ نے تیسرے نمبر پر فرمایا ہے انبیاء اور صدیقین کے بعد پھر شہداء کا درجہ ہے۔ اس لئے کہ سب سے اشرف واعلیٰ موت تو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے اور دوسرے نمبر پر اشرف واعلیٰ موت صدیقین کی ہے صدیقین حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے ساتھ ملحق ہوتے ہیں۔ یعنی اپنے اوصاف اور اپنے کمالات کے اعتبار سے یہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن ان کے پاس نبوت نہیں ہوتی ان کے بعد پھر جتنے امتی ہیں ان سب میں سے سب سے زیادہ شریف تر موت حضرات شہداء کی ہے۔

شہید کسے کہتے ہیں؟

ا: شہید کس کو کہا جاتا ہے؟

اصل شہید تو آپ کو معلوم ہے کہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے کافروں کے ہاتھ سے قتل ہو جائے۔ میدان جہاد میں کافروں کے ہاتھ سے جو مسلمان قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے۔

الف: حضرات فقہاء کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص میدان جہاد میں مقتول پایا گیا اور اس کے بدن پر زخم کا نشان تھا لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ اس کو کسی کافر نے قتل کیا ہے تو وہ بھی شہید کہلائے گا۔

ب: اسی طرح میدان جہاد سے کسی شخص کو زخمی ہونے کی حالت میں زندہ اٹھالیا گیا ہو لیکن دوادارو کی مرہم پٹی کی، کھانے پینے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ اس نے دم توڑ دیا تو وہ بھی شہید ہے۔

ج: اسی طرح جس شخص کو ڈاکوؤں نے قتل کر دیا یا ڈاکوؤں سے مقابلہ کرتے ہوئے وہ مارا گیا یا باغیوں سے مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا تو وہ بھی شہید ہے۔

د: اسی طرح جس شخص کو کسی مسلمان نے بغیر کسی وجہ کے ظلماً قتل کر دیا ہو تو وہ بھی شہید ہے۔

یہ شہداء کی پانچ قسمیں ہوئیں جو دنیا کے احکام کے اعتبار سے بھی شہید ہیں اور آخرت کے اعتبار سے بھی شہید ہیں۔

شہید کے احکام

شہید کا حکم یہ ہے کہ شہید کو انہی کپڑوں میں بغیر غسل کے دفن کیا جاتا ہے، اس کو کفن نہیں پہنایا جاتا اور اس کے بدن کے کپڑے نہیں اتارے جاتے، البتہ کوئی زائد کپڑے پہنایا جاتا اور اس کے بدن کے کپڑے نہیں اتارے جاتے' البتہ کوئی زائد کپڑے ہوں جیسا کہ سردیوں کے موسم میں پوستین وغیرہ پہن لیتے ہیں، جیسے صدری وغیرہ پہن لیتے ہیں یا کوئی اور بھائی کپڑا پہن لیتے ہیں ایسا کپڑا اگر کوئی پہنا ہوا ہو تو اس کو اتار دیا جائے گا اسی طرح اگر اوپر چادر دینے کی ضرورت ہو تو وہ بھی دے دی جائے گی لیکن معروف طریقے سے جیسا کہ کفن کے تین کپڑے ہوتے ہیں وہ کفن شہید کو نہیں دیا جاتا اب اس کے وجود کو ڈھانکنے کے لئے اوپر ایک چادر ڈال دیں گے شہید کے اپنے کپڑے اس کا کفن ہیں حالانکہ میت کو سلے ہوئے کپڑے تو نہیں پہنائے جاتے لیکن شہید کے لئے اس کے سلے ہوئے کپڑے اس کا کفن ہیں۔

حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ:

"وان یدفنوا ابدمائھم وثیابھم" (مشکوۃ ص: ۱۴۴)

ترجمہ: ان کو ان کے زخموں سمیت اور ان کے کپڑوں سمیت دفن کیا جائے"

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

"جو شخص اللہ کے راستے میں شہید ہوا وہ قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں اس طرح حاضر ہو گا کہ اس کے بدن سے جہاں زخم آیا تھا خون کا فوارہ پھوٹ رہا ہو گا۔ رنگ تو خون کا ہو گا لیکن خوشبو کستوری کی ہو گی۔" (مشکوۃ)

شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے

لیکن شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی امام شافعیؒ تو فرماتے ہیں کہ اس کا جنازہ بھی نہیں ہے ویسے ہی دفن کر دو تمہاری شفاعت کی اب اس کو ضرورت نہیں رہی ہے کیونکہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ: "السیف محاء للخطایا"

یعنی تلوار گناہوں کو مٹانے والی ہے۔ (کنز العمال)

کافر کی تلوار نے ہی اس کی شفاعت کر دی اور وہ بخشا گیا۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

"شہید کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرما دیتے ہیں"۔

قبر میں اس سے حساب و کتاب نہیں ہوتا، جیسا عام مردوں سے سوال و جواب ہوتا ہے اس سے نہیں ہوتا۔

لیکن ہمارے امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ شہید کا جنازہ ہے (اس پر طویل گفتگو ہے، اس علمی بحث کو یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں) کہنے کا مدعا یہ ہے کہ شہید کا یہ حکم ہے، شہید کی موت اتنی قیمتی ہے کہ جس کو رسول اللہ ﷺ اشرف موت فرما رہے ہیں۔

شہادت کی موت کا درجہ

آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی تھی اور شہداء آپ کے جوتوں کی خاک ہیں۔ آپ ﷺ تمام انبیاء کے سردار ہیں۔ اس کے باوجود آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"میرا جی چاہتا ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں (یہ سلسلہ چلتا ہی رہے)" (مشکوۃ شریف)

ذرا اندازہ فرمالیں! جس موت کی تمنا رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں، وہ موت کتنی اشرف اور کتنی قیمتی ہوگی؟ صحیح احادیث میں حضرات شہداء کے بہت فضائل وارد ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شہادت کی موت نصیب فرمائے۔ آمین!

شہید جنت الفردوس میں

ایک روایت میں ہے کہ: "حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حارثہ بن سراقہ کی

اماں ام ربیعہ بنت، براء رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں اور کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ! میرا لڑکا سراقہ آپ کے ساتھ غزوہ بدر میں شہید ہو گیا ہے اگر تو اس کی بخشش ہو گئی ہے اور وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں ورنہ میں اس پر رنج و غم اور صدمہ کا اظہار کروں اور اپنا حق ادا کروں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: حارثہ کی ماں! جنت ایک نہیں بہت ساری جنتیں ہیں، (اوپر نیچے سو جنتیں ہیں اور ہر جنت سے دوسری جنت کا فاصلہ اتنا ہے جتنا آسمان و زمین کا فاصلہ، سو جنتیں اوپر نیچے اتنی ہیں اور سب سے اوپر جو جنت ہے وہ جنت الفردوس ہے) اور تیرا بیٹا سب سے اوپر کی جنت جنت الفردوس میں ہے۔" (مشکوٰۃ)

شہید زندہ ہیں

قرآن کریم میں ارشاد ہے: اور جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جاتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں مگر اس کی زندگی کا تم شعور نہیں رکھتے (اس کی زندگی تمہارے حواس سے بالاتر چیز ہے)۔" (سورۃ بقرہ) اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"بل احیآء عند ربھم یرزقون " (آل عمران:۱٦۹)

"بلکہ وہ زندہ ہیں اور ان کے رب کے پاس ان کو رزق دیا جاتا ہے۔"

صحیح بخاری کے حوالہ سے مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ:

ترجمہ:" اللہ تعالیٰ کے عرش اعظم کے ساتھ قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں اور وہ شہداء کا مستقر ہیں وہ شہداء کے رہنے کی جگہ ہے اور سبز پرندوں کی شکل میں اللہ تعالیٰ ان کو سواریاں عطا فرماتے ہیں اور ان کی روحیں ان سبز پرندوں میں جنت کے اندر پرواز کرتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں کھاتی پیتی ہیں۔" (مشکوٰۃ)

یہ قیامت سے پہلے کا قصہ ہے قیامت کے دن ان کے ساتھ جو معاملہ ہوگا وہ تو سبحان اللہ! کیا بات ہے!

نذرانہ حیات

لوگ بارگاہ عالی میں مختلف نذرانے پیش کیا کرتے ہیں شہید اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے اس نذرانہ کو قبول فرما لیتے ہیں۔

مرنا تو سب کو ہے

باقی مرنے کو تو بالآخر سب ہی مریں گے جیئے گا کون؟ کوئی مرنا چاہے اس کو بھی مہلت آئے گی اور کوئی مرنا نہ چاہے تب بھی اس کو موت آئے گی۔

ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ ''نیک آدمی کے پاس جب ملک الموت آتا ہے تو فرشتہ اس کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ اے پاک روح! پاک جسم میں رہنے والی، اپنے رب کی مغفرت اور رحمت و رضوان کی طرف نکل، جو تجھ پر غضبناک نہیں۔ (جب وہ آدمی اپنے رب کا نام سنتا ہے تو اس وقت اس کی روح کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا اتنا اشتیاق ہو جاتا ہے کہ وہ روح بے چین ہو جاتی ہے جیسا کہ پنجرہ میں پرندہ، پنجرہ توڑ کر نکلنے کے لئے مشتاق ہوتا ہے اس مومن آدمی کی روح اتنی بے چین ہو جاتی ہے اتنے میں ملک الموت اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اتنی سہولت کے ساتھ اور آسانی کے ساتھ روح نکل جاتی ہے جیسے مشکیزہ کے منہ سے قطرہ ٹپک جاتا ہے) اور دوسرے قسم کے آدمی کے پاس ملک الموت آتا ہے تو کہتا ہے کہ اے گندی روح! جو گندے جسم میں تھی، نکل اپنے رب کے غضب کی طرف اور اس کے عذاب کی طرف (نعوذ باللہ، اللہ کی پناہ)'' (مشکوٰۃ)

روح تو پہلے ہی بدن میں سرایت کی ہوتی ہے لیکن وہ بالوں تک میں سرایت کر جاتی ہے تا کہ وہ نہ نکلے اور وہ فرشتہ پھر اس کو کھینچتا ہے اور فرمایا کہ بالکل ایسی مثال ہو جاتی ہے کہ دھنسی ہوئی روئی کے اندر گرم یا بھیگی ہوئی سلائی ماری جائے اور پھر اس کو کھینچا جائے بدن اور روح کا رشتہ چھڑانے کے لئے اس کی یہ کیفیت ہوتی ہے۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ کوئی اس دنیا سے جانا چاہے روح اس کی بھی نکلتی ہے اور جو نہ جانا چاہے روح اس کی بھی نکلتی ہے۔ لیکن شہید اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر بارگاہ الٰہی میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کی قدر افزائی فرماتے ہیں۔ ا فرماتے ہیں اس لئے فرمایا کہ: شہید کی موت اشرف موت ہے۔

شہید کی اقسام

۱۔ایک تو وہ جو دنیا و آخرت دونوں کے اعتبار سے شہید ہیں۔

۲۔اور ایک وہ جو دنیاوی اعتبار سے شہید نہیں لیکن آخرت میں اس کا نام بھی شہیدوں کی فہرست میں لکھا جاتا ہے۔ایک حدیث میں آتا ہے کہ:

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: تم شہید کس کو سمجھتے ہو؟ (جو جواب دیا جاسکتا تھا وہی دیا گیا کہ) یارسول اللہ! جو اللہ کے راستے میں قتل ہو جائے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: پھر تو میری امت کے شہید بہت تھوڑے رہ جائیں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جو اللہ کے راستے میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے اور جو اللہ کے راستے میں مر جائے وہ بھی شہید ہے اور جو طاعون کی بیماری سے مر جائے وہ بھی شہید ہے اور جو پیٹ کی بیماری سے مرے وہ بھی شہید ہے۔" (مشکوٰۃ)

اسی طرح کوئی دریا میں ڈوب کر مر گیا وہ بھی شہید، کسی پر دیوار گر گئی یا کسی حادثہ میں مر گیا وہ بھی شہید ہے، عورت زچگی کی حالت میں مر گئی وہ بھی شہید ہے بچہ جنتے ہوئے مر گئی وہ بھی شہید۔

رسول اللہ ﷺ نے ان شہیدوں کی بہت سی قسمیں بیان فرمائی ہیں جن کو معنوی شہید کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ دنیا کے احکام کے اعتبار سے شہید نہیں ہوتے ان کو غسل دیا جائے گا ان کو کفن پہنایا جائے گا ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یہ لوگ دنیا کے اعتبار سے شہید نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی فہرست میں ان کا نام بھی شہیدوں میں لکھا جائے گا۔

دنیا والوں کے اعتبار سے شہید

تیسری قسم شہیدوں کی وہ ہے جن کو ہم اور آپ شہید کہتے ہیں مگر اللہ کی فہرست میں ان کا نام شہیدوں میں نہیں ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک! وجہ یہ تھی کہ اندر ایمان صحیح نہیں تھا جان کا نذرانہ اللہ کو راضی کرنے کے لئے پیش نہیں کیا گیا بلکہ قومی عصبیت کی بناء پر قتل کیا گیا یا اپنی جواں مردی اور شجاعت کے جوہر دکھلانے کے لئے مرا، بہادر کہلوانے کے لئے مرا، بھائی! ان کے دلوں کو تو ہم نہیں جانتے کہ کس کی نیت کیا ہے؟ ہم تو اس کے ساتھ معاملہ شہیدوں کا ہی کریں گے مگر اللہ تعالیٰ دلوں کی کیفیت کو خوب جانتے ہیں وہ صرف ظاہری عمل

کو نہیں دیکھتے۔ یہ لوگ جوریا کاری کے لئے یا دکھلاوے کے لئے یا کسی اور غرض اور مقصد کے لئے قتل ہوئے چاہے میدان جہاد میں ہی قتل کیوں نہ ہوئے ہوں یہ لوگ اللہ کی فہرست میں شہید نہیں ہیں۔ دنیاوی اور اپنے علم کے اعتبار سے ہم لوگ ان کو شہید ہی کہیں گے۔ باقی راہ حق میں شہادت کی تمنا ہر مومن کو رکھنی چاہئے اللہ تعالیٰ شہادت کی موت نصیب فرمائے اور اللہ تعالیٰ شہیدوں میں اٹھائے۔ آمین!

شہادت کی موت کی دُعا

حضرت عمرؓ دُعا فرماتے یا اللہ! شہادت کی موت نصیب فرما اور اپنے رسول ﷺ کے شہر میں موت نصیب فرما۔ پھر فرماتے کہ عمر دو باتیں اکٹھی کیسے ہوں گی؟ شہادت کی موت بھی مانگتے ہو اور رسول اللہ ﷺ کے شہر میں بھی مانگتے ہو جہاد تو باہر ہوتا ہے مدینہ میں بیٹھ کر کیسے شہادت مل جائے گی؟ خود ہی سوال کرتے تھے اور خود ہی فرماتے تھے کہ: اگر اللہ چاہے تو دونوں کو جمع کر سکتے ہیں۔ اور واقعی اللہ تعالیٰ نے دونوں کو جمع کر کے دکھلا دیا اور حضرت عمرؓ کی دُعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی۔

حصول شہادت کا وظیفہ

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص روزانہ پچیس مرتبہ یہ پڑھا کرے:

اللھم بارک لی فی الموت وفی مابعد الموت

(الاتحاف ج: ۱۰ص: ۲۲۷)

"یا اللہ! برکت فرما میرے لئے موت میں ظاہرہ آنکھیں سیاہ و سفید کو دیکھتی ہیں اور دل کی آنکھیں اللہ تعالیٰ نے صحیح اور غلط کو دیکھنے کے لئے دی ہیں۔ ظاہری آنکھوں کو اور ان کی بینائی کو عربی زبان میں بصارت کہا جاتا ہے اور دل کی آنکھوں کو اور اس کی بینائی کو عربی زبان میں "بصیرت" کہا جاتا ہے اور اسی قوت بصیرت سے آدمی حق اور باطل کو پہچانتا ہے اور اسی بصیرت سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شناخت ہوتی ہے اسی بصیرت کی بناء پر اللہ تعالیٰ ایمان کی توفیق عطا فرماتے ہیں اور اسی بصیرت کی بناء پر اس معرکہ کون وفساد میں حق اور باطل کی پہچان ہوتی ہے۔ (اصلاحی مواعظ)

شہادت سیدنا حسین ابن علی المرتضیٰ رض

(از: حضرت مولانا ابوریحان فاروقی رحمہ اللہ)

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم.
الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونومن بہٖ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللہ من شرورِ انفسنا ومن سیّاٰتِ اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضلّ لہٗ ومن یّضللہٗ فلا ھادی لہٗ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ولا نظیر لہٗ ولا وزیر لہٗ ولا مشیر لہٗ ولا معین لہٗ وصل علٰی سیّد الرّسل وخاتم الانبیاء المبعوث الٰی کافّۃً لّلنّاس بشیرًا ونذیرًا وداعیًا الی اللہ باذنہٖ وسراجًا منیرًا.
قال اللہ تبارک وتعالٰی فی کلامہ المجید والفرقان الحمید
ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ امواتٌ ط بل احیاء ولکن لا تشعرون. ولنبلونّکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقصٍ من الاموال والانفس والثمرات ط وبشر الصابرین.
(البقرہ: ۱۵۴، ۱۵۵)

وقال فی موضعٍ اخر: ما کان اللہ لیذر المومنین علٰی مآ انتم علیہ حتّٰی یمیز الخبیث من الطیب. (آل عمران:۱۷۹)
وقال النبی ﷺ: الحسن والحسین سبط من الاسباط.
صدق اللہ ورسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذالک لمن

الشاهدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین.

میرے واجب الاحترام بزرگو اور دوستو! آج آپ کے سامنے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب پر جمعہ کا خطبہ ہوگا۔ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر آتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی جھلک آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے لیکن خاندانِ نبوت میں اور بھی بہت سارے افراد شامل ہیں۔

بناتِ رسول اور نواسے نواسیاں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہیں اور چار صاحبزادیوں کے چھ لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔ چھ لڑکوں میں پہلا لڑکا حضرت زینبؓ کا لڑکا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی ہیں وہ لڑکا ہے۔ اس لڑکے کا نام علی ابن ابوالعاص ہے۔ یہ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کئی سال بڑا ہے۔ دوسرا بیٹا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا بغیر نام رکھے فوت ہوگیا۔

ایک بچی ہے اس کا نام اُمامہ رکھا گیا۔ اور تیسرا نواسہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹی ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں۔

یہ تین لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی اور حضرت اُم کلثوم کی اولاد نہیں ہوئی۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تین لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ سب سے پہلے لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام انہوں نے زینب رکھا اپنی بڑی بہن کے نام پر، دوسری کا نام دوسری بہن کے نام پر رقیہ رکھا۔ اور تیسری بیٹی کا نام اُم کلثوم بہن کے نام پر اُم کلثوم رکھا۔

پھر ایک لڑکا عطا فرمایا جس کا نام حسنؓ رکھا گیا، پھر حسینؓ پیدا ہوئے، پھر محسنؓ پیدا ہوئے، اسی طرح چھ نواسے اور چار آپ ﷺ کی نواسیاں ہیں۔

ان تمام نواسوں میں سب سے زیادہ مرتبہ اور سب سے زیادہ مقبولیت اور اسلام کی تاریخ میں سب سے زیادہ ذکر اگر کسی ہستی کا ہے تو وہ سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کی ہے۔

دنیا کا ایک عجوبہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اسلام کی تاریخ کا وہ جلیل القدر انسان ہے وہ مظلوم انسان ہے کہ جس کو دشتِ کربلا میں شہید کیا گیا اور پھر ان کی شہادت پر جن لوگوں نے ان کو شہید کیا، جنہوں نے نواسۂ رسول ﷺ کو قتل کیا، جنہوں نے بلایا تھا، چودہ سو سال سے وہی طبقہ ماتم کر رہا ہے۔

دنیا میں بڑے بڑے عجوبے چشم فلک نے دیکھے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ان عجوبوں میں ایک عجوبہ یہ بھی ہے کہ قاتلانِ حسین، محبانِ حسین کہلانے لگے۔ قاتلانِ حسینؓ نواسۂ رسول کا نام لے کر ماتم کرنے لگے۔ غم کا اظہار کرنے لگے اور دنیا کا ایک طبقہ ان کے اس غم کو تسلیم کرنے لگا۔ اتنا بڑا جھوٹ چشمِ فلک نے نہیں دیکھا۔

یہ بات نہیں کہ میں اہل سنت سے تعلق رکھتا ہوں، اس لیے میں نہیں کہتا، میں کہتا ہوں کہ واضح دلائل ہیں۔ ایسے براہین کہتے ہیں کہ واضح بیانات موجود ہیں کہ میں آپ کے سامنے دلائل کھولوں گا۔ آپ کی عقل یہ تسلیم بھی کرے گی کہ نواسۂ رسول کو ان لوگوں کے علاوہ کسی اور نے شہید نہیں کیا۔ اس پر بڑے واضح دلائل ہیں۔ لیکن یہ جھوٹ ہے کہ جو پھیلا ہے اور جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ لیکن یہ جھوٹ لمبے لمبے پاؤں پھیلا کر بیٹھا ہوا ہے اور لوگوں کے قلوب واذہان میں عجیب وغریب تاثر اس نے پیدا کیا ہے۔

کہ نواسۂ رسول کو شہید کرنے والا کون ہے؟ نواسۂ رسول کا مرتبہ اور مقام کیا ہے؟ نواسۂ رسول کے خلفاء راشدینؓ کے ساتھ رشتہ داری اور تعلقات کیا ہیں؟ میں چاہتا ہوں کہ شہادت کا واقعہ سنانے سے پہلے چند منٹوں میں ان دو باتوں پر گفتگو ہو جائے۔

سیدنا حسین ؓ کی ولادت

حضرت حسین رضی اللہ عنہ پانچ شعبان ۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے یعنی ہجرت رسول کے چار سال بعد۔ جب آپ نے مکے سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، اس کے چار سال بعد یعنی جنگِ بدر کے تین سال بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

۴ ہجری پانچ شعبان کو نواسۂ رسول کی پیدائش کا دن ہے۔

حضرت اسماء کا تعارف

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب پیدا ہوئے تو ان کے لیے دایہ کا فریضہ اس عورت نے انجام دیا جو عورت بعد میں جا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی بنی، اور اس عورت کا نام اسماء بنت عمیس ؓ ہے۔ اس وقت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت جعفر طیار سے ہو تھا اور حضرت اسماء ؓ کے بطن سے جعفر طیار کے لڑکے عبداللہ بن جعفر اور محمد بن جعفر پیدا ہوئے۔ اور جنگ، غزوۂ موتہ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور اسماء ؓ بیوہ ہو گئیں تو بعد میں اس اسماء ؓ کے ساتھ کس نے نکاح کیا؟ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بھابی ہیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت علی کے بڑے بھائی ہیں۔ تو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی کی بیوی بیوہ ہو گئیں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی اس بیوہ بھابی کا نکاح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا۔

اور جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کچھ عرصہ بعد فوت ہو گئے تو یہ اسماء پھر بیوہ ہو گئیں۔ اسماء رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود نکاح کر لیا۔

جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر میں یہ عورت تھیں ان کے دو بیٹے تھے، محمد بن جعفر اور عبداللہ بن جعفر۔

جب اس اسماء ؓ کا نکاح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کو دو بچے اللہ نے عطا فرمائے، محمد بن ابوبکر اور اُم کلثوم۔

جب اس اسماء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوا تو اس کے بعد بھی ان کے دو بچے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پیدا ہوئے۔ جن میں سے ایک کا نام زید اور ایک کا نام یحییٰ تھا۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیوہ بھابی کا نکاح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا۔ اور قرآن پاک میں ہے، کافر کو لڑکی

نہ دو، نہ کافر سے لڑکی لو، جب یہ آیت اُتری کہ کافر سے نکاح جائز نہیں، اس کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسماء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا۔

روافض کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نعوذ باللہ کافر تھے۔ اب اگر ان کی یہ بات مان لی جائے تو پھر سوال ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوہ بھابی کا نکاح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیوں کیا؟ یہ اصولی بات ہے۔

تو میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ۴ ہجری ۵ شعبان کو پیدا ہوئے اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے بڑی محبت کرتے تھے۔ اس لئے بھی محبت تھی کہ حضور علیہ السلام کی اولاد کسی اور طرف سے جاری نہیں ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ تھیں۔ باقی تینوں بیٹیاں وفات سے کئی سال پہلے فوت ہو چکی تھیں اور جب بیٹی بھی زندہ ہو اور صرف ایک ہی بیٹی ہو آخر میں، تو اس کی اولاد کے ساتھ پیار اور محبت یہ فطری امر ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ اور بیٹی کوئی تھیں۔

بناتِ رسول پر دلیل

قرآن پاک نے کہا اپنی بیٹیوں، بیویوں اور مسلم عورتوں سے کہہ دو۔ اگر صرف ایک بیٹی ہوتی تو قرآن پھر بنات کا لفظ، جمع کا صیغہ استعمال نہ کرتا۔

یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونسآء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن.

جب باہر نکلا کریں تو چہرے کو ڈھانپ لیا کریں۔

یہ لفظ کس کو کہتا ہے؟ اپنی بیٹیوں سے، اپنی بیویوں سے، قرآن نے بنات جمع کا لفظ استعمال کیا۔ تو جمع کا اطلاق تو کم از کم تین پر ہوتا ہے اگر ایک بیٹی ہوتی تو اللہ بنت کا لفظ استعمال کرتا، بنات کا لفظ استعمال نہ کرتا۔ کیونکہ بنات کا معنی ہی بیٹیاں ہیں، یہ بحث اور ہے۔

میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب پیدا ہوئے تو ان کے منہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب ڈالا، سات دنوں کے بعد سر کے بالوں کے برابر

چاندی خیرات کرنے کا حکم دیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عمر میں گیارہ مہینے کا فرق ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ گیارہ مہینے بڑے تھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے۔

سیدنا ابوبکر کی نواسۂ رسول سے محبت

میرے بھائیو! ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ تھے اور مدینہ کی گلی سے گزر رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے سے آ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا علی! یہ کس کا بیٹا ہے؟ یہ بچہ جو تیرے ہاتھ میں ہے کس کا ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ میرا بچہ ہے۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تیرا بیٹا نہیں۔ انہوں نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تیرا بیٹا نہیں۔ حضرت علی نے فرمایا کہ میرا بیٹا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تیرا بیٹا نہیں۔ بھائی کیوں میرا بیٹا نہیں؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا میری بیوی ہے اس کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔ میرا بیٹا ہے۔ تو صدیق رضی اللہ عنہ نے مسکرا کر کہا: ابنٌ لِعَلِيٍّ شبهًا لِنَبِيٍّ...... بیٹا علیؓ کا ہے چہرہ مصطفیٰ ﷺ کا ہے۔

حضرت حسن اور حضرت حسین کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی مشابہت تھی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ چہرے سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے لیکن چال اور ڈھال میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔

نواسوں کے لیے جنتی لباس

خاندان نبوت نے اسلام کے لئے بڑی قربانی دی۔ عید کا دن تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ چھوٹے بچے تھے اپنی اماں سے رو رو کر کہنے لگے کہ آج عید ہے ہمیں لوگوں نے بتایا کہ آج عید ہے ہمارے پاس تو کپڑے کوئی نہیں ہمیں کپڑے دو۔

شہنشاہ کائنات کی بیٹی ہے، ساری کائنات کے سردار کی بیٹی ہے اور بچے رو کر کہتے ہیں کہ کپڑا کوئی نہیں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بچوں کو روتا ہوا دیکھ کر برداشت نہ کر سکی۔ وضو کیا دو رکعت پڑھنے کے لئے مصلے پر بیٹھ گئیں۔ سجدے میں گئیں اللہ تعالیٰ کے سامنے روئیں کہ اے اللہ! ابھی گھر میں کچھ نہیں ہے بچے کپڑا مانگتے ہیں۔

تھوڑی دیر گزری، دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ ایک آدمی آیا بڑا خوبصورت چہرہ ہے۔ اس نے کچھ کپڑے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے کپڑے کھولے بڑا خوبصورت لباس ہے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ فرماتی ہیں حضرت فاطمہ یارسول اللہ! یہ دیکھیئے، کپڑے کہاں سے آئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مدینہ کے کپڑے نہیں ہیں۔ یمن کے کپڑے نہیں ہیں، یہ تو جنت کے کپڑے ہیں۔ یہ تو جنت کا لباس ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تیرے رونے کو پسند کیا ہے اور غیب سے تیری مدد فرمائی ہے۔

سیدہ فاطمہ کا طرزِ عمل

میرے بھائیو! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کیا مقام تھا؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کیا طرز عمل تھا۔ کتابوں میں موجود ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر کوئی فقیر آتا کبھی خالی نہ جاتا۔

ایک آدمی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں سائل ہوں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے دروازے پر آیا ہوں کئی دنوں سے کچھ نہیں کھایا، میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے بیٹے بھی دو دن سے بھوکے ہیں لیکن میں تجھے خالی نہیں لوٹاتی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جاؤ یہ میری چادر ہے، یہ میری چادر لے کر مدینہ کی بستی میں چلے جاؤ۔ اس بستی میں ایک شمعون رہتا ہے۔ اس سے کہو کہ یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی چادر رہن کے طور پر رکھے اور اس کے بدلہ میں کچھ سامان دے دے۔ جب میرے پاس پیسے آئیں گے تو میں پیسے دے کر چادر واپس لے لوں گی۔

جس وقت یہودیوں کے سردار شمعون کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کی چادر گئی تو اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے، اس نے کہا کہ ساری دنیا کے سردار کی بیٹی ہے اور اپنی چادر رہن رکھ کر فقیر کو خالی نہیں لوٹاتی اور فقیر کے لئے اتنی مشقت کرتی ہے تو اس نے سامان بھی دیا اور چادر بھی واپس کر دی۔

میرے بھائیو! یہ پیغمبر ﷺ کی بیٹی کا اخلاق ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا اخلاق ہے اور شمعون نے اسی کیفیت کو دیکھ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ لیا۔

حضور ﷺ کا بتایا ہوا وظیفہ

میرے بھائیو! فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا چکی پیستی ہیں، چکی پیستے پیستے ہاتھوں پر ورم آ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غلام آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے لوگوں کو غلام دیے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ! مجھے بھی ایک غلام دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹی تجھے نوکر نہیں دوں گا۔ تجھے نوکر کی جگہ ایک وظیفہ بتاتا ہوں، ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر ہر نماز کے بعد پڑھ لیا کر تجھے غلام سے زیادہ اللہ تعالیٰ بدلہ عطا کرے گا۔

سیدنا فاروق ﷺ کی نواسۂ رسول سے محبت

میرے بھائیو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر ہے۔ جنگ [illegible] کے بعد فاروق اعظم رض کے پاس سامان آیا۔ یمن کے کپڑے آئے [illegible] لوگوں میں تقسیم کر دیے گئے۔

کتابوں میں موجود ہے کہ جتنے بھی کپڑے آئے، جتنے اور لباس آئے سب لباس اور کپڑے لوگوں میں تقسیم کر دیے۔ لیکن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی کپڑا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جسم کے مطابق ہو، سارے کپڑے چھان مارے کوئی کپڑا نواسۂ رسول کے شایانِ شان نہ آیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک خوش نہیں ہوں گا جب تک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں کو کپڑا نہیں ملے گا۔ تو یمن کے بادشاہ کو خط لکھا کہ یہ جو کپڑا آیا ہے اس سارے

کپڑے کی عظمت ایک طرف اور خاندانِ نبوت کے دولڑکوں کی عظمت ایک طرف۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ وحضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جسموں کے مطابق کپڑے بنوا کر بھیجو۔

جب یمن سے نواسۂ رسول کے جسموں کے مطابق کپڑے آئے تو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ فرمایا اتنی خوشی اپنے بیٹے کے کپڑے پہننے کی نہیں ہے جتنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں کی خوشی ہے۔

مالِ غنیمت تقسیم ہونے لگا تو اپنے بیٹے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ ۵۰۰ درہم سالانہ تجھے ملے گا۔ کسی کو دو ہزار درہم، کسی کو تین ہزار درہم، لیکن حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لئے پانچ پانچ ہزار درہم حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے وظیفہ مقرر کردیا۔

تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بدری صحابی ہوں، میں نے جرأت کا مظاہرہ کیا ہے۔ میں بڑے عرصے سے جنگوں میں جارہا ہوں۔ میرے لیے پانچ سو کا وظیفہ؟...... تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عبداللہ! تیرا نانا حسین رضی اللہ عنہ کے نانا سے بہتر نہیں ہے، تیری ماں حسین رضی اللہ عنہ کی ماں سے بہتر نہیں ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور خاندانِ نبوت

میرے بھائیو! حضرت عثمان غنی کو دیکھو، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گہرا رشتہ ہے خاندانِ نبوت کے ساتھ۔ ایک تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر، اور جب کربلا کا واقعہ پیش آیا اس سے دس سال پہلے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بیٹے عمرو بن عثمان کا نکاح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی لڑکی کے ساتھ ہوا۔ ان کے ایک اور پوتے عبیداللہ بن عمرو بن عثمان کا نکاح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی لڑکی سکینہ کے ساتھ ہوا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی لڑکی کے ساتھ ایک نکاح ہوا۔ ایک نکاح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی لڑکی کے ساتھ ہوا۔ لڑکیوں کا رشتہ، رشتہ داری یہ محبت کی دلیل ہے یا دشمنی کی دلیل ہے؟ (محبت)

میرے بھائیو! حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ بڑے عالم تھے، بڑے شاعر تھے، بڑے خطیب تھے، بڑا مرتبہ تھا، بڑا مقام تھا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ قریبی تعلق تھا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ قریبی محبت تھی۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قریبی تعلق تھا۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے کردار سے سبق

میرے بھائیو! یہی وجہ ہے کہ جب یزید اقتدار پر آیا، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کے مقابلے میں میدان میں آئے۔ اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عمر ۵۵ سال سے زیادہ تھی۔

میرے بھائیو! حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف تلوار اٹھائی، یزید کے مقابلے میں فوج لے گئے۔ یزید کی بیعت کا انکار کر دیا۔ اس پر غور کرو یہ انکار کرنا کس بات کی دلیل ہے؟ کہ سارے خلفاء جتنے گزرے ہیں ان کی خلافت صحیح ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ یزید کے خلاف تلوار اٹھاتا ہے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تلوار کیوں نہیں اٹھاتا؟ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف تلوار کیوں نہیں اٹھاتا؟ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کیوں نہیں کرتا؟......

اس لیے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت صحیح ہے۔ اس لیے نواسۂ رسول تلوار نہیں اٹھاتا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافتیں صحیح ہیں، اس لئے خاندانِ نبوت نے ان کی بیعت کی۔ خاندانِ نبوت نے ان کی تابع داری کی۔ خاندانِ نبوت نے ان کی اتباع کی۔ خاندانِ نبوت ان کے پیروکار بنے۔ خاندانِ نبوت ان کے وکیل و مشیر بنے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں نے خلفاء راشدین کی وزارت، مشیری کو قبول کیا۔

لیکن جب یزید اقتدار میں آیا تو نواسۂ رسول نے کھلے عام کہا کہ میں یزید کی بیعت نہیں کرتا۔ کیوں! یزید غلط ہے۔ اگر یزید غلط ہے تو اس کی بیعت نہیں ہو رہی۔ اگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غلط ہوتا تو اس کی بیعت بھی کبھی نہ ہوتی۔ عمر رضی اللہ عنہ غلط ہوتا تو اس کی بیعت بھی کبھی نہ ہوتی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ غلط تھے تو ان کی بیعت بھی کبھی نہ ہوتی۔

خاندانِ نبوت کا بیعت کرنا بتاتا ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سچے تھے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ سچے تھے، عثمان غنی رضی اللہ عنہ سچے تھے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سچے تھے۔ اب چند باتیں ہیں ان پر غور کریں۔

چند بنیادی باتیں

کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آسمان سے خون بہ رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے تو آسمانوں سے خون نہیں بہا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سید الشہداء کا لقب دیا، یہ میرا چچا شہیدوں کا سردار ہے، اس وقت تو خون نہیں بہا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہے اس وقت آسمانوں سے خون نہیں بہا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بیر معونہ پر جو ٦٧ صحابہ رضی اللہ عنہم شہید کیے گئے، جن کو قرآن کے قاری بنا کر قاریٔ قرآن کی حیثیت سے بھیجا تاکہ قرآن کی تعلیم عام ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر قرآن کے قاری بھیجے، ستر میں سے ٦٧ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رات کی تاریکی میں ذبح کر دیا گیا، اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری زندگی اتنے دکھ میں مبتلا نہیں ہوئے جتنے ان قاریوں کی شہادت سے ہوئے۔ ایک مہینہ تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قنوت نازلہ پڑھ کر ان کے خلاف بددعا کرتے رہے۔

اس وقت آسمانوں سے خون نہیں بہا، اتنے بڑے بڑے واقعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہوئے، خون نہیں بہا۔ کہتے ہیں کہ آسمان سے بھی خون بہہ رہا تھا اور زمین سے بھی خون بہہ رہا تھا۔ لوگوں کو رلانے کے لیے من گھڑت قصہ بیان کرنے کیلئے، نہ حقیقت سے اسکا تعلق ہے نہ قرآن سے، نہ حدیث سے، نہ تاریخ میں، کوئی واقعہ ہی نہیں ہے۔ سیدھی بات ہے کہ نواسۂ رسول ﷺ کو کوفیوں کے دھوکے سے بلایا اور بلا کر جب دیکھا کہ نواسۂ رسول یزید کے پاس جا رہے ہیں، انہوں نے آگے سے بڑھ کر ان کو شہید کر ڈالا۔ ورنہ وہ جو عورتیں خاندانِ نبوت کی تھیں ان کی گواہی کہاں جائے گی؟ ان کے بیانات کہاں جائیں گے؟ آپ دنیا میں جتنی بھی عدالتیں لگائیں، یہاں کتنی عدالتیں ہیں؟......

سول کورٹ ہے......

سیشن کورٹ ہے......

ہائی کورٹ ہے......

سپریم کورٹ ہے......!!

چار عدالتیں ہیں اور ہر قسم کی عدالت جو ہے، اپنے کیس کے فیصلوں میں گواہوں کا خیال کرتی ہے کہ چشم دید گواہ کون ہے۔ پہلی بات اور چشم دید گواہوں میں سے بھی زیادہ معتبر گواہی ہوتی ہے اس شخص کی جو اس واقعہ میں زخمی ہوا ہو جسے مضروبہ کہتے ہیں وہ گواہ ہوتا ہے۔

لیکن جو زخمی ہوا ہے اس کی گواہی زیادہ معتبر ہوتی ہے۔ اب کربلا کے میدان میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے جو افراد زخمی ہوئے، شہیدوں کے علاوہ، جو بیان وہ دیں گے وہ سب سے زیادہ معتبر ہوگا۔

جو بیان بی بی سکینہ کا ہوگا......

جو بیان فاطمہ صغریٰ کا ہوگا......

جو بیان زینب کبریٰ کا ہوگا......

جو بیان اُم کلثوم کا ہوگا......

جو بیان زین العابدین کا ہوگا......

جو قافلہ کربلا سے لٹا ہوا واپس آیا، کوفہ میں آ کر جنہوں نے خطبے دیے جو بیانات ان کے ہوں گے اس سے زیادہ معتبر بیان اسلام کی تاریخ میں اس واقعہ کے متعلق کسی کا نہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں کو کس نے شہید کیا؟ ہم کسی اور سے کیوں پوچھیں؟

مولویوں سے کیوں پوچھیں؟

پیروں سے کیوں پوچھیں؟

جھوٹے مقرروں سے کیوں پوچھیں؟

کرائے کے ذاکروں سے کیوں پوچھیں؟

ہم پوچھتے ہیں بی بی زینبؓ سے، تم بتاؤ تمہیں کس نے مارا؟

پوچھتے ہیں زین العابدینؓ سے کہ تمہارے بابا کو کس نے مارا؟

اور اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان یہ کہے کہ مجھے فلاں آدمی نے مارا ہے اور جس آدمی کی وہ نشان دہی کریں وہی آپ کو دس محرم کو پیٹتا ہوا نظر آئے تو کیا کہو گے؟...... آپ کا رزلٹ کیا ہوگا؟...... کہ جس آدمی کی نشان دہی سارے خاندان والے کریں کہ یہ ہمارے قاتل ہیں تو پھر کیا کرو گے؟ ..ر جس کی نشاندہی خاندان نبوت کرے اور اسی کو تم دیکھو کہ دس محرم کو وہی: .ن وہ؟ ...ا پیٹ رہے ہیں، کیا کرو گے؟...... کیا جواب دو گے؟...... اور کیا کرو گے ر...ِ قاتل بتاؤ گے، کون قاتل ہوگا؟.... کون مجرم ہوگا؟...... کس نے بلایا اور کون پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو ذبح کرنے والا تھا، اگر ذبح کرنے والا بھی یہی ہو۔ اور تم فیصلہ کر کے بتاؤ کہ

میں ملا کے فتوے کو کیا ...؟......

میں ذاکروں کی کہانیوں کو کیا کروں؟......

میں کرائے کے ان مقرروں کو کیا کہوں؟

جس نے پیٹ بھر لوگوں کو رُلانے کے لئے من گھڑت قصے بیان کیے اور جو زار و قطار رو رہے ہیں اور پیٹ رہے ہیں اگر انہی کو خاندان نبوت قاتل کہے تو اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں۔ قصور تو ان لوگوں کا ہے یا ہمارا قصور ہے؟

ایک بات کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کی شہادت کے عنوان پر جتنا جھوٹ بولا گیا اب تک اسلام کے کسی مسئلے پر جھوٹ نہیں بولا گیا۔

دوسری بات! کہ چشم دید زخمیوں کے بیانات کسی قتل کے کیس میں سب سے زیادہ اہم ہوتے ہیں۔

تیسری بات یہ کہ جو شہادت ہے، شہادت مصیبت ہوتی ہے یا نعمت ہوتی ہے؟...... (نعمت!) اگر شہادت مصیبت ہے تو ان لوگوں سے پوچھو کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے کیوں مانگی؟ کوئی بچہ مصیبت نہیں مانگتا۔ چہ جائیکہ دنیا کا سردار اللہ سے مانگے۔ ہوسکتا ہے؟ (نہیں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے کیوں مانگی؟ اگر مصیبت ہوتی تو کبھی نبوت اس کو مانگتی؟ کہ اے اللہ مجھے شہادت کی موت دے

دے۔اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شہادت کی دعا مانگی:

اللھم ارزقنی شھادۃً فی سبیلک......

''اے اللہ! مجھے شہادت کی موت دے دے۔''

واجعل موتی فی بلد حبیبک......

''اور مجھے موت بھی محمد ﷺ کے مدینے میں عطا فرما''۔

یہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی دعا ہے۔

اللہ تعالٰی کے راستے میں موت تو آنی ہے۔ مدینہ کے باہر، کیوں؟ مدینہ تو مسلمانوں کا شہر ہے اور مدینہ سے باہر کافروں سے جنگ ہوئی اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا قاتل ابولولو فیروز ایران کا مجوسی ہے وہ انہیں شہید کرنے کے لئے مدینہ منورہ آیا۔

میرے بھائیو! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ شہادت نعمت ہوتی ہے یا مصیبت ہوتی ہے؟ اگر مصیبت ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں مانگی؟ اگر نعمت ہے تو نعمت کے ملنے پر رونا کیسا؟ نعمت ملے تو کوئی آدمی روتا ہے؟ (نہیں) کسی کو نعمت ملے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ شہید زندہ ہوتا ہے اور یہ فیصلہ قرآن نے کیا ہے کہ شہید زندہ ہوتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ شہید زندہ ہے اور جن کا ایمان قرآن پر ہے وہ شہیدوں کا کبھی ماتم نہیں کرتا۔ کیونکہ شہید تو زندہ ہے ہمیں شعور نہیں کہ کیسے زندہ ہے!!

پانچویں بات یہ ہے کہ اسلام کی تاریخ میں صرف ایک شہید نہیں۔ اسلام کی تاریخ شہیدوں سے بھری ہوئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ۲۵۶ صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے اور خلافتِ راشدہ کے پچاس سالہ دور میں ۲۷۰۰۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ جس دن کوئی صحابی شہید نہ ہوا ہو۔

چھٹی بات یہ کہ جب سے پاکستان بنا ہے انڈیا کے ساتھ دو جنگیں ہوئی ہیں۔ ایک ۱۹۶۵ء کی جنگ اور ایک ۱۹۷۱ء کی جنگ۔ دونوں جنگوں میں لوگ شہید ہوئے۔ جو لوگ ان جنگوں میں شہید ہوئے ان کے ساتھ تمہارا کیا برتاؤ ہے؟ اگر ان شہداء کو پاکستان

کی عوام ہر سال رونے لگ جاتی، ان کا تعزیہ بناتی، ان کا جلوس نکالتی تو انڈیا کی فوج اگلے سال ہی پاکستان پر قبضہ کر لیتی۔ یہ تو پہلو کو رو رہے ہیں، آئندہ کیا بہادری دکھائیں گے۔

آپ دیکھیں کہ ۱۹۶۵ء کی لڑائی ستمبر کے مہینے میں ہوئی۔ ۶ ستمبر کو جا کر ان شہداء کی قبروں پر سلامی دیتے ہیں، خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ میجر عزیز بھٹی کی قبر پر لوگ فاتحہ پڑھنے جاتے ہیں۔ میجر طفیل ہے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ ہے۔ ان شہیدوں کے ترانے بنے۔ ان کو خراجِ تحسین پیش کیا جاتا ہے۔

اگر شہادت مصیبت ہوتی تو ان کے تعزیے نکلتے، کسی کا کسی دن، کسی کا کسی دن، کبھی عزیز بھٹی کا، کبھی میجر طفیل کا، آئندہ نہ کوئی جنگ ہوتی نہ لڑائی ہوتی۔ یہ تو پہلو کو رو رہے ہیں بعد میں کیا کریں گے!!

شہید کیلئے رونا......

شہید کے لئے ماتم کرنا......

شہید کے لیے آنسو بہانا......

شہید کے لیے تعزیے لے کر میدانوں میں آنا......

یہ شہید کے ساتھ وفا نہیں ہے۔ یہ ڈرامہ بازی ہے۔ چودہ سو سال کی تاریخ آپ دیکھ لیں کتنے لوگ شہید ہوئے۔ کتنی اذیتوں سے شہید ہوئے، جو انسان بہادری سے شہید ہوا، کسی قوم نے ان کا تعزیہ نہیں بنایا۔ کسی قوم نے ان کا ماتم نہیں کیا۔

چھٹی بات یاد رکھیں۔ یہ تعزیہ کب شروع ہوا؟ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے ۳۳۶ سال بعد۔ نواسۂ رسول ﷺ کی شہادت کے ۳۳۶ سال بعد۔ بغداد کا ایک نواب تھا، اس نے کرسی کے اوپر کپڑا ڈال کر اس کرسی کا جلوس نکالا، بعد میں آہستہ آہستہ لکڑی کا تعزیہ بنا، کبھی تانبے کا تعزیہ بنا، کبھی لوہے کا تعزیہ بنا، کبھی کاغذوں کا تعزیہ بنا اور کبھی کپڑے کے تعزیے بنے۔ یہ تبدیلی ہوتی رہی اور تعزیے بنتے رہے۔

اب بتاؤ کہ اگر تعزیہ عبادت ہے تو ۳۳۶ سال کا کیا ہوا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کی شہادت کے ۳۳۶ سال بعد تعزیہ بنا اور اس نے اسلام کو کتنا سہارا دیا؟

ساتویں بات یاد رکھیں کہ اس شعر پر غور کریں:

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؓ

یہ شعر من گھڑت ہے۔ کیسے؟ کہتے ہیں کہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کا جو کلام چھپا ہوا ہے۔، اس پورے کلام میں یہ شعر کوئی نہیں۔ یہ آیا کہاں سے ہے؟ اور یہ عقل کے خلاف ہے۔

حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؓ

کہ لا الہ کی بنا حسینؓ ہے، اگر لا الہ کی بناء حسینؓ ہے تو پھر جب فاران کی چوٹی پر کملی والے نے لا الہ کا اعلان کیا تھا، اس وقت تو نواسہ رسول پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔

حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؓ

اگر بناء لا الہ الا اللہ کی نواسہ رسول ہے تو وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت نواسہ رسول کی عمر ساڑھے چھ سال تھی، اور اس سے تقریباً چودہ سال پہلے اعلان نبوت مکہ میں کیا تھا۔ اب بتاؤ کہ جب حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا تھا تو نبی کے نواسے ابھی پیدا نہیں ہوئے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا وہ کہاں سے آیا تھا؟ جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ تپتی ہوئی ریت پر لیٹ کر کلمہ پڑھتا تھا وہ کس کی محنت تھی اور کلمہ کہاں سے آیا تھا۔

کلمہ لانے والے جبرائیل علیہ السلام......
جن پر اُترا وہ محمد مصطفیٰ ہے......
پڑھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں......

جو نبی پاک کا نواسہ چودہ سال بعد پیدا ہوا وہ کلمے کی بنیاد ہے؟ ان چودہ سالوں میں جس جس نے کلمہ پڑھا وہ کس کا کلمہ ہے؟ کہتے ہیں

حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؓ

کہ لا الہ الا اللہ کی بنیاد حسینؓ ہے۔ شرک کرتے ہو؟ من گھڑت شعر بیان کرتے ہو جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور ایک اور شعر ہے اس پر بھی ذرا غور کریں، یہ بھی

ایک شعر ہے:

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

کربلا تو پیش آئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ۴۷ سال بعد، اس سے پہلے اسلام کیا تھا؟......

بدر میں اسلام زندہ نہیں ہوا؟ جب چودہ صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔

اُحد کے پہاڑوں میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے ٹکڑے ہوئے اسلام نہیں زندہ ہوا؟......

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قرآن پڑھتے ہوئے ذبح کردیے گئے، اسلام نہیں زندہ ہوا؟......

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اسلام نہیں زندہ ہوا؟......اور تم کہتے ہو کہ:

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

کربلا آئے گی تو اسلام زندہ ہوگا، ورنہ اسلام مردہ ہے؟ ......

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سال نبوت کا اعلان کیا، اسلام زندہ نہیں تھا؟

ایک سو چودہ نے مکے میں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار نے مدینہ میں کلمہ پڑھا، اسلام مردہ تھا؟......کہاں سے آیا کلمہ؟...... یہ من گھڑت باتیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توہین، عورتوں کی توہین، بیٹیوں کی توہین، خاندانِ نبوت کی بچیوں کی توہین، کہ جناب دوپٹے اُتر گئے، کربلا کے میدان میں۔ تیری ماں کا دوپٹہ تو کبھی نہیں اترا...... تیری بہن کا دوپٹہ تو نہیں اترا...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کے دوپٹے اُتر جاتے آسمان نہ پھٹ جاتا......زمین نہ پھٹ جاتی؟......لوگوں کو رُلانے کے لئے جھوٹے قصے سناتے ہو۔

میرے بھائیو! ان سات باتوں کے بعد اب آپ کے سامنے وہ معتبر واقعہ جو نواسۂ رسول کی شہادت کا ہے، آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ۲۲ رجب ۶۰ ہجری یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تقریباً ۵۰ سال بعد ۲۲ رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں اور انہوں نے ۶۴ لاکھ ۶۵ ہزار مربع میل پر ۱۹ سال تک اسلامی حکومت قائم کی ہے۔

شہادتِ حسین کا اصل ذمہ دار

میرے بھائیو! میں آج کی تقریر میں آپ کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ مکہ اور مدینہ شیعوں کا مرکز ہے یا اہل سنت کا مرکز ہے؟ یزید جہاں حکمران تھا؟ (شام میں) کوفہ کس کا مرکز تھا؟ (روافض کا) کربلا کوفہ سے دس میل کے فاصلے پر ہے۔ کوفہ مرکز روافض کا تھا۔ مکہ و مدینہ مرکز سنیوں کا تھا، شام مرکز یزید کا تھا۔

اب دیکھیں! کہ اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ مکے مدینے میں شہید ہوتے، ذمہ دار سُنی ہوتے۔ اگر شام میں ہوتے تو ذمہ دار شام کی حکومت ہوتی۔ وہ شہید تو روافض کے شہر میں ہوئے، وہ شہید تو شیعوں کے علاقے میں ہوئے، وہ قتل تو کوفہ کے قریب ہوئے، میں کیسے مانوں کہ کسی اور نے آ کر مارا۔

جبکہ بلایا بھی انہوں نے ہو......

خطوط بھی انہوں نے لکھے ہوں......

میوے پکنے کی دعوت بھی انہوں نے دی ہو

موٹی سی بات ہے کہ مکہ مدینہ کس کا مرکز ہے؟ (سنیوں کا) اگر سنیوں کے شہر میں کوئی اور آ کر مار جاتا تو ذمہ دار سُنی ہوتے۔ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مدینہ میں کوئی لوگ یا باہر سے آ کر مار جاتے اور ان کا مقابلہ نہ ہوتا، مزاحمت نہ ہوتی، آنے والوں کو کوئی کچھ نہ کہتا، قتل کرنے والا قتل کر کے چلا گیا ہوتا اور مکہ کے لوگ تماشہ دیکھتے رہتے یا مدینہ کے لوگ تماشہ دیکھتے رہتے......

چودہ سو سال سے ہر ذی شعور آدمی، ذی عقل آدمی کہتا ہے کہ دیکھو یارو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ شہید ہو گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم دیکھتے رہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ شہید ہو گیا، ابوبکر و عمر کے ماننے والے دیکھتے رہے، مکہ مدینہ کے سُنی دیکھتے رہے۔ اگر نواسۂ رسول مکے میں شہید ہوتا، تب بھی ذمہ دار صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ مدینے میں شہید

ہوتے تب بھی ذمہ دار صحابہؓ تھے۔ صحابہ اہل سنت تھے تو اہل سنت کی ذمہ داری ہوتی کہ کوئی بکری تو نہیں مری، کوئی عام آدمی تو نہیں مرا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ شہید ہوا۔

فضائل حسین حضور ﷺ کی زبانی

وہ نواسہ جس کے بارے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! حسین روتا ہے تو محمد کا دل دُکھتا ہے۔ وہ نواسہ کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں جاتے تو وہ آ کر اوپر بیٹھ جاتا اور آپ ﷺ نواسے کے لیے سجدہ طویل کر دیا کرتے تھے۔

وہ نواسہ کہ نبی ﷺ منبر پر تشریف فرما ہیں، نواسۂ رسول چل کر آئے، گر گئے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر کر انہیں اٹھا لیتے ہیں۔

وہ نواسہ جس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: ریحان الدنیا والآخرۃ...... محمد کا دنیا اور آخرت کا پھول حسن اور حسین ہیں۔ وہ نواسہ جس کے بارے میں حضور اکرم نے فرمایا:

الحسن و الحسین سبط من الاسباط......

حسنؓ اور حسینؓ محمد ﷺ کی اولادوں میں سے اولاد ہیں۔

نواسۂ رسول کو کوفہ میں بلانے والے

میرے بھائیو! نواسۂ رسول مکہ میں شہید ہو تو میں ذمہ دار سمجھتا......

عبداللہ بن زبیرؓ کو......

عبداللہ بن عمرؓ کو......

عبداللہ بن مسعودؓ کو......

عبداللہ بن عباسؓ کو......

جو مکہ اور مدینہ میں موجود تھے میں ان صحابہؓ سے پوچھتا، ان کے دروازے پر جاتا، ان کا دروازہ کھٹکھٹاتا۔ ان کے سامنے بیٹھ جاتا، میں ان سے گفتگو کرتا، میں سوال کرتا۔ ساری اُمت مسلمہ ان کے دروازے پر جاتی کہ بتاؤ اے پیغمبر کے صحابیو! نواسۂ رسول تمہاری موجودگی میں شہید ہوا، کسی اور نے آ کر مارا، تم خاموش کیوں رہے، تم

چپ کیوں رہے؟؟

میرے بھائیو! اگر مکے میں نواسۂ رسول شہید ہوتا تو میں یہ سوال کر سکتا تھا۔ مدینہ میں شہید ہوتا تو میں یہ سوال کر سکتا تھا اور اگر شام کے ملک میں نواسۂ رسول شہید ہوتا تو میں شام کے حکمرانوں سے پوچھتا، حکومت سے سوال کرتا۔

لیکن میرے بھائیو! میں تو دیکھتا یہ ہوں کہ بارہ ہزار خطوط لکھنے والا گروہ، بارہ ہزار خطوط لکھنے والا نواسۂ رسول کو بلانے والا گروہ، ۱۵۰ آدمی بھیج کر مروانے والا گروہ موجود ہے۔ اس کی موجودگی میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ نواسے کی گردن کاٹی جا رہی ہے۔ بچوں کو شہید کیا جا رہا ہے۔ دشتِ کربلا میں خاندانِ نبوت کو پیاسا رکھا جا رہا ہے۔

سوال یہ ہے کہ میں کس کے دروازے پر جاؤں؟ مکہ میں شہید ہوں تو مکہ کے لوگوں سے پوچھتا، شام میں شہید ہوتے تو میں شام کے لوگوں سے پوچھتا، مگر شہید تو ان لوگوں کے سامنے ہوئے جنہوں نے بُلایا تھا۔ جنہوں نے بیٹوں کا واسطہ دیا تھا۔ جنہوں نے خطوط لکھے تھے۔ محبت کا اظہار کرنے والے تھے۔ اپنے آپ کو شیعانِ علی کہنے والے تھے۔

بتاؤ اگر مرکز کوفہ روافض کا ہے تو پھر ذمہ دار یہ ہیں۔ سنیوں کا ہے تو ذمہ دار سُنی ہیں۔ بتاؤ مکہ مدینہ میرا شہر تھا۔ اگر وہاں شہید ہوتے تو ذمہ دار میں ہوتا۔ شام کا ملک شام کے لوگوں کا شہر تھا وہ ذمہ دار ہوتے۔

لیکن وہ شہید کوفہ میں ہوئے۔ وہ تو شہید کربلا میں ہوئے۔ تو میں کیوں نہ کہوں کہ آج جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کا نام لے کر چیختا ہے، چلّاتا ہے، اصل میں وہ یہ سزا پوری کر رہا ہے کہ نواسۂ رسول ﷺ کو انہی لوگوں نے قتل کیا اور قتل کر کے انہی کو رونا چاہتے ہیں۔ یہ چودہ سو سال سے اللہ کی طرف سے ان کو عذاب مل رہا ہے۔ سزا ملتی جا رہی ہے کہ خود روتے ہو، خود قتل کرتے ہو۔ خود چیختے ہو، خود بلاتے ہو، اب بتائیں یہ کس نے بتایا کہ انہی نے مارا؟...... یہ کس نے بتایا کہ ہم کس کو گواہ بنائیں؟

گواہ بنانے کے لیے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ وہ لوگ جو کربلا میں زخمی ہوئے ہم ان سے پوچھیں، جو کربلا میں بیمار ہوئے ہم ان سے پوچھیں۔ جو پیاسے رہے

تھے ہم ان سے پوچھیں۔ جو عورتیں ساتھ گئی تھیں ہم ان سے پوچھیں۔ جو بچے ساتھ تھے ہم ان سے پوچھیں۔

سوال یہ ہے کہ رشتہ دار گواہ دنیا میں کوئی نہیں کہ ایک آدمی زخموں سے تڑپ رہا ہے اس کا بیان پڑھو۔ اور آج وہ بیان تاریخ کی کتابوں میں، تاریخ کے اوراق میں موجود ہے اور آج کے جمعہ میں، میں ان زخمیوں کا بیان پڑھ کر سناتا ہوں۔ فیصلہ تم نے کرنا ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل کون ہے، حسین رضی اللہ عنہ کو پیٹنے والا قاتل ہے، یا کوئی اور قاتل ہے۔

حضرت حسین ۲۸ رشعبان ۶۰ ہجری، ہجرت سے ساٹھ سال بعد، یزید تختِ حکومت پر بیٹھا ہے۔ یزید کی خواہش ہے کہ پوری دنیا میرے ہاتھ پر بیعت کرے۔ یہاں ایک اور بات یاد رکھیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں خلافت کا جھگڑا ختم کرنے کیلئے اپنے بیٹے یزید کو نامزد کیا۔ یہ اعتراض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ہوتا ہے۔ لیکن ایک بات اور کہ یزید کی اصل بدنامی، اصل یزید پر الزام نواسۂ رسول کی شہادت ہے۔ اور جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو نامزد کیا، اس وقت یہ قتل کا واقعہ پیش نہیں آیا اور پہلے کئی جنگوں میں یزید شرکت کر چکا ہے، تو انہوں نے مستقل خلافت سے جھگڑے کو مٹانے کے لئے یزید کو نامزد کیا۔ انہوں نے نیک نیتی سے بیٹے کو نامزد کیا۔ بعد میں اگر بیٹے نے غلطی کی، یا کوتاہی ہوئی، جرم ہوا تو اس جرم میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شریک نہیں ہیں۔

اس لیے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابیٔ رسول ہیں، اور کوئی صحابی بدنیت نہیں ہے۔ یہ فیصلہ اہل سنت کا ہے۔ اہل اسلام کا ہے کہ کوئی صحابی بدنیت نہیں ہوتا۔

یزید کی اصل بدنامی کربلا کے واقعہ سے ہے اور جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو نامزد کیا اس وقت کربلا کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ ان کو کیا پتہ تھا کہ اس کے دور میں نواسۂ رسول شہید ہوں گے۔ نامزد کیا اور اس نامزدگی پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ سے روانگی

جیسا کہ حضرت حسین نے اختلاف کیا۔ لیکن مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے، جنہوں نے خاموشی کو بہتر سمجھا کہ ہم خاموش رہتے ہیں، لیکن

نواسۂ رسول نے کہا کہ میں یزید کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتا۔ یہ کہہ کر وہ مدینہ سے چلے گئے، چونکہ وہاں یزید کا پیغام آیا تھا ان کے گورنر کے ذریعے کہ میری بیعت کرو، تو ۲۸ر شعبان کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ مدینہ چھوڑ کر مکہ ٹھہر جاتے ہیں۔ وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ حج کریں اور صحابہ سے ملاقات بھی یہیں کرتے، یہاں پہنچے تو کوفہ سے خط آنا شروع ہو گئے۔

اے حسین! ہم شیعانِ علی ہیں، ہم علی ﷜ کے محب ہیں، آؤ ہمارے پاس، ہم تمہارے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ ہم تمہیں خلیفہ بنائیں گے۔ ہم یزید کو ایک لمحے کے لئے خلیفہ ماننے کے لیے تیار نہیں۔ تم ہمارے پاس آؤ۔ ایک خط آیا، پچاس خط آئے، سو خط آئے، دو سو خط آئے، حتیٰ کہ بارہ ہزار خط آئے۔

خط لکھوانے والوں کے نام کیا تھے؟ اشعث بن قیس، ربیع بن عامر، یہ خط لکھنے والوں کے سردار تھے۔ جن کا اصرار ہے کہ نواسۂ رسول ہمارے پاس آئیں اور ہم ان کی بیعت کریں۔

انہوں نے خط لکھا کہ آپ ہمارے پاس آئیں ہم تم سے محبت کرتے ہیں۔ ہم تمہاری بیعت کریں گے۔ دوسرے خطوط میں لکھا کہ "پھل پک گئے، میوے لگے ہوئے ہیں، آئیں ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں"۔

ایک غلطی کا ازالہ

اور ایک غلطی کا ازالہ کریں۔ لفظ کربلا آپ سنتے رہتے ہیں۔ یہ عربی زبان میں کرب کا لفظ تھا اور کربلا جو ہے یہ عربی زبان میں اس جگہ کو کہتے ہیں جو سرسبز و شاداب ہو۔ سبز جگہ ہو۔ یہ کہنا کہ کربلا ایک میدان ہے اور وہاں نہ گھاس ہے نہ پھوس ہے اور نہ کوئی درخت ہے نہ کوئی سبزہ ہے، یہ ایسے ہی ہے۔ ورنہ آج بھی موجود ہے۔ جا کر دیکھو کتنے باغات ہیں وہاں کتنا سبزہ ہے۔

حضرت حسین ﷜ کو روکنے والے

بارہ ہزار خطوط لکھے۔ آپ ہمارے پاس آؤ۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ﷜ ان

خطوط کو پڑھ کر جانے کا ارادہ کرلیا۔ تیاری کرلی۔ تیاری جب ہونے لگی تو بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ میں موجود تھے۔ جن میں حضرت عبداللہ ابن عباس ﷺ، محدث تھے، فقیہ تھے۔ عبداللہ ابن عمر ﷺ تھے جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگو جس نے دین کا علم حاصل کرنا ہو وہ عبداللہ ابن عمر ﷺ سے سیکھے۔ حضرت فاروقِ اعظم ﷺ کے لڑکے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حدیث سیکھنی ہو وہ عبداللہ ابن عباس ﷺ سے سیکھے۔

عبداللہ ابن عباس ﷺ اور عبداللہ ابن عمر ﷺ عبداللہ بن زبیر ﷺ جن کو عربی میں عبادلہ ثلاثہ کہا جاتا ہے، تین عبداللہ...... انہوں نے حضرت حسین ﷺ کا بازو پکڑ لیا اور بازو پکڑ کر کہا نواسۂ رسول! کربلا مت جاؤ۔ کوفہ مت جاؤ۔

یہ خطوط آئے ہیں بارہ ہزار...... کھول کر دکھائے۔

عبداللہ بن زبیر ﷺ نے فرمایا، اے نواسۂ رسول! تم اسلام کی متاع ہو، تم اسلام کا سرمایہ ہو، تم دینِ مصطفیٰ ﷺ کی عظمت ہو، تمہیں نہیں پتہ کہ تمہارے باپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی مسجد میں انہوں نے شہید کیا اور قاتل کا نام عبدالرحمٰن ابن ملجم ہے، عبدالرحمٰن تو مسلمانوں کا نام ہے۔ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے شیعانِ علی۔

یہ عبدالرحمٰن ابن ملجم تو شیعانِ علی سے تعلق رکھتا تھا۔ کیا تمہارے باپ کو کوفیوں نے قتل نہیں کیا؟ کیا تمہارے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کوفہ کی جامع مسجد میں خطیب تھے، ان کے نیچے سے کوفیوں نے مصلےٰ نہیں کھینچا؟ ان کی رانوں پر خنجر نہیں مارے؟ انہیں زخمی نہیں کیا؟ (کیا ہے) پھر آپ کیوں جا رہے ہیں؟

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شاید یہ خط لکھنے والے وہ نہ ہوں اور انہوں نے توبہ کرلی ہو، تو حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ اور عبداللہ بن زبیر ﷺ نے کہا کہ کوفیوں پر اعتبار نہ کرنا، ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں تم کوفہ مت جاؤ۔

حضرت مسلم بن عقیل کی کوفہ میں آمد

حضرت حسین نے فرمایا کہ میں جانے سے پہلے اپنے تایازاد بھائی مسلم بن عقیل

رضی اللہ عنہ کو بھیجتا ہوں کہ وہ وہاں جا کر تحقیق کریں کہ کیا یہ لوگ واقعی ہمارے ساتھ ہیں؟

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ چل پڑے، کوفہ پہنچے، کوفہ کے لوگوں نے استقبال کیا۔ بڑا استقبال، بڑے نعرے لگائے۔ تاریخ کہتی ہے کہ رات کا استقبال تھا، اگلے دن فجر کی نماز میں بارہ ہزار کوفیوں نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو تمہارے ہیں۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ یہ تو بڑے محب ہیں۔ انہوں نے لکھا کہ میں، کہ حسین! آ جاؤ۔ کوفی ہمارے ساتھ ہیں۔ یہ گہری سازش تھی۔ اس سازش میں کوفہ کے لوگوں کو شیعانِ علی نے جکڑا ہوا تھا۔

نمازِ ظہر کے وقت کل چار سو آدمی رہ گئے اور عصر کی نماز میں چھ آدمی تھے۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے پیچھے، اب بھی کوئی اور مار گیا؟

میں ایک آدمی کو خط لکھ کر بلاؤں کہ میرے پاس آؤ، وہ میرے مکان میں آئے، میرے سامنے کوئی اسے آ کر قتل کر ڈالے، میرے مکان میں ہو مجھے قتل سے بری کر دیا جائے گا؟

یہاں تک تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ کوئی بلائے اور اس کے گھر میں قتل کر دیا جائے تو وہ بری نہیں۔ کیا یہ بات وہاں نظر نہیں آتی؟

چودہ سو سال سے جو جھوٹ بولا جا رہا ہے، جو فراڈ دنیا میں ہو رہا ہے، جو بدمعاشی شیعہ کی طرف سے ہو رہی ہے، اس کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ اتنا بڑا فراڈ، چھوٹی چھوٹی باتوں میں عدالتوں کے فیصلے مان لیتے ہو۔ یہاں تمہیں فیصلہ نظر نہیں آتا کہ نواسۂ رسول ابھی کے نہیں تھا۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا استقبال ہوا، بارہ ہزار آدمی ساتھ ہیں۔ ظہر کے وقت چار سو رہ گئے اور عصر کے وقت چھ، ہمیں خوف ہے، ہمیں حکومت سے ڈر ہے، ہم پر دباؤ ہے، بھائی دباؤ ہے بارہ ہزار پر، چلو دباؤ ہے، تو تم اس ایک انسان کو تو سنبھالو۔ اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا اور صبح دس بجے سے پہلے دفن کر ڈالا، مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ خلافت لینے تو نہیں آیا تھا اور وہ بیچارہ بیعت لینے تو نہیں آیا۔ مظلوم تھا خبر لینے آیا تھا۔ آتے ہی بارہ ہزار آدمی، پھر چار سو آدمی بچے، چھ آدمی، پھر جب وہ شہید ہوئے تو ایک بھی ان کے ساتھ شہید نہیں ہوا۔ چلو دس بیس کوئی ان کے ساتھ مر جاتے پھر بھی ہم کہتے کہ کوئی اور مارنے آیا تھا۔ کئی آدمی مزاحمت

کرتے ہوئے مارے جاتے کوئی بات تو ہوتی، کوئی دلیل تو ہوتی۔

میرے بھائیو! اس پر غور کرو کہ نواسۂ رسول کو پیغام مل گیا۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا کہ بارہ ہزار آدمیوں نے میری بیعت کی ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکے سے چلے اور چلتے ہوئے بھی اہل سنت کے امام عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے نواسۂ رسول! کوفیوں پر بھروسہ نہ کرنا۔ انہوں نے کہا کہ بارہ ہزار کی بیعت کا خط آیا ہے۔ انہوں نے پھر کہا کہ بھروسہ نہ کرنا۔

روکنے والے سنی اور بلانے والے روافض...... فیصلہ ہو گیا!!

اب ذمہ دار کون ہوگا؟ کسی رافضی سے بات کرو، اسے کہو کہ صرف اتنا بتادو کہ بلایا کس نے تھا؟ صرف ایک بات پوچھو کہ بلایا کس نے تھا؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے بلایا تھا، یا کہیں گے کہ بلانے والے اور تھے ہم اور ہیں۔ ان کو کہو کہ تم ان کی اولاد ہو وہ اپنے آپ کو کہتے تھے شیعانِ علی۔ ہم علیؓ کے شیعہ ہیں۔ اور ان سے کہو کہ تم بتاؤ تم کیا کہتے ہو؟ کہتے ہیں کہ یہ شیعانِ علی ہیں۔ وہ بھی شیعانِ علی اور تم بھی شیعانِ علی، اور مار کوئی اور گیا!!

حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت

میرے بھائیو! بلانے والے روافض اور روکنے والے سُنی اور جب مقامِ واقصہ پر یہ قافلہ پہنچا، جو سعودی عرب سے عراق کو راستہ جاتا ہے اس کے راستے میں یہ مقام واقصہ ہے۔ تو ایک آدمی نے آکر کہا کہ نواسۂ رسول! یہاں سے واپس چلے جائیں، کیونکہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے اور کوفی بھی بے وفا ہو گئے ہیں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے نے فیصلہ کیا کہ چلو ہم واپس چلتے ہیں لیکن مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے بھائیوں نے کہا کہ نہ ہم خود جائیں گے نہ آپ کو جانے دیں گے۔ ہم اپنے بھائی کا بدلہ لے کر جائیں گے۔

نواسۂ رسول چلے اور کوفہ میں پہنچے، کربلا سے کوفہ آگے ہے۔ مکے سے تمام راستہ

اس طرف جانے کے لیے پہلے کوفہ آئے گا، دس میل چلنے کے بعد کربلا آئے گی، پھر آگے شام کا ملک آئے گا، انہوں نے روک لیا۔

حضرت حسین ﷛ کا غداروں سے خطاب

حضرت حسین ﷛ کو ان لوگوں نے روکا۔ حضرت حسین ﷛ نے مجمع کو جمع کیا، کہا کوفیو! تم نے ہمیں بلایا ہے۔ ہمیں بلا کر مسلم بن عقیل ﷛ کو تم نے شہید کر دیا۔ سارے خاموش ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ یزید کا گورنر راستہ روکتا ہے۔ تو تم میرا ساتھ دو۔ اگر گورنر یزید میرا راستہ روکے، میری بیعت سختی سے لینا چاہے تو تم میرا ساتھ دو گے؟ انہوں نے انکار کیا۔

حضرت حسین ﷛ نے کہا خطوط والا تھیلا نکالو۔ اونٹ کے کجاوے سے بارہ ہزار خطوط کا تھیلا نکالا گیا۔ حضرت حسین ﷛ نے خط پڑھے۔ خط میں لکھا ہے کہ "پھل پک گئے ہیں میوے لگ گئے ہیں، نواسۂ رسول آئیں ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں، ہم آپ کی بیعت کر لیں گے۔"

یہ اشعث بن قیس کا خط ہے۔ اس سے پوچھا کہ یہ خط تمہارا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ میرا خط ہے۔ تم نے بلایا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں جی میں نے بلایا ہے۔

آج تم ہمارا ساتھ نہیں دیتے ہو؟

اس نے کہا کہ نہیں دیتے ہیں۔

کیوں، بلایا نہیں؟

اس نے کہا کہ ہم مجبور ہیں حکومت کی مجبوری ہے!!

حضرت حسین کوفہ میں

نواسۂ رسول وہاں پہنچے، چوک میں کھڑے ہو کر فرمایا، اشعث بن قیس تو کہاں ہے؟ اور سلیمان ابن ربیع تو کہاں ہے؟ آؤ آؤ میں نبی ﷺ کا نواسہ تمہارے شہر میں آیا ہوں۔ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا چشم و چراغ تمہارے دروازے پہ آیا

ہوں.....تم نے خط لکھ کر مجھے بلایا ہے، میرا بھائی کہاں ہے؟...... مسلم بن عقیل کی لاش کہاں ہے؟...... مسلم بن عقیل کی لاش کے ٹکڑے کہاں ہیں؟......

تم نے بے یارو مددگار مسافر کو ذبح کر ڈالا، تم نے یہ نہ دیکھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا بیٹا ہے، نبی کے خاندان کا چشم و چراغ ہے، بتاؤ کیا یہ خط تم نے نہیں لکھے؟ کوفہ کی جامع مسجد میں جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے وہاں نواسۂ رسول نے وہ خط پڑھ کر سنائے۔ او کوفہ کے لوگو! تم نے یہ خط لکھ کر ہمیں بلایا تھا، تمہارے خط پڑھ کر آ گیا، لیکن اس وقت جو وہاں لوگ جمع تھے کوئی بھی نہ بولا، کسی نے یہ نہیں کہا کہ ہم نے خط لکھ کر بلایا تھا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے۔ ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ اگر نواسۂ رسول شام پہنچ گئے کہیں یزید ان کی شرطوں کو تسلیم نہ کر لے، حکومت کی فوجیں ساتھ ہیں اور وہ بھی ساتھ ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوفہ سے چلے، نو میل کے فاصلے پر کربلا کا میدان ہے وہاں پہنچتے ہیں، یہ لوگ بھی وہاں پہنچے تھے، کون لوگ؟ جنہوں نے بلایا تھا اس خیال میں کہ نواسۂ رسول وہاں پہنچ کر اپنی شرطوں کو منوا لے گا، شرطیں مانی جائیں گی، ہمارا قیمہ قیمہ ہو جائے گا، ہم تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دشمن ہیں، ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دشمن ہیں، خاندانِ نبوت کا سہارا لے کر ہم نے ان کو چلتا تھا، لیکن اب تو بات درمیان سے نکل گئی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شرائط

مجھے بتاؤ کیا تمہاری کتاب جلاء العیون میں یہ نہیں لکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا مجھے چھوڑ دو یا میں سرحدوں پر چلا جاؤں، مجھے چھوڑ دو۔ اگر یزید میری باتوں کو مان لے تو میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں، یا مجھے چھوڑ دو میں مدینہ واپس چلا جاؤں...... لیکن اس وقت کوئی آدمی ان کی حامی بھرنے والا نہیں تھا، کوئی آدمی ان کا ساتھ دینے والا نہ تھا۔ او بدمعاشو! تم بتاؤ، پیغمبر کے نواسے نے چوک میں خطبہ دیا، اور خط لکھنے والو کہاں گئے ہو، یہ میرے پاس بارہ ہزار خطوں کی بوری ہے تم نے مجھے بلایا تھا تمہارے کہنے پر میں آیا تھا۔

میرے بھائیو! تم فیصلہ کر کے بتاؤ تم عدالت لگاؤ میں تمہارے دروازے پر آیا

ہوں، تم جج بن جاؤ...... تم وکیل بن جاؤ...... تم آؤ انصاف کرنے کے لئے...... مجھے بتاؤ تم مجھے خط لکھ کر بلاؤ، آدمی بھیج کر بلاؤ، جب میں تمہارے دروازے پر آؤں، تمہارے در پر مجھے تیسرا آدمی قتل کر ڈالے اور اس کے بعد تم خاموش ہو جاؤ، تم کچھ بھی نہ کہو، تم اس کا ہاتھ بھی نہ پکڑو، تم اس کے ساتھ زخمی بھی نہ ہو جاؤ، تم قاتل سے یہ بھی نہ کہو کہ یہ میرا مہمان ہے اسے چھوڑ دے، یہ میرے پاس آیا ہے، اسے چھوڑ دے...... اور تمہارا تو بال بھی بیکا نہ ہو...... تمہارے تو ماتھے پہ پسینہ بھی نہ آئے...... تمہیں کچھ بھی نہ ہو۔ مجھے بتاؤ جب یہ واقعہ ہو جائے تمہارے دروازے پر مجھے ذبح کر دیا جائے اور تمہیں کچھ بھی نہ ہو، میرے ساتھ میرے چھوٹے بچے ہوں ان کو بھی مار دیا جائے، ذبح کر دیا جائے، ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں اور پھر میں تمہارے بزرگ کا بھی لڑکا ہوں، تمہارے پیر کا لڑکا ہوں، تمہارے پیشوا کا لڑکا ہوں اور خط لکھ کر تم نے بلایا ہو، زار و قطار رو کر بلایا ہو اور اس کے بعد آدمی بھیج کر بلایا ہو، جب میں اپنے بچے لے کر تمہارے پاس آ جاؤں تمہارے دروازے پر مجھے ذبح کر دیا جائے، میرے ٹکڑے کر دیے جائیں، مجھے پانی نہ پوچھا جائے، ہائے میرے سارے خاندان کی بچیاں وہاں بلک بلک کر، وہاں پردے میں بیٹھ کر پریشان ہو جائیں لیکن تم خاموش ہو جاؤ، تم فیصلہ کر کے بتاؤ میں قاتل کس کو کہوں؟......

میں بدمعاش کس کو کہوں؟......

میں مکار کس کو کہوں؟......

میں غدار کس کو کہوں؟......

میں سازشی کس کو کہوں؟......

میں فریبی کس کو کہوں؟......

فیصلہ تم کرو عدالت تمہارے پاس ہے!!

چلو اس کو بھی نہیں مانتے، نہ مانو، میں آگے چلتا ہوں۔ کوفہ سے آگے چلے گئے، کربلا کا میدان آ گیا، وہاں آ کر دس محرم کو نماز ظہر کے بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو شہید کر دیا گیا، ذبح کر دیا گیا، بچوں کو ذبح کر دیا گیا، بچوں کے حلق سے تیر اُتار دیے

گئے، وہاں پانی نہ ملا، وہاں تڑپ تڑپ کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں نے جان دے دی، وہاں وہ لوگ خیموں میں تڑپتے رہے۔

عورتیں بے پردہ ہو کر چوکوں میں پھریں اور کہیں ہم فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نام لیوا ہیں، کس فاطمہ کی؟ جس نے کہا تھا کہ میرا جنازہ رات کو اٹھانا۔ علی ﷺ نے فرمایا، اے فاطمہ! تیرا جنازہ دن کو اٹھائیں گے دیہاتوں کے لوگ بھی آ جائیں گے۔ فاطمہ نے فرمایا، اے علی! میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہوں جس کے چہرے کو یا مصطفیٰ ﷺ نے دیکھا ہے یا مرتضیٰ ﷺ نے دیکھا ہے، میں چاہتی ہوں میں مر جاؤں میرے کفن پر بھی غیر محرم کی نظر نہ پڑے۔

کرو فیصلہ، عدالت لگی ہے، لاشیں پڑی ہیں، مقتول پڑے ہیں، شہید پڑے ہیں، بکری نہیں مری، جانور نہیں مرا، خاندانِ نبوت کا چشم و چراغ پڑا ہے، جس کے ہونٹوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ دیتے تھے۔ اس کی لاش پڑی ہے، جس کے چہرے کو دیکھ کر میرے رسول ﷺ نے فرمایا:

ریحان الدنیا و الآخرۃ......

''حسنؓ و حسینؓ کا چہرہ دنیا اور آخرت کا پھول ہے''۔

آج یہ پھول مرجھا چکا ہے۔ اس کی پتیاں بکھر گئی ہیں اس کی مہک بکھر گئی ہے لیکن اس کی لاش خیموں میں پڑی ہے، مجھے بتاؤ، گھوڑوں کے ٹاپوں نے ان کے جسم کو روند ڈالا۔ ہائے کون آئے، بارہ ہزار کوئی کہاں تھے؟...... خط لکھ کر بلانے والے کہاں تھے؟ سلیمان ابن ربیع کہاں تھا؟ اشعث بن قیس کہاں تھا؟ چیخنے والا کہاں تھا؟ نو میل فاصلہ اور تمہیں کچھ بھی نہ ہو، ایک آدمی بھی تمہارا نہیں مرا، بچے قربان ہو گئے، بیٹیاں قربان ہو گئیں علی اصغر ذبح ہو گیا، نبی کا نواسہ شہید ہو گیا اور زخمی زین العابدین خیمے میں کراہ رہا ہے، اوئے تم فیصلہ کر کے بتاؤ میں کس کو قاتل کہوں، بلانے والے کو کہوں، میں ماننے والے کو کہوں، خط لکھنے والے کو کہوں!!

جب یہ قافلہ قتل ہو گیا، بچے قربان ہو گئے، ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے،

سکینہ بچ گئی، فاطمہ بچ گئی، روتی ہوئی زینب بچ گئی، زین العابدین زخمی بچ گیا، یہ چند سواریوں پر سوار ہو کر کوفہ پہنچے اور وہاں جا کر انہوں نے کیا کہا (میری بات نہ مانو، زینب کی بات مان لو، چشم دید گواہوں کی بات مانو) تمہاری عدالت ہے، جج تم ہو، منصف تم ہو، عدالت تمہاری ہے فیصلہ کر کے بتانا سپریم کورٹ تم ہو، ہائی کورٹ تم ہو، سیشن کورٹ تم ہو!!

مسلمانو! چلو میں تو چیختا ہوں، میں تو چلاتا ہوں، میں تو واویلا کرتا ہوں، نبوت کا گلشن اُجڑ گیا، خاندانِ نبوت اُجڑ گیا، مہک اُجڑ گئی، گلستانِ نبوت ویران ہو گیا، شمعِ رسالت کے پھول مرجھا گئے، میں چیختا ہوں میری بات نہ مانو، آؤ میں اور آپ مل کر دروازے پر چلیں زینبؓ کے، دروازے پہ چلیں زین العابدینؒ کے...... آؤ پوچھیں اُم کلثومؓ تجھے دُکھ کس نے دیا؟ تجھے کس نے مارا؟ تجھے کس نے واویلا کرنے پر مجبور کیا؟ تیرے بھائیوں کو ذبح کس نے کیا؟ علی اصغر کا خون کس نے بہایا، تیر کس نے چلائے؟ زخمی کس نے کیا؟ قربان کس نے کیا؟ اور اگر میں اور آپ مل کر ان زخمیوں سے پوچھیں، جو زخمی بتائیں اس کو تو مان لو گے؟ زخمیوں کی بات کو تو مانو گے؟ مانو گے یا نہیں مانو گے؟ میری بات نہ مانو، تم کہو گے یہ سپاہِ صحابہ والے ہیں، یہ غلط بیانی بھی کر سکتے ہیں، یہ تو دشمنی کی بات پر، مخالفت کی بات پر بات کرتے ہیں اور اگر میں کہوں کہ میری بات نہ مانو، بات مانو اُم کلثوم کی، بات مانو زینب کی، تم کہو گے یہ عورتیں تھیں۔ چلو زین العابدینؒ کی بات مانو، وہ زخمی تھا اس سے خاندانِ نبوت کی اولاد چلی تھی۔ ان سے سارا خاندانِ نبوت بڑھا تھا۔ سارے سیدوں کی اولاد زین العابدین سے آگے بڑھتی ہے، بارہ امام اسی سے چلے تھے۔ ساری امت اسی سے چلی تھی، سارا رسول کا خاندان اسی سے چلا تھا۔ ان کی بات آج کہاں سے یاد آ گئی، ان کے بیانات کہاں سے آ گئے، ان کے بیانات میری کتاب میں ہوں تو دیوار پر مار دو، میرے رسالے پر ہوں تو دیوار پر پھینک دو، میری الماری میں ہوں، لیکن اگر رجسٹر بھی تمہارا ہو، اگر یاد داشت بھی تمہاری ہو، اگر لائبریری بھی تمہاری ہو اور تمہارے آدمیوں نے غلطی سے لکھ دی ہو...... سچی بات لکھ دی ہو تو پھر بتاؤ قاتل کون تھا؟ پھر مجھے کہہ لینے دو۔

تم ہی قاتل تم ہی مخبر، تم ہی منصف ٹھہرے
اقرباء میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر؟

حضرت فاطمہ صغریٰ کا پہلا خطبہ

یہ میرے پاس کتاب ہے، بڑی دکھ کی بات ہے کتاب کا نام ہے ''بحار الانوار'' یہ ملا باقر مجلسی کی کتاب ہے...... ملا باقر مجلسی شیعہ مجتہد ہے...... یہ بحار الانوار کتاب اُسی جلدوں میں ہے یہ بھی یادرکھئے۔ یہ پہلی اور دوسری جلد ہے۔

''بحار الانوار'' کے صفحہ ۱۳ پر حضرت فاطمہ صغریٰ (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی) کی طرف زید بن موسیٰ منسوب کرتا ہے کہ جب حضرت فاطمہ صغریٰ کربلا سے کوفہ میں آئیں تو آپ نے حسب ذیل خطبہ پڑھا:

''حمد وصلوٰۃ'' اس قدر جتنے سنگریزے صحراء میں اور زمین میں جتنے جنت کی عرش سے تابعرش چیزیں ہیں میں اسی کی حمد کرتی ہوں، اُسی پر ایمان وتوکل رکھتی ہوں، اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ اس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور گواہی دیتی ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد دریائے فرات کے کنارے پر بے جرم وخطا ذبح کردی گئی...... پالنے والے میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں اس امر سے کہ میں تجھ پر جھوٹ باندھوں جو عہد تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لیا ہے ان کے خلاف کہوں، وہ علیؓ جن کا حق چھین لیا گیا...... جن کو مدعیانِ اسلام کے سامنے خدا کے گھر میں شہید کردیا گیا، جس طرح کل ان کی اولاد کو قتل کیا گیا خدا ان جھوٹے مسلمانوں کو غارت کرے، جنہوں نے نہ تو ان کی حیات میں ان لوگوں پر ظلم دور کیا نہ ان کی شہادت کے بعد، اور آخر میں جا کر خطبے میں کہنے لگیں:

دوسرا خطبہ

اما بعد! اے اہلِ کوفہ (یہ کس کے لفظ ہیں؟ حضرت فاطمہ صغریٰ کے، کیا کہا؟) ملاے اہلِ کوفہ! غدار ومتکبرو! تم کو معلوم ہو کہ ہم وہ اہل بیت ہیں جن کو تمہارے ذریعے آزمایا

گیا ہے اللہ نے ہماری آزمائش کو بہتر قرار دیا اس نے اپنا علم وفہم ہمیں عطا فرمایا لیکن تم نے ہمیں جھٹلایا، ہمارے شرف کا انکار کیا، ہمارے ساتھ جنگ کو حلال سمجھا، ہمارے اموال کو مالِ غنیمت جانا، جیسے ہم اولادِ رسول نہ تھے بلکہ ترکہٗ اوقاف تھے، یا کفار کی اولاد تھے، جیسا کہ تم نے کل ہمارے جدّ امجد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا، تمہاری تلواروں سے ہم اہل بیت کا خون ٹپک رہا ہے، تم نے اپنے پچھلے کینوں کو نکال کر اپنے دلوں کو ٹھنڈا کیا اور اللہ کے خلاف اپنی جرأت کا مظاہرہ کیا، تم نے ہمارے ساتھ نہیں بلکہ اللہ کے ساتھ مکر کیا، اللہ تعالیٰ تمہارے اس مکر کا جواب دینے والا ہے''۔

حضرت اُم کلثوم کا خطبہ

میری بات نہ مانو، فاطمہ صغریٰ کا فیصلہ مانو۔ چلو آگے چلتے ہیں، یہ خاندانِ نبوت کی ایک عورت کا بیان ہے، آگے چلیں حضرت اُم کلثوم نے خطبہ شروع کیا اور فرمایا:

''اے اہل کوفہ بُرا حال ہو تمہارا، اس لیے کہ تم نے حسین کو چھوڑا اور اس کو قتل کیا۔ مال اسباب ان کا لوٹ لیا ان کو اپنا ورثہ گردانا، ان کے اہل بیت کو قید کیا، ہلاکت ہو تم پر اور رحمت سے دوری ہو تمہارے لیے...... وائے ہو تم پر آیا جانتے ہو کس بلا میں گرفتار ہوئے، کیسے خون تم نے بہائے؟...... کس کی لڑکیوں کو تم نے بے پردہ کیا اور کیسے اموال کو تم نے لوٹ لیا، ایسے شخص کو تم نے مارا جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام عالم سے بہتر تھا، تمہارے دلوں سے رحم اُٹھ گیا، (اس کے بعد کئی شعر اس مضمون کے آگے آئے) اور آگے کہا افسوس ہو تم پر تم نے میرے بھائی کو بے گناہ قتل کیا''۔

یہ کس نے کہا؟ حضرت اُم کلثوم کا خطبہ، فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی بیٹی کا خطبہ، میری بات نہ مانو، حضرت فاطمہ صغریٰ اور اُم کلثوم کی بات تو مانو، مانتے ہو؟؟

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کا خطبہ

ہم آگے بڑھتے ہیں، آگے بڑھ کر اس خطبے کا اقرار کرتے ہیں، اس خطبے کا اعلان کرتے ہیں جو خطبہ زین العابدینؓ نے دیا۔

زین العابدینؑ نے کہا کہ اے کوفہ کے لوگو! تمہارے سے بڑا ذلیل دنیا میں کوئی نہیں، تم قیامت کے دن میرے نانا کو کیا جواب دو گے؟ قیامت کے دن جہنم کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ تم نے ہمیں نہیں بلایا تھا؟ تم نے خط نہیں لکھا تھا؟ کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ پھل پک گئے ہیں، تم نے نہیں بلایا؟ پھر تمہارے مردوں نے ہمیں قتل کیا۔

جب کوفہ کی عورتیں خاندانِ نبوت کے لٹے ہوئے قافلے کو دیکھ کر رونے لگیں تو حضرت اُم کلثومؑ نے یہ خطبہ بھی فرمایا کہ وائے ہو تم پر، تم ہم کو روتی ہو، تمہارے مردوں نے ہمیں قتل کیا، تمہارے مردوں نے ہمیں ذبح کیا، اب تم ہمیں روتی ہو؟ تمہارے لیے جہنم کی سزا ہے اور تم جہنم میں جاؤ گی اور یہ فیصلہ قیامت کی صبح ہو کر رہے گا۔

آپ مجھے بتاؤ کہ یہ خطبہ زین العابدینؑ کا آیا ہے، حضرت زینب کا آیا ہے، اُم کلثوم کا آیا ہے، فاطمہ صغریٰ کا آیا ہے، اس فیصلے کے بعد اب تم بتاؤ قاتل کون ہے؟ مقتول کون ہے؟ ظالم کون ہے؟

کتاب کس کی ہے؟ شیعہ کی، فیصلہ کس کا ہے؟...... فیصلہ خاندانِ نبوت کا۔ فیصلہ کس کا، اعلان کس کا؟ فیصلے والا کون؟ خاندانِ نبوت فیصلہ لکھنے والا ہے، میں نے تو نہیں لکھا۔ فیصلہ کر کے بتاؤ۔ چودہ سو سال سے حسینؓ کو قتل کرنے کے بعد پورے ملک میں چوکوں و چوراہوں پر واویلا کرنے والوں کا پردہ آج ہم نے اتار دیا۔

میرے بھائیو! اس اہم دستاویز کے بعد کیا تم اس فیصلے پر نہیں پہنچے ہو کہ نواسۂ رسول کو قتل کرنے والا شیعانِ علی کا وہ گروہ ہے جو چودہ سو سال سے سینہ پیٹ کر اپنی سزا پوری کر رہا ہے!!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

(تقریر دلپذیر، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ)

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم . بسم الله الرحمن الرحيم. ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات، بل احياء ولكن لا تشعرون.

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

حضرات! آج ماہ محرم الحرام کی مناسبت سے میں "شہادت حسین" کے زیر عنوان کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

ہم اہلسنت والجماعت تمام اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ویسی ہی عزت کرتے ہیں اور ان سے سچی عقیدت اور محبت رکھتے ہیں جس طرح شیعہ صاحبان ان کے مداح اور ان کی محبت کے دعویدار ہیں چنانچہ عقیدہ اہلسنت میں امام حسینؓ کے مناقب کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے جب یہ آیت نازل ہوئی ندع ابناء نا وابناء کم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ اور فاطمہؓ اور حسنؓ اور حسینؓ کو بلایا اور فرمایا اے اللہ میرے اہل بیت یہ لوگ ہیں۔ (مسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حسنؓ بن علیؓ سے بڑھ کر کوئی شخص زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں تھا۔ اور حسینؓ کے متعلق بھی فرمایا کہ وہ بھی سب سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ (بخاری شریف)

حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص علیؓ اور فاطمہؓ اور حسنؓ اور حسینؓ سے لڑے گا میری ان سے لڑائی ہے۔ اور جو ان سے صلح کرے گا میری اس سے صلح ہے۔ (ترمذی)

یہ مناقب مشتے نمونہ از خروارے کی حیثیت رکھتے ہیں اگر سب جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔

جس طرح ان مناقب سے اہل السنۃ والجماعۃ اتفاق رکھتے ہیں اسی طرح اس اندوہناک، دردناک داستان ظلم وستم یعنی حادثہ شہادت سیدنا حسینؓ سے بھی سنیوں کا اتفاق ہے۔ چنانچہ احباب کی اطلاع کے لئے اس کا ذکر کان مناسب معلوم ہوتا ہے۔

واقعات متعلقہ کربلا کی تمہید

حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی میں ان کا بیٹا یزید ولی عہد مقرر ہو چکا تھا۔ چنانچہ امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ یہ واقعہ ماہ رجب ۶۰ھ دمشق میں ہوا۔ یزید نے تمام ملکوں میں اپنے حکام کی طرف فرمان بھیجا کہ میرے حق میں لوگوں سے بیعت کی جائے۔ اسی ضمن میں اس نے مدینہ منورہ کے حاکم ولید بن عقبہ کو لکھا کہ حضرت حسینؓ سے یزید کے حق میں بیعت لی جائے سیدنا حسینؓ نے بیعت نہیں کی کیونکہ یزید فاسق، شرابی اور ظالم تھا۔ اس کے بعد حضرت حسینؓ ۴ شعبان ۶۰ھ کو مکہ معظمہ روانہ ہو گئے اور مکہ معظمہ میں جا کر قیام فرمایا۔

اہل کوفہ کی طرف سے دعوت

حضرت علیؓ نے چونکہ کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا ہوا تھا اس لئے وہاں اہل بیت کے طرفداروں کی تعداد زیادہ تھی انہوں نے حضرت حسینؓ کو تقریباً ڈیڑھ سو خطوط لکھے کہ آپ کوفہ تشریف لے آیئے۔ ہماری جان اور مال آپ کی مدد کے لئے حاضر ہے۔ امام ممدوح نے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لئے بھیج دیا۔

مسلم بن عقیل کا کوفہ میں قیام اور بیعت لینا

جب مسلم بن عقیل کوفہ میں پہنچے تو مختار بن عبید کے مکان پر ٹھہرے اور حضرت

حسینؓ کے لئے بارہ ہزار سے بھی زیادہ آدمیوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب نعمان بن بشیر صحابی جو حاکم کوفہ تھے انہیں اس کا علم ہوا تو انہوں نے لوگوں کو ڈانٹا۔ فقط ڈانٹنے پر ہی اکتفا کی۔ اس سے زیادہ کسی کو کچھ نہ کہا مسلم بن یزید حضرمی اور عمارہ بن الولید بن عقبہ نے یزید کو اس واقعہ کی اطلاع دی اس پر یزید نے نعمان بن بشیر صحابی کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ عبید اللہ بن زیاد بصرہ کے حاکم کو معین کر دیا۔

عبید اللہ بن زیاد کا حاکم کوفہ ہو کر آنا

عبید اللہ بن زیاد بصرہ سے کوفہ آیا اور رات کے وقت اہل حجاز کے لباس میں کوفہ میں داخل ہوا تا کہ لوگ دھوکے سے یہ سمجھیں کہ حضرت حسینؓ تشریف لے آئے ہیں۔ لوگوں نے امام موصوف کا خیال کر کے اس کا استقبال کیا اس کے آگے آگے یہ کہتے ہوئے جا رہے تھے اے رسول اللہ کے بیٹے تمہیں مرحبا ہو۔ عبید اللہ بن زیاد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ سرکاری مکان میں داخل ہو گیا۔ صبح لوگوں کو اکٹھا کیا اور اپنی حکومت کی سند پڑھ کر سنائی انہیں دھمکی دی اور یزید کی مخالفت سے ڈرایا اور مسلم بن عقیل کی جماعت میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔ مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے مکان میں چھپ گئے۔ عبید اللہ بن زیاد نے محمد بن اشعث کو فوج دے کر ہانی بن عروہ کے مکان پر بھیجا۔ ہانی بن عروہ اور اہل کوفہ کے تمام سرداروں کو گرفتار کر لیا مسلم بن عقیل کو جب یہ اطلاع پہنچی تو انہوں نے بھی اپنے خیر خواہوں کو جمع کیا۔ ان کے ساتھ چالیس ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ انہوں نے عبید اللہ بن زیاد کے محل کا محاصرہ کر لیا۔ عبید اللہ بن زیاد نے ان قیدی سرداروں سے کہا کہ تم اپنے آدمیوں کو سمجھا دو کہ وہ مسلم بن عقیل کی رفاقت سے باز آ جائیں ان لوگوں کے سمجھانے سے چالیس ہزار میں سے فقط پانچ سو آدمی مسلم بن عقیل کے پاس رہے باقی سب بھاگ گئے حتیٰ کہ مسلم بن عقیل تنہا رہ گئے اب وہ متحیر ہوئے کہ کیا کریں ایک عورت کے گھر میں آئے اس سے پینے کے لئے پانی مانگا۔ اس نے پلایا اور اپنے گھر میں انہیں ٹھہرا لیا۔ اس بڑھیا کا بیٹا محمد بن اشعث (جس کا پہلے ذکر آ چکا ہے جس نے کوفہ کے آدمیوں کو قید کیا تھا) کا دوست تھا اس نے جا کر اشعث سے کہہ دیا اس نے عبید اللہ بن زیاد کو اطلاع دے دی۔ عبید اللہ بن

زیاد نے عمرو بن حریث کوتوال شہر اور محمد بن اشعث کو بھیجا۔ انہوں نے آ کر اس بڑھیا کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ محمد بن مسلم تلوار سونت کر لڑائی کے لئے نکلے۔ محمد بن اشعث نے انہیں امان دے دی اور عبیداللہ بن زیاد کے پاس گرفتار کر کے لے آئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے انہیں قتل کر دیا اور ہانی (جس نے مسلم بن عقیل کو پناہ دی تھی) کو سولی پر چڑھا دیا۔ یہ واقعہ ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ کا ہے۔ اسی کے ساتھ ہی عبیداللہ بن زیاد نے مسلم بن عقیل کے دونوں بیٹے (محمد اور ابراہیم) بھی قتل کر دئے اور اسی تاریخ کو امام حسینؓ مکہ معظمہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

عبداللہ بن عباسؓ کا کوفہ جانے سے حضرت حسینؓ کو روکنا

آپ کے دوستوں اور رشتہ داروں کو جب اس ارادہ کا علم ہوا تو وہ سخت مضطرب ہوئے یہ سب لوگ کوفہ والوں کی بے وفائی اور غداری سے واقف تھے اور بنی امیہ کے خاندان کے مظالم سے بھی آگاہ تھے سب نے اس سفر کی مخالفت کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا لوگ یہ سن کر بہت پریشان ہیں کہ آپ کوفہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں کیا واقعی آپ کا پختہ ارادہ ہے۔ حضرت حسینؓ نے جواب دیا کہ واقعی عنقریب روانہ ہونے والا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ آپ ایسے لوگوں میں جا رہے ہیں جنہوں نے اپنے پہلے امیر کو بے دست و پا کر دیا ہے۔ دشمن کو اپنے ملک سے نکال دیا ہے اور ملک پر اپنا تسلط جما لیا ہے اب آپ کو نظام حکومت کے درست کرنے کے لئے بلا رہے ہیں۔ اگر واقعی ایسا ہے تو پھر بیشک تشریف لے جایئے اور اگر ایسا نہیں ہے تو ان لوگوں کا آپ کو بلانا جنگ کے لئے بلانا ہے مجھے خطرہ ہے کہ وہ لوگ آپ کو دھوکہ نہ دیں اور جب آپ کے دشمن ان کو طاقتور دیکھیں گے تو پھر اس کے طرفدار ہو کر آپ سے لڑائی کریں گے۔ حضرت حسینؓ ان باتوں سے متاثر نہیں ہوئے اور روانگی کے ارادہ پر قائم رہے۔

دوبارہ روکنا

جب حضرت حسینؓ بالکل تیار ہو گئے پھر حضرت ابن عباس دوڑے ہوئے آئے اور بمنت وسماجت سے کہا کہ مجھ سے خاموش رہا نہیں جاتا اس سفر میں آپ کی ہلاکت و بربادی دیکھ رہا ہوں۔ عراقی لوگ بڑے دغاباز ہیں ان کے قریب بھی نہ جایئے

اور یہیں مکہ معظمہ میں قیام کیجئے عراق والے اگر آپ کو بلانا بھی چاہتے ہیں تو انہیں کہئے کہ پہلے دشمن کو اپنے علاقہ سے نکال دیجئے۔ پھر مجھے بلایئے۔ اگر آپ حجاز سے جانا ہی چاہتے ہیں تو پھر یمن چلے جایئے وہاں کے لوگ آپ کے والد (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کے خیر خواہ ہیں وہاں آپ ان دشمنوں کی گرفت سے بھی باہر ہوں گے۔ وہاں خطوں اور قاصدوں کے ذریعہ سے اپنی دعوت پھیلایئے گا آپ اس طرح پر یقیناً کامیاب ہوں گے امام حسینؓ نے فرمایا کہ میں تو عراق کا ارادہ پختہ کر چکا ہوں۔ ابن عباس نے فرمایا کہ اگر آپ نہیں مانتے تو پھر عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جایئے مجھے خطرہ ہے کہ آپ ان کی آنکھوں کے سامنے اسی طرح قتل نہ کر دیئے جائیں۔ جس طرح حضرت عثمانؓ بن عفان اپنے گھر والوں کے سامنے قتل کئے گئے تھے۔ اتنی باتیں پیش ہونے کے باوجود آپ اپنے ارادہ پر قائم رہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سے لوگوں نے آپ کو سمجھایا لیکن کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

حضرت امام حسینؓ کے چچیرے بھائی کا خط

آپ کے چچیرے بھائی عبداللہ بن جعفر تھے مدینہ منورہ سے خط لکھا میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ یہ خط دیکھتے ہی اپنے ارادہ سے باز آجایئے۔ کیونکہ اس راہ میں آپ کے لئے ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کے لئے بربادی ہے اگر آپ قتل ہو جائیں گے تو زمین کا نور بجھ جائے گا۔ اس وقت آپ کا وجود ہی ہدایت کا نشان اور ارباب ایمان کی امیدوں کا مرکز ہے سفر میں جلدی نہ کیجئے میں آتا ہوں۔

حاکم مدینہ کا خط

حضرت عبداللہ بن جعفر نے اس کے علاوہ والی مدینہ منورہ سے بھی خط لکھوایا۔ جس کا مضمون یہ ہے "میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو اس راستہ سے ہٹا دے۔ جس میں ہلاکت ہے اور اس راستہ کی طرف رہنمائی فرمادے جس میں سلامتی ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں میں آپ کے لئے شقاق اور اختلاف سے پناہ مانگتا ہوں میں آپ کی ہلاکت سے ڈرتا ہوں۔ عبداللہ بن جعفر اور یحیٰی بن سعید کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں

ان کے ساتھ واپس چلے آیئے۔ میرے پاس آپ کے لئے امن وسلامتی، نیکی احسان اور حسن جوار ہے۔ خدا اس پر شاہد ہے وہی اس کا کفیل نگہبان اور وکیل ہے۔ والسلام۔

اس کے بعد آپ اپنے ارادہ پر پختہ رہے۔

فرزدق شاعر سے ملاقات

جب آپ مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے تو "صفاح" نام مقام پر اہل بیت کا مشہور محب شاعر آپ سے ملا آپ نے اس سے پوچھا۔ تمہارے پیچھے لوگوں کا کیا حال فرزدق نے جواب دیا ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر تلواریں بنوامیہ کے ساتھ ہیں۔ آپ نے فرمایا سچ کہتا ہے اب معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے ہمارا پروردگار ہر گھڑی کسی نہ کسی حکم فرمائی میں رہتا ہے اگر اس کی مشیت ہماری پسند کے مطابق ہو تو اس کی تعریف کریں گے اور اگر امید کے خلاف ہو تو بھی نیک نیتی اور تقویٰ کا ثواب کہیں نہیں گیا۔

مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں کی ضد

زرود نام ایک مقام پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ یزید کے گورنر کوفہ عبیداللہ بن زیاد نے مسلم بن عقیل کو علانیہ قتل کر دیا ہے اور کوفیوں میں سے کوئی ٹس سے مس نہیں ہوا۔ امام حسینؓ نے بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ بعض ساتھیوں نے عرض کی اب بھی وقت ہے، ہم آپ کے اور آپ کے اہل بیت کے حق میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں خدا کے لئے یہیں سے لوٹ چلئے۔ کوفہ میں آپ کا ایک بھی طرفدار معلوم نہیں ہوتا۔ امام حسینؓ خاموش ہو گئے اور واپسی پر غور کرنے لگے۔ لیکن مسلم بن عقیل کے عزیزوں نے کہا واللہ ہم ہرگز نہ ٹلیں گے اور اپنا انتقام لیں گے یا اپنے بھائی کی طرح مر جائیں گے۔ اس پر آپ نے ساتھیوں کو نظر اٹھا کر دیکھا اور ٹھنڈی سانس لے کر کہا ان کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہیں۔

حر ابن یزید کی ملاقات

قادسیہ سے جونہی آگے بڑھے اور کوفہ سے دو منزل پر جا پہنچے تو حر ابن یزید عبیداللہ ابن زیاد کی طرف سے ایک ہزار ہتھیار بند فوج لے کر آ ملا اور ساتھ ہو لیا۔ اس نے امام حسینؓ

سے کہا کہ عبید اللہ ابن زیاد نے مجھے آپ کی طرف بھیجا اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ آپ کو اس کے پاس لے چلوں اور میں خدا کی قسم مجبور ہوں۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ میں خود کوفہ کی طرف نہیں آیا یہاں تک کہ مجھے کوفہ والوں کے بہت سے خطوط پہنچے ہیں اور میرے پاس ان کے بہت سے قاصد آئے اور تم کوفے کے رہنے والے ہو۔ اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہو تو میں تمہارے شہر میں جاؤں گا ورنہ لوٹ کر چلا جاؤں گا اس پر حر نے کہا آپ کن خطوط کا ذکر کرتے ہیں۔ ہمیں ایسے خطوں کا کوئی علم نہیں۔ امام حسینؓ نے عقبہ بن سلام کو حکم دیا کہ وہ دونوں تھیلے نکال لائیے جن میں کوفہ والوں کے خط بھرے ہیں۔ عقبہ نے تھیلے انڈیل کر خطوں کا ڈھیر لگا دیا اس پر حر نے کہا لیکن ہم وہ نہیں جنہوں نے یہ خط لکھے تھے ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ آپ کو عبید اللہ بن زیاد تک پہنچا کے چھوڑیں۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ یہ موت سے پہلے ناممکن ہے۔ پھر آپ نے روانگی کا حکم دیا لیکن مخالفین نے راستہ روک لیا۔ آپ نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو حر نے جواب دیا میں آپ کو عبید اللہ ابن زیاد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں آپ نے جواب دیا واللہ میں تیرے ساتھ نہیں چلوں گا۔ اس نے کہا واللہ میں بھی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا جب گفتگو زیادہ بڑھی تو حر نے کہا کہ مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں ہے مجھے صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں۔ یہاں تک کہ آپ کو کوفہ پہنچا دوں۔ آپ اسے منظور نہیں کرتے تو ایسا راستہ اختیار کیجئے جو کوفہ جاتا ہو نہ مدینہ۔ بات زیادہ لمبی ہوتی گئی یہاں تک کہ امام حسینؓ کوفہ کے راستہ سے ہٹ گئے۔

میدان کربلا میں قیام

اور میدان کربلا میں ۱۰ محرم ۶۱ ھ کو جا اترے جب اس میدان میں اترے تو اس کا نام دریافت فرمایا معلوم ہوا کہ اس کا نام کربلا ہے۔ تب آپ نے فرمایا ھذا موضع کرب وبلاء یعنی یہ تکلیف اور ہلاکت کی جگہ ہے یہ مقام پانی سے دور تھا۔ دریا میں اور اس میں ایک پہاڑی حائل تھی۔

عمر بن سعد کی آمد

دوسرے دن عمر بن سعد بن ابی وقاص کوفہ والوں کی چار ہزار فوج لے کر آ پہنچا۔

عبیداللہ بن زیاد نے عمر کو زبردستی بھیجا تھا۔ عمر کی خواہش تھی کہ کسی طرح اس آزمائش میں نہ آئے اور معاملہ رفع دفع ہو جائے اس نے آتے ہی امام حسینؓ کے پاس قاصد بھیجا اور دریافت کیا آپ کیوں تشریف لائے ہیں آپ نے وہی جواب دیا جو حر ابن یزید کو دے چکے تھے۔ یعنی تمہارے اس شہر کے لوگوں ہی نے مجھے بلایا تھا اب اگر وہ ناپسند کرتے ہیں تو میں لوٹ جانے کو تیار ہوں۔

عبیداللہ بن زیاد کا بیعت کے لئے اصرار

عمر بن سعد کو امام ممدوح کے اس جواب سے خوشی ہوئی اور امید بندھی کہ یہ مصیبت ٹل جائے گی۔ اس نے فوراً عبیداللہ بن زیادہ کو خط لکھا۔ عبیداللہ بن زیاد نے جواب دیا کہ حسینؓ سے کہو کہ پہلے اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ یزید ابن معاویہ کی بیعت کریں پھر ہم دیکھیں گے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ حسینؓ اور اس کے ساتھیوں تک پانی نہ پہنچنے پائے۔ وہ پانی کا ایک قطرہ بھی پینے نہ پائیں جس طرح عثمانؓ بن عفان پانی سے محروم رہے تھے۔ جب امام حسینؓ کے پاس وہ خط آیا آپ نے اسے پڑھا اور پھینک دیا اور قاصد سے فرمایا کہ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ وہ قاصد لوٹ کر عبیداللہ بن زیاد کے پاس گیا۔ اس جواب سے اس کا غصہ اور بھڑکا اس نے لوگوں کو جمع کیا اور فوجیں تیار کیں اور ان کا سپہ سالار عمر بن سعد کو بنایا۔ جو ری کا حاکم تھا اس نے امام حسینؓ کے مقابلے میں لڑنے سے پہلو تہی کی تب عبیداللہ بن زیاد نے اس سے کہا یا تو لڑنے کو جا یا ری کی حکومت سے دستبردار ہو جا اور اپنے گھر جا بیٹھ عمر بن سعد نے ری کی حکومت کو ترجیح دی اور امام حسینؓ سے لڑائی کے لئے فوجوں سمیت چل نکلا۔ عبیداللہ بن زیاد ایک سردار کی معیت میں تھوڑا تھوڑا لشکر جمع کر کے بھیجتا رہا یہاں تک کہ عمر بن سعد کے پاس بائیس ہزار سوار اور پیادے جمع ہو گئے اور دریائے فرات کے کنارے پا جا اترے اور امام حسینؓ اور پانی کے درمیان رکاوٹ کر دی۔

عمر بن سعد کے لشکر میں زیادہ تر وہی لوگ تھے جنہوں نے امام حسینؓ سے خط و کتابت کی تھی اور ان سے مسلم بن عقیل کے ذریعہ سے بیعت بھی کر چکتے تھے۔ جب امام

حسینؓ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ان سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اپنے لشکر کے گرد ایک خندق کھودیں اور ایک ہی دروازہ اس خندق کو رکھا تا کہ اس دروازے سے نکل کر لڑ سکیں۔

نماز عصر کے بعد عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو حرکت دی جب لشکر قریب پہنچا تو انہوں نے امام حسینؓ کو نرغے میں لے لیا اور لڑائی شروع کر دی۔ امام حسینؓ کے ساتھیوں میں ایک ایک کر کے قتل ہونے لگے یہاں تک کہ ان کے تقریباً پچاس آدمی قتل ہو گئے اس وقت امام حسینؓ نے چیخ کر فرمایا آیا کوئی خدا واسطے فریاد رس ہے آیا کوئی رسول اللہ کے حرم کو بچانے والا ہے یہ سن کر حر بن یزید (جس کا پہلے ذکر آ چکا ہے) اپنے گھوڑے پر امام حسینؓ کی طرف آیا اور آ کر کہا اے رسول اللہ کے بیٹے سب سے پہلے میں ہی تیرے ساتھ لڑنے کے لئے آیا تھا اور اب میں ہی تیری جماعت میں آ گیا ہوں تا کہ میں تیری ہی مدد میں قتل کیا جاؤں۔ شاید کہ کل کو تیرے نانا کی شفاعت نصیب ہو اس کے بعد اس نے عمر بن سعد کے لشکر پر حملہ کیا اور اس وقت تک لڑتا رہا جب تک کہ شہید نہیں کیا گیا۔ اور اس کے ساتھ اس کا بھائی، بیٹا اور غلام بھی شہید ہو گئے پھر اس قدر سخت لڑائی ہوئی کہ امام حسین کے سارے ساتھی شہید ہو گئے۔ اس کے بعد امام موصوف ننگی تلوار اپنے ہاتھ میں لے کر تنہا مقابلے کے لئے میدان میں آئے اور دشمنوں سے لڑتے رہے اور جو شخص بھی آپ کی طرف آیا اسے قتل کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا اور آپ کو ان زخموں اور تیروں نے چور چور کر ڈالا جو ہر طرف سے آ رہے تھے۔ اس وقت شمر ذی الجوشن اپنی فوج سمیت آگے بڑھا۔ امام حسینؓ نے للکار کر فرمایا اے شیطان کی جماعت میں تم سے لڑتا ہوں تم مستورات کو کیوں چھیڑتے ہو کیونکہ وہ تو تم سے نہیں لڑ رہیں۔ تب شمر نے اپنی فوج سے کہا عورتوں سے باز آ جاؤ اور اسی شخص کا مقابلہ کرو پھر سب نے امام حسینؓ پر تیروں اور نیزوں سے حملہ کر دیا یہاں تک کہ امام حسینؓ زمین پر شہید ہو کر گرے اور نصر ابن خرشہ آپ کا سر کاٹنے لگا۔ اس سے نہیں کاٹا گیا تو خولی بن یزید گھوڑے سے اترا اور اس نے آپ کا سر مبارک کاٹ لیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ شمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کم بختو! اس کے متعلق اب کیا انتظار کرتے ہو حالانکہ اسے زخموں نے چور کر دیا ہے اس کے اتنے کہنے پر

امام حسینؓ پر تیر اور نیزے برسنے لگے یہاں تک کہ ایک بدبخت کا تیر آپ کے گلے سے پار ہو گیا اور آپ گھوڑے سے گر پڑے اور اسی حالت میں شمر نے آپ کے چہرے مبارک پر تلوار ماری اور سنان بن انسؓ نے نیزہ مارا اور خولی بن یزید آپ کا سر کاٹنے لگا تو اس کے ہاتھ کانپ گئے۔ پھر اس کے بھائی شبل بن یزید نے اتر کر آپ کا سر کاٹا۔ پھر یہ لوگ اہل بیت کے خیمے میں گئے وہاں سے بارہ لڑکے بنی ہاشم کے قید کئے اور جتنی عورتیں تھیں ان کو بھی قید کر لیا۔ عمر بن سعد اور شمر نے لوگوں کو حکم دیا اور ان سنگدلوں نے امام حسینؓ کی لاش کو گھوڑوں کے سموں تلے لتاڑا اور آپ کے سر مبارک کو بشیر ابن مالک اور خولی بن یزید کی معیت میں عبید اللہ بن زیاد کی طرف بھیج دیا۔

واقعہ کربلا کا رنج والم

ہر کلمہ گو خواہ وہ شیعہ ہو یا سنی اس وحشتناک اور دردانگیز واقعہ سے بے انتہا رنج والم ہے۔ کوئی نہیں جو امام حسینؓ کی مظلومت سے مغموم نہ ہو اور اس کا دل ان مظالم کو سن کر مضطرب اور پریشان نہ ہو تقریباً تیرہ سو سال گزرنے کے باوجود اس اندوہناک دردانگیز مصیبت خیز پریشان کن دل ہلا دینے والے واقعہ کو بھول نہیں پائے۔ شیعہ صاحبان کے علاوہ سنیوں کی کتابیں بھی اس خونی واقعہ کی یاد تازہ اپنے سینوں میں رکھتی ہیں اور ہر پڑھنے والے کے دل کو غم کدہ بنا دیتی ہیں۔

اظہار غم کے طریقے میں فرق

اہلسنت والجماعت ان دردناک واقعات کو اپنے سینے میں محفوظ رکھنے کے باوجود ایک بہادر ذی وقار صاحب عزم انسان کی طرح متانت اور سنجیدگی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور یزید جیسی طاغوتی قوتوں کے مقابلے میں امام حسینؓ اس کی قوت ہمت اور ہدایت کی آواز اٹھا کر سنت حسینؓ کی یاد تازہ رکھتے ہیں۔ تاکہ امام حسینؓ کے متبعین اور نام لینے والوں میں روح حسینؓ کے نظارے ہمیشہ طاغوتی طاقتوں کے سامنے نظر آتے رہیں۔ بخلاف شیعہ صاحبان کے کہ وہ اس رنج والم کا اظہار کرنے کے لئے دامن شریعت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ فخر دو عالم سید المرسلین کی سنت سے منہ موڑ لیتے ہیں اور اظہار غم کے لئے دسویں

محرم کو وہ طریقہ اختیار کرتے ہیں جس میں بہت ساری چیزیں ناجائز بلکہ حرام ہوتی ہیں جن سے مسلمانوں کے عقائد فاسد ہوتے ہیں اخلاق کی تباہی کا موجب بنتی ہیں اگر گور سے دیکھا جائے تو اہلسنت والجماعت کے علاوہ مقتدر مقتدایان شیعہ صاحبان بھی عوام الناس کے اس طریق کار کے سخت مخالف ہیں دونوں جماعتوں کے رہنما ان چیزوں کو نہ صحیح سمجھتے ہیں نہ مفید سمجھتے ہیں چنانچہ دونوں جماعتوں کے رہنماؤں کے فتاویٰ ذیل میں درج ہوں گے۔ البتہ یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ صاحبان میں کمزور طبیعت کے رہنما اپنے مفاد دنیا کی خاطر حق کو چھپاتے ہیں۔ اور عوام الناس کے طعن و تشنیع سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں اور مفاد دنیا کی خاطر نتائج اخروی کو نظر انداز کرتے ہیں اور عوام الناس میں اشاعت حق کرنے سے جی چراتے ہیں۔

اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم والا الضالین.

تعزیہ داری کے متعلق علماء اہلسنت کا فیصلہ

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فتویٰ عزیزی مطبوعہ مجتبائی ماہ شوال ۱۳۱۱ھ کے صفحہ ۷۲ پر لکھتے ہیں کہ تعزیہ داری جو مبتدعین کرتے ہیں۔ بدعت ہے اور بدعت سیئہ ہے اور بدعت سیئہ مبتدع کو خدا کی لعنت میں گرفتار کر دیتی ہے اور اس کے فرائض اور نوافل بھی درگاہ خداوندی میں مقبول نہیں ہوتے۔

انتھی ملخصاً اسی فتاویٰ کے صفحہ ۷۳ میں تحریر فرماتے ہیں۔

سوال: مرثیہ خوانی کی مجلس میں زیارت اور گریہ زاری کی نیت سے حاضر ہونا اور اس جگہ مرثیہ اور کتاب سننا اور فاتحہ اور درود پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

جواب: اس مجلس میں زیارت اور گریہ زاری کی نیت سے جانا بھی جائز نہیں۔ کیونکہ وہاں کوئی زیارت نہیں ہے۔ جس کے واسطے آدمی جائے اور یہ لکڑیاں تعزیے کی جو بنائی گئی ہیں یہ زیارت کے قابل نہیں۔ بلکہ مٹانے کے قابل ہیں۔

اسی فتاویٰ کے صفحہ ۱۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔

سوال: تعزیہ کے تابوت کی زیارت کرنا اور اس پر فاتحہ پڑھنا اور مرثیہ پڑھنا اور کتاب سننا اور فریاد کرنا اور رونا اور سینہ کوبی کرنا اور امام حسینؓ کے ماتم میں اپنے آپ کو زخمی کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ سب چیزیں ناجائز ہیں۔

خلاصہ فتاویٰ اہلسنت

مذکورۃ الصدر فتاویٰ سے مندرجہ ذیل چیزیں صاف اور ظاہر ہیں۔

(۱) تعزیہ بدعت سیۂ ہے۔ (۲) مرثیہ خوانی۔ (۳) اور اس مجلس میں زیارت اور گریہ وزاری کی نیت سے جانا بھی ناجائز ہے۔ (۴) اور سینہ کوبی کرنا اور امام حسینؓ کا ماتم کرنا اور اپنے آپ کو زخمی کرنا یہ سب چیزیں شرعاً ناجائز ہیں۔

ماتم اور نوحہ کی ممانعت

جہاں تک ماتم کا تعلق دل اور آنکھوں سے ہے ممنوع نہیں۔ مگر جب زبان اور ہاتھ سے اظہار کیا جائے تو حرام ہے۔ مندرجہ ذیل احادیث سنی اور شیعہ اور اقوال ائمہ ملاحظہ ہوں۔

پہلی حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیس منا من ضرب الخدو دوشق الجیوب و دعا بدعوے الجاھلیۃ (متفق علیہ) ترجمہ: وہ شخص اسلامی جماعت سے خارج ہے جس نے ماتم میں رخساروں پر ہاتھ مارے گریبان پھاڑے اور جاہلیت کے سے بین منہ سے نکالے۔

دوسری حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

یعنی جو ماتم آنکھ اور دل سے ہو وہ جائز ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو وہ شیطانی فعل ہے۔ (مشکوۃ)

رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی پر لعنت کی ہے۔ (مشکوۃ)

نتیجہ: مذکورۃ الصدر احادیث میں جن چیزوں کی ممانعت کی گئی ہے اور جن کو شیطانی فعل کہا گیا ہے اور جن کاموں کے کرنے پر لعنت نازل ہوتی ہے محرم کے ماتمی

جلوسوں میں یہ سب کام کیے جاتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کا فرض ہے کہ ایسے جلوسوں میں ہرگز شریک نہ ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہوں گے۔ انہی چیزوں کے حرام ہونے پر شیعہ صاحبان کی روایات ملاحظہ ہوں۔

پہلی: ابن بابویہ نے سند معتبر حضرت امام محمد باقرؒ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات کے وقت حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ جب میں وفات پاؤں تو میری وفات پر اپنے بال نہ نوچنا اور واویلا نہ کرنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا۔ (جلاء العیون)

دوسری: ملا باقر مجلسی جلاء العیون ص ۸۷ میں تحریر کرتے ہیں کہ جب ابوبکرؓ نے غسل وکفن وغیرہ کے متعلق اہلسنت کے سامنے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب فرشتے مجھ پر نماز پڑھ چکیں اس وقت تم فوج درفوج اس گھر میں آنا اور مجھ پر صلوٰۃ بھیجنا اور سلام کرنا اور مجھ نالہ وفریاد گریہ وزاری سے آزار نہ دینا پھر فرمایا اٹھ جاؤ اور جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس سے اور لوگوں کو مطلع کرو۔

مسلمانوں کا فرض

جب مرثیہ خوانی کی مجلسیں اور ماتمی جلوس خلاف شروع ہیں فقط اہلسنت ہی نہیں بلکہ شیعہ کے رہنمایان مذہبی بھی ان کے شرعاً مخالف ہیں تو اہلسنت والجماعت کا فرض ہے کہ وہ ان مجالس میں جانے اور جلوس تعزیہ میں شریک ہونے سے پرہیز کریں ورنہ شرکت کے باعث خواہ وہ تماشابینی کے طور پر ہی کیوں نہ ہو غضب الٰہی کے مورد اور عذاب الٰہی کے مستحق ہوں گے۔

بالخصوص: جب کہ شیعہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب ترین جانشینوں یعنی سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتے ہیں ان کو غاصب قرار دیتے اور ان کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں اور ان کو کافر کہتے ہیں اور ان واقعات کے ہوتے ہوئے ہر غیرت مند سچے مسلمان کا فرض ہے کہ وہ شیعہ کی مجالس مرثیہ میں شرکت سے پرہیز کرے اور ان کے تعزیوں کے جلوس میں شامل ہونے نہ پائے کیونکہ ایسے لوگوں کی مجالس کی رونق افزائی جائے خود ایک بہت بڑا گناہ ہے مسلمانوں کا فرض ہے خود اس سے بچیں اور اپنے اہل عیال کو بچائیں۔

شیعہ صاحبان کے بڑوں کا شریک نہ ہونا

اگر ماتمی جلوس ایسے ہی موجب ثواب اور باعث رحمت اور امام حسین کے سچے غم اور بے قراری دل کے صحیح اظہار کا ذریعہ ہیں تو پھر شیعہ صاحبان کے بڑے کیوں اس مبارک رسم میں شریک نہیں ہوتے اور کیوں سینہ کوبی سر بازار جلوس میں شامل ہو کر نہیں کرتے۔

چنانچہ دار السلطنت پنجاب لاہور میں ہمیشہ یہی دیکھا جاتا ہے کہ سینہ کوبی کرنے والے صرف نچلے طبقے کے لوگ ہوتے ہیں یا ان میں چند بازاری عورتیں سیاہ لباس میں ملبوس ہائے حسین ہائے حسین کرتی ہوئی نظر آتی ہیں اور اس جلوس کے ساتھ عام جہلا بطور تماشا بینی کے جمع ہو جاتے ہیں اور جلوس کی رونق دوبالا ہو جاتی ہے۔

عبرت: اہل عقل اس تحریر ماسبق سے خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان میں کہاں تک خیر و برکت آسکتی ہے اور خود شیعہ صاحبان کے ہاں ان کی کیا حقیقت ہے۔

شیعہ کی تفاسیر سے نوحہ کی ممانعت

شیعہ کی تفسیر عمدۃ البیان جلد سوم ص ۲۴ میں تحریر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تین آوازوں کو ناپسند کرتا ہے گدھے کی آواز۔ کتے کی آواز نوحہ گر عورت کی آواز۔

شیعہ کی اسی تفسیر کے ص ۳۹۲ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو دوسری شرطوں کے علاوہ یہ شرطیں بھی ہوتی تھیں نوحہ نہ کرنا کپڑے نہ پھاڑنا، سر کے بال نہ نوچنا اور اپنا منہ نہ نوچنا وغیرہ وغیرہ۔

سیاہ ماتمی لباس کے خلاف علمائے شیعہ کے فتاویٰ

امام صادق سے سوال کیا گیا کہ عورتیں سیاہ کپڑے پہن کر نماز پڑھیں فرمایا کہ سیاہ کپڑوں سے نماز نہیں ہوتی کیونکہ سیاہ کپڑے دوزخیوں کا لباس ہے اور امیر المومنین نے اصحاب کو سکھلایا کہ سیاہ لباس نہ پہنو کیونکہ سیاہ پوشی فرعون کا لباس ہے۔ (بار الرضی ص ۲۴۲) جامع عباسی پانزدہ بابی جو فقہ میں مذہب اثنا عشری کی مستند کتاب ہے جس کے مصنف ملا بہاؤ الدین عاملی ہیں۔ اور شیعوں کے مطبع یوسفی دہلی کی مطبوعہ ہے اس کے صفحہ ۲۱۵/۲۱۶ میں تحریر ہے کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں حق تعالیٰ نے ایک نبی کے پاس وحی

بھیجی کہ مومنوں سے کہہ دے کہ میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنیں یعنی سیاہ کپڑے۔
فروع کافی جلد ۲ جزو ثانی ص ۴۴ میں بھی سیاہ لباس کو ملبس ناریاں بتایا گیا ہے۔
(خاموش نوحہ خواں نمبر ۲ ص ۱۰)

نتیجہ: ان حوالہ جات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ صاحبان جو سیاہ لباس پہن کر ماتمی نشان بناتے ہیں یہ ان کے اپنے مقتدایان مذہبی کے فیصلہ کے بھی سراسر خلاف ہے جب شیعہ کے ہاں بھی یہ چیز حرام ہے تو سنی مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس قبیح رسم سے بچیں۔ اس مضحکہ خیز ظاہرداری کے ماتم سے بچ کر امام حسینؓ کی طرح سچا غیور، بہادر، جانباز اور جان نثار مجاہد اور غازی بننے کی فکر کریں۔

حاصل یہ ہے کہ اہل السنت والجماعت آئمہ اہل بیت کے سچے محب اور پکے خیر خواہ ہیں ان سے عقیدت ہمارا ایمان ہے ان کی راحت سے فرحت اور ان کی تکلیف سے صدمہ ہمارے دلوں کے تاثرات ہیں ہم ان کے نقش قدم پر چلنے کو اپنی سعادت خیال کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ سچی محبت اور صحیح عقیدت میں ہم شیعہ صاحبان سے کم نہیں ہیں البتہ یہ عرض کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ عشرہ محرم کی تمام بدعات جو شیعہ میں مروج ہیں جن کی تفصیل اس مضمون میں آچکی ہے ان کے ہم سخت مخالف ہیں سنی مسلمانوں کو ان سے روکنا ہمارا فرض ہے۔ بلکہ دعا کرتے ہیں کہ جس طرح ہم محبت اور عقیدت میں شیعہ صاحبان سے برابری کا دعویٰ کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ آئمہ اہل بیت کے نقش قدم پر عملی طور پر چلنے میں سنیوں کے دوش بدوش نظر آئیں سب وشتم، طعن و تشنیع، تعزیہ، نوحہ خوانی، ماتمی لباسوں سے باز آئیں حق کے حامی اور باطل کے دشمن نظر آئیں۔ اسلام محمدی کے پیروکار اور بدعات مخترعہ سے مجتنب ہو جائیں آمین! یا الہ العالمین۔ جب شیعہ اور سنی دونوں ایک سٹیج پر آ کھڑے ہوں تو اس اتفاق کی برکت سے دیکھئے کہ اسلام کو کس طرح نفع اور عروج حاصل ہو سکتا ہے۔

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

ماتم اور تعزیہ کی تاریخ

واضح ہو کہ لغت میں تعزیت نام ہے مصیبت زدہ کو تلقین صبر کرنے کا چونکہ کسی کا مرنا بھی اس کے ورثاء کے لئے بظاہر ایک سخت مصیبت اور باعث سخت رنج وغم ہے لہٰذا ان

کے تلقین صبر کرنے کو بھی تعزیت کہتے ہیں بلکہ عرفاً غالب اطلاق اسی پر ہونے لگا شریعت میں بھی اس کے یہی معنی ہیں اور کسی کے مرنے پر صرف تین دن تک تعزیت کرنی جائز ہے تین دن کے بعد تزیت کرنا مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر تعزیت کنندہ یا میت کے اعزا سفر میں ہوں اور تین روز کے بعد آئیں تو ان کے لئے مکروہ نہیں ہے جو شخص ایک مرتبہ تعزیت کر چکا ہو اس کو پھر دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے حدیث شریف میں تعزیت کے لئے یہ کہنا منقول ہے۔

اعظم اللہ اجرک واحسن جزاء ک وغفر لمیتک یعنی اللہ تعالیٰ تیرا اجر زیادہ کرے اور تجھے اچھا صبر عطا فرمائے اور تیری میت کو بخش دے۔ جس میں نہ رونا ہے نہ پیٹنا نہ چیخنا ہے۔ نہ چلانا نہ کپڑے پھاڑنا اور نہ گریبان چاک کرنا ہے۔ نہ بال نوچنا اور نہ پریشان ہونا نہ سینہ کوبی ہے نہ زانو اور رخساروں پر ہاتھ مارنا۔ نہ اجتماع و اہتمام اور جزع فزع کی ضرورت ہے نہ میت کے مدح وذم کے بیان کی حاجت جیسا کہ عوام کالانعام میں کسی کے مرنے پر عموماً دیکھا جاتا ہے لیکن یہ سب خرافات اور ناجائز کام آج جس تعزیہ میں ہوتے ہیں وہ محرم کا تعزیہ ہے اور اس مختصر تقریر میں زیر بحث یہی لفظ تعزیہ ہے جس کو لغۃً عرفاً شرعاً کسی طرح بھی تعزیت کہنا صحیح نہیں۔ مذہباً اس کے عدم جواز کی بحث تو میرے اشتہار ''محرم الحرام اور رسالہ حرمت تعزیہ'' میں دیکھنی چاہئے اس وقت سنیوں کو متنبہ کرنے کے لئے مؤرخانہ طور پر مجملاً صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ہر سال شروع ماہ محرم میں جس تعزیہ کی بدولت بوجہ نادانی و جہالت لاکھوں سنی عملاً شیعہ ہو جاتے ہیں اور حسب کتب شیعہ اہلسنّت کی نہیں بلکہ یزید اور دشمنان آل رسول کی ایجاد ہے۔ اس تعزیہ کی روح امام حسینؓ شہید کربلا پر نالہ و ماتم اور نوحہ و شیون کرنا ہے اور اس کا جسم روضہ امام حسین واقعہ کربلا کی وہ نقل ہے جو بانس اور کاغذ وغیرہ کا بنا کر بنام تعزیہ یا وجہ ماتم اور مرثیہ کے ساتھ سالانہ محرم میں نکالی جاتی ہے جس کے ساتھ ہمیشہ مختلف مقام پر اور بھی بہت سی رسمیں ادا کی جاتی ہیں اور آئے دن نئی چیزیں نکلتی رہتی ہیں۔

ماتم کی تاریخ

یعنی نوحہ و ماتم' نالہ و شیون پر امام حسینؓ کی ابتداء دنیا میں جس نے سب سے پہلے کی وہ بقول شیعہ یزید ہے جو ان کے خیال کے مطابق اول درجہ کا دشمن اہل بیت اور قاتل حسینؓ تھا۔ چنانچہ۔

۱۔ ملا باقر مجلسہ مجتہد شیعہ لکھتے ہیں کہ جب اہل بیت حسینؓ کا قافلہ کوفہ سے دمشق میں آیا اور دربار یزید میں پیش ہوا تو یزید کی زوجہ ہندہ دختر عبداللہ بن عامر بیتاب ہو کر بے پردہ دربار یزید میں چلی آئی یزید نے دوڑ کر اس کے سر پر کپڑا ڈال دیا اور کہا۔

''اے ہندہ نوحہ زاری مکن برفرزند رسول خداؤ بزرگ قریش کہ ابن زیاد لعین درامر و تعجیل کرد ومن راضی بکشتن او نبودم (جلاء العیون ص ۵۲۷) یعنی اے ہندہ فرزند رسول خداؤ بزرگ قریش پر نوحہ زاری نہ کر کہ ابن زیاد لعین نے ان کے معاملہ میں جلدی کی اور میں ان کے قتل پر راضی نہ تھا۔

۲۔ جب اہل بیت حسینؓ یزید کے محل میں داخل ہوئے تو اہل بیت یزید نے زیور اتار کر لباس ماتم پہنا۔ صدائے نوحہ وگریہ بلند کی اور یزید کے گھر میں تین روز برابر ماتم رہا۔ (ایضاً ص ۵۲۲)

۳۔ صاحب خلاصۃ المصائب فرماتے ہیں کہ جب محرم محترم پیش یزید لائے گئے تو کان بیدہ مندیل فجعل یمسح و موعه فامرهم ان یحولن الی هدبنت عامر فادخلن عندها فسمع من داخل القصر بکاء ونداء وویلا (ص ۲۹۳)

یزید کے ہاتھ میں رومال تھا جس سے اپنے آنسو پونچھتا تھا۔ پس اس نے حکم دیا کہ ان کو میرے محل میں ہندہ بنت عامر کے پاس لے جاؤ جب یہ ان کے پاس پہنچائی گئیں تو داخل ہونے پر صدائے گریہ وزاری بلند ہوئی جو باہر سنائی دیتی تھی۔

۴۔ صاحب ناسخ التواریخ نے ص ۲۰۰ میں اور صاحب نہج البلاغہ ص ۳۴۸ میں بھی کم وبیش اس ماتم کا ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ امام حسینؓ پر نوحہ وماتم اور نالہ شیعون کا یہ پہلا دن تھا جو بحکم یزید خود اہل بیت یزید نے اہتمام سے کیا پھر جب یزید نے چند اہل بیت حسینؓ کو بعزت وحرمت اپنے پاس شام میں رہنے یا مدینہ جانے کا اختیار دیا تو انہوں نے ماتم برپا کرنے کی اجازت چاہی جو دی گئی اور شام میں جس قدر قریش وبنو ہاشم تھے سب شریک ماتم ونوحہ ہوئے اور یہ گریہ وزاری ایک ہفتہ تک جاری رہی بعد ازاں یزید نے بآرام ان تمام کو جانب مدینہ روانہ کیا۔ (جلاء العیون ص ۵۳۰ ومنہج ص ۳۳۵)

شام میں یہ دوسرا ماتم تھا جو امام حسینؓ پر باجازت یزید اہتمام سے ہوا۔ یزید کے بعد دوسرا شخص مختار ثقفی شیعہ تھا جس نے کوفہ میں سب سے پہلے خاص عاشورہ محرم کے لئے اس رسم بد کی بناڈالی۔ بلکہ اور اضافہ کیا یہ شخص شیعہ بھی تھا اور دشمن اہل بیت بھی جس کا مفصل ثبوت میرے رسالہ قاتلان حسینؓ میں دیکھنا چاہئے اس دشمن آل رسول نے قبولیت عامہ حاصل کرنے کے لئے علانیہ کوفہ میں رسم ماتم عاشورہ ایجاد کردہ یزید کو جاری کیا اور بنام تابوت سکینہ جناب امیرؓ کی کرسی کی پرستش شروع کی حالانکہ وہ کرسی جناب امیرؓ کی نہ تھی بلکہ طفیل بن جعدہ نے بلا اجازت کسی روغن فروش کی دکان سے اٹھا کر اسی کام کے لئے اسے لادی تھی۔ (ہدیہ مجیدیہ ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ ص ۴۲۲)

علامہ شہرستانی بھی لکھتے ہیں کہ وہ ایک پرانی کرسی تھی جس پر مختار نے ریشمی رومال چڑھا کر اور خوب آراستہ کر کے ظاہر کیا کہ یہ حضرت کے توشہ خانہ میں سے ہے۔ جب کسی دشمن سے جنگ کرتا تو اس کو صف اول میں رکھ کر اہل لشکر سے کہتا بڑھو، قتل کرو، فتح ونصرت تمہارے شامل حال ہے۔ یہ تابوت سکینہ تمہارے درمیان مثل تابوت بنی اسرائیل ہے اس میں سکینہ ہے اور ملائکہ تمہاری مدد کے لئے نازل ہو رہے ہیں۔ وغیرہ (الملل النحل مصری ص ۸۴)

تیسرا شخص معزالدولہ شیعہ ہے جس نے اٹھارویں ذی الحجہ کو عید غدیر منانے کا حکم دیا پھر اس کے بعد عاشورہ کے دن حکم دیا کہ لوگ غم حسینؓ میں دکانیں بند کریں ہڑتال کریں خرید وفروخت سے باز رہیں سوگ کے کپڑے پہنیں زور سے واویلا کریں عورتیں بال کھولیں منہ پر طمانچے ماریں لوگوں نے اس کی تعمیل کی اور اہلسنت اس کی مخالفت پر قادر نہ تھے کیونکہ شیعوں کا غلبہ تھا جب ۳۵۳ھ میں پھر ایسا ہی ہوا تو اس پر شیعہ اور سنی میں بڑا فساد ہوا اور بہت لوٹ مار تک نوبت پہنچی۔ (تاریخ ابن خلدون جلد ۳ ص ۴۲۵ و تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۲۷۵)

کامل ابن اثیر جلد ۸ میں بھی ہے کہ دس محرم ۳۵۲ھ کو معزالدولہ نے عام حکم دیا کہ دکانیں بند ہو جائیں بازار اور خرید وفروخت کا کام روک دیا جائے لوگ نوحہ کریں کمبل کا لباس پہنیں عورتیں پراگندہ منہ اور گریبان چاک دوہتر مارتی ہوئی شہر کا چکر لگائیں۔ (صفحہ ۱۹۷)

آنریبل سید امیر علی صاحب سپرٹ آف اسلام انگریزی میں لکھتے ہیں بیادگار شہادت امام حسینؓ و دیگر شہدائے کربلا یوم عاشورہ کو ماتم کا دن مقرر کیا (ص ۴۶۱) ایک اور

شیعہ رقمطراز ہیں کہ معزالدولہ پہلا بادشاہ مذہب امامیہ پر تھا۔ جس نے یہ یوم عاشورہ بازار بند کرادیئے نانبائیوں کو کھانا پکانے کی ممانعت کر دی عورتیں سر کھولے ہوئے راستوں میں نکلیں اور ماتم حسینؓ کا کیا ۱۹ ذی الحجہ کو عید غدیر کی وغیرہ دیکھو (تلخیص مرقع کربلا ص ۷۸۔۷۹)

رسم ماتم عاشورہ کی یہ مختصر داستان ہے جو بحکم یزید اسی کے گھر سے شروع ہوئی مختار اور معزالدولہ نے ترقی دی پھر شیعوں نے اس پر خوب مذہبی رنگ چڑھایا۔ اب عشرہ محرم میں گھر گھر اسی کا جلوہ ہے کسی نے بالکل سچ کہا ہے۔

رسم ماتم بنا یزید نمود
ہر کہ آمد برآں مزید نمود

تعزیہ: جو مختلف قطع وضع اور رنگ برنگ کے بنتے ہیں مشہور یہ کیا گیا ہے کہ روضہ امام حسینؓ کی نقل ہے اور جگہ کا تو حال معلوم نہیں مگر ہندوستان میں ہر سال عشرہ محرم میں بڑے تزک واحتشام اور دھوم دھام سے نکالا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ عہد تیمور میں اس کی ابتداءیوں ہوئی کہ بعض شیعہ بیگمات' شیعہ وزراء ' شیعہ امراء ایرانی الاصل اور شیعہ اہل لشکر ہند میں قیام اور سلطنت و جنگ کے انتظام وغیرہ کے باعث ہر سال کربلائے معلی نہیں جاسکتے تھے جنہوں نے حسب عقیدہ شیعہ بغرض حصول ثواب روضہ امام حسینؓ کی نقل منگوا کر بجائے کربلا کے اس کی زیارت کرنا شروع کی۔ پھر جب شاہان اودھ کے دور میں تشیع نے زور پکڑا تو نقل روضہ امام اور ذوالجناح اور قاسم کی مہندی وغیرہ کا بھی رواج بڑھا۔ اس نے کم وبیش جلد یہ صورت اختیار کر لی جواب مروج ہے چنانچہ تلخیص مرقع کربلا کے شیعہ منصف بھی فرماتے ہیں کہ جوہر صاحب طوفان نے امیر جنود کا عراق میں آنا اور زیارت کربلا و نجف اشرف کرنا اور پیادہ چلنا اور وزراء کا پیادہ روی سے منع کرنا اور اس کا قرآن میں فال دیکھنا اور آیہ فاخلع نعلیک کا نکلنا۔ اور تبرکات لانا اور نفاذ تعزیہ داری خصوصاً ہندوستان میں مفصل لکھا ہے اور سب جانتے ہیں (ص ۸۳)

حالانکہ اس نقل روضہ امام تعزیہ کا کچھ اعتبار نہیں کیونکہ اصل روضہ امام بھی غیر معتبر ہے اور پھر تعزیہ جس کی تاریخ امیر تیمور کے دور سے آگے نہیں چلتی بدعت تیموریہ نہیں تو اور کیا ہے پس مسلمانوں کو عقل وہوش سے کام لینا چاہیے اور اس قسم کی تمام بدعات سے مجتنب رہنا چاہیے۔

وما علینا الا البلاغ

نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتولؓ

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ کی چند جھلکیاں

سیدنا حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت ہجرت کے چوتھے سال ۶ شعبان المعظم کو ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ)

ولادت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپؓ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت فرمائی، تحنیک کا عمل فرمایا، لعابِ دہن منہ میں ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی، سر پر زعفرانی خوشبو مل کر ان کی والدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد فرمایا، ساتویں روز سر کے بال مونڈ کر ان کے ہم وزن چاندی صدقہ کی، نام رکھا اور عقیقے میں دو مینڈھے ذبح کیے، ایک ران دایہ کو دی اس کے بعد ختنہ کیا گیا۔ (الدرالمستطاب)

رسول کریم ﷺ کا آپؓ کے کان میں اذان دینا

عاصم بن عبید اللہ علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں اور وہ حضرت ابورافع سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت کے بعد دونوں کے کانوں میں اذان فرمائی۔

(معرفۃ الصحابہ لابی نعیم)

آقائے دو جہان ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام حسین رکھا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیارے نواسے کا نام ''حسین'' تجویز فرمایا، اس بارے میں ایک دلچسپ روایت ملاحظہ ہو:

ہانی بن ہانی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب حسن پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حرب رکھا، اتنے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ! تم نے ان کا نام کیا تجویز کیا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ہم نے انکا نام حرب رکھا ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں حرب نہیں یہ تو حسن ہے۔

اسی طرح جب حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو میں نے ان کا نام حرب رکھ دیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا میرا لخت جگر مجھے دکھاؤ کیا نام رکھا ہے اس کا تم نے؟ میں نے عرض کیا حرب! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں حرب نہیں یہ تو حسین ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تیسرے بچے کی ولادت ہوئی تو میں نے اس کا نام پھر حرب رکھ دیا چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور وہی گفتگو فرمائی کہ میرا جگر پارہ مجھے دکھاؤ، تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں کہ اس کا نام حرب تجویز کیا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں حرب نہیں یہ تو ''محسن'' ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا میں نے ان تینوں کے نام حضرت ہارون علیہ السلام کے تین بیٹوں کی طرح رکھے ہیں کہ ان کے نام شبر، شبیر اور مشبر تھے۔ (مسند احمد، مجمع الزوائد)

یہ نام آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے کسی کا نہیں رکھا گیا

ابن الاعرابی حضرت فضل سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ناموں کو پردۂ غیب میں رکھا حتیٰ کہ سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم نے اپنے جگر پاروں حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے یہ نام نامی تجویز فرمائے۔ (معرفۃ الصحابہ لابی نعیم)

آپ رضی اللہ عنہ کا عقیقہ اور ختنہ

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ساتویں روز نام رکھا۔ (اخرجہ البغوی)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عقیقہ اور ختنہ ساتویں روز فرمایا۔ (اخرجہ الطبرانی)

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عقیقہ میں دو دو مینڈھے ذبح فرمائے۔ (اخرجہ النسائی ۴۲۲۴)

آپ رضی اللہ عنہ کا حُلیہ مبارک

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درمیانہ قد تھا، نہ انتہائی طویل اور نہ ہی بہت کوتاہ، پیشانی کشادہ، سینہ فراخ تھا، مونڈھوں کے درمیان قدرے فاصلہ تھا، ہڈیاں بڑی اور مضبوط تھیں، ہتھیلیاں اور تلوے قدرے کشادہ تھے، جسم گٹھا ہوا انتہائی خوبصورت اور گورا تھا، خوبصورتی کے ساتھ حسنِ صوت کے بھی مالک تھے، آواز میں سوز اور ترنم تھا، داڑھی مبارک پر وسمہ لگاتے تھے (وسمہ ایک بوٹی ہے جس کے پتے مہندی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں)

عبدالمطلب بن زیاد سدی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ ان کے سر کے بال عمامے کے نیچے سے نکل کر مونڈھوں تک لٹکے ہوئے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء و طبرانی)

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی مشابہت

ہانی بن ہانی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے

فرمایا حسن سر سے سینے تک اور حسین باقی جسم میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسدِ اطہر کے بہت زیادہ مشابہ تھا۔

(طبرانی سند ثقہ)

عبداللہ بن عمرو بن ابان فرماتے ہیں کہ ہمیں احوص نے خبر دی وہ ابو اسحٰق سے اور وہ عیزار بن حریث سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما حنا اور کتم بطور مہندی استعمال فرماتے تھے، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹھوڑی پر چند سفید بال بھی تھے۔ (معرفۃ الصحابہ لابی نعیم)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا لباس و دیگر اشیاء

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ لباس میں درج ذیل اشیاء استعمال فرماتے تھے:
قمیص، عمدہ پوشاک، شلوار، لمبی ٹوپی، جھالر دار چادر اور ریشم کی جھالر لگی ہوئی چادر، عمامہ، لنگی، اوپر اوڑھی جانے والی چادر اور جوتے، بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے، بالخصوص رمضان المبارک میں، انگوٹھی کے نگینے پر اللہ کا ذکر "الله بالغ امرہ" کے الفاظ کندہ تھے۔ ایک تلوار اور ایک زرہ بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھی۔

(الاعلام للزرکلی)

حضرت عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد بریدہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اتنے میں سیدنا حسن و سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما گرگر پڑتے آئے دونوں حضرات سرخ رنگ کی قمیص زیب تن کئے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے اور انہیں اٹھا کر اپنے قریب بٹھایا اس کے بعد ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ انما اموالکم و اولادکم فتنۃ یعنی تمہارا مال اور اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں، میں نے انہیں دیکھا کہ گرتے پڑتے آرہے ہیں تو میں صبر نہ کرسکا اور اپنی بات قطع کر

کے انہیں اٹھایا۔ (مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد نسائی)

ابونعیم اصفہانی فرماتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی زیب تن فرماتے تھے۔ (معرفۃ الصحابہ)

امام شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان المبارک کے مہینے میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ (تاریخ الاسلام للذہبی)

جعفر بن محمد اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: سیدنا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی انگوٹھی کے نگینے پر اللہ کا ذکر کندہ تھا۔ (معرفۃ الصحابہ)

امام زرکلی فرماتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی کا نقش ''اللّٰہ بالغ امرہ'' تھا۔ (الاعلام)

نبوت کی گود میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی نشوونما وتربیت

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں ایک رات کسی ضرورت سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دروازے پر دستک دی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ کوئی چیز آپ کی گود مبارک میں ہے، مگر مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ کیا چیز ہے، جب میں اپنے آنے کی غرض بیان کر کے فارغ ہوا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی گود میں کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چادر ہٹائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک طرف سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے پہلو میں سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں میرے اور میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لختِ جگر ہیں۔

''اے اللہ! مجھے ان سے محبت ہے تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرے تو اس سے بھی محبت فرما۔'' (جامع ترمذی حدیث نمبر ۳۷۶۹)

محمد بن زیاد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کھجور پکنے کے موسم میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں صدقے کی کھجوریں لائی جاتی تھیں، ہر باغ والا صدقے کی کھجوریں لاتا اور مسجد نبوی کے صحن میں ڈال دیتا، اس طرح

مسجد نبوی کے صحن میں کھجور کا ڈھیر لگ جاتا۔ ایک مرتبہ سیدنا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کھجوروں سے کھیل رہے تھے، اتنے میں ایک نے ایک کھجور لی اور اپنے منہ میں ڈال لی۔ اچانک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ لیا۔ فوراً انگلی منہ میں ڈال کر اس کھجور کو نکالا اور فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آل محمد کے لئے صدقے کا مال جائز نہیں۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۴۸۵)

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے آپ کا اعزاز واکرام اور ناز برداری

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے "وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ! آپ کو آپ کے گھرانے کے افراد میں کون زیادہ محبوب ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن وحسین! چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے کہ میرے بیٹوں کو میرے پاس بھیج دو۔ وہ آتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں سینے سے لگاتے اور لاڈ و پیار کرتے۔" (ترمذی حدیث نمبر ۳۷۷۲)

عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرمارہے تھے اتنے میں سیدنا حسن وسیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سرخ قمیص زیب تن کئے ہوئے آرہے تھے اور گر گر پڑتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس طرح آتے دیکھا تو منبر شریف سے نیچے تشریف لائے اور انہیں اٹھا کر اپنے قریب منبر پر بٹھایا۔ اور پھر ارشاد فرمایا: اللہ نے سچ فرمایا ہے کہ:

"اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ"

یعنی "تمہاری اولاد اور تمہارے اموال فتنہ ہیں۔"

میں نے ان بچوں کو دیکھا کہ آرہے ہیں اور گر گر پڑتے ہیں تو مجھ سے رہا نہ گیا حتیٰ کہ اپنا خطبہ روک کر انہیں اٹھایا۔ (مسند احمد۔ ترمذی نمبر ۳۷۷۴، ابوداؤد، نسائی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ساتھ تھے۔ ایک

دائیں کندھے پر اور دوسرا بائیں کندھے پر سوار تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی ان کا بوسہ لیتے اور کبھی ان کا، اسی حال میں ہم تک پہنچے۔

(اخرجہ احمد فی فضائل الصحابہ وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی ولہ شواہد)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (بسا اوقات) سجدہ فرماتے اتنے میں حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ مبارک پر سوار ہو جاتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سجدہ لمبا فرما دیتے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا جاتا کہ آپ نے سجدہ لمبا فرما دیا؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے "میرے لختِ جگر میری پیٹھ پر سوار تھے اس لئے جلدی کرنا مجھے اچھا نہ لگا"۔ (ابو یعلی، رجالہ ثقات)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز میں ہوتے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سجدہ فرماتے تو سیدنا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کی پیٹھ مبارک پر جا چڑھتے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہیں روکنا چاہتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اشارے سے منع فرما دیتے کہ انہیں مت روکو! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو انہیں اپنی گود میں بٹھا لیتے اور فرماتے کہ: "جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ ان سے بھی محبت رکھے"۔

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صاحبزادوں سے مخاطب ہو کر فرماتے کہ: "بھئی تمہاری سواری تو کیا ہی عمدہ ہے"۔

(اخرجہ الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن)

رسول اللہ ﷺ کی آپؓ سے محبت وشفقت

سعید ابن ابو راشد یعلی سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوڑتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آ رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (آگے بڑھ کر) فوراً انہیں سینے سے چمٹا لیا اور فرمایا اولاد عموماً بزدلی اور بخل کا سبب بنتی ہے۔ (رواہ احمد فی فضائل الصحابہ واسنادہ حسن)

حضرت ایاس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سفید خچر کی لگام تھامے آگے آگے چل رہے تھے کہ اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے حجرۂ مبارکہ تک پہنچایا، کہ حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے ایک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آگے اور دوسرے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سوار تھے۔ (مسلم نمبر ۶۲۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میرے دس بیٹے ہیں میں نے تو کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا، وہ خود بھی رحم سے محروم رہتا ہے''۔ (ابوداؤد نمبر ۵۲۱۸)

آپ رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنا

زبیر بن بکار سلیمان بن داروردی سے وہ جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن، حسین، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس وقت بیعت لی جبکہ یہ حضرات سنِ بلوغ کو بھی نہ پہنچے تھے۔ یہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بچپن میں ہمارے علاوہ کسی اور کو بیعت نہیں فرمایا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸،۲۲۶)

ابو یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ ایک دعوت میں کھانے کیلئے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھیل رہے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں پکڑنے کیلئے دونوں ہاتھ پھیلا کر آگے بڑھے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادھر ادھر بھاگنے لگے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی انکے پیچھے دل لگی فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے دیکر دوسرے ہاتھ سے گدی کی جانب سے پکڑا اور ان کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ (ابن ماجہ ۱۴۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دونوں ہاتھ پکڑ کر ان کے پاؤں کو اپنے پاؤں مبارک پر رکھا ہوا ہے۔ (جس طرح عموماً بچوں سے دل لگی کے لئے کرتے ہیں) اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں فرما رہے ہیں کہ ننھے منے بچے اوپر چڑھو، ننھے منے بچے اوپر چڑھو! (فضائل صحابہ، امام احمد)

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے حضور ﷺ کی بیتابی اور اضطراب

علامہ طبرانی نے ثقہ رواۃ کی سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو مروان ان کے پاس آیا اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگا کہ جس وقت سے ہم لوگ اکٹھے رہنے لگے ہیں اس وقت سے تمہاری ایک بات پر میں خفا ہوں کہ تم حسن وحسین کی محبت میں حد سے بڑھ جاتے ہو۔ راوی فرماتے ہیں یہ سن کر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پہلے لیٹے ہوئے تھے فوراً اٹھ بیٹھے اور فرمایا: ذرا غور سے سن! میں اس واقعے کا چشم دید گواہ ہوں، کہ ہم لوگ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی اپنی والدہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ سفر میں ساتھ تھے، دوران سفر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے رونے کی آواز آئی تو آپ جلدی سے اپنی سواری تیز کر کے ان کے پاس آئے اور فرمایا کہ میرے بیٹے کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا پیاس کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مشکیزہ کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ شاید پانی مل جائے، ان دنوں پانی کی بہت قلت تھی اور قافلے والوں کی تعداد بہت زیادہ (جب آپ کو اپنے مشکیزے میں پانی نہ ملا تو) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قافلہ والوں میں اعلان فرمایا کہ تم میں سے کسی کے پاس پانی ہو تو لائے! سب نے اپنے اپنے مشکیزوں کو دیکھا مگر ایک قطرہ پانی بھی نہ ملا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ایک بچہ مجھے پکڑاؤ؟ انہوں نے چادر کے نیچے سے ایک بچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم کے حوالے کیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھ کی کلائی مجھے دکھائی دی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچے کو لیا اور اپنے سینے سے چمٹا لیا مگر بچہ خاموش نہ ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک بچے کے منہ میں ڈال دی جسے بچے نے چوسنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ بچہ خاموش ہو گیا اور اس کی پیاس جاتی رہی، دوسرا بچہ مسلسل رو رہا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: دوسرا بھی مجھے دو۔ انہوں نے دوسرا بھی آپ کے حوالے کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا حتیٰ کہ وہ بھی خاموش ہو گیا اور ان کی پیاس بھی جاتی رہی۔ (رواہ الطبرانی باسناد رجالہ ثقات۔ درالصحابہ للشوکانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں نماز عشاء پڑھتے تھے، (عموماً ایسا ہوتا کہ جب) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سجدہ فرماتے تو سیدنا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کی کمر پر چڑھ بیٹھتے۔ ایک مرتبہ ایسا ہی ہوا، جب آپ سجدے سے سر مبارک اٹھاتے تو انہیں پیچھے سے ہاتھ گھما کر آہستہ سے پکڑتے اور ایک طرف زمین پر بٹھا دیتے۔ جب آپ دوبارہ سجدہ فرماتے تو وہ بھی دوبارہ آپ کی پیٹھ مبارک پر چڑھ جاتے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پوری فرمائی تو انہیں اپنی گود مبارک میں بٹھایا، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول انہیں گھر نہ پہنچا دوں؟ چنانچہ اتنے میں ایک روشنی نمودار ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا کہ جاؤ اپنی والدہ کے پاس چلے جاؤ، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک وہ دونوں گھر کے اندر نہ چلے گئے، وہ روشنی برابر قائم رہی۔ (رواہ احمد ورجالہ ثقات)

علی بن حسین بن واقدی فرماتے ہیں کہ میرے والد نے بیان فرمایا، انہیں ابو غالب نے اور انہوں نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات سے فرما رکھا تھا کہ انہیں (یعنی حسین رضی اللہ عنہ کو) کسی بات پر رُلانا مت۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف رکھتے تھے کہ جبریل امین تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ اتنے میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور دروازہ بند دیکھ کر رونے لگے۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی گود میں جا بیٹھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کی امت انہیں قتل کرے گی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''کیا وہ مسلمان ہوتے ہوئے حسین کو قتل کریں گے؟ جبریلِ امین نے عرض کی، جی ہاں مسلمان ہی قتل کریں گے''۔ پھر جبریلِ امین نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس سرزمین کی مٹی دکھائی جہاں وہ شہید ہوں گے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۸۹ اسنادہ حسن)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے لئے حضور ﷺ کا اشک بار ہونا

عبداللہ بن نجی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادم تھے کہ وہ ایک سفر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے، صفین کی طرف جا رہے تھے، ہم لوگ جس وقت نینویٰ بستی کے قریب پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے آواز دے کر فرمایا: ابوعبداللہ ٹھہر جایئے! ابوعبداللہ ذرا فرات کے کنارے رکیئے! میں نے عرض کیا کیا بات ہے؟ فرمانے لگے میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کی آنکھیں پرنم ہیں، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کی آنکھیں اشک بار ہیں خیر تو ہے؟ آپ کو کس نے ستایا ہے؟ فرمایا کہ کسی نے نہیں ستایا، دراصل بات یہ ہے کہ ابھی کچھ دیر پہلے جبریلؑ میرے پاس آئے تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ آپ کے نواسے حسین رضی اللہ عنہ کو دریائے فرات کے کنارے قتل کیا جائے گا۔ اس کے بعد فرمایا اگر چاہو تو اس سرزمین کی مٹی آپ کو سنگھاؤں؟ میں نے کہا ضرور لایئے اس پر انہوں نے اپنا ہاتھ دراز کیا اور ایک مٹھی مٹی مجھے تھمادی، اس پر میرے آنسو بہہ نکلے۔
(مسند احمد، اسنادہ صحیح)

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نگہداشت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ

وسلم حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان الفاظ کے ساتھ دَم فرمایا کرتے تھے:

"اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَامَّۃٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَّامَّۃٍ"

اس کے بعد فرماتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام کو انہی کلمات کے ساتھ دم فرمایا کرتے تھے"۔(ترمذی حدیث نمبر ۲۰۶۰)

حضرت ایاس اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے آگے چل رہا تھا، سیدنا حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے ایک آپ ﷺ کے آگے اور دوسرے آپ ﷺ کے پیچھے سوار تھے، میں نے اسی حالت میں تینوں حضرات کو حجرہ شریف میں داخل کر دیا۔(مسلم حدیث نمبر ۶۲۶۰)

رسول اللہ ﷺ کے کندھے پر آپ کا سوار ہونا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ساتھ تھے ایک دائیں کندھے پر سوار تھا اور دوسرا بائیں کندھے پر۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی اسے بوسہ دیتے اور کبھی اسے۔اسی حالت میں ہم تک پہنچے۔ (امام احمد فضائل الصحابہ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کو اپنے گھرانے کے افراد میں کن سے زیادہ محبت ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے: میرے بچوں کو میرے پاس بلاؤ! وہ آتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں سینے سے لگاتے اور پیار فرماتے۔(ترمذی حدیث نمبر ۳۷۷۲)

حضرت صفیہ بنت شیبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک روز صبح کے

وقت تشریف لائے۔ آپ سیاہ رنگ کی اونی چادر زیب تن فرمائے ہوئے تھے، اتنے میں سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں اپنی چادر میں لپیٹ لیا۔ کچھ دیر بعد سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آئے تو انہیں بھی اپنے ساتھ چادر میں بٹھالیا پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں تو انہیں بھی اپنے ساتھ چادر میں بٹھالیا، پھر سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو انہیں بھی چادر اوڑھالی اور اس کے بعد فرمایا:

انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا. (احزاب)

''اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو پاک صاف رکھے''

(بیان القرآن) (مسلم حدیث نمبر ۶۲۶۱)

عبدالرحمٰن بن ابی نعیم فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: حسن وحسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) میری دنیا کی بہار ہیں۔

(بخاری حدیث نمبر ۵۹۹۴)

سلیمان داوردی حضرت جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے سیدنا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بچپن ہی میں (بلوغت سے قبل ہی) بیعت فرمالیا تھا ان کے علاوہ کسی اور کو بچپن میں بیعت نہیں فرمایا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸، ص ۲۲۶)

''حسین رضی اللہ عنہ ایک عظیم نواسۂ رسول ﷺ!''

یعلی بن مرہ روایت فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کھانے کی ایک دعوت میں جارہے تھے، راستہ میں دیکھا کہ ایک گلی میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھیل رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہم سے آگے بڑھے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑنے کے ارادے سے اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے وہ ادھر ادھر بھاگنے لگے، آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ان سے دل لگی فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا ایک دست مبارک ان کی ٹھوڑی کے نیچے دیا اور دوسرے ہاتھ سے گدی پکڑ کر ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا: ''حسین مجھ سے ہے، میں حسین'' سے ہوں، حسین ایک عظیم نواسہ رسول ہے''۔ (ابن ماجہ ۱۴۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ میں، تم اور یہ دونوں یعنی حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور یہ سونے والا یعنی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیامت کے روز اکھٹے ہوں گے۔ (رواہ احمد ورجالہ ثقات)

عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ وہ زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں گئے تو انہوں نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم (ایک مرتبہ) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جانب بٹھایا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسری جانب اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گود میں دونوں کے درمیان بٹھایا اور فرمایا: رحمة الله عليكم اهل البيت۔ یعنی اس گھرانے پر اللہ کی رحمتیں ہیں۔

(رواه الطبرانی فی الاوسط)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: جس کے ساتھ تمہاری جنگ اس کے ساتھ میری جنگ اور جس کے ساتھ تمہاری صلح اس کے ساتھ میری بھی صلح اور امام احمد کی روایت میں یوں ہے: جو تم سے لڑے گا، اس کے ساتھ میری بھی لڑائی اور جو تم سے صلح کرے گا اس کے ساتھ میری بھی صلح۔

(ترمذی حدیث نمبر ۳۸۷)

داؤد بن ابوعوف ابو جحاف سے مروی ہے جو انتہائی ثقہ تھے، وہ ابو حازم سے اور وہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ: جس نے حسن وحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے

بغض رکھا۔(ابن ماجہ نمبر ۱۴۳)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لے کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مرض الوفات میں تھے۔ عرض کرنے لگیں، اے اللہ کے رسول! یہ آپ کے نواسے آئے ہیں انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عنایت فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسن میری سیادت و ہیبت اور حسین میری جرأت و سخاوت کا وارث ہوگا۔(رواہ الطبرانی فی الاوسط)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرما رہے ہوتے، جب سجدہ فرماتے تو حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کی پیٹھ مبارک پر چڑھ بیٹھتے، صحابہ کرام روکنے لگتے تو آپ اشارے سے منع فرما دیتے کہ انہیں چھوڑ دو۔ نماز پوری فرما کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنی گود مبارک میں بٹھاتے اور فرماتے، جس کو مجھ سے محبت ہے وہ ان دونوں سے بھی محبت کرے۔

(اخرجہ ابو یعلی ورجالہ ثقات)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص کسی جنتی شخص کو دیکھنا چاہے تو وہ حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ لے، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہی بات فرماتے سنا ہے۔(ابو یعلی و رجالہ رجال الصحیح)

اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات کسی ضرورت کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ باہر تشریف لائے تو آپ گود میں کچھ اٹھائے ہوئے تھے، مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ کیا چیز ہے، جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کی گود مبارک میں کیا ہے؟ فرماتے ہیں کہ میرے سوال پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر ہٹا دی تو دیکھا کہ ایک طرف حسن رضی اللہ عنہ اور دوسری طرف حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یہ دونوں میرے نواسے میری بیٹی کے لخت جگر ہیں، اے اللہ مجھے ان دونوں سے محبت ہے تو بھی انہیں اپنا محبوب بنا لے اور جو ان سے محبت کرے اسے بھی اپنا محبوب بنا لے۔

(ترمذی ۳۷۶۹)

حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن و حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ جنتی عورتوں کی سردارہ ہیں، ہاں مگر جو فضیلت مریم بنت عمران کو حاصل ہے وہ اپنی جگہ ہے۔

(اخرجہ الامام احمد فی مسندہ واسنادہ صحیح)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اہل بیت کی حرمت وعزت

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کا خیال رکھنا۔ (اخرجہ البخاری فی کتاب المناقب)

حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مقام ومرتبہ

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی نظر میں

یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان حضرات کا غایت درجہ اعزاز واکرام فرماتے تھے اور ہر ایک کو ان کے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وظیفے کے برابر عطیہ مرحمت فرماتے۔ ایک مرتبہ یمن سے کچھ لباس آئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ سب کے سب حضرات صحابہ کرام کے بچوں میں تقسیم فرمادیے، حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان میں سے کچھ بھی نہیں دیا اور یوں فرمایا: ان میں ان حضرات کے شایان شان کوئی لباس نہیں، اس کے بعد یمن کے گورنر کے نام پیغام بھیج کر ان حضرات کے شایان شان دو جوڑے بنوائے۔ (البدایہ والنہایہ ج۸ص۲۲۶)

حماد بن زید معمر سے اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کے بچوں میں کپڑے تقسیم فرمائے، ان میں حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شایانِ شان کوئی لباس نہ تھا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے یمن کے گورنر کے پاس پیغام بھیج کر ان کے شایان شان لباس منگوایا اور فرمایا: اب میرا جی خوش ہوا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۳، ص۲۸۵)

حضرت عمر ﷛ اور حضرت حسین ﷛ کے مابین ایک گفتگو

یحییٰ بن سعید انصاری عبید بن حنین سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے بیان فرمایا: میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، میں بھی ان کے ساتھ منبر پر چڑھ گیا اور ان سے کہا کہ: میرے نانا ﷺ کے منبر سے نیچے اترو! اور اپنے باپ کے منبر پر جا چڑھو! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں تھا (فرماتے ہیں کہ) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھالیا۔ میں بیٹھا ہوا کنکریاں الٹ پلٹ کرتا رہا۔ جب (خطبے سے فارغ ہو کر) منبر سے نیچے تشریف لائے تو مجھے اپنے ساتھ گھر لے گئے اور فرمایا: یہ بات تمہیں کس نے سکھائی تھی؟ میں نے عرض کیا: واللہ کسی نے بھی نہیں سکھائی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرا باپ تم پر فدا ہو ہمارے ہاں تشریف لایا کیجئے! سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ایک روز میں ان کے ہاں حاضر ہوا تو (معلوم ہوا کہ) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ خلوت میں ہیں، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی (اجازت نہ ملنے کی بناء پر) دروازے سے واپس ہو رہے تھے، چنانچہ میں بھی ان کے ساتھ واپس ہو گیا، اس کے بعد کسی اور ملاقات میں مجھے فرمانے لگے: کیا بات ہے نظر نہیں آتے؟ میں نے عرض کیا امیر المومنین! میں حاضر ہوا تھا مگر آپ امیر معاویہ ﷛ کے ساتھ خلوت میں تھے اور ابن عمر بھی اجازت نہ ملنے پر واپس ہو رہے تھے میں بھی ان کے ساتھ واپس ہو گیا۔ فرمانے لگے: تم ابن عمر سے اندر آنے کے زیادہ حقدار تھے، ہمارے سروں میں جو سفیدی تم دیکھ رہے ہو وہ اللہ کے کرنے سے ہوئی ہے مگر ظاہری سبب تم ہی بنے ہو۔ (سندہ صحیح الاصابہ لابن حجر)

سیدنا فاروق اعظم ﷛ کی طرف سے حضرات علیؓ و حسینؓ کا وظیفہ

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وظیفہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وظیفے کے برابر یعنی پانچ ہزار مقرر فرمایا تھا۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۳، ص ۲۸۵)

شہزادی شہر بانو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے عقد میں

حضرت محمد باقرؒ سے روایت ہے کہ جب بنت یزدجرد حضرت عمر فاروقؓ کے پاس آئیں تو مدینہ کی باکرہ لڑکیاں ان کا حسن و جمال دیکھنے بالائے بام آئیں۔ جب مسجد میں داخل ہوئیں تو چہرہ کی تابندگی سے مسجد روشن ہوگئی۔ حضرت عمرؓ نے جب ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے اپنا چہرہ چھپا لیا اور کہا برا ہو ہرمز کا کہ اس کے سوئے تدبیر سے یہ روز بد نصیب ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ مجھے گالی دیتی ہے۔ (کہ میرے دیکھنے کو روز بد کہا) اور ان کی اذیت کا ارادہ کیا۔ امیر المؤمنین (حضرت علی المرتضیٰؓ) نے کہا ایسا نہیں ہے اس کو اختیار دو کہ یہ مسلمانوں میں سے کسی کو اپنے لیے منتخب کر لے۔ اس کے حصہ غنیمت میں اس کو سمجھ لیا جائے۔ جب اختیار دیا گیا تو وہ لوگوں کو دیکھتی ہوئی چلیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ امیر المؤمنین نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے کہا جہان شاہ۔ حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ شہر بانو۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابوعبداللہ! تمہارا ایک بیٹا اس کے بطن سے پیدا ہوگا جو اہل زمین میں سب سے بہتر ہوگا۔ چنانچہ (شہر بانو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی تحویل میں آ گئیں، جن سے) علی بن الحسین (حضرت زین العابدینؒ) پیدا ہوئے۔ پس وہ بہترین عرب تھے ہاشمی ہونے کی وجہ سے، اور بہترین عجم تھے ایرانی ہونے کی وجہ سے اور مروی ہے کہ ابوالاسود دئلی شاعر نے حضرت زین العابدین کی شان میں یہ شعر کہا:

> وہ ایسے لڑکے ہیں جن کا تعلق کسریٰ اور ہاشم دونوں سے ہے۔ جن بچوں کے گلے میں تعویذ ڈالے جاتے ہیں اُن میں وہ سب سے بہتر ہیں۔''

(اصول کافی ترجمہ جلد اول ص ۵۷۹ مطبوعہ کراچی)

یونس بن ابواسحٰق عیزار بن حریث سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت اللہ کے سائے میں تشریف فرما تھے، اچانک سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آتے دیکھا تو فرمایا: ''یہ نوجوان آسمان والوں کی نگاہوں میں تمام زمین والوں سے زیادہ محبوب ہیں''۔ (البدایہ والنہایہ۔ ج ۸، ص ۲۲۶)

ابن ابو نعیم فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مچھر کے خون کے متعلق سوال کیا (کہ آیا وہ پاک ہے یا ناپاک؟) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کس علاقے سے تعلق ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ عراق کا باشندہ ہوں! حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: عراقیوں نے نبوت کے جگر پارے کو قتل کر ڈالا اور یہ مجھ سے مچھر کے خون کے بارے میں پوچھ رہا ہے حالانکہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میری دنیا کے پھول (اور بہار) ہیں۔

(اخرجہ البخاری فی کتاب الادب نمبر ۵۹۹۴)

رزین بن عبید فرماتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ اتنے میں حضرت زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں (دیکھ کر) فرمایا: محبوب بن محبوب کو مرحبا وخوش آمدید ہو۔

(اخرجہ الامام احمد فی فضائل الصحابہ واسنادہ صحیح)

ابن مہزم فرماتے ہیں کہ: ہم ایک جنازے میں شریک تھے، اتنے میں دیکھا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کپڑے کے ساتھ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں سے مٹی جھاڑتے ہوئے آرہے ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا باہمی تعلق

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور نصیب رہی تا آنکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راضی اور خوش تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ تمام حضرات آپ کا اکرام فرماتے اور تعظیم بجالاتے، پھر اپنے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہے ان سے احادیث روایت کیں۔ جمل وصفین وغیرہ تمام جنگوں میں ان کے ساتھ رہے ان کی نگاہوں میں قابل احترام وتعظیم رہے، ہر معاملے میں اطاعت وفرمانبرداری اختیار کی حتیٰ کہ وہ بھی شہید ہو

گئے، جب خلافت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد ہوئی تو یہ اپنے بھائی سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کے ہاں آتے جاتے، وہ بھی انہیں مرحبا اور خوش آمدید فرماتے، اور بے انتہا اکرام فرماتے، خوب ہدایا پیش کرتے ایک روز دولاکھ کا نذرانہ دونوں بھائیوں کی خدمت میں پیش کیا اور (بطور مزاح) فرمایا: یہ لے لو، میں بھی تو آخر ہندہ کا بیٹا ہوں، اللہ کی قسم اتنی بڑی مقد... میں نہ تو مجھ سے پہلے کسی نے دیا ہوگا اور نہ کوئی میرے بعد دے گا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً فرمایا اللہ کی قسم تو اور نہ تجھ سے پہلے یا تیرے بعد کوئی، ہم سے بہتر انسانوں کو دے سکا ہے، نہ دے سکے گا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد بھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر سال حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں تشریف لے جاتے تھے، وہ انہیں ہدایا سے نوازتے اور اعزاز واکرام فرماتے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸)

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوب صحبت پائی، زندگی کا ایک بڑا حصہ انکے ساتھ گذارا، سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بے پناہ محبت فرماتے، ان کے پاس ملنے تشریف لے جاتے، ان حضرات کے ایسے بے شمار واقعات ہیں جن سے محبت، اتفاق، تواضع، کرم اور سخاوت جیسے عمدہ اوصاف پھوٹتے ہیں، حتیٰ کہ سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے راضی وخوش ہو کر دنیا سے تشریف لے گئے۔ مندرجہ ذیل واقعات ہمارے اس بیان پر شاہد عدل ہیں جو مشتے نمونہ از خروارے کا مصداق ہیں۔ جس وقت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہونے لگا تو دونوں بھائیوں کو بلایا اور مندرجہ ذیل وصیت فرمائی:

> "میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں، اور دیکھو دنیا کے طالب نہ بننا اگرچہ وہ (دنیا) تمہیں تلاش کرتی پھرے، کسی چیز کے نہ ملنے پر جزع فزع نہ کرنا، ہمیشہ حق بات کہنا، یتیموں پر رحم کرنا، پریشان حال کی دستگیری کرنا، آخرت کے لئے جمع رکھنا، ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کرنا، کتاب اللہ کو زندگی کا نصب العین بنائے رکھنا اور دیکھنا اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔"

☆

حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ حج کو نکلے ابھی راستے ہی میں تھے کہ توشہ ختم ہوگیا اور بھوک و پیاس کی شدت نے نڈھال کر دیا، اچانک دور ایک خیمہ دکھائی دیا وہاں پہنچے تو دیکھا کہ خیمے میں صرف ایک بڑھیا ہے، اس سے پوچھا کہ: آپ کے ہاں پینے کی کوئی چیز ہے؟ بڑھیا نے کہا: ہاں ہے، ان حضرات نے بڑھیا کے ہاں پڑاؤ ڈال دیا۔ اس کے پاس صرف ایک کمزور سی بکری تھی کہنے لگی: اس بکری کا دودھ نکال کر پی لو۔ ان حضرات نے دودھ نکالا اور پی لیا۔ پھر پوچھا کوئی کھانے کی چیز بھی ہے؟ وہ بولی: یہی بکری ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتی ہوں کہ جب تک میں لکڑیاں جمع کروں اس وقت تک تم میں سے ایک شخص اس بکری کو ذبح کر لے اور پھر اسے بھون کر کھالو۔ چنانچہ ان حضرات نے ایسا ہی کیا اور وقت ٹھنڈا ہونے تک وہیں ٹھہرے رہے، چلتے وقت بڑھیا سے کہا، ہم قریشی لوگ ہیں حج کے لئے مکہ جا رہے ہیں۔ بعافیت لوٹ آئیں تو ہمارے ہاں آنا ہم تمہیں اس بھلائی کا بہترین بدلہ دیں گے، یہ کہا اور چلے گئے، اس کا شوہر آیا تو اس نے سارا قصہ شوہر کو سنایا وہ سن کر ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ جن کو جانتی نہ پہچانتی ان کے لئے بکری ذبح کر ڈالی اور کہتی ہے کہ قریشی لوگ تھے!!

کچھ عرصے بعد میاں بیوی کی نوبت فاقے کو پہنچی تو مجبور ہو کر مدینہ منورہ کا رخ کیا اور یہاں اونٹ کی مینگنیاں چننے لگے، بڑھیا مینگنیاں چنتی ہوئی ایک گلی سے گزری، مینگنیاں جمع کرنے کا ٹوکرا ساتھ تھا، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکان کے دروازے پر تشریف فرما تھے، دیکھتے ہی پہچان لیا اور آواز دے کر کہا: بڑی بی آپ مجھے جانتی ہو؟ وہ کہنے لگی نہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں فلاں مقام پر فلاں سن میں فلاں روز آپ کا مہمان بنا تھا! وہ کہنے لگی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نہیں پہچان سکی۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم نہیں پہچان سکی تو کوئی بات نہیں میں نے تو آپ کو پہچان لیا۔ اسکے بعد اپنے غلام کو حکم دیا کہ صدقے کی بکریوں میں سے ہزار 1000 بکریاں خرید کر ان کے حوالے کر دو، اور ایک ہزار دینار نقد عطا فرمائے، اس کے

بعد اپنے غلام کے ساتھ اسے اپنے بھائی سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجا، سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی دیکھتے ہی فوراً پہچان لیا، غلام سے دریافت کیا کہ بھائی حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا دیا ہے؟ اس نے بتادیا تو سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی قدر (یعنی ہزار بکریاں اور ہزار دینار نقدی) عطا فرمائے، پھر غلام کے ساتھ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا، انہوں نے بھی دیکھتے ہی پہچان لیا، غلام نے بتایا کہ سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنا اتنا دیا ہے، حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ اگر آپ پہلے میرے پاس آتیں تب بھی میں ان دونوں کی پیروی کرتا، پھر دو ہزار بکری اور دو ہزار دینار کا حکم صادر فرمایا، اس طرح وہ بڑھیا تمام اہل مدینہ سے زیادہ مالدار بن کر لوٹی۔ (البدایہ والنہایہ)

☆

سعید بن عمرو فرماتے ہیں کہ: سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: میری خواہش ہے کہ آپ کی جرأت وبیباکی کا کچھ ذرہ مجھے بھی نصیب ہو جاتا۔ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ آپ کی فصاحت وبلاغت کا کچھ حصہ مجھے بھی مل جاتا۔

☆

امام مدائنی فرماتے ہیں کہ سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین گفتگو میں کچھ نوک جھونک ہوگئی، ابھی زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کا بوسہ لیا، اس کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کا بوسہ لیا اور عرض کیا: میں پہل کرنے سے اس لئے رکا رہا کہ اس فضیلت کا زیادہ حقدار آپ کو سمجھا تو مجھے یہ بات اچھی نہ لگی کہ میں آپ کے حق میں دخل اندازی کروں۔

☆

خطباتِ صفر المظفر

① ......اسلام کی جامعیت

② ......اعتقادات' عبادات' معاملات اور عصمتِ انبیاء

③ ......ہمارے آقا ﷺ کے آباء واجداد

④ ......موت کی تیاری (۱)

⑤ ......موت کی تیاری (۲)

......☆......

اسلام کی جامعیت

یہ خطاب حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہ اللہ نے جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم کے سالانہ جلسہ میں فرمایا کیسٹ سے پیش خدمت ہے۔

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرورِ انفسنا ومن سیّئات اعمالنا. من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضلله فلا ھادی لہٗ واشھد ان لّا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد انَّ سیّدنا ونبیّنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی الہٖ واصحابہٖ وبارک وسلّم تسلیمًا کثیرًا.

امّا بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. یٰآیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا. (التحریم: ٦)

صدق اللّٰہ مولانا العظیم

خدا در انتظار حمد ما نیست
محمدؐ چشم بر راہِ ثنا نیست
خدا مدح آفرینِ مصطفیٰ بس
محمدؐ حامدِ حمدِ خدا بس

محمدؐ از تو مے خواہم خدارا
خدایا از تو عشق مصطفیؐ را

بزرگان ملت برادران عزیز، معززہ ومکرمہ ماؤ، بہنو، بیٹیو۔ اللہ تعالیٰ حق کہنے، سننے، عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ حق کا لفظ زبان پر آسان ہے۔ اس کی تعریف مشکل ہے۔ (از آدم تا ہنوز) جس نے حق کہا اس کی زندگی آرام سے نہیں گزری مولانا رومؒ نے بڑی پیاری بات کہی ۔

گفتار سکھ مایہ آزارے شود
چوں حرف حق بلند شود دارے شود
دیدار متاع کبر دار فروشند
گل نیست کہ در کوچہ بازار فروشند

اگر میں انبیاء کرام کی زندگی بیان کرنا شروع کردوں تو میری زندگی ختم ہو جائے گی لیکن ایک باب بھی بیان نہیں ہو سکے گا۔ کوئی نبی آرے کے نیچے، کوئی نبی تخنے (الاؤ) کے اندر، روح دو عالم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کوئی نبی اتنی ایذا نہیں دیا گیا جتنا کہ میں دیا گیا ہوں۔ آج بھی حق کہنا مشکل ہے۔ (تمہارے دو دو فرشتے میرے چار چار، میں گھر میں تب بھی زیر نگرانی، سفر میں ہوں تب بھی زیر نگرانی، ''الحمد للہ''! دعا کرو اللہ تعالیٰ اسی راہ میں مجھے موت عطا فرمائے۔ مجھے حق کہنے کی توفیق دے۔ حق سمجھنے کی توفیق دے اور حق کو غالب کرنے کی توفیق دے)۔ آمین!

میں آج کل بطور وظیفہ یہ آیت پڑھ رہا ہوں ارشاد ربانی ہے:

یٰآَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْآ اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا. (التحریم: ۶)

اے ایمان والو اپنے نفسوں کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ......

دین تین چیزوں کا نام ہے، ''اعتقادات، عبادات، معاملات''......

عقیدہ صحیح عمل تھوڑے جنت قریب......

عقیدہ خراب عمل بہت ٹھکانہ جہنم!

اللہ رب العزت شرک فی التوحید سے بھی بچائے اور شرک فی النبوۃ سے بھی

بچائے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ اولیاء اللہ میں سے ایک بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے پاس ایک عورت گئی کہنے لگی کہ میرا خاوند دوسری بیوی کر رہا ہے۔ کوئی تعویذ دیں تا کہ وہ اس ارادے سے باز آ جائے۔ فرمایا کہ میں روکنے والا کون؟ جب خدا اجازت دے تو اللہ کے قانون میں ترمیم نہیں ہو سکتی۔ ہم یہ سمجھے کہ چار بیویوں کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چار بیویاں کرنے کی اجازت دی ہے حکم نہیں دیا۔ ایک بیوی سے اولاد نہیں ہوئی کوئی ملکی یا خاندانی ضرورت پیش آ گئی تو دوسری کی اجازت ہے۔ جیسے میں کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہے۔ میں جنگل میں ہوں پاک پانی نہیں ملتا تو ناپاک پانی استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً.

اس میں دو دو، تین تین، چار چار بیویاں کرنے کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ دونوں کے درمیان عدل و انصاف اور مساوات و برابری اختیار کی جائے اور اگر عدل و انصاف نہ ہو سکے تو دوسری بیوی کرنے کی اجازت بھی نہیں۔

جس چیز کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہو تو اس سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے قانون میں ترمیم نہیں ہو سکتی۔

واقعہ:...... حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک دن تورات کا ایک ورق پڑھ رہے تھے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھ لیا کیا پڑھ رہے ہو؟ عرض کیا تورات کا ایک ورق ملا وہ پڑھ رہا ہوں۔ فرمایا اگر تورات والا نبی موجود ہوتا تو وہ بھی قرآن پڑھتا اسے بھی تورات پڑھنے کی اجازت نہ ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کے آخری قانون کے مقابلے میں کوئی قانون نہیں چل سکتا۔ باوجودیکہ تورات ...... انجیل ...... زبور ...... اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتابیں ہیں۔ لیکن قرآن پاک کی موجودگی میں ان پر عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ تو بندوں کے قانون کی کیا حیثیت ہے؟ خلاف شریعت کوئی قانون نہیں مانا جائے گا۔ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے لگے جب خدا تعالیٰ اسے دوسری بیوی کی اجازت دے تو میں اسے روکنے والا کون ہوں۔ آج کل کے

قوانین کی بات نرالی ہے۔ ہمارے ہاں ایک قانون بنا ہے کہ اگر خاوند بیوی کو طلاق دے تو نفاذ اس وقت ہوگی جب چیئرمین اس کی منظوری دے۔ بیوی کسی کی، منظوری کوئی دے!! بڑا عجیب لطیفہ ہے۔ طلاق پہلے اور منظوری بعد میں، یہ افیونی کا لوٹا ہے یا قانون۔ افیونی کو قبض ہوتی ہے۔ وہ قضا حاجت کے لئے باہر گیا تو لوٹے کو سوراخ ہوگیا۔ اس کے فارغ ہونے سے پہلے لوٹا خالی ہوگیا۔ ایک وہ کہنے لگا آج میں استنجا پہلے کروں گا اور پاخانہ بعد میں۔ ہمارے عقلمندوں نے قانون بنایا کہ طلاق پہلے اور منظوری بعد میں۔ اگر کسی علم والے اور عقلمند سے مشورہ لیا ہوتا تو کہتا کہ میاں منظوری پہلے لو اور طلاق بعد میں دو۔ ناقص جو قانون بنائے گا وہ ناقص ہی ہوگا۔

ہمارا دیکھنا کامل یا ناقص؟ میں گاڑی میں بیٹھا ہوں اور گاڑی کھڑی ہے۔ جو گاڑی بعد میں آئی وہ چلنے لگی میں سمجھتا ہوں کہ میرے والی گاڑی جا رہی ہے۔ بادل دوڑ رہا ہے میں سمجھتا ہوں چاند دوڑ رہا ہے۔ ہمارا دیکھنا ناقص، ناقص جو قانون بنائیں گے وہ ناقص ہی ہوگا۔ انگریزوں نے انڈین پینل کورٹ بنایا جوان کا شاہکار کہلاتا ہے۔

ناقص قانون کے متعلق واقعہ:

علی گڑھ میں ایک بنئے (ہندو) کے بیٹے نے ایک چوکیدار کو ٹھوکر ماری اس کی تلی پھٹ گئی اور وہ مر گیا۔ پولیس نے پرچہ درج کر کے اسے گرفتار کر لیا۔ مقدمہ کورٹ میں چلا گیا اس ملزم کا باپ ڈاکٹر سید محمود ایڈووکیٹ (ابن سر سید احمد خان) کے پاس آیا اور کہا کہ میرے بیٹے ۳۰۲ میں گرفتار کر لیا گیا ہے اور مقدمہ کورٹ میں چلا گیا ہے آپ پیروی کریں۔ ڈاکٹر سید محمود نے کہا کہ پیروی کروں گا لیکن میری دو شرطیں ہیں (۱) ایک لاکھ روپیہ فیس لوں گا (۲) دوران مقدمہ آپ میرے پاس نہیں آئیں گے۔ بنئے نے کہا کہ مجھے دونوں شرطیں منظور ہیں ڈاکٹر محمود نے کہا پچاس ہزار روپے پہلے لوں گا اور پچاس ہزار روپے فیصلہ اور رہائی کے بعد۔ سرسری سماعت ہوئی سیشن نے کیس کی سماعت کی ملزم کو مجرم قرار دے کر پھانسی کی سزا دی۔ فیصلہ سن کر بنیا سید محمود کے پاس آیا اور کہا کہ میرے بیٹے کو موت کی سزا سنا دی گئی ہے۔ ڈاکٹر محمود نے کہا کہ میں نے جو کہا تھا کہ تم میرے پاس نہ آنا۔ لڑکے

کی طرف سے ہائی کورٹ میں اپیل کی گئی۔ ہائی کورٹ نے سزا کی توثیق کر دی اور پھانسی کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ بنئے کو اطلاع دی گئی کہ فلاں تاریخ کو تم اپنے مجرم کو مل لو فلاں، تاریخ کو پھانسی دے دی جائے گی۔ بنیا ڈاکٹر محمود کے پاس آیا اور کہا کہ سرکار پرسوں میرے بیٹے کو پھانسی ملے گی۔ تو ڈاکٹر محمود نے کہا کہ میں نے جو کہا کہ تم میرے پاس نہ آنا۔ وہ بنیا کہنے لگا کہ اس کی مجھے اجازت ہے کہ میں لاش لے کر تمہارے پاس آؤں؟ پرسوں پھانسی لگ جائے گا۔ ڈاکٹر نے کہا کہ میں نے کہا کہ میرے پاس نہ آنا میں نے کئی افراد پھانسی لگتے دیکھے ہیں (اور خود بھی الحمدللہ پھانسی کی کوٹھری میں رہا ہوں) جس دن پھانسی دیتے ہیں اس دن جیل کو بند کر دیتے ہیں اور پھانسی کے سزا یافتہ کو پیچھے ہتھکڑی لگا دیتے ہیں اور اسے لاکر پھانسی کے تختہ پر کھڑا کر دیتے ہیں۔ رسہ پڑا ہوتا ہے بھنگی آکر گلے میں پٹہ ڈال دیتا ہے اور مجسٹریٹ آکر ملزم کو کہتا ہے کہ تو نے فلاں شخص کو قتل کیا۔ تجھے فلاں عدالت نے سزائے موت سنائی تیری تمام تر اپیلیں خارج ہو چکی ہیں۔ اس قتل کی پاداش میں تجھے پھانسی دیا جا رہا ہے مجسٹریٹ کے پاس رومال ہوتا ہے۔ وہ اسے ہلاتا ہے اور بھنگی (جلاد) آہستہ سے ہینڈل کھینچ دیتا ہے۔ (بڑی تکلیف دہ اور خطرناک موت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ بچائے حق کی راہ میں آئے تو آئے)۔

چنانچہ ملزم کو لایا گیا اور مجسٹریٹ نے ساری روداد سنائی، بھنگی نے گلے میں رسہ ڈالا اب مجسٹریٹ نے اشارہ کرنا تھا تا کہ بھنگی ہینڈل کھینچے۔ ڈاکٹر سید محمود نے کہا کہ یہ میرے پاس تعزیرات ہند ہے۔ دفعہ ۳۰۲ کی تعریف لکھی ہے کہ "اسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے"۔ اگر میرا ملزم مر گیا تو میں تم سب پر ۳۰۲ کا مقدمہ کروں گا۔ اب مجسٹریٹ، سیشن جج، سپرنٹنڈنٹ جیل سب کو اپنی پڑی اور فیصلہ ہوا کہ اسے اتار کر کوٹھری میں بھیجا جائے۔ ہائی کورٹ میں ڈاکٹر سید محمود پیش ہو گئے اور کہا کہ قانون میں ۳۰۲ کی جو تعریف لکھی ہے وہ میرے ملزم پر پوری ہو چکی ہے۔ مارا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ مارے جانے کے الفاظ قانون میں موجود نہیں ہیں ہائی کورٹ نے کہا کہ ڈاکٹر سید محمود کے دلائل صحیح ہیں۔ اس ملزم کو بری کرو اور قانون میں ترمیم کرو کہ "ملزم کو لٹکایا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے"۔

ڈاکٹر سید محمود جیت گئے اور ناقص کا قانون ناقص ثابت ہو گیا میں نے کہا کہ

ناقص جو قانون بنائیں گے وہ ناقص ہوگا جب میرے پاس کامل قانون موجود ہے تو میں ناقص کو کیا کروں؟ جب میرے قرآن وسنت موجود ہیں تو میں بندوں کے قانون کو کیا کروں؟

طرز جمہوری نہ شان کجکلاہی چاہئے
جس کے بندے ہیں اسی کی بادشاہی چاہئے

میرے دوستو تو حضرت بایزید بسطامیؒ فرمانے لگے کہ جب خدا نے اسے دوسری بیوی کرنے کی اجازت دی ہے تو میں روکنے والا کون؟

اس عورت نے کہا کہ اگر مجھے شریعت اجازت دیتی تو میں چہرے سے برقعہ اٹھاتی۔ وہ عورت شیخ اور مرشد کے سامنے کھڑی ہوئی ہے۔ لیکن نقاب اوڑھے ہوئے ہے میں ان مولویوں میں سے نہیں جو یہ کہیں کہ برقعے پہنو۔ میں کہتا ہوں برقعہ اتار دو خاوندوں پر برقعہ کا بوجھ تو نہ ڈالو اور یہ رہے گا نہیں۔ یہی لیڈر رہے تو کسی کی بچی کی عزت محفوظ نہیں رہے گی۔ اگر پہننا ہے تو برقعہ کی لاج رکھواسے سینما میں رسوانہ کرواور اسے سنبھال کر رکھو۔

آج خواجہ ناظم الدین کا بیان اخبارات میں چھپا کہ اگر ہم برسر اقتدار آگئے تو اسلامی مساوات اور عدل وانصاف نافذ کریں گے۔ اگر مجھ پر جماعتی پابندی نہ ہوتی تو میں خواجہ صاحب کو کہتا کہ اسلام کے ساتھ ہنڈی نہ کھیلو۔ یہی خواجہ ناظم الدین تھے جس نے کہا کہ قاضی صاحب ہم کچل دیں گے۔ میں نے کہا۔

یہ میں نے مانا کہ آج خنجر میرا گلو بھی نہیں رہے گا
کمر میں قاتل کی اے ستمگر ہمیشہ تو بھی نہیں رہے گا
تمہیں خبر نہیں کہ شاید دین حق کا چراغ
سموم تند کے باوصف جلتا رہتا ہے
وزارتوں کے مقدر پہ ناچنے والو
وزارتوں کا مقدر بدلتا رہتا ہے

ہم نے وزارتیں بھی دیکھیں اور ان کے انجام بھی دیکھے، اگلی بات بھی کہہ دوں۔ موجودہ وزراء سے بھی کہوں گا کہ تم بھی اپنے لئے مستقبل تیار کرو۔ وہ نہیں رہے تو یہ بھی نہیں رہیں گے۔ رہے گا نام خدا کا جو منٹوں میں شاہوں کو گدا کرے اور گدا کو بادشاہ کرے۔

سیدنا امام محمدؒ امام اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ انہیں بادشاہ جیل میں بھیجنا چاہتا تھا۔ وزراء سے مشورہ ہوا، انہوں نے کہا کہ ہم سوال مرتب کریں گے، امام محمدؒ کو سوچنے کی مہلت نہ دی جائے اور نہ ہی کتب دیکھنے کی، دربار منعقد کیا گیا، حضرت امام طلب کئے گئے، بادشاہ نے کہا کہ اگر سوالات کے جوابات نہ دیئے تو جیل...... امام صاحبؒ نے فرمایا کہ سوال کرو:

۱۔ اس کائنات ارضی کا نصف کہاں ہے؟

۲۔ تم کہتے ہو شیطان آگ سے پیدا ہوا اور آگ میں ڈالا جائے گا۔ آگ کو آگ میں ڈالا جائے اس کو تکلیف کیسے اور کیوں کر اور کتنی ہوگی؟

۳۔ خدا اس وقت کیا کر رہا ہے؟

جوابات: امام محمدؒ نے لکڑی لے کر نشان لگا دیا اور فرمایا یہ نصف ہے۔ آدھی ادھر سے ناپ لو اور آدھی ادھر سے۔ بادشاہ نے وزراء کو دیکھا، انہوں نے کہا مان لو ورنہ یہ جریب اٹھوا اٹھوا، کر مروا دے گا۔ (وزراء تو ماشاء اللہ صاحب علم ہوتے ہی ہیں، ہمارا ایک وزیر ڈیرہ غازی خان گیا اور اس نے حدیث پڑھی "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلمٍ ومسلمۃ" میرے استاذ مکرم مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا کہ اس کو کہو کہ اپنے استاذ اور باپ انگریز کی بولی بولے حدیث کا حلیہ نہ بگاڑے۔

دوسرا سوال: تم کہتے ہو کہ شیطان آگ سے پیدا ہوا بلکہ وہ خود کہتا ہے کہ خلقتنی من نارٍ وخلقتہٗ من طین میری تخلیق آگ سے ہوئی، مٹی کو کیوں کر سجدہ کروں، تم کہتے ہو کہ شیطان کو آگ میں ڈالا جائے گا تو اس سے اس کو کتنی، کیسے اور کیوں کر تکلیف ہوگی۔

امام محمد رحمہ اللہ نے مٹی کا ڈھیلا لے کر بادشاہ کو مارا اور فرمایا کہ تو مٹی سے پیدا ہوا میں نے مٹی کو مٹی ماری ہے، جس طرح مٹی سے مٹی کو تکلیف ہوئی، آگ کو آگ سے ایسے ہی تکلیف ہوگی۔ واہ علم خدا ہمیں بھی علم دے علم دین!

۳۔ امام محمد رحمہ اللہ نے تیسرے سوال کا جواب دینے کے لئے فرمایا کہ خداوند قدوس عزت والے ہیں اور عزت والے کا ذکر عزت والی جگہ پر ہونا چاہئے اور وہ جگہ ہے تیرا تخت، تو تخت سے اتر تاکہ میں اوپر بیٹھ کر جواب دے سکوں۔ بادشاہ کی مت ماری ہوئی تھی،

ایک آدمی نے کہا کہ بادشاہ جو ہوئے تو قاضی صاحب نے مزاحًا کہا یعنی ''اُلو کے پٹھے جو ہوئے'' تو وہ نیچے اترا، امام محمدؒ نے فرمایا کہ میرا خدا یہی کررہا ہے کہ آپ کو تخت سے نیچے اتار دیا اور مجھے تخت پر بٹھا دیا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے پاس دو پادری آئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے سوالوں کا جواب عقل سے دو، نقل سے نہیں۔ شاہ صاحبؒ نے پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ ایک آدمی جنگل میں پھر رہا ہے، راہ نہیں ملتا۔ راہی نہیں ملتا، راہ رو نہیں ملتا۔ راہبر نہیں ملتا منزل مقصود کی طلب اس کے دل میں ہے۔ ایک آدمی سو رہا ہے اور ایک آدمی جاگ رہا ہے، وہ راہ سوئے ہوئے سے پوچھے یا جاگنے والے سے؟ عقل کا جواب ہوگا کہ بیٹھنے والے سے، شاہ صاحب اگر یہ جواب دیتے ہیں تو ایمان گیا، کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ میں آرام فرما رہے ہیں۔ پادری کہتے ہیں کہ راہِ نجات پوچھنے والا سوئے ہوئے سے پوچھے یا بیٹھنے والے سے، اور جواب عقل سے چاہئے، نقل یعنی عبارت سے نہیں۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا راہ پوچھنے والا آئے اور بیٹھنے والے کے ساتھ آ کر بیٹھ جائے جب سونے والا جاگے گا تو اس سے راہ معلوم کرے۔ کیونکہ اگر بیٹھنے والا راہ جانتا ہوتا تو منزل مقصود پر پہنچ گیا ہوتا معلوم ہوتا ہے وہ بھی سونے والے کا منتظر بیٹھا ہے۔ پادری کہنے لگے شاہ جیؒ کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیجئے۔ جس نبی کی امتی کے علم کا یہ حال ہے اس نبی کے اپنے علم کا کیا حال ہوگا۔ (تحفہ درود شریف) خدا عقل دے اور عقل سلیم دے۔

عورتوں سے خطاب:

بیٹیو ایک بات بتلاؤں تمہاری آواز پر پردہ، قرآن کریم نے بولنے کا ادب سکھلایا۔ مسلمان عورت غیر محرم مرد سے کس طرح بولے۔ پہلی پابندی ہے کہ نہ بولے اور اگر مجبوراً بولنا پڑے کہ اگر گھر میں کوئی اور موجود نہیں، تو بولنے کا ادب سکھلایا کہ کڑک کر بولے ''ولا تخضعن باالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض'' (الاحزاب) کڑک کر بولے تاکہ سننے والے کے دل میں مرض پیدا نہ ہو۔

مرد ایسا عطر لگائے کہ اس کی خوشبو ظاہر ہو اور رنگ ظاہر نہ ہو، اور عورت ایسا عطر لگائے جس کا رنگ ظاہر ہو خوشبو نہ پھیلے کیونکہ رنگ شوہر نے دیکھنا ہے۔ شریعت نے عورت کو ہار سنگار کی اجازت دی ہے کیونکہ ہار سنگار اس کے شوہر نے دیکھنا ہے۔ جو عورت اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لئے زیب و زینت اختیار کرتی ہے تو وہ جنت میں جائے گی۔ جو اپنے حسن کے نمائش کے لئے ہار سنگار کرتی ہیں، وہ اسے جہنم میں لے جائے گا۔

لیکن میں کیا کروں کہ آج سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلوس نکلتا ہے اور عورتیں ننگی ہیں۔ اس کی تصاویر اخبار میں چھپتی ہیں۔ (بحوالہ جنگ کراچی) اس نبی کا جلوس جو کافر کی بیٹی کا سر ڈھانپتا ہے۔ موتی بہت سے ہاتھوں میں جائے اس کی آب و تاب نہیں رہتی۔ عورت بہت سی آنکھوں میں جائے اس کی آبرو نہیں رہتی۔ آج تو ''اپوا'' کی خیر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری قوم کے لیڈروں کو غیرت دے اور اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دیوث نہ بنائے اور عزت و ناموس کی حفاظت کی توفیق دے۔

وہ عورت کہتی ہے کاش شریعت مجھے اجازت دیتی تو میں اپنا چہرہ آپ کو دکھاتی اور آپ خود اندازہ فرماتے کہ میں کتنی حسین ہوں۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے یہ جملہ سنا اور فرمایا ''الا اللہ'' اور آپ پر حال طاری ہو گیا۔ ساتھیوں نے کہا کہ اتنے جملہ سے آپ پر حال طاری ہو گیا۔ فرمایا کہ اس نے یہ جملہ کہہ کر میرے بہت سے مقامات طے کرا دیئے۔ وہ اپنے حسن کی وجہ سے اپنا شریک گوارا نہیں کرتی۔ اس کا حسن ذاتی نہیں عطائی ہے، کامل نہیں ناقص ہے، مستقل نہیں عارضی ہے، باقی نہیں فانی ہے اور اللہ تعالیٰ کی غیرت کیسے گوارا کر سکتی ہے کہ بندہ اس کا ہو اور جھکے غیر کے آگے۔ میں ایک شعر پڑھا کرتا ہوں ؎

میری آنکھوں کو نور ملے نہ ملے
میرے دل کو سرور ملے نہ ملے
مگر اتنا غرور ضرور ملے
کہ جھکاؤں نہ یہ لوح جبین کہیں

اللہ تعالیٰ شرک فی التوحید اور شرک فی النبوۃ کی لعنت سے بچائے۔ پانچ آیات پڑھتا ہوں۔ قل اعوذ برب الناس۔ ہمارا رب، رب الناس، اس رب کے علاوہ کوئی رب

بنے یا بنائے، وہ الناس (انسانیت) میں سے خارج...... رب بنائے نہیں جاتے اور جو بنائے جائیں وہ رب نہیں ہوتے، جو حاجت مند ہوں وہ حاجت روا نہیں ہوتے، جو مشکلوں میں پھنسیں وہ مشکل کشا نہیں ہوتے۔ تو رب! رب الناس......

ہمارا رسول "وما ارسلناک الا کافۃ للناس" اس نبی کے علاوہ کوئی نبی بنے یا بنائے، مومن و کافر، عالم جانیں، میرے نزدیک وہ انسانوں میں سے نہیں ہوتے، وہ الناس میں سے خارج، کیونکہ الناس کا رسول تو نبی کریم ہیں۔ رب الناس کی طرف سے "کافۃ للناس" ہمارے لئے کوئی ضابطہ حیات لائے۔

کوئی نصاب زندگی یا دستور العمل لائے؟ فرمایا ہاں...... "شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن ھدی للناس" رسول کافۃ للناس قرآن ھدی للناس اس قرآن کے بعد جو نئی وحی والہام کا دعویٰ کرے یا مانے تو مومن و کافر تو عالم جانیں۔ وہ الناس میں سے خارج......

اس قوم کا کوئی مرکز وسنٹر بھی ہوگا، قرآن کہتا ہے: "ان اول بیت وضع للناس"۔

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

مرکزیت کے لئے بیت اللہ...... ہدایت کے لئے کتاب اللہ...... نبوت کے لئے محمد رسول اللہ...... ربوبیت کے لئے میرا اللہ......

جو ان چار چیزوں پر ایمان رکھے، اس قوم کا بھی کوئی مقام ہوگا، تو فرمایا: "کنتم خیر امت اخرجت للناس اے لاصلاح الناس" ...... امت ہم پر ختم...... مرکزیت بیت اللہ پر ختم...... ہدایت کتاب اللہ پر ختم...... ربوبیت اللہ پر ختم...... اور نبوت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ختم......

میں نے کہا نبی کتابیں لکھنے نہیں آتے۔

بعض پڑھے لکھے دوست کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے کمال کیا، پچاس الماریاں کتابیں لکھ کر بھر دیں، صاحب کا مضاف الیہ محذوف ہے (یعنی صاحب النار)،

میرے پاس مرزا غلام کی کتاب نور الحق موجود ہے، یہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کی چھپی ہوئی ہے اور قادیانی ولاہوری دونوں کی مسلمہ ومصدقہ ہے۔اس کے ص ۱۲۰ پر علماء کی فہرست دی ہے۔مولوی کرم الدین، مولوی نظام الدین، مولوی الٰہی بخش، مولوی حبیب اللہ، مولوی نور الدین، مولوی حسام الدین، مولوی حسن علی، مولوی حسن صفدر علی وغیرہ وغیرہ۔

اس کا پس منظر یہ ہے انگریز کے آنے کے بعد ایک گروہ کہتا تھا کہ ملک دارالاسلام تھا، اب دارالحرب بن گیا ہے اور جہاد فرض ہوگیا۔ہمارے اکابرین کا نظریہ یہی ہے۔مرزا غلام احمد اور اس قماش کے لوگ کہتے تھے کہ انگریز کے آنے کے بعد بھی ملک ''دارالاسلام'' ہے۔اکابرین علماء دیوبند نے صرف فتویٰ ہی نہیں دیا بلکہ عملاً جہاد بھی کیا۔ بانی ''دارالعلوم دیوبند'' مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے جہاد کا اعلان کر دیا، دوستوں نے کہا کہ مولانا چھپ جائیں۔

اے انگریزی پڑھے لکھے نوجوانو تم جب ''ملا'' کو گالی دیتے ہو اس میں تمہارا قصور نہیں، جس نے تم سے کتے کا نام ٹیپو رکھوایا اس بدبخت نے تم سے ''ملا'' کے لفظ کو گالی بنوا دیا۔''ملا'' کا جرم میں بتاؤں ایک دفعہ کہا گیا کہ علماء دیوبند کافر ہیں، میں نے کہا کہ میں تو سہی لیکن کس کے؟ مضاف کا مضاف الیہ محذوف ہے ہم کفر کے کافر ہیں، ہم طاغوت کے کافر ہیں، شیطان کے قانون کے کافر۔کافر دو قسم پر ایک رحمان کا کافر اور ایک شیطان کا کافر، اللہ تعالیٰ رحمان کے کفر سے محفوظ فرمائے۔تو میں مولانا نانوتویؒ کے متعلق کہہ رہا تھا کہ دوستوں نے کہا آپ کی قیادت کی ضرورت ہے، آپ چھپ جائیں۔آپ تین دن روپوش رہنے کے بعد ظاہر ہو گئے۔کھدر کا پاجامہ، پتلا کرتہ، چھوٹی سی ٹوپی، ایک فوجی افسر آیا اور مولانا کے پاس آکر کھڑا ہوگیا اور پوچھا کہ تم نے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو دیکھا ہے؟ اب دیکھئے مولانا نانوتویؒ کا امتحان ملاحظہ فرمایئے، جہاں کھڑے تھے ایک طرف ہٹ کر فرمانے لگے: جی ہاں ابھی یہیں تو تھے، تو وہ خائب وخاسر ہو کر چلا گیا، رفقاء کہنے لگے کہ فوج تلاش کر رہی ہے، آپ نے کیا غضب ڈھایا، باہر آگئے۔فرمایا جی ہاں مصلحت کا تقاضا تو یہی تھا کہ میں باہر نہ آتا، لیکن یہ سنت کے خلاف معلوم ہوئی، حضور غار ثور میں تین دن ٹھہرے تھے، تین دن کے بعد باہر آگیا تاکہ آپ کی سنت کی خلاف ورزی نہ ہو۔سبحان اللہ!

مولویوں کی فہرست لکھ کر مرزا کہتا ہے: وما ترکوا سبیل التوھین والتحقیر فعلیھم من اللّٰہ الف لعنہ فلیقل القوم کلھم۔ آمین!

اب مرزا صاحب قلم کاری فرمانے لگے ہیں اور نور حق بکھیر نے لگے ہیں۔ لعنت لعنت لعنت لعنت لعنت لعنت لعنت لعنت لعنت لعنت لعنت لعنت ایک ہی لفظ (لعنت) لکھتے گئے ہیں۔ ایک ہزار مرتبہ صرف لعنت لکھی ہے جس کی آمد زیادہ اس کا خرچ بھی زیادہ معلوم ہوتا ہے کہ ہزاروں کا خرچ ہے تو آمد کروڑوں کی، کیا مبارک وقت گزرا ہوگا۔ اس شخص کا میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں: میں چھوٹا سا تھا تو میری اماں مرحومہ جب میں سونے لگتا تھا تو فرماتی کلمہ طیبہ پڑھو، جب اٹھتا تو فرماتیں کہ کلمہ پڑھ کر اٹھو۔ ایک دن میں نے کہا اماں جی آپ روز مجھے مسلمان بناتی ہیں، حالانکہ میں مسلمان ہی ہوں، تو فرمانے لگیں کہ میں کلمہ پڑھنے کی عادت ڈالنا چاہتی ہوں کہ جب موت والی نیند آئے گی تو کلمہ کی عادت ہوگی تو آپ کلمہ پڑھ کر رخصت ہوں گے اور جب اٹھیں گے تو حشر کے دن کلمہ پڑھتے ہوئے اٹھیں گے۔ تم بھی بچوں اور بچیوں کو سکھلایا کرو۔ میں مرزائی دوستوں سے کہتا ہوں رات کو سوتے وقت پڑھ کر سویا کرو یہ تمہارا درود ہزارہ ہے۔ سارے بڑے چھوٹے مل کر پڑھا کرو۔ یا اللہ انہیں ہدایت نصیب فرما۔ آمین!

میں ان کا دشمن نہیں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں لعنت والے سے ہٹا کر رحمت والے کے قدموں میں آنے کی توفیق دے۔ تحفہ درود شریف (خود بھی درود پڑھ کر ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے اور فرمایا) اے اللہ تیرے اس نبیؐ پر بھی آسمان کے تاروں سے زیادہ رحمتیں ہوں، سمندروں کے قطروں سے بھی زیادہ رحمتیں ہوں، درختوں کے پتوں سے بھی زیادہ رحمتیں ہوں، ریت کے زروں سے بھی زیادہ رحمتیں ہوں۔ اے اللہ اس نبی کی غلامی نصیب فرما، اس نبیؐ کے غلاموں کے غلاموں کے غلاموں کے غلاموں کی قدموں کے ذروں کے ساتھ ہمارا خاتمہ فرما۔ عصرِ حاضر کے تمام فتنوں سے بچا اور اتباع شریعت نصیب فرما۔ آمین!

واقعہ:......ایک دن حضور مکہ میں خدا کی توحید کی دعوت دے رہے ہیں اور پتھر پڑ رہے ہیں۔ (اللہ کا نام لینا آسان نہ ہے، اے مدارس عربیہ کے طالب علمو۔

شعر!

در مدرسہ کس نہ رسد دعویٰ توحید
مقام موحد سر دار است

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توحید بیان کر رہے ہیں اور پتھر پڑ رہے ہیں۔ حضور کا چلنا پھرنا بند کر دیا۔ لیکن جوتیاں مبارک خون آلود پاؤں زخمی، پنڈلیاں زخمی آپ حرم کعبہ کی چوکھٹ پکڑ کر فرماتے ہیں اے میرا اللہ اگر میں کبھی بتقاضائے بشریت ان کے لئے بد دعا کروں تو میرا اللہ میرے ساتھ وعدہ فرما کہ وہ قبول نہ کرنا۔ کیونکہ میں ہلاکت کے لئے نہیں آیا، بلکہ ہدایت کے لئے آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نبی کی غلامی کی توفیق دے۔ چونکہ بیمار ہوں تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کر سکا۔ آئندہ سالانہ جلسہ پر حاضری کی توفیق نصیب ہوئی تو مفصل وعظ کروں گا۔ حیات باقی ملاقات باقی دعا۔ الٰہی حق محمد کی محبت کا عطا کر دے، تو اپنے سارے بندوں کو فدائے مصطفیٰ کر دے۔

واسطہ تجھ کو تیرے معراج والے کا
مسلمانوں کو معراج ترقی پر وفا کر دے

الٰہی یہ سب تیرے ہیں محمد ﷺ ان کے ہیں، پھر یہ غیریت کیوں ہے؟ انہیں اپنا کر غیر سے یا رب جدا کر دے!

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دل مرتضیٰؓ سوز صدیقؓ دے

آپ نے لمبی چوڑی دعا فرمائی اور جلسہ اختتام کو پہنچا۔

......☆......

اعتقادات' عبادات' معاملات

اور عصمت انبیاء

جناب صدر محترم! میرے بزرگو عزیز بھائیو اور معزز خواتین! پرسوں آپ حضرات کے سامنے میں نے چند الفاظ اشارۃً عرض کیے تھے کہ جس مسئلہ کو ہم لوگ بیان کر رہے ہیں ملتان کی اس کانفرنس کے اجلاسوں میں اور اس کے علاوہ پاکستان کے مختلف مقامات پر جلسوں کے ذریعہ اعتقادات کے متعلق بہت کم کہا جاتا ہے اور اعمال کی طرف زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔

آج آپ دُعا فرمائیں ان شاء اللہ العزیز عقیدہ کے متعلق کچھ ضرور بیان کروں گا۔ مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ ایسے اکابر کی موجودگی میں، میں کیا عرض کروں؟ اگر برسوں تک ان حضرات کی جوتیاں سیدھی کرتا رہوں تو بھی اس قابل نہیں ہو سکتا۔ مگر جب یہ حضرات خود ارشاد فرما دیں اور پھر مجھ ایسے ادنیٰ طالب علم کو حکم فرما دیں تو شرمسار ہوتا ہوں۔

اسلام تین چیزوں کا مجموعہ

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایسے اکابر علماء کرام نے مجھے نوازا ہے اور معروضات سن کر مجھے سند بخشی ہے۔ فالحمدللہ علیٰ احسانہٖ حضرات اس سے قبل ملتان میں اجمالی طور پر مجھے موقع ملا تھا۔ دل کھول کر نہ تب بیان کر سکا نہ آج بیان کر سکتا ہوں۔ آپ بزرگوں کی دُعاؤں کے طفیل اس نصف شب میں اس ناتوانی کی حالت میں آپ کے سامنے ہوں۔ دُعا فرماتے رہیے کہ اللہ تعالیٰ کچھ بیان کرنے کی توفیق عطا کرے۔ اسلام تین

چیزوں کا احاطہ اور مجموعہ ہے۔

۱۔اعتقادات ۔۲۔عبادات ۔۳اور معاملات

اسلام میں سب سے پہلا درجہ اعتقادات کا ہے۔اس لئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

"لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الأخر والملئکۃ والکتاب النبیین "

(البقرہ:۱۷۷)

"یہ کوئی بڑی نیکی نہیں کہ تم اپنے چہروں کو پھیروں پورب کی طرف یا پچھم کی طرف بلکہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، آخرت کے دن، فرشتوں، کتاب اور تمام نبیوں کے ساتھ ایمان لائے۔

اس آیت کریمہ میں سب سے زیادہ عقائد اور یقین کو درست کیا ہے۔ کیونکہ جب تک کوئی یقین نہ ہو اس وقت تک عملی قدم نہیں اٹھ سکتا۔ جو شخص خداوند قدوس کے وجود کا قائل ہی نہیں، حساب وکتاب کا دن مانتا ہی نہیں اس آخری دن کا خیال ہی اس کے دماغ میں موجود نہیں ہے کہ کوئی ایسا دن بھی آئے گا جس کے بعد کوئی دن نہ ہوگا۔اب ایسا شخص عملی زندگی کیسے درست کر سکتا ہے؟ یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ دنیا میں کوئی ہاتھ حرکت نہیں کر سکتا جب تک اس کے پیچھے کوئی عقیدہ موجود نہ ہو۔

عقیدہ کسے کہتے ہیں؟

ایک عربی لفظ ہے جسے یقین یا گرہ کہہ لیجئے۔عقیدہ ایک دل کی گرہ ہے جیسے بھی پڑ جائے۔دل کا خیال ہے جیسا بھی آجائے۔یوں سمجھئے آپ اپنے بچے کی شادی کرتے ہیں، اس کی عورت کو اپنے گھر لاتے ہیں۔اب اگر وہ عورت آپ کے گھر آنے کے بعد یہ خیال کرنا شروع کر دے کہ شاید میں یہاں رہوں گی یا نہیں؟ تو فرمائیے کہ وہ گھر آباد رہ سکتا ہے؟ گھر وہی آباد ہوتا ہے جس گھر میں آنے والی عورت پہلے ہی دن یہ فیصلہ کر لے کہ اب تو میں اس گھر کی ہو کر رہوں گی، مجھے اب یہاں رہنا ہے۔

بس اسی حیلہ کا نام عقیدہ ہے۔تو اس صورت میں عقیدہ بنیاد ہو گیا ہر عمل کا،آپ چاہے کتنی عظیم الشان عمارت کھڑی کر لیں جب تک بنیاد کمزور ہو گی اس وقت تک عمارت کا کھڑا رہنا ناممکن ہے۔عمرت وہی قائم رہے گی جس کی بنیاد مضبوط اور مستحکم ہو گی۔بڑے بڑے درخت آپ حضرات نے دیکھے ہیں۔اگر ان درختوں کی جڑیں کاٹ دی جائیں تو کیا درخت اپنے پاؤں پر کھڑا رہ سکتا ہے؟ درخت کی جڑ اس کی بنیاد ہے اگر وہ ختم ہو جائے تو سارا درخت فوراً گر پڑتا ہے۔

جن لوگوں نے سیلاب زدہ علاقہ کا معائنہ فرمایا ہے انہوں نے دیکھا ہوگا کہ بعض مقامات پر ایسے درخت کھڑے رہ جاتے ہیں جن کی صرف جڑیں نظر آرہی ہوتی ہیں۔چاروں طرف سے مٹی اٹھ جاتی ہے اور ننگی جڑوں کو دیکھ کر ہم یوم خیال کرتے ہیں شاید یہ درخت اب کھڑا نہ رہ سکے گا مگر وہ اپنے مقام پر بدستور کھڑا رہتا ہے۔اس کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں۔اب شاید آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ ایسے ہی اعتقادات بنیادیں اور جڑیں ہیں اعمال کی۔

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب قدس سرہٗ نے ایک دفعہ فرمایا کہ جب آدمی کو کوڑھ کی بیماری لگ جائے پھر اس کو جتنی اعلیٰ سے اعلیٰ اور اچھی سے اچھی غذا دی جائے اس کا بدن گلتا چلا جائے گا۔پھر مرض بڑھتا رہے گا کم نہیں ہوگا۔یہ طب کا ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ اس مرض کی اس صورت میں کبھی بھی اصلاح نہ ہوگی۔ایسے ہی اس آدمی کا عقیدہ خراب ہو جائے گا۔بس سمجھ لیجئے کہ اس کی روح کو کوڑھ لگ گیا ہے۔اب چاہے کتنے اچھے عمل کرتا رہے اصلاح نہ ہو سکے گی اور یونہی دوزخ کے قریب ہوتا چلا جائے گا۔

بدعقیدگی روح کا کوڑھ

ہندوستان میں ایک بہت بڑی قوم ہندو بھی آباد ہے۔وہ رات دن خیرات' دان اور پان کرتے ہیں۔ان کے اعمال کا صلہ کیوں نہیں ملتا؟ اس لئے کہ وہ مشرک ہیں۔کہیں آگ کی پوجا کرتے ہیں کہیں پانی اور مورتیوں کی۔کروڑوں انسان ہیں جو مورتیوں کی شرمگاہوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ان کو حل المشکلات خیال کرتے ہیں۔ان سے اولادیں مانگی

جاتی ہیں۔ پھران پر چڑھاوے بھی چڑھائے جاتے ہیں۔ لاکھوں روپیہ یونہی برباد کیا جاتا ہے۔ آخرانہیں بھی اس کا کچھ صلہ ملتا ہے؟ ان کا صلہ اس لئے نہیں مل سکتا کہ ان کا عقیدہ غلط ہے۔ وہ خالق کائنات کو اس طرح نہیں مانتے جس طرح ماننے اور تسلیم کرنے کا حق ہے۔ دراصل ان کی روح کو کوڑھ لگ گیا ہے۔ اب چاہے دان اور پان کرتے ہوئے اربوں روپیہ خرچ کر جائیں انہیں [illegible] کا صلہ ملے گا نہیں۔ تو عقائد کا درست ہونا بنیاد اور جڑ ہے ہر [illegible] کی۔

قرآن کے متعلق مسلمان کا عقیدہ کیا ہو؟

حضرات! اب یہ معلوم کرنا ہے کہ نفس کتاب کے متعلق مسلمان کا کیا عقیدہ ہونا چاہئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مقدس کتاب قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ کتاب جو میں نے اتاری ہے اس کے ساتھ مسلمان یہ عقیدہ رکھیں۔ حضرات! یہ کوئی میری شاعری نہیں میرا بیان نہیں بلکہ یہ خداوند عالم کا کلام ہے۔ فرمایا:

الم ○ ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین ○

(البقرہ:۱،۲)

یعنی یہ کتاب جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر اتاری گئی ہے اس کتاب میں کوئی بھی شک نہیں۔ یہ کتاب سراسر ہدایت ہے۔ ان لوگوں کیلئے جو پرہیزگار ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں تمام شبہات جو منزل اور منزل الیہ دونوں کی طرف سے ہو سکتے تھے۔ وہ دور کر دیئے اور صاف صاف لفظوں میں فرمادیا کہ اس کتاب قرآن مجید میں کسی قسم کا شبہ نہ منزل کی طرف سے اور نہ منزل الیہ کی طرف سے ہے۔ کیونکہ کتاب میں شبہ سارے دین میں شبہ کا موجب بنتا ہے۔ پھر دین کہاں۔ شبہات سے دین منہدم ہو جاتا ہے اس سے تو ایک اینٹ باقی نہیں رہ سکتی۔ دین کی ساری عمارت مسمار ہو کر رہ جاتی ہے۔ کتاب تو خود اپنی منہ سے بولتی اور جواب دیتی ہے:

ھذا کتابنا ینطق علیکم بالحق (الجاثیہ:۲۹) "یہ کتاب حق بولتی ہے۔"

اس کتاب کے اتارنے والے، تلاوت کرنے والے، حفاظت کرنے والے،

بکھیرنے والے، جمع کرنے والے خود اللہ تعالیٰ آپ ہیں۔ اس معاملہ میں کسی انسان کو کوئی دسترس نہیں۔

قرآن سے انٹرویو

جہاں کتاب نے اپنے ہمیشہ حق بولنے کا ذکر کیا وہاں کتاب اپنے نازل کرنے والے کو بھی بیان کرتی ہے:

تنزیل من رب العالمین O (الحاقه: ۴۳)

"نازل کی گئی یہ کتاب اس دونوں جہاں کے پروردگار کی طرف سے۔"

پھر آگے بیان کیا کہ مجھے کون لے کر آیا اور کس پر نازل ہوئی ہوں۔

نزل به الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین

(الشعراء: ۱۹۳، ۱۹۴)

یعنی مجھے ایک امانت دار فرشتہ لے کر آیا اور نازل ہوئی آپ (محمد ﷺ) کے دل پر تا کہ آپ دونوں جہانوں کو ڈر سنائیں۔

اللہ اللہ! فرشتے کے ساتھ امین کی قید لگا دی اور یہ شبہ دور کر دیا کہ فرشتے نے خیانت کی، کہ نازل تو ہونا تھا کسی اور پر، نازل ہو گئی حضرت محمد ﷺ پر۔ یہ نہیں بلکہ فرشتہ امین ہے۔ اس لئے وہ امانت جس کی طرف بھیجی گئی تھی اس کے سپرد کی ہے۔ پھر آگے خود بیان فرمایا کہ جو کتاب ہم نے آپ پر نازل کی ہے اس کی حفاظت کی آپ فکر نہ کریں۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون O

(الحجر: ۹)

ہم نے یہ کتاب اتاری، اب ہم خود اس کی حفاظت کریں گے۔

یہ کلام ہمارا کلام ہے یہ بات ہماری بات ہے۔ آپ تو صرف بولتے ہیں۔ آپ پر یہ قرآن ایک ہی دفعہ نہیں اتارا بلکہ آہستہ آہستہ اتارا گیا۔

قرآن کو آیت آیت، لفظ لفظ، حصہ حصہ، رکوع رکوع، کبھی کہیں کبھی کہیں، کبھی محراب میں تو کبھی منبر پر، کبھی میدان میں تو کبھی عائشہؓ کے سامنے بیٹھے، کبھی فاطمہؓ کے دروازہ پر، کبھی غاروں کے اندر، کبھی پہاڑوں کی چوٹیوں پر، کبھی راہ چلتے، کبھی اونٹنی پر غرض

یہ کہ مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں اتارا۔ آہستہ آہستہ اتارا تا کہ ساتھ ساتھ عملی پروگرام بھی چلتا رہے۔ جہاں جہاں اور جس جس موقعہ پر اس قرآن کی ضرورت پیش آتی رہی ہم اتارتے رہے۔ کبھی حقیقت کو نکھارنے کے لئے، کبھی مقابل کو جواب دینے کے لئے آیات نازل کیں۔

کیا حق ہے کسی انسان کو جس کو رب بکھیرے وہ اسے جمع کرے۔ یہ حق تو اسی ذات کو حاصل ہے جو اسے پھیلائے وہی سمیٹے اور فرمایا:

فامنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا واللہ بما تعملون خبیر O یوم یجمعکم لیوم الجمع ذالک یوم التغابن O

(التغابن:۸،۹)

پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کے نور کے ساتھ جو اس نے نازل فرمایا اور اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو جب اکٹھے ہونے والے دن تمہیں جمع کیا جائے گا وہی دن ہار جیت کا دن ہوگا۔

اشاعت قرآن

آج یہاں قاضی احسان احمد صاحب "شجاع آبادی (خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ برصغیر کے نامور مجاہد تحریک آزادی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دوسرے امیر، شاہ جیؒ کے خطابت میں شاگرد اور جانشین تھے۔ شاہ جیؒ کی وفات کے بعد مجلس کے امیر منتخب ہوئے۔ ۲۳ دسمبر ۱۹۶۶ء کو انتقال فرمایا۔ شجاع آباد کے قبرستان نور شاہ (بالمقابل ہائی سکول) میں آرام فرما ہیں)۔ نے روس کی چھپی ہوئی ایک کتاب دی جس کا نام شاید "اسٹالین" ہے۔ قاضی صاحب نے اس کی طباعت و کتابت کی خوبیوں اور اس کی دلکشی و دلفریبی کی قصیدہ خوانی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ شاہ جی ملاحظہ فرمائیے۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف سوا روپیہ ہے۔ میں کہتا ہوں یہ کوئی کمال نہیں ہے۔ اسٹالین کی حکومت اپنی سیاہی اپنا قلم اپنا کاغذ اپنا پریس ملازمین اور کارندے اپنے غرضیکہ اس سلسلہ کے وہ تمام سامان مہیا۔ وہ جو چاہے اور جس طرح چاہے شائع کرا سکتا ہے۔ اسے تو یہ کتاب دنیا کو مفت تقسیم کرانا چاہئے یہ قیمت رکھ کر تو اس نے تمام خوبیوں پر پانی پھیر دیا ہے۔

لمسائلین کا یہ کوئی کمال نہیں کمال اور خوبی ملاحظہ کرنی ہو تو قرآن مجید کی تاریخ پر غور فرمائیں۔

وہاں نہ قلم' نہ سیاہی' نہ دوات' نہ کاغذ' نہ پریس' نہ کوئی عملہ' نہ حکومت اور نہ ہی دنیاوی ساز و سامان موجود ہے جس کے بل بوتے پر قرآن کی اشاعت کا اہتمام کیا جا سکے۔ لیکن وہ قرآن آج لاکھوں انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ میں دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ قرآن پاک کی طباعت و اشاعت کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی ایسی کتاب لائیں جو اس سے زیادہ اشاعت پذیر ہوتی ہو اور اس سے زیادہ انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہو۔ سبحان اللہ! قرآن پاک کو تھوڑا تھوڑا نازل کر کے ایسا سمو دیا تا کہ آپ بھی آہستہ آہستہ سکھاتے رہیں۔

نبی کسی انسان کا شاگرد نہیں ہوتا

دنیا حیران ہے کہ وہ پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نہ تو لکھنا جانتے ہیں اور نہ ہی پڑھنا۔ یعنی نہ تو آپ اپنے ہاتھ سے کچھ تحریر کر سکتے ہیں اور نہ کسی اور کتاب کو پڑھ سکتے ہیں۔ دنیا ہے کہ پروانوں کی طرح جانثار ہو رہی ہے۔ یہاں ایک بات کہہ دوں یاد رکھئے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک کوئی نبی اور کوئی پیغمبر پڑھا لکھا نہیں آیا۔ دنیا کے کسی کتب خانہ' کسی یونیورسٹی' کسی دار المطالعہ میں کسی نبی کے ہاتھ کا لکھا ہوا کوئی نسخہ دکھا دو۔

نہ ہر کہ چہرہ بر افروخت دلبری دارد
نہ ہر کہ آئینہ سکندری دارد

دنیا نے تو نبوت و رسالت کو ایک مذاق بنا دیا ہے۔ نبوت تو خداوند قدوس کی چادر ہے، نبی سے خطا خدا پر طعن ہوتا ہے۔ حضرات! میں عرض کر رہا تھا کہ پیغمبر پڑھا لکھا نہیں آیا اور پڑھا ہو بھی کیسے؟ وہ پیغمبر ہی کیا جو کسی استاد کے آگے زانوائے ادب تہہ کرے۔ پیغمبر اور نبی تو اللہ تعالیٰ کے دامن میں تربیت پاتے ہیں۔ وہ تو اللہ سے پڑھتے ہیں۔ اس لئے پیغمبر خدا ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تو اس میں تعلیم دینے کا ہی ذکر ہے:

اقراء باسم ربک الذی خلق O (العلق: ۱)

"اے محمد! آپ اپنے رب کے نام سے پڑھئے جس نے آپ کو پیدا کیا۔"

نبی حسب ونسب کے لحاظ سے عالی مرتبت ہوتا ہے

پیغمبر اللہ تعالیٰ کا شاگرد ہوتا ہے۔ پیغمبر ہر مجلس، ہر محفل اور ہر سوسائٹی میں بے داغ ہوتا ہے۔ حسب ونسب اور خاندان کے اعتبار سے سر بلند ہوتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

انا النبی لا کذب

انا ابن عبدالمطلب

''میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوں اور میں سچا نبی ہوں۔''

یہ بات کوئی شاعرانہ قافیہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے اور وہ الفاظ ہیں جو قریش مکہ کی موجودگی میں کہے گئے۔ آپ قریش سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ جانتے ہو کہ میں صادق اور امین ہوں۔ حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا واقعی آپ صادق اور امین ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جانتے ہو کون ہوں؟ (فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ) میں اپنی زندگی کے چالیس سال تم میں رہا ہوں۔ ھل وجد تمونی صادقا او کاذبا میری زندگی کے کسی داغدار گوشہ پر انگشت نمائی کیجئے۔ حاضرین پر سکتہ طاری تھا۔ کسی کو جرأت نہ تھی کہ آپ کی زندگی کے کسی گوشے پر انگشت نمائی کر سکیں۔ اور یہاں یہ پنجاب کا سرکاری نبی جب سکول میں پڑھنے جاتا ہو گا آپ حضرات خود ہی فیصلہ کر لیں کہ سبق نہ آنے پر مرزا غلام احمد قادیانی کے استاد کیا کرتے ہوں گے؟ وہ کیسا قابل دید منظر ہو گا جب مرزا غلام احمد قادیانی کے کان پکڑے ہوئے ہوں گے اور اوپر سے چھڑیوں اور لاتوں کی بارش ہو رہی ہو گی۔ میں کبھی کبھی خیال کیا کرتا ہوں کہ اس شخص (مرزا غلام احمد قادیانی) نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تھا تو اپنے اس استاد کے سامنے کیسے منہ دکھاتا ہو گا؟ استغفر اللہ۔ میں کس برگزیدہ ہستی کی کس بے ہودہ انسان کے ساتھ تشبیہ دے رہا ہوں۔ مجھے تو قرآن پاک کے اسی پاکیزہ ذکر کو جاری رکھنا چاہئے۔ تو حضرات میں عرض کر رہا تھا۔ تعلیم انبیاء کا سلسلہ کسی انسان کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ انبیاء کی تعلیم خدا تعالیٰ کے سپرد ہوتی ہے۔

نبی کی زبان حکم خداوندی کے بغیر حرکت نہیں کرتی

جب پیغمبر ﷺ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ وحی نازل ہو رہی ہے تو

آپ ﷺ اس وحی الٰہی کو جلدی جلدی یاد کرنے کی کوشش فرماتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے:

لا تحرک بدہ لسانک لتعجل بہ O ان علینا جمعہ و قرانہ O

(القیامہ:۱۶،۱۷)

آپ جلدی جلدی زبان نہ ہلائیے۔ آپ گھبرائیے نہیں یہ ہماری کتاب ہے۔ اس کتاب کا یاد کرانا، اسے آپ کے ذہن میں جمع کرنا اور آپ کو پڑھانا یہ سب ہمارے ذمہ ہے۔

کتاب انزلناہ الیک (ص: ۲۹)

''ہم آپ پر نازل فرمارہے ہیں آپ فکر نہ کیجئے۔''

محترم حضرات! یہ جو عرض کر رہا ہوں، یہ وہ قرآن ہے جو خداوند قدوس کا پاکیزہ کلام ہے۔ کلام وہی ہوتا ہے جو منہ سے نکلے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے جو باتیں کیں، آپ کے ساتھ جو گفتگو ہوئی ان کا مجموعہ قرآن مجید ہے۔ یہ کلام ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ اسے فنا نہیں کیونکہ جب تک خدا موجود ہے اس کا کلام بھی باقی اور زندہ رہے گا۔ قرآن پاک کا اسلوب بیان کتنا اچھا اور کتنا پیارا ہے۔ فرمایا:

الحمدللہ رب العالمین O الرحمن الرحیم O مالک یوم الدین O ایاک نعبد و ایاک نستعین O اھدنا الصراط المستقیم O صراط الذین انعمت علیھم O غیر المغضوب علیھم و لا الضالین O (الفاتحہ)

''تمام تعریفیں اور پاکیزگی اللہ ہی کی ذات کے لئے ہے۔ جو ساری کائنات کا پروردگار ہے اور روزی رساں ہے۔ جو رحم کرنے والا ہے دنیا میں اور رحیم ہے آخرت میں۔ جو بدلے اور جزا کے دن کا مالک ہے۔ اے اللہ! آپ اتنی تعریفوں اور خوبیوں کے مالک ہیں ہم خالص آپ ہی کی پوجا کرتے ہیں اور خالص آپ ہی سے ہر قسم کی مدد طلب کرتے ہیں۔ آپ ہمیں سیدھے راستے پر خود چلائیے۔ ان لوگوں کے راستہ پر جن پر آپ نے انعام و اکرام کیا ہے۔ ہمیں

ان لوگوں کے راستہ پر نہ چلایئے جن پر آپ کا غصہ اور غضب نازل ہوا۔ آمین!

حضرات! اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے نتیجہ یہ نکلا کہ خدا تعالیٰ کے متعلق بندوں کا عقیدہ کیسا ہونا چاہئے۔

نبی فطری طور پر معصوم عن الخطاء ہوتا ہے

حضرات! تعلیم انبیاء اور عقائد کے متعلق چند ضروری باتیں عرض کر گیا ہوں۔ اب یہ عرض کرنا باقی ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فطرۃ معصوم ہوتے ہیں۔ حضرات! انبیاء علیہم السلام ان پڑھ تو ہوتے ہیں لیکن جاہل اور نادان نہیں ہوتے۔

محمد بشر لیس کالبشر

بل ھو یا قوت والناس کالحجر

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ بشر ہیں لیکن عام انسانوں جیسے نہیں بلکہ آپ یا قوت ہیں اور لوگ پتھروں کی طرح ہیں۔

نبی کو خدا تعالیٰ خود چلاتے ہیں۔ نبی اتنا عرصہ ہاتھ پاؤں نہیں اٹھاتا جب تک خدا تعالیٰ خود نہ حکم کریں۔ پیغمبر اپنے دو ملے ہوئے ہونٹ اتنا عرصہ کھول نہیں سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اجازت نہ فرمادیں۔

والنجم اذا ھوی ○ ما ضل صاحبکم وما غوی ○ وما ینطق عن الھوی ○ ان ھو الا وحی یوحی ○ (النجم: ۱ تا ۴)

یعنی پیغمبر علیہ السلام ہمارے نصب العین اور ہمارے انقلابی پروگرام سے ذرہ بھر بھی ادھر اُدھر نہیں ہوتے۔ وہ اتنا عرصہ اپنی زبان تک نہیں ہلاتے جب تک کہ ہماری طرف سے وحی نہیں ہو جاتی۔

اللہ تعالیٰ تو اپنے پیغمبر کی اتنی صفائی پیش فرما رہے ہیں اور آج آپ کی نبوت کو غیر کافی قرار دے کر دعوئ نبوت کیا جا رہا ہے۔ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ سلطنت کفر کی تھی۔

اسلامی حکومت ہوتی تو مدعی نبوت قتل کر دیا جاتا

سلطنت اسلام کی ہوتی تو دعوئ نبوت کرنے والے کی سزا صرف یہی ہوتی کہ

اسے اسلامی حکومت تین دن کے اندر قتل کر دیتی۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی سنت یہی ہے۔ آپ نے بارہ سو صحابہ کرامؓ کے سر کٹائے اور جھوٹے مدعی نبوت کو ختم کر دیا۔ آج اس کا علاج مناظروں سے کیا جا رہا ہے۔ اس کا علاج کوئی مناظرہ ہے؟ کاش میں اس وقت ہوتا جب مرزا غلام احمد قادیانی نے پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کیا تھا، تاج و تخت ختم نبوت کی عزت و عظمت خاک میں ملا کر رکھ دی تھی، تو اس کا تدارک مناظروں اور جلسوں سے نہ کرتا۔

یہ کوئی مسئلہ ہے؟ یہ مسئلہ اگر پوچھنا ہے تو حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، عباسؓ، ابن عباسؓ، حسنؓ، حسینؓ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھو۔ وہ اس مسئلہ کے متعلق کیا جواب اور کیا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔

پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کی شان اور آپ کی عظمت ان سے دریافت کیجئے۔ جنہوں نے آپ کی رسالت اور آپ کے دین کو زندہ اور باقی رکھنے کے لئے زندگی کی ایک ایک محبوب چیز قربان کر دی ایمان کی قدر و قیمت ان سے دریافت فرمایئے جو آج مکہ اور مدینہ میں سو رہے ہیں۔ آپ پڑ گئے ہیں شعر و شاعری میں۔ آپ اس الجھاؤ میں آ کر تمام معاملات اور عبادات ہڑپ کر گئے ہیں۔ آپ کہاں بیٹھے ہیں؟ آیئے میں آپ کو خدا کا پاکیزہ کلام سناؤں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کی زندگی کے ایک ایک شعبے کے ساتھ کیسے اپنا تعلق بتا رہے ہیں۔

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی ○

(الانفال:۱۷)

"یعنی اسلام کے مدمقابل آ کر لڑنے والی کافروں کی فوج پر آپ نے پتھراؤ نہیں کیا تھا۔ وہ ہاتھ تو آپ کا ہاتھ تھا مگر اس میں قوت ہماری تھی۔ وہ ہم پھینک رہے تھے۔"

نبی کوئی کام حکم خداوندی کے بغیر نہیں کرتا

یہاں ایک مٹھی کا ذکر آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا تعلق ظاہر فرما دیا کہ اے محمد ﷺ یہ

سب ہم ہی کر رہے تھے۔ میں یہاں ایک سوال کرتا ہوں کہ ہجرت کے دن جب حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنی چارپائی اور اپنے بستر پر سلا دیا تھا، وہ آپ ﷺ نے اپنی ذمہ داری اور اپنی رائے سے کیا یا اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی کے تابع ہو کر؟ حضرت صدیق اکبرؓ کو ساتھ لے کر باہر نکلے تو کس کے حکم سے؟ غار میں بیٹھے ہوئے اونٹنیاں طلب کیں تو کس کے مشورے سے؟

اگر حضرت محمد ﷺ کی ایک مٹھی خدا کی مٹھی ہے اور کفار پر پتھر اور مٹی پھینکنا خدا کا پتھر اور مٹی پھینکنا ہے تو کیا باقی سارا مذکورہ پروگرام خداوند قدوس کی مرضی اور اس کے حکم کے بغیر ہی تھا؟ جب نبی آخر الزمان ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے حضرت عائشہؓ کے متعلق نکاح کی فرمائش کی تو وہ کس کے حکم اور کس کی مرضی سے؟ پھر جب حضور ﷺ نے نکاح کے موقع پر قبلت کہا اور قبول فرمایا تو وہ خداوند قدوس کی مرضی کے بغیر ہی تھا؟

یاد رکھئے میں عرض کر چکا ہوں کہ پیغمبر ﷺ کی زبان حرکت نہیں کر سکتی، ہونٹ کھل نہیں سکتے، قدم اٹھ نہیں سکتے، کوئی فیصلہ صادر نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ خود حکم نہ فرمادیں اور اپنی رضامندی کا اظہار نہ کردیں۔

اظہار حقیقت

حضرات! آپ نے قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا سارا واقعہ پڑھا ہوگا۔ وہ کتنا بڑا دردناک پہلو ہے کہ حضرت مریم علیہا الصلوۃ والسلام جن کی شادی نہیں ہوئی، کسی نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے۔ دنیا نے لب کشائی شروع کر دی تو اب وہاں کون تھا جو صفائی پیش کر سکے؟ مریم علیہا السلام کو بیٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے تھا اب اس کی صفائی بھی خود فرمادی۔

فاشارت الیہ قالوا کیف نکلم من کان فی المھد صبیا O قال انی عبداللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا O (مریم : ۲۹، ۳۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کہلایا جو ابھی چند دنوں کے بچے تھے۔ اب چند دنوں کا بچہ بھی بات چیت کر سکتا ہے؟ لیکن چونکہ یہاں وہ اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے

تھے۔ دنیا کے ان شبہات کو دور کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے بریت کرائی کہ حضرت عائشہ (سلام اللہ علیہا) سے نکاح کے وقت حضور ﷺ نے جب قبلت فرمایا تو وہ خدا کا حکم تھا۔ یعنی خدا نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) خود دی۔ اللہ نے فرمایا کہ محمد ﷺ تو عائشہ قبول کر لے میں راضی ہوں۔ میری اجازت ہے میرا حکم ہے، اب یہاں بھی جب الزام تراشی ہو تو بریت خود دی۔ آیت کریمہ:

والذین یوذون المومنین والمومنت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بهتانا واثما مبیناO (الاحزاب: ۵۸)

جو چیز قرآن سے الگ کردے اسے آگ لگا دو

حضرات! میں اس تھوڑے سے وقت میں قرآن پاک کا اسلوب بیان کیا عرض کروں۔ میں تو قرآن کا مبلغ ہوں جو چیز قرآن سے الگ کرے اسے آگ لگا دو۔ جس قرآن کی اتنی عظمت ہے کہ خدا خود اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہو، کیا وجہ ہے کہ تم تاریخ کو مانتے ہو اور مقدس کتاب کو ٹھکراتے ہو؟ شاعری اور غزلیں تمہارے ہاں مسلم ہیں۔ بے ہودہ اور فضول دوہڑوں پر تمہارا اعتبار ہے۔ ایک قرآن ہے جسے تم ہر قدم پر نظر انداز کر رہے ہو۔

خدا کے لئے کچھ تو سوچو۔ یہ قرآن کیسے کیسے بچایا گیا۔ اس کی کن کن مقامات پر حفاظت کی گئی۔ مکہ کی غاروں، مدینہ کی گلیوں اور طائف کے بازاروں سے پوچھو کہ قرآن کی کیسے کیسے حفاظت کی گئی۔ آگے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو مخاطب فرما کر فرماتے ہیں:

''اے امین کائنات! اے انفس ترین انسان! آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جو سراسر نصیحت و ذکریٰ ہے کیا یہ میرے بندوں کے لئے کافی نہیں ہے؟

آج اگر دنیا قرآن کا انکار کر کے مسلمان رہ سکتی ہے تو میں قرآن کے مقابلہ میں تاریخ کا انکار کر کے کیوں مسلمان نہیں رہ سکتا۔ میرا بس چلے تو دنیا کی ان تمام کتابوں کو آگ لگا دوں جو قرآن پاک سے دور لے جا رہی ہوں۔ دنیا قرآن کو سمجھتی کیا ہے؟ میرے دل میں کئی مرتبہ یہ جذبات اُبھرے ہیں کہ میرا بس چلے تو میں ''آل ورلڈ ریڈیو اسٹیشن'' سے ساری دنیا کے انسانوں کو اللہ کا پاکیزہ کلام قرآن مجید سناؤں اور دنیا کو چیلنج کروں کہ قرآن

کے مقابلہ میں ایسا پاکیزہ کلام لاؤ۔

حضرات! میں عرض کر رہا تھا کہ پیغمبر ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو قبول کرتے وقت ''قبلت'' تب کہا جب خدا کا حکم ہوا۔ اپنی پیاری بیٹی فاطمہؓ حضرت علیؓ کو تب دی جب ارشاد ہوا اور حضرت عثمانؓ کو اپنی دو بیٹیاں دے کر ''ذوالنورین'' کا خطاب تب دیا جب اللہ کی رضامندی ہوئی۔ اس کے حکم کے بغیر تو پیغمبر ﷺ اپنی نگاہ اوپر نہیں اٹھا سکتے تھے۔

یایھا المدثر O قم فانذر O وربک فکبر O وثیابک فطھر O

(المدثر:۱تا۴)

اے چادر اوڑھنے والے۔ آپ اٹھئے اور لوگوں کو ڈر سنایئے اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے۔

آپ سوتے ہیں، اللہ جگائے تو آپ جاگ اٹھیں۔ وہ بٹھائے تو آپ بیٹھ جائیں، وہ چلائے تو آپ چل پڑیں، وہ کھلائے تو آپ کھاتے ہیں۔

آپ کی اہلیہ محترمہ پر الزام لگایا گیا تو کچھ دنوں تک خاموش رہے۔ کون ہے جس کی بیوی پر الزام تراشی ہو اور وہ خاموش رہے۔ آپ کیوں نہیں بولتے؟ اس لئے کہ بلانے والا ابھی بلاتا نہیں۔ اس لئے آپ بولتے نہیں۔ اب حق اسی کا تھا جس نے شادی کی، جس نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا، جس کے حکم سے نکاح ہوا وہی اب بریت بھی کرے۔ چنانچہ اسی ذات نے واضح الفاظ میں بریت کا اعلان کیا اللہ کا حکم ہوا، وحی نازل ہوئی تو آپ بولے: سبحانک ھذا بھتان عظیم. (النور:۱۶)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایمان والوں پر اپنا احسان جتلاتے ہوئے ذکر کیا کہ:

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم.

(آل عمران:۱۶۴)

اللہ نے ایمان والوں پر اپنا احسان فرمایا ہے کہ ان میں سے اپنا ایک رسول بھیجا۔

ہمیں تو محمد ﷺ دے کر اپنا احسان جتلایا اور محمد رسول ﷺ پر احسان یہ کہ بیوی بد اخلاق؟ (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ) آپ ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمادیں کہ یہ الزام تراشی کس پر کی جارہی ہے۔ تمہاری دو پیسے والی کتابیں سچی اور خدا کا کلام جھوٹا؟ (استغفر اللہ)

محمد عربی ﷺ کا نام لینے والو محمد عربی ﷺ کے دیوانے بنو۔ وہ جذبہ پیدا کرو جو نو عمر بچوں کو مجبور کر دے کہ میدان کارزار میں ابوجہل کا نام پوچھتے پھریں۔ اس لئے کہ ابوجہل حضرت محمد ﷺ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کرتا ہے اور یہ چیز ہم اپنی زندگی میں کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔

نبی ثابت قدم ہوتا ہے

دنیا نے آپ کو پھسلانے کے لئے کئی حربے کیے۔ اس کی بریت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

وان کادوا لیفتنونک عن الذی او حینا الیک لتفتری علینا غیرہ واذا لا اتخذوک خلیلاO (بنی اسرائیل:۷۳)

قریب تھا کہ کافر آپ کو اس چیز سے جو ہم نے آپ کی طرف بذریعہ وحی نازل کی ہے آزمائش میں ڈالیں تاکہ وہ ہم پر اس کے سوا جھوٹ باندھ کر آپ کو دوست بنالیں۔

ولو لا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیھم شیئاً قلیلاO

(بنی اسرائیل:۷۴)

''اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ تھوڑا سا ان کی طرف جھک جاتے۔ آپ کو اپنی جگہ سے ذرہ بھر بھی ادھر ادھر نہ ہونے دیا۔

یہ ثابت قدم کس نے رکھا؟ آپ کو کس نے پھسلنے اور کفار کے دھوکہ میں آنے سے بچایا؟ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ آپ حضرات کو معلوم ہے:

ولقد ھمت بہ وھم بھالو لا ان راٰبرھان ربہ کذالک لنصرف عنہ السوء والفحشاء انہ من عبادنا المخلصینO

(یوسف:۲۴)

ایک عورت نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ بدی کا ارادہ کیا اور آپ بھی بدی کا ارادہ کر لیتے۔ اگر انہوں نے اپنے پروردگار کی نشانیاں نہ دیکھی ہوتیں۔

یہاں بعض لوگ ھم بھا سے ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ آپ نے بھی ارادہ کرلیا تھا۔ اب کون سمجھائے قرآن پاک کے اسلوب بیان کو، یہاں سرے سے ارادے ہی کا انکار اور ارادے کی نفی ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تو خطاو عصیان کے تصور اور ارادے سے ہی معصوم ہوتے ہیں۔

اگر نبی کی عصمت ثابت ہو پیغمبر کی عصمت محفوظ ہو تو جو دامن میں آگئے وہ بھی بچ گئے۔ پیغمبر کو جب حکم ہوا کہ اپنے دامن میں فلاں فلاں کو لیجئے۔ پیغمبر نے انہیں دامن نبوت میں چھپالیا۔ پیغمبر کو حکم ہوا، صدیقؓ سے کہو، عمرؓ سے کہو، عثمانؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ سے کہو کہ وہ میرے ساتھ مل جائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اللہ کے حکم کے مطابق دعوت دی۔ انہوں نے اس پر لبیک کہہ دیا اور دامن نبوت میں آکر پناہ لی۔ اب چاہے عائشہؓ ہو، ابوبکرؓ ہو، علیؓ ہو، عمرؓ ہو، عثمانؓ ہو، کوئی ہو وہ تب بچ سکتے ہیں جب پیغمبر ﷺ کا دامن نبوت محفوظ ہے اور اس کی عصمت باقی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ وار کریں کسی اور جگہ اور تلوار لگے کسی اور جگہ۔

مقام عبرت

گیلے وال (ضلع لودھراں) کا ایک عبرتناک واقعہ ہے کہ وہاں ایک بوڑھے اور عمر رسیدہ شخص کے دو یا تین بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک لڑکا شادی شدہ تھا۔ وہ کسی مقام جھگڑے کی بناء پر مشتبہ صورت میں گرفتار ہوگیا۔ لڑکا شریف الطبع اور نیک تھا۔ حکومت نے اس کے اطوار و عادات دیکھ کر کچھ عرصہ قید رکھنے کے بعد رہا کر دیا۔ آپ حضرات خود ہی اندازہ فرمائیں۔ اس مظلوم قیدی کو اس دن کتنی خوشی اور کتنی مسرت حاصل ہوئی ہوگی جب اسے رہا کر دیا گیا ہوگا۔ لڑکے نے رہائی کی خوشی میں سیدھا اپنے گھر کا رخ کیا۔ گاؤں ذرا دور تھا۔ راستے میں کافی دیر ہوگئی اور وہ لڑکا اندھیری رات گھر پہنچا۔ گھر گیا تو اس کی بیوی موجود تھی۔ اپنے باپ اور دوسرے بھائیوں کا پتہ معلوم کیا تو اس کی بیوی نے بتایا کیونکہ آج کھیت کو پانی لگ رہا ہے اس لئے دونوں کنوئیں پر جا چکے ہیں۔ وہ لڑکا اپنی بیوی کے ساتھ ایک ہی چارپائی پر بیٹھا تھا۔ دونوں میاں بیوی بستر کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے۔ کافی

عرصہ رات گزر جانے کے بعد دونوں کو نیند آ گئی۔ اسی اثناء میں کنوئیں سے اس کا دوسرا بھائی بھی گھر آ پہنچا۔ اب کنوئیں والوں کو کیا خبر تھی کہ آج گھر کون آیا ہوا ہے۔ اس نے جب اندر جھانکا تو دیکھا کہ اس کے بھائی کی بیوی کے ساتھ کوئی آدمی بیٹھا ہے۔ بس کیا کہنا وہ تو غیرت کے مارے وہیں سے واپس ہولیا اور سیدھا اپنے بوڑھے باپ کے پاس پہنچا اور کہا ذرا گھر چل کر اس عورت کا حال دیکھ جو تیرے لڑکے کی پاک دامن اور عفت مآب بیوی ہے۔ وہ اب اس وقت کسی مرد کے ساتھ ایک چارپائی پر سو رہی ہے۔ اب بوڑھا باپ اور اس کا لڑکا دونوں غیرت و غصے سے بے تاب ہو کر اپنے پھاوڑے کے ساتھ قتل کر دیا۔ لڑکا اپنا پھاوڑا وہیں ڈال کر جب باہر اپنے باپ کو اطلاع دینے کے لئے آیا تو باپ نے اندھیرے میں یہ خیال کیا کہ یہ وہی مرد ہے جو میرے لڑکے کی بیوی کے ساتھ لیٹ رہا تھا۔ اس نے اس کے سر پر اتنے زور سے پھاوڑا مارا کہ اس کا سر دو ٹکڑے ہو گیا۔

اب اپنا پھاوڑا سنبھالے اندر اپنے لڑکے کو آواز دی کہ بیٹا آ جاؤ اسے تو میں نے باہر دروازے پر ختم کر دیا ہے۔ اب اندر سے کون ہے جو آواز دے۔ بوڑھے کے دل میں خیال آیا کہ روشنی لے کر ذرا دیکھو تو سہی کہ یہ آدمی کون تھا۔ باپ نے اندر جا کر دیکھا تو اس کا بڑا لڑکا اور اس کی بیوی دونوں دائمی نیند سو رہے ہیں اور دونوں کے سر تن سے جدا جدا پڑے ہیں۔ دیکھتے ہی چیخ نکل گئی، ہائے! یہ تو میرا ہی گھر لٹ گیا۔ وہ دوڑا ہوا باہر آیا تو دروازے پر دوسرا لڑکا ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا۔

میرے غیرت مند بھائیو ایسا نہ ہو کہ تلوار تو اٹھاؤ صحابہ کرامؓ اور گھر برباد ہو جائے محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ یاد رکھنے صحابہ کرامؓ کو دیکھتے وقت دامن نبوت اور عصمت نبوت کو بھی دیکھ لینا۔ ایسا نہ ہو کہ صحابہ کرامؓ کے دامن پر حملہ کرتے وقت دامن نبوت کو تار تار کر دیا جائے۔

حضرات! میں نے آپ کا قیمتی وقت لے کر اعتقادات' عبادات اور عصمت انبیاء کے چند مسائل آپ کے سامنے عرض کئے ہیں۔ امید ہے کہ آپ حضرات اچھی طرح سمجھ چکے ہوں گے۔ اب وقت کافی گذر چکا ہے۔ صبح طلوع ہونے کو ہے۔ میں اپنی بیماری کی حالت میں اتنا کچھ کہہ گیا ہوں، آپ دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت کاملہ عطا فرمائے اور ہمیں دامن نبوت میں چھپائے رکھے۔ آمین!

ہمارے آقا ﷺ کے آباء واجداد

(از: حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی مدظلہ)

الحمد للّٰه نحمدهٗ ونستعينهٗ ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئٰت اعمالنا من يهده الله فلا مضل لهٗ ومن يضلله فلا هادی لهٗ ونشهد أن لا إله إلّا الله وحدهٗ لا شريک لهٗ ونشهد أن سيّدنا ومولانا محمّدًا عبدهٗ ورسولهٗ. صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ اٰله واصحابه واتباعه اجمعين. اما بعد فاعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم. بسم الله الرحمٰن الرحيم.
لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ [التوبة: ۹/۱۲۸]
قال رسول الله ﷺ: انا ابن الذبيحين. او كما قال عليه الصلوة والسلام.
قال رسول الله ﷺ: إنّ الله خيّرنی من بين الناس وخيّر قبيلتی من القبائل وخيّر بيتی من البيوت. او كما قال عليه الصلوة والسلام.
صدق الله ورسوله النبی الكريم ونحن علىٰ ذٰلک لمن الشاهدين والشاكرين والحمد لله رب العالمين.
اللّٰهم صل علىٰ محمّدٍ وعلىٰ اٰل محمّدٍ كما صلّيت علىٰ ابراهيم وعلىٰ اٰل ابراهيم إنّک حميد مجيد. اللّٰهم بارک علىٰ محمّدٍ وعلىٰ اٰل محمّدٍ كمابارکت علىٰ ابراهيم وعلىٰ اٰل ابراهيم إنّک حميد مجيد.

اہلِ عرب کے چند اوصاف

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! ہم نے گذشتہ سے پیوستہ جمعہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے تریسٹھ سالہ دور کو قسط وار بیان کرنا اور سنانا شروع کیا تھا۔ بات چل رہی تھی عرب کے حالات کی اور حضور علیہ السلام کی بعثت سے قبل دنیا کے نقشے کی۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں رہتے تھے۔ عرب کا جغرافیہ میں نے آپ حضرات کے سامنے پیش کیا تھا۔ عرب کی معاشرتی زندگی، معاشی زندگی، اس کی بھی ایک جھلک آپ حضرات کے سامنے پیش کی تھی۔ ان کے عقائد و نظریات، بت پرستی، شرک و توہم پرستی اور ان کی بداعمالی، بداخلاقی، سنائی اور ان کے ظلم و ستم کو بھی آپ حضرات کے سامنے عرض کیا تھا۔ ان سب کے ساتھ کچھ چیزیں اہلِ عرب میں بڑی عمدہ تھیں۔ وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے چلی آ رہی تھیں۔ آپ سب جانتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام مہمان نواز تھے۔ اور مہمان نوازی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ایسا وصف تھا، خود فرماتے ہیں:

ما تغدّيتُ وما تعشّيتُ إلّا مع ضيفٍ......

میں نے جب بھی صبح کا کھانا کھایا تو مہمان کے ساتھ کھایا ہے، شام کا کھانا کھایا تو مہمان کے ساتھ کھایا ہے۔ میں نے مہمان کے بغیر کبھی کھانا نہیں کھایا۔

کسی نے پوچھا تھا، اے ابراہیم:

فيما اتخذك الله خليلًا؟ .....

آپ کو اللہ نے خلیل کیوں بنالیا؟

فرمانے لگے. چند کاموں کی وجہ سے۔

ایک تو یہ کہ:

ما تغدّيتُ وما تعشّيتُ الّا مع ضيفٍ

میں نے ہمیشہ مہمان کے ساتھ کھانا کھایا ہے۔

دوسرا یہ کہ

- ما تكفّلتُ بما تكفّل الله به

جس چیز کی اللہ نے میرے لئے کفالت کا ذمہ اٹھایا ہے، میں نے اس میں اپنے

آپ کو کبھی مشقت میں نہیں ڈالا۔ مجھے روزی اللہ نے دینی ہے۔ میں روزی کے معاملے میں پریشان نہیں ہوا، مجھے اللہ نے رزق دینا ہے میں نے رزق کے معاملے میں کبھی سرگردانی اختیار نہیں کی۔ ابراہیم علیہ السلام مہمان نواز تھے۔ اسماعیل علیہ السلام مہمان نواز تھے۔ اور عرب میں تمام برائیوں کے باجود مہمان نوازی کا وصف پایا جاتا تھا۔ یہ بہت مہمان نواز تھے اور مہمان نوازی پر فخر کیا کرتے تھے۔ یہ کیسے مہمان نواز تھے، اس کی ایک جھلک میں آگے چل کر حضور علیہ السلام کے نسب کے تعارف میں عرض کروں گا۔

ابراہیم علیہ السلام کا یہ وصف بھی ان میں علیٰ وجہ الاتم پایا جاتا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کی طرح یہ فیاض تھے، سخی تھے، اللہ کی راہ میں مال خرچ کر دینا، غریبوں کو دے دینا، نواز دینا، یہ شروع سے اہلِ عرب میں پایا جاتا تھا۔ آج بھی اہلِ عرب سخی ہیں، آج بھی اہلِ عرب اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے میں سب سے دلیر ہیں۔ آپ حضرات کو اللہ عمرے پر لے جائے اور حج پہ لے جائے۔ آپ عمرے کے موسم میں دیکھتے ہیں کہ پکڑ پکڑ کر وہ اپنے اپنے دستر خوان پر بٹھا رہے ہوتے ہیں۔ یہ مہمان نوازی اور یہ سخاوت و فیاضی آج سے نہیں یہ ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے، اسماعیل علیہ السلام کے زمانے سے عرب میں آ رہی ہے۔ فیاض و سخی بھی تھے، مہمان نواز بھی تھے اور اس کے ساتھ بہت بڑے بہادر بھی تھے۔ بہادری اِن کے اندر اتنی تھی کہ نسلیں در نسلیں جنگوں میں کام آ جاتی تھیں لیکن یہ ہار نہیں مانتے تھے۔ شکست نہیں مانتے تھے۔ لڑنا ... بے دریغ لڑنا اور بے جگری کے ساتھ لڑنا اِن کا وصف تھا۔

پہلے بُرے کاموں میں لڑتے تھے۔ اسلام آیا تو اچھے کاموں میں لڑنے لگ گئے۔ پہلے شیطان کی راہ میں لڑتے تھے، حضور علیہ السلام آئے تو رحمٰن کی راہ میں لڑنے لگ گئے۔ اور عرب میں ایک بڑی خوبی جو تھی وہ مہمان نوازی، سخاوت اور بہادری کے ساتھ ساتھ یہ تھی کہ وہ غضب کے ذہین تھے۔ حافظہ ان کا اتنا تیز تھا کہ انہیں اپنے اونٹوں کی ستر پشتیں یاد ہوتی تھیں۔ اونٹوں کے نام رکھتے تھے اور ان کی ستر پشتیں انہیں زبانی یاد ہوا کرتی تھیں۔ یہ فلاں کا بیٹا ہے، اس کے باپ کا نام فلاں، دادے کا نام فلاں، پردادے کا نام فلاں، یہ ان کی اچھی اوصاف تھیں جو عرب کے اندر پائی جاتی تھیں۔

حضور ﷺ کے نسبِ عالی کے تین حصے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے لئے جو قبیلہ چنا وہ قبیلہ ممتاز قبیلہ ہے اور جو حسب ونسب چنا وہ حسب ونسب بھی کائنات کے حسب ونسب میں سب سے عمدہ اور ممتاز ہے۔ حضور علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام کے گیارہ بیٹوں میں سے ایک بیٹے کا نام قیدار تھا۔ حضور علیہ السلام قیدار کے بیٹے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام قیدار کی نسل میں سے پھر قحطان کے بیٹے ہیں اور عدنان کے بیٹے ہیں، اور عدنان کی نسل میں سے آپ علیہ السلام مُدرکہ کے بیٹے ہیں اور آپ کا سلسلۂ نسب بڑا عجیب پاک اور صاف ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب سیرت نگاروں نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصہ ایسا ہے کہ جس پر سب کا اتفاق ہے۔ ایک حصہ ایسا ہے کہ جس میں اختلاف ہے۔ جس حصہ پر اتفاق ہے وہ عدنان تک آپ علیہ السلام کا سلسلۂ نسب ہے۔ عدنان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام تک سلسلۂ نسب میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا تیس پشتیں ہیں، بعض نے کہا چالیس پشتیں ہیں۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک ایک سلسلۂ نسب ہے، یہ سلسلۂ نسب ایسا ہے کہ اس کے بارے میں محققین کا قول یہ ہے کہ یہ اگر چہ سلسلۂ نسب کتابوں میں لکھا ہوا ملتا ہے لیکن یہ کوئی ثقہ اور مضبوط سلسلہ نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، کذب النسابون...... یہ نسب بیان کرنے والوں نے جھوٹ بولا۔ البتہ عدنان تک آپ علیہ السلام کا سلسلۂ نسب متفق علیہ ہے۔

حضور ﷺ کا متفق علیہ سلسلۂ نسب

اور آپ علیہ السلام کا سلسلۂ نسب یوں ہے:

محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قُصی بن کلاب بن مُرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (فہر کا لقب قریش تھا) بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

یہ حضور علیہ السلام کا سلسلۂ نسب ہے۔ تو آپ علیہ السلام کے والد کا نام عبداللہ

ہے، دادے کا نام عبدالمطلب ہے۔ عبدالمطلب کے والد کا نام ہاشم ہے، اور ہاشم کے والد کا نام عبدمناف ہے، عبدمناف کے والد کا نام قصی ہے، قصی کے والد کا نام کلاب ہے، کلاب کے والد کا نام مُرہ ہے اور مُرہ کے والد کا نام کعب ہے اور کعب فہر کی اولاد سے ہیں اور فہر کا دوسرا نام قریش ہے۔ فہر کو قریش کہا کرتے تھے۔ قریش کا کیا معنیٰ؟ قریش قرش کی تصغیر ہے۔ سمندر کی ایسی بڑی مچھلی اور سمندر کا ایسا بڑا جانور جو سب کو کھا جائے اور اُسے کوئی بھی نہ کھا سکے تو اس کو قریش کہتے ہیں۔ چونکہ یہ فہر بہادر تھے، یہ فہر لڑائیوں میں غالب آ جانے والے تھے۔ اس لئے ان کا لقب قریش پڑ گیا۔ اور یہیں سے قریش کا سلسلۂ نسب شروع ہوا ہے۔

حضور ﷺ کے آباؤ اجداد کا تعارف

میں چاہتا ہوں کہ حضور علیہ السلام کے آباء کا مختصر تعارف بھی آپ حضرات کے سامنے عرض کر دوں۔ اللہ کے نبیؐ کے ایک دادا کعب ہیں۔ یہ کعب وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے جمعے پر لوگوں کو جمع کیا۔ نمازِ جمعہ سب سے پہلے اِس دھرتی پر شروع کرنے والے کعب ہیں۔ اس سے پہلے جمعے کے دن کو یوم العروبہ کہا جاتا تھا۔ پہلا شخص جس نے اِس کا نام یوم الجمعہ رکھا وہ حضور علیہ السلام کے جدامجد حضرتِ کعب ہیں۔ حضرت کعب کے بیٹے مُرّہ ہیں۔ اور یہ جو مُرّہ ہیں مُرہ کا معنی ہوا کرتا ہے کڑوا۔ ان کو کڑوا اس لئے کہتے تھے کہ بہادر آدمی کو عرب میں کڑوا کہا جاتا تھا۔ یہ بہت بڑے بہادر تھے۔ اور مُرّہ کے بیٹے کا نام ہے کِلاب، کِلاب کلب کی جمع ہے اور کلب کتے کو کہتے ہیں اور عرب میں عجیب رواج تھا کہ غلاموں کے نام بڑے پیارے رکھا کرتے تھے اور بیٹوں کا نام درندوں کے ناموں کے ساتھ رکھا کرتے تھے۔ کسی نے ایک عرب سے پوچھا تھا کہ اس کی کیا وجہ ہے آپ بیٹوں کا نام تو درندوں کے نام کے ساتھ رکھتے ہیں، کسی کے بیٹے کا نام ہوتا تھا ''ذئب''۔ ذئب کا معنی بھیڑیا۔ اور ان کا نام ہے کِلاب۔ تو کلاب کلب کی جمع ہے، تو وجہ کیا ہے؟ آپ غلاموں کے بڑے اچھے نام رکھتے ہیں اور اپنے بیٹوں کے آپ نام درندوں والے رکھتے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ بیٹوں کے نام رکھے جاتے ہیں دشمنوں کے لئے اور غلاموں کے نام رکھے جاتے ہیں اپنوں کے لیے۔ غلاموں کو ہم نے بُلانا ہے۔ ہم نے اُن سے کام لینا ہے۔ ہم نے اُن سے خدمت لینی ہے۔ اس لئے ان کا نام پیارا رکھا جاتا ہے۔ ان کا نام اچھا رکھا

جاتا ہے اور بیٹوں نے دشمنوں کے مقابلے میں کھڑا ہونا ہے۔ بیٹوں نے دشمنوں سے لڑائیاں کرنی ہیں۔ بیٹوں نے دشمنوں سے جنگیں کرنی ہیں۔ اس لیئے بیٹوں کے نام بھی کڑوے رکھے جاتے ہیں۔ تاکہ دشمن کے حلق میں نام کی کڑواہٹ بھی آئے اور کام کی کڑواہٹ بھی آئے۔ تو قصی بن کلاب، کلاب کے بیٹے کا نام قصی ہے، یہ جو قصی ہیں ان کا اصل نام مُجَمِّع ہے، جمع کرنے والا۔ ان کو مجمع اس لئے کہتے ہیں کہ ان سے پہلے عرب بکھرے ہوئے تھے۔ کوئی غاروں میں رہتے تھے، کوئی پہاڑوں میں رہتے تھے، کوئی نالوں اور ندیوں میں رہتے تھے، کوئی کہیں رہتا تھا کوئی کہیں رہتا تھا۔ انہوں نے سب کو جمع کیا اور سب کو جمع کر کے انہوں نے مکہ مکرمہ میں پہاڑ کے دامن میں ان کے گھر بنوا دیئے۔ اور ان کو یہاں رکھا۔ اور یہ جو قصی ہیں انہوں نے سب سے پہلے عرب میں سفری سلسلہ شروع کیا، تجارت کا سفری سلسلہ۔ ایک گرمیوں میں سفر کرتے تھے اور ایک سردیوں میں سفر کرتے تھے۔ اللہ نے قرآن میں اس کا ذکر کیا ہے:

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ . اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ. فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ. الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ. [قریش: ۱۰۶]

اور قصی کے بیٹے کا نام عبد مناف ہے۔ عبد مناف حضور علیہ السلام کے دادے کے والد ہیں۔ یہ انتہائی حسین وجمیل تھے۔ انتہائی خوبصورت تھے اور ان کی پیشانی پہ حضور علیہ السلام کی نبوت کا نور چمکتا تھا۔ اور عبد مناف کے بیٹے کا نام ہاشم ہے۔

ہاشم اور ان کے فرزند عبد المطلب کے حالات

ہاشم حضور علیہ السلام کے جدامجد ہیں۔ اللہ کے نبیؐ کے دادا ہیں۔ ہاشم کو ہاشم کیوں کہتے ہیں؟ ہاشم کو ہاشم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ہاشم کا معنی ہے ''شوربے میں روٹی ملانے والا''۔ تو یہ وہ پہلے شخص ہیں جو ثرید بنا کر حاجیوں کو کھلایا کرتے تھے۔ گوشت کے شوربے میں روٹی کے لقمے ڈال کر یہ حاجیوں کو کھلایا کرتے تھے۔ حاجیوں کو پلایا کرتے تھے۔ حاجیوں کی خدمت حضرت ہاشم کا شیوہ ہوا کرتا تھا۔ یہ بہت بڑے شجاع، بہت بڑے بہادر تھے۔

سفر فرمایا شام کا، راستے میں یثرب یعنی مدینہ منورہ میں قیام ہوا، جب یہاں مدینہ میں قیام ہوا تو ایک عورت پر نظر پڑی، یہ خوبصورت بھی تھی اور خوب سیرت بھی تھی۔

نسب بھی اعلیٰ تھا اور حسب بھی اعلیٰ تھا۔ نام اس عورت کا سلمٰی تھا۔ اس کو پیغامِ نکاح بھیجا۔ اس نے پیغامِ نکاح قبول کیا۔ حضرت ہاشم نے اس سے شادی کی، کچھ عرصہ مدینہ میں رہے اور مدینہ میں رہ کر اپنی بیوی کے ساتھ وقت گزارتے رہے اور پھر شام چلے گئے۔ شام پہنچے تو جا کر بیمار ہو گئے اور وہیں انتقال ہو گیا۔ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

خاندان میں سے کسی کو اس شادی کا پتہ نہیں تھا۔ اِس سلمٰی نامی خاتون سے ایک بچہ پیدا ہوا، اس بچے کا نام اِس خاتون نے شیبۃ الحمد رکھا۔ شیبہ کا معنیٰ ہوتا ہے سفید، یہ جب بچہ پیدا ہوا تو اس کے سر میں ایک بال پیدائشی سفید تھا، اِس لئے نام رکھا گیا شیبہ، اور حمد کا معنی ہے "شکر"۔ شیبۃ الحمد، شیبۃ الحمد کا معنی ہوا اللہ کی تعریف کی سفیدی، حمد کی سفیدی، تو یہ بچہ اپنی ماں کے پاس رہتا تھا۔ حضرت ہاشم کا خاندان مکہ میں آباد تھا تو خاندان والوں کو پتہ چلا کہ ہمارا ایک بچہ وہ مدینہ میں ہے اور ہاشم کی ایک شادی مدینہ میں ہے۔ تو ہاشم کے بھائی مُطلب مکہ سے مدینہ آئے اور مدینہ میں آ کر اپنی بھابھی سے ملاقات کی اور بھابھی سے کہا کہ آپ ہماری بھابھی ہیں، اور یہ بچہ ہمارا ہے۔ یہ بچہ ہمیں دے دیں۔ بھابھی نے کہا کہ نہیں یہ بچہ میرے پاس رہے گا۔ انہوں نے اصرار کیا کہ دیکھو، میں اسے کہیں نہیں لے جانا چاہتا، میں اسے بیت اللہ میں لے جانا چاہتا ہوں، میں اسے حرم میں لے جانا چاہتا ہوں، میں اسے اس کے خاندان میں لے جانا چاہتا ہوں۔ تو انہوں نے اجازت دے دی۔ تو ہاشم کے بیٹے شیبۃ الحمد کو مُطلب اپنے ساتھ سواری پر بٹھا کر مکہ مکرمہ لے آئے۔ ہاشم کے چار صاحبزادے تھے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔ تو چار میں ایک یہ عبدالمطلب ہیں جن کا نام شیبۃ الحمد ہے۔ تین اور ہیں اور پانچ بیٹیاں تھیں۔ یہ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو چونکہ یہ اُجڑے ہوئے تھے اور بچے کے کپڑے بھی اچھے نہیں تھے، کسی نے مُطلب سے پوچھا کہ مطلب یہ کون ہے؟ کہنے لگے کہ یہ میرا غلام ہے۔ تو اس سے ان کا لقب پڑ گیا "عبدالمطلب"، نام عبدالمطلب نہیں تھا۔ نام شیبۃ الحمد تھا۔ عبدالمطلب کا معنیٰ "مطلب کا غلام"۔

عبدالمطلب کے دو اہم کارنامے

ہاشم کے بعد سردار بنے مُطلب اور مطلب کے بعد سردار بنے ہاشم کے بیٹے

''عبدالمطلب''۔ اللہ کے نبیؐ کے دادا عبدالمطلب سردار بنے اور جب عبدالمطلب سردار بنے تو عبدالمطلب کے اِس اپنے دور میں، اس سرداری میں اللہ نے عبدالمطلب سے دو عجیب کام لئے۔ عبدالمطلب کے دور میں دو عجیب کارنامے سرزد ہوئے۔ یہ انتہائی حسین، جمیل، فصیح، بلیغ اور خوبصورت انسان تھے۔

ایک تو عبدالمطلب کے زمانے کے اندر عجیب کام یہ ہوا کہ عبدالمطلب کو خواب میں کسی کہنے والے نے کہا کہ عبدالمطلب!

احفر برّہ...... برہ کو کھودو......

پوچھا: وما برّہ، برہ کیا ہے؟......

وہ شخص چلا گیا، اگلی رات پھر خواب دیکھا، اب خواب میں اُس نے کہا:

إحفر المضنونه...... مضنونہ کو کھودو......

انہوں نے پوچھا: وما المضنونه...... مضنونہ کیا ہے؟......

وہ شخص چلا گیا، تیسری رات پھر خواب دیکھا، اُس نے کہا:

إحفر طَيْبَةً...... طیبہ کو کھودو......

انہوں نے پوچھا: وما طَيْبَة...... طیبہ کیا ہے؟......

وہ شخص چلا گیا۔ بڑے پریشان ہوئے۔ چوتھے دن پھر خواب دیکھا، اُس نے کہا:

إحفر زمزم...... زمزم کا کنواں کھودو......

اب سمجھ میں آیا کہ میرے اس خواب کی تعبیر کیا تھی؟...... صبح کدال لے کر زمزم کا کنواں کھودنا شروع کر دیا۔ لوگ راستے میں حائل ہو گئے۔ مکہ والوں نے کہا کہ جو کنواں تم کھود رہے ہو اس کنویں میں ہمارا بھی حق ہوگا۔ مالکانہ حقوق ہوں گے۔ عبدالمطلب نے کہا کہ تم اس کو استعمال تو کر سکو گے لیکن تمہارے مالکانہ حقوق نہیں ہوں گے۔ مالکانہ حقوق میرے ہوں گے۔ میرے خاندان کے ہوں گے۔ یہ خاص ہمارے لئے کنواں ہے اور مجھے اس کے کھودنے کا حکم ملا ہے۔

کنواں کھودا تو اس کنویں میں سے قبیلۂ جرہم کی تلواریں ملیں، قبیلۂ جرہم کے نیزے ملے، قبیلۂ جرہم کا سونا ملا، قبیلۂ جرہم کے خزانے ملے، تو حضرت عبدالمطلب نے یہ

تیر اور تلواریں جو اس کنویں سے نکلیں تو ان کو کعبے کے دروازے کے ساتھ لٹکا دیں اور یہ جو خزانہ تھا اسے کعبے کے اندر منتقل کر دیا۔ کھودتے کھودتے اس کو اتنا کھودا کہ پانی نکل آیا۔ حضور علیہ السلام کے جدِ امجد عبدالمطلب کا یہ کارنامہ ہے کہ انہوں نے زمزم کا کنواں کھودا۔ زمزم نکلا تھا آپ کے بڑے دادا اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں سے، پھر دب گیا تھا اور جرہم نے جب یہاں سے ہجرت کی اور یہ ہجرت کر کے جب فلسطین چلا گیا تو بند کر کے چلے گئے تھے۔ اب اس کو کھودا ہے۔ یہ بڑا کارنامہ تھا عبدالمطلب کا۔

عبدالمطلب کی نذر و منّت

عبدالمطلب نے منت [1] مانی تھی، یا اللہ! اگر مجھے آپ دس بیٹے دے دیں تو میں ایک بیٹا آپ کے نام پر قربان کروں گا، ذبح کروں گا۔ اللہ نے عبدالمطلب کو دس بیٹے دے دیئے۔ ایک کا نام عباس تھا، ایک کا نام حمزہ تھا، ایک کا نام ابوطالب تھا، ایک کا نام ابولہب تھا، ایک کا نام قسم تھا، ایک کا نام خضر تھا۔ ایک کا نام عبد دار تھا۔ یہ مختلف نام ہیں۔ یہ حضور علیہ السلام کے چچے ہیں۔ تو بعض روایات میں آتا ہے کہ عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے، بعض روایات میں گیارہ اور بعض میں بارہ بیٹوں کا ذکر بھی ہے۔

اور بیٹیاں اس کے علاوہ تھیں۔ ایک بیٹی کا نام بیضاء اور کنیت اُم حکیم تھی، یہ حضور علیہ السلام کی پھوپھیاں آپ کو گنوار ہا ہوں، اور ایک کا نام صفیہ تھا، اور ایک کا نام عُروہ تھا، ایک کا نام عاتکہ تھا، ایک کا نام اُمیمہ تھا۔ یہ حضور علیہ السلام کی پھوپھیاں ہیں۔

منت مانی تھی، یا اللہ! مجھے آپ اگر بیٹا دے دیں تو میں اپنا ایک بیٹا آپ کے نام پر ذبح کروں گا، قربان کروں گا۔ تو اللہ نے بیٹے دے دیئے۔ بیٹے جوان ہو گئے، تو لوگوں نے یاد دلایا۔ عبدالمطلب! آپ نے تو منت مانی تھی کہ میں ایک بیٹا اللہ کے نام پر قربان کروں گا۔ تو منت کی تکمیل کا وقت آ گیا ہے۔ تو فرمایا، بالکل ٹھیک ہے۔ اپنے بیٹوں کے نام ایک پرچی پر لکھے اور بیت اللہ میں آ گئے۔ بیت اللہ میں آ کر قرعہ ڈالا۔ قرعے میں نام حضور علیہ السلام کے والد محترم سیدنا عبداللہ کا نکلا۔ عبداللہ کو پیشانی سے پکڑا، چھری ہاتھ میں لی، ذبح کرنے کے لئے نکل پڑے۔ حضرت عبداللہ کو عبدالمطلب جب ذبح کرنے کے لئے نکلے تو عبدالمطلب کے تمام

بیٹوں میں سے سیدنا عبداللہ سب سے حسین تھے، سب سے جمیل تھے، سب سے خوبصورت تھے اور سب سے چمکدار تھے۔ لوگوں کو ان سے محبت تھی۔ قریش آڑے آ گئے اور عبداللہ کے ننہیال بنی مخزوم وہ بھی سامنے آ گئے۔ کہنے لگے، نہیں نہیں یہ بچہ تو ہم ذبح نہیں ہونے دیں گے۔ عبدالمطلب نے کہا کہ پھر میری منت کا کیا بنے گا؟ کہنے لگے فلاں کاہنہ عورت کے پاس چلے جاؤ، اُس سے جا کے مشورہ کرو کہ مجھے اپنی منت کی تکمیل کیسے کرنی چاہئے۔

کاہنہ کے پاس گئے، اُس نے کہا کہ منت کی تکمیل کی صورت یہ ہے کہ تم جاؤ اور جا کر عبداللہ کا نام ایک پرچی پر لکھو، ۱۰ اونٹوں کو بھی پرچی پر لکھو، پھر قرعہ ڈالو، اگر قرعہ نکلے عبداللہ کا تو عبداللہ کو ذبح کر دینا اور اگر قرعہ نکلے اونٹوں کا تو ۱۰ اونٹوں کو ذبح کر دینا۔ حضرت عبدالمطلب عبداللہ کو لے کر واپس آئے، قرعہ ڈالا۔ عبداللہ اور ۱۰ اونٹوں میں سے قرعہ نکلا عبداللہ کا۔ اب پھر تیار ہو گئے کہ عبداللہ کو ذبح کریں۔ لوگوں نے کہا کہ آپ ۲۰ اونٹوں کے ساتھ قرعہ ڈالیں، تو انہوں نے ایک طرف ۲۰ اونٹ لکھے، دوسری طرف عبداللہ کا نام لکھا۔ اب پھر قرعہ عبداللہ کے نام کا نکلا۔ پھر لوگوں کے مشورے سے ۳۰ کے ساتھ قرعہ ڈالا، نام پھر نکلا عبداللہ کا۔ پھر ۴۰ کے ساتھ قرعہ ڈالا تو بھی نام عبداللہ کا نکلا۔ پھر ۵۰ کے ساتھ قرعہ ڈالا تو بھی عبداللہ کا نام نکلا، پھر ۶۰ کے ساتھ، ۷۰ کے ساتھ، ۸۰ کے ساتھ، ۹۰ کے ساتھ بھی نام سیدنا عبداللہ کا نکلا۔ جب ۱۰۰ اونٹ کے ساتھ قرعہ ڈالا تو اب نام نکلا ۱۰۰ اونٹوں کا۔ تو سب نے خوشی کے ساتھ اعلان کیا ۱۰۰ اونٹ ذبح ہوں گے۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کے بدلے ۱۰۰ اونٹ ذبح کر دیئے۔ یہیں سے قتل کی دیت ۱۰۰ اونٹ چلی۔ اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کے بعض کاموں کو شریعت کا حصہ بنایا ہے، اور دین کا حصہ بنایا ہے۔ جمعہ شروع کیا تھا حضور علیہ السلام کے جدامجد نے اور وہ جمعہ بھی اللہ نے برقرار رکھا ہے۔ اور قصاص کا یہ قانون شروع کیا تھا، آپ کے جدامجد عبدالمطلب نے۔ قصاص اور دیت کا یہ قانون بھی اللہ نے بحال رکھا ہے۔ اور دیت کا یہ قانون قیامت تک رہے گا اور قصاص کا قانون بھی قیامت تک رہے گا۔ ولکم فی القصاص حیوۃ یااولی الالباب. [البقرہ: ۱۸۹/۲]

قرآن بھی کہتا ہے:

وکتبنا علیھم فیھآ انّ النفس بالنّفس...... [المائدہ: ۴۵/۵]

نفس کا بدلہ نفس ہوگا، جان کا بدلہ جان ہوگا۔ دیت بھی اللہ کا قانون ہے۔ قصاص بھی اللہ کا قانون ہے۔ تو یہ دیت حضور علیہ السلام کے والد کے صدقے اُمت کو ملی ہے۔ یہ حضور علیہ السلام کے والد کے صدقے امت کو ملی ہے۔ آج لوگوں کو دیت کا قانون یاد ہے۔ وہ امریکی جو اسلام کے دیت اور قصاص کے قانون پر مذاق اڑایا کرتے تھے اور قرآن کا انکار کیا کرتے تھے۔ اب جب وہ سفاک قاتل ریمنڈ ڈیوس قانون کی گرفت میں آیا، اب کہتے ہیں کہ ہم قرآنی قانون کا سہارا لینا چاہتے ہیں۔ ہم دیت دینا چاہتے ہیں۔ دیت دے کر راضی کرنا چاہتے ہیں۔ تو امریکیو! تم نے آدھا قرآن کا قانون پڑھا ہے، پورا نہیں پڑھا۔ دیت کا دوسرا نمبر ہے پہلا نمبر قصاص کا ہے۔ ان شاء اللہ مقتولین کے ورثاء دیت نہیں بلکہ تم سے قصاص کا مطالبہ کریں گے۔ اپنے آپ کو قصاص اور قانون کے حوالے کرو۔ ہمارے ملک کے قانون کا احترام کرو۔ تمہارے شہری نے ظلم وستم کیا، وہ اسلحہ چلایا جس سے ہڈیاں گل جاتی ہیں، اور بے گناہ مسلمانوں پر فائرنگ کر کے گاجر مولی کی طرح انہیں ذبح کر دیا۔ اور پہلے وہ خفیہ کیا کرتے تھے، اب اعلانیہ کیا۔ تو اس نے یہ سمجھا کہ جیسے خفیہ کیا کرتے ہیں کوئی نہیں پوچھتا تھا، اب بھی کوئی نہیں پوچھے گا۔ آج حکمران دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ادھر عوام ناراض ہوتے ہیں اور اُدھر امریکہ ناراض ہوتا ہے۔ یہ تمہارا امتحان ہے۔ میں نے رات بھی ایک جلسہ عام میں کہا اور سیرت کے دس ہزار کے اجتماع میں میں نے رات بھی کہا کہ اگر ریمنڈ ڈیوس کو تم نے پاکستان سے بھیجا تو وہ اکیلا نہیں جائے گا بلکہ تمہارا بوریا بستر بھی ساتھ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور علیہ السلام کی غلامی نصیب فرمائے۔ یہ قسط وار سلسلہ چلتا رہے گا، ہم اگلے جمعہ حضور علیہ السلام کے والد عبداللہ کا تعارف بھی سنیں گے۔ حضور علیہ السلام کی ولادت سے پھر آپ علیہ السلام کی سیرت طیبہ کا یہ سلسلہ آگے چلائیں گے۔

وما علینا إلا البلاغ المبین۔

......☆......

موت کی تیاری (۱)

اعوذ باللہ من الشیطن الرّجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم.
كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. الخ
(آل عمران: ۱۸۵)

''ہر جی موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے اور تم لوگ اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیے جاؤ گے قیامت کے روز، جو شخص آگ سے دور اور جنت میں داخل کیا گیا پس وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا تو دھوکے کا سامان ہے''۔

موت ایک اٹل حقیقت ہے

موت ایک اٹل حقیقت ہے اس سے کسی کو مفر نہیں اس کا ایک نام یقین بھی ہے۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ. (الحجر:۹۹) اس آیت میں یقین سے مراد موت ہے کیونکہ نوع انسان کا ہر فرد مومن ہو یا کافر موحد ہو یا مشرک، متبع سنت ہو یا بدعتی، دین دار بلکہ انسان ہو یا جن یا ملک سب موت کے واقع ہونے کے قائل ہیں۔ خدا کی ذات کا منکر دہریہ بھی موت کو حق سمجھتا ہے۔ کیونکہ موت ایک پیالہ ہے جس کو سب نے پینا ہے یا دروازہ ہے سب نے اس سے گذرنا ہے۔

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهُ
وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهُ

اور موت کا ایک وقت مقرر ہے اس سے تقدم، تاخر ناممکن اور محال ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ. (النحل: ۶۱)

''پس جب ان کی موت کا وقت آئے گا تو وہ ایک لحہ آگے پیچھے نہیں ہوسکیں گے''۔

اس موت نے کئی گھر اجاڑ دیئے

یعنی موت ہر حال میں اپنے وقت پر آئے گی خواہ کوئی دولت میں قارون تکبر میں فرعون، ظلم میں ضحاک، تمرد میں نمرود، شہ زوری میں رستم، روئین تنی میں اسفندیار، خوبصورتی میں یوسف علیہ السلام، صبر میں ایوب علیہ السلام، درازئ عمر میں نوح علیہ السلام، بسالت میں موسیٰ علیہ السلام، مصوری میں فانی، عشق میں مجنوں، عدل وسیاست میں عمر﷛، ملک گیری میں سکندر، دبدبہ میں جمشید، عیاشی میں محمد شاہ، اقبال میں اکبر، فصاحت میں سحبان، انصاف میں نوشیروان، حکمت میں لقمان، دانش میں ارسطو، سخاوت میں حاتم، طوالتِ قامت میں عوج بن عنق، موسیقی میں تان سین، شاعری میں انوری، فردوسی وسعدی، مردانگی میں محمد فاتح، خاموشی میں زکریا، گریہ میں یعقوب، یحییٰ، رضاجوئی میں ابراہیم علیہ السلام، غزا میں محمود، جہالت میں ابوجہل، حیاداری میں عثمان﷛، ذہانت میں فیضی، شقاوت میں ابولہب، تصوف میں بایزید، حکومت میں سلیمان، نازک مزاجی میں تاناشاہ ومرزا جانِ جاناں، شجاعت میں علیؓ، خونریزی میں چنگیز وہلاکو اور پرویز مشرف، فلسفۂ اسلام میں امام غزالیؒ، رفاہِ عام میں شیر شاہ سوری، محسن کشی میں رُحیلہ، فقہ میں امام اعظمؒ، قادر اندازی میں بہرام گور، کسبِ حلال میں سلطان ناصر الدین اور اورنگزیب، صدق میں ابوبکر﷛، خوش الحانی میں داؤد علیہ السلام، کثیر الازدواجی میں واجد علی شاہ، جہاد میں سلطان صلاح الدین، سیاحت میں ابن بطوطہ، پختگی ارادہ میں علاؤ الدین خلجی، رتبۂ شہادت میں حمزہؓ، حسینؓ اور غازی عبدالرشیدؒ ہو لیکن موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے۔

دارا رہا نہ جم نہ سکندر سا بادشاہ
تختِ زمیں پر ہزاروں آئے چلے گئے

(کیرانوی ص ۵۸۳)

شتربانِ صحرا گزین گر بمیرد　　شہنشاہ مسند نشین ہم نماند
اگر مرد ناداں بوحشت بمیرد　　خرد مند باریک بین ہم نماند
قوی شدیم چہ شد ناتوان شدم چہ شد　　چنیں شدیم چہ شد یا چناں شدیم چہ شد
بہ ہیچ گونہ دریں گلستان قرارے نیست
تو بہار شدی چہ شد ماخزاں شدیم چہ شد

ترجمہ:۔ساربان اگر جنگل میں مرتا ہے،تو تخت نشین بادشاہ بھی باقی نہیں رہتا، اگر نادان شخص وحشت میں مرتا ہے تو عقل مند باریک بین بھی نہیں رہتا۔ہم طاقتور ہوں یا عاجز کیا ہوگا، ہم ایسے ہوں تو کیا ہوگا، اور ویسے ہوں تو کیا ہوگا، کسی شخص کو اس باغ جہاں میں قرار نہیں، تو بہار ہو تو کیا ہوگا ہم خزاں ہوں تو کیا ہوگا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا آپ کی زندگی تمام پیغمبروں سے زیادہ ہوئی آپ نے دنیا کو کیسا پایا۔فرمایا ایسا معلوم ہوا کہ ایک مکان کے دو دروازے ہیں ایک میں سے اندر گیا دوسرے میں سے باہر نکل آیا۔(مخزن:۵۸۸)

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

زندگی انسان کی ہے مانند مرغ خوشنوا
شاخ پر بیٹھا کئی دم چہچہایا اڑ گیا

بہرحال طویل ترین زندگی بھی موت واقع ہونے سے خواب تصور ہوگی۔روز محشر کی سختی کے مقابلے میں قبر کی طویل اور مشکل برزخی زندگی نرم بستر محسوس ہوگی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا .　(یٰس:)

کہیں گے اے افسوس ہمیں ہمارے بستروں سے کس نے اٹھادیا۔

قبر آخرت کی پہلی منزل ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قبر کو دیکھ کر زار وقطار رونے لگتے اور فرماتے قبر آخرت کی پہلی منزل ہے اگر یہ آسان ہوگئی تو اگلی منزلیں بھی آسان ہونگی۔اس واسطے قبر کو دیکھ کر

موت کو یاد اور اس کی تیاری کا جذبہ بڑھ جانا چاہیے۔ حضرت شیخ الحدیث صوفی محمد سرور مدظلہ العالی تو فرماتے تھے زمین کو دیکھ کر بھی قبر یاد آجانی چاہیے معلوم نہیں جہاں ہم چل رہے ہوتے ہیں وہاں کتنی مردہ کھوپڑیوں کو ہم روندرہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ زمانہ گزرنے سے قبرستان آبادیوں اور آبادیاں قبرستان میں تبدیل ہوجایا کرتی ہیں۔

کل پاؤں اک کاسۂ سر پر جو آگیا
یکسر وہ اُستخوانِ شکستہ سے چور تھا
بولا ذرا سنبھل کر راہ چل اے بے خبر
میں بھی کبھی کسی کا سر پُر غرور تھا

موت کی تیاری کرنی چاہیے

انسان کو اس محنت سے موت کی تیاری کرنی چاہیے کہ وہ دنیا والوں سے بدلہ لے کیونکہ دنیا والوں کا یہ اصول ہے جب بچہ پیدا ہوتا ہے وہ رورہا ہوتا ہے۔ اور گھر والے اسے دیکھ کر خوشیاں منا رہے ہوتے ہیں۔ مٹھائیاں بانٹ رہے ہوتے ہیں یوں محسوس ہوتا ہے یہ اس آنے والے مہمان کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ تو اس غیرت مند بچے کو چاہیے کہ وہ ان سے اس طرح بدلہ لے کہ جب یہ دنیا سے رخصت ہو تو یہ اپنے نیک عقائد اور نیک اعمال کی وجہ سے خوشی خوشی آخرت میں ہنستا ہوا جارہا ہو اور گھر والے اس کی جدائی پر رورہے ہوں۔

یَا ذَا الَّذِیْ وَلَدَتْکَ اُمُّکَ بَاکِیًا
وَالنَّاسُ حَوْلَکَ یَضْحَکُوْنَ سُرُوْرًا

"اے لڑکے تجھے تیری ماں نے اس حال میں جنم دیا کہ لوگ تیرے اردگرد خوشی سے ہنس رہے تھے اور تو رورہا تھا۔

اِحْرِصْ عَلٰی عَمَلٍ تَکُوْنُ بِہٖ مَتٰی
یَکُوْنُ حَوْلَکَ ضَاحِکًا مَسْرُوْرًا

نیک اعمال اس لگن سے کرتا رہ کہ جب موت کے وقت لوگ جمع ہوکر رورہے

ہوں تو تو خوشی خوشی ہنستا ہوا جا۔"

اس آیت کا مصداق بن جا۔

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝
فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝ (الفجر: ۲۷ تا ۳۰)

"اے مطمئن روح اپنے رب کی طرف اس حالت میں لوٹ کہ وہ تجھ سے راضی ہو اور تو اس سے راضی ہو اور اعلان ہو میرے بندو، میری جنت میں داخل ہو جاؤ۔

یہ وہ درجہ ہے جس کی دعا حضرت یوسف علیہ السلام اس طرح کر رہے تھے:

تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَّأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ. (یوسف: ۱۰۱)

"مجھے اسلام کی حالت میں موت دے اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے"۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے عقلمند نیک لوگوں کی دعا میں بھی یہ جملہ نقل فرمایا:

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ.
(آل عمران: ۱۹۳)

"ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہماری برائیاں مٹا دے اور ہمیں نیک بخت ابرار لوگوں کے ساتھ موت دے"۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بھی اسی طرح ہے:

رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَّأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ. (الشعراء: ۸۳)

"اے رب مجھے حکم عطا کر اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے۔"

موت اور مابعد الموت کو اچھا کرنے کے لئے خود اللہ تعالیٰ نے نسخہ عطا فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ.

"ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق ادا کرو اور تمہاری موت اسلام پر ہی آنی چاہئے"۔

تقویٰ اور اسلام کے ساتھ جو انسان مرے گا وہ باعزت مرے گا اور پورے اعزاز کے ساتھ جنت میں جا کر دیدارِ خداوندی سے محظوظ و مستفیض ہوگا اور اپنی ہر خواہش پوری کرے گا۔ بلکہ خواہش اور سوچ سے بھی بڑھ کر عزت اور مراد پائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاکُمْ. (الحجرات: ۱۳)

یقین مانو اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ.

(حٰمٓ السجدہ: ۳۱)

تمہارے لئے جنت میں وہ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور جو تم مانگو گے۔

اور اسلام پر موت تب آسکتی ہے جب زندگی بھر اسلام کو سیکھ کر اخلاص کے ساتھ عمل پیرا رہا ہو۔ کیونکہ جس عمل پر زندگی گزرتی ہے اسی عمل پر موت آتی ہے اور جس حالت وعمل پر موت آتی ہے اسی حالت پر بعثت ہوتی ہے۔ اور میدان محشر میں حاضری ہوتی ہے پھر عزت کا فیصلہ سن کر فرشتوں کے وفد کے ساتھ تزک و احتشام کی حالت میں مبارک مہمان بن کر جنت کی مہمانی حاصل کرے گا۔

......☆......

موت کی تیاری (۲)

آٹھ سوالوں کا جواب تیار رکھیں

میرے دوستو اور بھائیو!

موت کی تیاری کے لئے آٹھ سوالوں کا جواب تیار ہو جائے تو بیڑا پار ہو جائے گا جہنم حرام اور جنت دار القرار ہو جائے گا۔ تین سوال تو مرنے کے فوراً بعد ہوتے ہیں۔

❶ ...... مَنْ رَبُّکَ　　"تیرا رب کون ہے؟"

❷ ...... مَنْ نَبِیُّکَ.　　تیرا نبی کون ہے، یا دوسری عبارت سے سوال ہوگا۔ مَا تَقُوْلُ فِیْ حَقِّ هٰذَا الرَّجُلِ؟ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے۔

❸ ...... مادینک　　"تیرا دین کیا ہے؟"

یوں تو ان سوالوں کے جواب آسان ہیں:

❶ ...... رَبِّیَ اللّٰهُ.　　"میرا رب اللہ ہے"۔

❷ ...... نَبِیِّ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ "میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔"

❸ ...... دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ　　"میرا دین اسلام ہے"۔

لیکن یہ جواب قبر میں صرف اس شخص کو آئیں گے جو اپنی زندگی میں اللہ کو رب، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور اسلام کو دین مان کر ان کے احکام پر چلتا رہا ہو، پوری اطاعت کرتا رہا ہو، ورنہ صرف رٹ لینے سے یہ جواب نہیں آئے گا۔ بلکہ ھاھا لا ادری جواب ہوگا۔

میدانِ محشر میں پانچ سوال

اور پانچ سوال میدان محشر میں ہونگے خود اللہ تعالیٰ عدالت کی کرسی پر اپنی شان کے مطابق جلوہ افروز ہونگے اور خود فیصلہ فرما رہے ہوں گے وہ پانچ سوال یہ ہیں۔ جو حضور علیہ السلام نے ایک حدیث میں بیان فرما دیئے ہیں کہ کسی شخص کے قدم اپنی جگہ سے ہل نہ سکیں گے۔ جب تک وہ پانچ سوالوں کا جواب نہ دے دے۔

❶ ...... عَنْ عُمُرِہٖ...... پوری عمر کہاں گزاری؟ مراد مکلف زندگی یعنی بالغ ہونے کے بعد والی زندگی۔

❷ ...... عَنْ شَبَابِہٖ...... اس کی جوانی کے بارے میں سوال ہوگا جو اس کی زندگی کا اعلیٰ حصہ ہے اس جوانی کو کہاں پرانا کیا؟ فرمانبرداری میں یا نافرمانی میں۔

❸ ...... عَنْ مَالِہٖ...... مال کے متعلق دو سوال ہونگے ایک یہ کہ مال کہاں سے کمایا

❹ ...... دوسرا یہ کہ مال خرچ کہاں کیا۔

❺ ...... عَنْ عَمَلِہٖ...... پانچواں سوال علم کے متعلق ہوگا کہ اپنے علم کے مطابق عمل کتنا کیا ہے۔

موت کو یاد رکھنے کے تین فائدے

علامہ سیوطی فرماتے ہیں موت کو یاد رکھنے والے کے تین فائدے ہوتے ہیں۔

(۱) تَعْجِیْلُ التَّوْبَۃ:۔ یعنی اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کر لیتا ہے۔ کیونکہ اسے خطرہ ہو جاتا ہے کہ موت اچانک آسکتی ہے بغیر توبہ کے مر گیا تو سزا ہوگی۔

(۲) قَنَاعَۃُ الْقَلْب:۔ دل کی قناعت یعنی موت کو یاد رکھنے والا حرص ولالچ میں مبتلا نہیں ہوتا جو میسر آجائے اسی پر قناعت کر لیتا ہے، جس سے اس کو طبعی سکون اور دلی راحت ملتی ہے کیونکہ وہ سوچتا ہے تھوڑی بہت زندگی ہے جیسے کیسے گذر جائے گی زیادہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں آخرت سنوارنے کی کوشش کرنا چاہیئے جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

(۳) نَشَاطُ الْعِبَادَۃ:۔ عبادت میں سرور اور دل جمعی:

یعنی موت کو یاد رکھنے والا جب عبادت کرتا ہے تو یکسوئی سے کرتا ہے اسے اس

عبادت میں سرور آتا ہے جس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں۔ایک تو یہ ہے شاید یہ میری زندگی کی آخری عبادت ہو اور موت دوبارہ عبادت کا موقعہ دیتی ہے یا نہیں لہٰذا اسے اچھا کر کے مزے لے لے کر ادا کروں۔

دوسری یہ کہ اسے آخرت کا یقین ہوتا ہے کہ وہاں اسے اس عبادت کا بدلہ ملے گا تو جتنی اچھی عبادت ہوگی اتنا اچھا بدلہ ملے گا اس واسطے سنوار کر عبادت کریگا۔حضرت کعب احبار فرماتے ہیں جس نے موت کو پہچان لیا اس کی دنیاوی مصیبتیں ہلکی ہوگئیں۔علامہ ہیثمی فرماتے ہیں موت کی یاد اور محشر کی حاضری نے میری دنیا کی لذت چھین لی۔حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں موت مؤثر نصیحت اور کافی وعظ ہے۔زمانہ جدائی کرانے کے لئے تیار ہے۔جو لوگ آج گھروں میں ہیں کل قبروں میں ہونگے۔

شیطان کی سرتوڑ کوشش

موت کے وقت شیطان سرتوڑ کوشش کرتا ہے کہ یہ شخص گمراہ ہو کر مرے۔

روایت:

أُحْضُرُوا مَوْتَاكُمْ وَلَقِّنُوا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَبَشِّرُوْهُمْ بِالْجَنَّةِ فَاِنَّ الْحَلِيْمَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ يَتَحَيَّرُ عِنْدَ ذَالِكَ الْمَصْرَعِ وَاِنَّ الشَّيْطَانَ اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ مِنْ اِبْنِ اٰدَمَ عِنْدَ ذَالِكَ الْمَصْرَعِ.

قریب المرگ لوگوں کے قریب ہو کر انہیں لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو اور انہیں جنت کی خوشخبری سناؤ۔بے شک حوصلے والے عقلمند لوگ بھی اس موقعہ پر حواس باختہ ہو جاتے ہیں اور اس وقت شیطان انسان کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔(مقصد اس کا گمراہ کرنا ہوتا ہے کیونکہ دشمن ہر جگہ دشمنی کرتا ہے)

امام احمدؒ مرض وفات میں بار بار لا بعد لا بعد کہہ رہے کبھی ہوش آجاتا کبھی غشی طاری ہو جاتی۔جب انہیں کچھ افاقہ ہوا تو بتایا شیطان سامنے منہ میں انگلیاں دبائے افسوس سے کہہ رہا تھا احمد میرے فریب سے نکل گیا میں اس کے جواب میں کہہ رہا تھا ابھی نہیں۔ابھی نہیں خاتمہ ایمان پر ہو جائے تو تیرے فریب سے نکل جاؤں گا۔

چند اکابر کے آخری لمحات

امام جعفر قرطبیؒ کو بھی جب تلقین کی جارہی تھی تو وہ بجائے کلمہ پڑھنے کے صرف لا، لا کہتے تھے جب انہیں کچھ ہوش آئی تو بتایا دو شیطان میرے سامنے کھڑے تھے ایک کہتا یہودی ہو کر مرنا دوسرا کہتا عیسائی ہو کر مرنا میں نے کہا نہیں نہیں یعنی میں مسلمان مروں گا۔

امام ابو یوسفؒ فقہ حنفی کے امام ثانی اور پہلے قاضی القضاۃ ہیں خطیب بغدادی فرماتے ہیں ﴿اَوَّلُ مَنْ دُعِی بِقَاضِیَ الْقُضَاۃِ﴾ ان کا دوسرا مشہور واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص جس کا نام ابراہیم بن الجراح ہے آپ کے پاس مرض وفات میں حاضر ہوا آپ کو بے ہوشی طاری تھی جب ہوش میں آئے اور آنکھیں کھولیں تو ابراہیم سے فرمایا حاجی کے لئے رمی الجمار پیدل افضل ہے یا سوار ہو کر؟ اس نے جواب دیا پیدل، فرمایا غلط ہے پھر اس نے کہا سوار ہو کر تو بھی فرمایا غلط ہے پھر خود تفصیل سے بتایا کہ جس رمی کے بعد وقوف ہو وہ پیدل افضل ہے جس کے بعد وقوف نہ ہو وہ سوار ہو کر افضل ہے۔ ابراہیم فرماتے ہیں اس کے بعد میں جانے لگا ابھی دروازے پر تھا کہ معلوم ہوا آپؒ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

(معارف السنن)

امام ابوزرعہ رازی اپنے زمانے کے بڑے شیخ اور سند کا درجہ رکھتے تھے امام بخاری کے شیخ محمد بن بشار فرماتے ہیں کہ چار شخص حفاظ حدیث ہیں ان میں سے امام ابوزرعہ ایک ہیں خطیب بغدادی نے ان کا واقعہ اپنی کتاب تاریخ بغداد میں ابو جعفر کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ان کی وفات کے وقت چند محدثین جمع تھے اور سوچ رہے تھے کہ ان کو تلقین کیسے کی جائے کیونکہ ہیبت اور جلالت مانع تھی۔ فیصلہ اس پر ہوا کہ تلقین والی حدیث کا مذاکرہ کرتے ہیں وہ سن کر سمجھ جائیں گے مذاکرہ شروع کیا تو کوئی محدث بھی اس حدیث کی پوری سند اور متن نہ بیان کر سکا تو امام ابوزرعہ نے خود اصلی سند اور متن کے ساتھ سنا دی فرمایا:

حدثنا بندار حدثنا ابو عاصم حدثنا عبدالحمید بن جعفر عن صالح بن ابی عریب عن کثیر بن مُرّہ الحضرمی عن معاذ بن جبل قال قال رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مَنْ کَانَ اٰخِرُ

کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ.

اور حدیث سناتے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (تاریخ بغداد جلد ۱ صفحہ ۳۳۵)

امام بخاری کے استاد حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا بھی ایسا واقعہ آتا ہے کہ انہوں نے مسئلہ بتایا اور وفات پا گئے امام ترمذی فرماتے ہیں عبداللہ بن مبارکؒ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو ایک شخص لا الہ الا اللہ کی تلقین کرنے لگا تو امام صاحب نے فرمایا جب میں ایک دفعہ کلمہ پڑھ لوں اس کے بعد کوئی دوسرا کلام نہ کروں تو مجھے کلمہ پڑھنے والا سمجھنا چاہئے۔
(جامع ترمذی کتاب الجنائز باب ماجاء فی تلقین المیت)

امام محمد ترجمانِ حنفیت اور تلمیذِ خاص امام ابوحنیفہؒ اور مدون فقہ حنفی ہیں، ان کے بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ان کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں ان سے پوچھا کہ انتقال کے وقت آپ کیا کر رہے تھے؟ تو فرمایا کہ میں مکاتب کا مسئلہ سوچ رہا تھا کہ روح پرواز کر گئی۔ (بینات کراچی جمادی الاولی ۱۴۰۷ھ فروری ۱۹۸۷)

میدانِ علم وسیاست کے شہسوار مفتی اعظم مفتی محمودؒ کی وفات بھی سفر حج اور عین علمی مشغلہ اور افتاء کی حالت میں کراچی میں ہوئی۔

موت کا اعلان

موت اعلان کرتی ہے۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَیْنَ الْبَنَاتِ وَالْاُمَّھَاتِ......

''میں موت ہوں جو بیٹیوں اور ماؤں کے درمیان جدائی پیدا کر دیتی ہوں''

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَیْنَ الْاَخِ وَالْاَخَوَاتِ......

''میں وہ موت ہوں جو بھائیوں اور بہنوں کو الگ الگ کر دیتی ہوں''۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَیْنَ الزَّوْجَۃِ وَالزَّوْجِ......

''میں وہ موت ہوں جو میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کر دیتی ہوں''۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَیْنَ کُلِّ حَبِیْبٍ......

''میں تو ایسی موت ہوں جو دوستوں کے درمیان افتراق پیدا کر دیتی ہوں''۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُخَرِّبُ الدِّیَارَ وَالْقُصُوْرَ......

''میں وہ موت ہوں جو گھروں اور مکانوں کو برباد کر دیتی ہوں''۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُعَمِّرُوْا الْقُبُوْرِ......

''میں وہ موت ہوں جو قبروں کو آباد کرتی ہوں''۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اَطْلُبُکُمْ وَاُدْرِکُکُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ......

''میں موت ہوں تمہیں ڈھونڈھتی ہوں اور تمہیں بلند اور مضبوط قلعوں میں پالیتی ہوں''۔

وَلَا یَبْقٰی مَخْلُوْقٌ اِلَّا یَذُوْقُنِیْ......

''مخلوق میں سے کوئی بھی میرا ذائقہ چکھے بغیر نہیں رہے گا''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک دن حضور علیہ السلام قبرستان تشریف لائے جنازہ بھی ساتھ تھا آپ ایک قبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور فرمایا قبر روزانہ فصیح اور صاف زبان میں اعلان کرتی ہے۔

اَنَا بَیْتُ الْوَحْدَۃِ اَنَا بَیْتُ الدُّوْدِ اَنَا بَیْتُ الْوَحْشَتِ اَنَا بَیْتُ الظُّلْمَۃِ اَنَا بَیْتُ الضِّیْقِ. (او کما قال)

میں علیحدگی کا گھر ہوں۔ میں کیڑوں کا گھر ہوں، میں وحشت کا گھر ہوں۔ میں اندھیروں کا گھر ہوں، میں تنگی کا گھر ہوں۔

اور فرمایا قبر جہنم کے گڑھوں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (مفہوم حدیث)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو موت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے۔

......☆......

خطبات ربیع الاول

1. ......سیرت اور میلاد
2. ......حضور ﷺ کا بچپن اور حسن
3. ......ولادتِ رسول ﷺ
4. ......سیرت النبی ﷺ اور ہماری زندگی
5. ......سیرۃ النبی ﷺ

......☆......

سیرت اور میلاد

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ.
صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی الہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰہَ. [النساء:۴/۸۰] وقال تعالٰی: قُلْ إِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ. [ال عمران:۳/۳۱] وقال تعالٰی: وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا. [الحشر: ۵۹/۷]
قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: کلّ اُمّتی یدخلون الجنۃ إلّا من ابٰی، قیل ومن ابٰی؟ قال من أطاعنی دخل الجنۃ ومن عصانی فقد ابٰی. او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام.
صدق اللّٰہ ورسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین.
اللّٰھم صلّ علٰی محمّدٍ وعلٰی ال محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی ال ابراھیم إنّک حمید مجید. اللھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی ال محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی ال ابراھیم إنّک حمید مجید.

ربیع الاول کے چار اہم واقعات

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! آج ربیع الاول کی ۱۰ تاریخ ہے اور آپ حضرات بار بار یہ سن چکے ہیں کہ ربیع الاول رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا بھی مہینہ ہے۔ آپ کی بعثت اور نبوت کا بھی مہینہ ہے اور جیسا کہ آپ نے گزشتہ مہینوں میں تفصیل سے سنا، میرے اور آپ کے آقا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی تکمیل کا بھی مہینہ ہے، اور اللہ کے نبیؐ کے وصال اور سفر آخرت کا بھی مہینہ ہے۔ ولادتِ مصطفیٰ، بعثتِ مصطفیٰؐ، ہجرتِ مصطفیٰؐ اور وصالِ مصطفیٰؐ...... یہ چاروں کام ربیع الاول میں ہوئے اور یہ چاروں ہی حضور کی سیرت طیبہ کا خلاصہ ہیں۔

محمد عربی ﷺ کی تاریخ نہیں، سیرت!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور عام انسانوں کے حالات میں فرق ہے۔ عام آدمی کی زندگی کے حالات اگر بیان کیے جائیں تو وہ تاریخ کہلاتی ہے، تاریخ کی ہر بات قابل قبول نہیں ہوتی۔ تاریخ کی ہر بات قابلِ عمل نہیں ہوتی۔ ہم دنیا میں بڑے بڑے لوگوں کی تاریخ پڑھتے ہیں۔ جب ہم تاریخ پڑھتے ہیں تو ہمیں ان کی تاریخ میں کچھ اچھی چیزیں ملتی ہیں کچھ بُری چیزیں ملتی ہیں۔ تاریخ ہے۔ ہٹلر کی بھی ایک تاریخ ہے، ہلاکو کی بھی ایک تاریخ ہے، چنگیز کی بھی ایک تاریخ ہے۔ سکندر اعظم کی بھی ایک تاریخ ہے۔ تاریخ میں اچھی چیزیں بھی ہوتی ہیں اور بُری چیزیں بھی ہوتی ہیں۔ تاریخ نام ہے زندگی کے حالات نقل کر دینے کا، اچھے کام کیے تو اچھے حالات نقل ہوں گے اور اگر بُرے کام کیے تو بُرے حالات نقل ہوں گے۔ بُرے کام تو ویسے ہی قابلِ عمل نہیں ہوتے، جن لوگوں کی تاریخ نقل کی جا رہی ہے، اُن کا ہر اچھا کام بھی قابلِ عمل نہیں ہوتا۔ آپ کو دنیا کے بادشاہوں کی بھی تاریخ ملے گی، سلاطین کی تاریخ ملے گی، فاتحین کی تاریخ ملے گی، دنیا کے رفارمرز، لیڈر، رہبر، رہنما، ان کی تاریخیں ملیں گی۔ سب کی زندگی کے حالات تاریخ ہیں۔ لیکن میرے اور آپ کے آقا، دوجہاں کے سردار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات اُنہیں ہم تاریخ نہیں کہتے بلکہ انہیں ہم سیرت کہتے ہیں۔

آپ یہ نہیں کہیں گے کہ ہم نے حضرت محمد ﷺ کی تاریخ پڑھی ہے۔ یہ اصطلاح ہی غلط ہے کہ ہم نے حضور ﷺ کی تاریخ پڑھی، ہاں آپ یوں کہیں گے کہ ہم نے آقا کی سیرت پڑھی۔

آج ہمارے عالم نے، ہمارے خطیب نے حضور ﷺ کی تاریخ بیان کی، یہ غلط ہے، یوں کہا جائے گا کہ حضور ﷺ کی سیرت بیان کی۔

فلاں کتاب اللہ کے نبی کی تاریخ نہیں بلکہ وہ سیرت کی کتاب ہے۔

اور فلاں واقعہ حضور علیہ السلام کی تاریخ میں نہیں، یوں کہیں گے فلاں واقعہ حضور علیہ السلام کی سیرت میں آیا ہے۔

سیرت اور تاریخ میں فرق

سیرت اور تاریخ میں فرق ہے۔ تاریخ کی ہر بات قابلِ قبول نہیں ہے سیرت کی ہر بات قابلِ قبول ہے۔ تاریخ کی ہر بات مستند نہیں ہے، حضور علیہ السلام کی سیرت کی ہر بات مستند ہے۔ تاریخ کی ہر بات واجب التعمیل نہیں ہے جبکہ حضور علیہ السلام کی سیرت کی ہر بات لائق نمونہ اور لائقِ اتباع ہے۔ اور ہمیں اللہ نے اسی کی دعوت دی ہے۔ دیگر لوگوں کو پڑھا جاتا ہے علم کے لیے، معلومات کے لئے، اور حضور علیہ السلام کو پڑھا جاتا ہے علم کے لیے، عمل کے لئے۔

دیگر لوگوں کو پڑھا جاتا ہے صرف ادائیگی کے لئے، حضور علیہ السلام کو پڑھا جاتا ہے آپ کی اتباع کرنے کے لئے۔ یہ فرق ہے۔

حضور ﷺ کا وجود شریعت کا سانچہ ہے

حضور علیہ السلام واجب الاتباع ہیں، اللہ نے اپنے نبی کو اس طرح بنایا کہ اللہ کے حبیب شریعت کا سانچہ ہیں۔ قالب ہیں۔ جیسے ایک سانچہ تشکیل دیا جاتا ہے اور جو چیز اُس سے نکل کے آتی ہے وہ اصلی ہوتی ہے اور جو کسی اور سانچے سے نکل کے آئے گی، کہا جائے گا کہ یہ دو نمبر چیز ہے، یہ سانچہ ٹھیک ہے۔ اینٹ کا ایک سانچہ ہے۔ بھائی فلاں بھٹے کا جو سانچہ ہے اُس کا سائز ٹھیک ہے، اس کی کوالٹی بھی ٹھیک ہے، معیار بھی ٹھیک ہے، مقدار

بھی ٹھیک ہے۔ حضور علیہ السلام کو اللہ نے شریعت کا سانچہ بنایا ہے۔ جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہ شریعت، جو کرتے ہیں شریعت...... اور کوئی کرتا ہے، آپ علیہ السلام دیکھ کر خاموش ہو جاتے ہیں شریعت...... کوئی کہتا ہے آپ سُن کر خاموش ہو جاتے ہیں شریعت...... اللہ کے نبی کی ہر چیز شریعت ہے اور یاد رکھو اللہ کے نبی کو جو اللہ نے شریعت کا سانچہ بنایا، یہ ایسا کامل سانچہ ہے، ایسا مکمل سانچہ ہے، اس کے اندر کوئی نقص نہیں۔ اس کے اندر کوئی عیب نہیں۔ اس کے اندر کوئی کوتاہی نہیں۔ اس کے اندر کوئی کمی نہیں۔ ہر لحاظ سے کامل واکمل سانچہ ہے۔ رب نے اپنے حبیب کو ایسا بنایا جو رب کی قدرت کا مظہر ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے ہی اللہ کے نبی کی شان ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے ہی اللہ کے نبی کا کمال ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبی کی رحمت ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے حبیبؐ کے اخلاق ہیں۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کی تعلیمات ہیں۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کی شکل ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کی صورت ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کی سیرت ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کے بول ہیں۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کے افعال ہیں۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کے اعمال ہیں۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کی ذہانت ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کی فراست ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے حضور ﷺ کی فصاحت ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے حضور ﷺ کی بلاغت ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے ہی حضور ﷺ کی گویائی ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے حضور ﷺ کی بشارت ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے حضور ﷺ کی بصیرت ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے حضور ﷺ کی دوراندیشی ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبی کی معاملہ شناسی ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبی کا مزاج ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبی کی پوری شریعت ہے۔ ہر لحاظ سے کامل، ہر لحاظ سے مکمل۔ اس لئے اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے یاد رکھنا کبھی نہ بھولنا، رب نے ایسا کامل سانچہ بنایا اپنے حبیب کا کہ اُس کے حبیبؐ سے کوئی غلطی ہو نہیں سکتی۔ کوئی کوتاہی ہو نہیں سکتی۔ کوئی کمی آ نہیں سکتی۔ جو کہا، وہ دین ہے۔ جو کیا، وہ دین ہے۔ جو فرمایا، وہ شریعت ہے۔

جسے ہاں کہہ دیا، واجب ہو گیا۔ ناں کہہ دیا، حرام ہو گیا......

خاموشی اختیار کرلی، جائز ہو گیا...... اور اگر چہرے پہ غصہ کے آثار نمودار ہو گئے مکروہ ہو گیا......

مسکرا پڑے جنت کے دروازے کھل گئے، اور غضبناک ہو گئے رب نے دوزخ کو بھڑکا دیا......!!

حضور ﷺ قرآنِ ناطق ہیں

اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کو ایسا بنایا، حضور ﷺ مجسمۂ شریعت، حضور ﷺ نمونہ قرآن ہیں، حضور ﷺ بولتا ہوا قرآن ہیں، یاد رکھو رب نے ہمیں دو قرآن دیئے ہیں۔ ایک خاموش قرآن ہے، ایک بولتا ہوا قرآن ہے۔ ایک ساکت وصامت قرآن ہے، ایک ناطق قرآن ہے۔ ایک قرآن وحی متلو ہے، ایک قرآن وحی غیر متلو ہے۔ ایک قرآن دو گتوں کے درمیان کتاب کی صورت میں ہے، ایک قرآن عائشہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کی صورت میں ہے۔ وہ بھی قرآن ہے، یہ بھی قرآن ہے۔ اس لئے اللہ کے نبیؐ نے ارشاد فرمایا دیکھو خیال کرو کچھ چیزیں ایسی ہیں جو اللہ نے قرآن میں بیان کی ہیں اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو میں بیان کیا کرتا ہوں۔ ایک وقت آئے گا لوگ کہیں گے کہ ہم وہ مانتے ہیں جو

قرآن میں ہے، سن لوان سے کہہ دو:

اوتیتُ مثل القرآن...... میں بھی قرآن کی طرح دیا گیا ہوں۔

مجھے بھی رب نے قرآن کی طرح علم دیا ہے۔ جیسے قرآن اللہ کی وحی ہے ایک اور وحی میرے پاس ہے۔ وہ وحی متلو ہے یہ وحی غیر متلو ہے۔ جیسے قرآن آیا ہے ایسے سنت آئی ہے۔ جیسے قرآن آیا ہے ایسے قرآن کی شرح آئی ہے۔ جیسے قرآن آیا ہے ایسے قرآن کی تفسیر آئی ہے۔ اِس وجہ سے کچھ احکام قرآن میں ہیں، کچھ میری سنت میں ہیں۔ جو قرآن حلال کرتا ہے وہ بھی حلال، جسے میں حلال کرتا ہوں وہ بھی حلال۔ جو قرآن حرام کرتا ہے وہ بھی حرام، جسے میں حرام کرتا ہوں وہ بھی حرام۔ میری حرام کردہ چیزیں بھی قرآن کی طرح ہیں۔ قرآن کے حکم کی طرح حرام ہیں۔ لہٰذا خبردار کبھی ایسا نہ کہنا کہ میں قرآن کو مانوں گا، قرآن کے حلال و حرام کو مانوں گا۔ میرے حلال و حرام کو بھی ماننا پڑے گا۔ حضور علیہ السلام کی تصریح حدیث ہے، اللہ کے نبیؐ واجب الاتباع ہیں، واجب الاطاعت ہیں۔

خدا کا حسنِ انتخاب، انتخابِ لاجواب

حضور علیہ السلام کی باتیں جوامع الکلم ہیں، باتیں بھی کمال کی ہیں۔ بڑے لوگوں کی باتیں بھی بڑی ہوتی ہیں۔

کلام الملوک ملوک الکلام ......

بادشاہوں کا کلام وہ کلاموں کا بھی بادشاہ ہوتا ہے۔

جیسے حضور علیہ السلام باکمال ہیں ایسے حضور علیہ السلام کے اقوال بھی باکمال ہیں۔

جیسے حضور علیہ السلام باکمال ہیں ایسے حضور علیہ السلام کے افعال بھی باکمال ہیں۔

جیسے حضور علیہ السلام باکمال ہیں ایسے حضور علیہ السلام کے فیصلے بھی باکمال ہیں۔

جیسے حضور علیہ السلام باکمال ہیں ایسے حضور علیہ السلام کی تعلیمات بھی باکمال ہیں۔

جیسے حضور علیہ السلام باکمال ہیں ایسے اللہ کے نبیؐ کا دین بھی باکمال ہے۔

کتاب بھی باکمال ہے......

قبلہ بھی باکمال ہے......

لوگو! حضور علیہ السلام کا گھرانہ بھی باکمال ہے، زبان بھی باکمال ہے، شہر مکہ بھی باکمال ہے، شہر مدینہ بھی باکمال ہے، باکمال لوگ لاجواب انتخاب۔ آپ پڑھا کرتے ہیں، سنا کرتے ہیں "باکمال لوگ لاجواب انتخاب"، اللہ کمالوں کے کمال والے ہیں۔ اللہ کا انتخاب اللہ کے حبیبؐ ہیں۔ یہ لاجواب انتخاب ہے۔ اللہ کا انتخاب لاجواب ہے۔

إنَّ اللّٰہ اصطفٰی آدم ونوحًا...... [ال عمران: ۳/۳۳]

اللہ کا انتخاب آدم علیہ السلام تھے، کسی زمانے میں۔ کبھی نوح علیہ السلام تھے، کبھی آلِ مریم، آلِ ابراہیم، آلِ عمران تھے اور پھر اللہ کا انتخاب حضور علیہ السلام!! اللہ نے اپنے نبیؐ کا انتخاب کیا۔ یہ انتخاب بھی باکمال ہے اور حضور علیہ السلام کا انتخاب، ہر انتخاب مخلوقات میں حضور علیہ السلام سے بڑا کمال والا کوئی نہیں۔ اس لئے حضور علیہ السلام کا ہر انتخاب باکمال ہے۔ لاجواب ہے۔ کوئی جواب نہیں۔ آپ کے کلام میں پیشین گوئیاں بھی ہیں۔ حکمتیں بھی ہیں، موعظتیں بھی ہیں، نصیحتیں بھی ہیں، اشارے بھی ملتے ہیں، مستقبل کے حالات کے۔

حضور کے حرام کو بھی حرام ماننا پڑے گا

مشکوٰۃ شریف میں ہم نے پرسوں حدیث پڑھی، حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

لا الفین منکم احدًا شبعان متکئًا علی امر تکیۃ......

میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ دیکھوں، پیٹ بھرا ہوا ہو، رَجا ہوا ہو، پلنگ پہ سہارا لگائے بیٹھا ہو اور پلنگ پہ سہارا لگا کے متکبرانہ لہجے میں یہ کہتا ہو کہ جو کچھ ہم نے قرآن میں پایا ہے ہم اسی کو مانیں گے۔ جس کو قرآن۔ نے حلال کیا اسی کو حلال سمجھیں گے، جس کو قرآن نے حرام کیا اسی کو ہم حرام سمجھیں گے۔ فرمایا خبردار یہ نہ کہنا، کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کو میں نے حرام کیا۔ پھر بطور مثال کے فرمایا:

اُحرّم الحمر الاھلی......

گدھے کی حرمت کا ذکر قرآن میں نہیں ہے، میں محمد مصطفٰی ﷺ تمہیں کہہ رہا ہوں، یہ جو تمہارے گھریلو گدھے ہیں یہ حرام ہیں، ان کا گوشت نہیں کھانا، میں اللہ کا حبیب انہیں حرام قرار دیتا ہوں۔ فرمایا جیسے گدھے کو تم نہیں کھاتے اس لئے کہ میں نے حرام کیا، ایسے میں نے اور بھی بہت سی چیزیں اللہ کے حکم سے بتلائی ہیں، حرام ہیں، انہیں حرام سمجھنا،

انہیں حرام سمجھنا۔ جولوگ کہتے ہیں کہ صرف قرآن کو مانیں گے یہ ایک بڑا روحانی مرض ہے، دینی مرض ہے، اسلامی مرض ہے، ایسا مرض ہے جو اسلام کو ختم کر دیتا ہے۔ یہ آدمی کافر ہو کے مرتا ہے، جو یہ کہتا ہے کہ میں حدیث کو نہیں مانتا۔ حدیث کا انکار بھی کفر، اللہ کے نبی کی حدیث کا مذاق بھی کفر، حضور علیہ السلام کی سنتوں کا مذاق اڑانا بھی کفر ہے۔

کوئی اذان کا مذاق اڑاتا ہے، کافر ہو گیا......!

کوئی کلمے کا مذاق اڑاتا ہے، کافر ہو گیا......!

کوئی جانتے بوجھتے ہوئے داڑھی کا مذاق اڑاتا ہے، کافر ہو گیا......!

کوئی مسواک کا مذاق اڑاتا ہے، کافر ہو گیا......!

تاکیدی سنت ہے چادر کا، شلوار کا ٹخنے سے اوپر ہونا، کوئی حکم کا مذاق اڑاتا ہے، کافر ہو گیا......!

دین کے بارے میں احتیاط ضروری ہے

دین کے بارے میں بڑے محتاط رہا کرو۔ ایمان اختیار کرتے ہوئے بہت سی چیزوں کو ماننا پڑتا ہے، تب مومن بنتا ہے آدمی۔ کہتے ہونا،

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ......

میں ایمان لایا اللہ پر، اُس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے فرشتوں پر، قیامت کے دن پر......

وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى......

اور کبھی یوں بھی کہا کرتے ہو، اللہ کی اچھی بُری تقدیر پر میں ایمان لاتا ہوں، اچھی بُری تقدیر کو مانتا ہوں اور اُس کے تمام احکام کو قبول کرتا ہوں اور یوں بھی کہتے ہو:

اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ.

دل میں اقرار کرتا ہوں اور زبان سے تصدیق کرتا ہوں۔

ارے ان چیزوں کو مانتے ہو پھر مومن بنتے ہو، لیکن اہلِ علم نے لکھا ہے کہ اگر ایمان لاتا ہے تو سب کو ماننا پڑے گا۔ اللہ کو بھی، وجودِ الٰہی کو بھی، توحیدِ الٰہی کو بھی اور اللہ کی ذات کو بھی، صفات کو بھی، ایمان کے لیے سارے نبیوں پہ ایمان، سارے فرشتوں پہ

ایمان، ساری کتابوں پہ ایمان، اللہ کے تمام نبیوں کے برحق ہونے پر ایمان، تقدیر پر ایمان اور اللہ کے احکام کی صداقت پر ایمان، سب چیزوں کو ماننا پڑے گا لیکن کافر بننے کے لیے سب کا انکار ضروری نہیں، اگر ایک کا انکار کر دیا، کافر ہو گیا۔ یہ نہ سمجھا کرو فلاں تو تی نماز پڑھتا ہے، فلاں تو اللہ اللہ بھی کرتا ہے، ۱۰ نمازیں پڑھتا رہے اگر کسی ایک دین کے ایسے مسئلے کا انکار کر دیا جو تواتر کے ساتھ ثابت ہے، ضروریاتِ دین میں سے ہے، کافر ہو گیا۔ کہتا ہے میں اللہ کو مانتا ہوں، یہ نماز بھی پڑھتا ہوں، نبی کو بھی مانتا ہوں، قیامت کو بھی مانتا ہوں، جنت کو نہیں مانتا۔ بتاؤ مسلمان رہا؟...... نہیں۔ جنت کا منکر کافر ہے۔ جنت ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا، ایک طبقے کے لوگ اُمت میں ایسے پیدا ہوئے جو نماز بھی پڑھا کرتے تھے، حج کے بھی قائل تھے، اللہ کا ذکر بھی کرتے تھے، قرآن مجید کی تلاوت بھی کرتے تھے، پورے دین کو قبول کرتے تھے، پورے دین کو مانا کرتے تھے، اور پورے دین پر عمل کرنے کے دعویٰ دار تھے، صرف اتنا کہا کرتے تھے کہ زکوٰۃ تو صرف حضور علیہ السلام کی زندگی تک تھی، یہ اللہ کے نبی کی خصوصیت تھی، حضور علیہ السلام لے سکتے تھے، اب حضور علیہ السلام دنیا سے چلے گئے زکوٰۃ ختم ہو گئی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف فتویٰ دیا، یہ مرتد ہو گئے ہیں۔ باوجودیکہ کلمہ پڑھتے ہیں، پھر بھی مرتد ہیں، باوجودیکہ نمازیں پڑھتے ہیں پھر بھی مرتد ہیں۔ باوجودیکہ حج کرتے ہیں، پھر بھی مرتد ہیں۔ باوجودیکہ قرآن پڑھتے ہیں پھر بھی مرتد ہیں۔ باوجودیکہ اللہ اللہ کرتے ہیں پھر بھی مرتد ہیں۔ اس لئے کہ یہ زکوٰۃ کے منکر ہیں، زکوٰۃ متواترات میں سے ہے۔ ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ ایک چیز کا بھی انکار کیا کافر ہو گیا۔ اس لئے ایمان اور کفر کے مسئلہ میں بڑے محتاط رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

حدیث کی حجیت اور اہمیت

میں عرض یہ کر رہا ہوں، حضور علیہ السلام کی ایک حدیث کا انکار کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ کچھ لوگ تو کہتے ہیں کہ ہم صرف قرآن کو مانیں گے، حدیث کو نہیں مانیں گے۔ تو یاد رکھیں جو حدیث کا منکر ہے، اُس کو گدھا کھانا پڑے گا۔ گدھے کی حرمت قرآن میں نہیں آئی۔ خچر کی حرمت قرآن میں نہیں آئی۔ یہ حدیث میں ہے۔ حدیث کے بغیر آپ دو

رکعت نماز فرض نہیں پڑھ سکتے۔ پورے قرآن میں فجر کی رکعتوں کا بیان نہیں ہے۔ پورے قرآن میں نماز کے فرائض کا بیان نہیں ہے۔ میں یہ مسئلہ پہلے بھی ایک جمعہ میں بیان کر چکا ہوں۔ حدیث کے دروازے پہ آنا پڑے گا۔ حضور علیہ السلام واجب الاتباع ہیں، اور آپؐ کی محبت کا تقاضا یہ ہے:

إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيْعٌ......

جس کو جس سے محبت ہوتی ہے وہ اس کا فرمانبردار ہوا کرتا ہے۔

سچی محبت فرمانبرداری کا نام ہے

سچی محبت رکھتے ہو آقاؐ کی تو اطاعت پیدا کرو، اتباع لاؤ حضور علیہ السلام کی، اطاعت لاؤ اپنے ایمان میں، اور اگر ۱۰۰ دعویٰ ہے اتباع نہیں ہے، یہ سچی نہیں بلکہ جھوٹی محبت ہے۔ یہ کذب بیانی ہے، یہ غلط بیانی ہے۔

میں کہا کرتا ہوں کہ یہ کیسا فرمانبردار بیٹا ہے جو باپ کے اوپر صدقے گھولے ہو رہا ہے لیکن وہ تڑپ رہا ہے پیاس سے، اور یہ اس کو ایک گلاس پانی پلانے کے لئے تیار نہیں۔

ہو حضور علیہ السلام کا محب اور بے نمازی ہو، نہیں ہو سکتا......

ہو اللہ کے نبیؐ کا حُب دار اور مال کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو، نہیں ہو سکتا......

ہو اللہ کے نبیؐ سے محبت رکھنے والا اور سود خور ہو، نہیں ہو سکتا......

ہو اللہ کے نبیؐ سے محبت رکھنے والا، چور اور ڈاکو ہو، نہیں ہو سکتا......

ہو اللہ کے نبیؐ کی محبت رکھنے والا، کرپشن میں مبتلا ہو، بدعنوان ہو، خائن ہو، راشی ہو، نہیں ہو سکتا......

ہو اللہ کے نبیؐ کا حُب دار، جھوٹ بولے، نہیں ہو سکتا......

ہو اللہ کے نبیؐ کا حُب دار، کم تولے، نہیں ہو سکتا......

ہو اللہ کے نبیؐ کا حُب دار اور ملاوٹ کرے، نہیں ہو سکتا۔

ہو اللہ کے نبیؐ کا حُب دار، لوگوں کو دھوکے دے، نہیں ہو سکتا۔

ہو اللہ کے نبیؐ کا حب دار، محبت رکھنے والا، لوگوں کے مال ہڑپ کر جائے،

نہیں ہوسکتا، قرضے کھا جائے...... غلط کہتے ہو...... جو اللہ کے نبیؐ سے محبت رکھتا ہے، اللہ کے نبی کی محبت ٹپکتی ہے اس کی چال سے، ڈھال سے، ادا سے، اس کے اقوال سے، افعال سے، اٹھنے سے، بیٹھنے سے، چلنے سے، پھرنے سے، سونے سے، جاگنے سے، معیشت سے، معاشرت سے، سیاست سے، تجارت سے، تعلقات سے، حقوق سے، آداب سے، اس کی پوری زندگی میں پتہ چلتا ہے۔

وہ دیکھو عاشقِ رسول آرہا ہے، کرتہ پیغمبر والا ہے......

وہ دیکھو عاشقِ رسولؐ دکان پہ بیٹھا ہے، سودا ایک نمبر بیچتا ہے......

وہ دیکھو عاشقِ رسولؐ مصلے پہ بیٹھا ہے، نماز پیغمبر علیہ السلام کی نماز جیسی ہے،

زمین و آسمان اپنی جگہ سے ہٹ جائیں فرائض نہیں چھوڑتا، واجب نہیں چھوڑتا، سنتیں نہیں چھوڑتا، مستحبات نہیں چھوڑتا...... میں اِس کو مانتا ہوں، یہ نبی کا محب ہے، یہ نبی کا عاشق ہے، یہ نبی کا حُب دار ہے، یہ کرائیٹ ایریا تم نے بنالیا جو جھنڈے زیادہ لگالے وہ بڑا عاشق، جو جھنڈیاں زیادہ لگالے وہ عاشق، جو چراغاں کردے وہ زیادہ عاشقِ رسول، چاہے بجلی چوری کی ہو۔ خوف خدا کرو، یہ عشق اور محبت کا معیار کب سے بنا رہے ہو؟

حضور علیہ السلام نے انسانیت کا قبلہ درست کیا

اللہ کے نبیؐ کی زندگی کو دیکھو، حضور علیہ السلام نے سیرت سازی فرمائی، سیرت بنائی ہے۔ انقلاب برپا کیا ہے، اخلاق بدلے، عادات بدلے، انسانیت کے اوصاف بدلے، لوگو! انسانیت کا قبلہ درست کیا، میرے آقا نے۔ اللہ کے نبیؐ نے زبانی نعروں پر اُمت کی بنیاد نہیں رکھی۔ قطعاً نہیں رکھی۔ قطعاً نہیں رکھی۔ بنیاد رکھی ہے تو اس طرح رکھی ہے چور اور ڈاکو آئے ہیں تو وہ لوگوں کے محافظ بنے ہیں۔ عزتوں کے لٹیرے آئے ہیں تو وہ عزتوں کے محافظ بنے ہیں۔ مشرک آئے ہیں موحد بنے ہیں۔ تو بُت پرست آئے ہیں توحید پرست بنے ہیں۔ دنیا کے مظلوم آئے ہیں طاقتور، بہادر اور دنیا کی سپر طاقتوں کو پاش پاش کرنے والے بنے ہیں۔ اور ظلم کے معاشرے کو توڑا ہے، عدل برپا کیا ہے۔ بے حیائی کے معاشرے کو ختم کیا ہے۔ حیا کو فروغ دیا ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے استحسان اور لوگوں کے حقوق

پامال کرنے کی رسموں کو توڑا ہے۔ ہر ایک کے دروازے پر حق پہنچایا ہے۔ اگر کوئی عاشقِ رسولؐ ہے آج وہ نبیؐ کے اس نظام کو دکھلا دے۔ نظام کو زندہ کر دے۔ تمہیں کس چکر میں ڈال دیا مولویوں نے، میلاد کرلو پانچ سو سال کے گناہ معاف، نہ چوری چھوڑو، نہ سود چھوڑو، نہ جوا چھوڑو، نہ لوگوں کو لوٹنا چھوڑو، نہ کم تولنا چھوڑو، نہ کم ناپنا چھوڑو، نہ رشوت چھوڑو، نہ بیوہ کی زمین پہ قبضہ کرنا چھوڑو، نہ یتیم کے مال کا ہڑپ کرنا چھوڑو، جنتی بن جاؤ گے؟...... قرآن تو پھر مذاق ہو گیا۔ یہ حدیث تو مذاق ہو گئی۔ جنت تو ٹکے سیر ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے 23 سال جو محنت فرمائی، نعرے لگانا کوئی مشکل تھا؟

نبی ﷺ کے نافرمان کا بُرا انجام ہوتا ہے

حضور علیہ السلام نے سیرت پر، کردار سازی پر محنت فرمائی، اور اسی پر آؤ یہی محبتِ رسولؐ ہے، محبت اطاعت کے بغیر نہیں ہوتی۔ محبت فرمانبرداری کے بغیر نہیں ہوتی۔ اطاعتِ رسولؐ میں کامیابی ہے۔ مخالفتِ رسولؐ اور معصیتِ رسولؐ میں ناکامی ہے۔ لوگو! بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے اطاعت کی، رب نے بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو کعبے سے بھی اونچا کر دیا، رنگ کا کالا ہے، ہونٹ موٹے ہیں۔ اور ابولہب نے معصیتِ رسولؐ کی، پیغمبر کی نافرمانی کی، اللہ نے ذلیلوں اور رُسوا انسانوں سے بھی آگے کر دیا۔

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ. مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ. [اللھب:111]

اولاد بھی چھوڑ گئی، بیوی بچے بھی چھوڑ گئے، تین دن تک لاش پڑی رہی۔ نوکر اور غلام بھی چھوڑ گئے۔ بالآخر لکڑیاں لے آئے، لکڑیوں کے ساتھ لاش کو گھسیٹا، گڑھا کھود کے دفن کر دیا۔ رب نے دنیا میں دکھا دیا۔ کتنا حسین ہے، جمیل ہے، نام ابولہب نہیں کنیت ابولہب ہے اور وجہ کنیت یہ ہے، لہب کا معنیٰ شعلہ، ابولہب کا معنیٰ شعلے والا، اتنا حسین و جمیل تھا کہ چہرے پر شعلے تھے، اتنا حسین و جمیل تھا چہرہ چمکتا تھا۔ اتنا حسین و جمیل تھا، سورج کے ساتھ مقابلہ کیا کرتا تھا۔ نبی علیہ السلام کی نافرمانی کی ہے، ذلیل ہوا ہے۔ حبشی بلالؓ رنگ کا کالا ہے، عربی نہیں عجمی ہے، موٹے ہونٹوں والا ہے، اطاعت کی ہے، چلتا مکہ کی زمین پر ہے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پاؤں کی آہٹ جنت میں سنتے ہیں۔ یہ اطاعت ہے۔ بلال رضی

اللہ عنہ نے مجلس میلاد نہیں منعقد کی، ابولہب نے کی تھی۔ ثویبہ باندی کو آزاد کیا تھا کہ تُو نے اطلاع دی کہ میرا بھتیجا پیدا ہوا ہے۔ خوشی میں آزاد۔ لیکن جب نبی علیہ السلام کی سیرت کی بات آئی تو مخالفت کی۔ نافرمانی کی۔ گالی بکی۔ بیٹوں نے بھی حضور علیہ السلام کی بیٹیوں کو طلاق دے دی، اور ایک بد بخت نے تو آ کر منہ کے اوپر طلاق دی تھی۔ بیٹیوں والے ہو، بیٹیوں کے درد جانتے ہو۔ میرے نبیؐ نے تو بیٹیوں کے کتنے درد اٹھائے۔ ابولہب کے بیٹوں نے طلاق دے دی۔

کامیابی اطاعتِ رسولؐ سے ملتی ہے

ایک طرف اطاعت ہے، دوسری طرف محبت کے دعویٰ کے باوجود معصیت ہے۔ کامیابی اطاعت والے کو ملی ہے۔ بات ماننے والے کو ملی ہے۔ لوگو! اللہ کے نبی کی اطاعت میں کامیابی ہے۔ اتباع میں کامیابی ہے۔ ایک شخص کھانا کھا رہا تھا اُلٹے ہاتھ کے ساتھ، جیسے آج ہم جدید تہذیب کے دلدادہ ہو گئے ہیں۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں۔ اُلٹے ہاتھ میں برگر ہے، کھا رہے ہیں۔ سیدھے ہاتھ سے کھڑے ہو کے مُوت رہے ہیں، پیشاب کر رہے ہیں۔ ٹائم تھوڑا ہے، فلائٹ نکل رہی ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یہ اسلام اور دین نافذ کریں گے ہمارے ملک میں۔ خلافتِ راشدہ کا نظام لائیں گے ملک کے اندر۔ ہماری تو قسمت ہی اِن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ اُلٹے ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ حضور علیہ السلام کی سنت ہے کس ہاتھ سے کھانا کھانا؟ سیدھے ہاتھ سے۔ سارے بولو، اپنے بچوں کو بھی بتایا کرو۔ آپ کے بچے آپ کے سامنے اُلٹے ہاتھ سے کھا رہے ہوتے ہیں، ان کے اوپر بھی نظر رکھا کرو۔ سنت ہے کھانا کھانے میں دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ۔ بسم اللہ سے کھانا کھاؤ۔

یا غلام سمّ اللّٰہ و کُل بیمینک و کُل مِمّا یلیک......

جو اپنے سامنے ہے وہ کھاؤ، یہ بھی حضور علیہ السلام کی سنت ہے۔ اللہ کے نبیؐ فرماتے ہیں درمیان سے نہ کھاؤ، اپنے سامنے سے کھاؤ اور اُتنا لو جتنا کھا سکو۔ اور یہ بھی

سنت ہے کھا کر اس برتن کو صاف کرلو، آپ فرماتے ہیں تم نہیں جانتے کھانے کے کون سے حصہ میں رب نے برکت اُتاری ہے۔ [2]

ہو سکتا ہے جس حصہ کو چھوڑ رہے ہو برکت اسی کے اندر ہو، اور تم برکت کو چھوڑ دو۔ پورا کھانا کھاؤ، جتنی طلب ہے اور لے چکے ہو وہ سارا کھاؤ اور برتن صاف کرو، ہاتھ بعد میں دھولو۔ دعا پڑھ لو، یہ سنت ہے۔ یہ شخص کھانا کھا رہا ہے الٹے ہاتھ کے ساتھ، آقا فرماتے ہیں میاں دائیں ہاتھ سے کھانا کھا۔ وہ کہتا ہے نہیں کھا سکتا۔ جیسے آج کے لوگ بہانے بناتے ہیں۔ میں یہ کام نہیں کرسکتا۔ آپؐ نے فرمایا کبھی نہیں کھا سکے گا۔ نہیں کھا سکے گا۔ [1] ہاتھ شل ہو گیا۔ کبھی زندگی بھر ہاتھ منہ تک نہیں آیا۔ پیغمبر کی نافرمانی کی ہے، ذلیل ہوا۔ رسوا ہوا ہے۔

ابورافع یہودی کا عبرتناک انجام

اور اس کے برعکس عبداللہ بن عتیق، حضور علیہ السلام نے فرمایا عبداللہ یہ گستاخ رسول ہے ابورافع، یہودی ہے، بڑا زمیندار ہے، بڑا ڈیرا تھا، یہ ہر وقت مجھے ایذاء دیتا ہے، گالیاں بکتا ہے، تبرا بکتا ہے۔

بخاری کا واقعہ ہے، عبداللہ بن عتیق رات کو نکلے، ڈیرا لگا ہوا تھا، پنچائتیں بیٹھی تھیں، جا کے بیٹھ گئے، بڑی دیر سے مجمع اُٹھا، اٹھ کے جا رہا تھا، یہ اُٹھے اور ایک دروازے کے پیچھے جا کے چھپ کے بیٹھ گئے۔ چوکیدار نے رات کو سارے دروازے بند کیے۔ [2]

قلعہ کا دروازہ بند، اندر گھر کا دروازہ بند، اُس سے اندر کا دروازہ بند، اُس سے اندر کا دروازہ بند، چابی دیوار کے ساتھ لٹکائی، خود دیوار کا سہارا لے کر بیٹھ گیا۔ نیند آ گئی۔ اس دیوانے اور پروانے کو موقع ملا، اس نے چابی اُٹھائی، ایک دروازہ، دوسرا دروازہ، تیسرا دروازہ......سارے دروازے کھولے، خنجر ہاتھ میں لیا، دیکھا کہ گستاخ رسول چارپائی پہ پڑا ہوا ہے۔ خنجر جا کر اندھیرا تھا اُس کے پیٹ میں گھونپا۔ اس کی چیخ نکلی۔ بیوی نے کہا سر نہ کھا، سونے دے، نیند خراب کرتا ہے۔ اُس نے کہا مجھے کسی نے مار دیا ہے۔ بیوی کے تصور میں نہیں تھا کہ کون مار سکتا ہے۔ یہ صحابی کہتا ہے میں نے فیصلہ کیا جب تک مجھے یقین نہیں ہو جائے گا کہ یہ مر چکا ہے، میں نبی کا دیوانہ پروانہ اللہ کے نبی کی عزت کے لیے آیا ہوں، واپس نہیں جاؤں گا۔ پھر چھپ کے بیٹھ گیا۔ صبح یہ چوکیدار اٹھا اس نے دروازے کھولے اور

چراغ جلایا، کمرے میں خون تھا، پورا کمرہ خون میں لت پت یہ مرا پڑا تھا۔ اُس نے آواز دی کہ:

نعا ابورافع......

ابورافع کی موت کی اس نے اطلاع دی، اور اعلان کیا، لوگو! ابورافع مر گیا۔ میرا دل ٹھنڈا ہوا۔ میں نکلا، میں دوڑا، میرے پیچھے سب یہودی دوڑ پڑے۔ دوڑتے، دوڑتے مجھے چوٹ لگی، میں گرا، میری ایڑی ٹوٹ گئی۔ میں ہانپتے ہوئے مدینہ پہنچا۔ حضور علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ فرمایا او عبداللہ بن عتیک! کیا ہوا؟ حضرت! اللہ کے دشمن کا خاتمہ کر کے آیا ہوں لیکن ایڑھی ٹوٹ گئی اور اپنی پگڑی سے پاؤں باندھا ہوا ہے۔ حضور علیہ السلام خوش ہو گئے۔ فرمایا، قریب آ جا۔ اللہ کے نبیؐ نے اپنا لعابِ دہن نکالا اور ٹوٹی ہوئی ایڑھی پہ لگایا۔ اللہ کے نبی کے اس لعاب کی برکت سے ٹوٹی ہوئی ایڑھی بغیر آپریشن کے اس طرح ٹھیک ہو گئی جیسے کبھی ٹوٹی ہی نہیں۔

ایک کا ہاتھ شل ہو گیا ہے۔ ایک کی ٹوٹی ہوئی ایڑی ٹھیک ہو گئی، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے اور یہ نبی کا فرمانبردار اور مطیع ہے۔

ارے اطاعت کرو، نعرے والی قوم ہو تم، قیامِ پاکستان سے اب تک نعروں پہ مرتے چلے آئے ہو، جھنڈوں اور جھنڈیوں پہ مرتے چلے آئے ہو۔ اے کاش کہ میلاد کی مجلسوں میں رشوت سے بھی توبہ کرائی جاتی، جو نبی کا مشن تھا۔ لوگوں کو حلال کھانے پہ آمادہ کیا جاتا۔ اے کاش! ملک کا سب سے بڑا مسئلہ کرپشن، بدعنوانی کا ہے۔ آج میڈیا ننگا ہو چکا ہے۔ قوم کی بیٹیوں کو ننگا کر دیا گیا ہے۔ زنا اتنا عام ہو گیا ہے، اتنا عام ہو گیا ہے، کہ سب برائیوں سے آگے چلا گیا، اے کاش! میرے بھائی اِن موضوعات پر بھی تقریریں کرتے۔ صرف کفر کے فتوے نہ لگاتے۔ صرف گستاخِ رسول کسی کو قرار نہ دیتے۔ ہمیں کسی سے عشق کا سرٹیفکیٹ لینے کی ضرورت نہیں ہے، اپنے فتوے اپنے پاس رکھو۔ ربِ کعبہ کی قسم وہ رب بھی جانتا ہے، اپنے حبیب کو رب اطلاع دیتا ہے، کون نبی کا خبردار نبی کی سنتوں کو زندہ کر رہا ہے۔ نبیؐ کے علوم کو زندہ کر رہا ہے اور کون نعرے لگا کر اللہ کے نبیؐ کے دین کو ذبح کر رہا ہے۔ ہمیں نہیں ضرورت کسی کے فتوؤں اور سرٹیفکیٹ کی، اہلِ سنت کہتے ہی اُسے ہیں جو نبی کی سنت کا غلام ہو۔

حضور ﷺ کا بچپن اور حسن

(از: مولانا عبدالکریم ندیم مدظلہٗ)

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O بسم اللہ الرحمن الرحیم O
ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین
کلہ وکفی باللہ شھیدا O محمد رسول اللہ والذین معہٗ اشدآء
علی الکفار رحماء بینھم ترھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من
اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھم من اثر السجود ذلک مثلھم
فی التورۃ صلے ومثلھم فی الانجیل. (سورۃ الفتح، پارہ ۲۶)
صدق اللہ مولانا العظیم.

حضور کا ﷺ بچپن اور سفر شام

نشاط فکر ونظر کے لئے ایک رحمت عالم ﷺ کے بچپن کی ادا آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔ عمر مبارک تقریباً بارہ سال تھی۔ اپنے چچا خواجہ ابو طالب کے ساتھ تجارتی سفر پر مکہ سے شام کے لئے آپ ﷺ روانہ ہوئے۔

راہب کی ابوطالب سے ملاقات

مکہ سے شام جانے والے قافلوں کو راستے میں ایک ٹھکانہ ملا کرتا تھا۔ جس میں اکثر قافلے رکتے تھے۔ اس ٹھکانے کا مہتمم یا ناظم ایک بوڑھا عیسائی پریسٹ تھا۔ عیسائی راہب تھا۔ جس کا نام بحیرہ ہے۔ نوے سال کی عمر تھی۔ بال سارے سفید ہو چکے تھے۔ ابرو بھی سفید تھے۔ اور تاریخ نے کہا کہ وہ بڑے ہو کر یوں جھکے ہوئے تھے۔ آنکھوں پر سایہ کئے

ہوئے نظر آتے تھے۔

خواجہ ابو طالب کا قافلہ جب اس ٹھکانے پر پہنچا اور پھر ایک گھنے درخت کے نیچے جا کر فروکش ہوا تو وہ بوڑھا راہب اپنے مسکن سے جو پہاڑ کے دامن پر بالائی حصے پر تھا۔ اُتر کر نیچے آیا۔ اس کے ہاتھ میں کچھ اوراق تھے۔

اور وہ سیدھا خواجہ ابو طالب کے پہلو میں بیٹھے ہوئے اس بارہ سال کے بچے کے پاس آیا جو اس قافلے میں شریک تھا اور پوچھتا ہے کہ یہ کس کا بچہ ہے؟ خواجہ ابو طالب نے کہا یہ میرا بچہ ہے۔

اس بوڑھے راہب نے ان کے چہرے کی طرف دیکھا، پھر اس بچے کی طرف دیکھا پھر ورقوں کا مطالعہ کیا اور پورے اعتماد سے کہنے لگا میری معلومات کے مطابق اس بچے کو یتیم ہونا چاہئے۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ آپ کا بچہ ہے۔ میں آپ کی بات مانوں یا آسمانی صحیفے کی بات پر یقین کروں؟ میرے ہاتھ میں انجیل کے اوراق ہیں۔ انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ اس بچے کو یتیم ہونا چاہئے۔

خواجہ ابو طالب چونکا۔ کہنے لگا حیرت ہے کہ آپ یہ سب کچھ کیسے جانتے ہیں۔ بے شک یہ میرا بھتیجا ہے۔ اور عرب ثقافت میں بھتیجوں کو بھی بیٹا ہی کہا جاتا ہے۔ بھتیجے، بیٹے کی جگہ ہوتے ہیں۔ اس کا والد فوت ہو گیا ہے حضرت عبداللہ اور میں اسے بیٹوں کی طرح چاہتا ہوں۔ میں نے اپنی اس ثقافتی نسبت کی وجہ سے اسے اپنا بیٹا کہا۔ یہ واقعتاً یتیم ہے۔ حیرت ہے کہ آپ کو اس پر کیسے یقین آیا۔

بحیرہ نے پھر وہی بات دہرائی کہ میں نے ابھی کہا ہے کہ میرے ہاتھ میں انجیل کے اوراق ہیں۔

ابو طالب پوچھتا ہے کہ آپ کو اس بچے کی انفرادیت کے متعلق کیسے معلوم ہوا کہ آپ نیچے اُتر کر آئے؟ یہاں تو قفلے آتے رہتے ہیں اور جاتے رہتے ہیں۔ آپ کیوں نیچے اُتر کر آئے؟ اور آ کر آپ نے کیوں پوچھا؟

اس پر بحیرہ راہب کہنے لگا:

ہاں! یہ ٹھیک ہے کہ یہاں قافلے آتے رہتے ہیں۔ کچھ دیر رکتے ہیں۔ پھر چلے

جاتے ہیں۔ لیکن آنے والے قافلوں میں آج یہ پہلا قافلہ تھا کہ جس کو میں نے دور سے دیکھا۔ اس قافلے پر ایک بادل کا ٹکڑا سایہ کئے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ اس قافلے میں کوئی غیر معمولی شخصیت شامل ہے۔ لیکن مجھے یہ امتیاز نہیں ہو رہا تھا کہ بادل کا ٹکڑا کس کی وجہ سے سایہ کئے ہوئے ہے؟ تو یہ بچہ کچھ دیر کے لئے آپ لوگوں سے ادھر ہوا تو میں نے دیکھا کہ بادل کا ٹکڑا اسی طرف ہو گیا۔

پھر چلتے چلتے میں نے دیکھا کہ یہ بچہ آپ سے اس رُخ پر ہوا تو بادل کا ٹکڑا اسی پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ یہی وہ شخصیت ہے جس کی وجہ سے تم سب کو اس تپتی ہوئی دھوپ میں سایہ میسر آ گیا ہے۔

بحیرہ راہب کی محبت رسول ﷺ

پھر اس کے بعد رحمت عالم ﷺ کے ہاتھ پکڑ لئے۔ کہنے لگا محمد ﷺ! بہت ستائے جاؤ گے۔ اتنے ستائے جاؤ گے کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کوئی نہ ستایا گیا ہوگا۔

اے کاش! کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں۔ لیکن شاید ایسا نہیں ہوگا کہ میں گور کنارے کھڑا ہوں۔ میں اس وقت تک شاید زندہ نہ رہوں۔

لیکن میں گواہی دیتا ہوں تم سب گواہ ہو جاؤ کہ:

☆...... هذا سيدنا الاولين والآخرين

☆...... هذا محمد رسول الله.

☆...... هذا بعثه الله رحمة للعلمين.

میں آج گواہی دیتا ہوں ...... اور محمد ﷺ! حشر میں مجھے اپنے غلاموں میں شامل کر لینا۔

اللہ نے بھی ناز کیا

دوستو! میں اس لئے کہتا ہوں کہ اللہ نے انبیاء رسل کا جو سلسلہ نبی نوع انسان کی رشد و ہدایت کے لئے سیدنا آدمؑ سے شروع کیا، وہ سب کے سب قومی یا علاقائی پروگرام لے کر آئے، اس کا آخری رسول ﷺ جو اس کا محبوب بھی ہے اور اس کائنات میں اس کی

تخلیق کا شاہکار بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں اپنے تخلیق کے کسی رُخ پر اتنا ناز نہیں کیا۔ جتنا اس شاہکار پر ناز کیا۔ رب العالمین نے یہ کائنات بنائی۔ آسمان بنایا۔ زمین سجائی۔ دریا بہائے۔ سمندر موجزن کیے۔ شجر و حجر وجود میں آئے۔ ستارے چمکے۔ سورج اور چاند، ملائکہ، نظام صبح و شام...... اور پھر اس کائنات میں آنے والے انسان، یہ سب کچھ بنانے پر حق تعالیٰ نے...... اس تخلیق پر ناز فرمایا۔

اور فطرت کی قسمیں کھا کر کہا کہ میں جتنی خوبصورت تخلیق کر سکتا تھا، کر ڈالی ہے۔ اب اس سے بہتر کی توقع مجھ سے بھی نہیں کرنی۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو فرمایا ہے

رُخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

فطرت کی چار اداؤں کی اللہ نے قسمیں کھائی ہیں۔ فرمایا:

والتین والزیتون O وطور سینین O وھذا البلد الامین O

تین، زیتون، طور سینین اور شہر امین!

حکماء کہتے ہیں، نباتات کو سمجھنے والے کہتے ہیں...... "تین" پھلوں میں، فروٹ میں اپنی تاثیر کے لحاظ سے سید الاثمار ہے...... اس کے بعد "زیتون" اپنی تاثیر کے لحاظ سے بہتر پھل ہے...... "طور سینین" کے ساتھ اللہ کے ساتھ محبت کرنے والے کی ایک خاص زندگی کا حصہ وابستہ ہے۔

اور "شہر امین" مکہ ہوا۔ اس کی قسم کھائی اللہ نے۔ میرا خیال تھا کہ مکہ میں بیت اللہ ہے۔ اس لئے قسم کھائی، قرآن نے میرے کان میں راز کی بات کہہ دی:

لا اقسم بھذا البلد O

اس شہر کی قسمیں کیوں کھاؤں، لیکن کھا رہا ہوں:

والت حل بھذا البلدO

اس لئے کہ تو اس کے گلی کوچوں میں چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔

بہترین تخلیق

چار قسمیں کھا کرتا کید "لقد" ......

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویمO

یقیناً تحقیق کیا میں نے انسان کو! الان سان...... "ال" نے یہاں تخصیص کر دی۔ مطلق نہیں..... لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ...... میں نے انسان کو بہترین انداز میں تخلیق کیا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی نعت

بہترین کا ترجمہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

واحسن منک لم ترقط عینی

واجمل منک لم تلدا لنساء

تجھ سا حسین میری آنکھ نے دیکھا ہی نہیں۔

حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے، میں ہوتا تو حسان رضی اللہ عنہ سے کہتا، کیا کہا آپ نے؟ میری آنکھ نے دیکھا ہی نہیں "ن" پر تنوین لگا۔ یا متکلم ہٹا دے۔ تنوین لگا کر اسے بتادے کہ: تجھ سا حسین دنیا کی کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں!

ترمذی شریف میں حضرت روح الامین کا ایک تاثر ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا تاثر ہے۔ وہ کیا فرماتے ہیں کہ

قلبدت مشارق الارض و مغاربھا ...... میں کائنات کے سارے مشرق، سارے مغرب گھوما ہوں۔ ڈیوٹی ہی ایسی تھی۔ اور آدم علیہ السلام تا رحمت عالم ﷺ...... آنا پڑا، عرش تا فرش، جانا پڑا، آنا پڑا!

دنیا کے سارے حسین دیکھے ہیں میں نے قریب سے، آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک...... لم ارا احدا احسن اجمل اشرف من محمد صلی الله علیه وسلم ...... لیکن میری آنکھ نے محمد عربی ﷺ سے زیادہ حسین، زیادہ جمیل، زیادہ شریف نہیں دیکھا! جس حسین کو بھی میں نے دیکھا، حسن کی ایک کوئی ادا...... اور انہیں دیکھا تو اس

کی ذات میں تو حسن کی ساری کائنات آباد تھی۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کیا فرماتے ہیں؟ میں نے تجھ سا حسین نہیں دیکھا۔ تجھ سا جمیل کسی ماں نے نہیں جنا۔

خلقت مبرا من کل عیب

تیرا پیکر عیوب ونقائص سے پاک ہے۔

کانک قد خلقت کما تشاء

تجھے دیکھ کر تو میرا ضمیر گواہی دیتا ہے کہ اللہ نے باقی ساری کائنات خود اپنی مشیت کے مطابق بنائی ہے اور تجھ کو تیری مرضی کے مطابق بنایا۔

ساری کائنات اپنی مشیت کے مطابق بنائی۔ جیسے چاہا آسمان کو بلند کر دیا۔ جس طرح چاہا زمین کو بچھا دیا۔ جس طرح چاہا سمندر کو، دریاؤں کو، جس طرح چاہا آبشار اور جس طرح چاہا ستارے، جس طرح چاہا چاند، سورج، جس طرح چاہا جمادات ونباتات، طیور، پرندے، عرش بریں، جنت، سب کچھ اپنی مرضی کے مطابق رب العالمین نے بناڈالا۔

اور جب محبوب ﷺ کی تخلیق کا مرحلہ آیا تو پھر پیار سے پوچھا ہاں میرے محبوب ﷺ اب تو بتا کہ تجھے کیسا بناؤں؟

حضور ﷺ کی صفات

ترمذی شریف میں ہے کہ رحمت عالم ﷺ کا سر مبارک برکت کا استعارہ ہے......

راسه من البركت ......

ورجليه من الاستقامة ......

پائے اقدس استقامت کا استعارہ ہے......

ويديه من السخاوة ...... ہاتھ مبارک سخاوت کا استعارہ ہے......

وقلبه من الايمان ...... دل ایمان کا استعارہ ہے......

وصدره من الرحمة ...... اور سینہ رحمت کا استعارہ ہے......

وشفتيه من الحمد ...... لب مبارک حمد کا استعارہ ہے......

ولسانه من الذكر ...... اور زبان ذکر کا استعارہ ہے......

وعینیہ من الحیاء ......اور آنکھیں ضیاء کا استعارہ ہیں۔

حضور ﷺ کی حیاء

مخدومۃ المسلمین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عرب کی بچیوں میں، عرب کی بیٹیوں میں اتنی حیاء میں نے نہیں دیکھی۔ وہ خود بھی کسی کی بیٹی ہیں۔ جو روایت کر رہی ہیں۔ اور بیٹی کو بیٹی ہی سمجھ سکتی ہے۔ میں نے عرب کی کسی بیٹی کی آنکھ میں اتنی حیاء نہیں دیکھی، جتنی آمنہ کے لعل ﷺ کی آنکھوں میں حیاء دیکھی ہے۔

ووجھہ من الرضاء ...... اور ان کا چہرہ، وہ تو اللہ کی محبت کا آئینہ ہے۔ اللہ کے پیار کا آئینہ ہے۔

دوستو! کتاب اللہ کا جو حصہ میرے سامنے ہے۔ میں آپ کو فکری طور پر تھوڑا سا تیار کرنا چاہتا ہوں۔ تھوڑا سا مواد دینا چاہتا ہوں۔ یہ تو شہد سے بھی زیادہ میٹھی باتیں ہیں۔ ان سے نہ میں سیر ہو سکتا ہوں، نہ آپ سیر ہو سکتے ہیں۔ ہم ساری رات بیان کرتے رہیں اور آپ سنتے رہیں تو تشنگی باقی رہے گی...... میں فکری طور پر آپ کو کچھ دینا چاہتا ہوں۔

دعویٰ توحید اور دلیل

محمد رسول اللہ...... یہ دعویٰ ہے۔

والذین معہٗ اشداء علی الکفارِ رحماء بینھم تراھم رکعا سُجّدًا
یبتغون فضلا من اللّٰہ رضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر
السجود ذلک مثلھم فی التورۃ ومثلھم فی الانجیل......

یہ دلائل ہیں، محمد رسول اللہ...... دعویٰ ہے۔

ایک اور دعویٰ ہے سورۃ البقرۃ میں:

الھکم الہ واحد.

تمہارا معبود، اکیلا، کوئی اس کا شریک نہیں

لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم O ان فی خلق السموت والارض
واختلاف الیل والنھار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع

الناس وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد موتھا وبث فیھا من کل دابۃ وتصریف الریح والسحاب المسخر بین السماء والارض لایت لقوم یعقلون O

یہ دلائل ہیں۔ یہاں اللہ نے دعویٰ کیا ہے اپنی الوہیت کا......اور وہاں سورۃ فتح کی آخری آیت میں دعویٰ کیا اللہ نے اپنے آخری نمائندہ کی رسالت کا، جو اس کا محبوب ﷺ بھی ہے۔ ان دونوں دعوؤں کی اللہ نے دلیلیں پیش کی ہیں۔ اپنی الوہیت کے دعویٰ میں حق تعالیٰ نے جو لائل پیش کئے ہیں، وہ فطرت کی سات ادائیں ہیں۔

ان فی خلق السموت والارض ...... زمین وآسمان کی تخلیق میں...... واختلاف الیل والنھار ...... رات کے جانے، دن کے آنے، پھر دن کے جانے، رات کے آنے میں......والفلک التی تجری فی البحر ...... پانی پر تیرنے والی کشتیوں اور جہازوں میں......وما انزل اللہ من السماء من ماء ...... برستی ہوئی بارش میں......وبث فیھا من کل دآبۃ ...... کرۂ ارض پر چلنے، دوڑنے، رینگنے، تیرنے، اُڑنے والے جانوروں میں......وتصریف الریح ......صبا بن کر کبھی، کبھی نسیم بن کر چلنے والی ہواؤں میں......والسحاب المسخر بین السماء والارض ...... اور آسمان کے دامن میں رواں دواں بادلوں کے قافلوں میں...... لایت لقوم یعقلون O......عقل ودانش رکھنے والوں کے لئے دلائل ہیں۔ براہین ہیں۔ مجھے سمجھنے کے لئے۔

یعنی آسمان کی بلندی کو دیکھو گے، زمین کی وسعت کو دیکھو گے تو میں سمجھ میں آؤں گا۔ دن آئے گا، رات جائے گی، پھر رات آئے گی، دن جائے گا۔ میں ضرور سمجھ میں آؤں گا۔ کوئی ہے نا! اس نظام کو چلانے والا؟ ہے

پانی جیسی لطیف چیز پر کشتیاں اور جہاز بھاری بھرکم وزنی آہن وفولاد کے ڈھانچے، تیرتے ہوئے نظر آئیں گے، میں ضرور سمجھ میں آؤں گا۔

دوڑنے، رینگنے، تیرنے، اُڑنے والے پرندے، جانور دیکھو گے تو میں ضرور سمجھ میں آؤں گا۔

وان لکم فی الانعام لعبرۃ ...... مویشیوں میں سبق ہے تمہارے لئے......

نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشربین O

دودھ بغیر سوچے سمجھے پی جاتے ہو۔

تھوڑی دیر کے لئے سوچ لیا کرو۔ دودھ کا گلاس ہاتھ میں لے کر تھوڑی دیر کے لئے سوچ لیا کرو۔ کہاں سے آیا؟ کس نے بھیجا؟ تمہارے جانور کی رنگت کالی، اس کا فضلہ بدبودار، اس کا خون سرخ، یہ سارے منفی...... اور انہی میں سے جو دودھ کا گلاس ہم نے تیرے لئے پہنچایا، وہ مثبت۔ وہ سیاہ جانور سے گزرا، بدبودار فضلے سے گزرا، سرخ خون سے گزرا، لیکن ہم نے تیرے گلاس میں آنے والے دودھ میں جانور کی سیاہی کو شامل نہیں ہونے دیا۔ فضلے کی بدبو کو بھی شامل نہیں ہونے دیا۔ خون کی سرخی کو بھی شامل نہیں ہونے دیا۔

بڑا لطیف ذوق رکھتا ہے۔ پرفیو، سپرے کرتا رہتا ہے۔ دودھ میں ذرا سا خون نظر آیا، انکار کردے گا۔ فضلے کی بدبو محسوس ہوئی، انکار کردے گا۔ جانور کی سیاہی، یہ تو ایک بال بھی برداشت نہیں کرے گا۔

اگر جاندار کی رنگت آ گئی، انکار کردے گا۔ ہم نے سیاہ جانور میں سے سفید دودھ تیرے گلاس میں پہنچایا۔ جو خوش رنگ بھی ہے۔ خوش ذائقہ بھی ہے۔ اس میں جانور کی خصوصیات میں سے کوئی شے شامل نہیں ہونے دی۔ سراسر مثبت، سراسر مثبت، تیرے گلاس میں ہم نے ڈال دیا۔ ہم پھر بھی سمجھ نہیں آتے؟

دوسری جگہ فرمایا:

ولکم فیھا جمال حین تریحون وحین تسرحون O وتحمل القالکم الی بکدلم تکونوا بلغیہ الابشق الانفس ان بکم لرء وف رحیم O والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینہ ویخلق مالا تعلمون O

یہ بیل، گھوڑے، خچر، اونٹ تیری اتباع کرتے ہیں۔ تیری بات مانتے ہیں۔ تو ہماری نہیں مانتا۔ لیکن یہ تیری مانتے ہیں، مانتے رہتے ہیں۔

راولپنڈی والو! سچ کہتا ہوں۔ یہ بگڑ جائیں تو دس گھوڑے کافی ہیں سارے

راولپنڈی کے لئے، باغی ہو جائیں تو طبیعت صاف کر دیں سارے لوگوں کی!

بنی اسرائیل کے لئے مینڈکوں نے بغاوت کر دی۔ چھلانگ لگاتے تھے پیالے میں، چھلانگ لگاتے تھے ہانڈی میں، چھلانگ لگاتے تھے کسی بالٹی میں!

سالن کو خراب کر دیا۔ پینے کے پانی کو خراب کر دیا۔ دودھ اُٹھایا، چھلانگ لگائی مینڈک نے، خود مر گئے۔ یہ خودکش حملے صرف انسان نہیں کرتے اور ذوی الارواح بھی کرتے ہیں۔ جب مقصد عظیم ہو، جب مقصد عظیم ہو تو پھر مقصد کے لئے جانیں قربان کی جاتی ہیں۔ زندگیوں کے لئے مقصد نہیں قربان کئے جاتے۔ مقاصد کے لئے زندگی قربان ہوا کرتی ہے۔ زندگی کے لئے مقاصد نہیں قربان ہوا کرتے۔

فارسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم......

پانی اُٹھایا، سرخ ہو گیا۔ یہ تو گندا ہے۔...... دوسرا پیالہ لیا، وہ بھی سرخ ہو گیا۔ یہ بھی گندا ہے...... تیسرا پیالہ اُٹھایا، یہ بھی خون بن گیا۔ یہ بھی گندا ہے۔...... چوتھا اُٹھایا، وہ بھی خون بن گیا۔

پانی تو اُٹھاتے ہیں۔ مگر وہ پینے نہیں دیتا۔ پانی ہاتھ میں لیتے ہیں مگر وہ پینے نہیں دیتا۔

یہ ہمارے نفس نے ہمیں دھوکہ دیا ہے کہ ہم عقل و دانش سے رزق حاصل کر رہے ہیں۔ رب العزت کی قسم! ایسا نہیں ہے۔ تمہاری دکان تمہیں رزق نہیں دیتی...... **وفی السماء رزقکم وما توعدون O** دکان کا ذکر نہیں ہے۔ رزق دکان سے نہیں ملتا۔ رزق آسمان سے ملتا ہے۔

اللہ لطیفٌ بعبادہ یرزق من یشاء......

اللہ اپنے بندوں کو سمجھتا ہے، اپنی حکمت کے مطابق رزق عطا کرتا ہے۔

ہم پیالے اور گلاس میں اتنا پانی ڈالتے ہیں، اتنا ہی مشروب ڈالتے ہیں، اتنی ہی چائے ڈالتے ہیں، جتنی اس کی کپیسٹی ہے۔ ظرف کو دیکھ کر چیز ڈالتے ہیں۔ جب یہ بھرنے لگتا ہے تو روک لیتے ہیں۔

اللہ بھی لطیف ہے۔ اللہ بھی ہماری خواہشات کو دیکھتا ہے۔ لیکن اس کے منفی پہلو

کو وہی سمجھتا ہے، ہم نہیں سمجھتے۔ جب دینے لگتا ہے تو اپنی حکمت کے مطابق دیتا ہے۔ ہماری خواہش کے مطابق نہیں دیتا۔

میرے گرامی قدر بزرگو اور عزیز دوستو!

یہ سب چیزیں جب سامنے آتی ہیں تو وہ یاد آتا ہے۔ تو فرمایا نظام کائنات کو جب دیکھو گے تو میں یاد آؤں گا۔

دعویٰ رسالت پر گواہ

محمد رسول اللہ...... محمد ﷺ میرا رسول ہے۔ دلیل کیا ہے؟ فرمایا:

والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ترھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود، ذالک مثلھم فی التورۃ ومثلھم فی الانجیل.

کائنات کی ایک ایک ادا میری الوہیت کی دلیل ہے...... اور میرے محبوب ﷺ کے حلقے میں بیٹھنے والے اس کے وفادار، اس کے رضا کار میرے محبوب ﷺ کی رسالت کی دلیل ہیں۔

زمین و آسمان کو دیکھو گے تو میں سمجھ میں آؤں گا۔ ابوبکر و عمرؓ کو دیکھو گے تو میرا محبوب ﷺ سمجھ میں آئے گا۔

آسمان کی رفعت میں میری الوہیت کی دلیل، زمین کی وسعت میں میری الوہیت کی دلیل۔

ابوبکرؓ کی صداقت میں میرے محبوب ﷺ کی محنت کی دلیل
عمرؓ کی عدالت میں میرے محبوب ﷺ کی تعلیم و تربیت کی دلیل
عثمانؓ کی شرافت میں میرے محبوب ﷺ کی نبوت کی دلیل
علیؓ کا زہد و ولایت میرے محبوب ﷺ کی تعلیم و تربیت کی دلیل

خالدؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، عمرو ابن عاصؓ، ابوعبیدہ بن جراحؓ کی شجاعت و استقامت میرے محبوب ﷺ کی تعلیم و تربیت کی دلیل!

کائنات کی ایک ایک ادا میری الوہیت کی دلیل بنے گی...... اور میرے

محبوب ﷺ کے حلقہ میں بیٹھنے والے اصحابؓ و اہل بیتؓ کی عظمتیں میرے محبوب ﷺ کی رسالت کی دلیل ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم دلائل نبوت ہیں

ارباب علم و دانش! جو بات میں کہنا چاہتا ہوں۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم نبوت اور رسالت کے درمیان واسطہ ہیں۔ جس طرح ٹیوب لائٹ اور پاور ہاؤس کے درمیان تاریں واسطہ ہیں۔ اگر تاریں کاٹ دی جائیں تو روشنی منقطع ہو جائے گی۔ تاروں کے کٹنے سے روشنی منقطع ہو جائے گی۔

رحمت عالم ﷺ اور اُمت کے درمیان اصحاب رسول رضی اللہ عنہم و اہل بیت رسول رضی اللہ عنہم

رابطہ ہیں۔

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا ..... **اللہ اللہ فی اصحابی** ..... میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاملہ میں اللہ سے ڈرنا ..... **لا تتخذوھم غرضا من بعدی** ..... ان کا استحصال نہ کرنا۔ ان میں عیب نہ ڈھونڈنا۔

محبت عیب چھپاتی ہے

راولپنڈی والو! عیب محبت ڈھونڈتی ہے یا عداوت ڈھونڈتی ہے؟ عداوت جو مجھ سے محبت کرنے والے دوست ہیں، انہیں میرا لباس بھی اچھا لگ رہا ہے۔ میری عینک بھی اچھی لگ رہی ہے۔ انہیں میرا کوٹ بھی انہیں اچھا لگ رہا ہے۔ انہیں میرا عمامہ بھی اچھا لگ رہا ہے ..... اور جن کے دل میں میری محبت نہیں ہے۔ کچھ اور جذبہ ہے۔ وہ ایک دوسرے کو یوں کہہ رہے ہیں۔ عینک دیکھو کس طرح پہنی ہوئی ہے؟ عمامہ دیکھو؟ بغض کمزوریاں تلاش کرتا ہے۔ اور محبت خوبیاں تلاش کرتی ہے۔

انسان کی فطرت ہے۔ جب کسی کو محبت ہو جائے تو پھر وہ اس کے عیبوں کے ڈھیر میں سے خوبیاں تلاش کر لیتا ہے۔ اور جب کسی سے بغض ہو جائے تو خوبیوں کے ڈھیر میں سے کمزوریاں تلاش کر لیتا ہے۔

ہمیں الحمدللہ! صحابہ رضی اللہ عنہم و اہل بیت رضی اللہ عنہم سے محبت ہے۔ ہمیں ان میں خوبیوں کے

سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اس لئے کہ

☆...... ان کا استاد بے عیب ہے۔

☆...... ان کا مکتب بے عیب ہے۔

☆...... انہوں نے جو نصاب پڑھا، وہ نصاب بے عیب ہے۔

☆...... اور پھر جو "ممتحن" ہے، وہ بے عیب ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کو سمجھنے کے لئے معیار

صحابہ رضی اللہ عنہم و اہل بیت رضی اللہ عنہم کو سمجھنے کے لئے تاریخ کو کبھی معیار نہ بنانا۔ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کا تعارف صرف قرآن کرائے گا۔ صرف حدیث کرائے گی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم و اہل بیت رضی اللہ عنہم کو سمجھنے کے لئے معیار قرآن و سنت...... تلنے والی بہت سی چیزیں ہوتی ہیں۔ لکڑیاں بھی تلتی ہیں، ہیرے بھی وزن ہوتے ہیں۔

لیکن بتائیں! لکڑیاں کہاں تلتی ہیں؟ (ٹال پر) اور ہیرے کہاں تلتے ہیں؟ (جوہری کے ترازو پر)

اب اگر کوئی ہیرے لکڑی کے ٹال پر تولنے کے لئے جا رہا ہو، تو آپ کی کیا رائے ہوگی؟ پاگل ہے یا بدنیت ہے۔ لکڑی کے ٹال پر کلو کلو کے بھی گھپلے چل جاتے ہیں۔

ہیرے کو تولنا ہے تو جوہری کی لطیف ترازو پر تولا جائے گا۔ جہاں رتی اور ماشے سے بھی انصاف ہوتا ہے۔

تاریخ ٹال ہے...... تو لئے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو...... تو لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو...... تو لئے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو...... تو لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو...... تو لئے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو...... تو لئے رازی رحمۃ اللہ علیہ کو...... تو لئے غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو...... تو لئے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو...... مجھے کوئی اعتراض نہیں!

تاریخ کے ترازو پر انہیں تولیں جنہیں تاریخ نے پیدا کیا ہے، لیکن تاریخ جن کے قدموں کی ٹھوکروں سے پیدا ہوئی ہے، تاریخ ان کیلئے جج نہیں بنے گی۔

اصحاب رسول رضی اللہ عنہم و اہل بیت رسول رضی اللہ عنہم ہیرے ہیں...... اور ان کو تولنے کے لئے

نبوت ورسالت کے پاس جا کر، اس جوہری کے پاس جا کر وزن کرنا ہوگا۔ وہاں ان کے ساتھ انصاف ہوگا۔ تاریخ انصاف نہیں کرے گی۔

اور جو تاریخ کے ترازو پر تول کر اصحاب رسول ﷺ و اہل بیت رسول ﷺ میں کمزوریاں تلاش کرتے ہیں، وہ کمزوریاں حضرات صحابہ کرام ؓ میں نہیں، وہ ان کی اپنی آنکھ میں ہے۔

رقم تھیں اپنے چہرے پر لکیریں
میں سمجھا آئینہ ٹوٹا ہوا ہے

صحابہ ؓ رحمت عالم ﷺ کی محنتوں کے دلائل و براہین ہیں...... اور رحمت عالم ﷺ کی نبوت کے آئینی گواہ ہیں۔

صحابہ ؓ معیار حق ہیں

آج ہم اگر اپنے اندر اسلام کے حوالے سے کوئی تبدیلی کا فیصلہ کریں گے تو پھر معیار کس کو بنائیں گے؟ کسوٹی کس کو بنائیں گے؟ دور "خلافت راشدہ" کو بنائیں گے۔

دور "خلافت راشدہ" کسوٹی بنتی ہے۔ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ رحمت عالم ﷺ کے تیار کردہ کرداروں نے بنی نوع انسان کے سامنے جو عادلانہ اور منصفانہ نظام زندگی پیش کیا، وہ کیا ہے؟

☆...... صدیق اکبرؓ کی خلافت کے 27 مہینے
☆...... فاروق اعظمؓ کی خلافت کے 10 سال
☆...... سیدنا عثمانؓ کی خلافت کے 12 سال
☆...... سیدنا علی المرتضیٰؓ کی خلافت کے 4 سال

یہ کل کتنے بنتے ہیں؟ تقریباً 30 برس

یہ انتیس، تیس ہفتے نہیں ہیں۔ انتیس، تیس دن نہیں ہیں۔ 30 سال ہیں۔

30 سال کا عرصہ اسلام کے نظام عدل کا معیار ہے۔ کسوٹی ہے۔ اسلامی تاریخ میں ہم دنیا کے سامنے اس دور کو مثال بنا کر پیش کرتے ہیں۔ کہ اگر کوئی معاشرہ، کوئی سوسائٹی عدل و انصاف پر مبنی تبدیلی چاہتی ہے تو وہ حلقہ رسالت کے ان نمائندہ کرداروں

کے دور کا مطالعہ کرے۔ کہ جس دور میں انسانوں سے تو کیا حیوانوں کے ساتھ بھی انصاف ہوا کرتا تھا۔

فاروق اعظمؓ کا یہ قول انسانی تاریخ میں چمک رہا ہے۔ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود اس کی تابانی میں فرق نہیں آیا۔

میرے دور خلافت میں اگر کوئی کتا بھی بھوک سے مر گیا تو میں محسوس کرتا ہوں کہ اللہ کی عدالت میں مجھ سے پوچھا جائے گا۔

آپ خود سوچیں کہ جس کسی کتے کی بھوک برداشت نہیں کرتا، وہ کسی انسان کو بھوکا کیسے دیکھے گا۔

ان تمام باتوں سے جو آج تک آپ دیکھ رہے ہو، میری چودہ سو سال کی تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

میں کبھی خالد بن ولیدؓ ہوتا ہوں۔ کبھی عثمان بن عفانؓ بن جاتا ہوں۔ کبھی میں عمرو ابن عاصؓ ہوتا ہوں۔ کبھی سعد بن ابی وقاصؓ ہوتا ہوں۔ کبھی میں صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ ہوتا ہوں۔ کبھی اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ بن جاتا ہوں...... اور کبھی حسین بن علیؓ دکھائی دیتا ہوں۔

یہ ہماری پہچان ہیں

آپ کا کیا خیال ہے کہ حضرت حسینؓ جیتا یا ہارا ہے؟ (جیتا ہے) میں لعنت بھیجتا ہوں اس پر جو یہ سوچتا ہے کہ حضرت حسینؓ ہارے ہیں۔ وہ سب کچھ لٹا کر بھی نہیں ہارا ہے۔ وہ سب کچھ لٹا کر بھی جیتا ہے۔ یہ جیت صرف میری پہچان ہے۔ یہ جیت صرف میری شناخت ہے۔

میں سب کچھ لٹا کر بھی فاتح کہلاتا ہوں خود کو...... اور میرا سب کچھ لٹ جانا، میری آنے والی فتوحات کی تمہید بنا کرتا ہے۔

تمہاری سوچ مختلف ہے۔ میری سوچ مختلف ہے۔ تم دنیا کو سب کچھ سمجھتے ہو۔ میں دنیا کو سب کچھ نہیں سمجھتا۔

یہ آسان نہیں ہے

یایھا الذین امنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللّٰہ ومن یفعل ذلک فاولئک ھم الخسرونO

اے اہل ایمان ! مال و دولت تمہیں کبھی یار کی یاد سے کبھی غافل نہ کرے۔ تم ابراہیمی ہو۔ تمہاری نسبت ابراہیمی ہے... **ملة ابیکم ابرھیم** ......تم ابرہیم کے بیٹے ہو اور ابراہیم نے عشق و مستی کا سفر کرتے ہی دنیا کا سب سے بڑا رشتہ قربان کیا۔

باپ کو چھوڑا۔ پھر باطل نے آگ لگائی۔ زندگی کی قربانی دے دی۔ چھلانگ لگائی۔ پھر وطن چھوڑا۔ پھر جو بیٹا رو رو کر مانگا تھا۔ اس بیٹے کو اور بیوی کو ویرانے میں چھوڑ آئے۔

میں کہہ رہا ہوں مزے لے لے کے اور آپ سن رہے ہیں مزے لے لے کے۔ لیکن لخت جگر کو اور اپنی آبرو کو ویرانے میں بٹھانا یہ اتنا آسان نہیں ہوتا۔

پھر اسی لخت جگر کے گلے پر چھری چلا کر دکھائی۔ یہ اس کی مرضی کہ اس نے گلا نہیں کٹنے دیا۔ لیکن وہ تو کر گزرے۔ اقبال کہتا ہے۔

یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ و پیوند

مال و دولت جمع کرنے کے لئے حلال و حرام کا امتیاز نہیں، سمیٹ رہا ہے۔ سیٹھ جی کو فکر تھی۔ ایک ایک کے دس دس کیجئے۔ پھر آیا ملک الموت بولا جان دیجئے، بس کیجئے۔

مال و دولت منزل نہیں۔ یہ تو راستے کی رونقیں ہیں۔ اس میں نہ کھو جانا۔

یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتان وہم و گماں لا الہ الا اللہ

یہ ہے میری قوت اور اسی پر میرا ناز تھا۔ اسی پر مجھے ناز ہے۔ اسی پر میرا ناز رہے گا۔ بم پر نہیں۔ بم تو دشمن کے پاس بھی ہیں۔ میزائل میرے پاس بھی ہیں۔ کفر کے پاس بھی ہیں۔ لیکن یہ صرف میرے پاس ہے۔ اور اس پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

حضور ﷺ محبوب کل جہاں

رحمت عالم ﷺ اپنی ذات کے لحاظ سے ہر حوالے سے محبوب ہیں۔ زمانے نے ان سے محبت کی، پھول بچھائے۔ رحمت عالم ﷺ کی ولادت پر گھی کے چراغ جلائے۔ کس نے؟ (مسٹر ابولہب نے) لونڈی آزاد کر ڈالی۔ یہ سن کر۔ لیکن جب رحمت عالم ﷺ نے یہ پیغام سنایا کہ ادھر سے حکم آیا:

بلغ ما انزل الیک من ربک......

ہاں! میرے محبوب ﷺ! اب جاؤ۔ میرے بندوں کو میرا پیغام پہنچاؤ

رحمت عالم نے فاران کی بلندی سے صدا بلند کی...... لا الہ الا اللہ

کوئی اور الہ نہیں

میں بھی کہتا ہوں، تم بھی کہو۔ مجھے صادق کہنے والو! میری دیانت و شرافت کی قسمیں کھانے والو! سوشل لائف میں مجھ پر اعتماد کا اظہار کرنے والو! کوئی نہیں معبود، کوئی نہیں ہر جگہ موجود، کوئی نہیں علام الغیوب، کوئی نہیں دستگیر، کوئی نہیں حاجت روا، کوئی نہیں مشکل کشاء، کوئی نہیں عزت دینے والا، کوئی نہیں رزق دینے والا، کوئی نہیں اولاد عطا کرنے والا، کوئی نہیں بگڑی بنانے والا، کوئی نہیں سفینے پار لگانے والا، کوئی نہیں بیماریاں دور کرنے والا، کوئی نہیں زندگی اور موت کا مالک...... لا الہ الا اللہ

اس پر بگڑی وہ لیڈرشپ کہ جن کے مفادات پر زد پڑی۔ نہیں ہم جو بیٹھے ہیں۔ ہم نے دنیا والوں سے کہہ رکھا ہے، ہم اللہ کے پیارے ہیں۔ تم گناہ گار ہو۔ اللہ گناہ گاروں کی تو نہیں سنتا، ہم اللہ کے بہت قریب ہیں۔ تم ہمیں خوش کرو، ہم اسے راضی کریں گے۔

جب مارکیٹنگ کے حوالے سے زد پڑی، مار پڑی تو سب سے پہلے وہی بدبخت اُٹھا جس نے گھی کے چراغ جلائے تھے۔ جس کا نام تھا ابوجہل۔ کہنے لگا...... تبالک یا محمد الھذا جمعتنا ...... تو نے ہمیں اس لئے بلایا تھا۔ "تبا" کا ترجمہ کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں۔

اتنی دل آزار بات کہہ دی بدبخت نے کی، کہ میں اس کا ترجمہ کرنے سے بھی لرزتا ہوں۔

محمد ﷺ تیری شرافت پر قربان جاؤں۔ محمد ﷺ تیری عظمت پر قربان جاؤں۔ تو کتنا

عظیم ہے۔ تو کتنا صابر ہے۔ نہیں جواب دیا رحمت عالم ﷺ نے ...... لیکن رحمت عالم ﷺ کے غیور خدا نے جواب دیا:

تبت یدا ابی لهب و تب○ ما اغنی عنه ماله وما کسب○

بربادی تو تیرے لئے ہے ابولہب! تیرے لئے بربادی ہے۔ تو مٹ جائے گا۔

میرے محبوب ﷺ کی عظمت، میرے محبوب ﷺ کی رفعت، میرے محبوب ﷺ کا نام اس وقت تک گونجے گا، جب تک میرا نام گونجے گا۔

اللہ نے عطا کرنے میں حد کر دی اور محمد ﷺ نے بھی وفا کرنے میں حد کر دی۔ اللہ اس محبت کو ذخیرہ آخرت بنائے۔ اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

......☆......

ولادتِ رسول ﷺ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ. صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی الہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم.

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی. [الضحٰی: ٦]

وقال تعالٰی فی مقامٍ اٰخر: لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ. [التوبۃ: ۹/۱۲۸] صدق اللّٰہ مولانا العظیم.

اللّٰھم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی ال محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی ال ابراھیم إنّک حمید مجید. اللھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی ال محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی ال ابراھیم إنّک حمید مجید.

محترم بزرگو عزیزو اور بھائیو، (آج ۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ ہے) ربیع الاول رحمۃ اللعالمین حضور نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب مہینہ ہے۔ آپ کی ولادت کا مہینہ ہے.

آپ کی ہجرت کا مہینہ ہے آپ کے وصال اور آپ کی وفات کا مہینہ ہے اور بعض حضرات کے نزدیک آپ کی بعثت کا مہینہ ہے۔

حضور ﷺ کے والدین

حضور ﷺ کے والد محترم کا نام عبداللہ تھا اور جد امجد کا نام عبدالمطلب تھا، عبدالمطلب کنیت تھی نام شیبہ تھا۔ عرب کے ہاں ایک سے زیادہ شادیوں کا رواج تھا۔ عبدالمطلب نے کئی شادیاں کیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو کئی بیٹے عطا کئے۔

ان کے ایک بیٹے کا نام حارث تھا۔ ایک بیٹے کا نام عباس تھا۔ ایک بیٹے کا نام حمزہ تھا۔ ایک بیٹے کا نام عبد مناف (ابوطالب) تھا۔ اور ایک بیٹے کا نام عبداللہ تھا۔ عبداللہ جب جوان ہو گئے بعض روایات میں آتا ہے عمر مبارک اٹھارہ سال کی ہوئی بعض روایات میں آتا ہے عمر مبارک پچیس سال کی ہوئی تو عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کی نسبت اور شادی کرنا چاہی۔ خود بھی شادی کے خواہش مند تھے۔ آپ کو ایک یہودی نے، جو تورات اور انجیل کا جاننے والا تھا دیکھا تو کہنے لگا کہ آپ میں مجھے نبوت کا نور نظر آتا ہے لیکن دوسری طرف مجھے یہی نور بنی زہرہ قبیلے میں نظر آتا ہے تو میرا مشورہ یہ ہے کہ تم بنی زہرہ قبیلے میں شادی کر لینا۔

عبدالمطلب نے عرب کے اس شریف ترین قبیلے بنی زہرہ کے ہاں رشتوں کی تلاش کی تو دو رشتے اکٹھے مل گئے ہالہ بنت ایہاب یعنی ایہاب کی بیٹی ہالہ سے خود شادی کی اور آمنہ بنت وہب سے بیٹے عبداللہ کی شادی کی۔ چنانچہ یہ آمنہ حضور ﷺ کی والدہ محترمہ ٹھہریں اور ہالہ آپ کی سوتیلی دادی ٹھہریں ہالہ اور آمنہ ایک ہی قبیلہ سے ہیں اور باہم رشتہ دار ہیں غالباً چچازاد بہنیں ہیں۔

آپ ﷺ کے والد ماجد کی پاکدامنی اور عفت

حضور ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ کی شادی عرب کے قبیلے بنی زہرہ کی شریف ترین خاتون سیدہ آمنہ سے ہوئی۔ عبدالمطلب اور انکے بیٹے عبداللہ دونوں باپ بیٹا جب شادی کے لئے جا رہے تھے راستے میں ایک یہودیہ فاطمہ نامی خاتون نے حضرت

عبداللہ کو دیکھا تو فریفتہ ہوگئی اور پیشکش کی کہ میرے پاس سو اونٹ ہیں تم میرے ساتھ شادی کرلو میں سو اونٹ تمہیں دے دونگی۔ حضور ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ نے فرمایا میں اپنے والد کے ساتھ ہوں سفر میں ہوں، والد کی رفاقت میں جا رہا ہوں، اگر میں آپ کے ساتھ شادی کرلوں تو مجھے یہاں رہنا پڑے گا میں اپنے والد کی کبھی بھی نافرمانی نہیں کر سکتا، اسلئے میں معذرت کرتا ہوں نہ مجھے آپکے سو اونٹ قبول نہ مجھے آپ سے شادی قبول۔ یہ سن کر اس نے گناہ کی دعوۃ دے ڈالی اور کہا کہ اگر آپ میرے ساتھ گناہ کریں بدکاری کر لیں تو یہ سو اونٹ بھی میں آپکو انعام میں دے دوں گی۔ لڑکی کہتی ہے میں سو اونٹ آپکے دے دونگی۔ اس موقع پر حضور ﷺ کے والد محترم نے جو اس وقت عین جوانی کی حالت میں تھے، غیر شادی شدہ تھے، عجیب بات فرمائی، فرمایا:

اما الحرام فالممات دونه فالحل لا احل......

حرام کام کرنے سے بہتر ہے کہ میں مر جاؤں، مجھے موت آجائے، جس کام کی طرف تم مجھے بلاتی ہو میں کبھی بھی اس کو حلال نہیں کروں گا کبھی میں اس کو جائز قرار نہیں دوں گا اور آخر میں فرمایا:

الکریم یحمی نفسه و دینه......

شریف آدمی اپنی عزت کی بھی حفاظت کرتا ہے اور اپنے دین کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ میں شریف باپ کا شریف بیٹا ہوں میں اپنا دین بھی بچاؤں گا میں اپنی عزت بھی بچاؤں گا۔ یہ اسلام سے پہلے کی بات ہے، شادی سے بھی پہلے کی بات ہے، حضور ﷺ کے حمل اور ولادت سے بھی پہلے کی بات ہے۔ معلوم ہوتا ہے حضور کا نسب اللہ نے طاہر اور مطہر بنایا ہے پاک اور صاف بنایا ہے حضور ﷺ کے پورے نسب میں آپ سے لے کر حضرت آدمؑ تک کوئی شخص بدکار نہیں گزرا اور کوئی خاتون بدکارہ نہیں گزری۔ تشریف لے گئے شادی ہوگئی واپس آئے، اسی عورت نے دیکھا، اسی لڑکی۔ نے دیکھا اس نے کوئی توجہ ہی نہ کی۔ حضرت عبداللہ حیران ہوئے اور اس عورت سے پوچھا کہ جاتے ہوئے تو تم نے مجھے نکاح کی بھی دعوت دی تھی زنا کی بھی دعوت دی تھی اور اب، تو تمہاری توجہ ہی نہیں؟ وہ کہنے لگی یہاں سے جانے کے بعد تم نے کیا کیا؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا میں نے شادی کی ہے۔

اس نے کہا بس جو میرا مقصد تھا وہ ختم ہو گیا ہے میں آپ کی پیشانی میں نور نبوت دیکھ رہی تھی وہ نور نبوت اب کہیں اور منتقل ہو گیا ہے وہ نور نبوت اب کہیں اوجا چکا ہے۔ اور یہ نور کونسا تھا اس نور کا یہ معنیٰ نہیں کہ اللہ کے نبی انسان نہیں تھے یا بشر نہیں تھے، غلط !!...... اس نور سے اشارہ ہے نورِ ہدایت کی طرف، اس نور سے اشارہ ہے نور نبوت کی طرف...... اس نور سے اشارہ ہے نورِ رسالت کی طرف...... جس کے بارے میں اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے لقد جآء کم من اللہ نورٌ وّ کتابٌ مّبین. وہ نور ہدایت کا نور ہے اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ہدایت کا نور آ گیا قرآن کی شکل میں آ گیا کتاب کی شکل میں آ گیا اللہ کے کلام کی شکل میں آ گیا یہ نور تھا۔

حضور ﷺ کے حمل کی برکات

شادی ہو گئی حضور ﷺ کے والد محترم کی اور شادی کے فوراً بعد حمل ہو گیا، سیدہ آمنہ حاملہ ہو گئیں...... عجیب کرامات ارہاصات کا ظہور ہوا اس عرصے کے اندر نو مہینے حضور اپنی والدہ محترمہ کے پیٹ میں رہے۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا کہ دس مہینے پیٹ میں رہے بعض نے لکھا آٹھ مہینے یا دس مہینے اللہ کے نبی اپنی والدہ محترمہ کے پیٹ میں رہے۔ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں آپ میرے پیٹ میں تشریف لائے کوئی مجھے پتہ نہ چلا حالت حمل میں عورتوں کو جو تکلیف ہوتی ہیں پریشانی ہوتی ہے خواتین کے ساتھ جو امراض ہوتے ہیں مجھے کچھ بھی نہ ہوا، نہ مجھے بوجھ محسوس ہوا نہ مجھے کوئی تکلیف ہوئی بس اتنا پتہ چلا کہ میرے ایام بند ہو گئے ہیں۔ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں اسی حمل کے اندر درخت مجھے سلام کرتے تھے پتھر مجھے سلام کرتے تھے میں عجیب عجیب چیزیں دیکھا کرتی تھی۔

آپ ﷺ پیدائش سے پہلے ہی یتیم ہو گئے

حضور ﷺ ابھی والدہ محترمہ کے پیٹ میں تھے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ عبداللہ وفات پا گئے۔ جناب عبداللہ اپنے ننھیال مدینہ منورہ گئے، بنی نجار گئے، ایک مہینہ جا کر وہاں ٹھہر گئے وہاں پر بیمار ہوئے، عبدالمطلب کو مکہ میں پتہ چلا کہ عبداللہ مدینہ میں بیمار ہیں تو اپنے بیٹے حارث کو بھیجا کہ جاؤ بھائی کا پتہ کر کے آؤ عبداللہ کا پتہ کر کے آؤ۔ حارث کہتے ہیں

میں عبداللہ کا پتہ کرنے مدینہ آیا تو پتہ چلا وہ وفات پا چکے ہیں اور دارالنابغہ میں دفن بھی ہو چکے ہیں۔ میں واپس آیا عبدالمطلب کو آکر اطلاع دی کہ آپ کے لخت جگر اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ عبدالمطلب کے تمام بیٹے بیٹیاں عبداللہ کے بھائی بہنیں سب پر صدمہ آیا، سیدہ آمنہ بیوہ ہو گئیں، حضور ﷺ پیدا ہونے سے پہلے یتیم ہو گئے۔

سائے پسند نہ آئے پروردگار کو
بے سایہ کر دیا اُس سایہ دار کو

اللہ نے بے سایہ کر دیا یتیم پیدا کیا۔

الم یجدک یتیمًا فاوٰی. ووجدک ضالاً فھدیٰ. [الضحیٰ:۹۳/۶،۷]

میرے اللہ نے اپنے حبیب کو یتیم پیدا کیا اور یتیم پیدا کر کے فرمایا میں آپ اپنے نبی کا سہارا بن گیا ہوں۔ بعض علماء نے لکھا حکمت یہی تھی مصلحت یہی تھی اللہ کی نظر میں کہ اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی کا احسان حضور پر رکھنا نہیں چاہتے تھے، اپنا احسان رکھنا چاہتے تھے، کوئی واسطہ کوئی وسیلہ رکھنا نہیں چاہتے تھے، کوئی سبب رکھنا نہیں چاہتے تھے، بغیر واسطے کے سبب کے اللہ خود پرورش کرنا چاہتے تھے۔ اور ساتھ یہ بھی حکمت تھی کہ کل کو حضور کا جھنڈا مشرق ومغرب میں شرق وغرب میں شمال وجنوب میں عرب وعجم میں لہرائے تو اللہ کے نبی کو اپنا ماضی بھی یاد آئے کہ ایک یتیم کو اور ایک دُرِّ یتیم کو اور ایک بے سہارا کو رب نے اتنی عزت دی ہے کہ اب چرچے عرب وعجم میں، شرق وغرب میں، کتاب اللہ اور قرآن میں اور پوری دھرتی میں ہیں تو اللہ کا اور زیادہ شکر ادا کریں۔

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں حضور میرے پیٹ میں تھے ایک دن مجھے کچھ کچھ نیند تھی اور کچھ کچھ میں جاگ رہی تھی، نیند اور بیداری کی حالت میں تھی۔ مجھے کہنے والے نے کہا:

انک حملت سید العالمین......

آمنہ تجھے مبارک ہو تو سارے جہاں کے سردار کو اپنے پیٹ میں لیے پھر رہی ہے،

انکِ حملتِ سید العالمین......

سارے جہاں کا سردار تیرے پیٹ میں ہے،

اذا وضعتہ ...... جب تیرے اس بچے کی ولادت ہو

فسمیہ محمدا او احمدا...... اس بچے کا نام محمد رکھنا یا احمد رکھنا۔

یہ اللہ کی طرف سے فرشتے نے پیغام پہنچایا سیدہ آمنہ کو۔ سیدہ کہتی ہیں اسی حمل کی حالت میں نیند میں میں نے ایک روشنی دیکھی ایک نور دیکھا مکہ کے مکان میں لیٹ کر سو کر میں نے نور دیکھا روشنی دیکھی اس روشنی سے مجھے بصریٰ اور شام کے محلات دکھائی دیے۔ حضور والدہ کے پیٹ میں ہیں، باعث زحمت بن کے نہیں آئے باعث رحمت بن کر آئے اور یہی نبیوں کی شان ہوا کرتی ہے۔

یومِ ولادت میں اختلاف

لوگ آج کل کرسمس منا رہے ہیں کوئی پتہ نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کب ہوئی کہتے ہیں ۲۵ ردسمبر کو ہوئی۔ قرآن تو کہتا ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو حضرت مریم علیہا السلام کھجور کے تنے کے نیچے چلی گئیں اوپر سے کھجوریں تھیں تو کھجوریں دسمبر کے مہینے میں نہیں ہوا کرتیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی والدہ کے پیٹ میں رہے وہ بچہ بھی برکتوں والا، لیکن اس بچے کی برکتوں کی انتہا کوئی نہیں۔ ولادت کا وقت آ گیا، وضع حمل کا وقت آ گیا، ربیع الاول کا مہینہ تھا، پیر کا دن تھا، ان دو باتوں پر تو سیرت نگار متفق ہیں مہینہ ربیع الاول کا، دن پیر کا سوموار کا، موسم بہار کا، فجر کا وقت تھا تاریخ دو تھی یا آٹھ تھی یا بارہ تھی یا سترہ تھی یا اٹھارہ تھی، یہ سارے اقوال لکھے ہیں علماء نے، کوئی یقینی بات نہیں ہے۔ جب حضور ﷺ کی ولادت میں اختلاف ہو گیا تو پتہ چلا کوئی میلاد اور ولادت منانے کا صحابہ میں امت میں رواج نہیں تھا۔ اگر رواج ہوتا تو یہ اختلاف نہ ہوتا جب دن منانے کا رواج ہو تو ہر کسی کو یاد رہتا ہے۔ یہ اختلاف تو تبھی ہو سکتا ہے نا کہ رواج نہیں تھا۔ نہ آپ ﷺ نے اہتمام فرمایا، نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اہتمام فرمایا، نہ اہل بیت رضی اللہ عنہم نے اہتمام فرمایا۔ کسی نے کہا دو ربیع الاول تھا کسی نے کہا آٹھ ربیع الاول تھا، کسی نے کہا بارہ ربیع الاول تھا، کسی نے کہا سترہ ربیع الاول تھا، کسی نے کہا اٹھارہ ربیع الاول تھا۔

ولادت کے وقت والدہ ماجدہ کے مشاہدات

ربیع الاول کا مہینہ تھا موسم بہار کا تھا دن سوموار کا تھا وقت فجر کا تھا آقائے نامدار دنیا میں تشریف لائے، حضور ﷺ دنیا میں تشریف لائے ولادت ہوئی تو ولادت کے وقت بھی اللہ نے عجیب کرامات کا ظہور فرمایا، نبی کا نبوت سے پہلے جو خرق عادت کام ہو اس کو کہتے ہیں ارہاص! معجزے کی طرح ہوتا ہے ولادت کے وقت بیداری کی حالت میں کمرہ روشن ہو گیا۔ آپ کی دایہ عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں اس کا نام شفا تھا۔ آپ ﷺ کی والدہ آمنہ تھیں۔ اس دایہ نے بھی یہ روشنی دیکھی، آمنہ نے بھی روشنی دیکھی کمرہ روشن ہو گیا۔ صرف کمرہ روشن نہیں ہوا پھر ایک ایسا نور نکلا جس نے ایک بار پھر شام کے محلات کو روشن کر دیا، بصریٰ کے محلات کو روشن کر دیا۔

ولادت ہوئی، ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو گندگی میں لپٹا ہوتا ہے، حضور ﷺ پاک اور صاف پیدا ہوئے، مطہر پیدا ہوئے۔ ہر بچہ جب ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے تو غیر مختون پیدا ہوتا ہے، اس کا ختنہ کیا جاتا ہے، اللہ کے نبی مختون پیدا ہوئے آپ کا ختنہ کیا ہوا تھا، غسل بھی کیا ہوا تھا، پاک تھے پاک بن کر آئے...... پاک بنانے والے آئے...... بن کے آئے...... طاہر بھی تھے مطہر بھی تھے...... پاک بھی تھے پاک باز بھی تھے...... پاکی کو پسند کرتے تھے اور پاک کرنے کے لیے آئے اور اللہ کے نبی ختنہ شدہ آئے مختون آئے اس کے اندر۔ اور حضور ﷺ جب آئے تو آپ کی ناف بھی کٹی ہوئی تھی۔ اور آپ سنتے ہیں ئے تو ولادت کے وقت آتش کدہ ایران بجھ گیا۔ سو سال سے یہاں آگ جل رہی تھی اور لوگ اس کو پوج رہے تھے۔ اس کا سجدہ کر رہے تھے۔ آپ ﷺ کے پیدا ہوتے ہی یہ آتش کدہ ایران بجھ گیا۔ کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے، کسریٰ فارس کا بادشاہ تھا ایران کا بادشاہ تھا، عراق ایران اور افغانستان یہ ایک ہی خطہ تھا اور یہ اس وقت دنیا کی سپر طاقت تھی۔ اس سپر پاور کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے۔

ایک یہودی عالم کا واقعہ

آپ ﷺ کی جس شب ولادت ہوئی، اگلے دن ایک یہودی مدینہ سے مکہ آیا ہوا

تھا، قریش کا مہمان تھا، اس نے قریشیوں سے پوچھا کہ قریشیو بتاؤ رات یہاں تمہارے ہاں کسی بچے کی ولادت ہوئی ؟ انہوں نے کہا ہمیں پتہ نہیں کہ بچے کی ولادت ہوئی ہم نہیں جانتے۔ اس نے کہا وقت نوٹ کر لو گزشتہ شب کسی بچے کی ولادت ہوئی تحقیق کر کے آؤ اور میں یہ بھی تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ جو بچہ پیدا ہوا ہے یہ نبی آخر الزمان ہے خاتم النبیین ہے اور یہ پیدا ہونے والا بچہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے جس کے اوپر چھوٹے چھوٹے بال ہیں۔ جاؤ پتا کرو رات کا وقت تھا سب لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے اپنے گھروں میں جا کر یہ بات بتائی۔ گھر والوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ بالکل ٹھیک کہتا ہے، رات ایک بچے کی ولادت ہوئی، وہ عبداللہ کا دُرِّ یتیم ہے عبدالمطلب کا پوتا ہے آمنہ کا لخت جگر ہے..... واپس آ کر اس کو بتلایا اس نے کہا مجھے لے چلو، جب لے گئے تو اس نے کہا میں بچے کو دیکھنا چاہتا ہوں اس نے بچے کو دیکھا، اس نے حضور علیہ السلام کو دیکھا اور پشت سے کپڑا ہٹا کر دیکھا تو مہر نبوت موجود تھی، تو اس کی چیخ نکلی اور وہیں پر بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا کیا ہوا، کہنے لگا کیا ہوا؟ نبوت بنی اسرائیل سے نکل چکی اور بنی اسماعیل میں آ گئی اور یہ دو جہاں کا سردار نبی ﷺ آیا ہے اور مکہ والو یاد رکھو یہ تم پر ایسی کاری ضرب لگائے گا کہ جس کا چرچا اور شہرہ مشرق میں ہو گا، مغرب میں ہو گا دنیا پوری میں اس کا اعلان ہو گا اور دنیا تک یہ بات پہنچے گی اور یہ سارے جہاں کا سردار ہو گا، یہ سارے جہاں کا سردار ہو گا، نام رکھا گیا محمد ﷺ!

ربیع الاول میں ولادتِ رسول کی حکمتیں

اب یہاں پر ایک چھوٹا سا علمی اشکال ہے میں وہ آپ کے سامنے نقل کرنا چاہتا ہوں۔ علماء نے لکھا ہے مہینوں میں سب سے افضل مہینہ رمضان ہے، رمضان روزوں کا مہینہ ہے افضل مہینہ ہے اس کی ایک رات لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے افضل ہے لیلۃ القدر خیر من الف شہر، پھر محرم الحرام افضل مہینہ ہے اس لیے کہ محرم اشہر حرم میں سے ہے اور اس کو اللہ کے نبی نے فرمایا: شھر اللّٰہ المحرم یہ اللہ کا مہینہ ہے اور راتوں میں لیلۃ القدر سب

سے مبارک رات ہے سب سے افضل رات ہے۔

اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی ولادت کے لیے رمضان کو نہیں چنا...... اللہ نے اپنے نبی کی ولادت کے لیے محرم کو نہیں چنا...... اللہ نے اپنے نبی کی ولادت کے لیے لیلۃ القدر کی شب کو نہیں چنا...... پندرہ شعبان کی رات کو نہیں چنا...... جمعرات کو نہیں چنا...... عیدین کی راتوں کو نہیں چنا حالانکہ وہ افضل راتیں ہیں۔ سوموار کا دن چنا ہے، ربیع الاول کا مہینہ چنا ہے، وجہ کیا ہے؟

کبھی یہ میلاد بھی سنا کرو نا! سچی میلاد بھی سنا کرو وجہ کیا ہے...... علماء نے بڑی عجیب باتیں لکھی ہیں۔ فرمایا دیکھو حضور ﷺ کی ولادت کے لیے موسم چنا گیا بہار کا...... مہینہ چنا گیا ربیع الاول کا، کیوں؟ موسم بہار کا چنا اس لیے کہ بہار کا وہ موسم ہے جس موسم کے اندر لکڑی پہ بھی سبزہ آجاتا ہے۔ یہ وہ موسم ہے جس موسم کے اندر زمین میں چھپے ہوئے بیج کو بھی زندگی مل جاتی ہے، حیات مل جاتی ہے۔ موسم بہار کا وہ موسم ہے کہ جس میں ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ہوتا ہے رونق ہی رونق ہوتی ہے، خوشحالی ہی خوشحالی ہوتی ہے اور ہر طرف ہر چیز اعتدال پر ہوتی ہے ہوا میں اعتدال ہے۔ نہ خشکی ہے نہ تری ہے، نہ گرمی ہے نہ ٹھنڈک ہے، موسم پیارا بن جاتا ہے اور یہ جو راتیں تھیں جن میں اللہ کے نبی کی ولادت ہوئی یہ بھی ایام بیض تھے، چاندنی راتیں تھیں اور چاندنی راتوں میں یہ جو چاند کی روشنی تھی یہ بھی اعتدال والی تھی، بھینی بھینی تھی۔

اللہ نے موسم بہار کا چن کر اشارہ کر دیا ہے، کہ لوگو جیسے یہ موسم آیا ہے بہار کا موسم ہے اس میں خشک چیز تر ہو جاتی ہے اور مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے، لوگو ویرانہ آبادی میں تبدیل ہو جاتا ہے، ہر طرف سبزہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی میرا ایسا نبی آرہا ہے جو مردہ دلوں کو زندہ کرے گا...... جو کفر کو ایمان میں بدلے گا...... جو شرک کو توحید میں بدلے گا...... جو بدعملی کو اعمال میں بدلے گا...... جو بے حیائی کو حیا میں بدلے گا اور جو فحاشی اور عریانی کو پاکدامنی میں بدلے گا...... جو دنیا میں انقلاب لائے گا۔ بہار کے موسم نے مادی دنیا میں زندگی عطا کی اور میرے آقا نے روحانی دنیا میں کائنات کو زندگی عطا کی۔ موسم بہار کا چنا مہینہ ربیع الاول کا کیوں؟ ربیع کا معنی بھی بہار ہوتا ہے، پہلی بہار! فرمایا اصل بہار اس بہار کو نہ سمجھو جو

درختوں کو اُگاتی ہے، اصل بہار تو اس مہینے کی بہار ہے جس میں حضور آئے۔

حضور ﷺ دنیا میں بہار لائے۔ پھر اشارہ کیا یہ نبی فضیلت والا...... یہ نبی کمال والا...... یہ نبی شان والا...... یہ نبی مقام والا...... یہ نبی درجے والا...... یہ نبی مرتبے والا...... اگر رمضان میں پیدا ہوتے تو دنیا سمجھتی نبی کو مقام ملا ہے محرم کی وجہ سے، فرمایا نہیں نہیں میرا نبی شان لینے نہیں آیا، میرا نبی فضیلت لینے نہیں آیا، میرا نبی شان دینے آیا ہے...... فضیلت دینے آیا ہے...... ربیع الاول میں پیدا کیا اور پیدا کر کے حضور ﷺ کی وجہ سے ربیع الاول کو شان عطا کر دی...... ربیع الاول کو مقام عطا کر دیا...... ربیع فی ربیع فی ربیع......!! رمضان تو پہلے سے احترام والا ہے لوگ سمجھتے رمضان نے حضور کو احترام دیا فرمایا نہیں نہیں، حضور نے ربیع الاول کو مقام دیا ہے۔ دن سوموار کا کیوں؟ سوموار درمیانہ دن ہے ہفتے کا۔ ہفتہ شروع ہوتا ہے ہفتہ سے۔ ہفتہ، اتوار، پھر آتا ہے سوموار، پھر منگل، بدھ، جمعرات...... وسط ہے، درمیان ہے اور حضور ﷺ کے مزاج میں بھی اعتدال ہے یہ امت بھی درمیانی ہے۔

وکذالک جعلنکم امۃ وسطا...... [البقرہ: ۲/۱۴۳]

پھر ایک حکمت اور بھی بڑی عجیب بیان کی، فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے مختلف دنوں میں مختلف چیزوں کو پیدا کیا۔ حدیث میں آتا ہے اللہ نے نور کو پیدا کیا بدھ کے دن، نور بدھ میں پیدا ہوا اور علم نور ہے اس لیے علماء جب کتابیں شروع کراتے ہیں مدارس میں تو بدھ کے دن کراتے ہیں۔ ہمارے ہاں عموماً پڑھائی شروع ہوتی ہے تو بدھ کے دن ہوتی ہے، کیوں؟ صرف اسی وجہ سے کہ اللہ نے نور کو بدھ کے دن پیدا کیا تھا اور علم بھی نور من اللہ، اللہ کا نور ہے۔ پہاڑوں کو اللہ نے منگل کے دن پیدا کیا تھا اور دوستو درختوں کو اللہ نے سوموار کے دن پیدا کیا تھا۔ درخت پیر کے دن پیدا ہوئے درخت سے مراد نباتات ہیں نباتات میرے اللہ نے پیر کے دن پیدا کیے۔ تو گویا میری تمہاری روزی پیر کو بنی، میرا تمہارا رزق پیر کو بنا، میری تمہاری خوراک پیر کے دن بنی اور میری تمہاری کھانے کی چیزیں پیر کے دن بنیں۔ میرے اللہ نے حضور ﷺ کو بھی پیر کے دن بھیجا کہ تمہاری جسمانی خوراک بھی پیر کو آئی، میں تمہاری روحانی خوراک بھی پیر کو دے رہا ہوں، سوموار کو دے رہا ہوں۔ اس لیے دن سوموار کا چنا اور وقت فجر کا چنا، وقت فجر کا تھا:

اِنَّ قرآن الفجر کان مشھودًا...... [الاسراء: ۱۷/۷۸]

فرشتوں کے آنے کا وقت ہے، اللہ کی رحمت کے نزول کا وقت ہے، دن کی ابتدا ہے، سویرے کا وقت ہے، اندھیرے کے ٹلنے کا وقت ہے اور سویرے کے آنے کا وقت ہے۔ اور فجر کے وقت حضور ﷺ تشریف لائے۔ تو اشارہ ہو گیا اب اندھیرا ٹلنے والا ہے لوگو اب ہدایت کا نور آنے والا ہے، جیسے فجر آتی ہے تو سورج لاتی ہے۔ فرمایا جیسے وہ مادی سورج آئے گا آفتاب آئے گا، آج فجر کے وقت آفتابِ نبوت طلوع کر رہا ہے:

یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا...... [الاحزاب: ۳۳/۴۵،۴۶]

"یہ شاہد بھی ہے یہ نذیر بھی ہے یہ بشیر بھی ہے یہ مبشر بھی ہے یہ داعی الی اللہ بھی ہے یہ سراج منیر بھی ہے۔"

یہ چمکتا ہوا سورج بھی ہے یہ چمکتا ہوا چراغ بھی ہے وقت فجر کا تھا اور نام کیا رکھا سارے کہہ دو محمد! سب کہہ دو صلی اللہ علیہ وسلم۔ سبحان اللہ! یہ نام بھی اللہ نے اپنے حبیب کے لیے چھپا کے رکھا تھا جچتا ہی حضور کو تھا محمد کا کیا معنیٰ ہوتا ہے اس کے لیے مستقل وقت چاہیے پھر کبھی بیان کروں گا انشاء اللہ کہ حضور کو محمد کیوں کہتے ہیں محمد کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ اور علماء نے اس اسم محمد کے کمالات بیان کیے...... تم لڑتے رہتے ہو انگوٹھے چومیں یا نہ چومیں...... تم درود پڑھو تمہیں چومنے کی ضرورت ہی نہیں اللہ نے اپنے حبیب کا نام ہی اسی طرح بنایا ہے کہ جب اپنے نبی کا نام لیتے ہو تو لب ایک دوسرے کو خود چوم لیتے ہیں...... ایک بار نہیں دو بار چوم لیتے ہیں...... کہو محمد! کیسے چوما؟ صلی اللہ علیہ وسلم!!

درود پڑھنے کی فضیلت اور اہمیت

تم درود پڑھو فضیلت درود پڑھنے کی ہے...... ایک بار پڑھو دس نیکیاں، دس رحمتیں، دس گناہ معاف، دس درجے بلند، تم درود پڑھو زمین پر شجا عباد میں رب پہنچائے گا روضہ رسول پر صلی اللہ علیہ وسلم۔ درود پڑھو ضرور پڑھو صبح پڑھو شام پڑھو دن پڑھو رات پڑھو، میرا تو ایمان اور عقیدہ ہے قسم خدا کی نماز میں درود نہ ہو نماز قبول نہیں...... لوگو تلاوت کے

بعد اور وظیفہ کے بعد درود نہ ہو تو وظیفہ قبول نہیں...... دعا میں درود نہ ہو تو دعا قبول نہیں۔ اللہ نے درود میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ درود پڑھو مصیبتیں ٹلیں گی...... درود پڑھو رب کا قرب ملے گا...... درود پڑھو نبی کی جنت میں رفاقت ملے گی...... درود پڑھو حضور کی شفاعت ملے گی...... درود پڑھو اللہ کے نبی کا پیار ملے گا اور درود پڑھو اللہ کی طرف سے برکتیں ملیں گی!!
لیکن پڑھو ایسے جیسے حضور ﷺ نے فرمایا، حضور ﷺ نے سکھایا اور وہی پڑھو جو حضور ﷺ نے عطا کیا۔ نماز اپنی طرف سے بنی بنائی نہیں پڑھتے...... روزہ اپنا بنا بنایا نہیں رکھتے...... حج اپنا بنا بنایا نہیں کرتے...... درود بھی اپنا نہ بنایا کرو! درود بھی وہی پڑھو جو حضور ﷺ نے خود سکھائے اور وہ جملے الفاظ موجود ہیں جو حضور ﷺ نے سکھائے۔

میں کتنی خوبصورت حضور ﷺ کی تعریف کروں خدا کی قسم میری زبان میں وہ تاثیر نہیں ہے، یہ گندی زبان ہے، گناہوں سے لبریز زبان ہے، میرا گندا وجود ہے گناہوں سے لبریز ہے اور جو جملے میرے آقا کی زبان سے نکلے، وہ مطہر زبان ہے...... منزہ زبان ہے...... پاک زبان ہے...... صاف زبان ہے...... وحی والی زبان ہے...... سچ بولنے والی زبان ہے...... قرآن پڑھنے والی زبان ہے...... اس میں جو تاثیر ہوگی پوری کائنات کی کہی ہوئی بات میں وہ تاثیر نہیں جو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمائے ہوئے بول میں تاثیر ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں مسنون عمل کرو مسنون درود پڑھو۔

اللہ ہم سب کو حضور کی سچی محبت اور سچی غلامی نصیب فرمائے۔ آمین

......☆......

سیرت النبی ﷺ اور ہماری زندگی

(از) شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ

الحمد لله نحمدهٗ ونستعينهٗ ونستغفرهٗ ونؤمن بهٖ ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرورِ انفسنا ومن سيّئٰت اعمالنا من يهده الله فلا مضل لهٗ ومن يضللهٗ فلا هادى لهٗ ونشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لاشريک لهٗ ونشهد انّ سيّدنا ونبينا ومولانا محمّدًا عبدهٗ ورسولهٗ صلّى الله تعالٰى عليه وعلٰى آلهٖ واصحابهٖ وبارک وسلم تسليمًا كثيرًا كثيرًا. اما بعد، فاعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم. بسم الله الرحمٰن الرحيم. لقد كان لكم فى رسول الله اسوةٌ حسنةٌ لمن كان يرجوا الله واليوم الأخر وذكر الله كثيرًا. (الاحزاب: ۲۱)

امنت بالله صدق الله مولانا العظيم وصدق رسولهٗ النبى الكريم ونحن علٰى ذالک من الشاهدين والشاكرين والحمد لله رب العالمين.

آپ کا تذکرہ باعثِ سعادت

۱۲ ربیع الاوّل ہمارے معاشرے، ہمارے ملک اور خاص کر برصغیر میں باقاعدہ ایک جشن اور ایک تہوار کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ جب ربیع الاوّل کا مہینہ آتا ہے تو سارے ملک میں سیرت النبی اور میلاد النبی کا ایک غیر متناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک تذکرہ اتنی بڑی سعادت ہے کہ اس کے برابر کوئی اور سعادت نہیں ہوسکتی۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں آپ کے مبارک تذکرہ کو اس ماہ ربیع الاول کے ساتھ بلکہ صرف ۱۲ ربیع الاول کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے، اور یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ ۱۲ ربیع الاول کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ اس لئے آپ کا یوم ولادت منایا جائے گا۔ اور اس میں آپ کی سیرت اور ولادت کا بیان ہوگا۔

لیکن یہ سب کچھ کرتے وقت ہم یہ بات بھول جاتے ہیں کہ جس ذات اقدس کی سیرت کا یہ بیان ہو رہا ہے، اور جس ذات اقدس کی ولادت کا یہ جشن منایا جا رہا ہے، خود اس ذات اقدس کی تعلیم کیا ہے؟ اور اس تعلیم کے اندر اس قسم کا تصور موجود ہے یا نہیں؟

تاریخ انسانیت کا عظیم واقعہ

اس میں کسی مسلمان کو شبہ نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دنیا میں تشریف لانا، تاریخ انسانیت کا اتنا عظیم واقعہ ہے کہ اس سے زیادہ عظیم، اس سے زیادہ پُرمسرت، اس سے زیادہ مبارک اور مقدس واقعہ اس روئے زمین پر پیش نہیں آیا، انسانیت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا نور ملا، آپ کی مقدس شخصیت کی برکات نصیب ہوئیں، یہ اتنا بڑا واقعہ ہے کہ تاریخ کا اور کوئی واقعہ اتنا بڑا نہیں ہوسکتا، اور اگر اسلام میں کسی کی یوم پیدائش منانے کا کوئی تصور ہوتا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یوم پیدائش سے زیادہ کوئی دن اس بات کا مستحق نہیں تھا کہ اس کو منایا جائے، اور اس کو عید قرار دیا جائے، لیکن نبوت کے بعد آپ ۲۳ سال اس دنیا میں تشریف فرما رہے، اور ہر سال ربیع الاول کا مہینہ آتا تھا، لیکن نہ صرف یہ کہ آپ نے ۱۲ ربیع الاول کو یوم پیدائش نہیں منایا، بلکہ آپ کے کسی صحابی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ نہیں گزرا کہ چونکہ ۱۲ ربیع الاول آپ کی پیدائش کا دن ہے۔ اس لئے اس کو کسی خاص طریقے سے منانا چاہئے۔

۱۲ ربیع الاول اور صحابہ کرام

اس کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور تقریباً سوا لاکھ صحابہ کرام کو اس دنیا میں چھوڑ گئے، وہ صحابہ کرام ایسے تھے کہ سرکار دو عالم صلی

اللہ علیہ وسلم ایک سانس کے بدلے اپنی پوری جان نچھاور کرنے کے لئے تیار تھے۔ آپ کے جانثار، آپ پر فداکار، آپ کے عاشقِ زار تھے۔ لیکن کوئی ایک صحابی ایسا نہیں ملے گا جس نے اہتمام کر کے یہ دن منایا ہو، یا اس دن کوئی جلسہ منعقد کیا ہو۔ یا کوئی جلوس نکالا ہو، یا کوئی چراغاں کیا ہو، یا کوئی جھنڈیاں سجائی ہوں، صحابہ کرامؓ نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ اس لئے کہ اسلام کوئی رسموں کا دین نہیں ہے۔ جیسا کہ دوسرے اہلِ مذاہب ہیں کہ ان کے ہاں چند رسومات ادا کرنے کا نام دین ہے۔ جب وہ رسمیں ادا کر لیں تو بس پھر چھٹی ہوگئی۔ بلکہ اسلام عمل کا دین ہے، اور یہ تو جنم روگ ہے۔ یہ پیدائش سے لے کر مرتے دم تک ہر انسان اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہے۔ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع میں لگا رہے۔

''کرسمس'' کی ابتدا

یومِ پیدائش منانے کا یہ تصور ہمارے یہاں عیسائیوں سے آیا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یومِ پیدائش کرسمس کے نام سے ۲۵ ردسمبر کو منایا جاتا ہے۔ تاریخ اٹھا کر دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے تقریباً تین سو سال تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یومِ پیدائش منانے کا کوئی تصور نہیں تھا، آپ کے حواریین اور صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے یہ دن نہیں منایا، تین سو سال کے بعد کچھ لوگوں نے یہ بدعت شروع کر دی۔ اور یہ کہا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یومِ پیدائش منائیں گے۔ اس وقت بھی جو لوگ دینِ عیسوی پر پوری طرح عمل پیرا تھے، انہوں نے ان سے کہا کہ تم نے یہ سلسلہ کیوں شروع کیا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں تو یومِ پیدائش منانے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس میں کیا حرج ہے؟ یہ کوئی ایسی بُری بات تو نہیں ہے، بس ہم اس دن جمع ہو جائیں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کریں گے۔ ان کی تعلیمات کو یاد دلائیں گے، اور اس کے ذریعہ سے لوگوں میں ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کا شوق پیدا ہوگا، اس لئے ہم کوئی گناہ کا کام تو نہیں کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہ کہہ کر یہ سلسلہ شروع کر دیا۔

''کرسمس'' کی موجودہ صورتحال

چنانچہ شروع شروع میں تو یہ ہوا کہ جب ۲۵/دسمبر کی تاریخ آتی تو چرچ میں ایک اجتماع ہوتا، ایک پادری صاحب کھڑے ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور آپ کی سیرت بیان کر دیتے۔ اس کے بعد اجتماع برخواست ہو جاتا۔ گویا کہ بے ضرر اور معصوم طریقے پر یہ سلسلہ شروع ہوا۔ لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انہوں نے سوچا کہ ہم پادری کی تقریر تو کرا دیتے ہیں، مگر وہ خشک قسم کی تقریر ہوتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نوجوان اور شوقین مزاج لوگ تو اس میں شریک نہیں ہوتے، اس لئے اس کو ذرا دلچسپ بنانا چاہئے، تا کہ لوگوں کے لئے دل کش ہو۔ اور اس کو دلچسپ بنانے کے لئے اس میں موسیقی ہونی چاہئے، چنانچہ اس کے بعد موسیقی پر نظمیں پڑھی جانے لگیں، پھر انہوں نے دیکھا کہ موسیقی سے بھی کام نہیں چل رہا ہے، اس لئے اس میں ناچ گانا بھی ہونا چاہئے، چنانچہ پھر ناچ گانا بھی اس میں شامل ہو گیا، پھر سوچا کہ اس میں کچھ تماشے بھی ہونے چاہئیں۔ چنانچہ ہنسی مذاق کے کھیل تماشے شامل ہو گئے۔ چنانچہ ہوتے ہوتے یہ ہوا کہ وہ کرسمس جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات بیان کرنے کے نام پر شروع ہوا تھا، اب وہ عام جشن کی طرح ایک جشن بن گیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ناچ گانا اس میں، موسیقی اس میں، شراب نوشی اس میں، قمار بازی اور جوا اس میں، گویا کہ اب دنیا بھر کی ساری خرافات کرسمس میں شامل ہو گئیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پیچھے رہ گئیں۔

''کرسمس'' کا انجام

اب آپ دیکھ لیجئے کہ مغربی ممالک میں جب کرسمس کا دن آتا ہے، تو اس میں کیا طوفان برپا ہوتا ہے، اس ایک دن میں اتنی شراب پی جاتی ہے کہ پورے سال اتنی شراب نہیں پی جاتی، اس ایک دن میں اتنے حادثات ہوتے ہیں کہ پورے سال اتنے حادثات نہیں ہوتے، اسی ایک دن میں عورتوں کی عصمت دری اتنی ہوتی ہے کہ پورے سال اتنی نہیں ہوتی اور یہ سب کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم پیدائش کے نام پر ہو رہا ہے۔

میلاد النبی کی ابتداء

اللہ تعالیٰ انسان کی نفسیات اور اس کی کمزوریوں سے واقف ہیں، اللہ تعالیٰ یہ جانتے تھے کہ اگر اس کو ذرا سا شوشہ دیا گیا تو یہ کہاں سے کہاں بات کو پہنچائے گا۔ اس واسطے کسی کے دن منانے کا کوئی تصور ہی نہیں رکھا جس طرح "کرسمس" کے ساتھ ہوا، اسی طرح یہاں بھی ہوا کہ کسی بادشاہ کے دل میں خیال آ گیا کہ جب عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یوم پیدائش مناتے ہیں تو ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش کیوں نہ منائیں؟ چنانچہ یہ کہہ کر اس بادشاہ نے میلاد کا سلسلہ شروع کر دیا، شروع میں یہاں بھی یہی ہوا کہ میلاد ہوا، جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بیان ہوا۔ اور کچھ نعتیں پڑھی گئیں۔ لیکن اب آپ دیکھ لیں کہ کہاں تک نوبت پہنچ چکی ہے۔

یہ ہندوانہ جشن ہے

تو حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود الحمدللہ وہاں تک ابھی نوبت نہیں پہنچی جس طرح عیسائیوں کے ہاں پہنچ چکی ہے۔ لیکن اب بھی دیکھ لو کہ سڑکوں پر کیا ہو رہا ہے، کس طرح روضۂ اقدس کی شبیہیں کھڑی کی ہوئی ہیں، کس طرح کعبہ شریف کی شبیہیں کھڑی کی ہوئی ہیں۔ کس طرح لوگ اس کے اردگرد طواف کر رہے ہیں کس طرح اس کے چاروں طرف ریکارڈنگ ہو رہی ہے، کس طرح چراغاں کیا جا رہا ہے، اور کس طرح جھنڈیاں سجائی جا رہی ہیں، معاذ اللہ ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا کوئی جشن نہیں ہے۔ بلکہ جیسے ہندوؤں اور عیسائیوں کے عام جشن ہوتے ہیں اس طرح کا کوئی جشن ہے اور رفتہ رفتہ ساری خرابیاں اس میں جمع ہو رہی ہیں۔

یہ اسلام کا طریقہ نہیں

سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ سب کچھ دین کے نام پر ہو رہا ہے، اور یہ سب کچھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام پر ہو رہا ہے، اور سب کچھ یہ سوچ کر ہو رہا ہے کہ یہ بڑے اجر و ثواب کا کام ہے، اور یہ خیال کر رہے ہیں کہ آج ۱۲ ربیع الاول کو چراغاں کر کے، اور اپنی عمارتوں کو روشن کر کے، اور اپنے راستوں کو سجا کر ہم نے حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا حق ادا کر دیا، اور اگر ان سے پوچھا جائے کہ آپ دین پر عمل نہیں کرتے؟ تو جواب دیتے ہیں کہ ہمارے یہاں تو میلاد ہوتا ہے، ہمارے یہاں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یوم پیدائش پر چراغاں ہوتا ہے، اس طرح دین کا حق ادا ہو رہا ہے۔ حالانکہ یہ طریقہ اسلام کا طریقہ نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں ہے۔ آپ کے صحابہ کرامؓ کا طریقہ نہیں ہے۔ اور اگر اس طریقے میں خیر و برکت ہوتی تو ابو بکر صدیقؓ، فاروقِ اعظمؓ، عثمان غنیؓ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اس سے چوکنے والے نہیں تھے۔

بنیے سے سیانا سو باؤلا

میرے والد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ ہندی زبان کی ایک مثل اور کہاوت سنایا کرتے تھے کہ ان کے یہاں یہ کہاوت بہت مشہور ہے کہ:

(بنیے سے سیانا سو باؤلا)

یعنی اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں تجارت میں بنیے سے زیادہ سیانا اور ہوشیار ہوں، اور اس سے زیادہ تجارت جانتا ہوں، تو وہ باؤلا اور پاگل ہے اس لئے کہ حقیقت میں تجارت کے اندر کوئی شخص بنیے سے زیادہ سیانا نہیں ہو سکتا یہ کہاوت سنانے کے بعد حضرت والد صاحب فرماتے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں صحابہ کرامؓ سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق ہوں اور صحابہ کرامؓ سے زیادہ محبت رکھنے والا ہوں، وہ حقیقت میں پاگل ہے، بے وقوف اور احمق ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرامؓ سے بڑا عاشق اور محب کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

آپ کا مقصدِ بعثت کیا تھا؟

صحابہ کرامؓ کا یہ حال تھا کہ نہ جلوس ہے، نہ جلسہ ہے، نہ چراغاں ہے نہ جھنڈی ہے اور نہ سجاوٹ ہے۔ لیکن ایک چیز ہے، وہ یہ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ زندگیوں میں رچی ہوئی ہے۔ ان کا ہر دن سیرت طیبہ کا دن ہے، ان کا ہر لمحہ سیرت طیبہ کا لمحہ ہے، ان کا ہر کام سیرت طیبہ کا کام ہے، کوئی کام ایسا نہیں تھا جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے خالی ہو۔ چونکہ وہ جانتے تھے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے کہ اپنا دن منوائیں اور اپنی تعریفیں کرائیں، اپنی شان میں

قصیدے پڑھوائیں، خدانہ کرے اگر یہ مقصود ہوتا تو جس وقت کفارِ مکہ نے آپ کو یہ پیش کش کی تھی کہ اگر آپ سردار بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار بنانے کے لئے تیار ہیں۔ اگر آپ مال ودولت کے طلب گار ہیں تو مال ودولت کے ڈھیر آپ کے قدموں میں لانے کے لئے تیار ہیں، اگر آپ حسن و جمال کے طلب گار ہیں تو عرب کا منتخب حسن و جمال آپ کی خدمت میں نذر کیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ آپ اپنی تعلیمات کو چھوڑ دیں، اور یہ دعوت کا کام چھوڑ دیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ چیزیں مطلوب ہوتیں تو آپ ان کی اس پیش کش کو قبول کر لیتے۔ سرداری بھی ملتی، روپیہ پیسہ بھی مل جاتا، اور دنیا کی ساری نعمتیں حاصل ہو جاتیں۔ لیکن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میرے ایک ہاتھ میں آفتاب اور ایک ہاتھ میں ماہتاب بھی لا کر رکھ دو گے تب بھی میں اپنی تعلیمات سے ہٹنے والا نہیں ہوں۔

کیا آپ دنیا میں اس لئے تشریف لائے تھے کہ لوگ میرے نام پر عید میلاد النبی منائیں؟ بلکہ آپ کے آنے کا منشاء وہ ہے جو قرآن کریم نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ:

لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوا الله واليوم الأخر وذكر الله كثيرًا. (الاحزاب: ۲۱)

یعنی ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے پاس بہترین نمونہ بنا کر بھیجا ہے، تاکہ تم ان کی نقل اتارو، اور اس شخص کے لئے بھیجا ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو، اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہو۔

انسان نمونے کا محتاج ہے

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نمونے کی کیا ضرورت ہے؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نازل فرمادی تھی، ہم اس کو پڑھ کر اس کے احکام پر عمل کر لیتے؟ بات دراصل یہ ہے کہ نمونے بھیجنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ انسان کی فطرت اور جبلت یہ ہے کہ صرف کتاب اس کی اصلاح کے لئے اور اس کو کوئی فن، کوئی علم و ہنر سکھانے کے لئے کافی نہیں ہوتی، بلکہ انسان کو سکھانے کے لئے کسی مربی کے عملی نمونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب تک نمونہ سامنے نہیں ہوگا، اس وقت تک محض کتاب پڑھنے سے کوئی علم اور کوئی فن نہیں

آئے گا، یہ چیز اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت میں داخل فرمائی ہے۔

ڈاکٹر کیلئے ''ہاؤس جاب'' لازم کیوں؟

ایک انسان اگر یہ سوچے کہ میڈیکل سائنس پر کتابیں لکھی ہوئی ہیں، میں ان کتابوں کو پڑھ کر دوسروں کا علاج شروع کر دوں۔ وہ پڑھنا بھی جانتا ہے۔ سمجھ دار بھی ہے۔ ذہین بھی ہے، اور اس نے کتابیں پڑھ کر علاج شروع کر دیا، تو وہ سوائے قبرستان آباد کرنے کے کوئی اور خدمت انجام نہیں دے گا۔

چنانچہ دنیا بھر کا قانون یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کرلی، اس کو اس وقت تک عام پریکٹس کرنے کی اجازت نہیں، جب تک وہ ایک مدت تک ہاؤس جاب نہ کرے، اور جب تک کسی ہسپتال میں کسی ماہر ڈاکٹر کی نگرانی میں عملی نمونہ نہیں دیکھے گا اس وقت تک صحیح ڈاکٹری نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ اس نے اب تک بہت سی چیزوں کو صرف کتاب میں پڑھا ہے، ابھی اس کے عملی نمونے اس کے سامنے نہیں آئے۔ اب مرض، کتابی تفصیل کے ساتھ۔ اس کی عملی صورت مریض کی شکل میں دیکھ کر اسے صحیح معنی میں علاج کرنا آئے گا اس کے بعد اس کو عام پریکٹس کی اجازت دے دی جائے گی۔

کتاب پڑھ کر قورمہ نہیں بنا سکتے

کھانے پکانے کی کتابیں بازار میں چھپی ہوئی موجود ہیں، اور ان میں ہر چیز کی ترکیب لکھی ہوئی ہے کہ بریانی اس طرح بنتی ہے، پلاؤ اس طرح بنتا ہے، کباب اس طرح بنتے ہیں، قورمہ اس طرح بنتا ہے۔ اب ایک آدمی ہے جس نے آج تک کبھی کھانا نہیں بنایا، کتاب سامنے رکھ کر اور اس میں ترکیب پڑھ کر قورمہ بنالے، خدا جانے وہ کیا چیز تیار کرے گا۔ ہاں اگر کسی استاد اور جاننے والے نے اس کو سامنے بیٹھا کر بتادیا کہ دیکھو، قورمہ اس طرح بنتا ہے، اور اس کی عملی تربیت دے دی، پھر وہ شاندار طریقے سے بنالے گا۔

تنہا کتاب کافی نہیں

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت یہ رکھی ہے کہ جب تک کسی مربی کا عملی نمونہ اس کے سامنے نہ ہو، اس وقت تک وہ صحیح راستے پر صحیح طریقے پر نہیں آسکتا۔ اور

کوئی علم وفن صحیح طور پر نہیں سیکھ سکتا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا جو سلسلہ جاری فرمایا، وہ درحقیقت اسی مقصد کو بتانے کے لئے تھا کہ ہم نے کتاب تو بھیج دی۔ لیکن تنہا کتاب تمہاری رہنمائی کے لئے کافی نہیں ہوگی۔ جب تک اس کتاب پر عمل کرنے کے لئے نمونہ تمہارے سامنے نہ ہو، اس لئے قرآن کریم یہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس غرض کے لئے بھیجا ہے کہ تم یہ دیکھو کہ یہ قرآنِ کریم تو ہماری تعلیمات ہیں اور یہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری تعلیمات پر عمل کرنے کا نمونہ ہیں۔

تعلیمات نبوی کا نور درکار ہے

قرآن کریم نے ایک اور جگہ پر کیا خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا کہ:

قد جاء کم من اللّٰہ نورٌ وّکتابٌ مّبینٌ. (المائدہ: ۱۵)

یعنی تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تو کھلی کتاب یعنی قرآن آیا ہے، اور اس کے ساتھ ایک نور آیا ہے، اس سے اشارہ اس بات کی طرف کر دیا کہ اگر کسی کے پاس کتاب موجود ہے، اور کتاب میں سب کچھ لکھا ہے۔ لیکن اس کے پاس روشنی نہیں ہے، نہ سورج کی روشنی ہے، نہ دن کی روشنی ہے، نہ بجلی کی روشنی ہے، نہ چراغ کی روشنی، بلکہ اندھیرا ہے۔ اس لئے اب روشنی کے بغیر اس کتاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اسی طرح اگر دن کی روشنی موجود ہے، بجلی کی روشنی موجود ہے، لیکن آنکھ کی روشنی نہیں ہے۔ تب بھی کتاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ لہٰذا جس طرح روشنی کے بغیر کتاب سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا، اسی طرح ہم نے قرآن کریم کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا نور بھیجا ہے جب تک تعلیمات کا یہ نور تمہارے پاس نہیں ہوگا، تم قرآن کریم نہیں سمجھ سکو گے، اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ تمہیں نہیں آئے گا۔

حضور ﷺ کی تعلیمات سراپا نور ہیں

اب بعض نااہل اور ناقدرشناس لوگ اس آیات کا یہ مطلب نکالتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی اعتبار سے بشر نہیں تھے بلکہ ''نور'' تھے۔ ارے یہ تو دیکھو کہ یہ بجلی کا نور، یہ ٹیوب لائٹ کا نور، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے نور کے آگے کیا

کوئی علم وفن صحیح طور پر نہیں سیکھ سکتا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا جو سلسلہ جاری فرمایا، وہ درحقیقت اسی مقصد کو بتانے کے لئے تھا کہ ہم نے کتاب تو بھیج دی۔ لیکن تنہا کتاب تمہاری رہنمائی کے لئے کافی نہیں ہوگی۔ جب تک اس کتاب پر عمل کرنے کے لئے نمونہ تمہارے سامنے نہ ہو، اس لئے قرآن کریم یہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس غرض کے لئے بھیجا ہے کہ تم یہ دیکھو کہ یہ قرآنِ کریم تو ہماری تعلیمات ہیں اور یہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری تعلیمات پر عمل کرنے کا نمونہ ہیں۔

تعلیمات نبوی کا نور درکار ہے

قرآن کریم نے ایک اور جگہ پر کیا خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا کہ:

قد جاء کم من اللّٰہ نورٌ وّ کتابٌ مّبینٌ. (المائدہ: ۱۵)

یعنی تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تو کھلی کتاب یعنی قرآن آیا ہے، اور اس کے ساتھ ایک نور آیا ہے، اس سے اشارہ اس بات کی طرف کر دیا کہ اگر کسی کے پاس کتاب موجود ہے، اور کتاب میں سب کچھ لکھا ہے۔ لیکن اس کے پاس روشنی نہیں ہے، نہ سورج کی روشنی ہے، نہ دن کی روشنی ہے، نہ بجلی کی روشنی ہے، نہ چراغ کی روشنی، بلکہ اندھیرا ہے۔ اس لئے اب روشنی کے بغیر اس کتاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اسی طرح اگر دن کی روشنی موجود ہے، بجلی کی روشنی موجود ہے، لیکن آنکھ کی روشنی نہیں ہے۔ تب بھی کتاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ لہٰذا جس طرح روشنی کے بغیر کتاب سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا، اسی طرح ہم نے قرآن کریم کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا نور بھیجا ہے جب تک تعلیمات کا یہ نور تمہارے پاس نہیں ہوگا، تم قرآن کریم نہیں سمجھ سکو گے، اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ تمہیں نہیں آئے گا۔

حضور ﷺ کی تعلیمات سراپا نور ہیں

اب بعض نااہل اور ناقدر شناس لوگ اس آیات کا یہ مطلب نکالتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی اعتبار سے بشر نہیں تھے بلکہ ''نور'' تھے۔ ارے یہ تو دیکھو کہ یہ بجلی کا نور، یہ ٹیوب لائٹ کا نور، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے نور کے آگے کیا

حیثیت رکھتا ہے؟ درحقیقت اس آیت میں یہ بتلاتا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تعلیم دے رہے ہیں، یہ وہ نور ہے جس کے ذریعے تم کتابِ مبین پر صحیح صحیح عمل کرسکوگے اور اس نمونہ کے بغیر تمہیں صحیح طرح عمل کرنے میں دشواری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس لئے مبعوث فرمایا کہ آپ کی تعلیمات کا نور کتاب اللہ کی عملی تشریح کرے گا۔ یہ تمہیں تربیت دے گا۔ اور تمہارے سامنے ایک عملی نمونہ پیش کرکے دکھائے گا کہ یہ دیکھو۔ اللہ کی کتاب پر اس طرح عمل کیا جاتا ہے، اور اب ہم نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ایک مکمل اور کامل نمونہ بنادیا، یہ ایسا نمونہ ہے کہ انسانیت اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے، اور یہ نمونہ اس لئے بھیجا کہ تم اس کو دیکھو، اور اس کی نقل اتارو، تمہارا کام بس یہی ہے۔

آپ کی ذات ہر شعبہ زندگی کا نمونہ تھی

اگر تم باپ ہو تو یہ دیکھو کہ فاطمہؓ کے باپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کرتے تھے؟ اگر تم شوہر ہو تو یہ دیکھو کہ عائشہؓ اور خدیجہؓ کے شوہر (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کرتے تھے؟ اگر تم حاکم ہو تو یہ دیکھو کہ مدینہ کے حاکم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کس طرح حکومت کی، اگر تم مزدور ہو تو یہ دیکھو کہ مکہ کی پہاڑیوں پر بکریاں چرانے والے مزدور (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کرتے تھے؟ اگر تم تاجر ہو تو یہ دیکھو کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی تجارت میں کیا طریقہ اختیار فرمایا؟ آپ نے تجارت بھی کی، زراعت بھی کی، مزدوری بھی کی، سیاست بھی کی، معیشت بھی کی، زندگی کا کوئی شعبہ نہیں چھوڑا جس میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نمونہ کے طور پر موجود نہ ہو، بس! تم اس نمونے کو دیکھو اور اس کی پیروی کرو، اسی مقصد کے لئے ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے، اس لئے نہیں بھیجا کہ آپ کا یومِ پیدائش منایا جائے، اس لئے نہیں بھیجا کہ آپ کا جشن مناکر یہ سمجھ لیا جائے کہ ہم نے ان کا حق ادا کردیا۔ بلکہ اس لئے بھیجا کہ ان کی ایسی اتباع کرو، جیسی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اتباع کرکے دکھائی۔

مجلس کا ایک ادب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہر آن اس بات کا دھیان تھا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ

وسلم کی اتباع کس طرح ہو؟ صحابہ کرامؓ ویسے ہی صحابہ کرام نہیں بن گئے۔ سنئے، ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے، خطبہ کے دوران آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد کے کناروں پر کھڑے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ آج کل بھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب کوئی تقریر یا جلسہ ہوتا ہے تو کچھ لوگ کناروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں، وہ لوگ نہ تو بیٹھتے ہیں اور نہ جاتے ہیں۔ اس طرح کناروں پر کھڑا ہونا مجلس کے ادب کے خلاف ہے۔ اگر تمہیں سننا ہے تو بیٹھ جاؤ اور اگر نہیں سننا ہے تو جاؤ، اپنا راستہ دیکھو، اس لئے کہ اس طرح کھڑے ہونے سے بولنے والے کا ذہن بھی تشویش میں مبتلا ہوتا ہے اور سننے والوں کا ذہن بھی انتشار کا شکار رہتا ہے۔

اتباع ہو تو ایسی

بہر حال، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کناروں پر کھڑے ہوئے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "بیٹھ جاؤ"، جس وقت آپ نے یہ حکم دیا اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ باہر سڑک پر تھے اور مسجد نبوی کی طرف آرہے تھے اور ابھی مسجد میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ کہ اس وقت ان کے کان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آواز آئی کہ "بیٹھ جاؤ"، آپ وہیں سڑک پر بیٹھ گئے، خطبہ کے بعد جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو بیٹھنے کا حکم ان لوگوں کو دیا تھا جو یہاں مسجد کے کناروں پر کھڑے ہوئے تھے، لیکن تم تو سڑک پر تھے، اور سڑک پر بیٹھنے کو تو میں نے نہیں کہا تھا، تم وہاں کیوں بیٹھ گئے؟...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جب حضور (اقدس صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ ارشاد کان میں پڑ گیا کہ "بیٹھ جاؤ" تو پھر عبداللہ بن مسعود کی مجال نہیں تھی کہ وہ ایک قدم آگے بڑھائے۔

اور یہ بات نہیں تھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس بات کو جانتے نہیں تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سڑک پر بیٹھنے کا حکم نہیں دے رہے تھے، بلکہ اصل بات یہ تھی کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کان میں پڑ گیا کہ "بیٹھ جاؤ" تو اب اس کے بعد قدم نہیں اٹھ سکتا۔ صحابہ کرام کی اتباع کا یہ حال تھا، ویسے ہی صحابہ کرام نہیں بن گئے تھے، عشق و محبت کے دعوے دار تو بہت ہیں لیکن ان صحابہ کرامؓ جیسا عشق کوئی لے کر تو آئے۔

میدانِ جنگ میں ادب کا لحاظ

میدانِ اُحد میں حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیر برسائے جا رہے ہیں، تیروں کی بارش ہو رہی ہے، حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ یہ چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آڑ بن جائیں، لیکن اگر ان تیروں کی طرف سینہ کر کے آڑ بنتے ہیں تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت ہو جاتی ہے اور یہ گوارا نہیں کہ میدانِ جنگ میں بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے اپنا سینہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور پشت کفار کے تیروں کی طرف کر دی اور اس طرح تیروں کو اپنی پشت پر لے رہے تھے، تا کہ جنگ کے میدان میں بھی یہ بے ادبی نہ ہو کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت ہو جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ مسجد نبوی سے بہت دور مکان لے لیا تھا، وہاں رہنے لگے تھے، اور دوری کی وجہ سے وہاں سے روزانہ مسجد نبوی میں حاضری دینا مشکل تھا، چنانچہ ان کے قریب ایک صاحب رہتے تھے، ان سے یہ طے کر لیا تھا کہ ایک دن تم مسجد نبوی چلے جایا کرو، اور ایک دن میں جایا کروں گا۔ جس دن تم جاؤ اس دن واپس آ کر مجھے یہ بتانا کہ آج حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا باتیں ارشاد فرمائیں اور جب میں جایا کروں گا تو میں واپس آ کر تمہیں بتا دیا کروں گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا باتیں ارشاد فرمائیں، تا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی کوئی بات چھوٹنے نہ پائے، اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی چھوٹی باتوں اور سنتوں پر جان دی ہے۔

اپنے آقا کی سنت نہیں چھوڑ سکتا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے موقع پر معاملات طے کرنے کے لئے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی بن کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، وہاں جا کر اپنے چچازاد بھائی کے گھر ٹھہر گئے، اور جب صبح کے وقت مکہ کے سرداروں سے مذاکرات کے

لئے گھر سے جانے لگے تو اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا پاجامہ ٹخنوں سے اوپر آدھی پنڈلی تک تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ تھا کہ ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانا تو بالکل ناجائز ہے، اگر ٹخنوں سے اوپر ہو تو جائز ہے۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول اور عادت یہ تھی کہ آپ آدھی پنڈلی تک اپنا ازار رکھتے تھے، اس سے نیچے نہیں ہوتا تھا...... چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی نے کہا کہ جناب! عربوں کا دستور یہ ہے کہ جس شخص کا ازار اور تہبند جتنا لٹکا ہوا ہو اُتنا ہی اس آدمی کو بڑا سمجھا جاتا ہے، اور سردار قسم کے لوگ اپنی ازار کو لٹکا کر رکھتے ہیں اس لئے اگر آپ اپنی ازار اس طرح اونچی پہن کر ان لوگوں کے پاس جائیں گے تو اس صورت میں ان کی نظروں میں آپ کی وقعت نہیں ہوگی اور مذاکرات میں جان نہیں پڑے گی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب اپنے چچازاد بھائی کی باتیں سنیں تو ایک ہی جواب دیا، فرمایا کہ:

لا اهكذا ازارة صاحبنا صلى الله عليه وسلم......

نہیں میں اپنا ازار اس سے نیچا نہیں کرسکتا، میرے آقا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار ایسا ہی ہے، یعنی اب یہ لوگ مجھے اچھا سمجھیں، یا بُرا سمجھیں، میری عزت کریں یا بے عزتی کریں، جو چاہیں کریں مجھے اسکی کوئی پرواہ نہیں، میں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار دیکھ چکا ہوں، اور آپ کا جیسا ازار ہے ویسا ہی میرا رہے گا اسے میں تبدیل نہیں کرسکتا۔

ان احمقوں کی وجہ سے سنت چھوڑ دوں؟

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، فاتح ایران، جب ایران میں کسریٰ پر حملہ کیا گیا تو اس نے مذاکرات کے لئے آپ کو اپنے دربار میں بلایا، آپ وہاں تشریف لے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو تواضع کے طور پر پہلے ان کے سامنے کھانا لا کر رکھا گیا، چنانچہ آپ نے کھانا شروع کیا، کھانے کے دوران آپ کے ہاتھ سے ایک نوالہ نیچے گر گیا...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ اگر نوالہ نیچے گر جائے تو اس کو ضائع نہ کرو وہ اللہ کا رزق ہے، اور یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے کون سے حصے میں برکت رکھی ہے، اس لئے اس نوالے کی ناقدری نہ کرو، بلکہ اس کو اٹھالو، اگر اس کے اوپر کچھ مٹی لگ گئی ہے تو اس کو صاف کرلو اور پھر کھالو...... چنانچہ جب نوالہ نیچے گرا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ

حدیث یاد آ گئی، اور آپ نے اس نوالے کو اٹھانے کے لئے نیچے ہاتھ بڑھایا، آپ کے برابر ایک صاحب بیٹھے تھے انہوں نے آپ کو کہنی مار کر اشارہ کیا کہ یہ کیا کر رہے ہو، یہ تو دنیا کی سپر طاقت کسریٰ کا دربار ہے، اگر تم اس دربار میں زمین پر گرا ہوا نوالہ اٹھا کر کھاؤ گے تو ان لوگوں کے ذہنوں میں تمہاری وقعت نہیں رہے گی اور یہ سمجھیں گے کہ یہ بڑے ندیدہ قسم کے لوگ ہیں، اس لئے یہ نوالہ اٹھا کر کھانے کا موقع نہیں ہے، آج اس کو چھوڑ دو۔

جواب میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کیا عجیب جملہ ارشاد فرمایا کہ

ء اترک سنة رسول الله صلی الله علیه وسلم لهؤلاء الحمقی؟......

کیا میں ان احمقوں کی وجہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دوں؟ چاہے یہ اچھا سمجھیں، یا بُرا سمجھیں، عزت کریں، یا ذلت کریں، یا مذاق اڑائیں لیکن میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں چھوڑ سکتا۔

کسریٰ کے غرور کو خاک میں ملا دیا

اب بتایئے کہ انہوں نے اپنی عزت کرائی یا آج ہم سنتیں چھوڑ کر کروا رہے ہیں؟ عزت انہوں نے ہی کرائی، اور ایسی عزت کرائی کہ ایک طرف تو سنت پر عمل کرتے ہوئے نوالہ اٹھا کر کھایا، تو دوسری طرف ایران کے وہ کج کلاہ جو غرور کے مجسمے بنے ہوئے تھے، ان کا غرور ایسا خاک میں ملایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ:

اذا هلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدهٗ......

کہ جس دن کسریٰ ہلاک ہوا اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہے، دنیا سے اس کا نام ونشان مٹ گیا۔

اپنا لباس نہیں چھوڑیں گے

اس واقعہ سے پہلے یہ ہوا کہ حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہما جب مذاکرات کے لئے جانے لگے، اور کسریٰ کے محل میں داخل ہونے لگے تو اس وقت وہ اپنا وہی سیدھا سادہ لباس پہنے ہوئے تھے، چونکہ لمبا سفر کر کے آئے تھے اس لئے ہوسکتا ہے کہ وہ کپڑے کچھ میلے بھی ہوں، دربار کے دروازے پر جو دربان تھا، اس نے

آپ کو اندر جانے سے روک دیا، اس نے کہا کہ تم اتنے بڑے بادشاہ کسریٰ کے دربار میں ایسے لباس میں جارہے ہو؟ اور یہ کہہ کر اس نے ایک جبہ دیا کہ آپ یہ جبہ پہن کر جائیں حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ اس دربان سے کہا کہ اگر کسریٰ کے دربار میں جانے کے لئے اس کا دیا ہوا جبہ پہننا ضروری ہے، تو پھر ہمیں اس کے دربار میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں، اگر ہم جائیں گے تو اسی لباس میں جائیں گے اور اگر اس کو اس لباس میں ملنا منظور نہیں تو پھر ہمیں بھی اس سے ملنے کا کوئی شوق نہیں۔ لہٰذا ہم واپس جارہے ہیں۔

تلوار دیکھ لی...... بازو بھی دیکھ

اس دربان نے اندر پیغام بھیجا کہ یہ عجیب قسم کے لوگ آئے ہیں، جو جبہ لینے کو بھی تیار نہیں۔ اس دوران حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار کے اوپر لپٹی ہوئی کترنوں کو درست کرنے لگے، جو تلوار کے ٹوٹے ہوئے حصے پر لپٹی ہوئی تھیں۔ اس چوکیدار نے تلوار دیکھ کر کہا کہ: ذرا مجھے اپنی تلوار تو دکھاؤ، آپ نے وہ تلوار اس کو دے دی، اس نے وہ تلوار دیکھ کر کہا کہ: کیا تم اس تلوار سے ایران فتح کرو گے؟ حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی تک تم نے صرف تلوار دیکھی ہے، تلوار چلانے والا ہاتھ نہیں دیکھا۔ اس نے کہا کہ اچھا ہاتھ بھی دکھا دو، حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاتھ دیکھنا چاہتے ہو تو ایسا کرو کہ تمہارے پاس تلوار کا وار روکنے والی جو سب سے زیادہ مضبوط ڈھال ہو وہ منگوا لو، اور پھر میرا ہاتھ دیکھو۔ چنانچہ وہاں جو سب سے زیادہ مضبوط لوہے کی ڈھال تھی، جس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ کوئی تلوار اس کو نہیں کاٹ سکتی، وہ منگوائی گئی، حضرت ربعی بن عامر نے فرمایا کہ کوئی شخص اس کو میرے سامنے لے کر کھڑا ہو جائے۔ چنانچہ ایک آدمی اس ڈھال کو لے کر کھڑا ہو گیا، تو حضرت ربعی بن عامر نے وہ تلوار جس پر کترنیں لپٹی ہوئی تھیں، اس کا ایک وار جو کیا تو اس ڈھال کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ سب لوگ یہ نظارہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ خدا جانے یہ کیسی مخلوق آ گئی ہے۔

یہ ہیں فاتح ایران

بہرحال! اس کے بعد دربان نے اندر پیغام بھیجا کہ یہ ایک عجیب وغریب مخلوق

آپ کو اندر جانے سے روک دیا، اس نے کہا کہ تم اتنے بڑے بادشاہ کسریٰ کے دربار میں ایسے لباس میں جا رہے ہو؟ اور یہ کہہ کر اس نے ایک جبہ دیا کہ آپ یہ جبہ پہن کر جائیں حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ اس دربان سے کہا کہ اگر کسریٰ کے دربار میں جانے کے لئے اس کا دیا ہوا جبہ پہننا ضروری ہے، تو پھر ہمیں اس کے دربار میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں، اگر ہم جائیں گے تو اسی لباس میں جائیں گے اور اگر اس کو اس لباس میں ملنا منظور نہیں تو پھر ہمیں بھی اس سے ملنے کا کوئی شوق نہیں۔ لہٰذا ہم واپس جا رہے ہیں۔

تلوار دیکھ لی...... بازو بھی دیکھ

اس دربان نے اندر پیغام بھیجا کہ یہ عجیب قسم کے لوگ آئے ہیں، جو جبہ لینے کو بھی تیار نہیں۔ اس دوران حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار کے اوپر لپٹی ہوئی کترنوں کو درست کرنے لگے، جو تلوار کے ٹوٹے ہوئے حصے پر لپٹی ہوئی تھیں۔ اس چوکیدار نے تلوار دیکھ کر کہا کہ: ذرا مجھے اپنی تلوار تو دکھاؤ، آپ نے وہ تلوار اس کو دے دی، اس نے وہ تلوار دیکھ کر کہا کہ: کیا تم اس تلوار سے ایران فتح کرو گے؟ حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی تک تم نے صرف تلوار دیکھی ہے، تلوار چلانے والا ہاتھ نہیں دیکھا۔ اس نے کہا کہ اچھا ہاتھ بھی دکھا دو، حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاتھ دیکھنا چاہتے ہو تو ایسا کرو کہ تمہارے پاس تلوار کا وار روکنے والی جو سب سے زیادہ مضبوط ڈھال ہو وہ منگوا لو، اور پھر میرا ہاتھ دیکھو۔ چنانچہ وہاں جو سب سے زیادہ مضبوط لوہے کی ڈھال تھی، جس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ کوئی تلوار اس کو نہیں کاٹ سکتی، وہ منگوائی گئی، حضرت ربعی بن عامر نے فرمایا کہ کوئی شخص اس کو میرے سامنے لے کر کھڑا ہو جائے۔ چنانچہ ایک آدمی اس ڈھال کو لے کر کھڑا ہو گیا، تو حضرت ربعی بن عامر نے وہ تلوار جس پر کترنیں لپٹی ہوئی تھیں، اس کا ایک وار جو کیا تو اس ڈھال کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ سب لوگ یہ نظارہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ خدا جانے یہ کیسی مخلوق آ گئی ہے۔

یہ ہیں فاتح ایران

بہرحال! اس کے بعد دربان نے اندر پیغام بھیجا کہ یہ ایک عجیب و غریب مخلوق

آئی ہے۔ جو نہ تمہارا دیا ہوا لباس پہنتی ہے، اور ان کی تلوار جو بظاہر تو ٹوٹی پھوٹی نظر آتی ہے، لیکن اس نے ڈھال کے دو ٹکڑے کر دیے، چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ان کو اندر بلوایا گیا......

کسریٰ کے دربار کا دستور یہ تھا کہ وہ خود تو کرسی پر بیٹھا رہتا تھا اور سارے درباری سامنے کھڑے رہتے تھے...... حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے کسریٰ سے کہا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے پیروکار ہیں، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات سے منع کیا ہے کہ ایک آدمی بیٹھا رہے اور باقی آدمی اس کے سامنے کھڑے رہیں، لہٰذا ہم اس طرح سے مذاکرات کرنے کے لئے تیار نہیں، یا تو ہمارے لئے بھی کرسیاں منگوائی جائیں یا کسریٰ بھی ہمارے سامنے کھڑا ہو...... کسریٰ نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ تو ہماری توہین کرنے کے لئے آ گئے، چنانچہ اس نے حکم دیا کہ ایک مٹی کا ٹوکرا بھر کر ان کے سر پر رکھ کر ان کو واپس روانہ کر دو، میں ان سے بات نہیں کرتا، چنانچہ ایک مٹی کا ٹوکرا ان کو دے دیا گیا۔ حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ جب دربار سے نکلنے لگے تو جاتے ہوئے یہ کہا کہ: اے کسریٰ! یہ بات یاد رکھنا کہ تم نے ایران کی مٹی ہمیں دے دی۔ یہ کہہ کر روانہ ہو گئے......

ایرانی لوگ بڑے توہم پرست قسم کے لوگ تھے، انہوں نے سوچا کہ یہ جو کہا کہ "ایران کی مٹی ہمیں دے دی"، یہ تو بڑی بدفالی ہو گئی۔ اب کسریٰ نے فوراً ایک آدمی پیچھے دوڑایا کہ جاؤ جلدی سے وہ مٹی کا ٹوکرا واپس لے آؤ۔ اب حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ کہاں ہاتھ آنے والے تھے، چنانچہ وہ لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا تھا کہ ایران کی مٹی انہی ٹوٹی ہوئی تلوار والوں کے ہاتھ میں ہے۔

آج مسلمان ذلیل کیوں؟

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اتباع میں، آپ کی سنتوں کی تعمیل میں، ان حضرات صحابہ نے دنیا بھر میں اپنا لوہا منوایا، اور آج ہم پر یہ خوف مسلط ہے کہ اگر فلاں سنت پر عمل کر لیا، تو لوگ کیا کہیں گے؟ اگر فلاں سنت پر عمل کر لیا تو دنیا والے مذاق اڑائیں گے۔ انگلینڈ مذاق اڑائے گا، فلاں ملک والے مذاق اڑائیں گے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ساری دنیا میں آج ذلیل ہو رہے ہیں، آج دنیا کی ایک تہائی آبادی مسلمانوں کی ہے، آج دنیا میں جتنے مسلمان ہیں، اتنے مسلمان اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے، اور آج

مسلمانوں کے پاس جتنے وسائل ہیں، اتنے وسائل اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے، لیکن حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ تمہاری تعداد تو بہت ہوگی لیکن تم ایسے ہو گے جیسے سیلاب میں بہتے ہوئے تنکے ہوتے ہیں، جن کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہوتا، آج ہمارا یہ حال ہے کہ اپنے دشمنوں کو راضی کرنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردیا۔ اپنے اخلاق چھوڑے، اپنے اعمال چھوڑے، اپنی سیرتیں چھوڑیں، اپنے کردار چھوڑے، اور اپنی صورت تک بدل ڈالی، سر سے لے کر پاؤں تک ان کی نقل اتار کر یہ دکھادیا کہ ہم تمہارے غلام ہیں، لیکن وہ پھر بھی خوش نہیں ہیں، اور روزانہ پٹائی کرتے ہیں، کبھی اسرائیل پٹائی کررہا ہے۔ کبھی کوئی دوسرا ملک پٹائی کررہا ہے، لہٰذا ایک مسلمان جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دے گا تو یادرکھو اس کے لئے ذلت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ہنسے جانے سے جب تک ڈرو گے

ایک شاعر گزرے ہیں اسعد ملتانی مرحوم، انہوں نے بڑے اچھے حکیمانہ شعر کہے ہیں، فرماتے ہیں کہ:

کسی کا آستانہ اونچا ہے اتنا
کہ سر جھک کر بھی اونچا ہی رہے گا
ہنسے جانے سے جب تک تم ڈرو گے
زمانہ تم پر ہنستا ہی رہے گا

جب تک تم اس بات سے ڈرو گے کہ فلاں ہنسے گا، فلاں مذاق اڑائے گا تو زمانہ ہنستا ہی رہے گا، اور دیکھ لو کہ ہنس رہا ہے، اور اگر تم نے نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بارک پر اپنا سر رکھ دیا اور آپ کی سنتوں کی اتباع کرلی تو پھر دیکھو کہ دنیا تمہاری کیسی عزت کرتی ہے۔

صاحب ایمان کے لئے اتباع سنت لازم ہے

یہاں ایک بات اور عرض کردوں، وہ یہ کہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ سنتیں چھوڑنے سے ذلت ہوتی ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سارے کفار و مشرکین،

امریکہ اور دوسرے یورپی ممالک والے، سب نے سنتیں چھوڑ رکھی ہیں۔ اور اس کے باوجود وہ خوب ترقی کر رہے ہیں، اور خوب ان کی عزت ہو رہی ہے، ان کو کیوں ترقی ہو رہی ہے؟ بات اصل میں یہ ہے کہ تم صاحب ایمان ہو، تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہے، تم جب تک ان کے قدموں پر سر نہیں رکھو گے، اس وقت تک اس دنیا میں تمہاری پٹائی ہوتی رہے گی، اور تمہیں عزت حاصل نہیں ہوگی، کافروں کے لئے تو صرف دنیا ہی دنیا ہے، وہ اس دنیا میں ترقی کریں، عزت کرائیں، جو چاہے کرائیں، تم اپنے آپ کو ان پر قیاس مت کرو، چودہ سو سال کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں، جب تک مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کیا، اس وقت تک عزت بھی پائی، شوکت بھی حاصل کی، اقتدار بھی حاصل کیا، لیکن جب سے سنتیں چھوڑ دی ہیں اس وقت سے دیکھ لو، کیا حالت ہے۔

اپنی زندگی کا جائزہ لیں

بہرحال! تقریریں تو ہوتی رہتی ہیں، جلسے بھی ہوتے رہتے ہیں، لیکن اس تقریر کے نتیجے میں ہمارے اندر کیا فرق واقع ہوا؟ اس لئے آج ایک کام کا عہد کریں کہ ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی سنت پر عمل کر رہے ہیں، اور کون سی سنت پر عمل نہیں کر رہے ہیں۔ اور کونسی سنت ایسی ہے جس پر ہم فوراً عمل شروع کر سکتے ہیں اور کون سی سنت ایسی ہے جس میں تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے؟ لہٰذا جو سنت ایسی ہے جس پر ہم فوراً عمل شروع کر سکتے ہیں، وہ آج سے شروع کر دیں اور اس کا اہتمام کریں۔

اللہ کے محبوب بن جاؤ

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بیت الخلاء یا غسل خانے میں داخل ہو رہے ہو، بایاں پاؤں پہلے داخل کر دو، اور داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لو کہ ''اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث'' اور یہ نیت کر لو کہ یہ کام میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کر رہا ہوں، بس پھر جس وقت یہ کام کرو گے اللہ تعالیٰ کی محبوبیت حاصل ہو جائے گی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ:

فاتبعونی یحببکم اللہ ...... (آل عمران: ۳۱)

''اگر تم میری اتباع کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالیں گے''۔

لہٰذا اگر چھوٹے چھوٹے کام، سنت کا لحاظ کرتے ہوئے کر لئے جائیں، بس محبوبیت حاصل ہونے لگے گی، اور جب سراپا اتباع بن جاؤ گے تو کامل محبوب ہو جاؤ گے۔ ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میں نے مدتوں اس بات کی ریاضت اور مشق کی ہے کہ گھر میں داخل ہوا، کھانا سامنے چنا ہوا ہے، بھوک شدت کی لگی ہوئی ہے، اور کھانے کو دل چاہ رہا ہے...... لیکن ایک لمحے کے لئے رُک گئے کہ کھانا نہیں کھائیں گے، پھر دوسرے لمحے دل میں یہ خیال لائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی کہ جب آپ کے سامنے اچھا کھانا آتا تھا تو آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کر کے کھا لیتے تھے، اب ہم بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کھانا کھائیں گے...... لہٰذا اب جو کھانا کھایا، وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کھایا، اور اس پر اللہ تعالیٰ کی محبوبیت بھی حاصل ہوگئی، اور طبیعت بھی سیر ہوگئی۔

یہ عمل کرلیں

گھر میں داخل ہوئے اور بچہ کھیلتا ہوا اچھا معلوم ہوا، اور دل چاہا کہ اس کو گود میں اٹھالیں، لیکن ایک لمحے رک گئے کہ نہیں اٹھائیں گے، پھر دوسرے لمحے دل میں یہ خیال لائے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر شفقت فرماتے ہوئے ان کو گود میں اٹھالیا کرتے تھے، میں بھی آپ کی اتباع میں بچے کو گود میں اٹھاؤں گا، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں جب بچے کو اٹھایا تو یہ عمل اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا ذریعہ بن گیا...... دنیا کا کوئی ایسا کام نہیں ہے جس میں اتباع سنت کی نیت نہ کر سکتے ہوں، آپ کی سنتوں پر کتاب چھپی ہوئی ہے ''اُسوۂ رسولِ اکرم ﷺ'' وہ کتاب سامنے رکھ لیں۔ ایک ایک سنت دیکھتے جائیں اور اپنی زندگی میں داخل کرتے جائیں، پھر دیکھو گے ان شاء اللہ ان سنتوں کا کیسا نور حاصل ہوتا ہے اور پھر تمہارا ہر دن سیرت النبی ﷺ کا دن ہوگا، اور ہر لمحہ سیرت النبی ﷺ کا لمحہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سیرۃ النبی ﷺ

از:۔حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری رحمہ اللہ

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على سيد الرسل وخاتم الانبياء وعلى الـه المجتبىٰ واصحابه وعلى اله الطيبين الطاهرين وعلى من تبعهم اجمعين الى يوم الدين.

فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم.

محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم رُكَّعًا سجدا يبتغون فضلًا من اللّٰه ورضوانا سيماهم فى وجوههم من اثر السجود .

وقال النبى صلى الله عليه وسلم اصحابى كاالنجوم فبايهم اقتديتم اهتديتم.

وقال النبى صلى الله عليه وسلم.اكرموا اصحابى فانهم خياركم، اكرموا اصحابى فانهم خيار امتى.

وقال النبى صلى الله عليه وسلم لعلى المرتضىٰ رضى الله تعالىٰ عنه يا على ...... انت منى بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبى بعدى.

وقال النبى صلى الله عليه وسلم لعلى المرتضى رضى الله عنه انت اخى فى الدنيا والاخرة.

عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الایمان لیارز الی المدینة کما تارز الحیة الی جحرھا۔

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المراة اذا اصلت خمسھا واطاعت بعلھا وصامت شہرھا واحصنت فرجھا فلتدحل من ابی ابواب الجنة شائت اوکما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

وعن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن الکذب الحدیث ولا تحسوا ولا تجسوا ولا تباغضوا ولا تفاسقوا ولا تحاسدو، ولا تدابرواء ولا تکابروء وکونوا عباداللہ اخوانا، ید اللہ علی الجماعة من شذ شذ فی النار۔

صدق اللہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذالک لمن الشاھدین والشکرین والحمد للہ رب العالمین۔

کتابِ فطرت کے سرورق جو نام احمد رقم نہ ہوتا
تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا وجود لوح و قلم نہ ہوتا
یہ محفلِ کن فکاں نہ ہوتی جو وہ امام امم نہ ہوتا
زمین نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا

خاتم الانبیاء کی ذات ہے وہم و گمان سے بلند
خدا کا حسن انتخاب، انتخاب لاجواب
نہ جب تھا نہ اب ہے نہ ہوگا میسر
شریک خدا اور جواب محمد ﷺ

یارب صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم
ھو الحبیب الذی ترجی شفاعتہ
لکل حول من الاحوال مقتحم

درود شریف محبت سے پڑھ لیں۔

مکرم حاضرین! محترم سامعین، برادران دین، امت بہترین، کافی عرصہ کے بعد لاہور میں حاضری ہوئی۔ خوشی ہوئی ہے کہ نوجوانان نے، پروانوں نے، دیوانوں نے، مستانوں نے، حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو جہاں کے پیغمبر نبیوں کے افسر، محبوب رب انور، شافع محشر، ساقی کوثر، ہمارے پیغمبر، ذات والا صفات کی تقریب سعید مقدسہ مطہرہ کا جلسہ انعقاد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیرت سننے والوں کو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت سے بھی تعلق عطا فرمائے (آمین)

سارا قرآن حضور کی سیرت ہے

ہم لوگ میلاد مناتے ہیں پر سیرت کو اپناتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیرت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا باب اتنا وسیع ہے کہ اماں صدیقہ پیغمبر کی رفیقہ، ازواج میں لعیقہ، امت پہ شفیقہ، اخلاق میں خلیقہ، نبوت کی عندلیبہ وہ فرماتی ہیں کان خلقه القرآن سارا قرآن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ہے۔ اور ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ قرآن صورت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیرت ہیں یہ قرآن علم ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمل ہیں یہ قرآن خاموش ہے پیغمبر بولتا قرآن ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابعدار، جانثار، وفادار، حب دار فرماتے ہیں کہ جب آخری دفعہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار ہوا آپؐ کے حجرے کا دروازہ کھلا تو ہم نے آپؐ کے چہرے کو دیکھا فرمایا کانه ورقة مصحف معلوم ہوتا تھا کہ اللہ کا قرآن ہمارے سامنے ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے پھرتے قرآن تھے

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں۔ جب عاشق صادق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گود میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار میں آرام کر رہے تھے، یوں معلوم ہوتا تھا۔ جس طرح رحل پر قرآن کھلا ہوا ہے۔ تو یہ دلائل مل گئے کہ حضور پاک کی

سیرت چلتا پھرتا قرآن ہے اور پورے قرآن پر عمل کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات نے کیا۔ ہم الحمد للہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد بھی مناتے ہیں۔ ہم اس طرح نہیں کرتے کہ جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہوا اور تقریر ہوئی کہ نبی پیدا ہی نہیں ہوا۔ ان کو کچھ فائدہ ہی نہیں ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان ہے

ادھر تو اعلان کرتے ہیں ''نور من نور اللہ'' پھر کہتے ہیں پیدا بھی ہوا تو بہر حال ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابا کو بھی جانتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس چچے ہیں چھ پھوپھیاں ہیں، چار بیٹیاں ہیں، گیارہ حرم پاک ہیں، ہم بالکل یہ خاندان مانتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن عبد مناف بن ہاشم بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب، پوری طرح ہم مانتے ہیں۔

''حضور خود فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر ابا عبداللہ تک جن پشتوں میں میں آیا ہوں میر اماں حوا پاک سے لے کر آمنہ تک۔ جس خاندان میں میری ذات آئی خدا نے اس خاندان کو زنا اور برائی سے پاک رکھا۔

پیغمبر کی زبان، فیض ترجمان، گوہر فشان کا اعلان، پیغمبر کا بیان جس پر میرا ایمان۔ حضور فرماتے ہیں کہ اللہ نے ساری دنیا میں سے انسان کو چنا۔ انسان سے آدم کو، آدم علیہ السلام سے خلیل علیہ السلام کو، خلیل علیہ السلام سے اسماعیل علیہ السلام کو اسماعیل علیہ السلام سے کنانہ کو کنانہ سے فہر کو، فہر سے قریش کو، قریش سے بنو ہاشم کو، بنو ہاشم کو عرب سے چنا۔ سارے عرب سے اللہ نے تمہارے مصطفیٰ کو چنا۔ آدم علیہ السلام کہتے ہیں مرحبا بالا بن الصالح خوش آمدید میرا بیٹا آیا اور آدم علیہ السلام کی جب پیدائش ہوئی مواھب اللدینہ خصائص کبریٰ تاریخ کی کئی کتابیں گواہ ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔ تو آسمان پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ لکھا ہوا تھا اور کلمہ یہی تھا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ وہ کلمہ نہیں کہ ''آپ اسٹیشن سے واپس آجائیں اور ابھی تک کلمہ شروع ہے۔ چونکہ کلمہ کے دو جز ہیں۔ اللہ کی ربوبیت، مصطفیٰ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت۔ کبھی میں اس کلمہ پر علمی بحث کروں گا۔ اب میں سیرت کی دو جھلکیاں دوں گا۔ ساتھ ساتھ پیغمبر کے غلام، خادم اسلام، واجب الاحترام، صحابہ کرامؓ، انکا اکرام، ان کا اسلام، اور ان کا نام، ان کا کام برسر عام پہنچاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں پیغمبر کے مدینے کی گلیوں کے کتوں کے پاؤں کی مٹی سے بھی عقیدت عطا فرمائے۔ (آمین)

ہمارا تعلق کس سے ہے

ہم تو اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جن کو آج آپ اگر تلاش کریں تو کوئی حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں سو رہا ہے۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ کے فرزند بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ کے سرہانے سو رہے ہیں۔ مولانا بدر عالمؒ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگردان کو حضرت عثمان غنیؓ کے پہلو میں مزار کی جگہ ملی ہے۔ عبدالغفور مدنی مسکین پوری نقشبندی ان کو جگہ ملی ہے تو حضرت عثمانؓ کے دائیں طرف۔ مولانا خلیل احمد انبیٹھویؒ بہت بڑے عالم تھے ان کو جگہ ملی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ارجمند، سعادت مند، قدر بلند، نبی کو پسند، حضرت ابراہیمؓ کے قدموں میں قاری شیر محمد شاہ ضلع سکھر کے مولانا تھانوی کے خلیفہ کو مزار کی جگہ ملی ہے تو بتول پاکؓ کے قدموں میں۔

کسی نے کوئی سوال کرنا ہو تو کھلی اجازت ہے مجھے چھیڑو جو مرضی پوچھیں۔ اس وقت میں فقط سیرت کی چمک جھلک دوں گا۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ بتاؤں گا کہ ہمیں بھی سیرت سے تعلق ہے۔ سب سے پہلے قرآن کی خدمت میرے علماء نے کی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فارسی میں قرآن کا ترجمہ اور پھر شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ عبدالقادرؒ یہ بڑی لمبی تمہید ہے۔

دو عالم جن کی قبر سے جنت کی خوشبو آئی

ہمارے انور شاہ کشمیریؒ فرماتے تھے۔ قرآن عرب میں نازل ہوا۔ استنبول میں لکھا گیا مصر میں پڑھا گیا۔ پاک و ہند میں سمجھا گیا۔ ہم نے قرآن کو سمجھا بھی ہے الحمد للہ ابھی تک وہ میانی شریف قبرستان میں سو رہے ہیں جنہوں نے پینتالیس برس چٹائی پر بیٹھ کر

لوگوں کو قرآن پڑھایا (حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ) دو آدمی ہیں جن کی قبر سے اللہ نے دنیا میں خوشبو ظاہر کر دی۔ محمد بن اسماعیل بخاریؒ یا مولانا احمد علی لاہوریؒ جن کی قبر کی مٹی سے جنت کی خوشبو آئی۔ بالکل صحیح کہہ رہا ہوں۔ میں عام تقریر کروں گا تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں خادم اسلام کرے پیغمبر کا غلام کرے۔ (آمین)

کسی کی تردید، کسی کی تنقید میرا مقصد نہیں ہے۔ مقصد صرف تبلیغ و تحقیق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس دروازے کا غلام بنائے۔ اور ہم غلام ہیں، ہمارے علماء کو دیکھو۔

دو عالم جو سترہ برس گنبد خضریٰ کے سایہ میں درس دیتے رہے

حضرت امام مالکؒ ستر سال کے بوڑھے سترہ سال تک مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گنبد خضریٰ کے سائے میں درس دیتے رہے۔ ایک مولانا حسین احمد مدنیؒ ہیں جو سترہ سال تک گنبد خضریٰ کے سائے میں درس دیتے رہے۔ یہ دو شخص ہیں جن کو یہ سعادت ملی ہے۔ ایک دو دن نہیں سترہ سال تک مسجد نبویؐ میں۔ حضورؐ نے فرمایا:

من صلی اربعین صلوٰۃ فی مسجدی هذا کتب له براء ۃ من النار وبراۃ من النفاق وبراء ۃ من العذاب.

جو آج بھی نماز نہیں پڑھتے ان بے چاروں کی حالت خراب ہے۔ میں کچھ نہیں کہتا تھوڑا تھوڑا سمجھاتا جاؤں گا۔ میرا مقصد کسی کی تردید نہیں یہ سمجھانا ہے کہ ہمیں حضورؐ سے کس قدر تعلق ہے۔ ہم نے اس وقت کام کیا ہے۔ جب انگریز نے ہر جگہ پر کالج یونیورسٹیاں، مڈل، میٹرک، ایف۔اے۔ کی ڈگریاں شروع کیں تو مولانا قاسم نانوتویؒ نے انار کے درخت کے نیچے ایک مدرسہ کھولا۔ جس نے سو سال میں ۷۵ ہزار علماء تیار کئے ہیں اب تشریح کا وقت نہیں۔ جب انگریزوں نے یہاں خود کاشتہ نبی بنایا، بروزی، موذی یا شیخ چلی انگریزوں کی بلی جو بھی تھا۔

عطاء اللہ شاہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام

تو اس وقت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے ختم نبوت کا جھنڈا اٹھایا۔ مولانا عبداللہ درخواستی مدظلہ میرے استاد ہیں۔ فرماتے ہیں مسجد نبویؐ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا عبداللہ جب واپس جاؤ تو میرے بیٹے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو میرا اسلام کہہ دینا۔ مولانا درخواستی زندہ ہیں جھوٹ نہیں کہوں گا۔ میرا بھی تبلیغ کا بیس سالہ تجربہ ہے۔ اب میں بھی آپ کے سامنے بچہ کھڑا نہیں۔ میں نے بخاری کے ساتھ کام شروع کیا تھا۔ فرمایا عبداللہ میرے عطاء اللہ کو میرا اسلام کہنا اور مبارک باد دینا اور کہہ دینا تو نے میری عزت کے لئے اس جھوٹے نبی کے خلاف جھنڈا اٹھایا۔ نانا تجھ سے راضی ہے اور تیرے لئے دعا کر رہا ہے۔

مولانا محمد علی جالندھریؒ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ حضرت سلام آئے ہیں جاتے کیوں نہیں؟ بخاریؒ نے رو کر فرمایا کام کچھ نہیں کیا۔ رو سیاہ ہے نانے کو دکھانے کے قابل نہیں۔ مولانا درخواستی کہتے ہیں کہ جب میں نے عطاء اللہ کو سلام دیا۔ تو بخاری کی ٹوپی اتر گئی۔ رومال گر پڑا اور بچوں کی طرح کمرے میں لوٹنے لگے۔ کہا مولانا اتنا بتایئے نانا نے میرا نام بھی لیا تھا؟ الحمدللہ ہمارے پاس وہ ہستیاں ہیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلام آئے۔ وقت نہیں ورنہ میں بتاتا کہ تم تو نام کے عاشق رسول ہو۔ ہم نے عاشق رسول تیار کیے ہیں۔

یہی علم الدین غازی جس نے راج پال کو واصل جہنم کیا۔ وہ عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تقریر سن کر ہی تو آیا تھا۔ فرمایا بھونکنے والی زبان نہ رہے گی یا سننے والا کان نہ رہے گا۔ میں تاریخ کو نہیں دھراتا۔ صرف اتنا بتا رہا ہوں کہ ہم نے کچھ کام کیا ہے کہو! الحمدللہ۔

دیوبند بھی شہر ہے بریلی بھی شہر ہے

عزیزو! نہ دیوبند مذہب ہے نہ بریلوی مذہب ہے۔ دیوبند بھی شہر ہے۔ بریلی بھی شہر ہے۔ پاکستان سے باہر ہے۔ میں لڑانے نہیں آیا۔ میں بتانے آیا ہوں، کہ ہمیں بھی تعلق ہے۔ میں اپنی تعریف نہیں کرتا۔ میں بھی چیلنج کرتا ہوں۔ کہ میرے ساتھ آ کر کوئی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرے۔ الحمدللہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے پورا تعلق اور پوری غلامی ہے۔ کہو انشاء اللہ۔

حضرت نانوتویؒ نے ایک مدرسہ کھولا! اس مدرسہ کی ہزاروں شاخیں ہیں۔

دیوبند کے فارغ چین میں بھی قرآن کی تفسیر پڑھا رہے ہیں۔ حضرت نانوتویؒ نے جہاں تک میری معلومات ہیں، آج بھی دیوبند مدرسہ کے فیض یافتہ مسجد نبوی میں درس دے رہے ہیں۔ اللہ کا فضل ہے ختم نبوت کا جھنڈا بھی انہوں نے اٹھایا۔ انگریز نے جب یہاں قدم رکھا تو ہمارے علماء نے مقابلہ کیا۔ دس ہزار علماء کو پھانسی کے تختہ پر سور کی کھالوں میں ڈال کر، درختوں پر لٹکایا گیا۔ ننگا کیا گیا مگر انہوں نے کہا

ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں
دبی ہے آگ جگر کی مگر بجھی تو نہیں
جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسر میدان مگر جھکی تو نہیں

کلہاڑی دیکھ کر انگریز کی پتلون ڈھیلی ہو جاتی تھی

انگریز جب عطاء اللہ کی کلہاڑی دیکھی تو اس کی پتلون ڈھیلی ہو جاتی تھی۔ چونکہ یہ احرار کی نشانی تھی۔ اور وہ سمجھتا تھا، ہماری شکل دیکھ کر وہ گھبرا جاتا تھا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو میرے دشمن ہیں اور ابھی تک بخاری کا نعرہ فضا میں گونج رہا تھا۔ لعنت بر پدر فرنگ''

فرماتے تھے میرے تین مشن ہیں، خدا کو معبود سمجھتا ہوں، مصطفیٰ کو محبوب سمجھتا ہوں، انگریز کو مغضوب سمجھتا ہوں۔

عزیزو! ہم نے کچھ کام کیا ہے ختم نبوت کے لئے بھی ہم نے کام کیا ہے۔ آج بھی مال روڈ گواہ ہے جب ختم نبوت تحریک چلی تو میں اس وقت آٹھ نو برس کا بچہ تھا تو میں سکھر سنٹرل جیل میں اڑھائی مہینے رہا۔

مولانا الیاس کا دینی کام

الحمد للہ ہماری تبلیغی جماعت کو دیکھو جب آپ کو کلمہ نہ آیا۔ غسل کے فرائض نہ آئے، سنت رسول کیا ہے تو خدا نے مولانا الیاس کو دین کا درد عطا کیا۔ میں نے وہاں دیکھا بہت سے غیر ملکی حضرات تشریف لائے ہوئے تھے مجھے الجزائر کے عرب ملے کہنے لگے۔

انا ترکنا الوطن، ترکنا التجارۃ ونحن فی سبیل اللہ لیلا ونھارا

انشاء اللہ نموت فی سبیل اللہ. زوارا فی قریۃ قریۃ.

کہنے لگے ہم بستی بستی پھر رہے ہیں۔ ہماری موت بھی اسی راستے میں آئے گی بارک اللہ یا پاکستانی تم کو مبارک ہو تم نے ہمیں آکر جگایا۔ مولانا الیاسؒ کو خدا نے دین کا درد عطا کیا۔ تقریباً نوے ملکوں میں خدا کا پیغام اور صحیح کلمہ پہنچ رہا ہے۔ (1978ء کی بات ہے) یہ کام ہم سے خدا نے لیا ہے۔

ہم سچے نبی کو خدا نہیں مانتے

لوگ کہتے ہیں یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں مانتے ہم جھوٹے نبی کو نہیں مانتے اور سچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نہیں مانتے یہ ہمارا شعر نہیں۔

جو عرش پہ مستوی تھا خدا ہو کر
وہ مدینے میں اتر پڑا مصطفیٰؐ ہو کر
درود و سلام است بے انتہاء
کہ ظاہر بشر بود باطن خدا
شریعت کا ڈر ہے وگرنہ صاف کہہ دوں
حبیب خدا خود خدا بن کے آیا

ہم خدا کو خدا مانتے ہیں محمد کو مصطفیٰ مانتے ہیں، وہ ذوالجلال ہے یہ آمنہ کا لال ہے۔ وہ ہمارا رب ہے یہ شاہ عرب ہے، ان کی ربوبیت ہے ان کی نبوت ہے۔ ان کی عبادت ہے ان کی اطاعت ہے۔ ان کی مغفرت ہے ان کی شفاعت ہے، ان کی خلقت ہے۔ ان کی امت ہے۔ میں نبی کو سائل مانتا ہوں میں نے نبی کو اللہ سے مانگتے ہوئے دیکھا تاریخ نے پوچھا کہ اس کو یتیم کیوں بنایا؟ فرمایا اس کے سہارے توڑ کر اس کا سہارا خود بن گیا ہوں۔ مولیٰ ان کا ابا، ان کی اماں، دادا کیوں لے لیا؟ فرمایا ان کی تربیت ماں باپ نہیں کریں گے۔ ان کی تربیت میں آپ کروں گا۔ مولیٰ ان کو یتیم کیوں بنایا؟ فرمایا میری غیرت گوارہ نہیں کرتی کہ یہ کہیں اماں روٹی پکا دے، بابا لڈو کھلا دے دادا مجھے چادر لادے۔ فرمایا پیغمبر جو کچھ مانگے مجھ سے مانگے۔

سچے نبی کے معجزات

یہ جمعہ کے دن ہاتھ اٹھائے میں بارش برساؤں گا۔ یہ بوڑھی بکری پر ہاتھ پھیرے میں دودھ بڑھاؤں گا۔ یہ حلیمہ کے منہ پر ہاتھ پھیرے میں چہرہ چمکاؤں گا۔ یہ جابرؓ کی کھجوروں پر ہاتھ رکھے میں قرضے اتاروں گا۔ یہ ابو ہریرہؓ کی اماں کے لئے دعا کرے میں کلمہ پڑھاؤں گا۔ یہ بدر میں سجدہ کرے۔ میں فتح ونصرت کے جھنڈے لہراؤں گا۔ یہ کعبہ کا غلاف پکڑے میں عمر فاروق کو کلمہ پڑھاؤں۔ دیکھ لینا محمد شفاعت کا سجدہ کرے میں جنت کے در کھول دوں گا یہ مانگتا رہے گا میں دیتا رہوں گا۔

اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کے بعد ہمیں سمجھ آئی کہ ساری کائنات کا مددگار کون ہے؟ اللہ۔

سچے نبی نے کسے پکارا

یہ سیرت ہے تمہیں پتہ نہیں کیا سیرت بیان کرتے ہو۔ حضرت آدم نے عرفات میں کس کو بلایا؟ ''اللہ'' کو نوح نے کشتی میں کس کو پکارا؟ ''اللہ کو'' خلیل اللہ کے کپڑے اتارے گئے آگ میں جاتے ہوئے حسبی اللہ ونعم الوکیل کس کو پکارا ''اللہ کو'' حضرت اسماعیلؑ نے چھری کے نیچے کس کو پکارا؟ ''اللہ کو'' بی بی ہاجرہ نے سنسان، ریگستان، بیابان، ویران بے سروسامان، اکیلی جان پریشان، اس پریشانی، حیرانی میں کس کو بلایا؟ ''اللہ کو'' حضرت یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں کس کو پکارا؟ ''اللہ کو'' ایوب نے کیڑوں میں کس کو بلایا؟ ''اللہ کو'' یوسف پر زلیخا کا حملہ ہوا تو ساتویں کوٹھری میں کس کو پکارا؟ ''اللہ کو'' عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی تختہ دار پر پہنچانے لگے تو کس کو پکارا؟ ''اللہ کو'' مجھے بتایئے موسیٰ نے دریا کے کنارے پر کس کو پکارا؟ اللہ کو'' ہمارے دلبر نے سرور نے تلوار ننگی کے نیچے کس کو پکارا ''اللہ کو'' تم کہتے ہو بھاؤ الحق بیڑا دھک، یا علی مدد، یا فرید، یا بھٹائی، کرسنائی۔

جو کچھ مانگنا ہو اللہ سے مانگیں

بہرحال سیرت یہ ہے کہ فادعو اللہ مخلصین له الدین ابھی میں حدیث پڑھ رہا تھا کہ جس کا میلاد منا رہے ہو وہ فرماتے ہیں اذا اسئلت فاسئل من اللہ سوال کرو تو

کس سے کرو؟ ''اللہ سے'' یہ قرآن ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے وہ بھی اللہ سے مانگو۔ جہاں ''نہ'' نہیں خود حضرت علی المرتضیٰ کس سے دعا مانگتے تھے؟ ''اللہ سے'' مجھے پیارے بتاؤ۔ حضرت علیؓ نماز میں یہ نہیں پڑھتے تھے اللھم انا نستعینک مولیٰ ہم سب مدد تجھ سے مانگتے ہیں۔ کیا حضرت علی المرتضیٰؓ اور میرے پیغمبر نہیں پڑھتے تھے۔ ایاک نعبد وایا نستعین عبادت بھی تیری کرتے رہیں گے۔ مدد تجھ سے مانگتے ہیں، مانگتے رہیں گے۔

بدر میں سچے نبی نے اللہ کو پکارا

اور ذرا آپ کو جگادوں، سنادوں، بتادوں، نقشہ دکھادوں قرآن میں آتا ہے ولقد نصرکم اللہ ببدر اس کے تحت حدیث میں ہے کہ میدان بدر، تمہارا پیغمبر، انبیاء کا افسر، پیغمبر کا سر، چشم تر، نیچے تھر، دعا میں اثر، سننے والا رب اکبر، حدیث کی خبر، اور ابو بکر لگا رہے ہیں چادر، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے آپ کی چادر گر پڑی۔ زلفیں آپ کی جھکنے لگیں۔ اور آپ کی بغلیں مبارک نظر آنے لگیں۔ فرمایا اللھم ان تھلک ھذہ العاصبۃ من المسلمین فلن تعبد ابدا مولیٰ یہ تین سو تیرہ پیٹ میں روٹی نہیں۔ پاؤں میں جوتی نہیں، آٹھ زرہیں ہیں، چھ گھوڑے ہیں۔ دیکھ خدایا یہ نوے میل پیدل آئے ہیں۔ روزہ رکھے ہوئے ان کے پاس ظاہری اسباب کوئی نہیں۔ عرش والے! کفر کو سامان پے ناز ہے تیرے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمان پے ناز ہے۔

صدیق اکبرؓ نے یوں کندھا پکڑا۔ خدا کی قسم حدیث ہے۔ فرمایا بس بس یا محمد! لنضیق اللہ ابدا مصطفیٰ! زیادہ نہ رو میرا جگر پھٹتا خدا تیری دعا کو ضائع نہیں کرتا۔ آپ روتے ہیں میں برداشت نہیں کر سکتا۔ فرمایا ابوبکرؓ مجھے رونے دے۔ بچہ روئے تو اماں کو ترس آتا ہے۔ نبی روئے تو خدا کی رحمت آتی ہے۔ آواز آئی ولقد نصرکم اللہ ببدرٍ وانتم اذلۃ ملی والے ظاہری اسباب تھوڑے تھے ہم نے تمہاری مدد کا فیصلہ کر لیا تھا۔

یہ قرآن ہے ہم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وصورت سنو! میرے پاس تو دو موضوع ہیں۔ پیغمبر پاک کی صورت میں جمال ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت میں کمال ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آ کر ہمیں حیاء سکھائی

تو عزیزان من چلتے ہوئے عقیدہ بھی آپ کو بتا دوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے کعبہ کو ننگا طواف ہوتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حیاء سکھائی۔ بی بی صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ عرب کی کنواری لڑکی میں اتنی حیاء نہیں بھی جتنی مصطفیٰ کی آنکھ میں حیا تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الحیاء شعبة من الایمان فرمایا الحیاء حسن ولکن من النساء احسن حیاء اچھی چیز ہے عورت حیاء دار ہو تو بہت بہتر ہے۔ دعا کرو خدا حیاء عطا فرمائے۔ (آمین)

سیرت سنو! یہ بات بتاؤں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کیا تھا۔ پیغمبر آئے تو کیا ہوا۔ انقلاب آ گیا اسلام پے شباب آ گیا۔ خدا کا انتخاب آ گیا۔ انتخاب لاجواب آ گیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے کعبہ کا ننگا طواف ہو رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورۃ الرجل من السرۃ الی الرکبۃ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب کاسیات عاریات یوم القیامۃ جو میری کلمہ خوان لڑکی یا کوئی عورت پتلے کپڑے پہنتی ہے جس سے اس کے بال اور وجود ظاہر ہوتا ہے خدا اس کو ننگا کر کے جہنم میں داخل کرے گا۔ سیرت سن لو!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آ کر ماں کا مقام بتایا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آ کر عورتوں کو مقام دیا۔ کل بیٹا ماں کو کہتا تھا بھونک نہ کتی، جوتے مارتا تھا۔ صاحب سیرت آیا تو فرمایا: الا ان الجنة تحت اقدام الامهات کل بیٹی کو باپ گڑھا کھود کر دفن کرتا تھا۔ آج بیچتے ہیں۔ آج بیٹی کو صحیح ورثہ نہیں دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بی بی بتولؓ آئی جب بی بی زینبؓ آئی تو کھڑے ہو کر ماتھا چوما فرمایا لوگو! بیٹی دفن کرنے کے قابل نہیں بیٹی پیشانی چومنے کے قابل ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد تھی۔

حضورؐ کے آنے سے کیا ہوا

محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ آئے تو بزدل بہادر بن گئے۔ رذیل شریف ہو

گئے راہزن رہبر ہو گئے کیوں نہ کہوں کوئی مسجد کو نکلا نمازی بن گیا۔ کوئی جھنڈے کے نیچے تلوار لے کر آیا تو غازی بن گیا۔ قرآن اچھا پڑھا قاری بن گیا۔ کعبے کو دیکھا تو حاجی بن گیا۔ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس نے تیرے چہرے کو دیکھا صحابی بن گیا۔ مکہ؟ مکرمہ بن گیا۔ مدینہ منورہ بن گیا۔ عرب شریف بن گیا، کالا بلال بکتا ہوا غلام سید الحبش جوتی سمیت جنت کا وارث بن گیا۔

قدم قدم پے برکتیں نفس نفس پے رحمتیں
جہاں جہاں سے وہ شفیع عاصیاں گزر گیا
جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گیا
بات کیا تھی نہ روم وایران سے دبے
چند بے تربیت یہ اونٹوں کے چرانے والے
دیکھنے کو نکل آئی جو خدائی ساری
گھر سے نکلے جو محمدؐ کے گھرانے والے

حضورؐ کے آنے سے انقلاب

مسٹر مور ولیم "Life Of Muhammad" "لائف آف محمدؐ میں لکھتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں نبی ـــ غلام جارہے تھے۔ انگریز لکھتا ہے کہ صحابہؓ گزر رہے تھے تو کئی سولڑکیاں باریک کپڑے پہنے ہوئے ڈانس کر رہی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ عربوں کو پھنسائیں گی۔ عربوں کو ورغلائیں گی، گیت گائیں گی، اپنی طرف بلائیں گی، برائی کرائیں گی، انہیں پتہ نہیں تھا کہ یہ آنکھیں وہ ہیں جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ دیکھ چکی ہیں یہ لوگ پاک صاف تھے۔

ایک صحابی کہتا ہے کہ میں نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھا تو رات کو وہی لڑکی آئی جس سے جاہلیت میں پیار تھا۔ میں نے اس کو دیکھا تو اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا اور اوندھا لیٹ گیا۔ اس نے کہا وہی ہوں جس کے لئے گلیوں میں پھرتا تھا۔ اندھے ہو گئے؟ کہنے لگے جب سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھا تجھ کو دیکھنا حرام سمجھتا ہوں

چلی جاورنہ تلوار سے دوٹکڑے کردوں گا۔اب دل میں تو نہیں دل میں محمد آگیا ہے نقشہ بدل گیا ہے۔

آپ کو سیرت کیا سنائیں روز اخباروں میں دیکھ رہے ہو کیا ہو رہا ہے کہیں اغوا ہو رہا ہے کہیں قتل ہو رہا ہے پھر سیرت بھی سنتے ہو۔

دوستو! واقعہ بتا رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے انقلاب آگیا وہی کعبہ جس میں لات وعزیٰ کے نعرے تھے وہاں اللہ اکبر کے نعرے گونجنے لگے جو لوگ لڑکیوں کو دفن کرتے تھے وہ لڑکیوں کو ورثہ دینے لگے۔لوگو! عرب کا عجیب حال تھا۔زندہ جانوروں کا گوشت کاٹ کر کھا جاتے تھے۔نکاح بھی اس طرح نہیں ہوتا تھا۔جو کچھ تمہیں ملا ہے مصطفیٰ کے طفیل ملا ہے۔

مہربانی کر کے مجھ سے کچھ سیرت سنو، انگریز لکھتا ہے کہ۔ب پیغمبر کے غلام گزر رہے تھے عورتوں نے دوغلایا، پھسلایا، بہکایا، گیت گایا، ناچ دکھایا، کئی قسم [illegible] ڈھنگ دکھائے۔حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے کہا پیغمبر کے غلامو! پیغمبر کے دیوانو! جس آنکھ نے مصطفیٰ کو دیکھا ہے اس طرف آنکھ نہ اٹھے۔تربیت تھی آج تو پاکستانی لیبیا میں اور سعودیہ میں سنگسار کیے جارہے ہیں۔ساری دنیا میں اپنے آپ کو بدنام کر رہے ہیں دعا کرو خدا ہمیں صحیح مسلمان بنائے۔(آمین)

ہماری شکل میں، عقل میں، تمہاری میری رفتار میں، گفتار میں، کردار میں، [illegible]نکار میں اللہ کرے عادات میں، حالات میں، تاثرات میں، جذبات میں، خیالات میں، واقعات میں، افعال میں، اقوال میں، چال میں خیال میں، ہر بات میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی ہو جہاں بھی جاؤ دنیا دیکھ کر کہے یہ خادم اسلام ہے وہ دیکھو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہے۔

میں تمہیں کیا تقریر سناؤں بیس سال ہو گئے تقریریں کرتے ہمارے بخاری صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میری داڑھی سفید ہو گئی ہے قوم کا اندر اسی طرح سیاہ ہے دعا کرو خدا اتنی تقریر سنوائے جس پر عمل کروائے (آمین) میں انشاء اللہ سیرت کی ایک جھلک

بتاؤں گا۔

ہم پورا سال میلاد مناتے ہیں

عزیزو! میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلسہ ہے چونکہ ہم سارا سال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد مناتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت برحق ہے لوگ آپ کو لاہور میں تلاش کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عجم میں پیدا نہیں ہوئے عرب میں پیدا ہوئے یہ علمی بات سنتے جائیں۔ عرب کی سات کروڑ آبادی تھی۔ سارے عرب میں پیدا نہیں ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے۔ سارے مکے میں پیدا نہیں ہوئے عبدالمطلب کی حویلی میں۔ ساری حویلی میں پیدا نہیں ہوئے عبداللہ کے گھر، سارے گھر میں پیدا نہیں ہوئے، آمنہ کے بستر پراب جبرائیل یہاں آئے۔ ستارے جھلک کر یہاں آئے، عبدالمطلب زیارت کرنے یہاں آیا۔ بی بی حلیمہ سعدیہ سعد قبیلہ سے نکل کر وہ بھی یہاں آئی۔

آج بھی صفا مروہ کے اوپر وہ مکان کھڑا ہے میں نے دیکھا ہے اس پر تختی لگی ہوئی ہے لکھا ہوا ہے **ھذا مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم** یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی ہے۔ وہاں لائبریری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں تھے تو مکی ہیں مدینے میں تھے تو مدنی ہیں۔ عرب میں پیدا ہوئے تو عربی ہیں۔

اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **المدینة مهاجری وفیها مضجعی وفیها مبعثی.** مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے مدینے میں ڈیرہ لگاؤں گا۔ مدینے سے اٹھوں گا۔ **حقیق علی امتی ان یکرم جیرانی** میری امت پر لازم ہے کہ مدینے والوں کا احترام کریں یہ سنتے جائیں کچھ لوگ عرب کے دشمن ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ **حب العرب من الایمان** حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **احبوا العرب لثلاث** عرب سے محبت کرو تین وجہ سے۔ **لانی عربی و کلام اللہ عربی ولسان اهل الجنة فی الجنة عربی** میں عربی ہوں قرآن بھی عربی ہے جنتیوں کی زبان بھی عربی ہے قبر کے سوال وجواب بھی عربی میں ہیں کلمہ بھی عربی ہے۔ اذان بھی عربی میں ہے۔ درود بھی عربی میں ہے حتیٰ کہ نبی کی احادیث بھی عربی میں ہے۔ تمام حج کی دعائیں بھی عربی میں

ہیں۔ اللہ تمہیں بھی عربی سے پیار عطا فرمائے (آمین)

لاہوریوسن لو! میں نے مدینے میں کافی حدیثیں یاد کی ہیں ہمیں مدینے سے پیار ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا من اذی اهل المدينة جومدینے والے کوستائے گا، ایذا دے گا، ان کی مخالفت کرے گا، يذوب كما يذاب الملح فى الماء جس طرح نمک کو پانی میں ڈالو پگھل جاتا ہے میرے مدینے والوں کا دشمن بھی جہنم میں پگھل جائے گا۔ یہ حدیث ہے۔

ہمارے اکابر کو مدینہ سے کتنا پیار ہے

مولانا سعدی سے میں نے پوچھا کہ تمہیں کتنا پیار ہے۔ فرمایا:

یک جان چہ کند سعدی مسکین کہ صد جان

سعدیم فدائے سگِ دربان محمد

سو سعدی خدا مجھ جیسے پیدا کرے مدینے کی گلیوں میں جو کتا دوڑ گیا ہے۔ سو سعدی اس کتے کے پاؤں کی مٹی پر بلی قربان ہو جائیں گے یہ پیار ہے۔ میں نے مولانا جامی سے پوچھا کہنے لگے۔

کے بود رب کہ رو در طیبہ او بطحا کنم

گر بہ مکہ منزل وگہ گر مدینہ جاہ کنم

آرزوئے جنت الماوٰی برو کردن زدل

جنت مسکن ہر خاک در آسمان کنی

مولانا مجھے جنت کی ضرورت نہیں جنت یہی ہے کہ پیغمبر کے دروازے پر ہوں اور مجھے موت آجائے۔

امام مالک سے پوچھا تجھے کیا پسند ہے کہنے لگا:

المجاورة بروضة رسول الله والمدارسة بحديث رسول الله والدفن فى بلدة رسول الله کہو صلی اللہ علیہ وسلم

میں نے قاسم نانوتوی سے پوچھا لوگ کہتے ہیں کہ تو عاشق رسول نہیں۔ وہ مولانا نانوتویؒ جو بیرعلی سے جوتی اتار کر سواری سے بھی اتر پڑتے تھے۔ مولانا قاسم نانوتویؒ نے

یہاں کہا تھا:

اڑا کے باد میری مشت خاک پس مرگ
کرے حضورؐ کے روضہ کے آس پاس نثار
ولے یہ رتبہ کہاں مشت خاک قسم کا
کہ جائے کوچۂ اطہر میں تیرے بن کے غبار
جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب مرے
کہ میں ہوں اور سگان حرم کی تیرے قطار

یہ عشق ہے دعا کرو خدا ہم کو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیوانہ بنائے "آمین" میں کوئی فساد کرنے نہیں آیا، تمہارا ذہن صاف کرنے آیا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایاکم والظن بدگمانی سے بچو۔ ایک صحابی نے تلوار اٹھائی مقابل کافر کو قتل کرنے کے لئے اس نے فوراً کہا لا الہ الا اللہ صحابی نے تلوار ماردی اور اس کو قتل کر دیا واپسی پر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپؐ نے فرمایا ھل شفقت قلبہ کیا تم نے اس کا دل چیرا تھا؟ جب اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا تمہیں تلوار نہیں اٹھائی چاہئے تھی۔ کلمہ پڑھنے کے بعد حصن دماءہ ومالہ ان کا خون اور مال محفوظ ہو گیا۔

بدگمانی سے بچو۔ ہندوستان والے ہمیں مسلمان سمجھتے ہیں ہم ایک دوسرے کو کافر سمجھتے ہیں دعا کرو خدا ہم سب کو مسلمان بنائے۔ (آمین)

میں یہ نہیں کہتا کہ میں ٹھیکیدار ہوں خدا ہم سب کو ہماری ماؤں کو، بچوں کو آقا سے پیار عطا فرمائے (آمین)

بچوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیار

بچوں کو بھی حضور سے پیار تھا، جب حضورؐ مدینے آئے، ننھی ننھی بچیاں، نہایت ہی اچھیاں، عمر کی کچیاں، بہت ہی سچیاں، لکھا ہے کہ سولہ سترہ تھیں پاؤں سے ننگیاں کپڑے میلے، کہہ رہی تھیں۔

نحن جوار من بنی نجار
یا حبذا محمد من جاری

ہم بنی نجار (قبیلہ) کی لڑکیاں ہیں، مدینہ والو! ہمیں مبارک دو مصطفیٰ ہمارے محلے میں آ گئے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایحبنی مجھ سے پیار ہے؟ تو دھوپ میں کیوں بھاگ رہی ہو؟ کہنے لگیں جی ہاں! اماں اور ابا نے کہا تھا کہ محبوب آ رہا ہے فرمایا آؤ میری اونٹنی پر بیٹھ جاؤ۔ تمہاری تکلیف مصطفیٰ برداشت نہیں کر سکتا۔ پیغمبر کے ساتھ بچوں کو بھی پیار تھا۔

پہاڑ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے تھے

بدعتی لوگ کہتے ہیں کہ علماء دیوبند نبی کو نہیں مانتے۔ میں کہتا ہوں حضورؐ کو اونٹ بھی مانتے تھے۔ حضورؐ کے ساتھ پہاڑ بھی محبت رکھتے تھے۔ جب حضورؐ پہاڑ پر کھڑے تھے تو پہاڑ ہلنے لگا۔ تم کہتے ہو فلاں محبت رسول سے خالی ہے، ایسا نہ کہو بھائی۔

حضورؐ پہاڑ پر کھڑے تھے تو پہاڑ ہلنے لگا۔ تو آپؐ نے قدم مبارک مارا۔ فرمایا اسکن وفی روایۃ اثبت۔ اور پہاڑ رک جا! انما علیک نبی وصدیق وشهیدان تجھ پر ایک نبی ہے۔ ایک صدیق ہے۔ دو شہید ہیں، حضرت عمر اور عثمان ساتھ تھے۔ وقت نہیں کہ ان شہیدوں پر تقریر کروں ورنہ ساری رات گذر جائے۔

حضرت عمرؓ نے آپ کا فرمان سن کر اتنا کہا فزت ورب الکعبۃ انی شهید علی لسان رسول اللہ رب کعبہ کی قسم عمر کامیاب ہو گیا، مجھے شہادت ملے گی، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اعلان کر چکی ہے۔

صحابہ نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ پہاڑ خوشی سے جھوم رہا ہے کہہ رہا ہے او پہاڑو تم پر پتھر ہیں۔ مجھ پر پیغمبر ہے، تم پر درخت ہیں مجھ پر دو جہاں کا بخت ہے۔ تم پر مکان ہیں مجھ پر نبی آخر الزمان ہے۔

درخت اور پتھر بھی حضورؐ سے محبت رکھتے تھے

پتھروں کو بھی آپؐ سے پیار تھا حدیث میں آتا ہے کہ جب آپ گزرتے تھے تو پتھروں سے درود کی آواز آتی تھی۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپؐ ابھی دور ہوتے خدا کی قسم درخت کی شاخیں جھک کر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ کرتی تھیں۔ حدیث میں آتا

ہے کہ آپؐ درخت کو اشارہ فرماتے اتنا انسان نہیں دوڑ سکتا جتنی تیز دوڑ کر درخت آپؐ کے قدموں میں پہنچ جاتا تھا۔

ان لوگوں نے حضورؐ کو کیا پہنچانا ہے۔ الحمدللہ ہمیں حضور کی پہچان ہے۔ انہوں نے نہیں پہچانا۔ بدعتی کہتے ہیں یہاں نبی تھا۔ اوپر ملک تھا اوپر گیا آپ تھا، کیا بے وقوف بنے بیٹھے ہو۔

سنو! سبحن الذی اسری بعبده وہاں پہنچا تو فاوحی الی عبده واپس آیا تو اشهد ان محمدًا عبده یہ نبی کی شان ہے۔

میں یہ جانتا ہوں کہ نبی انسان ایسا ہے کہ کلیم اور خلیل مقابلہ نہیں کر سکے۔ نبی کا نور نبوت ایسا ہے کہ سورج اور چاند بھی حتیٰ کہ جبرائیل بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تم کن جھگڑوں میں پڑ گئے ہو۔

جب آقا کا نام آئے تو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صحابی کا نام آئے تو رضی اللہ عنہ پڑھا کریں

جب آقا کا نام آئے تو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صحابی کا نام آئے تو رضی اللہ عنہ جب میں آقا کا نام نامی اسم گرامی، فیض عطائی زبان پر لاؤں تو بلا جھجک بلا اٹک بلا دھڑک یہ سبق یاد رکھیں جو مجمع موجود ہو زبان پر درود ہو، ہمارے مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ مجلس میں ایک دفعہ درود پڑھنا واجب ہے بار بار پڑھنا مستحب ہے دعا کرو خدا مستحب بھی ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

صحابہ کا نام آئے تو کہنا رضی اللہ عنہ، دنیا ناراض ہے۔ مگر اللہ راضی ہے۔ صحابہ سے کون راضی ہے؟ (اللہ)

صدیق سے کون راضی ہے؟ (اللہ) فاروق سے کون راضی ہے؟ (اللہ) عثمان وعلی سے کون راضی ہے؟ (اللہ) جن سے خدا راضی ہے ان سے مصطفیٰ بھی راضی ہے اس خدا کی رضا پر تقریر کروں تو کئی گھنٹے چاہئیں۔

بہر حال اتنا کہتا ہوں۔ کہ آج حضرت علی ہجویریؒ، آج جلال الدین بخاریؒ، آج

خواجہ معین الدین چشتیؒ، آج فرید الدین گنج شکرؒ، دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ہم سے خدا راضی ہے۔ نبی کا ادنیٰ صحابی اعلان کر سکتا ہے۔ کہ قرآن پڑھ کر دیکھ لو ہم سے خدا راضی ہے۔ (سبحان اللہ) علمی بات ہے رضا کا ٹکٹ صحابہ کو ملا ہے۔ رضوان اللہ اکبر سب سے بڑی چیز اللہ کی رضا ہے۔

خدا راضی ہے تو مصطفیٰ راضی ہے......

مصطفیٰ راضی ہے تو خلق خدا راضی ہے......

جب خدا راضی تو پھر فیاضی ہے پھر سرفرازی ہے......!!

خدا ناراض ہے تو خدا کی قسم انسان مارا گیا، خدا راضی ہے تو تارا گیا۔ تر گیا۔ دعا کرو خدا راضی ہو جائے۔ (آمین)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے

آج مجھ سے سیرت سنو، میں نے کچھ ولادت بیان کرنی ہے۔ آپ نے نہ جانے کیا قصے سنے ہوں گے؟ آپ کو صحیح باتیں بتاؤں گا۔

حضور پاک سب کہو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی آمد سے پہلے کچھ ایسے حالات تھے بی بی آمنہ فرماتی ہیں کہ جب آپ میرے بطن میں تھے تو آواز آتی تھی۔

بشریٰ لک یا امنہ...... آمنہ تجھے مبارک ہو

فانک حملت بسید العالم انک حملت بسید ھذہ الامة انک حملت بسید الاولین والاخرین. پہلے اور پچھلوں کا تیرے بدن میں سردار آرہا ہے۔

یہ نبوت تھی۔ نبوت کا انتخاب کون کرتا ہے؟ (اللہ) یہاں تو کمشنر انتخاب کرتا ہے تو نبی بن جاتا ہے (غلام احمد) جو بیٹ کرتا ہے تو نبی بن جاتا ہے۔

نبی حسین ہوتا ہے

میں آپ کو تھوڑا سا سمجھا دوں تا کہ آپ آئندہ گمراہ نہ ہوں۔ تباہ نہ ہوں، دوستو! نبی حسین ہوتا ہے۔ یوں نہیں ہوتا کہ ''تذکرہ'' میں فوٹو دیکھو تو کھایا ہوا کھانا بھی باہر نکل آئے۔ ایک آنکھ بھی مردار کی ختم ہے۔ نبی اس طرح کا نہیں ہوتا۔

عطاء اللہ شاہ بخاریؒ یاد آ گئے

مجھے عطاء اللہ شاہ بخاری یاد آ گئے۔ وہ فرماتے تھے کہ ماں باپ اپنی اولاد کو سنوارتے ہیں خدا اپنے نبی کو خود سنوارتا ہے۔ نبی کو سرمہ کون لگاتا ہے؟ (اللہ)

نبی کے پسینے میں خوشبو کو بساتا ہے؟ (اللہ)

نبی کی زلفوں کو کون گھنگریلا بناتا ہے؟ (اللہ)

نبی فرش پر ہو تو حفاظت کا ذمہ کون لیتا ہے؟ (اللہ)

نبی کا استاد کون ہوتا ہے؟ (اللہ)

عطاء اللہ شاہؒ فرمایا کرتے تھے کہ باپ اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کا چلاتا ہے خدا نبی کا ہاتھ خود پکڑ کر چلاتا ہے (سبحان اللہ) یہ بڑی اونچی باتیں ہیں آپ کا دماغ تھوڑا ہے۔

حضورؐ فرماتے ہیں اللہ فرماتا ہے یہ مسجد ضرار ہے یہاں نہ جانا یہ مسجد نبوی ہے اس میں چلے جانا یہ نہیں کہ نبی جاتا نہیں بلکہ خدا جانے نہیں دیتا۔

میں مشکوٰۃ اور بخاری آپ کو سنا رہا ہوں علماء بیٹھے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا گیا۔ جب گوشت کا ٹکڑا قریب کیا گیا تو آواز آئی یا محمد لا تاکل انا مسموم محمدؐ مجھے نہ کھانا مجھ میں زہر ہے۔ یہ حفاظت کون کر رہا ہے؟ (اللہ)

جب نو سونگی تلواریں تھیں تو کس نے بچایا؟ (اللہ نے)

شاھت الوجوہ فاغشینھم فھم لا یبصرون جب ننگی تلوار لے کر یہودی نے کہا من یحفظک؟ کون بچائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا "اللہ"

تم ہوتے تو کہتے بہاؤ الحق بچائے گا۔ آپ تو تماشہ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت

آپ کو سیرت کیا سناؤں۔ حضورؐ کی سیرت یہ ہے کہ مسجد میں ایک شخص نے پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ سادہ تھا، جٹ تھا، ان پڑھ تھا، جنگلی تھا، صحابہؓ نے کہا اوئے اوئے میں کیا کر رہے ہو؟ حضورؐ نے فرمایا کیا ہوا۔ صحابہؓ نے عرض کی حضرت یہ مسجد کو خراب کر رہا ہے، وہ دیکھیں پیشاب کر رہا ہے۔ فرمایا لا تنظروا مت دیکھو۔ دیکھنا ناجائز ہے۔ اس

سے فرمایا تم پیشاب کرلو۔ ہم ہوتے تو ڈنڈے مار مار کر اس کا پاخانہ بھی نکال دیتے۔ یوں پوچھتے کہ کون ہے؟ کہاں سے آیا؟ سر نیچے کر دیتے اور پاؤں اوپر کر دیتے۔ میں آپ کو سیرت سنا رہا ہوں۔

دین تلوار سے نہیں محمدؐ کے پیار سے آیا

میرا ایک جملہ یاد رکھو! دین تلوار سے نہیں آیا۔ دین محمدؐ کے پیار سے آیا ہے۔ تلوار نے جو کام کیا وہ بھی آپ دیکھ لیں ہم ریل میں ہیں وہ جیل میں ہیں (بھٹو) میں کچھ نہیں کہتا میرے پاس لفظ بہت ہیں۔ بہر حال اتنا کہتا ہوں کہ جو ذوالفقار ہے سنا ہے وہ پس دیوار ہے۔ بالکل بیکار ہے، کل تک لوگ کہتے تھے بھٹو اب کہتے ہیں حضرت پھٹو۔ بشرطیکہ تم بھی اٹھو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا غلام بنائے (آمین) کس کو کچھ نہیں کہتے۔

مسجد میں ہنسا منع ہے

ولادت اور سیرت سنو! ہنسو نہیں مسجد میں ہنسنا خلاف ادب ہے ایک دفعہ حضورؐ نے دیکھا کہ کچھ صحابہ ہنس رہے تھے فرمایا ہنسو جتنا روسکو۔ آگے بہت منزلیں ہیں۔ پہلی منزل سکرات کی ہے۔ پھر قبر کی منزل ہے، پھر حشر کی منزل ہے۔ پھر حساب کی منزل ہے۔ دوستو! پھر میزان کی منزل ہے، پھر پل صراط کی منزل ہے۔ دعا کرو خدا یہ منازل طے کروائے (آمین)

ہنسو نہیں۔ حضورؐ کے الفاظ ہیں: من اطاع وھو یبکی جو نیکی کرکے روتا ہے ادخلہ اللہ الجنۃ یضحک۔ اللہ اس کو ہنستا ہوا جنت میں داخل کرےگا۔ آپ نے فرمایا من اذنب فھو یضحک جو گناہ کرکے ہنستا ہے۔ یوں جوا کھیلا، قتل یوں کیا، دھوکا یوں دیا، رشوت یوں لی۔ سود یوں کمایا، فلاں کو قتل یوں کروایا، فلاں کو ذلیل کیا، غلط مقدمہ یوں جیتا، فرمایا جو گناہ کرکے ہنستا ہے۔ اس کو کہہ دو کہ جہنم میں روتا ہوا داخل ہوگا۔ دعا کرو خدا آخرت کی ذلت سے بچائے۔ (آمین)

ہر اچھی چیز پیغمبر کی سیرت ہے۔ کوئی سچ بول رہا ہے، کوئی بڑے کا ادب کر رہا ہے، کوئی خیرات کر رہا ہے، کوئی درود پڑھ رہا ہے، کوئی ذکر کر رہا ہے، کوئی قرآن پڑھ رہا ہے، کوئی کسی غریب کی ہمدردی کر رہا ہے۔ یہ سب سیرت ہے۔ تمام اچھی چیزیں میرے پیغمبر کا تحفہ ہیں، دعا کرو اللہ ہمیں آقا کی سیرت کا غلام بنائے۔ (آمین)

عام لوگوں کا علم

میں سیرت کا ایک باب پڑھ رہا تھا کہ دین تلوار سے نہیں آیا، حضورؐ کے الفاظ ہیں: فتحت المدینة بالاخلاق میں نے مدینے کو اخلاق سے فتح کیا، کس سے فتح کیا؟ (اخلاق سے) لفظ اخلاق ہوتا ہے اخلاق نہیں ہوتا۔

آپ تو خاندان کو تانخان کہتے ہیں، ڈپٹی کمشنر کو، ڈپٹی مکشنر، لفافے کو فلافہ، آرام کو ارمان کہتے ہو، قابل بڑے ہو۔

ایک دفعہ سیالکوٹ میں ایک نوجوان کا سبجیکٹ کا پرچہ دیا گیا کہ مکہ اور مدینہ کی تعریف کرو۔ اس نے لکھا کہ مکہ بادشاہ تھا مدینہ اس کا وزیر تھا وہ میٹرک کا طالب علم تھا۔

پرچے میں سوال آیا کہ حضورؐ کی ولادت کہاں ہوئی، تو جواب میں لکھا کہ سیالکوٹ میں علامہ اقبال کے محلے میں۔ معلومات دیکھیں اپنی جہالت کا اندازہ لگائیں۔

دین اخلاق سے آیا، میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کو صرف اخلاق پر تقریر سناؤں۔

یہ قتل ہو رہے ہیں، یہ ڈاکے پڑ رہے ہیں، یہ ناکے کاٹے جا رہے ہیں، گولی چل رہی ہے، یہ لاٹھیاں اور کلہاڑیاں چل رہی ہیں، یہ جیلوں کی جیلیں بھری ہوئی ہیں یہ سب بداخلاقی کی وجہ سے ہے۔ اخلاق باقی نہیں رہا، دعا کرو اللہ اخلاق نصیب فرمائے (آمین)

حضرت نے اخلاق سکھایا قرآن نے کہا: انک لعلی خلق عظیم نبی نے فرمایا: اکملکم ایمانا "احسنکم اخلاقا" سب سے زیادہ کامل ایمان اس کا ہے جس میں اخلاق ہو، آج ہمارے اندر سے اخلاق ختم ہے۔ آج بڑے کا ادب نہیں ہے۔ میں یہی دین اسلام سمجھانے آیا ہوں۔ مہربانی کرو، سیرت النبیؐ کو سنو اور سمجھو اور اس پر عمل کرو۔ کہو انشاء اللہ

اس بدو نے جب پیشاب شروع کر دیا تو آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ پیشاب نہ کر

فرمایا: لاتنظروا تم نہ دیکھو، اب اس نے تو پیشاب شروع کر دیا۔ اب تم نہ دیکھو۔

حضورؐ کا فرمان ہے۔ الناظر والمنظور کلاھما ملعونان جو ننگا ہو یا ننگے کو دیکھے دونوں لعنتی ہیں۔

دین پر عمل کرنا مشکل ہوگا

اب دین سنو! عورة الرجل من السرة الی الرکبة مرد کا ستر ناف سے گھٹنوں تک ہے، اتنے حصے سے کوئی چیز ظاہر ہوئی تو یہ سمجھو کہ یہ ننگا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری کلمہ خوان عورتوں کو کہہ دو کہ سر میں کنگھا کریں تو بالوں کو دفن کر دیں، ان کو کہو کہ بالوں کو جلا دیں تا کہ کسی غیر مرد کی نگاہ تمہارے بالوں پر بھی نہ پڑے۔ نعرے تو لگاتے ہیں نظامِ مصطفیٰ پتہ نہیں کون ہوگا، باوفا، دعا کرو نظامِ مصطفیٰؐ آئے۔ (آمین!)

لوگو! حضورؐ کے الفاظ ہیں: القابض علی الدین کالقابض علی الجمرہ فرمایا دین پہ قائم رہنا ایسے مشکل ہوگا جس طرح ہاتھ میں انگارے رکھنا مشکل ہے۔ دین پر چلنا بہت مشکل ہے۔ نظامِ مصطفیٰ آئے گا تو امن ہوگا پھر انشاء اللہ یہاں (لاہور) سے اکیلی ہماری بہن کراچی کا اگر سفر کرے تو کسی غنڈے کو جرأت نہیں ہوگی کہ بری نگاہ سے دیکھے۔

حضورؐ کے الفاظ مجھے یاد ہیں فرمایا: ایکم مثلی کون ہے جو میرا مقابلہ کرے؟ کہو کوئی نہیں کر سکتا۔ مجھے دیکھو تو نکے کا فائدہ نہیں ہوگا پیغمبر کا چہرہ دیکھو تو جنت واجب اور جہنم حرام ہو جائے گی۔

میں بات کروں تو تھوک اور لعاب نکلتا ہے پیغمبر بات کرتے تھے تو منہ مبارک سے نور نکلتا تھا۔

میں مسکراؤں تو کہتے ہیں کہ مسکرا رہا ہے نبی مسکراتے تو صحابہؓ کہتے ہیں کہ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جنت کے آٹھوں دروازے کھل چکے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے انقلاب آیا

ہمارے ہاں ولادت ہوتی ہے کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ میرے محبوب پیدا ہوئے

تو مکے کی گلیوں میں خوشبو پھیل گئی، مکے کا قحط ختم ہو گیا۔ خدا کی قسم شام کی پہاڑیاں بی بی آمنہ کو نظر آنے لگیں، کعبے میں بت اوندھے گرنے لگے۔ فارس کی آگ بجھ گئی۔ بحیرہ کبیر ختم ہو گیا۔ ایران کے بادشاہ کی حویلی کے کنگرے گرنے لگے، آقا کی ولادت ہوئی تو ستارے جھک کر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے آ گئے۔ (سبحان اللہ)

حضرت انسؓ جس نے دس سال محبوب کی خدمت کی تھی فرماتے ہیں: کان رسول اللہ احسن الناس اورع الناس ارھد الناس اعبد الناس اشجع الناس، اسخی الناس.

ایک سورج آسمان کا ایک عائشہؓ کے حجرے کا

میں نے بی بی صدیقہؓ سے پوچھا تیرا شوہر، تیرا گوہر، تیرا جوہر کیسا ہے۔ فرمانے لگیں: لنا شمس وللآفاق شمس ایک سورج آسمان پر ایک میرے حجرے میں ہے۔ آسمان والے سورج کو دیکھو تو آنکھیں اندھی ہو جائیں گی۔ میرے سورج کو دیکھو تو جنت کے دروازے کھل جائیں گے۔ آسمان والے سورج کے قریب جاؤ تو گرمی سے پگھل جاؤ گے میرے سورج کے قریب جاؤ تو جنت کا دروازہ کھل جائے گا۔ آسمان والا سورج رات کو غروب ہو جاتا ہے، میرے حجرے کا سورج روشن رہتا ہے۔ آسمان والا سورج زمین کو روشن کرتا ہے۔ میرے حجرے کا سورج، اندھیرے دل کو بھی روشن کرتا ہے۔ آسمان کا سورج قیامت کے دن بے نور ہو گا۔ میرے حجرے کا سورج قیامت کے دن بھی چمکتا ہو گا۔ آسمان کا سورج بادلوں میں چھپ جاتا ہے اس کو گرہن لگ جاتا ہے، میرے حجرے کے سورج کو گرہن کبھی نہیں لگتا یہ صحیح تعریف ہے۔

ہمارا عقیدہ

آپؐ نے فرمایا: ایکم مثلی ابیت یطعمنی ویسقی اذا مرضت فھو یشفی فرمایا میرا مقابلہ کون کر سکتا ہے، کہو کوئی نہیں کر سکتا۔

میں تھوک ڈالوں تو سارے نفرت کریں گے پیغمبر اپنی تھوک مبارک ڈالے تو آج تک بیئر رومہ میٹھا ہے۔ یہ صحیح تعریف ہے۔ حضورؐ یہی لعاب حضرت علیؓ کی آنکھوں پر لگائیں

تو آنکھ روشن ہو جائے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جبرائیل بھول گئے تھے کہ آنا حضرت علیؓ کے پاس تھا، اچانک حضور کے پاس آ گئے تو ان کو نبوت مل گئی ورنہ نبوت حضرت علیؓ کو ملنی تھی۔ نعوذ باللہ ہمارا یہ اعلان ہے کہ یہ سراسر غلط تصور ہے۔ کروڑوں ولی جمع کرو نبی کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ میرا عقیدہ ہے کہ سارے کافر اکٹھے کرو تو ایک مسلمان کا درجہ زیادہ ہے۔ مسلمانوں میں مومن کا درجہ زیادہ ہے، مومنین میں اولیاء کا درجہ زیادہ ہے اولیاء میں قطب وابدال زیادہ درجے والے ہیں۔ سارے ولی قطب ابدال اکٹھے کرو تو ایک صحابی کا درجہ زیادہ ہے۔ سارے صحابہ جمع کرو تو صدیق کا درجہ زیادہ ہے۔

اصل عمل ہے

میں کچھ سیرت پر عرض کرتا ہوں، توجہ کیجئے سنئے اور اس پر عمل کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

ہمارے اندر صرف یہی کمی ہے کہ ہمارے اندر عمل نہیں۔ آپ کو علم ہے کہ نماز فرض ہے عمل نہیں، علم ہے کہ داڑھی سنت ہے عمل نہیں، علم ہے کہ شراب حرام ہے، عمل نہیں، علم ہے کہ رشوت حرام ہے، عمل نہیں، علم ہے کہ جوا حرام ہے عمل نہیں، عملی زندگی کا فقدان ہے۔

آج میرے ساتھ عہد کریں کہ عمل کریں گے، آج اگر حضرت لاہوریؒ کے خاندان کی عزت ہے تو صرف عمل کی وجہ سے ہے۔ علماء بھی آپ کے جوتے اٹھاتے تھے۔ حضرت درخواستی مدظلہ نے عمل کیا تو آج دنیا امیر جمعیت اور حافظ الحدیث کہتی ہے یہ تمام عمل کی برکتیں ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ انسان علم پڑھے تو عالم ہے عمل کرے تو ولی اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

ہمیں ولادت بیان کرنا آتی ہے

ہمیں ولادت بیان کرنا بھی آتی ہے میں آپ کو حضور کی ولادت سے قبل کا پانچ سو سالہ دور بتا سکتا ہوں کہ حضور سے پہلے کیا تھا۔ اور یہ قدرت کا قانون ہے فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ جب اندھیرا ہو تو روشنی آتی ہے۔ دوستو! جب موسم خزاں ہو تو موسم بہار آتا ہے۔ اس

لئے ربیع الاول کہا جاتا ہے کہ موسم بہار آیا، آقائے نامدار آیا، مدینے کا تاجدار آیا، دو جہاں کا سردار آیا، محبوب رب غفار آیا امت کا غمخوار آیا، یتیموں کا وفادار آیا۔

یتیم کے متعلق حکم

یتیمو! آؤ تمہیں سیرت سناؤں، یتیمو، لاوارثو! نہ روؤ، تمہیں گلے سے لگا کر تمہارے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیر کر تمہیں کندھوں پر اٹھا کر عید پڑھانے والا نبی آ گیا ہے۔ یہ ساری سیرت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: انا وکافل الیتیم ھکذا من مس علی الراس الیتیم فلہ بکل شعرۃ حسنۃ جو یتیم کے سر پہ شفقت سے ہاتھ پھیرے ایک ایک بال کے بدلے خدا اس کو نیکی عطا کرے گا۔

حضورؐ نے فرمایا وہ گھر شاندار ہے جس میں یتیم ہنس رہا ہو، آپؐ نے فرمایا اگر تمہارا بچہ تمہارے ساتھ جا رہا ہے۔ حسین ہے، دلنشین ہے مہ جبین ہے۔ نازنین ہے، بہترین ہے، ہاتھ میں لڈو اور اچھلتا، کودتا، کھیلتا جا رہا ہے سامنے ایک بچہ آتا ہے سر میں تیل نہیں۔ کپڑے میلے پہنے ہوئے ہیں پسینہ پسینہ ہے۔ اس کا ابا نہیں کہ اس کی انگلی پکڑے۔ اس کی اماں نہیں کہ اس کا منہ دھوئے میرے محبوب نے فرمایا خدا کی غیرت سے ڈرنا اس یتیم کے سامنے اپنے بیٹے کو پیار نہ کرنا۔ اپنے بیٹے کو لڈو نہ دینا، اپنے بیٹے کو بوسہ نہ دینا، ایسا نہ ہو کہ یتیم کو اپنے ابا کا پیار یاد آ جائے یہ نہ کہہ دے کہ مولیٰ! کبھی مجھے بھی ابا بوسے دیتا تھا۔ میری ماں بوسے دیتی تھی۔ فرمایا خیال کرنا خدا کے غضب کو نہ للکارنا ایسا نہ ہو کہ غریب کے دل سے آہ نکلے اور خدا تیرے اباد گھر کو برباد کر دے۔

آج میں امیروں کی تردید نہیں کرتا۔ میں اتنا کہتا ہوں۔ حضورؐ کے ابا اور اماں بھی غریب تھے، نبی جس جھونپڑی میں آئے وہ بھی غریب کی تھی۔ جس دائی نے نبی کو اٹھایا وہ بھی غریب تھی۔ حضورؐ جب مدینے پہنچے جس گھر میں ٹھہرے وہ گھر بھی غریب کا تھا۔ (ابو ایوب انصاریؓ کا گھر)

آگے چلتا ہوں یہ سلطان عبدالحمید نے حضورؐ کا روضہ مبارک بنوایا ہے اندر جہاں ہے اندر جہاں میرے مصطفیٰؐ کا ڈیرہ ہے وہ صدیقہ کا حجرہ ہے اس پر چھڑیوں کی چھت ہے، آج بھی نبی جھونپڑی میں سو رہے ہیں۔

نبی کو جو کفن دیا گیا وہ تین کپڑے دھلے ہوئے تھے تم دنیا پہ ناز کرتے ہو میں اتنا

کہتا ہوں یا اللہ ہمیں دنیا دے جو صدیق کو دی تھی۔ (آمین)

نہ مے گویم کہ از دنیا جدا باش
بہر کار کہ باشی با خدا باش

دنیا ہو صدیق والی، دنیا ہو عثمان والی، قارون والی دنیا نہ ہو (آمین)

حضورؐ پاک پیدا ہوئے

حضورؐ کی ولادت ہوئی آپؐ نے خود فرمایا: انما ولدت مطھر انس پاک پیدا ہوا۔ مجھے نہلانے کی ضرورت نہیں تھی۔ آلائش نہیں تھی اللہ نے خود انتظام کر دیا تھا۔ اور سیرت کی تمام کتابوں میں لکھا ہے۔ انما ولد مختونا ناکی کی ضرورت نہیں تھی۔ اللہ نے سارا انتظام خود ہی کر دیا تھا۔ (سبحان اللہ) جو پیغمبر کی خوشبو اس وقت تھی اب بھی ہے۔ جو لوگ ہمیں کہتے ہیں اٹھو اٹھو نبی آگئے ہیں۔ یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک کیا ہے؟ کہتے ہیں نبی آگئے ہیں کہاں ہیں کہتے ہیں کہ چلے گئے ہیں قوم کو بدھو بنا رکھا ہے۔ ان سے کہو آج بھی نبوت کی خوشبو ہے۔

امام مالکؒ کہتے ہیں مجھے سات میل تک حضورؐ کی خوشبو آتی ہے۔

آج میں علماء کے سامنے حدیث پڑھ رہا ہوں وفاء الوفاء مع دار الہجرہ۔ آثار المدینہ میں موجود ہے۔ حضورؐ نے فرمایا مدینہ انت طالب طیبہ، طیبہ مطابہ لطیب رائحتک الی یوم القیامہ۔ مدینہ تیرا نام، طابہ، تیرا نام، طیبہ، تیرا نام مطابہ، قیامت تک میری وجہ سے تیری ہواؤں میں جنت کی خوشبو رہے گی۔ سبحان اللہ

ہر جگہ سے لوگ آپ کے در پر جاتے ہیں

میں حیران ہوں کہ لوگ کیا کرتے ہیں دعا کرو اللہ ہمیں حضورؐ کے در پر جانے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

میں نے استاد یکھا ہے کہ ہر چیز نبی کے در پر جا رہی ہے بلالؓ حبشہ چھوڑ کر نبی کے در پر گیا۔ سلمانؓ فارس کو چھوڑ کر نبی کے در پر گیا۔ صہیبؓ روم چھوڑ کر نبی کے در پر گیا۔ ابو ہریرہؓ یمن سے نکل کر نبی کے در پر گیا۔ عمرو بن طفیل دوسی، دوس سے نکل کر نبی کے در پر

گیا۔ مکہ سے ایک سو پندرہ صحابہ نکل کر حضورؐ کے در پر گئے۔ آج بھی ستر ہزار فرشتے حضورؐ کے در پہ جاتے ہیں۔ جبریل آسمان سے وحی لے کر حضورؐ کے در پر گئے۔ قرآن لوح محفوظ سے نکل کر نبی کے در پر گیا۔ ساری دنیا نبی کے در پر جاتی ہے اور یہ نبی کو یہاں بلا رہے ہیں۔ دعا کرو اللہ ہمیں وہاں لے جائے (آمین)

جو میرے روضہ کی زیارت کرے گا اس کی شفاعت کروں گا

مسجد نبوی میں نماز پڑھو تو پچاس ہزار کا ثواب؟ (ہے) کیا میں صحیح حدیث پڑھ رہا ہوں۔ من زار قبری وجبت له شفاعتی جو میرے مزار کو دیکھے گا اس کی سفارش کروں گا۔ کیا یہ حدیث نہیں ہے؟ مابین منبری وبیتی روضة من ریاض الجنة یہ روضہ لاہور میں ہے یا مدینہ میں ہے؟ (مدینہ میں) میں آپ کے مسائل حل کر رہا ہوں۔

حضورؐ کا ارشاد مجھے یاد آ گیا: من دفن فی مدینتی فهو من جواری ۔فرمایا جو مدینے میں آ کر دفن ہو گیا قیامت تک میرا ہمسایہ رہے گا۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ستر ہزار آدمی جنت البقیع سے اٹھیں گے جن کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔ اس لئے کہ انہوں نے گھر بار چھوڑ کر میرے مدینے میں وفات پائی میں کسی پر تنقید نہیں کر رہا۔ بلکہ سمجھا رہا ہوں کہ آپ بھی کچھ سمجھیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی کے دروازے پر لے جائے (آمین)

اگر آپ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی تو ہجرت بھی ۱۲ ربیع الاول کو، رحلت بھی ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی ہے۔

سیرت سنو، فضائل کے ساتھ ساتھ کچھ مسائل بھی بتا رہا ہوں۔ تا کہ حضورؐ سے صحیح تعلق ہو جائے۔ (آمین)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے کرتے کی برکت

آقا کی ولادت ہوئی تو قحط ختم ہو گیا۔ بی بی حلیمہ کہتی ہے کہ یہ پیغمبر کی برکت ہے، ہم برکت کے قائل ہیں۔ علماء کے سامنے حدیث بتاتا ہوں۔ اہل حدیث علماء بھی بیٹھے ہیں۔ ان سے پوچھو کہ کیا یہ حدیث نہیں ہے؟ کہ بی بی عائشہ کہتی ہیں کہ میرے پاس حضور کا

کرتہ تھا۔ جس کو بخار آتا تھا۔ بسم اللہ کر کے کرتے کی آستینیں پانی میں ڈبو دیتی اور کہتی مولیٰ یہ وہ کرتا ہے جو تیرے نبی کے وجود سے لگ چکا ہے۔ فرمایا جو بھی منہ پر پانی چھڑکتا خدا شفاء عطاء کر دیتا۔ یہ برکت ہے۔

آپؐ وضو کرتے پانی تقسیم ہو جاتا تھا۔ حضورؐ حجامت کرواتے صحابہ ایک ایک بال تبرک لے جاتے۔

میں آج علماء کے سامنے حدیث پڑھتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا:

اللھم ان ابراھیم عبدک وخلیلک ونبیک وانی عبدک ونبیک وانہ دعاک لمکۃ وانا ادعوک للمدینۃ بمثل ما دعاک لمکۃ مثلہ معہ اللھم بارک لنا فی مدینتنا اللھم اجعل مع البرکۃ برکتین.

فرمایا: خلیل نے مکہ کے لئے دعا کی تھی میں مدینے کے لئے دعا کرتا ہوں۔ موئی میرے مدینے میں مکہ سے دگنی برکت عطاء فرما۔ برکت ہے یا نہیں؟ (ہے) آپ بے شک سارے پاکستان کا خزانہ لے جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارے دس کروڑ ختم ہو جائیں گے میرے محبوب کے شہر کی کھجوریں ختم نہیں ہوں گی۔ (سبحان اللہ) مبالغہ کر رہا ہوں یا صحیح کہہ رہا ہوں؟ (صحیح کہہ رہے ہیں) یہ برکت ہے۔

آپ حجاج سے پوچھ لیں وہاں منڈی میں شلغم، خربوزے، تربوز مولیاں رب ذوالجلال کی قسم پوری دنیا میں جو سبزی اور میوہ نہیں ہوتا وہ مصطفیٰ کے شہر میں ہوتا ہے۔ میں بھی وہاں سے ہو آیا ہوں۔

غار تک پہنچا ہوں۔ وہ باتیں سناؤں تو آپ تڑپ جائیں۔ میں نے بھی وہاں جوتیاں نہیں پہنی تھی۔ دعا کرو خدا سب کو عشق رسول عطا فرمائے (آمین)

میں کوئی عاشق رسول ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ مجھے عاشق صادق بنائے (آمین) انما الاعمال بالخواتیم خدا خاتمہ

صحیح فرمائے۔(آمین)

عمل کے ذریعہ جنت، عمل کے ذریعہ جہنم

اس حدیث نے مجھے تڑپا دیا: لیعمل احدکم عمل اھل الجنۃ حتی لا یکون بینہ وبین الجنۃ الاشبرا واحد فسبقت علیہ الکتب ففی النار ایک آدمی نیکی کرتے کرتے جنت کے کنارے ہوگا۔ایسا عمل کرے گا کہ جہنم میں چلا جائے گا۔ ایک آدمی برائی کرتے کرتے جہنم کے کنارے پر ہوگا۔تمہارے ورضے والے فرماتے ہیں کہ اس سے ایسی نیکی ہوگی کہ سیدھا جنت میں چلا جائے گا۔ناز نہ کرو، وہ بے نیاز ہے۔

اوحافظو، اوحاجیو! یہ نہ کہو کہ ہم یوں انھم اناس یتطھرون خدا بے نیاز ہے۔ بخشش کرنے پر آئے تو کنجری کو بخش دیا۔گنہگار، سیاہ کار، بدکار، فاسقجار، بدکردار، بدافعالہ، بداعمالہ ایک کنجری چکلے سے نکلتی ہے۔راستہ بدلتی ہے۔دیکھتی ہے کہ کتا سسک رہا ہے بلک رہا ہے، ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔مٹی چاٹ رہا ہے، جان دے رہا ہے، عورت کو رحم آیا۔حدیث میں آتا ہے کہ کتے کو اٹھایا سائے میں بٹھایا، دوپٹے کو اتارا، اپنی جراب کو باندھ کر کنویں میں لٹکایا، پانی نکالا، کتے کا منہ صاف کر کے پانی پلایا۔کتے کو ہوش آیا۔رحمت کو جوش آیا۔

فرمایا ایک عورت کو میں نے دیکھا کہ جہنم میں پھر رہی تھی، فرمایا اس طرح تدور کدور الحمار جس طرح گدھا پھرتا ہے۔اس کی انتڑیاں باہر نکلی ہوئی تھیں۔اردگرد پڑی ہوئی تھیں، منہ کھلا ہوا، آگ لگی ہوئی، میں نے کہا کون ہے فرمایا ستر سال سے عذاب میں مبتلا ہے۔میں نے کہا کون ہے فرمایا: امراۃ صالحۃ ربطت ھرۃ فلم تترک حتی تاکل من خشاش الارض : اس عورت نے ایک بلی کو باندھا تھا۔خود یہ نمازی تھی، قرآن پڑھتی تھی، بلی نے کچھ نقصان کیا تھا، اس کو باندھ دیا، کھانا پینا نہ دیا، بلی کو لوہے کی سلاخ ماری کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا۔انتڑیاں نکل آئیں بلی میاؤں کر کے مر گئی، محبوب دیکھو ستر سال ہو گئے ہیں ابھی تک بلی کا حساب پورا نہیں ہوا۔

جس کو دیکھو وہی کہتا ہے کہ جنت کا ٹھیکیدار ہوں۔ بھائیو! مہربانی کرو ایک دوسرے پر کفر کی مشین نہ چلاؤ میں ایک جملہ کہتا ہوں۔دین پوری کا یہ جملہ یاد کر لو۔خوش رہو کہ غفار ہے، ڈرتے رہو کہ قہار ہے۔

آنجا کہ نظر تست ہر ذرہ گلستان است

انجا کہ نظر قہر تست ، ہر ذرہ بیابان است

جب تو رحمت کی نظر اٹھائے تو بیابان کو آباد کرتا ہے کوئٹہ میں قہر کا تھوڑا سا نقشہ دکھایا تو پینتالیس ہزار آدمیوں کی لاشیں تڑپ رہی تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر موتی

حضور کی ولادت باسعادت ہوئی ''کہو سبحان اللہ'' یہاں کچھ موتی دیتا ہوں۔ میں نے موتی جمع کئے ہیں۔ صبح صادق تھی، نبی بھی صادق تھا۔ اور صبح صادق کے بعد سورج طلوع ہوتا ہے۔ اشارہ تھا کہ اب صبح کاذب نہیں آئے گی۔ اب صادق رہے گی اور حلیمہ سب سے آخری دائی تھی اور ''دائی'' بھی آخری تھا، اور یہ بچہ ملنے والا بھی آخری تھا، نبی بھی آخری تھا۔ قرآن بھی آخری ہے، امت بھی آخری ہے اور حلیمہ غریب تھی، معلوم ہوا کہ نبی جہاں جہاں جاتا ہے وہاں رنگ لگ جاتا ہے۔ دنیا کہتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیا اور ہوا کچھ بھی نہیں! اس طرح سینما کھلے ہوئے ہیں، شراب پی رہے ہیں، داڑھی .... منڈوا رہے ہیں اور نبی آیا ہوا ہے۔ نبی جہاں جاتا ہے نقشہ بدل جاتا ہے مکہ کا نقشہ بدل گیا یا نہیں (بدل گیا) مدینے گئے خدا کی قسم صحابہ کے الفاظ ہیں: فرمایا قد اضاء المدینہ کلما دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینہ، اضاء المدینہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں قدم رکھا تو پورا مدینہ روشن ہو گیا۔ یہ صحابہ کے الفاظ ہیں۔ رنگ لگ گیا بچوں کو پتہ چل گیا۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

وہ دیکھو پہاڑوں سے چودھویں کا چاند چمکتا ہوا آرہا ہے۔ میں آپ کو یہی سمجھانے آیا ہوں۔ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا وہاں رحمت ہی رحمت ہوگی ایک حدیث مجھے یاد ہے: لایدخل المدینۃ الدجال والوبا والطاعون والزلازل والفتن میرے مدینے میں دجال، زلزلے، فتنے اور وبا نہیں پھیلے گی۔ جہاں میرا بسیرا ہے

گا دور اندھیرا رہے گا۔ رحمت کا ڈیرا رہے گا۔ مدینے میں زلزلہ آیا؟ (نہیں) قحط آیا نہیں فرمایا: ماكان الله ليعذبهم وانت فيهم جہاں آپ کا ڈیرا ہو وہاں عذاب ہی نہیں دیا کرتے۔ اب میں دور چلا گیا ولادت پہ موتی دوں اور آپ کوتڑ پا بھی دوں۔

بی بی حلیمہ کہتی ہیں کہ میری پینتیس برس کی عمر تھی، مکہ میں تین سودائیاں آئیں۔ کس کا نام یاد ہے؟ ان کے خاندان کا؟ ان کے قبیلوں کا؟ (نہیں) حلیمہ تو جو مصطفیٰ کی ہی، تیری قبیلہ کا پتہ ہے تیرے خاوند کا نام حارث ہے۔ تیرے بیٹے کا نام عبداللہ ہے، تیری بیٹی کا ما شیما، انیسہ، جذیمہ، تیرا نام حلیمہ ہے، تیرا قبیلہ سعدیہ ہے۔

میں حضرت عثمانؓ کے مزار پر کھڑا تھا، آپ تھکے تو نہیں بیٹھے میں انشاء اللہ جلدی بریک لگاؤں گا پھر آرام سے آؤں گا "فی الحال آج سیرت کی جھلک لے لو، حضور انورؐ دو جہاں کے پیغمبر، محبوب رب انور، شافع محشر، ساقی کوثر، رحمت اللعالمین، شفیع المذنبین، امام المرسلین، راحت العاشقین، مراد المشتاقین، خاتم النبیین، سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات میں بہترین، جس پر ہمیں یقین ہے جس کا اشارہ بھی دین پیغمبر کا اشارہ بھی؟ دین ہے۔

اگر اشارہ پر تقریر کروں تو گھنٹہ کھڑا رہوں اشارہ کرے تو چاند "دو ٹکڑے اشار کرے تو بادل برسنے لگیں، ارشاد کرے تو درخت دوڑتے ہوئے آجائیں۔ اشارہ کرے تو بوڑھی بکری میں دودھ آجائے۔ اشارہ کرے تو بادل دوڑتے ہوئے چھتری کی طرح نظر آئیں اشارہ کرے تو علیؓ درد نکل جائے۔ اشارہ کرے تو ابوبکرؓ کی ایڑی کا زہر نکل جائے یہ نبی کی انگلی ہے۔ کہو سبحان اللہ) خیر میں دور نہیں جاتا۔

میں حضرت عثمانؓ کی قبر پر کھڑا تھا۔ تو ایک مصری وہاں تھا۔ السلام علیک! وعليك السلام ما سمک؟ عبدالشكور من این؟ من الباكستان من العجم، ماشاء الله هل فزت من قبل لا انی جئت اول مرة يا شيخ هل تعرف قبرا على حشيش فى ناحية وہ قبر جس پر گھاس اگا ہوا ہے جانتے ہو کس کی ہے؟ میں نے کہا لا والله انى جئت اول مرة عليكم ان تبين ما اعلم ماادرى کہنے لگا تعال الله اكبر يا رفيق هى مرضعة رسول الله یہ وہی عورت ہے جس نے

محمد کو گود میں دودھ پیالا تھا میں نے وہاں کہا تھا کہ حلیمہ اس گود کو مبارک ہو نے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھایا۔ یہ عام تقریر کررہا ہوں۔ پھر کسی دوسرے وقت آپ کو سیرت کی علمی جھلک دوں گا۔ جو حضرت انسؓ کی حدیث تھی۔ اب ولادت بیان کررہا ہوں، حلیمہ کہتی ہے میرے پستانوں میں دودھ نہیں تھا۔ میری اونٹنی کمزور قابل غور لوگ کہتے تھے۔ لا۔ ہور۔ کیونکہ بالکل کمزور تھی، قابلِ غور تھی، نہ چال تھی، نہ نُور تھی۔ میرا خاوند بیمار تھا۔ لاچار تھا، بخار تھا۔ سر میں ازار تھا، بے کار تھا، نہ دکاندار تھا، نہ مالدار تھا۔ بلکہ عیالدار تھا۔ الفاظ میرے صحیح ہوں گے۔ ایسے فضول نہیں ہوں گے اور میرا بچہ روتا تھا، نہ سوتا تھا، پریشان ہوتا تھا، فرمایا نبی پر سفید چادر تھی۔

صحابہ کی بھوک اور تھکاوٹ حضور کو دیکھنے سے ختم ہو جاتی

توجہ کرنا نبی ہوتا ہے، ابوبکر صدیقؓ کہتے ہیں، کہ جب مجھے بھوک ستاتی تھی۔ اللہ کی قسم میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کھڑے ہوکر محبوب کا چہرہ دیکھتا تو میری بھوک ختم ہو جاتی۔ صحابیؓ کہتے ہیں کہ ہم تھکے ہوئے ہوتے تھے۔ حضورؐ کے چہرے کو دیکھنے کے بعد تھکاوٹ دور ہو جاتی تھی ''توجہ کرنا'' آپ تھکے بیٹھے ہیں یا پکے بیٹھے ہیں؟ ''پکے بیٹھے ہیں'' جاگ رہے ہو یا آہستہ آہستہ بھاگ رہے ہو؟ ''جاگ رہے ہیں'' خیر توجہ کیجئے میں کہتا ہوں کہ کچھ سیرت سن لو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کریم بھی کہہ سکتے ہیں رءوف رحیم بھی کہہ سکتے ہو۔ یہ قرآن نے کہا ہے: وبالمومنین رءوف رحیم ایک اور موتی دے رہا ہوں۔ سارے نبی امت کے نبی ہیں، میرا نبی نبیوں کا بھی نبی ہے۔ سارے نبی اپنی امت کے امام ہیں، میرا نبی سید الاولین والآخرین، سید المرسلین رسولوں کا بھی سردار ہے یہ عجیب بات ہے کہ آیا سب کے بعد اور کھڑا سب کے آگے۔

مجھے کہنے لگے مولانا! کیا یوسف علیہ السلام حسین نہیں تھے۔ میں نے کہا نبی حسین ہوتا ہے مامن نبی الا حسن صوت وحسن الصورۃ نبی حسین ہوتا ہے میں نے کہا جس نے پیارے یوسف علیہ السلام کو دیکھا انہوں نے انگلیاں کاٹیں۔ جنہوں نے کملی والے کو دیکھا

انہوں نے اپنی اولاد تو کیا اپنی گردنیں بھی دے دیں۔

ابو بکرؓ و عمرؓ کا عشق رسول

حضرت ابو بکرؓ نے بیٹے کو کہا کہ کیا ہے۔ کہنے لگا ابا آپ دو دفعہ میری تلوار کے سامنے آئے خیال آیا ابا ہے منہا کر گیا۔ بدر کے میدان میں ابو بکرؓ باپ ہے۔ عبدالرحمٰن بیٹا ہے۔ فرمایا بیٹا تجھے خیال آیا اگر تو میری تلوار کے نیچے آتا میں بیٹا نہ سمجھتا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن سمجھ کر دو ٹکڑے کر دیتا۔ یہ ہے عشق۔

عمرؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا مجھ سے کتنا پیار ہے کہنے لگا، بیوی سے بچوں سے اولاد سے فرمایا پھر سوچ لو کہنے لگا۔ الآن من نفسی۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے جان سے بھی زیادہ آپ پیارے ہیں۔ فرمایا اب ٹھیک ہے دعا کرو اللہ ہمیں اپنی جان سے بھی زیادہ حضورؐ سے محبت عطا فرمائے۔ (آمین)

بڑوں کا ادب ضروری ہے

عبداللہ بن سلامؓ اب تو نام بھی بہت ہے۔ لیلیٰ مجنوں، ہیر، رانجھا، سیف الملوک، سسی پنوں، اور پتہ نہیں کیا کیا ہیں تم میں ایسے بے وقوف ہیں کہ وہ بوٹا سنگھ جو ہماری مسلمان بہن زینب کو لے آیا اور گاڑی کے نیچے آ گیا۔ اور مر گیا تم نے کہہ دیا شہید عشق، بے وقوف آدمی پھول چڑھاتے ہیں مجھے بہت افسوس ہوا۔ کبھی کبھی غلطی کر بیٹھتے ہو، دعا کرو خدا ہمیں معاف فرمائے۔ (آمین) میں نے سب کو نہیں کہا۔ ان کو کہا جنہوں نے غلطی کی، میں آپ کا احترام کرتا ہوں۔ بڑے بڑے علماء بھی ہیں۔ میں بڑوں کا ادب بھی کرتا ہوں، اب کرنا ضروری ہے۔ میں نے ادب پیغمبر سے سیکھا ہے۔ جب ابو بکرا اپنے اسی سالہ والد کو لائے۔ جو آنکھوں سے نابینا تھے۔ لڑکھڑاتا ہوا۔ لرزتا ہوا آرہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صدیق کیسے لائے ہو؟ کہنے لگا زندگی بھر دشمنی کی آج آپ کا کلمہ پڑھنے لا رہا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو جلدی سے اٹھے چادر مبارک بھی گر پڑی فرمایا صدیق! اس عمر میں ان کو کیوں تکلیف دی؟ مجھے کہتا میں مصطفیٰ چل کر اس کے دروازے پر جاتا خدا کی قسم حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ

کر کندھے پر رکھا اور فرمایا ابو قحافہ جس کو ملنے آیا ہے وہ محمد میں ہوں۔ بڑوں کا ادب سکھایا، جب بی بی حلیمہ ملنے آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر بچھائی۔ ہم تو حقیقی ماں کو معاف نہیں کرتے کہو نعوذ باللہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درندے بھی پہچانتے تھے

ذرا آپ کو رلا دوں، تڑپا دوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بچپن میں جو بکریاں چراتی تھیں، بی بی شیما، بی بی انیسہ، بی بی جذامہ، بی بی جزیمہ، یہ اس کے نام ہیں۔ بی بی شیما کہتی ہے۔ میں بکریوں کے ساتھ آقا کو لے جانے لگی تو حلیمہ نے کہا بیٹی شیماء جی اماں بیٹی یہ مکے کی امانت کتنا حسین ہے۔ اور تو اس کو دھوپ میں لے جا رہی ہے۔ تو کہنے لگی اماں! جب میرا بھائی ساتھ ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ سارا ریوڑ سائے میں ہے دھوپ لگتی نہیں۔ اماں جی! جس دن یہ بھائی محمد ساتھ ہوتا ہے، بکریاں چرتی تو نہیں اس کو دیکھتی رہتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکریاں بھی پہچانتی تھیں۔ اونٹ آپ کو پہچانتے تھے۔ نہ پہچانیں تو بندے نہ پہچانیں۔ محمد کو درندے بھی پہچانتے تھے۔ میرا دعویٰ ہے کہ شیر بھی پہچانتے تھے۔ حضرت سفینہ صحابیؓ تھے۔ مشکوٰۃ کی حدیث ہے علماء سے پوچھ لینا۔ جب افریقہ کے جنگل میں نبی کا دیوانہ پروانہ، مستانہ، تابعدار، جانثار، وفادار، نبی کا یار آیا تو شیران کی طرف بھاگا صحابیؓ نے کہا۔ یا ابا الحارث انا مولیٰ رسول اللہ میں مصطفیٰ کا غلام ہوں۔ شرم نہیں آتی شیر؟ اس پر حملہ کرتے ہو جس نے مصطفیٰ کو دیکھا ہے میں مصطفیٰ کا غلام ہوں۔ آج تو لوگ صبح سویرے اٹھ کر کہتے ہیں ابو بکر پر لعنت یعنی نبی کے روضے کی طرف لعنت بھیجتا ہے۔ نعوذ باللہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت

میرا مشن یہ ہے کہ صحابہ کو چھوڑو تو پیغمبر نہیں ملتا پیغمبر کو چھوڑو تو خدا نہیں ملتا ہمیں تو جو کچھ بتایا ہے صحابہؓ نے بتایا ہے۔ فقط بی بی صدیقہؓ کی جوتی میں جاؤں۔ پوچھوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کرتے تھے؟ فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر آتے تو اسلام علیکم کہتے تھے۔ میں نے پوچھا کیا کرتے تھے؟ فرمایا گھر میں آتے میں دیکھتے کہ نبی کی آنکھوں میں اتنی حیاء ہوتی کہ لڑکیوں میں اتنی نہیں ہوتی تھی۔ میں نے کہا حضور کیا کرتے تھے؟ فرمایا

میں آٹا گوندھ رہی ہوتی تو نبی بکری کا دودھ نکال لیتے۔ دیکھتی کہ نبی جھاڑو دے رہے ہیں۔، نبی آپ اپنی جوتی کو ٹانکہ لگا رہے ہوتے، کبھی آپ لکڑیاں اتار رہے ہیں۔ کبھی آپ کپڑے دھو رہے ہیں۔ بعض دفعہ یوں بھی دیکھا کہ بریرہ لونڈی سو رہی ہے نبی پنکھا کر رہے ہیں آج کون کرتا ہے۔

او سیٹھو! تم کیا کرو گے۔ تم تو نوکر گلاس میں پانی نہیں پیتے تم تو کہتے ہو میرے پلنگ پہ نہ آنا تم لوگ کہتے ہو بچا ہوا پانی خراب ہے اس میں جراثیم ہیں، میں نے آقا کو دیکھا کہ دودھ کا پیالہ ہے، فرمایا جاؤ ابو ہریرہؓ سب کو پلاؤ پہلے میرے غلام پئیں گے ستر صحابہ نے پیا تو ان کا بچا ہوا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیا تھا۔ جب حضورؐ سفر میں ہوتے تھے تو فرماتے تم اونٹ ذبح کرو، تم گوشت بناؤ، تم پانی بھر لاؤ، تم اونٹ کو چراؤ، تم سامان کی حفاظت کرو، خود کھڑے ہو کر فرماتے میں محمدؐ جنگل سے لکڑیاں لاتا ہوں۔ یہ کون کر سکتا ہے یہ محبوب کی سیرت ہے میں آقا کو دیکھ کر حیران ہوتا ہوں، کبھی دیکھتا ہوں تو مزدوروں کی صف میں پتھر اٹھا رہے ہیں کبھی دیکھتا ہوں تو بوڑھی کی گٹھڑی اٹھا کر گھر پہنچا رہا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو طالب کی نظر میں

ابو طالب سے میں نے پوچھا بتاؤ تیرا بھتیجا کیسا ہے کہنے لگا میرا بھتیجا اتنا خوبصورت ہے کہ جب مکہ میں بارش نہیں ہوتی تو بھتیجا کا چہرہ آسمان کی طرف اٹھاتا ہوں تو بارش شروع ہو جاتی ہے۔ ابو طالب کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ یتیموں کو کھانا کھلا رہا ہے۔ اندھی اور بیواؤں کی انگلی پکڑ کر گھر پہنچا رہا ہے۔ اور ہمیں اگر کوئی اکیلی عورت مل جائے اور کانوں میں سونے کی بالیاں پہن رکھی ہوں تو کان بھی کاٹ کر بھاگ جائیں (نعوذ باللہ) یہ کچھ یہاں ہو رہا ہے۔ یہ نہ سمجھنا ہمیں پتہ نہیں، ہمیں آپ کی ریاست کا بھی پتہ ہے ہمیں آپ کی سیاست کا بھی پتہ ہے۔ میں دین پور کی مٹی کو ہوں جہاں سیاست کا مرکز رہا ہے۔ جہاں عبید اللہ سندھیؒ دفن ہے۔ اور میں نے عبید اللہ سندھیؒ کے پاس گلستان پڑھی ہے تو بات سیرت کی تھی۔

بی بی صدیقہؓ کی جوتی میں میں چلا گیا۔ میں نے کہا اماں جان، بتاؤ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر پر کیا کرتے تھے؟ فرماتی ہیں کہ رات کو آپ جلدی سو جاتے تھے۔ جب

میں جاگتی تو حضور تہجد میں کھڑے ہوتے تھے۔ کبھی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس دس پارے ایک ایک رکعت میں پڑھ جاتے کبھی دیکھتی تو آپ سجدے میں ہیں۔ مجھے تین تین دفعہ جاگ آتی محبوب کا سجدہ ختم نہ ہوتا۔

او مسلمانو! اللہ فرماتے ہیں: یا یھا المزمل قم الیل الا قلیلا۔ کملی والے کچھ آرام بھی کیا کرو۔ رات کو تھوڑی عبادت کیا کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ماعبدناک حق عبادتک آنکھوں اور پاؤں پر ورم ہے۔ مگر پھر بھی فرماتے ہیں خدایا! محمد تیری عبادت کا حق ادا نہیں کرسکتا۔

نبی اور خدا جدا جدا

میں ایک اور موتی دے کر آپ کو تڑپا دوں۔ یہ کہتے ہیں خدا اور نبی ایک ہے میں نے مصطفیٰ کو حج کے لئے آتے ہوئے دیکھا۔ آپؐ نے ایک حج کیا ہے دو عمرے کئے ہیں مجھے حضور کی مسجد کے دروازے بھی یاد ہیں۔ رب ذوالجلال کی قسم مجھے ''ریاض الجنۃ'' کے یک ایک ستون کا نام بھی یاد ہے اسطوانہ عائشہ، اسطوانہ ابی لبابہ استوانہ حریس، اسطوانہ حنانہ، اسطوانہ وفود، یہ ستونوں کے نام ہیں۔ تم کہتے ہو نہیں پتہ نہیں۔ یہ باب الرحمت ہے باب السلام، باب السعود، باب ابوبکر صدیقؓ باب عمر بن الخطاب، باب عثمانؓ، باب عبدالمجید، باب جبرئیل باب النساء، باب بقیع، یہ مسجد کے دروازے ہیں۔ کہتے ہیں ان کو پتہ نہیں۔ ہمیں بہت کچھ پتہ ہے ہمیں تعلق ہے۔ عزیزو! میں کوئی عالم نہیں ہوں۔ کچھ باتیں کررہا ہوں، اب تو باغ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کھڑے ہو کر بہت سارے پھول سونگھ رہا ہوں تاکہ دماغ معطر ہوں۔ دل مطہر ہو جائیں۔ آمین

بی بی فرماتی ہیں، ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں تھے۔ اتنا لمبا سجدہ ہوا کہ میں نے ایڑیوں کو ہاتھ لگایا۔ یہ سجدہ کس کے سامنے تھا؟ اللہ کے سامنے لوگ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن نبی کہے گا۔ چھوڑ دے خدا کہتے گا جاؤ؟ تم عجیب تماشا کرتے ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں شفاعت کا سجدہ کروں گا۔ سات دن سجدہ کروں گا، آنکھوں سے آنسو داڑھی مبارک تر، محشر کا میدان میں آنسو، خدا فرمائیں گے۔ کیوں رو رہے ہو؟ کہوں گا جس کی امت پکڑی ہو وہ کیسے نہ روئے۔ سب نے دنیا میں دعا کی تھی۔

میں اب دعا کرتا ہوں۔ یا اللہ میری دعا سن اللہ فرمائے گا۔ ارفع راسک سل تعطہ، قل تسمع اشفع تشفع استجب تجب کہو سبحان اللہ۔ ترجمہ کروں تو گھنٹہ چاہئے میں ایک موٹی دے کر خدا اور رسول کا فرق بتاتا ہوں۔ حضور ﷺ حج پر آئے۔ صحابہؓ کہتے ہیں جب آپ بیرِ علی سے آگے نکلے تو آپ نے اپنی دستار اتار کر نائی کو بلا کر سر منڈا دیا۔ ایک صحابیؓ نے کہا حضرت ایسی بہترین زلفیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زلفوں میں ایسے نظر آتے تھے۔ جیسے بادلوں سے چودھویں کا چاند نکل آئے۔ آپ بہت خوبصورت تھے۔ کان رسول اللہ مدور الوجہ آپ کا چہرہ گول تھا صحابہؓ کہتے ہیں ہم دیکھتے رہتے تھے ہماری آنکھیں سیر نہیں ہوتی تھیں۔ دل چاہتا تھا کہ دیکھتے ہی رہیں۔ اس لئے میں نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کو دیکھنے والوں نے انگلیاں کاٹیں اور محبوب کے دیکھنے والوں نے اولاد اور گردنیں دے دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا مارا تو پتھر سے پانی نکلا۔ آپ ﷺ نے ہاتھ رکھا تو انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قم باذن اللہ کہا تو تھوڑی دیر مردہ زندہ ہو کر پھر مر گیا۔ آپ تھوڑی دیر جدا ہو گئے تو کھجور کی لکڑی آپ ﷺ کے عشق میں زندہ ہو گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت مجھے بادلوں تک نظر آیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی براق سات آسمانوں سے بھی گزر چکی ہے۔ شان زیادہ ہے یا نہیں؟ ”ہے“

علماء دیوبند کا علم

جس طرح تم کہتے ہو کہ ریڈیو پاکستان بول رہا ہے۔ یہ علماء اہلسنت بول رہے ہیں بعض لوگ ہمیں اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح کانی بھینس قصائی کو دیکھتی ہے۔ اللہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا غلام بنائے۔ (آمین)

سنو! سیرت رحمت اللعالمین سیرت المصطفیٰ سے لے کر سیرت النبیؐ علامہ شبلیؒ، سید سلیمان ندویؒ نے چھ جلدوں میں لکھی ہے۔ ہر میدان میں ہم نے کام کیا ہے۔ احادیث کی شرح ہم نے لکھی ہے بذل المجہود، فیض الباری، تجرید البخاری، العرف الشذی، فتح الملہم ہو، معارف السنن ہو یا معارف الحدیث ہو یہ سب ہم نے لکھی ہیں۔

علامہ رشید تفسیر منار والے سے پوچھو۔ جو مصر سے جامعۃ الازہر کا پرنسپل شیخ الجامعہ جب دیوبند آیا۔ دل میں خیال تھا کہ دیوبند کا مدرسہ دیکھ کر آتا ہوں۔ وہاں پہنچے تو

مولانا انور شاہ کشمیریؒ ترمذی پڑھا رہے تھے۔ کہنے لگے کیف العالم دیکھتا ہوں کیسے پڑھاتا ہے۔ کیف یقراء؟ کیف یعلم؟ کیسی تعلیم دیتا ہے۔ مولانا کشمیریؒ نے جب حدیث شروع کی فرمایا یہ حدیث بخاری میں یوں ہے، ترمذی میں یوں ہے، مسلم میں یوں ہے، فلاں جگہ راوی یوں ہے، روایت یوں ہے، درایت یوں ہے۔ جرح وتعدیل میں یوں ہے اسماء الرجال میں فلاں کا نام یوں ہے جب چار پانچ حدیثیں بیان کیں تو اٹھ کھڑا ہوا۔ **واللہ انی درت بلا دالعرب والعجم لقیت مع العلماء کلھم واللہ ما رائیت مثلک عالما متبحرا انت بحر العلوم مجتھد الوقت** کہنے لگے سارے عالموں سے ملا ہوں تجھ جیسا عالم نہیں ملا۔ کہنے لگا آپ چلیں میرے ساتھ آپ کو وہاں دس ہزار روپے تنخواہ دیں گے۔ فرمایا مجھے دیوبند کے دوسو کافی ہیں یہیں چٹائی پر بیٹھ کر حدیث پڑھاتا رہوں گا۔ اس نے ہاتھ چومے مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی پیشانی چومی۔ کہنے لگا خدا کی قسم روئے زمین پر اتنا بڑا عالم میں نے نہیں دیکھا اور مخالف کہہ دیتے ہیں ان کو آتا ہی کچھ نہیں۔ اب میرے پاس عالم موجود ہے سینے کو کھولو تو دس ہزار حدیث یاد ہوں گی۔ اب بھی ہمارے پاس ایسی ہستی موجود ہے اسے میں مل کر آیا ہوں۔ خدا کی قسم جن کو ہر رات حضورؐ کی زیارت ہورہی ہے۔ تم نے کیا سمجھا ہے۔ ہمیں تعلق ہے دعا کرو خدا تعلق برقرار رکھے۔ ''آمین''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات

بھائیو! بات دور نکل گئی، بی بی حلیمہ سعدیہؓ پر بات کررہا تھا۔ دعا کرو خدا کوئی جملہ منظور کرے۔ آمین تابع حضور کرے آمین رحمت سے بھرپور کرے آمین دین ودنیا میں سرور کرے۔ (آمین) تو حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں میں نے چادر اٹھا کر چہرہ دیکھا تو اچانک میرے وجود میں ایک عجیب اثر پیدا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ پستان دودھ سے بھر گئے۔ میں نے دیکھا کہ وجود میں خوشبو ہے۔ ادھر دیکھا تو میری اونٹنی رسے تڑوا رہی ہے۔ خاوند کو دیکھا چلا آرہا ہے۔ بچے کو دیکھا تو چپ کرکے سو گیا ہے۔ ایسے نصیبے والا بچہ تو میں نے نہیں دیکھا۔ ضرور اس کو لے کر چلیں گے۔ یہ ہمارے اجڑے گھر کو آباد کرے گا۔ بہرحال پھر اونٹنی پر سوار ہوئے جس اونٹنی پر بیٹھے وہ سب سے آگے نکل رہی تھی۔ میں نے کہا جس اونٹنی پر بیٹھے وہ

اونٹنی آگے نکل گئی، جس بندے کے کندھوں پر بیٹھے وہ بندہ سب بندوں سے آگے نکل گیا۔

شیما کی بات آپ کو سنادوں۔ شیما کیوں لے جارہی ہے۔ کہنے لگی اماں آپ کہتی ہیں کہ جنگل میں کیوں لے جارہی ہو جب یہ بھائی ساتھ ہوتا ہے اس کو نیند آنے لگتی ہے تو میں اپنا دوپٹہ بچھادیتی ہوں۔ جب میرا بھائی محمدؐ سو جاتا ہے تو میں پنکھا بھی کرتی ہوں۔

بہن کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا برتاؤ

ایک آدمی دوڑتا ہوا آتا ہے۔ حضرت! حضرت! فرمایا جی کہنے لگا ہم ایک قبیلہ میں لڑنے گئے، بڑی عجیب بات کررہا ہوں۔ خطابت کے انداز میں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے وہاں محاصرہ کیا۔ ایک عورت نکلی سادہ کپڑے تھے۔ اس نے کہا تم ہمیں گرفتار کررہے ہو، مردوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈیاں بنارہے ہو، جانتے ہو میں کون ہوں؟ میں تمہارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہن ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر؟ کہنے لگا حضرت وہ آتو رہی ہے اور رو رہی ہے۔ حضورؐ کی چادر مبارک گر پڑی۔ بڑی تیزی سے باہر نکلے، بی بی شیماں کو دیکھا تو فرمایا لوگو یہ میری بہن ہے۔ اس نے دوپٹے میرے نیچے بچھائے تھے۔ محمد اس کا احسان نہیں اتار سکتا۔ چھوڑ دو! چھوڑ دو! جس کی شیماں سفارش کرے اس کو بھی چھوڑ دو۔ یہ تو میرا محسن گھرانہ ہے۔ ہم بھی سیرت کے مالک ہیں؟ جہاں مہمان ہوں اس کا بستر الے جاتے ہیں۔ جس کے گھر نوکر ہوں اس کی بیٹی سے زنا کرتے ہیں، نعوذ باللہ

تمہیں سیرت سناؤں! کہتے ہیں کہ جب شیماء آئی تو حضورؐ نے اپنی چادر بچھادی اور فرمایا اسی چادر پر بیٹھو فرمایا شیما تیرے احسان مصطفیٰ کو آج بھی یاد ہیں۔ عائشہؓ کو (اطلاع بھیجی) روٹی پکاؤ، میری بہن آئی ہے۔ دیکھو ایک میلے کپڑوں والی جس نے بچپن میں میرے محبوبؐ کی خدمت کی تھی۔ آج تک میرے آقا کو اس کا احسان یاد ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات

مدنیؐ تیری رحمت پہ قربان، مصطفیٰؐ تیری نبوت پہ قربان، اونٹنی پر بیٹھے تو گھر پہنچے حلیمہ کہتی ہیں کہ میرے گھر میں برکت، میرے پانی میں برکت، لوگوں کی بکریاں شام کو

آئیں تو دودھ سوکھے۔ میری بکری دوپہر کو آئے تو تھن بھر چکے ہوتے۔ آج بھی برکت ہے یہ برکت نہیں؟ کہ آپؐ نے لعاب ڈال دیا جابرؓ کے آٹے میں اور اس کے سالن میں تو پھر ساڑھے نوسو آدمیوں کا پیٹ بھر گیا۔ یہ برکت ہے غزوہ خندق میں انگلیاں رکھیں تو تین سو مشکیں بھر گئیں۔ تین سو اونٹ پانی بھی پی گئے اور نبی کی انگلیوں سے پانی جاری رہا۔ یہ برکت ہے ہم برکت کے قائل ہیں۔

آج ایک نیا راز علماء کو بتاؤں جو حضرت خالدؓ سے ملا ہے۔ خالدؓ کہتے ہیں میرے سر پر ٹوپی تھی۔ جب میں ٹوپی اوڑھ کر میدان میں نکلتا تھا۔ مجھے دس ہزار آدمی دس نظر آتے تھے۔ یہ میری ٹوپی کا کمال نہیں تھا اس میں محمدؐ کے سر کے بال تھے۔ فرمایا ساٹھ ہزار آدمی مجھے ساٹھ نظر آتے تھے۔ دس تلواریں تو ٹوٹ جاتیں مگر میرے بازوؤں کی قوت میں فرق نہیں آتا تھا۔ نبی نبی ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت

تو بھائیو! میں سمجھا رہا تھا ایکم مثلی کون ہے جو میرے مصطفیٰ کا مقابلہ کرے۔ سارے انبیاء جمع کرو تو میرے مصطفیٰ کی شان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اپنے گھر میں سیرت پیدا کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گھر میں آؤ تو السلام علیکم کہو۔ آج تو سلام بھی کئی طرح کے بنالئے ہیں۔ دعا کرو خدا ہمیں صحیح سلام عطا کرے۔ آمین

ماں باپ اپنی اولاد کو اتنا نہیں سکھا سکتے، جتنا کملی والے نے امت کو سکھایا ہے۔ ہمیں کپڑے پہننا سکھایا، ہاتھ دھونا سکھایا، سونا سکھایا، جاگنا سکھایا، چلنا سکھایا، فرمایا راستے میں چلو تو تین کام کرو۔ غض البصر نگاہ نیچی رکھو۔ خواہ مخواہ نہ دیکھو۔ یا علی لا تتبع النظر علی پہلی نگاہ اٹھ جائے تو خیر، دوسری نگاہ اٹھی تو آنکھ پکڑی جائے گی۔ یہ حضرت علیؓ کو فرمایا۔ حقیقت میں امت کو سبق ہے۔ ہم تو اسی تانگے کے پیچھے اسی گرلز ہائی سکول کے گیٹ پر ہیں خدا شرم دے (آمین) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوپٹہ اتارا نہیں۔ جب حاتم طائی کی بیٹی آئی تو نبی نے نگاہ نیچے کر کے فرمایا کہ بلال! یہ لے میرا رومال، اس لڑکی کا پردہ سنبھال، ابھی فی الحال مجھے، کر خوشحال۔ اس نے کہا حضرت حاتم طائی کافر کی بیٹی ہے۔ پردہ کہاں، فرمایا بلال! بیٹی بیٹی ہے کسی کی ہو۔ مصطفیٰ کے دربار میں آئے گی تو بیٹی بن کر آئے گی۔ یہ میری بھی بیٹی

ہے۔ بلالؓ میں پردہ اتارنے نہیں آیا۔ پیغمبر پردہ سنبھالنے آیا ہے۔ حاتم طائی کی بیٹی کہتی ہے کہ نبوت کی چادر میرے اوپر آئی پورے وجود میں اسلام کا کرنٹ آ گیا۔ پسینہ آ گیا۔ میں نے کہا حضرت یہ آپ نے چادر نہیں دی مجھے جنت میں پہنچا دیا ہے۔ اب میں کلمہ پڑھتی ہوں۔ اس کے قبیلہ کے تین سو آدمی تھے کہنے لگے قبیلے والو! اگر نبی کی دشمنی اور انکار میں اکٹھے تھے تو آؤ اقرار بھی اکٹھے کرلیں۔ تین سو بندے ایسی وقت نبیؑ کے غلام بن گئے۔ دین پیار سے آیا ہے۔ جو کانٹے بچھاتی تھی۔ حضورؐ دعا کرنے گئے، ہمیں کوئی گالی دے تو سو جوتے ماریں، ہر روز لڑائی ہے۔ اور ام جمیل جو ہر روز کانٹے بچھاتی تھی۔ حضورؐ نے دیکھا کہ راستے میں کانٹے نہیں فرمایا، ابوبکر، عمر، بلال! چلو فی الحال ان کے لئے دعا کریں۔ حضرت وہ تو کانٹے بچھاتی ہے۔ سنا ہے بیمار ہے لاچار ہے۔ فرمایا یہ رحمت کا سردار ہے مجھے ہمسایوں سے پیار ہے۔ فرمایا تو محبت درکار ہے، یہ رحمت کا سردار ہے۔ یہ پہنچے تو اس کی لڑکی کہنے لگی۔ یا ام قد جاء محمد واصحابی اماں جس کے پاؤں میں کانٹے بچھاتی تھی وہ جماعت لے کر آرہا ہے۔ اس نے کہا شاید بدلہ لے گا اور مار دے گا۔ کونے میں چھپ گئی اور رو رہی ہے۔ فرمایا: **علیک السکینة ایتها المسکینه لست انا جبار وغضبان** . مسکینہ آرام کرو میں بدلہ لینے نہیں آیا میں تیرے لئے دعا کرنے آیا ہوں تو جفا کر میں وفا کروں، تو دعا کر میں دعا کروں، تو کانٹے بچھا میں ہمسایہ کا حق ادا کروں۔ تو اس نے منہ پر ہاتھ دے کر کہا مکے والو! مجھ جیسی بدبخت کمینی کوئی نہیں۔ مصطفیٰ جیسا صاحب اخلاق کوئی نہیں ہے۔ یہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اب اس نبی کی سیرت اس قوم کو پیش کریں جو روزانہ چھرے گھونپ رہی ہے۔ روزانہ لڑ رہی ہے دعا کرو خدا اخلاق عطا فرمائے۔ ''آمین''

دین کا مدار تین چیزیں، اور بیان کون کرے

دین کا مدار تین چیزوں پر ہے۔ پیغمبر کی ذات پر، مدنی کی بات پر، مصطفیٰ کی جماعت پر پیغمبر کی ہر بات صحیح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **لعن الله الزائرات القبور** حدیث چھپاؤں یا بتاؤں'' بتاؤ'' فرمایا جو عورتیں کسی کی قبر پر جاتی ہیں قبر کی زیارت کے لئے اس پر خدا کی لعنت ہو یہ میں کہہ رہا ہوں یا نبی نے فرمایا؟ (نبیؐ نے فرمایا ہے) اور جو نبی پر جھوٹ کہے جہنمی ہے یا نہیں ہے؟ ہے **من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعده فی**

النار۔ جو مجھ پر جھوٹ کی نسب کرے اس کو کہو جہنم کا دروازہ کھول کر آئے۔ منبر پر بیان کرنا مشکل ہے آپ نے تو ہر میراثی کو کھڑا کر دیا۔ جو صابن بیچتے تھے وہ خطیب پاکستان بن گئے۔ قوم کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ میں تو عالم نہیں ویسے علماء نے لکھا ہے۔ کہ سٹیج پر وہ تقریر کرے جس کو قرآن اور حدیث کا پتہ ہو۔ اور جس کو علماء سے حدیث کی اجازت ہو۔ جو حدیث کے مقام کو جانتا ہو۔ یہاں ہر کوئی خطیب بن گیا ہے۔ دعا کرو خدا ہمیں سٹیج کے لائق بنائے (آمین)

قبروں کی پوجا کرنے والوں پر اللہ کی لعنت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سنو! آپ نے فرمایا: لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیاء ھم وصلحاء ھم مساجدا. ان یہودی ونصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو جو نبی اور ولی کی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں۔ اس پر خدا اور رسولؐ کی لعنت ہو یہ کس نے فرمایا؟ نبی نے قبر کی زیارت کریں سجدہ کریں؟ (زیارت کریں) حدیث پڑھوں؟ (پڑھو) زوروا القبور فانھا تذکر الموت. تم قبر کی زیارت کرو تمہیں موت یاد آئے گی۔

ہم اولیاء کو مانتے ہیں، ان کی قبر پر کیسے جائیں

لوگ ولیوں کے مزاروں پر جا کرنا جائز کام کرتے ہیں۔ دعا کرو خدا ہمیں اولیاء سے پیار عطا فرمائے۔ "آمین" ہم اولیاء کے غلام ہیں۔ ایک خواجہ معین الدین چشتیؒ نے نوے لاکھ ہندوؤں کو مصطفیٰ کا کلمہ پڑھایا تھا۔ حضرت علی ہجویریؒ نے لاہور کو زندہ کیا۔ اللہ اس کی قبر پر رحمت برسائے۔ (آمین)

ہم اولیاء کے غلام ہیں میں نے پیران پیر سے پوچھا کہ قبرستان کیسے جائیں۔ خدا کی قسم غنیۃ الطالبین میں ہے اذا زرت قبراً فلا تمسه ولا تدسه ولا تقبله بل اقعد عند موضع وقوفه ثم اقراء احد عشره مرة قل هوا الله احد وشئی من القرآن ثم يهدى ثواب الروح اصحاب القبر ثم يسئل الله حاجته. کہو سبحان اللہ یہ دین ہے ہاتھ ڈالڈے کا خالی ٹین ہے۔ فرمایا قبرستان جاؤ جوتی اتار کر جاؤ۔ وضو کر کے جاؤ، قبرستان جاؤ تو قرآن پڑھو، ایک طرف کھڑے ہو جاؤ، سجدہ نہ کرو، لتاڑو نہ۔ نبی صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا جو قبر پر لات رکھتا ہے۔ یوں سمجھے جہنم کے انگارے پر کھڑا ہے۔ لا یقعدو ولا تعطی ولا یسرج السرج یہ مشکوۃ ہے۔ پیران پیر کہتے ہیں قرآن پڑھو قبر والے کی روح کو ثواب بخشو جو کچھ مانگو کس سے مانگو؟ اللہ سے بیٹا بیٹی کون دے گا۔ (اللہ) اس لئے ہم سے لڑتے ہو کہ ہم خدا سے مانگتے ہیں۔ دعا کرو خدا ہمیں صحیح عقیدہ دے۔ آمین

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کی ایک اور جھلک

فی الحال سیرت کی جھلک دی ہے

اس نے مسجد میں پیشاب شروع کر دیا یاد ہے؟ جی ہاں بڑے اخلاق سے سمجھا رہا ہوں۔ مہربانی کرو اور دین کو سمجھو۔ صفائی میں ضروری ہے۔ ہر نماز پر مسواک کرو۔ حضورؐ نے فرمایا جمعہ کے دن خوشبو لگاؤ۔ عید پر خوشبو لگاؤ، میں اپنے مسلمانوں کو خوشبو والا اور معطر دیکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ ہمیں صفائی عطا کرے۔ آمین

ایک حدیث بڑی سخت ہے مجھے یاد آرہی ہے۔ فرمایا: تطیبوا وتنظلوا خوشبو لگاؤ اور صفائی رکھو۔ فان بنو اسرائیل لم یفعلو کذالک فزنت نساء هم . بنو اسرائیل میلے کچیلے رہتے تھے۔ ان کی عورتوں نے زنا کروانا شروع کر دیا۔ تم بن ٹھن کر رہو۔ اسلام میں سب کچھ ہے، تمہاری سائنس میرے اسلام کی تائید کرتی ہے۔ تم چھری کانٹے سے کھاتے ہو، اسلام ہاتھ سے کھلاتا ہے، تم بھی کہتے ہو پینے والے پانی میں پھونکیں نہ مارو۔ اسلام بھی روکتا ہے۔ تم کہتے ہو گرم کے اوپر ٹھنڈا نہ پیو۔ اسلام بھی روکتا ہے۔ تم کل تک کہتے تھے، کہ کوئی آدمی اوپر کیسے جا سکتا ہے۔ اگر آج امریکہ اور روس کے خلاباز جا سکتے ہیں تو کیا خدا کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں جا سکتا؟ ہم نے کہا تمہاری مشین میں اتنی طاقت نہیں۔ جتنی خدا کے دین میں طاقت ہے۔ اسلام نے کہا کہ کتا منہ مارے تو سات دفعہ برتن کو دھوؤ۔ یہ بھی کہتے ہیں واقعی زہر کا اثر ہوتا ہے سات دفعہ دھوؤ ورنہ اثر رہتا ہے۔ حضورؐ کے الفاظ سناؤں خوش ہو جاؤ گے نبیؐ نے فرمایا جب رات ہو جائے: واغلقوا ابوابکم دروازے اپنے بند کر لیا کرو، کہیں ایسے نہ ہو کہ ڈاکو اور دشمن تمہارے گھر میں آکر تمہیں قتل کر دے۔ کفوا صبیانکم رات کے اندھیرے میں بچوں کو روک کر رکھیں کہیں

اندھیرے میں گڑھے میں نہ گر جائیں کوئی اغوا نہ کر لے۔

وَاَطْفِئُوْا سُرُجَكُمْ : دیئے اور روشنی کو بجھا دو۔ ایسا نہ ہو کہ بجلی شارٹ ہو جائے یا کوئی موم بتی گر پڑے اور تمہارے گھر کو آگ لگ جائے۔ غَطُّوْا اٰنِیَتَكُمْ برتن کو ڈھانپ کر رکھو کہیں کتا یا بلی تمہاری پاک چیز کو پلید نہ کر جائیں۔ فرمایا جب صبح کو جوتی پہنو جھاڑ کر پہنو۔ کہیں بچھو نہ اندر بیٹھا ہو۔ بستر اندر ہو تو اس کو جھاڑ کر دیکھ لو کہیں سانپ نہ بیٹھا ہو۔ میری امت کو تکلیف نہ ہو جائے۔ اس لئے تو میں کہتا ہوں کہ آپ ماں باپ سے زیادہ شفیق ہیں۔ فرمایا ترازو اٹھانے والو ہوش کر کے ترازو اٹھاؤ۔ آج ترازو تمہارے ہاتھ میں ہے کل تمہارے عمل والا ترازو خدائے قہار کے ہاتھ میں ہوگا اور اعمال تولے جائیں گے۔

ججو، چیف جسٹسو! آج تم قوم کا فیصلہ کر رہے ہو۔ کل تمہارا فیصلہ خدائے قہار کرے گا سب سمجھا دیا۔ اسلام میں سب کچھ ہے، فرمایا راستے میں چلو تین کام کرو۔ غض البصر نگاہ نیچے رکھو اتنی نگاہ نیچی نہ ہو کہ ایکسیڈنٹ ہو جائے اور ہسپتال چلے جاؤ۔ صرف نگاہ نیچے رکھو فرمایا اماطة الاذی عن الطریق راستے میں کوڑا ہو، کرکٹ ہو، گندگی ہو، گوبر ہو، اینٹ ہو، پتھر ہو، صفا کرو ہم کیا کرتے ہیں سارا کوڑا کرکٹ گلی میں ڈال دیتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ آدمی جا رہا تھا ایک خاردار لکڑی کو دیکھ کر اس نے راستہ سے ہٹا دیا خدا نے اس کو جنت میں بھیج دیا۔

ہر مسلمان کو سلام کرو

والسلام علی من لم تعرف اولم تعرف جو بھی راستے میں ملے واقف ہو یا نہ ہو اس کو السلام علیکم کہو۔ اگر کوئی نبی کی ختم نبوت کا منکر ہو تو اس کو سلام نہ کہو۔ اگر وہ سلام کرے تو تم صرف وعلیکم کہو سلام یہی ہے۔ یہ Good Evening, Good Morning یا علی مدد، مولا علی مدد یہ سلام نہیں ہیں۔ یہ کلام ہے دعا کرو خدا اسلام بھی سنت والا عطا کرے۔ آمین

آج تو کسی بڑے آدمی کو سلام کرو تو وہ دیکھتا ہے کہ میرے ساتھ کوئی کام ہے؟

آج یہ مسئلہ بھی بتا دوں خاوند اپنی بیوی کو سلام کہے۔ اب کاموش ہو گئے ہو؟ میرا خیال ہے کہ تم کہو گے السلام علیکم وہ کہے گی کون ہو تم؟ وہ اندر اور تم گم ایسا نہ ہو جائے۔ باپ اپنی بیٹی کو

السلام علیکم کہے۔اسی طرح بیٹی اپنی ماں کوسلام کہے، اماں اپنے بیٹے کوسلام کہے۔نانی دادی کوسلام کہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتولؓ کوسلام فرماتے تھے حضورؐ بی بی عائشہؓ کوسلام فرماتے تھے۔ہم تو جاتے ہی پوچھتے ہیں۔جائے پکائی ہے، روٹی پکائی، میرا سامان لائی، جاتے ہی السلام علیکم کیا کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک دیہاتی سے درگزر

اس نے پیشاب شروع کر دیا اب بات کو سمیٹتا ہوں تقریر تو نہیں ہوسکی۔صرف باتوں میں وقت گزارا ہے۔چونکہ سر میں درد تھا۔سفر کا غبار وگرد تھا۔لاہور بے درد تھا۔تو عزیزو! نبی کریم کا شان بڑھتا چلا جائے، میرے لاہوریوں کا ایمان بڑھتا چلا جائے۔(آمین) اللہ کرے ہمارا ہاتھ ہو مصطفیٰ کا دامن ہو۔ہماری آنکھ ہو روضہ کا نظارہ ہو، ہمارا دل ہو، پیغمبر کی محبت کا نقشہ پیارا ہو۔اللہ! ہماری زبان ہو مصطفیٰ پہ درود ہو۔یا اللہ ہماری مجلس ہو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر ہو۔ہماری زندگی ہو محمدؐ کا اسلام ہو۔جب اس نے پیشاب کرلیا تو فرمایا: ایتونی سحلاً من الماء پانی کا ڈول لے آؤ القو وہاں پانی ڈالو۔اور اس جگہ کو دھو کر مٹی نکالو۔اور فرمایا اس کو میری طرف بلاؤ حدیث میں آتا ہے۔کہ جب حضور تشریف فرما ہوتے تو آنے والا پوچھتا تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہے۔سب کی داڑھیاں سب کے چہرے روشن پھر ابوبکر صدیقؓ کھڑے ہو کر کہتے ہذا رجل متقی ابیض الوجہ ہذا محمد رسول اللہ یہ چہرے کے گدلیلے پر یہ سادی کملی والا۔یہ حسین، مہہ جبین، بہترین چمکتا ہوا۔دمکتا ہوا چہرہ یہ میرا محبوب ہے۔حدیث میں آتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے گئے تو لوگ آکر صدیقؓ کے ہاتھ چومنے لگے کہ یہی نبی ہے۔اتنا صدیقؓ پے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اثر تھا۔تو صدیقؓ نے فوری اپنی چادر اٹھائی اور نبی کریمؐ پر سایہ کر دیا۔

حالانکہ دھوپ اتنی نہیں تھی۔کھڑے ہو گئے تاکہ دنیا کو پتہ چلے کہ یہ خادم ہے اور یہ مخدوم ہے۔یہ غلام ہے یہ آقا ہے، یہ وزیر ہے، یہ بادشاہ ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ انداز ہوتا تھا۔آج کل ہمارا پیر بیٹھے تو گاؤ تکیے تھوک دان پانی کے لئے گلاس علیحدہ ہوتے ہیں۔ہمارے تو کپڑوں میں امتیاز ہے کپڑوں کا بڑا شوق ہے۔میں یہ نہیں کہتا کہ تمہارے کپڑے اچھے نہ ہوں سادگی ضروری ہے۔

پیشاب کرنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گلے لگایا

فرمایا اس کو بلاؤ (پیشاب کرنے والے کو) میرے محبوب نے امت کے مرغوب نے رحمت اللعالمین نے دیکھا تو کانپنے لگا کہ مجھے سزا دیں گے یہ پتہ نہیں تھا کہ مجھے جزا دیں گے۔ ڈر گیا کانپنے لگا فرمایا: السکینه ایها المسکین، لفظ سنیں! انا ابن امراة من قریش تاکل القدید کہو سبحان اللہ فرمایا تو ڈر گیا ہے۔ میں تو غریب قریشی عورت کا بچہ ہوں جو گوشت خشک کر کے کوٹ کر کھاتی تھی۔ تم کیوں ڈر گئے ہو۔ ادھر آؤ، حدیث میں آتا ہے کہ اس کو قریب بلایا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اسے سینے سے لگایا۔ ہم تو غریب سے سلام کریں تو ہاتھ دھوتے ہیں کہ ہاتھ پلید ہو گیا مگر کملی والے نے اس کو گلے لگالیا اور فرمایا: انما المساجد بنیت لذکر الله مساجد اللہ کی عبادت اور ذکر کے لئے ہیں۔

پیشاب کے لئے نہیں۔ بیٹا ننگا ہونا حرام ہے۔ پیشاب دور کیا کریں۔ بیٹا جب آپ پیشاب کریں تو کوئی آدمی آپ کو نہ دیکھے بیٹا! یہ مسجد پاک ہے پیشاب پلید ہے۔ بلال لبیک! فرمایا لے جاؤ اس کو بیت المال، دو کپڑے اور رومال اونٹنی بھی نال (ساتھ) اور جاؤ اس کو کرو خوشحال۔ اتنے دے دو کہ ہو جائے مالا مال، آیا خیال۔ صحابی کہتا ہے کہ جب اس بدو نے دیکھا تو حیران ہوا۔ اور کھڑا ہوا کھڑا ہو کر کہتا ہے:

ایها الناس ما رائیت احسن معلم من رسول الله......

لوگو میں نے بہت سکھانے والے استاد دیکھے پر اس جیسا شفیق نہیں دیکھا جیسے میں لوگوں سے سنتا تھا۔ ویسے ہی آج پایا ہے۔ میں نے کتنی بڑی غلطی کی مجھے گلے سے لگایا۔ میں آباد ہو گیا واقعی یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اونٹنی پر بیٹھا اور روتا ہوا چل دیا۔

حدیث میں آتا ہے کہ وہ مغرب کے وقت ایک پہاڑی پر پہنچا۔

ایها القوم یا ابی یا اخی یا، یا عمی، یا خالی، یا رفقاء ایها الاحباب سب کو بلایا سب نے کہا کیا ہوا کہنے لگا مصطفیٰ کے اخلاق نے مجھے دیوانہ بنا دیا ہے۔ جملے سنو اور دل پر لکھ لو: آمنو بالنبی الذی لا یرجع السیئة بالسیئة میری قوم آؤ ایسے نبی کا کلمہ پڑھ کر ایمان لے آؤ جو برائی کا بدلہ انعام دیتا ہے۔ دیکھو کپڑے بھی دیئے۔ دیکھو اونٹنی بھی دی، اور میں نے نالائقی کر کے مسجد میں پیشاب کیا۔ مسجد کو خراب کیا،

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاداب کیا ابا، چاچا، آؤ تم نے ایسی ہستی نہیں دیکھی آؤ تمہیں زیارت کراؤں۔ لکھا ہے تین سو آدمی ساتھ آئے، اور دوڑ کر کہتا ہے کہ کملی والے تیرے اخلاق نے مجھے دیوانہ بنایا۔ جس طرح مجھے شکار کیا، ان کو بھی شکار کرو۔

ایسی کتابوں پر پابندی ہونی چاہئے

آپ کے لاہور میں کتاب ''قول مقبول فی اثبات وحدت بنت رسول'' چھپی ہے، جس کا مصنف غلام حسین نجفی فاضل عراق ہے۔ جامعہ المنتظر ایچ بلاک ماڈل ٹاؤن میں رہتا ہے۔ اس کے صفحہ ۳۴۰ پر لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے رقیہ سے اس لئے شادی کی تھی کہ اس پر عاشق ہو گیا تھا اور اس کو دیکھ کر مسلمان ہوا۔ ورنہ مسلمان نہ ہوتا۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

بی بی عائشہؓ کے بارے میں غلیظ زبان استعمال کی ہے۔ حضرت عثمانؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ منافق تھے۔ (نعوذ باللہ) اور عشرہ مبشرہ کے بارے میں لکھا ہے کہ کوئی تیلی تھا، کوئی میراثی تھا، کوئی ڈوم تھا۔ یہ کوئی خاندان نہیں تھا (نعوذ باللہ) اتنی گندی کتاب میں نے آج تک نہیں پڑھی۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کے لکھنے والے کو گولی ماری جائے اور کتاب ملک سے ضبط کروائی جائے۔ ہم مصطفیٰ کریمؐ کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی ہے اس میں جو مواد ہے آپ پڑھ نہیں سکتے۔

انشاء اللہ جب تک ہم اہلسنت زندہ ہیں صحابہ واہلبیت کی توہین برداشت نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دینی غیرت عطا فرمائے۔ آمین میں نے اپنی طرف سے بات کوئی نہیں کی دعا کرو یہ سینہ حدیث کا سفینہ بن جائے قرآن وحدیث کا گنجینہ بن جائے۔ (آمین) مجھے خدا اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلائے۔ ملک میں مساجد جلائی جا رہی ہیں۔ قرآن جلایا جا رہا ہے۔ یہاں خمینی ازم نہیں آئے گا۔ یہاں آئے گا تو محمدی ازم آئے گا۔ ایسی حرکتوں سے باز آجائیں ہم یہ کبھی برداشت نہیں کریں گے کہ ملک کی بنیاد کلمہ پر ہو، باقی باتیں اور ہوں! اس ملک میں کلمہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رہے گا۔ ہم اہل بیت کے غلام ہیں۔ اہل بیت کی کوئی توہین کرے گا۔ ہم وہ بھی برداشت نہیں کریں گے۔ انشاءاللہ میں دعا کرتا ہوں خدا میری اور آپ کی محنتوں کو قبول فرمائے۔ (آمین)

واقول قولی هذا واستغفر الله العظیم

خطبات ربیع الثانی

① ...... عقیدۂ ختم نبوت

② ...... فلسفۂ نزولِ مسیح

③ ...... اصلی مسیح

④ ...... اصلی اور نقلی مسیح میں فرق

......☆......

عقیدۂ ختم نبوت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا. (الاحزاب: ۴۰)

''نہیں ہیں محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ، لیکن آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

متبنیٰ کی رسم

اس آیت کی تشریح سے قبل ضروری ہے کہ اس کے شانِ نزول کا مطالعہ کر لیا جائے۔ اس سے مسئلہ ختم نبوت کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی۔ عرب کے دورِ جہالت میں جہاں مکروہ رسمیں اور فرسودہ رواج تھے وہاں ایک رسم متبنّٰی کی بھی تھی۔ متبنّٰی سے مراد ایسا لڑکا جو حقیقی بیٹا تصور کیا جاتا تھا اور اُسے وہ تمام حقوق حاصل ہوتے تھے جو ایک حقیقی بیٹے کو حاصل ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ متبنّٰی کی بیوی سے نکاح حرام سمجھا جاتا تھا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین کفر وضلالت کی تمام بے ہودہ رسموں کو مٹانے کے لئے آیا تھا چنانچہ متبنّٰی جیسی مکروہ رسم کو بھی اسلام نے یکسر مٹا دیا۔

منہ بولے بیٹے

حضرت زید بن حارثہ کو لوگ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ بولا بیٹا کہتے تھے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کا نکاح حضرت زینبؓ سے کیا۔ حضرت زیدؓ

اکثر رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت زینبؓ کی شکایت لے کر حاضر ہوتے۔ لیکن آپ ﷺ انہیں صبر کی تلقین فرماتے۔ مقصود یہ تھا کہ وقت کے ساتھ ساتھ دونوں میں ذہنی مطابقت ہو جائے۔ لیکن ان میں نباہ نہ ہو سکا۔ نوبت طلاق تک پہنچ گئی۔ حضور اکرم ﷺ نے اللہ کے حکم سے اپنے متبنٰی بیٹے کی مطلقہ بیوی حضرت زینبؓ سے نکاح فرمایا۔ حکمتِ الٰہی اس امر کی متقاضی تھی کہ دنیا سے مشرکانہ اور غیر فطری رسوم کا خاتمہ کیا جائے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہ خوش نصیب ہیں جن کے مکان پر شہنشاہِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اجازت تشریف لائے۔ حضرت زینبؓ نے عرض کی، میرے ماں باپ فدا، بلا خطبہ اور گواہ نکاح؟ فرمایا: اَللّٰہُ الْمزوج وجبریل الشاھد ''زینب کا نکاح خواں خدا ہے گواہ جبرائیل ہے اور نکاح کرنے والا میں محمد مصطفیٰ ہوں۔ روایت ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس بات پر فخر کیا کرتی تھیں کہ باقی بیبیوں کے نکاح ان کے رشتے داروں نے کرائے جب کہ میرا نکاح کرانے والی اللہ تعالیٰ کی ذات تھی۔

عملی نمونہ

نبی اپنے دین کا علمبردار، شریعت کا امین اور تعلیمات کا مبلغ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رحمت دو عالم نے دین کا جو حکم دیا پہلے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ دورِ جہالت میں متبنٰی کی رسم بڑی مکروہ اور فرسودہ تھی۔ اس کے خاتمہ کے لئے نبیٔ پاک ﷺ نے خود عملی نمونہ پیش کر کے دکھایا۔ حضرت زینبؓ کے ساتھ نکاح کے بعد مکہ میں ایک طوفانِ بدتمیزی اٹھ کھڑا ہوا۔ مشرکینِ مکہ طعن و تشنیع کرنے لگے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی صفائی پیش کی۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (الاحزاب: ۴۰)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے قبل ہم حضرت زید رضی اللہ عنہ کو زید بن محمد ﷺ کے نام سے پکارتے تھے لیکن اس کے بعد ہم نے انہیں زید بن حارثہؓ کے نام سے پکارنا شروع کر دیا۔

آیت کا مقصد

مذکورہ بالا آیت میں تین باتیں کہی گئی ہیں:

۱: محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں

۲: وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ہر شے کو جاننے والے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت بظاہر اپنے محبوب سرکار دوعالم ﷺ کی صفائی میں شہادت دے رہے ہیں لیکن درحقیقت مسئلہ ختم نبوت بیان کیا جارہا ہے۔ کہ آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ دیکھئے بات سیدھی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو صفائی دینا مقصود تھا تو تردید کیلئے اتنا ہی کہہ دینا کافی تھا کہ رسولِ خدا ﷺ حضرت زیدؓ کے باپ نہیں بلکہ ان کا باپ حارثہ ہے۔ قرآن مجید کا یہ اچھوتا انداز اور نرالا اسلوب کسی اور بات کی غمازی کر رہا ہے۔ آپ کہیں گے کہ قرآن مجید نے عجیب وغریب بات کہہ دی کہ رسولِ اکرم ﷺ کسی مرد کے باپ نہیں، قاسم، طاہر، طیب اور ابراہیم، یہ سبھی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ہی تو تھے۔ یقین وایمان رکھیے کہ خدا کا آخری کلام قرآن مجید غلط نہیں کہہ سکتا۔ قرآنِ مجید کی آیت سے پہلی بات یہ واضح ہو رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مرد کے باپ نہیں تو حضرت زیدؓ کے بھی باپ نہ ہوئے۔ لہٰذا ان کی مطلقہ بیوی سے آپ کا نکاح جائز ہے دوسری اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ سرکار دوجہاں ﷺ مردوں میں کسی کے باپ نہیں۔ سیرت طیبہ ہمیں بتاتی ہے کہ حضور ﷺ کے چاروں فرزند بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔ آیت کریمہ میں لفظ رجالکم آیا ہے۔ رجال عربی میں بالغ یعنی مرد کے لئے آتا ہے۔ معلوم ہوا کہ آیت اس بات کی تصدیق کر رہی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کسی بالغ مرد کے باپ نہیں۔ یہاں ابا احد کے الفاظ کافی تھے لیکن رجالکم کے الفاظ لا کر بتایا گیا ہے کہ آقائے نامدار ﷺ زیدؓ کے ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ تو کسی بھی بالغ مرد کے باپ نہیں ہیں۔

ابوت اور نبوت کا فرق

اب یہاں ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ کسی مرد کا باپ ہونا یا نہ ہونا اس کا

نبوت سے کیا تعلق ہے؟ بے شمار انبیاء ایسے تھے جو صاحب اولاد تھے اور کئی ایسے بھی تھے جن کے اولاد نہ تھی اس کے باوجود رب العزت نے انہیں منصبِ نبوت عطا فرمایا۔ معلوم ہوا اُبوت کا نبوت سے کوئی تعلق ہے جیسا کہ آیت سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ دیکھئے متذکرہ آیت نمایاں طور پر دو حصوں میں تقسیم ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط (الاحزاب: ۴۰)

"نہیں ہیں محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ، لیکن آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں"۔

آیت کے پہلے حصے میں ایک بات کی نفی کی گئی ہے، جبکہ دوسرے حصے میں کسی دوسری بات کا اعلان کیا گیا ہے۔ ولٰکن عربی زبان میں وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں پچھلے کلام میں کسی شک وشبہ کو دور کرنا مقصود ہو۔ ولٰکن اس بات کی وضاحت کر رہا ہے کہ پہلی بات یعنی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی مرد کا باپ نہ ہونا، اس کا آیت کے دوسرے حصے یعنی آپ ﷺ کی نبوت ورسالت سے لازمی کوئی نہ کوئی تعلق اور جوڑ ہے ورنہ قرآن مجید ایسا انداز اختیار نہ کرتا۔

ہمارا ایمان ہے کہ رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء میں افضل واعلیٰ ہیں۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے نبی ہو سکتے تھے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا بھی نبی ہوسکتا تھا۔ لیکن حضور اکرم ﷺ کا کوئی فرزند رجال کی حد میں داخل نہ ہوا، یعنی مرد کہلانے کی نوبت نہ آئی۔ اگر آپ ﷺ کا بیٹا جوان ہوتا تو یقیناً وہ بھی نبوت کا وارث قرار پاتا۔ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم کے وصال کے موقع پر فرمایا:

لو عاش ابراهيم لكان صديقًا نبيًّا ولكنا لا نبيّ بعدی.

(بخاری وابن ماجہ)

"اگر ابراہیم زندہ رہ جاتا تو وہ یقیناً سچا نبی ہوتا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔

چونکہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلۂ نبوت ختم تھا اس لئے قانون

خداوندی کے مطابق پروردگار عالم نے آپ ﷺ کو بیٹے تو عطا فرمائے لیکن جوانی کی دلیز پر قدم رکھنے سے پہلے اپنے پاس بلا لئے ورنہ انہیں بھی تاجِ نبوت پہنا کر نبی بنایا جاتا۔ اگر ایسا ہوجاتا تو پھر فخر دو عالم ﷺ خاتم النبیین نہ بنتے۔ اس لئے رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کو کسی مرد کا باپ تو نہیں بنایا لیکن منصبِ رسالت عطا فرما کر خاتم النبیین بنا دیا۔ آیت کے دوسرے حصے میں جہاں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں مزید وضاحت کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ رسول بھی ایسے ہیں جو خاتم النبیین ہیں۔

اہم نکتہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں خاتم النبیین پر اظہار خیال کرتے ہوئے خوب نکتہ بیان کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''اس آیت میں یہ بات بھی قابلِ نظر ہے کہ اوپر آنحضرت ﷺ کا ذکر بصفتِ رسول آیا ہے اس کے لئے بظاہر مناسب یہ تھا کہ آگے ''خاتم الرسل'' یا ''خاتم المرسلین'' کا لفظ استعمال ہوتا مگر قرآن مجید میں اس کی بجائے خاتم النبیین کا لفظ اختیار کیا گیا۔ وجہ یہ ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک نبی اور رسول میں ایک فرق ہے، وہ یہ کہ نبی تو ہر اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کو حق تعالیٰ اصلاحِ خلق کے لئے مخاطب فرمائیں اور اپنی وحی سے مشرف فرمائیں خواہ اس کے لئے کوئی مستقل کتاب اور مستقل شریعت تجویز کرے یا پہلے ہی کسی نبی کی کتاب و شریعت کے تابع ہدایت کرنے پر مامور ہو۔ جیسے حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تابع ہدایت کرنے پر مامور تھے اور لفظ رسول خاص اس نبی کے لئے بولا جاتا ہے جس کو مستقل کتاب و شریعت دی گئی ہو۔ اسی طرح لفظ نبی کے مفہوم میں بہ نسبتِ رسول کے عموم زیادہ ہیں۔ تو آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ آپ ﷺ انبیاء کے ختم کرنے والے اور سب سے آخر میں ہیں خواہ وہ صاحبِ شریعت نبی ہوں یا صرف پہلے نبی کے تابع۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کی جتنی قسمیں اللہ کے نزدیک ہوسکتی ہیں، وہ سب آپ پر ختم ہوگئیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا''۔

(معارف القرآن ج ۷ ص ۱۶۲، ۱۶۳۔ از مولانا مفتی محمد شفیعؒ)

منصب کی شرائط

استاد الحدیث مولانا بدر عالمؒ نے ترجمان السنۃ میں اسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کسی بھی منصب کے تقرر کے لئے ذاتی استعداد و صلاحیت کے علاوہ دو باتوں کی اور بھی ضرورت ہے۔

1۔ عمر Age

2۔ آسامی Vacancy

اول ہر شعبہ میں عمر کی بحث ضروری سمجھی جاتی ہے۔ دوم تقرر کی جگہ (آسامی) کا خالی ہونا بھی ضروری شرط ہے۔ فرض محال اگر عمر پوری ہے لیکن تقرری کی جگہ پُر ہے تو کسی عہدہ یا منصب پر تعیناتی ممکن نہیں ہو سکتی۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثیں قابلِ غور ہیں۔ پہلی حدیث بیان کر چکا ہوں جس میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لختِ جگر سیدنا ابراہیم کے بارے میں بتایا کہ اگر وہ زندہ رہ جاتا تو سچا نبی ہوتا۔ دوسری حدیث میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو كان بعدی نبیًا لكان عمر ابن الخطاب......

''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ابن خطاب (ﷺ) ہوتا''۔

جنابِ رسالت مآب ﷺ کی نطق مبارک سے جو جملہ نکلا بے معنی اور بے مقصد نہیں۔ زبانِ نبوت نے حضرت عمر فاروق ﷺ کے متعلق جو کچھ کہا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا فاروق اعظم ﷺ میں نبوت کے کمالات اور خصائص موجود تھے۔ جنہیں نگاہِ مصطفیٰ ﷺ نے پہچانا۔ یہی وجہ ہے کہ بے شمار مقامات پر عرش والے نے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے کا احترام کیا اور ان کے حق میں وحی نازل ہوئی۔ اس طرح سیدنا ابراہیم بقولِ رسول اکرم ﷺ زندہ رہ جاتے تو سچے نبی ہوتے۔ معلوم ہوا کہ ہر دو شخصیات یعنی فرزندِ رسول اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نبوت پر فائز ہونے کے قابل تھیں۔ سیدنا ابراہیم وقت سے پہلے فوت ہو گئے جس عمر میں ان کا وصال ہوا منصبِ رسالت کے لئے عمر کی کمی تھی اس لئے منصبِ رسالت پر فائز نہ ہو سکے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زندہ رہے، عمر کی شرط تو

پوری ہوگئی لیکن آسامی خالی نہ تھی۔ تقرری کی جگہ پُر تھی، وہ خالی ہوتی تو نبوت ملتی۔ اگر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کمالات اور خصائصِ نبوت رکھنے کے باوجود نبی نہیں بن سکے تو اور کون ہے جو تاجدارِ ختم الرسل ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرے؟ یقیناً وہ کاذب ہے جھوٹا ہے دجال ہے۔

اولاد کی نعمت

اولاد بلاشبہ بڑی نعمت ہے اور یہ نعمت پیغمبروں کی بھی کمزوری رہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اولاد کے لئے دعا مانگی، اَسی برس کی عمر میں اولاد نرینہ حاصل ہوئی۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے بڑھاپے میں دامن پھیلا کر خدا تعالیٰ سے بیٹا مانگا۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنے ڈوبتے بیٹے کو بچانے کے لئے خدا تعالیٰ کو پکارتے رہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے لختِ جگر یوسف علیہ السلام کی جدائی میں آنسو بہاتے رہے۔ اولاد سے محبت فطری امر ہے۔ سیدنا ابراہیم کے وصال کے موقع پر سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے جس غم اور اَلم کا اظہار کیا وہ اس کا بیّن ثبوت ہے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عظیم منصب پر فائز کرنے کے لئے نرینہ اولاد (کو جوانی کی عمر) سے تو محروم رکھا گیا لیکن منصبِ ختم نبوت کی رحمت و برکت کے صدقے آپ ﷺ کو اُمت کا روحانی باپ بنا کر لاکھوں کروڑوں روحانی فرزند عطا فرمائے گئے۔ یہ روحانی اولاد کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن کسی نبی کے ساتھ ہزاروں اُمتی ہوں گے کسی کے ساتھ سینکڑوں، کسی کے ساتھ چند اور کسی نبی کے ساتھ کوئی اُمتی نہیں ہوگا۔ جب کہ میری اُمت کا نظارہ قابلِ دید ہوگا۔ میرے چاروں طرف تاحدِ نگاہ میری اُمت کا سیلاب ہوگا۔ (بخاری و مسلم۔ مشکوٰۃ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں کسی مرد کے حقیقی باپ تو نہیں لیکن اپنی امت کے لاکھوں کروڑوں امتیوں کے روحانی باپ ضرور ہیں۔ اسی لئے تو نبی کی ازواج اُمت کی مائیں یعنی اُم المومنین کہلاتی ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اولاد سے محروم ہوئے تو مشرکین مکہ نے طعنے دینے شروع کر دیئے کہ نعوذ باللہ آپ اَبتر ہو گئے۔ اب دشمن

مصطفوی ختم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی نہ صرف دلجوئی فرمائی بلکہ اولادِ نرینہ سے محرومی کے باوجود زندہ و تابندہ رہنے کی نوید بھی سنائی۔

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ. فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ. إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ. (الکوثر)

''اے محمد! ہم نے تم کو کوثر عطا فرمائی ہے تم اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو، کچھ شک نہیں کہ تمہارا دشمن ہی بے نام ونشان رہے گا''۔

نبوت کے عظیم منصب پر فائز کرنے کے لئے اولاد سے محرومی حکمتِ خداوندی تھی۔ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر کہنے والوں کا آج نام ونشان تک نہیں۔ آج ان کا کوئی حسب ونسب نہیں۔ اولاد نہیں، خاندان نہیں لیکن اللہ کے فضل وکرم سے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی چار دانگِ عالم میں گونج رہا ہے کیا یہ ختم نبوت کے لئے کم دلیل ہے کہ آج آپ ﷺ کا حسب نسب موجود ہے اولاد جسمانی بھی موجود ہے اور روحانی اولاد کا تو شمار نہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ رحمتِ کائنات ﷺ کی ختم نبوت کا فیض جاری ہے اور رہتی دنیا تک جاری رہے گا۔

حضرات محترم! یہ قرآن مجید کی مشہور ومعروف آیت تھی جس میں فلسفۂ ختم نبوت بیان کیا گیا، اب میں چاہوں گا کہ ختم نبوت کے عقیدہ کے حوالے سے چند اہم احادیث آپ کے سامنے پیش کروں۔

اوّلین نبوت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہؓ نے سرکارِ دوعالم ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ کو نبوت کب ملی۔ فرمایا: جب آدم علیہ السلام ابھی روح وجسم کے درمیان تھے یعنی ان میں روح نہیں پھونکی گئی تھی میں اس وقت بھی اللہ کا نبی تھا۔

☆ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نبیا و آدم بین الروح والجسد عن ابی ھریرۃ قال قالوا یا رسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال و آدم بین الروح والجسد. (ترمذی)

☆ جعل النبيّ صلّى الله عليه وسلم خاتم النبيّين و آدم بين الماء والطّين عن عرباض بن سارية عن النبيّ صلّى الله عليه وسلم قال إنّى عند الله مكتوبٌ خاتم النبيّيْن وإنّ آدم لمنجدل في طينة. (ترمذی)

حضرت عرباض بن ساریہ ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں خدا کے نزدیک اس وقت خاتم النبیین مقرر ہو چکا تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی گارے کی شکل ہی میں پڑے ہوئے تھے''۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ بالا دونوں حدیثیں آپ علیہ السلام کی ختم نبوت کی فضیلت کا منہ بولتا شاہکار ہیں۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام میں روح ڈالے جانے سے پہلے امام الانبیاء کو نبوت سے نوازا جاچکا تھا۔ شیخ اکبرؒ نے کیا خوب لکھا ہے:

الا بِابی من كان مَلِكًا وسيّدًا و آدم بين المآء والطّين. (ترمذی)

''سن لو میرے باپ اس پر قربان جو اُس وقت بادشاہ اور سردار بن چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی آب وگل کے درمیان ہی پڑے تھے''۔

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ جسدِ عنصری کے لحاظ سے سب سے آخر میں ظاہر ہوئے اس لئے آپ آخرالانبیاء کہلائے، لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ آپ ﷺ کو نبوت و رسالت سب سے آخر میں ملی ہو۔ نبوت بلاشبہ سب سے پہلے ملی لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سب کے بعد ہوئی۔

اول وآخر

جعل النبى صلى الله عليه وسلم اوّل النبيّين و آخرهم و اُمّتهٗ آخر الاُمَم وتكون اوّلهم يوم القيامة.

عن انس في حديث طويل مرفوعًا قال تبارک وتعالٰى: جعلتُ اُمتک هم الآخرون وهم الاوّلون (الٰى قوله) جعلت اوّل

النبیین خلقًا و آخرھم (الٰی قولہ) وجعلتک فاتحًا و خاتمًا.

(ترجمان السنۃ: ۱/۳۸۴)

حضرت انس ﷺ سے ایک طویل حدیث روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیری اُمت کو میں نے سب سے آخر میں بھیجا ہے اور حساب میں سب سے پہلے ہوگی اور میں نے تجھ کو نبیوں میں پہلے پیدا کیا اور سب سے آخر میں بھیجا ہے، تجھ کو میں نے فاتح یعنی دورِ نبوت شروع کرنے والا بنایا اور تجھ کو اس کا ختم کرنے والا بنایا ہے۔

اندازِ تعارف

عن ابی ھریرۃ فی حدیث الاسراء قالوا یا جبریل من ھذا؟ قال محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین؟

(ترجمان السنۃ: ۱/۳۸۴)

''حضرت ابوہریرہ ﷺ معراج کی حدیث میں روایت فرماتے ہیں کہ معراج کے موقعہ پر فرشتوں نے حضرت جرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ وہ بولے محمد ﷺ ہیں جو اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں''۔

لقب خاتم النبیین

عن سلمان فی حدیث طویل قال قال رسول اللہ ﷺ إنَّ ربّک یقول ان کنت احد طفیانیے آدم فقد ختمت بک الانبیاء وما خلقت خلقًا اکرم منک علیّ.

(ترجمان السنۃ:۱/۳۹۱از مولانا بدر عالمؒ)

حضرت سلمان سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے رسول اکرم سے کہا کہ آپ کا پروردگار کہتا ہے اگر میں نے آدم کو صفی اللہ کا خطاب دیا ہے تو آپ پر تمام انبیاء کو ختم کر کے خاتم النبیین کا خطاب دیا ہے اور میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو مجھے آپ سے زیادہ عزیز ہو۔

بنائے فضیلت

عن ابی هریرة ان رسول اللّٰه صلی اللہ علیه وسلم قال فُضِلتُ علی الانبیاء بستّ اُعطیتُ جوامع الکلم ونصِرتُ بالرُّعبِ واُحِلّت لی الغنائم وجُعِلَت لِي الارضُ مسجِدًا وّطهورًا واُرسِلتُ الی الخلقِ کآفّةً وخُتِمَ بِیَ النّبیُّون.

(بخاری، مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے باقی انبیاء پر چھ باتوں کی بناء پر فضیلت دی گئی ہے۔

۱:...... مجھے جامع کلمات عطا فرمائے گئے ہیں۔
۲:...... دشمن پر رُعب ودبدبہ کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے۔
۳:...... میرے لئے مالِ غنیمت حلال کیا گیا ہے۔
۴:...... میرے لئے تمام زمین کو پاک کر کے مسجد بنادیا گیا ہے۔
۵:...... مجھے ساری مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے۔
۶:...... میرے بعد سلسلۂ نبوت ختم کردیا گیا ہے۔

قائد المرسلین

انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیّین ولا فخر وانا اوّل شافعٍ ومشفّعٍ ولا فخر. (بخاری، مسلم)

''میں تمام رسولوں کا قائد ہوں لیکن فخر نہیں کرتا، اور تمام انبیاء کا ختم کرنے والا ہوں مگر فخر نہیں کرتا اور میں پہلا شفاعت کرنے والا اور مقبول شفاعت ہوں اور کوئی فخر نہیں کرتا''۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ:

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کے قائد اور سردار ہیں۔

آپ علیہ السلام تمام نبیوں کے ختم کرنے والے یعنی خاتم النبیین ہیں۔
رحمت دو عالم ﷺ شفاعت کرنے والے ہیں اور مقبول شفاعت ہیں۔

نبوت و قیامت

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : بعثت انا و الساعۃ کھاتین.

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی ملا کر فرمایا کہ میں اور قیامت دونوں اس طرح ملے ہوئے بھیجے گئے ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں ملی ہوئی ہیں''۔

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی ختم نبوت کا منہ بولتا شاہکار ہے، فرمایا کہ میں اور قیامت دو انگلیوں کی طرح ملے ہوئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ میں سلسلۂ نبوت ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ میری نبوت قیامت تک چلے گی۔ انگلیوں کی مثال دے کر بتانا یہ مقصود تھا کہ میرے بعد قیامت تو آ سکتی ہے کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عقیدۂ ختم نبوت کی پختگی عطا فرمائے۔ آمین

......☆......

فلسفۂ نزولِ مسیح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

إِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ط خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ. (آل عمران: ۵۹)

"بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال آدم (علیہ السلام) کی سی ہے۔اس کو مٹی سے بنایا، پھر فرمایا ہو جا، پس وہ ہو گیا"۔

نبی معلمِ اُمت

ہر نبی اپنی اُمت کا معلم ہوتا ہے۔ نبی اپنے اُمتیوں کی فلاح ونجات اور رشد وہدایت کے لیے ہر وقت سرگرمِ عمل رہتا ہے تاکہ اس کی اُمت گمراہیوں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے صحیح راستہ پر چلے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے سچے خیر خواہ، حقیقی ہمدرد اور بے مثال معلم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت اپنی امت کی فکر رہتی تھی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین وشریعت کے سارے احکامات وپیغامات اور مسائل اپنی امت تک پہنچائے اور انہیں ایک مخلص اور شفیق استاد کی طرح اپنی امت کے لوگوں کو سمجھایا۔

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے۔ صحابہ کرامؓ وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ زمین پر درخت کی ایک شاخ کے ذریعہ کچھ لکیریں کھینچ رہے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا، یہ کیا معاملہ ہے؟ فرمایا: دیکھو میں نے ایک بڑی واضح لکیر کھینچی ہے، اور پھر اس میں سے کئی اور

لکیریں کھینچی ہیں۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حقیقی راستہ بڑی لکیر ہے، یہی دین کا صحیح راستہ ہے۔ اس پر چلو گے تو کامیاب رہو گے۔ چھوٹی لکیروں پر نکل جاؤ گے تو بھٹک جاؤ گے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار مواقع پر ایسی آسان مثالیں دے کر اپنی امت کے لوگوں کو دین کے مختلف پہلو سمجھائے۔ معلمِ اُمت، رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنا سارا دین اپنی اُمت تک پہنچا دیا اور ان سے اس بات کی شہادت اور گواہی بھی لے لی تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دین کے اساسی عقیدہ ختم نبوت سے آگاہ نہ کیا ہو۔ ختم الرسل ﷺ نے مسئلہ کی اہمیت و فضیلت کے پیشِ نظر اس عقیدہ کے تمام گوشے اور پہلو اپنی اُمت کو بتائے۔

خطرے سے آگاہی

ختم نبوت اسلام کا کتنا اہم عقیدہ ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ عقیدہ ختم نبوت پر دو سو سے زائد احادیث مروی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت پر واضح کیا۔

اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ.

''میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں''

رحمتِ دو عالم ﷺ نے نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے فرمایا:

سیکون فی اُمّتی ثلاثون کذابون دجّالون کلّهم یزعم انّه نبیّ اللّٰه و انا خاتم النبیّین.

''میری امت میں سے تیس کذاب، دجال ہوں گے ان میں سے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ خبردار آخری نبی میں ہوں''

سرکارِ دو عالم ﷺ کے قربان جایئے کہ اپنی امت کو بڑے خطرے سے آگاہ کرنے کے لئے کیسا انداز اختیار فرمایا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے کہ جھوٹے مدعیانِ نبوت:

......میری امت میں سے ہوں گے

......ان کی تعداد تیس ہوگی

......ان میں سے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا

......لیکن میں انبیاء کا سلسلہ ختم کرنے والا ہوں!!

ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے جھوٹے مدعیوں کیلئے کذابون اور دجالون کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ جھوٹ بولنے والے کو کذاب کہتے ہیں بہت زیادہ دجل، فریب اور دھوکہ دہی کرنے والے کو دجال کہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی روشنی میں معلوم ہوا کہ جعلی مدعیانِ نبوت جھوٹ اور مکر وفریب کے چیمپئن ہوں گے۔ آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو ان کے شر سے بچانے کے لئے ان کی نشانیاں اور تعداد بھی بتادی اور یہاں تک وضاحت فرمادی کہ ایمان کے وہ لٹیرے یہودیوں اور نصاریٰ میں سے نہیں ہونگے یا کسی اور قوم میں سے نہیں ہونگے۔ بلکہ الفاظ فرمائے سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کہ وہ میری امت میں سے ہی ہوں گے۔ سرور کائنات ﷺ کی یہ بات سچ ثابت ہوئی۔ اب تک جتنے جھوٹے مدعیان نبوت ہوئے ہیں انہوں نے واقعتاً حضور اقدس ﷺ کی امت میں نقب لگا کر اس گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ خواہ وہ مسیلمہ کذاب ہو۔ اسود عنسی ہو۔ صاف ابن صیاد ہو یا سجاح بنت حارث ہو۔

چور کی چوری

دیکھئے کسی مسافر کو لوٹنے کے لئے چور یا ٹھگ مسافر کا روپ اختیار کرتا ہے آئے روز آپ اخبارات میں ایسے واقعات پڑھتے رہتے ہیں۔ جوتا چور کبھی چور بن کر مسجد میں نہیں آتا بلکہ وہ نمازی کا روپ دھار کر مسجد میں آتا ہے اور اصل نمازی کا جوتا لے اڑتا ہے۔ روپ بدلنے کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ لوٹنے والے کو اعتماد میں لیا جائے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اعتماد کے جال میں پھنس کر مسافر اپنا سب کچھ لٹا بیٹھتا ہے۔ یہود ونصاریٰ یا کسی اور قوم میں سے دعویٰ کرنے والے کیونکر کامیاب ہو سکتے ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ نبوت کے جھوٹے مدعیان نے ہمیشہ سرکار دو جہاں ﷺ کے امتی ہونے کا روپ اختیار کیا۔ نبی پاک ﷺ نے اس خطرہ کو پندرہ سو برس پہلے محسوس کیا اور امت کو خبردار فرمایا کہ جھوٹی نبوت کے دعویٰ دار لٹیرے میرے امتی بن کر میرے ہی سادہ لوح امتیوں کو ایمان کی دولت سے محروم کردیں گے

اس لئے رحمت اللعالمین ﷺ نے اپنی امت کو پیشگی خبردار کر دیا تا کہ وہ تاجدار ختم الرسول ﷺ کی نبوت رحمت سے کٹ کر جھوٹی نبوت کے دغل وفریب کا شکار نہ ہو جائیں۔ مسئلہ ختم نبوت کے سلسلہ میں سرور کائنات ﷺ نے اپنی امت کو ہر خطرہ سے آگاہ فرمایا۔ اس عقیدہ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس سے سرکار دو عالم ﷺ نے پردہ نہ اٹھایا ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسلامی عقیدہ کے مطابق قر قیامت دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے ہو سکتا ہے کہ کسی کو یہ اشکال پیش آتا کہ سلسلہ نبوت ختم ہونے کے بعد کسی نبی کا دوبارہ آجانا عقیدہ ختم نبوت کے منافی تو نہیں۔ رحمت کائنات ﷺ نے اس پہلو پر اپنی امت کی رہنمائی فرمائی ہے۔

نزول مسیح دلیل ختم نبوت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حضور اقدس ﷺ کے ارشادات بیان کرنے سے قبل ضروری ہے کہ میں اس بات کی وضاحت کر دوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دنیا میں دوبارہ تشریف آوری ختم نبوت کے منافی نہیں بلکہ عقیدہ ختم نبوت کے لئے مزید پختگی اور تائید وتصدیق کے سلسلے میں ایک مستقل دلیل ہے تاریخ انبیاء سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی نے دنیا میں اپنی بعثت کے بعد پہلے نبی کی نبوت ورسالت کی تصدیق کی اور آنے والے نبی کی بشارت دی۔ یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جاری رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو انہوں نے اپنے سے پہلے نبی کی تصدیق فرمائی اور آنے والے نبی آخر الزماں ﷺ کی آمد کی خوشخبری اور بشارت دی۔

وَاِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَ مُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْ ۢ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ. (الصف: ٦)

"اور جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے فرمایا! کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں اور اس حالت میں تورات شریف کی تصدیق کرنے والا اور اس رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آنے والا ہے اور جس کا نام احمد ہے"

شہنشاہ کونین ﷺ دنیا میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اپنے سے پہلے حضرت

عیسیٰ کی تصدیق فرمائی۔ لیکن آنے والے نبی کی بشارت نہیں دی۔ حضرت عیسیٰ کی بعثت کا ایک واضح مقصد دنیا والوں کو نبی آخر الزماں ﷺ کی آمد سے مطلع کرنا تھا لیکن نصاریٰ اور بالخصوص یہود کو یہ نوید کیوں کر بھلی لگ سکتی تھی۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا.

(المائدہ: ۸۲)

''آپ اہل ایمان کے سب سے بڑے دشمن یہود اور مشرکین کو پائیں گے''

یہود کی دشمنی کے سبب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے مقصد بعثت کو وسیع پیمانے پر نہ پھیلا سکے۔ خدا تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا۔ آقائے نامدار ﷺ کی دنیا میں بشارت تو بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی، دستور خداوندی کے مطابق حضور اکرم ﷺ کی تصدیق ضروری تھی اب مسئلہ یہ درپیش تھا کہ آپ ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت ختم تھا۔ کسی نئے نبی نے نہیں آنا تھا جو سرکار دو جہاں ﷺ کی تصدیق کرتا۔ ادھر تصدیق مصطفیٰ ﷺ بھی ضروری تھی اگر تصدیق نہ ہوتی تو دستور خداوندی پر حرف آتا۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے یہ فریضہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سونپا گیا۔ قرب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ اپنے مقاصد بعثت میں سے اس عظیم الشان مقصد کی تکمیل فرمائیں گے۔ اور سید المرسلین ﷺ کے متعلق اس عنوان سے بشارت دیں گے کہ اے روئے زمین کے انسانو! سید الاولین والآخرین ﷺ پر ایمان لاؤ۔ میں نے ہی اسی ہادیٔ برحق کے متعلق پیش گوئی دی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قیامت کے قریب آمد بلاشبہ ''ولتؤمنن بہ ولتنصرنہ'' کی جامع تفسیر اور عملی تعبیر ہوگی۔

نزول مسیح کی حکمت

دین کے طالب علم کی حیثیت سے ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے میں کیا راز اور حکمت ہے؟ بحیثیت مسلمان اس کی کوئی حاجت نہیں بلکہ ہمارا کام صرف اتنا ہی ہے کہ رب تعالیٰ کی بتائی ہوئی باتوں پر ایمان لائیں، اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کا کمال ضرور ہوگا۔ تب ہی تو قدرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے اور واپس لانے کا اہتمام کر رہی ہے۔ حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کی دنیا میں آمد کی حکمت کا ایک واضح پہلو ہم بیان کر چکے ہیں۔ یہ پہلو عقیدۂ ختم نبوت کا ترجمان ہے اور اس خاص پہلو سے مسئلہ ختم نبوت کی عظمت اُجاگر ہو رہی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو دنیا سے جانے کے بعد اعلیٰ درجے کی حیاتِ طیبہ حاصل ہے۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق شہید یعنی خدا کی راہ میں جان دینے والے کو زندہ قرار دیا گیا ہے۔ صدیقین کی حیات ان سے بھی اعلیٰ ہے، درجے اور مراتب کے لحاظ سے انبیاء علیہم السلام کی حیات پاک سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ اس لحاظ سے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک سارے انبیاء زندہ ہیں۔ واقعہ معراج سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ تمام انبیاء نے مسجد اقصیٰ میں رحمتِ دو جہاں کی اقتداء میں نماز ادا کی تھی۔ انبیاء کی امامت کا اعزاز سرتاج الانبیاء کو حاصل ہوا، جب ان تمام انبیاء کرام کا وجود ختمِ نبوت کے منافی نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ثانی بھی ختم نبوت کے منافی نہیں۔ معلوم ہوا کہ باقی انبیاء کرام کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں۔ ان کا ایک ظہور ہو چکا دوسرا باقی ہے جو قیامت کے قریب ہوگا۔ جیسا کہ حدیث پاک سے ثابت ہے۔ محض دوبارہ ظہور سے یہ کسی طرح لازم نہیں آتا کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم نہیں ہوئی اور سلسلۂ نبوت جاری ہے۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول میں حکمت یہی ہے کہ بابِ نبوت بند ہو چکا ہے یہ منصب عظیم اپنے جن بندوں کے لئے مخصوص تھا وہ اس پر فائز ہو چکے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نئے نبی کی حیثیت سے نہیں رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمۂ ختم نبوت سے فیض یاب ہونے کے لئے ایک عام اُمتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ بلکہ قرآن اور صاحب قرآن کی اتباع اور تابعداری اُن کا اولین منشور ہوگا۔

قائدانہ قوت وشوکت

نزولِ مسیح کی اصل حکمتیں تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں لیکن جو حقائق اور شواہد بتائے گئے ہیں انہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی بے مثال قدرت و کبریائی کے سامنے سجدہ ریز ہونا پڑتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور قیامت کے قریب ایسے ناگفتہ بہ حالات میں ہوگا کہ ہر طرف فتنہ وفساد کا لامتناہی سلسلہ پھیل چکا ہوگا۔ اُمتِ مصطفیٰ

کا شیرازہ بکھر چکا ہوگا۔ دجال کے شر کی چنگاریاں بھڑک رہی ہوں گی۔ احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کا ایک مقصد دجال کا خاتمہ اور اُمت مصطفیٰ کی شیرازہ بندی ہوگا۔ یہ تفصیلات ہم آگے بیان کریں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے بعد غیر یقینی حالات کے بادل چھٹ جائیں گے۔ امن، عدل اور انصاف کا وقار بحال ہوگا، ایسے مخصوص حالات میں ایک ایسی برگزیدہ ہستی کی ضرورت ہوگی جس میں نبوت کی معجزانہ اور قائدانہ قوت وشوکت کا کمال ہو۔ قیامت سے پہلے جن حالات کی نشاندہی فرمائی گئی ہے اگرچہ اصلاح وفلاح کے اعتبار سے وہ کسی نبی کے متقاضی ہیں لیکن نبوت کا سلسلہ بند ہے نیا نبی پیدا ہونا نہیں اس لئے قدیم نبی (عیسیٰ علیہ السلام) کو ایک اُمتی کی حیثیت سے نبوت کے کمالات وخصائص، صبر واستقامت، قوت وشوکت اور غیر معمولی ہمت وجرأت دے کر وطنِ دنیا میں بھیجا جائے گا۔

ایک مثال

حضرات محترم! نزولِ مسیح کے مسئلہ پر ذہن میں اٹھنے والے سوال کا جواب ضروری ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر نبی کی حیثیت سے اٹھایا گیا اور ان کی دوبارہ واپسی نبی کی حیثیت سے نہیں ہوگی۔ آسمانوں پر ان کا اٹھا جانا جسمانی طور پر ہے روحانی طور پر نہیں۔ اس لئے دوبارہ اس منصب سے محروم کیا گیا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہو چکی تھی۔ اور اپنی قوم بنی اسرائیل کی طرف نبوت کے فرائض منصبی ادا کر چکے تھے۔ وہ لوگوں کو دو جہانوں کے سردار آقائے نامدار کی دنیا میں آمد کی نوید سنا کر چلے گئے اور بقیہ انسانوں کے سامنے قیامت قائم ہونے سے پہلے آ کر اپنی ہی بشارت کی تصدیق بھی کریں گے۔ قرآن مجید شہادت دیتا ہے کہ نہ انہیں طبعی موت آئی نہ انہیں سولی پر لٹکایا گیا بلکہ مالکِ کائنات نے اپنی بے مثال قدرت کی بدولت انہیں آسمانوں پر اٹھا لیا۔ اب ضروری نہیں کہ وہ نبوت کی عظمت و رفعت لے کے آئیں بلکہ یہ اکرام واعزاز کیا کم ہے کہ وہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی اور خادم بن کر آئیں۔ اس بات کو میں سادہ سی مثال سے سمجھاتا ہوں ایک شخص فوج میں جنرل کے عہدے پر فائز ہے وہ اپنے ملک اور قوم کے لئے بہترین خدمات سرانجام دے کر ریٹائرڈ ہو جاتا ہے، اب

وہ سابقہ جنرل ہے البتہ وہ حاصل شدہ فوجی اعزازات اور میڈل کا مالک ہے کوئی دوسرا ملک اس جنرل صاحب کی خدمات مستعار لیتا ہے۔اس کے تجربے اور مہارت سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ یہ جنرل صاحب چند برس دوسرے ملک گزارنے کے بعد اپنے وطن واپس آتا ہے، اب آپ بتائیں کیا وہ جنرل اپنے سابقہ عہدے پر ڈیوٹی سرانجام دے سکتا ہے؟ قطعاً نہیں۔کیونکہ اس کے جانے کے بعد اس کے عہدے کا چارج کوئی اور جنرل لے چکا ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اندر پیغمبرانہ کمالات وخصوصیات موجود رہیں گی لیکن نبوت کا منصب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آجانے کے بعد پُر ہو چکا ہے یہ اب قیامت تک خالی نہیں ہوگا۔

حضرات محترم! عقیدہ نزولِ مسیح اور اس کی حکمت کے بیان کے بعد ضروری ہے کہ فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق آنے والے مسیح علیہ السلام کی عظمت اور شان بیان کی جائے تاکہ اصلی مسیح اور نقلی مسیح کا فرق واضح ہو جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چونکہ آسمانوں پر اٹھایا جانا اور پھر واپس لانا مقصود تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں عجوبۂ روزگار ہستی بنا کر پیدا فرمایا۔قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ. (آل عمران: ۵۹)

”بے شک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے اس کو مٹی سے بنایا پھر فرمایا ”ہوجا“، پس وہ ہو گیا“۔

یہ انفرادیت صرف دو پیغمبروں کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بن باپ کے پیدا فرمایا۔ایک حضرت آدم علیہ السلام اور دوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ پیغمبر اول حضرت آدم علیہ السلام کی مثل ہیں۔حضرت آدم علیہ السلام کو بنانے کے لئے مٹی کا پتلا بنایا پھر اپنی قدرت سے اس میں روح پھونک دی۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا فرمایا لیکن نطفہ انسانی سے نہیں بلکہ حکمتِ ربانی سے۔ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور پاک بندے تھے اسی طرح ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام بھی پاک باز،

متقی اور مطہرہ تھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام ماں بیٹا دونوں کی زندگیاں انوکھی اور نرالی تھیں۔ قرآن مجید شہادت دیتا ہے:

وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ. (انبیاء: ۹۱)

''اور ہم نے مریم اور اس کے بیٹے مسیح کو تمام جہانوں کے لئے ایک معجزہ بنایا''۔

فضیلت مریم علیہا السلام

وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ط كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ لا وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ج قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ط قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ. (آل عمران: ۳۷)

''اور اس مریم کی کفالت زکریا (علیہ السلام) نے کی، جب اس مریم کے پاس زکریا داخل ہوتے تو اس کے پاس کھانے پینے کی چیزیں رکھی پاتے۔ زکریا نے کہا اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آئی ہیں؟ کہنے لگی، بلاشبہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے گمان رزق دیتا ہے''۔

حضرت مریم علیہا السلام کے فضائل و مناقب میں ہے کہ آپ بنی اسرائیل میں زہد، تقویٰ، عفت و عصمت، شرم و حیا، عبادت و ریاضت، پارسائی و پاک بازی میں اس قدر مشہور تھیں کہ لوگ آپ کی قسمیں کھایا کرتے تھے۔ سیدہ مریم علیہا السلام حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں تھیں۔ کبھی کبھی ان کے حجرہ میں تشریف لاتے۔ حضرت مریم کے حجرے میں بے موسمی پھل دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہتی۔ سردی کے موسم گرمیوں کے پھل اور میوے جب کہ گرمیوں میں سردیوں کے پھل اور میوے موجود پاتے۔ ایک دن حضرت زکریا علیہ السلام نے سیدہ مریم سے پوچھا کہ تمہارے حجرے میں یہ پھل کہاں سے آتے ہیں؟ حضرت مریم نے جواب دیا، بابا تمہیں معلوم نہیں یہ پھل مجھے کون دیتا ہے؟ یہ بے موسمی نعمتیں مجھے میرا پروردگار عطا فرماتا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام فوراً سمجھ گئے کہ یہ سارا معاملہ تو در حقیقت مجھے سمجھانے کے لئے کیا جا تا رہا ہے۔ جو رب مریم علیہا السلام کو بے موسمی پھل دے سکتا ہے، وہ رب تعالیٰ بڑھاپے میں مجھے اولاد بھی دے سکتا ہے۔ جو

پروردگارِ عالم سیدہ مریم پر ایسی نوازشات کرسکتا ہے وہ مولا میری بانجھ بیوی کو بیٹا بھی عطافرما سکتا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام فوراً سجدے میں گر گئے اور خدا کے حضور دامن پھیلا کر اولادِ نرینہ کے لئے خواستگار ہوئے۔ اللہ نے اپنے پیغمبر کی دعا کو نہ صرف شرف قبولیت بخشا بلکہ ہونے والے بیٹے کی بشارت دیتے ہوئے اس کا نام بھی تجویز کردیا۔

قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ. فَنَادَتْهُ الْمَلَآئِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا ۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ... (آل عمران: ۳۸-۳۹)

''اپنے رب سے عرض کی کہ اے میرے رب! عنایت کیجئے مجھ کو خاص اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد، بے شک آپ سننے والے ہیں دعا کے۔ پس پکار کے کہا ان کو فرشتوں نے اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے محراب میں، کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحییٰ کی جن کے احوال یہ ہوں گے کہ وہ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کو خلاف عقل کہنے والوں کے لئے حضرت مریم علیہا السلام کی زندگی ایک روشن دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ماں بیٹا دونوں کو معجزانہ زندگی عطا فرمائی۔ حضرت مریم علیہا السلام کو بے موسمی پھلوں کے عطا کرنے میں اس بات کا اشارہ تھا کہ عقل انسانی کو ورطۂ حیرت میں گم کرنے والا کوئی واقعہ رونما ہونے والا ہے۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْٓ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ. (التحریم: ۱۲)

''اور عمران کی بیٹی مریم (علیہا السلام) جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی، پھر ہم نے اس میں (اپنی مخلوق) روح پھونک دی۔ وہ اپنے پروردگار کے کلمات کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کرتی تھی، اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھی''۔

حضرات محترم! میں نے نزول مسیح کے ضمن میں قرآن واحادیث کے حوالے سے دلائل دیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عقیدہ میں پختگی عطا فرمائے اور قادیانی فتنہ سے محفوظ فرمائے۔ آمین

اصلی مسیح

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا. بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ؕ (النساء: ۱۵۷)

''اور نہ تو یہود نے انہیں قتل کیا اور نہ اُن کو سولی دی بلکہ ان پر واقعہ کی حقیقت مشتبہ ہوگئی، اور جو لوگ یعنی یہود و نصاریٰ عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں اختلاف کررہے ہیں وہ دراصل اس کے متعلق شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان اختلاف کرنے والوں کے پاس سوائے تخمینی باتوں کی پیروی کرنے کے اور کوئی صحیح علم نہیں ہے اور یہود نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا''۔

انتہائے قدرت

حضرات محترم! گزشتہ جمعہ فلسفہ نزولِ مسیح اور فضائل سیدہ مریم بیان ہوئے۔ عرض کرچکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم (علیہا السلام) کو معجزانہ زندگی عطا فرمائی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی بلاشبہ اپنی والدہ کا عکس تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا آغاز بھی نرالے اور انوکھے انداز میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بن باپ کے پیدا فرمایا تاکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے وجودِ اقدس کو انسانی عقل وشعور کیلئے مستقل دلیل و برہان بنادیا جائے۔ جو انسان بغیر باپ کے پیدا ہوسکتا ہے وہ آسمانوں پر بھی جاسکتا ہے اور

اشارہ پر نومولود عیسیٰ علیہ السلام کو قوتِ گویائی عطا فرمائی۔ ماں کا دودھ چھوڑا اور بول اٹھے:

قَالَ إِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا. وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ... (مریم: ۳۱)

"میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے اور میں جہاں کہیں بھی ہوں خدا نے بابرکت کیا ہے"۔

کھلی نشانیاں

حضرات گرامی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انوکھی ولادت ان کی معجزانہ زندگی کی تمہید تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے۔ روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ایک گھڑی میں ہوئی یعنی قیام حمل کی تھوڑی دیر کے بعد وضع حمل ہو گیا۔ بعض علماء حضرات نے لکھا ہے کہ ایک گھڑی حمل ٹھہرا دوسری گھڑی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عام بچوں کی طرح نو ماہ بعد پیدا ہوئے۔

☆......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ جہاں بیٹھی تھیں وہاں سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔

☆......سوکھی کھجور کے تنے کو ہلانے پر تر و تازہ کھجوریں جھڑنے لگیں۔

اور اس سے قبل سیدہ مریم علیہا السلام کی کرامتیں یہ بھی کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی برکت کا نتیجہ تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو ان کا پہلا معجزہ ان کی ولادت اور پنگھوڑے میں کلام کرنا تھا۔

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ط (البقرہ: ۲۵۳)

"اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کو ہم نے کھلی نشانیاں دیں اور روح القدس سے اس کی مدد کی"۔

اور جگہ فرمایا:

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ.

(آل عمران:۴۶)

''اور وہ لوگوں سے پنگھوڑے میں کلام کرے گا، اور پوری عمر کا ہو کر بھی، اور وہ اعلیٰ درجہ کے نیکوکاروں میں سے ہوگا''۔

معجزات عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے متعدد معجزات عطا فرمائے۔ وہ مٹی سے پرندے کی صورت بناتے پھر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس میں پھونک مارتے تو وہ قدرت الٰہی سے فضا میں اڑتے ہوئے پرندے بن جاتے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادر زاد اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے ان کی آنکھیں دولت بینائی سے روشن ہو جاتیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوڑھ کے مریض پر اللہ کا نام لے کر ہاتھ پھیرتے وہ شفایاب ہو جاتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قبر میں پڑے مردے کو حکم دیتے وہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہو جاتا۔

قرآن مجید شہادت دیتا ہے:

اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ.

(آل عمران:)

''بے شک میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں بے شک میں تمہارے لئے مٹی سے پرندہ بناؤں گا پھر اس میں روح پھونکوں گا پھر وہ اللہ کے حکم سے صحیح زندہ ہو جائے گا اور میں تندرست کروں گا پیدائشی اندھے اور برص کے مریض کو۔ اور اللہ کے حکم سے مردہ کو زندہ کروں گا اور میں تمہیں بتاؤں گا جو کچھ تم کھاتے اور جو ذخیرہ کرتے ہو اپنے گھروں میں، بے شک اس میں تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم مومن ہو''۔

قتل کی سازش

ہم سب مسلمانوں کا قرآنی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی اپنی حکمت و کبریائی کی بدولت آسمانوں پر زندہ اٹھا لیا۔ اب قربِ قیامت وہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور بقیہ زندگی انسانی معمولات کے مطابق گزار کر وفات پائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اپنی کتاب اور نبوت کی نوید تو پہلے ہی روز سنا دی تھی لیکن جب عملی زندگی کا آغاز کرتے ہوئے نبوت کا پہلا درس قولوا الٰہ الا اللہ دیا تو ان کے خلاف نفرت، بغض اور دشمنی کے کئی محاذ کھل گئے۔ ہر نبی کو اس کی تحریک میں جہاں کئی دشمنوں کی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا وہاں سعادت مند جانثاروں کا تعاون بھی حاصل رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے مشن میں ناکام کرنے کے لئے یہود و نصاریٰ ہر دو قومیں شامل تھیں۔ جب ان کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں تو انہوں نے آخری حربہ یہ استعمال کیا کہ بادشاہِ وقت پلاطیس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف اُبھارا اور اس کے کان بھرے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ صرف انتشار پھیلا رہے ہیں بلکہ وہ تو اقتدار اور حکومت کے لئے بھی مستقل خطرہ بن گئے ہیں۔ یہ بات ہر دور کے حکمران کے لئے ناقابلِ برداشت رہی ہے۔ اہلِ اقتدار کو انسانی جان سے زیادہ اپنی کرسی عزیز ہوتی ہے۔ یہود و نصاریٰ نے شہنشاہ پلاطیس کا اعتماد حاصل کر لیا تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔

قتل یا شبہ

چنانچہ دشمنوں نے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکان کا گھیراؤ کر لیا تاریخِ انبیاء سے معلوم ہوتا ہے کہ بے شمار انبیاء کے قتل کے منصوبے بنائے گئے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کے طفیل وہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دشمنوں نے آگ میں ڈال کر ہلاک کرنا چاہا۔ پیغمبر صالح علیہ السلام کے قتل کی سازش کی گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف دشمن نے یلغار کی تو اللہ تعالیٰ نے دستگیری فرمائی۔ مشرکینِ مکہ نے امامِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی قتل کا منصوبہ بنایا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے مذموم ارادوں کو خاک میں ملا دیا۔ یہی حال حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کے دشمنوں کا ہوا۔ وہ آنکھیں ملتے رہ گئے۔ بلکہ شبہ میں پڑ گئے۔ بچانے والا اتنا طاقتور ہے کہ وہ دشمن کی بھڑکائی ہوئی آگ میں سے بچالیتا ہے۔ دشمن کی فوجوں میں سے نکالتا ہے اور دشمن کے گھیرے میں سے اٹھاتا ہے۔ قرآن مجید شہادت دیتا ہے۔

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا. بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا.

(النساء: ۱۵۷-۱۵۸)

"اور نہ تو یہود نے انہیں قتل کیا اور نہ اُن کو سولی دی بلکہ ان پر واقعہ کی حقیقت مشتبہ ہوگئی، اور جو لوگ یعنی یہود و نصاریٰ عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں وہ دراصل اس کے متعلق شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان اختلاف کرنے والوں کے پاس سوائے تخمینی باتوں کی پیروی کرنے کے اور کوئی صحیح علم نہیں ہے اور یہود نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے"۔

عربی قاعدہ کے مطابق ولکن ہمیشہ وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں پچھلے کلام میں شک وشبہ کو دور کرنا مقصود ہو۔ قرآن مجید واضح کرتا ہے۔ نہ تو انہیں قتل کیا گیا اور نہ ہی وہ سولی پر لٹکایا گیا۔ ولکن، لیکن ہوا یہ کہ وہ شبہے میں پڑ گئے۔ دشمنانِ عیسیٰ کا شبہ میں مبتلا ہونا اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ وہ نہ تو قتل کیے جا سکے اور نہ انہیں سولی پر لٹکایا جا سکا پہلے دو باتوں کی نفی کر کے۔ آگے اللہ تعالیٰ وضاحت کرتے ہوئے انکشاف فرماتے ہیں بلکہ ہم نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔

ہم سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور وہ قربِ قیامت دنیا میں تشریف لائیں گے اس عقیدہ کی ہمیں قرآن مجید سے شہادت ملتی ہے۔

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ

عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا. (النساء: ۱۵۹)

''اور اہلِ کتاب میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ رہے گا جو حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے ان کی تصدیق نہ کرے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے''۔

اس آیت کریمہ کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو مشروط ظاہر کیا گیا ہے کہ ان کی موت اس وقت تک نہ ہوگی جب تک تمام اہلِ کتاب ان کی تصدیق نہ کر لیں گے۔ پس ہمارے قرآن مجید کی شہادت کے مطابق آسمانوں پر اٹھانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں زندہ ہیں اور قیامت آنے سے پہلے دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔

معیارِ صداقت

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی تمام نشانیاں تفصیلاً بیان فرما دیں تاکہ آپ کی اُمت انہیں پہنچاننے میں کوئی غلطی نہ کرے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے نزولِ مسیح کی ایک سوایک نشانیاں بیان فرمائی ہیں تاکہ آپ کی اُمت کے لوگ اگر ایک نشانی سے اصل مسیح کو پہچان نہ سکیں تو بتائی گئی دوسری نشانی سے شناخت کر لیں۔ اگر دوسری علامت سے پتہ نہ چلے تو تیسری علامت سے پہچان لیں۔ جعلی نبوت کے دعویدار مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ بھی کیا۔ مرزا صاحب رقمطراز ہیں:

''اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود اور مہدی موعود کو کرنا چاہیے تو پھر میں سچا، اور اگر ایسا نہ ہوا اور میں مر گیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا'' ''پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں یہ علت نمائی ظہور میں نہ آوے تو میں جھوٹا ہوں''۔

(مرزا صاحب کا خط بنام قاضی بدر حسین اخبار بدر۔ ۱۹ر جولائی ۱۹۰۶ء)

میں قادیانیوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنی جماعت کے بانی کے اس جملے پر غور

کریں اوران کے بیان کی روشنی میں دیکھیں کہ آیا اسلام کی حمایت وخدمت میں انہوں نے مسیح حقیقی کا کردارادا کیا یا جعلی مسیح بن کر سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔

اصل مسیح کی نشانیاں

اصل معیار وہ فرمودات نبوی ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو عطا فرمائے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ آیا مرزا غلام احمد قادیانی ''نشانات مسیح'' کے معیار پر پورے اترے ہیں۔ اصلی مسیح اور نقلی مسیح کا تقابلی جائزہ پیش کرنے سے قبل میں ضروری سمجھتا ہوں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح علیہ السلام کی جو نشانیاں بیان فرمائی ہیں ان میں سے چند ایک نشانیاں پیش کروں۔

☆...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت دنیا میں تشریف لائیں گے۔
(بخاری، کتاب الملاحم باب کسر الصلیب۔ ابن ماجہ۔ کتاب الفتن باب فتنہ الدجال)

☆...... ان کا نزول آسمانوں سے ہوگا۔
(مسلم۔ کتاب الحج باب جواز التمتع فی الحج والقرآن)

☆...... ماں کا نام مریم ہوگا۔ (تمام احادیث میں عیسیٰ ابن مریم کا نام لیا گیا ہے)

☆...... دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی مینار پر نمودار ہوں گے پھر سیڑھی لگا کر انہیں نیچے اتارا جائے گا۔
(مسلم۔ ذکر الدجال۔ ابوداؤد، کتاب الملاحم باب خروج الدجال۔ ترمذی۔ ابواب الفتن باب فی فتنہ الدجال۔ ابن ماجہ۔ کتاب الفتن باب فتنہ الدجال)

☆...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام تازہ غسل سے ہوں گے، بالوں سے پانی کے قطرے گر رہے ہوں گے۔
(مسلم۔ ذکر الدجال، ابوداؤد۔ کتاب الملاحم، ترمذی۔ ابواب الفتن، ابن ماجہ۔ کتاب الفتن باب فتنہ الدجال)

☆...... فجر کی نماز کی تیاری کے لئے لوگ صفیں باندھ چکے ہوں گے۔ حضرت امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلی امامت پیش کریں گے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر انہیں دھکیلتے ہوئے مصلی پر کھڑا کر دیں گے اور ان کی

اقتداء میں نماز ادا کریں گے۔

(بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء۔ باب نزول مسیح، مسلم۔ بیان نزول مسیح، مسند احمد۔ روایات ابو ہریرہؓ)

☆...... نزول کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے زرد رنگ کی دو چادریں پہن رکھی ہوں گی۔ (مسلم۔ ذکر الدجال)

☆...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں 45 برس قیام کریں گے۔ یہیں شادی کریں گے ان کی اولاد ہوگی۔ یاد رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے پہلی زندگی میں نکاح نہیں کیا تھا۔ گویا نزول کے بعد معمول کی زندگی گزاریں گے۔

(ابوداؤد۔ کتاب الملاحم باب خروج الدجال، مسند احمد۔ روایت ابو ہریرہؓ، روایت حضرت عائشہؓ)

☆...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام حج وعمرہ کریں گے، بعد ازاں روضۂ رسول ﷺ پر حاضری دے کر ہدیۂ خلوص وسلام پیش کریں گے۔

(مسند احمد۔ روایت ابو ہریرہؓ، مسلم۔ کتاب الحج باب جواز التمتع فی الحج والقرآن)

☆...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام حاکم عادل کی حیثیت سے ملت اسلامیہ کی سربراہی حکومت اور خلافت کے فرائض سرانجام دے کر لوگوں کی اصلاح وفلاح کے لئے سرگرم عمل ہوں گے۔

(بخاری۔ باب نزول عیسیٰ ابن مریم، مسلم۔ باب نزول عیسیٰ، ترمذی۔ باب نزول عیسیٰ۔ سند احمد)

☆...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب کا خاتمہ کریں گے، خنزیر کو قتل کریں گے۔ اپنی قوم نصاریٰ کی اصلاح کریں گے یہاں تک کہ وہ تمام کے تمام حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے۔

(بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء باب نزول مسیح، مسلم۔ باب نزول مسیح، ترمذی۔ ابواب الفتن باب فی نزول عیسیٰ، مسند احمد۔ روایات ابی ہریرہؓ)

☆...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مہدی کے ساتھ مل کر دجال کے خلاف جہاد کریں گے اور اس کے وجود سے زمین کو پاک کردیں گے۔

(مشکوٰۃ۔ کتاب الفتن باب الملاحم بحوالہ مسلم۔ مسند احمد)

☆...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدینہ منورہ سے تقریر کریں گے، کل روئے زمین کے انسان ان کی تقریر سنیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حج سے فارغ ہو کر مکہ سے مدینہ آ رہے ہوں گے کہ راستہ میں ان کا وصال ہو گا، ان کی میت اٹھا کر مدینہ لائی جائے گی، انہیں روضۂ رسول میں ان کی مخصوص جگہ دفن کیا جائے گا اور ان کی نماز جنازہ میں سارے مسلمان شامل ہوں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے صدقے جایئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ممکنہ خطرہ کے پیش نظر اپنی امت کی رہنمائی اس حد تک فرمائی کہ نزولِ مسیح کے بعد کے واقعات کی جزئیات تک بیان فرما دیں یہاں تک کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سفر کے راستے اور منزلوں کی نشان دہی بھی فرما دی۔

حضرات محترم! میں آئندہ جمعہ تفصیلاً اصلی مسیح اور نقلی مسیح کا تقابلی جائزہ پیش کروں گا۔ پروردگار عالم ہمیں اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

......☆......

اصلی اور نقلی مسیح میں فرق

والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکمًا وعدلًا. (بخاری و مسلم)

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کہ تم میں ابن مریم نازل ہوں گے، اور تمہارے ہر ایک مختلف فیہ مسئلہ کا عدالت کے ساتھ فیصلہ کریں گے''۔

حضرات محترم! آج میں چاہوں گا کہ اصلی مسیح اور نقلی مسیح، حقیقی مسیح اور جعلی مسیح، قرآنی مسیح اور شیطانی مسیح، خدائی مسیح اور مرزائی مسیح کا تقابلی جائزہ آپ کے سامنے پیش کروں تاکہ آپ فیصلہ کرسکیں کہ مسیحیت کا دعویٰ کرنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے نشانات کے معیار پر پورا اترتا ہے کہ نہیں۔

ا۔ مسیح کی آمد

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام قرب قیامت تشریف لائیں گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ خدا ہر ایک صدی کے سر پر اس امت کے لئے ایک شخص مبعوث فرمائے گا جو اس کے لئے دین کو تازہ کرے گا، حقیقت الوحی ص ۱۹۳ پر مرزا لکھتا ہے: ''اور یہ بھی اہل سنت کے درمیان متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ اب تنقیح طلب امر یہ ہے کہ یہ آخری زمانہ ہے یا نہیں؟ یہود و نصاریٰ دونوں قومیں اس پر اتفاق رکھتی ہیں کہ یہ آخری زمانہ ہے''۔ مرزا صاحب کی مسیحیت کا خلاصہ یہ ہے۔ جب کہ اہل سنت کا اتفاق

ہے کہ آخری صدی کا آخری مجدد مسیح ہوگا۔ گویا مرزا صاحب نے آخری صدی کے آخری مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اپنے آپ کو مسیح قرار دیا ہے۔ اگر بالفرض مان لیا جائے کہ چودہویں صدی آخری ہے اور اس میں آنے والا آخری مجدد ہی مسیح موعود بھی ہوگا لیکن اس صدی کے ختم ہونے پر پندرہویں صدی شروع ہوگئی۔ پس چودہویں صدی آخری صدی نہ ہوئی نہ مرزا صاحب آخری مجدد ہوئے۔ جب وہ مجدد ہی ثابت نہ ہوئے تو سچے مسیح موعود بھی ثابت نہ ہوئے۔ علماءِ اہل سنت میں یہ امر متفق علیہ ہے کہ آخری مجدد اس امت کے حضرت مسیح علیہ السلام ہوں گے اور وہ قربِ قیامت تشریف لائیں گے۔

۲۔ ماں کا نام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام مریم ہوگا جب کہ نام نہاد مسیح مرزا قادیانی کی ماں کا نام چراغ بی بی تھا۔ یہ پہلو دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے خود ایک حدیث کو ان الفاظ میں پیش کر کے اپنے آپ کو جھوٹا ثابت کر دیا ہے:

والذی نفسی بیدہٖ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکمًا وعدلًا. (بخاری و مسلم)

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کہ تم میں ابن مریم نازل ہوں گے، اور تمہارے ہر ایک مختلف فیہ مسئلہ کا عدالت کے ساتھ فیصلہ کریں گے"۔

اس حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ آنے والا مسیح موعود مریم کا بیٹا ہوگا، لیکن مرزا صاحب چراغ بی بی کے فرزند تھے، فیصلہ آپ خود کر سکتے ہیں۔

۳۔ نزولِ آسمانی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہمارے عقیدہ کے مطابق آسمانوں سے ہوگا۔ مرزا صاحب سے جب اس علامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ آسمانوں سے مراد میری ماں کا پیٹ ہے۔ دمشق کی جامع مسجد کے مینار سے مراد منارۃ المسیح ہے۔ یاد رہے کہ یہ نام نہاد مینارہ مرزا صاحب کو تاویل کے سلسلہ میں تعمیر کروانا پڑا۔ جوان

کی وفات کے بعد مکمل ہوا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے زرد رنگ کی چادروں سے مراد اپنی دو بیماریاں بیان کی ہیں۔ ایک جسم کے نچلے حصے میں یعنی مثانہ کی بیماری، دوسری جسم کے اوپر والے حصے میں یعنی مراق کی بیماری۔

حضرات! قربان جایئے ایسے دلچسپ مسیح موعود کے۔ دیکھئے کیسی تخیل پرواز ہے؟

آسمان سے مراد...... ماں کا پیٹ

مینارہ سے مراد...... مینارۃ المسیح

زرد رنگ کی دو چادروں سے مراد، دو جسمانی بیماریاں

مسیح جوان ہوگا، غلام کے معنی جوان، لہٰذا مراد، میں مسیح موعود

شادی سے مراد......نکاح آسمانی

یہ تو بالکل ایسے ہی ہے جیسے کہا جائے کہ سیاہ سے مراد سفید، سائیکل سے مراد ہوائی جہاز، ہاتھی سے مراد چیونٹی، مرزا صاحب کے اس استدلال کے مطابق ہم کہہ سکتے ہیں کہ:

مرزا صاحب سے مراد...... مسیلمہ کذاب

مرزا سے مراد......اسود عنسی !!

۴۔ قیامِ دنیا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد دنیا میں ۴۵ برس زندہ رہیں گے۔ یہیں شادی کریں گے اولاد ہوگی، معمول کی زندگی گزار کر ان کی وفات ہوگی اور وہ روضۂ اقدس میں دفن ہوں گے۔

ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض یتزوّج ویولد لهٗ یمکث فی الارض خمسًا واربعین سنة ثم یموت فیدفن معي فی قبری.

(مشکوٰۃ شریف)

''نازل ہوں گے حضرت عیسیٰ بن مریم طرف زمین کے، نکاح کریں گے، اولاد ہوگی، زمین پر ۴۵ برس رہیں گے، پھر فوت ہو کر میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے''۔

مرزا صاحب کی سوانح دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ ۱۹۰۸ء میں ان کا وصال ہوگیا۔ گویا اس لحاظ سے ان کی دورِ مسیحیت کا زمانہ تقریباً ساڑھے سولہ برس ہوا۔ اگر مرزا صاحب کے مجدد ہونے کا زمانہ بھی شامل کرلیا جائے تو بھی مدت قیام ۲۶ برس بنتی ہے۔ لہٰذا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے مطابق مسیح کے ۴۵ برس زمین پر قیام کے قول پر مرزا صاحب پورے نہیں اترتے۔

۵۔ حج وزیارات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح کے سوانح کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا، ان کے حج وعمرہ کرنے اور روضۂ اقدس پر حاضر ہوکر سلام پیش کرنے کی بطور خاص نشان دہی فرمائی۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے ساری زندگی میں حج کیا نہ عمرہ کیا۔ خدا نے ساری زندگی اپنے گھر اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَر کی زیارت سے محروم رکھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس نکتہ کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہمارا حج تو اس وقت ہوگا جب دجال بھی کفر ودجل سے باز آکر طواف بیت اللہ کرے گا۔ دنیا جانتی ہے کہ ابھی دجال پیدا بھی نہیں ہوا جس کی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ مرزا صاحب آخری وقت تک حج وعمرہ کی سعادت سے محروم رہے، لہٰذا ارشادِ رسول اکرم ﷺ کے مطابق مسیح موعود نہ ہوئے۔

۷۔ حکم عدل وانصاف

سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کی ایک نشانی یہ بتائی کہ وہ حاکم عادل کی حیثیت سے دنیا میں تشریف لائیں گے۔ ملت اسلامیہ کی خلافت وسیادت ان کے ہاتھ میں ہوگی۔ اس کے برعکس مرزا صاحب کو ایک دن کے لئے بھی حکومت نہیں ملی۔ بلکہ وہ ساری زندگی انگریزوں کی چاپلوسی، کاسہ لیسی اور خوشامد کرتے رہے۔ مرزا صاحب کو خود اعتراف ہے کہ:

> ''یہ عاجز اس دنیا میں حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا بلکہ غربت اور درویشی کے رنگ میں آیا ہے''۔

پس مرزا صاحب فرمانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اس معیار پر بھی پورے نہیں اترے، لہٰذا مسیح موعود نہ ہوئے۔

۸۔ صلیب کا خاتمہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نمایاں پہلو یہ بیان فرمایا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دنیا میں تشریف آوری کا ایک اہم مقصد اور مشن اپنی قوم نصاریٰ کی اصلاح کرنا ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت یہود کی قیادت دجال یہودی کے ہاتھ میں ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا خاتمہ کریں گے، فتنہ دجال کے خاتمہ سے فراغت کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام اپنی قوم کی طرف توجہ دیں گے۔ ان کے عقائد باطلہ کی اصلاح کریں گے۔ صلیب پرستی ان کے دین کا اہم حصہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی تردید کریں گے۔ چنانچہ تمام عیسائی صلیبی عقیدہ سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے۔ اس طرح دنیا سے صلیب کا خاتمہ ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خنزیر کو قتل کریں گے۔ مختصر یہ کہ حضرت مسیح عیسائیوں کے معاشرتی بگاڑ کی ازسرِ نو اصلاح کریں گے۔ اس کے برعکس مرزا غلام قادیانی کے دور میں عیسائیت کو روز افزوں ترقی ہوئی۔ مرزا صاحب نے ایک گہری سازش کے ذریعہ عیسائی پادریوں سے مناظرے کئے، عیسائیت کو پورے ہندوستان میں نہ صرف متعارف کروایا بلکہ درپردہ عیسائیت کو پھلنے پھولنے کے تمام مواقع مہیا کیے۔ یہ بات اعداد و شمار سے ثابت کی جاسکتی ہے کہ اس دور میں عیسائی مشنریوں کے جال سارے ہندوستان میں بچھائے گئے۔ قادیانیوں کے ترجمان رسالہ ''الفضل'' کی رپورٹ کے مطابق 81760 آدمی سالانہ برصغیر پاک و ہند میں عیسائی ہوتے رہے۔ مرزا صاحب کے قول و فعل اور کردار کا مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ درحقیقت انگریزی حکومت اور اس کے مذہب (عیسائیت) کے استحکام اور ترقی کے لئے سرگرمِ عمل رہے۔ عالم اسلام کے مسلمانوں کے برعکس مرزا صاحب وفاتِ مسیح کے عقیدہ کے قائل ہیں۔ عیسائی بھی وفاتِ مسیح کے قائل ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سولی پر لٹکائے جانے سے

واقع ہوئی۔قرآنی نظریہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل کیے گئے نہ سولی پر لٹکائے گئے بلکہ وہ آسمانوں پر اٹھائے گئے۔اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا مرزا صاحب کا عقیدۂ ''وفاتِ مسیح'' عیسائیوں کے عقیدہ صلیب کی تائید نہیں کرتا؟ کہ صلیب کی اس کسوٹی پر بھی مرزا صاحب پورا نہیں اترتے۔لہٰذا وہ جھوٹے ہوئے۔

۹۔وفات اور تدفین

شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح موجود کی سوانحی شخصیت کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ دنیا میں مدتِ قیام پوری کرنے کے بعد ان کا انتقال ہوگا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اپنی بقیہ طبعی زندگی گزار حج کے لئے مکہ تشریف لے جائیں گے واپسی پر مکہ اور مدینہ کے درمیان وفات ہوگی۔پھر وہاں سے آپ کی میت مدینہ منورہ لائی جائے گی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی مخصوص جگہ میں انہیں دفن کیا جائے گا۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میں ایسا محسوس کر رہی ہوں کہ آپ ﷺ کے بعد زندہ رہوں گی لہٰذا مجھے اجازت مرحمت فرمائیے کہ میں آپ کے پہلو میں دفن کی جاؤں۔سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا اس جگہ پر اختیار نہیں کیونکہ وہاں چار قبروں،میری،ابوبکر، عمر،عیسیٰ (علیہم السلام) کے سوا اور کسی کی جگہ نہیں۔

(کنز العمال برحاشیہ مسند احمد جلد نمبر ۶ صفحہ ۵۷)

مرزا غلام احمد قادیانی اس ارشادِ نبوی کو تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''آنحضرت فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا،یعنی وہ میں ہی ہوں''۔

(کشتی نوح۔ص ۱۵)

روضۂ اقدس میں دفن ہونا تو کجا،مرزا صاحب کو اس مرجع خلائق رشک خلد بریں کی ایک جھلک دیکھنا بھی نصیب نہ ہوئی۔مرزا صاحب نے اس معیارِ نبوت پر بھی تبصرہ کرتے ہوئے گوہر افشانی فرمائی کہ حدیث میں یدفن معی فی قبری لکھا ہے یعنی مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا اور نبی کی قبر کو پھاڑ کر مسیح کو اس میں دفن کرنا آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی اہانت ہے۔ پس اس سے مراد روحانی قبر ہے۔ سبحان اللہ مرزا صاحب نے کیسی خوبصورت تاویل کی۔ فی قبری سے مراد میری قبر کے پاس ہے۔ فی سے مراد کبھی قرب کے بھی ہوتے ہیں۔ جیسے فرمایا:

بورک من فی النار.

''موسیٰ علیہ السلام پر برکت نازل کی گئی جو آگ کے قریب تھا''۔

آخر مرزا صاحب نے یہ گل کھلایا: ''ممکن ہے کہ کوئی مثیل مسیح ایسا آ جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے پاس مدفون ہو''۔

(ازالہ اوہام: ص ۱۹۶)

۱۰۔ جہاد مسیح

حضرت مسیح علیہ السلام اپنے نزول کے بعد امام مہدی کے ساتھ مل کر دجال کے خلاف جہاد کریں گے اور فتنہ دجال کو ختم کریں گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی سے اس سلسلہ میں استفسار کیا گیا تو انہوں نے کہا دجال سے مراد وہ عیسائی پادری ہیں جن سے میں مناظرے کرتا ہوں۔ حضرت امام مہدی حضرت مسیح کے دست راست ہوں گے۔ دونوں مل کر فتنہ وفساد کے خلاف سرگرم عمل ہوں گے۔ یہاں لطف کی بات یہ کہ مرزا صاحب نے نہ صرف مسیح ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ مہدی ہونے کا دعویٰ بھی کیا گویا خود ہی مسیح، خود ہی مہدی۔ اس معیار پر مرزا صاحب کاذب ثابت ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ایک واضح مقصد جہاد کرنا ہوگا۔ جب کہ مرزا صاحب نے سرے سے جہاد ہی کو حرام قرار دے دیا مرزا صاحب کے مرید خاص نے ان کے سامنے ان کے فتویٰ کی روشنی میں تنسیخ جہاد پر قصیدہ پڑھا:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ وقتال
اب آ گیا مسیح جو دین کا امام ہے
دین کیلئے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے
اب جنگ و جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۱ مصنف مرزا غلام احمد قادیانی)

۱۱۔انسانی رُشد و ہدایت

حضرات محترم! نزولِ مسیح کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روئے زمین کے انسانوں کی رُشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دیں گے۔خود مرزا غلام احمد قادیانی کو اس امر کا اعتراف ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت اسلام دنیا میں بکثرت پھیل جائے گا۔

۱۲۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تقریر

ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے قربِ قیامت آنے والے مسیح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی بتائی کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مدینہ منورہ سے تقریر کریں گے جو کل دنیا کے انسان سنیں گے۔ نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے قربان جائیں ایک صدی پہلے یہ بات انسانی عقل سے ماوراتھی لیکن آج سائنسی ایجادات اور مواصلاتی ترقی نے ثابت کردکھایا ہے کہ دنیا کے کسی ملک سے کہی جانے والی بات ساری دنیا میں نہ صرف سنی جاسکتی ہے بلکہ اب تو دیکھی بھی جاسکتی ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سائنس نے سچ ثابت کردکھایا ہے۔جس کا پندرہ سو برس پہلے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی نام نہاد مسیح موعود کی تقریر نہ ساری دنیا میں سنائی دے گی اور نہ ہی ان کی کسی تقریر کا ایسا ریکارڈ موجود ہے جسے کبھی براڈ کاسٹ کیا جاسکے گا۔مرزا صاحب اس سعادت سے محروم ہیں، کیونکہ ان کی کوئی تقریر ایک محلہ سے کسی دوسرے محلہ تک نہ پہنچ سکی۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق عقل انسانی کو راہنمائی ملتی ہے کہ جس طرح فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سچ ثابت ہوا ہے،اسی طرح آپ کی حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں باقی تمام پیش گوئیاں بھی سچ ثابت ہوں گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسانوں کی اصلاح و فلاح کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے۔ان کی دعوت خاص و عام ہوگی۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حسنِ اخلاق اور قائدانہ صلاحیتوں کی بدولت غلبہ اسلام کی تحریک میں کامیاب ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے اپنی قوم کی اصلاح کریں گے۔ سچے مسیح کا یہ کردار قابلِ ذکر ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ انسانوں کو مسلمان بنائیں گے، ادھر بناوٹی مسیح کا یہ کردار دیکھیں کہ اس نے کل روئے زمین کے مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا۔

''ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں''۔ (مکتوب مرزا بنام ڈاکٹر عبدالحکیم)

''اے مرزا جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور بیعت میں داخل نہ ہوگا، وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے''۔ (رسالہ معیار الاخیار)

حضرات محترم! آپ فیصلہ فرمائیں، دنیا میں بسنے والے لاکھوں کروڑوں انسان مرزا غلام احمد قادیانی کو نہیں مانتے۔ لہٰذا مرزا صاحب کے فتویٰ اور دعویٰ کے مطابق وہ کافر اور جہنمی ہوئے۔ کیا یہ مسیح کی شان ہے؟ کیا یہ مسیح کا کردار ہے؟ کیا یہ مسیح کا عمل ہے؟ حقیقی مسیح اپنی قوم عیسائی کو اسلام کے سچے مذہب کی طرف مائل کریں گے۔ مرزا صاحب مسیح بھی بنتے ہیں اور مسلمان بھی بنتے ہیں۔ آپ بتائیں کہ ان کی قوم عیسائی ہے یا مسلمان ہے؟ وہ کس قوم سے تعلق رکھتے ہیں؟ مرزا صاحب کی قوم مرزائی ہے، پس مرزا صاحب نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔ اس معیار پر بھی وہ مسیح موعود ثابت نہیں ہوتے۔ مرزا صاحب کیا تھے؟ یہ اللہ ہی جانتا ہے خود مرزا صاحب کو پتہ نہیں تھا کہ وہ کیا تھے؟

۱۳۔ قتل دجال اور اس کی نشانیاں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ان کا عظیم الشان کارنامہ دجال کا خاتمہ اور قتل ہوگا۔

حضرات محترم! جس طرح محمد مصطفیٰ ﷺ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی علامتیں اور نشانیاں بتائیں اس طرح آپ ﷺ نے دجال اور اس کے فتنے سے بھی اپنی اُمت کو آگاہ فرمایا۔ میں چاہوں گا کہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں دجال کا حال بھی بیان کردوں۔

☆......دجال یہودیوں میں سے ہوگا، ابتداءً نیکی و پارسائی کا اظہار کرے گا۔

☆......نبوت کا دعویٰ کرے گا بعد ازاں خدائی کا دعویٰ کرے گا۔

(ابن ماجہ، فتح الباری، طبرانی)

☆......دجال ایک آنکھ سے کانا ہوگا۔ (مسلم، ابن ماجہ، طبرانی)

☆......اس کے ماتھے پر ''کافر'' لکھا ہوگا سے ہر پڑھا لکھا اور ان پڑھ شخص بھی پڑھ سکے گا۔ (ابن ماجہ، احمد، حاکم)

☆......دجال نے اپنی جنت و دوزخ بنا رکھی ہوگی۔ (مسند احمد)

☆......اصفہان کے 70 ہزار یہودی اس کے ساتھ ہوں گے۔ (اسحٰق، ابن کثیر، کنز)

☆......شام اور عراق کے درمیان خروج کرے گا۔ (مسلم، ابوداؤد)

☆......دجال چالیس دن تک زمین پر اودھم مچائے گا۔ پہلا دن سال کے برابر ہوگا۔ دوسرا دن ایک مہینے کے برابر ہوگا۔ تیسرا دن ایک ہفتے کے برابر ہوگا، باقی 36 دن معمول کے مطابق ہوں گے۔ (مسند احمد)

☆......ایسی تیزی سے مسافت طے کرے گا، گویا ہوا کے پیچھے بادل ہوں یعنی وہ دنوں کا سفر گھنٹوں میں اور گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے کرے گا۔

☆......لوگ دجال کے شر سے بچنے کے لئے پہاڑوں کی طرف بھاگ جائیں گے۔

☆......دجال کے خروج سے پہلے تین سال ایسے گزریں گے کہ پہلے سال ایک تہائی بارش اور ایک تہائی غلہ کی کمی ہوگی۔ دوسرے سال دو تہائی کی کمی اور تیسرے سال نہ بارش ہوگی نہ غلہ ہوگا۔ شدید قحط سے حیوانات اور درندے مر جائیں گے۔ (مسلم، ابوداؤد)

☆......عجیب بات یہ ہوگی کہ جو لوگ دجال پر ایمان لائیں گے ان کی زمینوں پر بارش ہوگی ان کے ہاں خوشحالی ہوگی، ان کے چوپائے سیر ہو کر اپنے گھروں کو لوٹیں گے۔ جو لوگ دجال کو نہیں مانیں گے وہ مفلوک الحال ہوں گے، غلہ کم ہوگا ان کے مویشی تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ (مسلم، ترمذی، ابوداؤد)

☆......دجال ویرانے سے گزرے گا تو زمین کو حکم دے گا وہ اپنے خزانے اُگل دے چنانچہ ایسا ہی ہوگا اور خزانے نکل پڑیں گے۔

☆......دجال ایسی شعبدہ بازیاں دکھائے گا کہ مخلوق دنگ رہ جائے گی۔ مثلاً قبر سے مردے زندہ کردے گا، دیہاتی کا مردہ اونٹ زندہ کردے گا۔

☆..... دجال بلاآخر اپنے لاؤلشکر کے ساتھ زمین روندتا ہوا مدینہ کا رخ کرے گا۔ احد تک پہنچ جائے گا جہاں سے اللہ کے فرشتے اس کے لشکر کا رخ ملک شام کی طرف پھیر دیں گے۔

☆..... دجال شام کی طرف سفر کرے گا۔ امام مہدی اس وقت قسطنطنیہ کے محاذ پر ہوں گے امام مہدی خروجِ دجال کی خبر سن کر ملک شام واپس آئیں گے۔

☆..... فجر کی نماز کی ادائیگی سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا وہ امام مہدی کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے۔ (الحاوی)

☆..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی مل کر دجال کے مقابلے کیلئے نکلیں گے۔

☆..... دجال بھاگنے کی کوشش کرے گا، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدیؓ مقامِ لُد[1] (مقبوضہ اسرائیلی علاقے) پر اسے جالیں گے۔

(ابن ماجہ، ابوداؤد، الحاکم)

☆..... دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی سیسے کی طرح پگھلنے لگے گا اسی مقام پر دجال کو قتل کر کے اس کا خاتمہ کیا جائے گا۔

حضرات گرامی! میں نے آپ کے سامنے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات تفصیلاً بیان کیے ہیں جو آپ ﷺ نے حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت امام مہدی کے بارے میں ارشاد فرمائے تھے۔

آقائے نامدار ﷺ کی زبان مبارک سے ادا شدہ فرمودات ہمارے لئے عقائد کا درجہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے عقائد پر پختگی اور یقین کامل عطا فرمائے۔ آمین

......☆......

1۔ لد (Lydda) تل ابیب سے چند میل دور جہاں یہودیوں نے ہوائی اڈہ بنایا ہے۔
(ختم نبوت از مولانا مودودی: ص ۴۶)

خطبات جمادی الاول

① ...... حضور ﷺ کا سفرِ طائف

② ...... آنحضرت ﷺ کی تمام انبیاء پر فضیلت

③ ...... پیغمبر انقلاب ﷺ

......☆......

حضور ﷺ کا سفرِ طائف

(از: حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی مدظلہٗ)

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یہدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ. صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد. فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم.

قُلْ اُوْحِیَ إِلَیَّ أَنَّہٗ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْآ إِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا. یَہْدِیْٓ إِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ وَلَنْ نُّشْرِکَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا. وَأَنَّہٗ تَعَالٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَۃً وَّلاَ وَلَدًا. [الجن: ۷۲/ ۱ تا ۳]

وقال فی مقامٍ اٰخر: سُبْحَانَ الَّذِیْٓ أَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا إِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ. [الاسراء: ۱۷/ ۱]

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اللّٰھم انّی اشکوا إلیک ضعفًا. او کما قال

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین.

اللّٰھم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی

ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید. اللھم بارک علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید.

سرداروں کی طرف سے توہین

محترم بزرگو، عزیزو اور دوستو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے سلسلہ وار درس کا ہم نے گذشتہ جمعہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور خواجہ ابوطالب کی وفات کا تذکرہ سنا تھا۔ اسی سال اللہ کے نبی مکہ والوں سے مایوس ہو کر مکہ سے ہجرت فرما کر طائف تشریف لے گئے۔ اس امید اور اس خیال سے کہ مکہ والے نہیں مانتے، طائف والے شاید مان لیں۔ مکہ والے بات نہیں سنتے شاید طائف والے سن لیں۔ مکہ والوں کو بات سمجھ نہیں آئی شاید طائف والوں کو بات سمجھ آ جائے۔ طائف مکہ سے قریب شہر ہے۔ بڑا سرسبز اور شاداب ہے۔ موسم بھی بڑا خوشگوار رہتا ہے۔ یہاں تین سردار تھے۔ ایک کا نام عبد یالیل تھا، ایک کا مسعود اور تیسرے کا نام حبیب تھا۔ یہ طائف کے لوگوں کے سردار تھے۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے اور ایک ایک سردار کے پاس گئے۔ عبد یالیل کو دعوت دی، مسعود کو دعوت دی اور حبیب کو بھی دعوت دی۔ ان میں سے ایک بد بخت اور ظالم نے یہ کہا کہ اللہ نے کعبے کا پردہ چاک کرنے کے لئے تجھے نبوت دی ہے؟ دوسرے نے کہا کہ کیا نبوت کے لیے اللہ نے تجھے ہی چنا تھا۔ اور تو ہی اللہ کو ملا تھا؟ تجھے اللہ نے نبی بنانا تھا؟ اور تیسرے نے یوں مذاق اڑایا کہ میں تجھ سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ تو اگر جھوٹا ہے تو اس قابل نہیں کہ تجھ سے بات کی جائے اور اگر تو سچا ہے تو مجھے ڈر لگتا ہے۔ اس وجہ سے میں تو تجھ سے بات ہی نہیں کرنا چاہتا۔ مشرک کی عقل نے یہ کام نہ کیا کہ وہ جو بات اور جس انداز سے بات کر رہا ہے اُس سے بھی اللہ کے نبی کی توہین ہو رہی ہے۔ پھر ان تینوں نے توہین، تردید اور مخالفت کی۔

آپ ﷺ پر ظلم وتشدد کی داستان

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپسی کی طرف چل پڑے۔ تو ان ظالموں نے آوارہ چھوکرے اور نوجوان لڑکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیئے۔ انہوں نے اللہ کے نبیؐ پر سنگریزی کی۔ آپؐ اس سنگریزی اور ان پتھروں کی وجہ سے زخمی ہو گئے۔ یہ ایک جلوس تھا لڑکوں اور چھوکروں کا جو آپؐ کے پیچھے لگا دیا گیا تھا۔ زبانی اذیت الگ، جسمانی اذیت الگ اور روحانی اذیت الگ۔ آپ کا جسم مبارک ٹوٹ گیا۔ جسم سے خون کے فوارے چل پڑے۔ آپ ﷺ زخمی ہو گئے۔ پاؤں مبارک تک خون آ پہنچا۔ اللہ کے نبیؐ وہاں سے ہٹے، نکلے اور چلے راستے میں مشرکین مکہ کے دو بڑے سردار عتبہ اور شیبہ کا باغ پڑتا تھا۔ یہ انگوروں کا باغ تھا۔ اللہ کے نبیؐ یہاں آ کر کچھ دیر ستائے۔ جوتا مبارک اتارنے کی کوشش کی لیکن وہ خون سے چپکا ہوا تھا۔ آپؐ درد سے کراہ رہے تھے۔ اللہ کے دین کی خاطر آپؐ یہ دکھ اٹھا رہے ہیں۔ بدن زخموں سے چُور ہے اور خون بہہ رہا ہے۔

آپ ﷺ کی اللہ کے حضور دعاء ومناجات

یہاں اللہ کے نبیؐ نے اپنے ہاتھ اللہ کے حضور اٹھا لئے اور ایک عجیب دعا فرمائی۔ اس دعا کو پڑھ کر اور سن کر بھی آدمی کے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس دعا میں اللہ کے نبیؐ نے اپنی بے دردی، بے بسی، اپنے عجز اور اللہ کی قوت وقدرت کا اظہار کیا، اپنے آپ کو صبر کی تلقین فرمائی۔ صبر کا اظہار فرمایا۔ اور یوں ہاتھ اٹھا لئے:

اللّٰھم إنّی اشکوا إلیک ضعف قوّتی وقلّة حیلتی وھوانی علی الناس. او کما قال

اے اللہ میں آپ کے دربار میں اپنی طاقت کی کمزوری کی شکایت کرتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سارے قضیے میں کسی پر الزام نہیں لگایا کہ طائف والے بدتمیز ہیں، بے قدر ہیں، ذلیل ہیں، اللہ کے نبیؐ کے موذن اور گستاخ ہیں۔ نہیں، یہ داعی کا کمال ہے کہ کمزوری کی نسبت اپنی طرف فرما رہے ہیں۔ اور اللہ کے حضور شکایت کر رہے ہیں:

اللّٰھم انّی اشکوا الیک ضعف قوّتی.....

یا اللہ میں اپنی قوت کے ضعف وکمزوری کی آپ کے دربار میں شکایت کرتا ہوں۔

وقلّۃ حیلتی..... میں اپنی تدبیر کی کمی کی شکایت کرتا ہوں۔ میں کمزور ہوں اور میری تدبیر ناقص ہے۔ میں ضعیف ہوں اور میرا حیلہ اور میری تدبیر کمزور ہے۔ مولا! میں ان کو سمجھا نہیں سکا۔ اللہ میں ان کو قائل نہیں کرسکا۔

اشکوا الیک ضعف قوّتی وقلّۃ حیلتی وھوانی علی الناس.

یا اللہ میں آپ کی دربار میں لوگوں میں اپنی بے وقعتی کی شکایت کرتا ہوں۔ میں لوگوں میں اتنا بے وقعت ہوگیا ہوں اور بے قدر ہوگیا ہوں کہ یہ مجھے پتھر بھی مار رہے ہیں، یہ مجھے الزام بھی دے رہے ہیں اور یہ میری بات سننے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ یہ مجھے لہولہان بھی کررہے ہیں اور پھر فرمایا یا ارحم الراحمین!......او ارحم الراحمین! آپ مجھے کس کے حوالے کررہے ہیں؟

الٰی عدوّ یتجھمنی ام الٰی صدیق .....

یا اللہ! آپ مجھے کس کے حوالے کررہے ہیں، مجھے دشمن کے حوالے کررہے ہیں۔ جو مجھے نچوڑ لے، جھنجھوڑ لے:

ام الٰی قریب ملکتہ امری.

یا آپ مجھے میرے کسی دوست کے حوالے کررہے ہیں اور میرا اُس کو مالک بنا رہے ہیں۔ میرے معاملے کا اس کو مختار بنا رہے ہیں۔

ان لم تکن ساخطًا علیّ فلا اُبالی غیر ان عافیتک اوسع لی.

.مولا! اگر آپ مجھ پر ناراض نہیں، یا اللہ اگر آپ مجھ پر ناراض نہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ مجھے یہ تکلیف قبول اور برداشت ہے اور مجھے یہ پریشانی بھی قبول ہے۔ الٰہ العالمین، مولائے کائنات!

ان لم تکن ساخطًا علیّ فلا اُبالی...

مجھے کوئی پرواہ نہیں......

غیر ان عافیتک اوسع لی.

اللہ! تیری عافیت میرے لئے بہت وسعت والی ہے۔ تکلیف تو کبھی کبھی آتی ہے، عافیت تو ہر لحظہ آتی ہے۔ یااللہ! پریشانی تو آج آئی ہے، دُکھ تو آج آیا ہے، سُکھ تو ہمیشہ آتا ہے۔

اعوذ بنور بوجهک الکریم الذی اضاءت له السموات واشرقت له الظلمات......

''میں اُس ذاتِ اقدس کے نور کی پناہ مانگتا ہوں، جس نے اندھیروں کو دور کردیا۔ جس نور سے اندھیرے چھٹ گئے۔ یااللہ میں آپ کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں، اورآپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ کی رحمت مجھ پر نازل ہو''۔

اللہ کے نبیؐ نے یہ دعا فرمائی تو دعا فوراً قبول ہوئی۔ عتبہ اورشیبہ یہ دونوں آپؐ کے دشمن تھے۔ وہ بیٹھے یہ نظارہ دیکھ رہے تھے۔ ان سنگ دلوں کا دل بھی موم ہوگیا۔ شیبہ نے اپنے غلام کو بلایا، اس کا نام عداس تھا، عداس! یہ طشتری اور پلیٹ لے جاؤ، اس میں انگور کے خوشے اور گچھے رکھو اور اس مسافر کو جا کر دے آؤ، اور اگر وہ نہ کھائے تو ان کی منت کر لینا کہ تھوڑا کچھ تو ضرور کھالو۔ عداس طشتری اور پلیٹ میں انگور رکھ کر اللہ کے نبیؐ کی خدمت میں لایا۔ اوئے لوگو! حضور علیہ السلام کی مظلومیت کو تو دیکھو، دشمن کو بھی ترس آگیا ہے۔ اللہ کے نبیؐ کی مقبولیت کو تو دیکھو کہ آج انسانی بنیاد پر عتبہ اور شیبہ جیسے ظالم، گستاخ اور موہن و مخالف ان کے دلوں میں بھی آج رحمت نے انگڑائی لی ہے، یہ حضور علیہ السلام کی مظلومیت کی برکت ہے۔ اللہ کے نبیؐ کی دعا کی برکت ہے۔ بترس از آہِ مظلوم...... مظلوم کی بددعا سے ذرا کرو، اور یہ تو سید المظلومین ہیں۔ سید النبیین ہیں۔ خاتم المرسلین ہیں۔ شفیع المذنبین ہیں، مسافر بھی ہیں اور مظلوم بھی۔ مسافر کی دعا بھی قبول ہوتی ہے اور مظلوم کی دعا اور بددعا بھی قبول ہوتی ہے۔ ان پتھر دلوں کو بھی موم کردیا۔ اور طشتری میں انگور بھجوا رہے ہیں۔

عداس سے آپ ﷺ کی گفتگو اور اس کا اثر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انگور لانے والے، اس غلام عداس سے پوچھا: عداس! کہاں کے رہنے والے ہو؟ اس نے کہا کہ شام کا رہنے والا ہوں۔ عیسائی تھا۔ تو اس

نے کہا کہ میں شام کے فلاں علاقے کا رہنے والا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا، تم تو یونس ابن متّی کے علاقے کے ہو۔ کہنے لگا کہ میں حضرت یونس علیہ السلام کے علاقے کا ہوں، لیکن آپ یہ بتائیں کہ آپ کو یونس کی خبر کس نے دی؟ آپؐ نے فرمایا، یونس علیہ السلام میرے بھائی تھے۔ وہ بھی اللہ کے نبی تھے اور میں بھی اللہ کا نبی ہوں۔ اُس نے اللہ کے نبی کی گفتگو کو سنا، ایسا متاثر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ، پاؤں اور چہرے کو چومنے لگا۔ عتبہ اور شیبہ سامنے سے بیٹھے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ عدّاس واپس آیا تو عداس سے یہ کہنے لگے کہ خیال کرنا یہ شخص تجھے تیرے دین سے نہ ہٹا دے، تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔ عداس خاموش ہو گیا۔ عداس کو تو شرفِ صحابیت حاصل ہو گیا تھا۔ جب بدر کی جنگ ہوئی اور عتبہ و شیبہ بدر میں جا رہے تھے تو عداس بیٹھا رو رہا تھا، کسی نے کہا عداس! کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا کہ اپنے سردار کی بدبختی پر رو رہا ہوں۔ کیا ہوا؟ کہا یہ اس نبیؐ کے مقابلے میں جا رہے ہیں۔ تو پوچھا گیا کہ واقعی وہ نبی ہیں؟ کہنے لگا، اللہ کی قسم میں جانتا ہوں یہ سچے نبی ہیں۔ اور یہ لوگ جنگ میں نہیں جا رہے بلکہ یہ اپنے مقتل میں جا رہے ہیں۔ یہ اپنی قتل گاہ میں جا رہے ہیں۔ وہاں انہوں نے قتل ہونا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف کے اس واقعے سے بڑے دُکھی تھے، مکہ کے قریب قرن الثعالب ایک جگہ کا نام ہے۔ یہاں پہنچے جبرائیل امین آئے، بادلوں نے سایہ کر لیا۔ جبرائیل نے سلام کیا، عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ یہ میرے ساتھ جبال اور پہاڑوں کا فرشتہ موجود ہے۔ یہ آپ سے اجازت مانگ رہا ہے کہ آپ اجازت مرحمت فرمائیں۔ طائف دو پہاڑوں کے درمیان ہے، اگر آپ کی اجازت ہو تو اس فرشتے کو دیر نہیں لگنی، اس کو کوئی مشقت اور تکلیف نہیں اٹھانی پڑے گی۔ اس نے دونوں پہاڑوں کو ملانا ہے اور ان کا کچومر نکل جائے گا اور یہ ریزہ، ریزہ ہو جائیں گے۔ اللہ کے نبیؐ نے اجازت نہیں دی۔ اور اللہ سے دعا کی:

اللّٰھم اھد بنی ثقیف......

یا اللہ! طائف کے باسی جو قبیلہ بنو ثقیف کے رہنے والے ہیں تو انہیں ہدایت

نصیب فرما۔

کافر کو بددعا کب دی جائے!

حضور علیہ السلام نے ہدایت کی دعائیں مانگیں۔ بددعا نہیں فرمائی۔ اگر آج حضور علیہ السلام چاہتے تو یہ سارے ہلاک ہو جاتے۔ لیکن یہ اللہ کے نبیؑ کے حلم کی برکت ہے، صبر، حوصلہ، تحمل اور برداشت کی برکت ہے کہ یہ طائف والوں کی نسلیں اسلام کے سپاہی بنیں۔ طائف والے اسلام کے سپاہی بنے۔ اللہ نے انہیں دولتِ ایمان سے مالا مال فرمایا اور آج تک طائف اسلام کا مرکز ہے۔ اس لئے علماء نے لکھا کہ کسی کافر کی ہلاکت کی اُس وقت تک بددعا نہ کرو جب تک کہ اس کی کفر پر موت کا یقین نہ ہو۔ ورنہ ہدایت کی دعا مانگو۔ اللہ اسے ہدایت نصیب فرمائے۔ اور یوں بھی دعا مانگ سکتے ہو۔ مولا! انہیں ہدایت نصیب فرما۔ اگر اس کے مقدر میں ہدایت نہیں ہے تو انہیں تباہ و برباد فرما۔

قرآن سن کر جنات کا قبولِ اسلام

حضور علیہ السلام کو وحی کے ذریعے پتہ چل گیا تھا کہ اس قوم کی نسل نے ایمان لانا ہے۔ اس قوم کے لوگوں نے ایمان لانا ہے۔ اس لئے آپؐ نے بددعا نہیں فرمائی۔ حضور علیہ السلام طائف سے واپس ہوئے، زخموں سے چُور چُور تھے اور مکہ واپس آرہے تھے۔ وادیٔ نخلہ کے مقام پر اللہ کے نبیؑ نے فجر کی نماز ادا فرمائی۔ فجر کی نماز آپ پڑھا رہے تھے تو جنات کی ایک جماعت آئی۔ یہ سات یا آٹھ جن تھے۔ اللہ کے نبیؐ کی اس نماز کو دیکھا، آپؐ سے قرآن کی تلاوت کو سنا تو جن بھی قرآن سن کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور جن قرآن کو سن کر چپ ہو گئے، واپس گئے اپنی قوم کو جا کر اطلاع دی اور حضور علیہ السلام کے احوال بتائے۔ اللہ کے نبیؑ کے صحابی بن کے گئے اور مبلغ بن کے گئے۔ جا کر جنات نے دعوتِ ایمان دی۔ یہ قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کی تاثیر ہے۔ جنات نے قرآن سنا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ سورۃ احقاف اور سورۃ جن دونوں میں اللہ تعالیٰ نے جنوں کی حاضری کا ذکر کیا ہے۔

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ.[الاحقاف: ۲۹/۴۶]

فرمایا، میرے حبیب اُس وقت کو یاد کرو جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت آپ کے پاس بھیجی۔ جو قرآن سن رہے تھے۔

فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْآ أَنْصِتُوْا...... [الاحقاف: ۲۹/۴۶]

جب اللہ کے نبی کی خدمت میں یہ جن پہنچے، حضور علیہ السلام قرآن پڑھ رہے تھے تو جنوں نے آداب قرآن معلوم کیے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے خبردار! قرآن پڑھا جارہا ہے، انصتوا، خاموش ہو جاؤ اور چپ ہو جاؤ، کان لگاؤ اس لئے کہ یہ قرآن کا ادب ہے۔

إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَأَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ.

[الاعراف: ۲۰۴/۷]

جب قرآن پڑھا جائے تو چپ ہو جایا کرو، کان لگالیا کرو، اگر قرآن کی تلاوت پر چپ رہو گے، سنو گے، خاموش رہو گے اور کان لگاؤ گے، لعلکم ترحمون تو رب کی رحمتیں تم پر موسلا دھار برسیں گی۔

فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ

یہ قرآن کا ادب ہے، جن قرآن کا ادب جانا کرتے تھے۔ اس لئے تو، ہم کہتے ہیں کہ اگر اکیلی نماز پڑھ رہے ہو تو ہر رکعت میں فاتحہ پڑھا کرو اور پہلی دو رکعتوں میں سورۃ بھی ملایا کرو، اور اگر امام کے پیچھے پڑھ رہے ہو تو پھر امام کی فاتحہ اور امام کی قرأت پر اکتفاء کیا کرو۔ نماز سرّی ہو یا جہری، امام اونچا پڑھ رہا ہو یا آہستہ۔ امام کی آواز سنائی دے یا امام کی آواز سنائی نہ دے۔ اس قرآن کا جو اَدب ہے چپ اور خاموش رہو۔ سورت جب پڑھی جائے پوری دنیا کہتی ہے خاموش رہو۔ قرآن پڑھا گیا۔ حنفی، حنبلی، شافعی، مقلد، غیر مقلد سب یہی کہتے ہیں جب سورت شروع ہو چپ رہو۔ تو جب اللہ کی کتاب، سورت شروع ہوئی تو چپ رہنے کا حکم ہے۔ تو سورۃ فاتحہ تو اعظم السور ہے، سورۃ فاتحہ تو پورے قرآن کا خلاصہ ہے۔ جب فاتحہ پڑھی جائے تو اُس وقت بھی چپ رہو۔ مسلم شریف میں یہ روایت موجود ہے۔ دوسری کتب حدیث میں بھی موجود ہے:

إنما جعل الامام ليؤتم به ، إذا كبّر فكبّروا إذا رجع فارجعوا،

إذا قرء فانصتوا......

امام اس لئے ہوتا ہے کہ اس کی اقتداء کیا کرو۔ امام کہے اللہ اکبر، تو تم بھی اللہ اکبر کہو۔ امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع میں جایا کرو۔ امام کی اقتداء یہ ہے وہ اللہ اکبر کہے تم اللہ اکبر کہو، وہ رکوع کرے تم رکوع کرو، وہ سجدہ کرے تم سجدہ کرو، وہ کھڑا ہو جائے تم کھڑے ہو جاؤ، وہ بیٹھا کرے تم بیٹھ جاؤ اور اللہ کے نبیؐ نے آگے فرمایا، قرأت میں امام کی اقتداء یہ ہے:

إذا قرأ فأنصتوا.....

وہ پڑھا کرے تو تم چپ رہا کرو۔

اور دوسری روایت میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

من كان لهٗ امامٌ فقرأة الامام لهٗ قرأةٌ.....

جو امام کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہے تو سب کو پڑھنے کی ضرورت نہیں، امام سب کی طرف سے قرأۃ کر رہا ہے۔ ایک اذان پوری جماعت کی طرف سے کافی، ایک اقامت پوری جماعت کی طرف سے کافی، ہر آدمی کو اذان کہنے کی ضرورت نہیں، ہر آدمی کو اقامت کہنے کی ضرورت نہیں۔ آج جمعہ پڑھو گے ایک امام کا خطبہ پوری قوم کی طرف سے کافی، ہر مقتدی کو الگ خطبہ پڑھنے کی ضرورت نہیں، ایسے ہی جیسے ایک خطبہ پوری جماعت جمعہ کی طرف سے کافی، مؤذن کی ایک اذان پوری مسجد کی طرف سے کافی، مکبر کی ایک تکبیر پوری جماعت کی طرف سے کافی، ایسے ہی امام کی ایک فاتحہ پوری جماعت کی طرف سے کافی، سب کی طرف سے کافی ہے.....!!

جنات کی اپنی قوم کو تبلیغ

جن آئے اور کہا أَنْصِتُوا چپ رہو۔ اور جب واپس گئے تو إذا ولوا .....

منذرین..... سب دین کے داعی اور سپاہی بن کے گئے اور مبلغ بن کے گئے اور جا کر کہا:

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ..... [الجن ۷۲/۱] بڑا عجیب وغریب قرآن سنا ہے۔

يَهْدِيْٓ إِلَى الرُّشْدِ ..... [ایضا] سراپا ہدایت ہے۔

فَاٰمَنَّا بِهٖ ...... ہم سے رہا نہ گیا، ہم نے سنا مان کر آئے، ایمان لے کر آئے۔

وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ...... [الجن ۷۲/۲] ہم اعتقاد بدل کر آئے ہیں۔ عقیدہ بنا کر آئے ہیں۔ کل تک شرک کرتے تھے آج ہم قرآن وتوحید کا پیغام سن کر رب اور رب کے رسولؐ سے سودا کر کے آئے ہیں کہ ہم شرک نہیں کریں گے۔

وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ...... [الجن ۷۲/۲] اللہ کا کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اس لئے کہ یہ حقیقت آج ہم پہ قرآن نے کھول دی ہے۔

وَاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا. [الجن ۷۲/۳]

ہمارے رب کی شان بڑی بلند وبالا ہے۔ نہ اس کی بیوی ہے نہ اس کی اولاد ہے۔

وَاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا. [الجن ۷۲/۴]

ہم کیسے بے وقوف اور کم عقل تھے، نادان اور جاہل تھے، جو اللہ پر فضول باتیں کیا کرتے تھے۔ حد سے بڑھی ہوئی باتیں کیا کرتے تھے۔ اور یوں کہا کرتے تھے کہ جناب والا اللہ کی بھی بیوی ہے، اور اللہ کی اولاد بھی ہے اور وہ کہا کرتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور جنوں کے سردار جن نعوذ باللہ اللہ کی بیویاں ہیں۔ اور بعض کہا کرتے کہ مریم اللہ کی بیوی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ عزیر (علیہ السلام) بھی اللہ کے بیٹے ہیں۔ ہم جاہلیت میں یہ بھی کہا کرتے تھے کہ وہ ہماری سنتا نہیں اور ان کی موڑتا نہیں۔ ہماری اِن کے آگے اور ان کی اُس کے آگے۔ ہم شرک کیا کرتے تھے، آج قرآن سن کر حقیقت کھل گئی ہے۔ ہمارا اللہ ان کمزوریوں سے بلند وبالا ہے۔ آج کے بعد ہم نے شرک نہیں کرنا۔ جن بھی مسلمان ہو گئے۔ سب کہو سبحان اللہ!

جنات کا مقدمہ اور شاہ عبدالعزیزؒ کا فیصلہ

جنوں کا ایمان... .اور جن بڑی لمبی عمر کے ہوتے ہیں۔ علمی لطیفہ ہے۔ ہمارے بزرگوں میں ایک بزرگ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ گزرے ہیں، یہ دہلی کا جو شاہ ولی اللہؒ کا خاندان ہے یہ پورے برصغیر کا محسن ہے۔ پورے برصغیر میں حدیث بھی اسی

خاندان کی معرفت آئی اور تفسیر قرآن بھی اسی خاندان کی معرفت آئی۔ اور برصغیر میں قرآن کا سب سے پہلا ترجمہ لکھنے والے اردو زبان میں شاہ ولی اللہؒ کے بیٹے ہیں اور فارسی زبان میں برصغیر میں قرآن کا ترجمہ سب سے پہلے خود حضرت شاہ ولی اللہؒ نے لکھا تھا۔ شاہ عبدالعزیزؒ بہت اونچے محدث، مفسر اور فقیہ بھی تھے۔ ان کی تفسیر کی صرف دو جلدیں چھپ سکیں۔ ایک تیسویں پارے کی ہے اور ایک پہلے پارے کی۔ شاہ صاحب کے پاس ایک مقدمہ آیا۔ جنوں نے یہ مقدمہ آپ کی عدالت میں دائر کیا۔ اور وہ یہ تھا کہ ہمارا ایک جن سانپ کی شکل میں ایک جگہ پھر رہا تھا، ایک آدمی نے اُس کو قتل کر دیا ہے۔ لہٰذا وہ جن کا قاتل ہے۔ تو ہمیں خون کا بدلہ قصاص چاہئے۔ اسلام کا قانون ہے کہ خون کا بدلہ خون ہوا کرتا ہے۔ وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ، [المائدہ ۵/۴۵] نفس کا بدلہ نفس ہوتا ہے۔ وَلَكُمْ فِى الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓا اُولِى الْاَلْبَابِ [البقرہ: ۲/۱۷۹] ...... تمہارے لئے قصاص میں زندگیاں ہیں۔ ہمیں بدلہ دلواؤ اور ہمیں قصاص دلواؤ۔ شاہ صاحب نے قاتل کو بھی بلوالیا، وہ انسان تھا اور مقتول کے ورثاء کو بھی بلوالیا جو کہ جن تھے۔ قاتل بھی آ گیا اور مقتول (جن) کے ورثاء بھی آ گئے اور ایک عدالت قائم تھی۔ شہادتیں قائم ہوئیں تو قاتل کے خلاف شہادتیں مکمل ہو گئیں کہ اس نے قتل کیا ہے، لیکن قتل کیا تھا جب جن اصلی شکل میں نہیں تھا۔ جن سانپ کی شکل میں تھا۔ شاہ صاحبؒ نے فیصلہ کیا اور فرمایا میرا فیصلہ یہ ہے کہ قصاص نہیں ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو مخلوق اپنی اصلی شکل کو بدل دے اور اُسے کوئی مار دے تو قصاص نہیں ہوگا۔ اپنے اصلی حلیے سے نکل جائے اور پھر اُسے کوئی مار دے تو قصاص نہیں ہوگا۔ شاہ صاحبؒ نے فیصلہ کیا۔ کونے میں ایک بزرگ جن بیٹھے تھے، وہ فیصلہ سن کر کہنے لگے، هكذا سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، اللہ کے نبیؐ سے میں نے ایسے ہی سنا تھا۔ گویا وہ صحابی جن تھے۔ جن کو اللہ کے نبیؐ کے دستِ حق پر بیعت، ایمان اور اسلام کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ اتنی لمبی عمر پائی کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے زمانے تک وہ زندہ اور موجود تھے، اور شاہ صاحب کو اللہ نے ان کی زیارت کا شرف نصیب کیا۔ تو گویا اس لحاظ سے حضرت شاہ صاحب تابعی بن گئے۔

قرآن جنات پر بھی اثر کرتا ہے مگر......!

یہ جن مسلمان ہوئے۔ اللہ نے اپنے نبی کو تسلی دی۔ میرا نبی! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، انسان نہیں مانتے تو میں آپ کی بات جنوں سے منواؤں گا۔ اگر انسانوں نے آپ کے اللہ کے دین کو چھوڑ دیا، طائف والے ایمان قبول نہیں کرتے، مکہ والے قبول نہیں کرتے، تو میں اِن جنوں کو آپ کے تابع بنا رہا ہوں۔ آپ کے دین کا خادم بنا رہا ہوں، آپ کے دین کا سپاہی اور چوکیدار بنا رہا ہوں۔ یہ دین پھیل کر رہے گا۔ اور یہ دین غالب آ کر رہے گا۔ یہ دین ہر کچے اور پکے گھر میں پہنچے گا۔ یہ دین ہر شہر اور دیہات میں پہنچے گا۔ یہ دین ہر براعظم اور ملک میں پہنچے گا۔ یہ دین ہر صوبے اور ہر شہر میں پہنچے گا۔ ہر شہر کی گلی میں پہنچے گا۔ یہ دین غالب آنا ہے اور پہنچ کر رہنا ہے۔ آج کے بعد جن بھی مسلمان ہو گئے۔ قرآن کو سن کر یہ جن بھی مسلمان ہو گئے۔ قرآن اتنی تاثیر والی کتاب ہے۔ ہم انسان سنگ دل ہیں ہم پر اثر نہیں ہوتا۔ جنوں پر بھی اثر ہو گیا۔ آج اس قرآن کی بڑے سے بڑے شیطان جن بھی قدر کرتے ہیں، اگر تم معوذتین (قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس) کر لیا کرو۔ اور قل ھو اللہ، فلق اور ناس اور آیۃ الکرسی پڑھ کر سویا کرو، شیطان اور جن تمہارے قریب نہیں آئیں گے۔ اپنے بچوں پر بھی پڑھ کر دم کر دیا کرو، شیطان اور جن ان کے قریب نہیں آئیں گے۔ بشرطیکہ دائمی معمول بناؤ۔ جن قریب نہیں آتے۔ آج بھی قرآن کا اثر ہے۔ لیکن ہم انسان ہیں ہمارے سامنے روزانہ قرآن پڑھا جاتا ہے ہم اثر نہیں لیتے۔ نماز بھی پڑھتے ہیں اور کم بھی تولتے ہیں۔ نماز بھی پڑھتے ہیں اور ملاوٹ بھی کرتے ہیں۔ ناراض نہ ہونا، میں اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ پھل اور گوشت، یہ دو چیزیں خریدنا بڑا مشکل ہے۔ صحیح گوشت مل جائے اور صحیح پھل مل جائیں، بہت مشکل بات ہے۔ چاہے جتنے پیسے بھی دے دو۔ تجربہ ہوا، اثر ہو تو خیال آئے۔ بھائی اللہ کا خوف کیا کرو۔ میں باہر دنیا میں بھی جایا کرتا ہوں۔ ہر کوئی پھل اٹھاتا ہے اور جا کر لے لیتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ سامنے خوبانی اچھی رکھی ہے اور پیچھے خراب ہے۔ اور بس نظر ہٹنے کی دیر ہے۔ پانچ سات اچھی اور آٹھ دس خراب خوبانیاں اور آلو بخارے۔ ہم طلبہ کو بھیجتے ہیں بعض

اوقات شرمساری اٹھانی پڑتی ہے کہ جب وہ مہمان کے سامنے آتا ہے تو ایک بھی دانہ کھانے کا نہیں ہوتا۔ یہ مثال دے رہا ہوں۔

جن اثر لیتے ہیں قرآن کا۔ میں اور آپ قرآن کا اثر کیوں نہیں لیتے؟ اللہ ہمیں قرآن کا خادم بنائے۔ قرآن والا بنائے۔ یہ ۱۰ نبوی کی باتیں ہیں۔ اسی سال اللہ نے اپنے حبیب کو آسمانوں پر بلا کر معراج بھی کرایا۔ ادھر خدیجہ رضی اللہ عنہا اور جناب ابوطالب کی وفات کا غم تھا، ادھر طائف والوں کا صدمہ تھا، ایک تسلی تو اللہ نے دی جنات کو ایمان کی توفیق دے کر اور اس سے اللہ کے نبی کی مدارات پوری نہ ہوئی تو اللہ نے مدارات کا وہ طریقہ اختیار کیا جو حضور علیہ السلام سے پہلے اور آپ کے بعد کسی کو نہیں دیا گیا۔ اللہ کے نبی کو اللہ نے معراج کروایا۔ ساتوں آسمان پر، عرشِ معلی تک، جنتوں کی سیر کروائی، رات کے ایک حصے میں کروائی۔ اور کر کرا کے واپس مکہ میں پہنچا دیا۔ اپنی نوازشات کی بارش کر دی۔ انعامات کی بھی بارش کر دی۔ ہم کلامی کا شرف نصیب فرمایا۔ جہاد، نصرت، سورۃ بقرہ کا آخری رکوع، سورۃ فاتحہ کی نعمتیں نصیب فرمائیں، ۔ اور نماز جیسی دولت امت کو عطا کر دی معراج کی برکت سے۔ اور حضور علیہ السلام واپس بھی تشریف لے آئے۔ اور یہ نبوت کا دسواں سال تھا۔ ایک اور روایت کے مطابق یہ رجب کا مہینہ تھا۔

ان شاءاللہ معراج پر آئندہ۔

......☆......

آنحضرت ﷺ کی تمام انبیاء پر فضیلت

نحمدهٗ ونصلّی علٰی رسوله الکریم ، اما بعد. قال اللّٰه تعالٰی: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ. وقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: فضّلت علی الانبیاء بستٍّ اعطیتُ جوامع الکلم ونصرت بالرعب واُحِلَّت لِیَ الغنائمُ وجُعِلَت لِی الارضُ مسجدًا وطهورًا وَخُتِمَ بِیَ النبیُّون واُرسِلتُ اِلی الخلقِ کآفّةً. صدق اللّٰه العظیم وصدق رسوله النبی الکریم.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے چھ باتوں میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت ہے۔۔۔۔۔ فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِیَاءِ بِسِتٍّ ۔۔۔۔۔ چھ باتوں میں مجھے سارے انبیاء پر فضیلت ہے۔ان میں سے پہلی بات یہ ہے۔۔۔۔۔اوتیت جوامع الکلم ۔۔۔۔۔یعنی میں جامع کلام کا حامل ہوں۔یعنی میرے ایک ایک جملے میں معانی کے سمندر پوشیدہ ہوتے ہیں۔

مثلاً میں آپ کو ایک لفظ حضور ﷺ کا بتاتا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا۔۔۔۔۔ المومن مراۃ المومن ۔۔۔۔۔مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے، مومن مومن کا شیشہ ہے۔لیکن اس میں اتنے معنی ہیں کہ اس ایک لفظ پہ علماء نے کتابیں لکھی ہیں۔ کیسے؟ پہلی بات یہ ہے کہ مومن مومن کا شیشہ ہے۔یعنی جب آپ شیشہ میں چہرہ دیکھتے ہیں تو شیشہ آپ کے چہرے کا عیب بتاتا ہے۔ یہ بتاتا ہے کہ تیرے چہرے پر یہ عیب ہے۔ تجھے بتاتا ہے کہ مومن کو چاہئے کہ جو تیرا عیب ہے وہ تجھے بتائے اور جب وہ شیشہ دوسرے آدمی کے پاس جاتا

ہے تو پھر اس پہلے کا عیب اسے نہیں بتاتا۔ پھر اسی کو دوسرے کا عیب بتاتا ہے۔

مومن، مومن کا آئینہ ہے۔ یعنی جب مومن تیرے سامنے آئے، تو تیری کمزوری تجھے بتائے گا۔ کہ بھائی یہ کام اس طرح ٹھیک نہیں۔ یہ تیرے چہرے پر نشان ہے۔ لیکن جب وہ شیشہ دوسرے کے پاس جائے گا...... تو پھر اس کو اس کا عیب بتائے گا۔ یعنی مومن، مومن کے پاس جا کر اس کا عیب بتاتا ہے۔ یہ مومن دوسرے کا عیب اس کو کہیں نہیں بتاتا۔ تو اسی لئے فرمایا پیغمبر علیہ السلام نے کہ...... **المومن مراة المومن** (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۴)...... مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے...... یہ تو ایک مثال ہے۔

اسی طرح ایک اور مثال ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اصحابی کالنجوم** میرے تمام صحابہ ستاروں کی طرح ہیں۔ حضور نے صحابہ کو ستارے کیوں کہا؟ لفظ تو صرف دو ہیں...... **اصحابی کالنجوم**......

لیکن اس میں سمندر ہے معنی کا پنہاں، سمندر...... اس کو کھولو تو موتی ہیں...... **اصحابی کالنجوم**...... میرے تمام صحابہ ستاروں کی طرح ہیں...... کیوں؟...... دیکھئے اس میں معنی بہت ہیں۔ لفظ ایک ہے۔ معنی بہت ہیں...... یہ ہے جامع الکلم کا معنی! کہ حضور نے فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں۔ کہ آسمان پر کوئی ستارہ ایسا نہیں کہ جس ستارے میں روشنی نہ ہو...... تو میرے صحابہ میں کوئی صحابی ایسا نہیں جس میں روشنی نہ ہو۔ رات کو لوگ جب سفر کرتے تھے تو آسمان کے ستاروں سے راستہ تلاش کرتے تھے۔ قرآن کہتا ہے...... **وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ**...... آسمان والے ستارے دنیا کی زمین کا راستہ بتاتے ہیں اور میرے صحابہ بھی ستارے ہیں...... جنت کا راستہ بتاتے ہیں...... اور ستارے اس لئے بھی کہا کہ کوئی ستارہ زیادہ چمکتا ہے۔ کوئی تھوڑا چمکتا ہے...... تو صحابہ......

جتنے ابوبکر رضی اللہ عنہ چمکتے ہیں...... اتنے عمر رضی اللہ عنہ نہیں چمکتے۔
جتنے عمر رضی اللہ عنہ چمکتے ہیں اتنے عثمان رضی اللہ عنہ نہیں چمکتے۔
جتنے عثمان رضی اللہ عنہ چمکتے ہیں...... اتنے علی رضی اللہ عنہ نہیں چمکتے۔
جتنے علی رضی اللہ عنہ چمکتے ہیں...... اتنے باقی صحابی نہیں چمکتے۔

کوئی زیادہ چمکتا ہے۔ کوئی تھوڑا چمکتا ہے۔ اسی لئے ستاروں سے تشبیہ دی، اور

ستارہ اس لئے بھی کہا کہ ستاروں کی طرف آدمی اگر تھوکے..... تو اس کا تھوک لوٹ کر اسی کے منہ پر آتا ہے۔ تو جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف تھوکے گا..... اس کا تھوک بھی لوٹ کر اسی کے منہ پر آئے گا.....!

اسی لئے فرمایا اصحابی کالنجوم میرے صحابہ ستاوں کی مانند ہیں۔ (مشکوۃ جلد ۲، صفحہ ۵۵۴) یہ دو حدیثیں صرف میں نے آپ کو بتائی ہیں تاکہ آپ کو پتہ چلے کہ اوتیت جوامع الکلم ..... کا معنی کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ نے جامع کلام کا حامل بنایا ہے کہ میری کلام تھوڑی ہوگی لیکن اس کا معنی بہت ہوگا۔ یہ کسی اور نبی میں نہیں۔

اور دوسرے نمبر پر فضیلت کیا ہے؟ ونصرت بالرعب اور رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا رعب دیا کہ میرے چہرے جیسا رعب دار چہرہ کسی کو نہیں دیا۔ حضور علیہ السلام درخت کے نیچے آرام فرما رہے ہیں..... کافر تلوار لے کر حضور علیہ السلام سے کہا کہ "میری تلوار سے آپ کو کون بچائے گا۔" تو حضورؐ نے فرمایا "اللہ" اللہ کہا تو وہ کانپنے لگا۔ تلوار اس کے ہاتھوں سے گر گئی۔ اب تلوار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھالی، فرمایا تو بتا کہ "میری تلوار سے تجھے کون بچائے گا۔"

تو اس نے کہا مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت بچائے گی۔ تو دیکھو..... وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو دیکھ کر کانپتا کیوں تھا؟

ونصرت با الرعب ......

اور تیسرے نمبر پر فرمایا: وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسَاجِدًا وَّطُهُوْرًا..... اللہ نے پوری زمین کو میرے لئے اور میری امت کے لئے مسجد اور پاکیزہ بنا دیا ہے۔ پہلی امتوں میں مسجد کے سوا آدمی نماز نہیں پڑھ سکتا تھا..... لیکن میری امت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ اعزاز رکھا ہے کہ آدمی نماز مسجد کی جگہ کے علاوہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ تو یہ بھی مجھے اعزاز دیا گیا۔

وارسلت الی الخلق ..... اور یہ بھی مجھے اعزاز بخشا ہے کہ میں خلق کا نبی ہوں..... دنیا میں جتنی مخلوق ہے۔ میں اس کا نبی ہوں..... جتنی مخلوق ہے..... چاہے گوروں کی ہے،..... کالوں کی ہے، جو بھی دنیا میں مسلمان ہے، جو بھی دنیا میں انسان ہے۔

وارسلت الی الخلق..... میں خلق کا نبی ہوں..... میں مخلوق کا نبی ہوں.....

میں قوم کا نبی نہیں ہوں۔

ہر نبی نے کہا۔ یا قوم ۔۔۔ اے قوم! اے علاقے والو!

لیکن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔۔۔ وارسلت الی الخلق۔۔۔۔۔ میں خلق کا نبی ہوں، ساری دنیا کا نبی ہوں۔۔۔۔ ساری مخلوق کا نبی ہوں، ساری کائنات کا نبی ہوں!

اور آگے فرمایا ۔۔۔ وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ۔۔۔۔ اور میں تمام انبیاء کے آخر میں آیا ۔۔۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور پیچھے فرمایا: ''میرے لئے ہر جگہ مسجد بنائی گئی'' اور میرے لئے پوری زمین کو پاک بنایا! زمین پاک ہے، تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا! یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہونا چاہئے! کچھ لوگ اس عقیدے کا انکار کرتے ہیں۔ منکر ہیں۔۔۔۔ وہ کہتے ہیں کہ جی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک اور آدمی بھی نبی ہے۔۔۔۔ جب ہم کہتے ہیں کہ وہ کیسے نبی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو آخری نبی ہیں۔۔۔۔ کہتے ہیں کہ وہ مسیح موعود ہے۔ وہ عیسیٰ علیہ السلام ہے! اچھا جی عیسیٰ علیہ السلام وہ کیسے؟ کہتا ہے جی قرآن پاک میں ہے۔۔۔۔ وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ۔۔۔۔ اے عیسیٰ! ہم تجھے وفات دیں گے۔

تو عیسیٰ علیہ السلام تو فوت ہو گئے۔۔۔۔ تو جس عیسیٰ نے آنا تھا۔۔۔۔ وہ آ چکے ہیں۔ وہ ہمارے عیسیٰ یہ ہیں۔ ان کو کہو۔

اگر کوئی شخص آپ کو قرآن کی یہ آیت پڑھ کر دھوکہ دے، تو آپ نے اس سے ایک بات کرنی ہے۔۔۔۔ آپ نے اس سے یہ کہنا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار جو نبی دنیا میں تشریف لائے، وہ زندہ ہیں یا فوت ہو گئے۔۔۔۔ وہ کہے گا کہ وہ فوت ہو گئے۔۔۔۔ تو وہ بھی فوت ہو گئے۔ اور اس آیت میں بھی خبر ہے کہ ''اے عیسیٰ تجھے وفات ہوگی'' بقول اس کے ۔۔۔ تو باقی نبی بھی فوت ہونے تھے۔ تو صرف عیسیٰ کی وفات کی خبر کیوں دی؟ اور باقی نبیوں کی وفات کی خبر کیوں نہ دی؟ بھائی نبی تو باقی بھی سارے فوت ہو گئے۔۔۔۔ ان کے لئے قرآن نے کیوں نہیں کہا کہ اے نبیو! تمہیں وفات ہوگی۔۔۔۔ ان کو کیوں نہیں کہا؟۔۔۔۔ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں کہا۔۔۔۔؟ اس آیت میں ہمارا عقیدہ پوشیدہ ہے۔۔۔۔ اگر کسی کو پتہ ہو۔۔۔۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات عام نبیوں کی وفات کی طرح

نہیں...... اس لئے خاص طور پر اس وفات کا ذکر کیا۔ اگر اس کا معنی وفات کا لیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کہا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو جو پھانسی دینے لگے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل کا ایک آدمی...... جو ان کے قید خانے میں تھا...... اسے وہاں چھوڑا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پہ اٹھا لیا، کیونکہ انہوں نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! میں آخر الزماں نبی کا امتی ہوتا...... اللہ نے دعا قبول کر کے ان کو آسمانوں پہ اٹھایا......

اور جو ان کی شکل کا آدمی وہاں موجود تھا، اس کو اٹھا کر یہودیوں نے پھانسی دے دی۔

وما قتلوہ...... نہ قتل کیا ان کو...... وما صلبوہ...... نہ ان کو کسی نے سولی دی۔

ولکن شبہ لھم ...... بلکہ ہم نے ان کو مشابہت میں ڈال دیا...... ان کو چکروں میں ڈال دیا...... یعنی ان کو خلط ملط ہو گیا۔ پتہ نہ چلا کہ کس آدمی کو پھانسی دے دی...... وما قتلوہ وما صلبوہ ...... اور دیکھیں کوئی آدمی اگر آپ سے کہے کہ دیکھو جی اس کا یہ معنی ہے...... یہ معنی ہے۔ ان کو کہو اس کا جو بھی معنی ہو وہی بات ہوئی نا کہ ایک لڑکا اپنی ماں کو کہتا ہے کہ اماں گاؤں کا چوہدری فوت ہو گیا ہے اب کون چوہدری ہو گا؟...... تو اس ماں نے کہا فلاں ہو گا۔ کہنے لگا کہ وہ فوت ہو گیا تو پھر کون ہو گا...... اس نے کہا پھر فلان ہو گا...... اس نے کہا بیٹا! سارا گاؤں مر جائے...... تو چوہدری نہیں بن سکتا۔

اگر کوئی آپ سے کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے...... ان کو کہو وہ فوت ہو گئے۔ ٹھیک ہے۔ اب آگے چلو کیا کہتے ہو! کہتے ہیں جی! مرزا قادیانی نبی ہے۔ ان کو کہو...... جتنے نبی تھے سارے فوت ہو گئے...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو گئے...... یہ نبی کوئی نہیں...... اس لئے کہ جس عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے آنا ہے، اس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نشانیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں موجود ہیں۔ ان کو کہو...... معنی اس آیت کا جو مرضی ہو...... لیکن جو نشانیاں ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی...... وہ نشانیاں ان میں سے ایک نشانی بھی تو ان میں نہیں پائی جاتی ایک بھی......

مثلاً پہلی نشانی کیا ہے؟...... کہ ان کا نام عیسیٰ ہو گا۔ اس کا نام عیسیٰ نہیں ہے...... اور وہ مینار جو دمشق کی جامع مسجد کا ہے۔ وہاں اتریں گے...... شام کے ملک میں ہے...... یہ وہاں نہیں اترا...... موٹی سی بات ہے...... اور ان کے آنے کے بعد دنیا میں کوئی عیسائی اور یہودی زندہ

نہیں بچے گا...... بڑی نشانی ہے...... اور وہ جب فوت ہو جائیں گے تو ان کے فوت ہونے سے پہلے دنیا میں عیسائی اور یہودی ختم ہو جائیں گے۔ اب ہو گئے ہیں ختم! وہ فوت ہو گئے...... لیکن اب عیسائی اور یہودی دنیا میں بھی بڑھ گئے ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر میں چوتھی قبر کی جگہ خالی ہے، قبر ان کی وہاں جا کر بنے گی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے میں بنی قبر؟...... میں کہتا ہوں آیت کا معنی جو مرضی تم کرو...... اس کو چھوڑ دو...... ان کو کہو نشانی کونسی پائی گئی ہے؟ کہاں ہے نشانی؟

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شخص آخری پیغمبر مانتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ وہی مسلمان ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں پیدا نہیں ہوں گے...... وہ آسمانوں سے آئیں گے۔ وہ پیدا ہو چکے ہیں آسمانوں پر ہیں...... کوئی پیغمبر قیامت کی صبح تک دنیا میں پیدا نہیں ہوگا...... دوبارہ جبرائیل امین علیہ السلام نہیں آئیں گے...... اور جس آدمی کو یہ لوگ عیسیٰ کہتے ہیں...... اس نے تو اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ میں عیسیٰ ہوں محمد ہوں...... محمد لکھا ہے...... اور باقاعدہ ان ہی کتابوں میں یہ لفظ موجود ہے...... کہ قرآن پاک میں جو محمد رسول اللہ کا لفظ آیا ہے...... وہ میرے لئے آیا ہے...... میری شان میں ہے تو عیسیٰ کا ذکر کہاں ہے...... خیر! میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... یَآ اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا......

اے دنیا کے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

میں قیامت کی صبح تک کے لئے نبی ہوں...... اور ساری کائنات کے لئے...... ساری دنیا کے لئے میں ہی رسول ہوں...... مجھ پر وحی آئی ہے...... میرے جانے کے بعد وحی کا سلسلہ ختم...... جبرئیل کا آنا ختم...... نئی کتاب ختم...... نئی شریعت ختم! میرے بعد میرے نام لیوا میرے خلفاء ہوں گے...... جو میرے حکم پہ چلیں گے...... جو میری کتاب پہ چلیں گے...... نہ نئی شریعت آئے گی...... نہ نئی کتاب آئے گی...... نہ فرشتہ آئے گا...... کوئی نہیں آئے گا قیامت کی صبح تک...... ہر شخص میرا امتی ہو کر...... میرا نام آگے دنیا تک پہنچائے گا۔

یا یھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا......

اے دنیا کے لوگو! ساری کائنات کے لئے میں آخری رسول ہوں۔ آخری پیغمبر ہوں۔

پیغمبر انقلاب ﷺ

(از) مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا. وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مَقَامٍ اٰخَرَ. لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا. اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ. سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○

بعد از خدا بزرگ توئی

ربیع الاول کے مہینے میں سید الاولین والآخرین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی مبارک زندگی کے کئی پہلوؤں کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ کہیں پر ولادت باسعادت کے تذکرے ہوتے ہیں، کہیں پر عشق رسول اللہ ﷺ کے تذکرے ہوتے ہیں، کہیں اطاعت رسول اللہ ﷺ کا مفہوم بیان کیا جاتا ہے، کسی جگہ اخلاق نبوی ﷺ کا ذکر کیا جاتا ہے، کہیں پر آپ ﷺ کی مبارک تعلیمات کے بارے میں تفصیلات بتائی جاتی ہیں۔ گویا کہنے والے کے سامنے ایک سمندر ہوتا ہے جس میں سے وہ کچھ چلو پانی بھر لیتا ہے مگر کسی بھی تعریف کرنے والے نے آپ کی تعریف کا حق ادا نہ کیا۔ بس اتنا کہہ کر بات کو مکمل کر دیا کہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ویسے بھی جس ذات کی تعریفیں خود پروردگار نے کی ہوں، جن کی عظمتوں کی گواہی قرآن مجید نے دی ہو کہ ''وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ'' تو ہم جیسے طالب علم اس ہستی کی کیا تعریف کر سکتے ہیں۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

اے پیارے آقا ﷺ! اگر ہزار مرتبہ بھی اپنے منہ کو مشک و گلاب کے ساتھ دھویا جائے تو ہم جیسوں کے لئے پھر بھی آپ کا نام لینا بے ادبی میں شامل ہوگا۔

انٹرنیٹ پر اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ

آج کی اس محفل میں انگریزی لکھے پڑھے حضرات سے متعلق چند باتیں کہی جائیں گی۔ ان کے ذہنوں میں کیا کیا سوالات گردش کر رہے ہوتے ہیں اور وہ جب نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ پڑھتے ہیں تو کس انداز سے اسے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ ہمارے اکثر نوجوان آج کل انٹرنیٹ کی وجہ سے کفار اور مشرکین کے کچھ ایسے مضامین بھی پڑھ لیتے ہیں جن میں نبی اکرم ﷺ کی ذات طیبہ کے بارے میں عجیب وغریب بے بنیاد معلومات ہوتی ہیں۔

ہندوؤں کا پروپیگنڈہ

گزشتہ روز ایک نوجوان کمپیوٹر سے ایک پلندہ نکال کر لائے اور کہا کہ ہمارے پڑوسی ملک سے کسی ہندو نے نبی اکرم ﷺ کے متعلق فلاں فلاں باتیں کہی ہیں جن کو پڑھ کر ہم پریشان ہو چکے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ان کے جوابات عنایت فرمائیں۔ وہی سوال آج کے بیان کی بنیاد بن گیا۔ اس سلسلہ میں آپ کو خالصتاً وہ باتیں بتائی جائیں گی کہ اگر زندگی میں کبھی کسی کافر سے بات کرنی پڑے تو آپ ایسے دلائل دے سکیں جو وزنی ہوں اور ان کو توڑنا کسی عام آدمی کے بس کی بات ہی نہ ہو۔ ایسی ٹھوس اور پکی باتیں ہوں گی جو کہنے والے کے دل کو بھی سکون دیں اور جب کہی جائیں تو ''فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ'' والا معاملہ پیش آجائے۔ اس لئے نقلی دلائل کی بجائے عقلی دلائل دیئے جائیں گے۔ اس حوالے سے آج کا یہ بیان آپ کی توجہ کا زیادہ مستحق ہے۔

دنیا کا جغرافیائی دل

جزیرۂ عرب کو جب دنیا کے جغرافیے پر دیکھا جائے تو یہ تین طرف سے پانی کے ذریعے بقیہ زمین سے کٹا ہوا نظر آتا ہے اور چوتھی طرف سے یہ بقیہ زمین کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ جس طرح انسان کے سینے میں دل لٹک رہا ہوتا ہے اگر آپ دنیا کا نقشہ سامنے رکھ کر غور کریں تو جزیرۂ عرب آپ کو دنیا کا جغرافیائی قلب نظر آئے گا۔ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کو اس خطہ زمین میں مبعوث فرمایا۔

خطۂ عرب میں بعثت رسول ﷺ کی حکمتیں

اس خطے میں نبی اکرم ﷺ کو بھیجنے میں کئی حکمتیں تھیں۔

1۔ بہادر لوگوں کا خطہ:

اس خطے نے کبھی بہار نہ دیکھی تھی۔ جبکہ اس کے قرب و جوار کے ممالک میں تہذیب بھی تھی، تمدن بھی تھا، تعلیم بھی تھی اور زندگی گزارنے کی آسائشیں بھی تھیں۔ ایک طرف آپ کو قیصر روم کی سلطنت نظر آئے گی۔ تو دوسری طرف فارس میں بھی آپ کو ایک مستحکم حکومت نظر آئے گی۔ حبشہ اور یمن میں بھی عوام قانون کے مطابق زندگی گزارتے تھے۔ ان کے پاس سہولیات دنیا کی بھی فراوانی تھی۔ لیکن جب جزیرۂ عرب کے لوگوں پر نظر ڈالی جائے تو وہ ایک جدا دنیا نظر آتی ہے۔ وہ لوگ قبائل میں بٹے ہوئے تھے۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا معاملہ تھا۔ ظلم کا دور دورہ تھا۔ معاشرے کے مختلف لوگوں کے حقوق پامال کئے جا رہے تھے۔ چند لوگ جو چاہتے تھے وہ کر گزرتے تھے۔ نہ عورت کے حقوق کا لحاظ رکھا جاتا تھا اور نہ ہی غریب اور کمزور کی دادرسی کی جاتی تھی۔ طاقت کے بل بوتے پر مسائل کا حل پیش کیا جاتا تھا۔ علم سے دور جہالت کی زندگی تھی۔ قریب کے بڑے بڑے ممالک کے بادشاہ اس خطۂ زمین پر حکومت کرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کو اس خطۂ زمین سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہاں کے لوگ اکھڑ ہیں، جنگجو ہیں، قانون کو قانون نہیں سمجھتے۔ وہاں کی زمین بنجر ہے، غیر ذی زرع ہے۔ کچھ پہاڑی علاقہ ہے وہ بھی بے برگ و

گیاہ ہے اور بقیہ صحرا ہے جہاں میلوں ریت ہی ریت نظر آتی ہے۔لہٰذا ان بادشاہوں نے جزیرۂ عرب کے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑا ہوا تھا۔اس لئے اس علاقے میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجنے کی پہلی حکمت یہ تھی کہ وہاں کے لوگ بڑی جرأت والے تھے،ہاں اور ناں کے درمیان کوئی تیسری چیز نہیں جانتے تھے۔اگر وہ کسی بات پر متفق ہو جاتے تو پھر بھر پور تائید کرتے اور مخالفت کرتے تو ڈٹ کر مخالف ہوتے۔گویا وہ دوست ہوتے تھے یا دشمن۔ایسے کھرے لوگ اس بات کے زیادہ مستحق تھے کہ اللہ کے محبوب ﷺ کو بھیجا جائے تا کہ اگر ان ضدی لوگوں نے بات کو مان لیا اور اس بات پر یوں جم گئے تو پھر باقی دنیا کے لوگوں سے ان کے بات منوانا آسان ہو جائے گا۔یوں سمجھئے کہ ساری دنیا میں وہ سب سے زیادہ سرکش لوگ تھے۔

جب اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کو اس جگہ بھیجا تو نبی اکرم ﷺ نے آکر صداقت کے بیج بوئے،وحی کی بارش اتری اور پھر اس زمین سے علم واخلاق کا وہ گلشن کھلا کہ دنیا نے ایسی بہار پہلے کبھی نہیں دیکھی ہوگی۔

2۔وسائل کی کمی کا خطہ

اس علاقہ کے اندر شدید گرمی کا موسم تھا،پانی اور دیگر وسائل کی کمی تھی۔جس کی وجہ سے وہاں زندگی گزارنے کے مشکل ترین حالات موجود تھے۔لہٰذا دوسری حکمت یہ تھی کہ جب اس دشوار زندگی میں رہ کر وہ دین کو قبول کریں گے اور پھر دین کا پیغام لے کر نکلیں گے تو بقیہ آسان زندگی گزارنے والے علاقوں میں ان کے لئے جانا سہل ہو جائے گا۔چونکہ انہوں نے مشکل حالات دیکھے ہوں گے اس لئے زندگی کے ہر حال میں وہ دین کا پیغام پہنچانے والے بن جائیں گے۔

3۔فصاحت وبلاغت والے لوگوں کا خطہ

جزیرۂ عرب کے لوگوں کو اپنی زبان دانی پر بڑا ناز تھا۔وہ اپنے آپ کو عرب کہتے تھے اور باقی سب کو عجم کہتے تھے اور عربی زبان کی فصاحت وبلاغت بھی اپنی جگہ مسلم تھی۔لہٰذا تیسری حکمت یہ تھی کہ چونکہ ان لوگوں کو اپنے مافی الضمیر کو بیان کرنے کا ملکہ حاصل تھا اس

لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو بھیجا کہ جب یہ لوگ میرے دین کا پیغام قبول کریں گے تو یہ پھر دین کے بہترین داعی بن کر پوری دنیا میں سفر کریں گے۔

4۔ ہیرے کی طرح چمکدار زندگی

میرے آقا ﷺ کی روشن زندگی کے جس پہلو کو دیکھا جائے اس سے انسان کو ہدایت ملتی ہے۔ ہیرے کی یہ صفت ہوتی ہے کہ جس زاویے سے بھی اسے دیکھیں وہ چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک زندگی بھی ایسی ہے کہ جس زاویے سے دیکھیں آپ کو ہر زاویے سے آپ ﷺ کی مبارک زندگی چمکتی ہوئی نظر آئے گی۔

نبی اکرم ﷺ اس دنیا میں ایک ایسے وقت میں تشریف لائے جو تاریخی اعتبار سے پوری روشنی کا وقت تھا۔ یہ ایک بڑا اہم نکتہ ہے۔ جب بھی کسی سے بات کر رہے ہوں اس کو یہ بات کھول کر بیان کریں کہ میرے آقا اور میرے قائد حضرت محمد ﷺ وہ ہستی ہیں کہ جنہوں نے تاریخ کی پوری روشنی کے اندر زندگی گزاری۔ آپ عیسائیوں کے پاس جائیے اور ان سے کہئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات زندگی بتائیں۔ وہ آپ کو چند واقعات کے سوا کچھ نہیں بتا سکیں گے۔ یہودیوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پوچھئے کہ وہ کب پیدا ہوئے، انہوں نے بچپن کیسے گزارا، لڑکپن کیسے گزارا، جوانی کیسے گزاری، ان کی ازدواجی زندگی کسی تھی، ان کے پیغامات کیا تھے، ان کی وفات کب ہوئی تو آپ کو ان کی زندگی کے شب و روز کی تفصیل کہیں نہیں ملے گی۔ آج یہود و نصاریٰ کا دامن اس نعمت سے خالی ہے۔

آپ ان کے سامنے بیٹھ کر ان سے پوچھئے کہ اگر آج آپ کے معاشرے میں پیدا ہونے والا بچہ یہ چاہے کہ میں زندگی کا ہر کام اپنے پیغمبر کے طریقے کے مطابق کرنا چاہتا ہوں تو کیا اس کی راہنمائی کے لئے تعلیمات موجود ہیں؟ تو وہ اس بات کو تسلیم کریں گے کہ ہمارے پاس اس کی کوئی تفصیلات موجود نہیں ہیں۔

جب ان کے پاس کچھ نہیں ہے تو آئیے ہم آپ کو ایسی ہستی کے بارے میں بتائیں کہ جن کی پیدائش مبارکہ سے لے کر دنیا سے پردہ فرمانے تک زندگی کی ایک ایک بات کو کتابوں کے اندر محفوظ کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ محدثین نے وہ کمال کر دکھایا کہ جہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شمائل بیان کرنے کا وقت آیا تو انہوں نے بیان کیا، آپ ﷺ کے ابرو

مبارک کیسے تھے، آپ ﷺ کی مبارک پلکیں کیسی تھیں، آنکھیں کیسی تھیں، بینی مبارک کیسی تھی، آپ ﷺ کی ریش مبارک کیسی تھی، آپ ﷺ کا سینہ مبارک کیسا تھے، آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کیسے تھے، آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کیسے تھے، آپ ﷺ جوتا مبارک کس طرح پہنتے تھے، لباس کس طرح کا پہنتے تھے، آپ ﷺ کا عمامہ مبارک کیسا تھا، آپ ﷺ کی سواریاں کیسی تھیں، ان سواریوں کے نام کیا تھے، جس بستر پر لیٹتے تھے اس کا تکیہ کیسا تھا، آپ ﷺ کا کمبل کیسا تھا، آپ ﷺ کی چادر کیسی تھی، آپ ﷺ میدان جہاد میں کھڑے ہیں تو وہاں کی تفصیلات کیا ہیں، آپ ﷺ کی انفرادی زندگی کیسی تھی، آپ ﷺ کی اجتماعی زندگی کیسی تھی، غرض نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے جس پہلو کو بھی معلوم کرنا چاہیں وہ تمام معلومات ہمارے پاس موجود ہیں۔ چنانچہ آج کا بچہ اگر چاہے کہ بچوں کے بارے میں اللہ کے محبوب ﷺ نے کیا تعلیمات دیں تو وہ بھی آپ کو ملیں گی، آج کا نوجوان اگر چاہے کہ جوانوں کے بارے میں اللہ کے محبوب ﷺ نے کیا تعلیمات دیں تو بھی آپ کو ملیں گی، مزدور اگر چاہے تو اس کو بھی تعلیمات ملیں گی، غرض معاشرے کا کوئی فرد ایسا نہیں کہ جس کو نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں تعلیمات نہ ملتی ہوں۔ جس ہستی سے قدم قدم پر راہنمائی مل رہی ہو ہم اس ہستی کی پیروی کیوں نہ کریں؟

جب ہم نے یہ بات بعض نصاریٰ سے پوچھی تو وہ کہنے لگے کہ جی آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ہمارے پاس یقیناً بائبل (انجیل) کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور ہم اپنے Jesis Crist کے بارے میں تفصیلات نہیں بتا سکتے۔ پھر ہم نے کہا کہ اگر آپ یہ پوچھنا چاہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دندان مبارک کیسے تھے تو ہم وہ بھی بتا سکتے ہیں، اگر یہ پوچھنا چاہیں کہ ریش مبارک میں کتنے بال سفید تھے تو کتابوں میں ان کو بھی لکھ دیا گیا ہے، اگر یہ معلوم کرنا چاہیں کہ مہر نبوت کیسی تھی تو یہ بھی لکھا جا چکا ہے، اگر یہ معلوم کرنا چاہیں کہ آپ ﷺ کی اونٹنی کے کیا کیا نام تھے تو محدثین نے ان کو بھی کتابوں میں محفوظ فرما دیا ہے۔ ایسی Documented Life (تاریخی زندگی) آج تک کائنات میں کسی نے نہیں گزاری۔ بڑے بڑے جرنیل گزرے، بادشاہ گزرے، فلاسفر گزرے، لائیے کسی کو کہ جس کی زندگی کی اتنی معلومات کتب کے اندر موجود ہوں۔ فقط ہمارے پاک پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ

مبارک ذات ہے جن کی زندگی کی اتنی تفصیلات کتب میں محفوظ ہیں۔لاکھوں احادیث آپ ﷺ کی زندگی کے کسی نہ کسی گوشے پر روشنی ڈالتی نظر آتی ہیں۔لہٰذا یہ اصولی بات یاد رکھئے کہ اللہ رب العزت نے ہمیں ایسے پیارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام عطا فرمائے ہیں کہ جن کی زندگی کی تمام تعلیمات آج بھی محفوظ ہیں اور قیامت تک محفوظ رہیں گی۔

فرانسیسی مصنف ''ہیٹی'' کا اعتراف

ہیٹی ایک فرانسیسی مصنف ہے۔وہ نبی علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے کہ

He was born in the full light of history.

کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تاریخ کی پوری روشنی کے اندر دنیا میں تشریف لائے۔

جب کفر نے خود تسلیم کر لیا تو معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات کو ایک ایسی فضیلت حاصل ہے جو کسی دوسری ہستی کو حاصل نہیں ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی شان میں مائیکل ہارٹ کا خراج تحسین:

حضور نبی اکرم ﷺ ایسے لوگوں میں تشریف لائے جن کے پاس تعلیم نہیں تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''هُوَ الَّذِىْ فِى الْاُمِّيِّنَ رَسُوْلًا '' وہ ذات جس نے ان پڑھوں میں اپنے رسول ﷺ کو بھیجا اور رسول بھی وہ تشریف لائے جو زندگی میں کسی انسان کے سامنے شاگرد بن کر کبھی نہیں بیٹھے۔آپ نے پندرہ بیس سال پہلے ایک کتاب '' The Hnudred '' کا تذکرہ سنا ہوگا۔وہ کتاب مائیکل ہارٹ نے لکھی۔وہ عیسائی ہے۔اس نے اپنے زعم میں تاریخ میں سے 100 ایسی شخصیتوں کو گنا جنہوں نے تاریخ میں اپنے انمٹ نقوش چھوڑے۔اس میں اس نے سائنس دانوں کے حالات زندگی لکھے۔بعض انبیاء کا بھی تذکرہ کیا۔ کئی جرنیلوں کے بارے میں بھی لکھا۔لیکن ان 100 ہستیوں میں اس نے سب سے پہلے نبی آخر الزمان ﷺ کا مبارک تذکرہ کیا اور یہ تذکرہ کرتے ہوئے اس نے ایک فقرہ لکھا:

My choice of Muhammad to lead the ranking of the most influetcial personalities in the history will surprise some of the readers.

کہ میں نے ان سو آدمیوں کا تذکرہ کیا جنہوں نے تاریخ کو سب سے زیادہ متاثر کیا۔ان میں سب سے پہلے محمد ﷺ کا تذکرہ کیا ہے۔اس سے بعض لوگ حیران ہوں گے لیکن اس کی میرے پاس ایک ٹھوس دلیل موجود ہے کہ کائنات میں جتنی بھی ہستیاں آئیں اگر ان کے حالات زندگی پڑھتے ہیں تو وہ ہمیں اپنے بچپن اور لڑکپن میں کسی نہ کسی استاد کے سامنے بیٹھے تعلیم پاتے نظر آتے ہیں۔اپنے وقت کے بہترین تعلیمی اداروں کے اندر ہمیں ایک طالب علم بن کر جاتے ہوئے نظر آتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان تمام ہستیوں نے پہلے مروجہ تعلیم حاصل کی اور پھر اس کو بنیاد بنا کر انہوں نے اپنی زندگیوں میں کچھ اچھے کام کر دکھائے۔لیکن دنیا میں فقط ایک ہستی ایسی نظر آتی ہے کہ جس کی زندگی کی تفصیلات کو دیکھا جائے تو وہ پوری زندگی کسی کے سامنے شاگرد بن کر بیٹھی نظر نہیں آتی۔وہ ہستی محمد ﷺ ہیں۔یہ وہ ہستی ہیں جنہوں نے دنیا سے علم نہیں پایا بلکہ دنیا کو ایسا علم دیا کہ اس جیسا علم نہ پہلے کسی نے دیا اور نہ بعد میں کوئی دے گا۔لہٰذا اس بات پر میرے دل نے یہ چاہا کہ جس شخصیت نے ایسی علمی خدمات سرانجام دی ہوں۔میں غیر مذہب کا آدمی ہونے کے باوجود ان کو تاریخ کی سب سے اعلیٰ شخصیات میں پہلا درجہ عطا کرتا ہوں۔

میرے دوستو! جب کافر اپنی زبان سے یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یقیناً انسانیت کے اوپر بڑا احسان فرمایا ہے۔

انگلش رائٹر ”گبن“ کا اعتراف

جب آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اس وقت عرب کے لوگ تہذیب و تمدن کے لحاظ سے بہت ہی گری ہوئی حالت میں تھے۔گبن ایک انگلش مصنف ہے۔وہ ان حالات کے بارے میں لکھتا ہے کہ

At that time Arabia was the most degarded nation of the world.

اس وقت عرب کے لوگ دنیا کی ایک ذلیل ترین قوم تھے۔آپ ﷺ نے ایسے ان پڑھوں میں اپنی مبارک زندگی گزاری۔وہ ابوبکرؓ و عمرؓ، وہ عثمانؓ و علیؓ، وہ طلحہ و زبیرؓ، وہ

عبدالرحمٰن بن عوف، وہ سعدؓ اور سعیدؓ وہی حضرات ہیں جو آپ ﷺ کے گرد دائرہ بنا کر بیٹھتے تھے اور آپ ﷺ سے تعلیمات حاصل کرتے تھے۔ دینی تعلیمات حاصل کر کے ان لوگوں میں اتنی بلندی پیدا ہوئی، اتنا علم آیا، اتنی معرفت آئی، جہانگیری اور جہانبانی کے انہوں نے اتنے راز سیکھے کہ جب آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو اسی رائٹر کو لکھنا پڑا کہ:

Right after the death of Muhammad, the land of Arabia became the nursary of the Heroes.

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پردہ فرمانے کے بعد عرب کی سرزمین تو ہیروں کی نرسری بن گئی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ محسن انسانیت ﷺ نے ان کو ایسی تعلیمات دی تھیں جن پر عمل کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی عظمت نصیب فرما دی تھی۔

مقبولیت حاصل کرنے کے تین راستے

پہلا راستہ:

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف لائے تو علاقے کے اندر کسمپرسی کا حال تھا ظلم کا ہر طرف دور دورہ تھا۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں آپ ﷺ کو مقبولیت حاصل کرنے کے لئے بڑے آسان طریقے حاصل تھے۔ مثال کے طور پر اگر اللہ کے محبوب ﷺ کھڑے ہو کر یہ نعرہ لگاتے کہ لوگو! ہم اقتصادی طور پر بہت پیچھے ہیں، نہ ہمیں کھانے کو ملتا ہے اور نہ ہمیں پہننے کو ملتا ہے لہٰذا ہمارے معاشی حالات اچھے ہونے چاہئیں، آیئے میں آپ کو روٹی، کپڑے اور مکان کے حصول کا طریقہ بتاتا ہوں۔ یہ ایسا نعرہ تھا کہ ایک نعرے کے اوپر پورے کے پورے عرب کے لوگ اکٹھے ہو جاتے۔ مگر آپ ﷺ نے یہ راستہ اختیار نہ کیا۔

دوسرا راستہ:

دوسرا راستہ یہ تھا کہ اگر یہ کہہ دیا جاتا کہ اس دھرتی کے اندر چاروں طرف ظلم نظر آتا ہے۔ لوگو! پرسکون زندگی حاصل کرنے کے لئے آؤ میں تمہیں اس معاشرے کے اندر عدل وانصاف قائم کر کے دکھاتا ہوں۔ تو جو لوگ ظلم سے تنگ آ چکے تھے وہ آپ ﷺ کی آواز

پر آپ ﷺ کے گرد جمع ہو جاتے۔ مگر نبی اکرم ﷺ نے یہ آسان راستہ بھی اختیار نہ فرمایا۔

تیسرا راستہ:

ایک تیسرا راستہ یہ ممکن تھا کہ نبی اکرم ﷺ یہ ارشاد فرماتے کہ عرب کے لوگو! دنیا میں دائیں بائیں بڑی تہذیب یافتہ حکومتیں ہیں آؤ ہم ایک زبان بولنے والے ہیں ہم زبان کی بنیاد پر ایک ہو جائیں۔ اس طرح دنیا کے اندر قیصر و کسریٰ کی مانند عربوں کی بھی ایک بڑی حکومت ہو جائے گی۔ یہ ایک ایسا لسانی نعرہ تھا کہ جس کو سن کر عرب کے سب لوگ ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاتے مگر اللہ کے محبوب ﷺ نے اس آسان راستہ کو بھی اختیار نہ فرمایا۔

مشکل ترین راستے کا انتخاب:

بلکہ آپ ﷺ نے اس راستے کا انتخاب کیا جو سب سے زیادہ دشوار گزار تھا۔ وہ یہ تھا کہ پروردگار کی جانب سے پیغام آیا کہ اے میرے محبوب! کہہ دیجئے کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے۔ چنانچہ اللہ کے محبوب ﷺ نے عربوں کو جمع کر کے فرمایا! ''یٰـاَیُّهَـا النَّـاسُ قُوْلُوْا'' تم سب کے سب کہو کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تم فلاح پا جاؤ گے۔ آپ ﷺ کا کہنا ہی تھا کہ پورے عرب کے لوگ آپ ﷺ کے مخالف بن گئے۔ مگر آپ نے جبل استقامت بن کر مشقتیں اٹھائیں اور دنیا سے شرک اور بت پرستی کا نام و نشان مٹا دیا۔

مشقتیں اٹھانے پر انعام:

تنگیوں سے گزرنے کے بعد انسان کو آسانیاں ملتی ہیں۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے قربانیاں دیں اور انسانیت پر ایسا احسان کیا کہ جب آپ ﷺ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو وہی لوگ جو مشرک تھے اب ایک اللہ کی فرمانبرداری کرنے پر تیار ہو چکے تھے۔ چنانچہ فتح مکہ کے وقت لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر واضح لفظوں میں ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد اس زمین پر شیطان اور بتوں کی پوجا نہیں کی جائے گی۔ الحمد للہ اللہ رب العزت نے اس جگہ کو شرک اور بت پرستی سے ہمیشہ کے لئے محفوظ فرما دیا۔

ابتدائے حیات میں مشکلات:

جب نبی اکرم ﷺ دنیا میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کو ابتداء ہی سے عجیب مشکل حالات پیش آئے۔ ابھی اپنی والدہ کے بطن میں ہی تھے کہ والد محترم کے سایہ عاطفت سے محروم ہوگئے۔ پھر ابھی آپ ﷺ کی عمر چھ سال کی تھی کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ بھی دنیا سے تشریف لے گئیں۔ پھر آٹھ سال کی عمر مبارک تھی کہ آپ ﷺ کے دادا بھی دنیا سے تشریف لے گئے۔ پھر آپ ﷺ کے چچا آپ ﷺ کے کفیل بنے۔ آپ ﷺ نے پچیس برس کی عمر میں نکاح فرمایا اور ازدواجی زندگی شروع کی۔ پھر ایک وہ وقت بھی آیا کہ آپ ﷺ کی اہلیہ بھی دنیا سے چلی گئیں۔ آپ ﷺ کے چچا بھی دنیا سے چلے گئے۔ آپ دیکھئے کہ شروع سے آخر تک انسان کے جو سہارے ہوتے ہیں وہ سب سہارے ٹوٹتے رہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس میں یہ حکمت تھی کہ اللہ رب العزت نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تعلیم دے کر بھیجا تھا کہ میرے پیغمبر! دنیا کو بتادو کہ مخلوق کے سہارے ڈھونڈنے والو! آؤ ایک پروردگار کا سہارا پا لو، وہ پروردگار تمہارے لئے کافی ہو جائے گا۔

میرے دوستو! اگر آپ ﷺ خود سہاروں کے ذریعے پرورش پاتے تو لوگ اعتراض کر سکتے تھے کہ خود سہاروں کے ذریعے پرورش پانے والے دنیا کو سہاروں کی مخالفت کیسے بتلا سکتے ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ نے دنیا کو سبق دے دیا کہ دیکھو اگر میں یتیم ہو کر دنیا میں ایک انقلابی زندگی گزار سکتا ہوں تو آیئے عمر بھر مخلوق کے سہارے ڈھونڈنے کی بجائے ایک پروردگار کو سہارا بنالو۔ وہ پروردگار تمہیں دنیا میں بھی کامیابی دے گا اور آخرت میں بھی کامیابی عطا فرمائے گا۔

معاشرتی بائیکاٹ:

جب شعب ابی طالب میں آپ ﷺ کو بھیجا گیا تو اس وقت سارے قریش نے مل کر ایک معاہدہ کیا کہ ان کے ساتھ مکمل طور پر سوشل بائیکاٹ کیا جائے گا۔ نہ کوئی چیز لی جائے گی اور نہ ہی کوئی چیز دی جائے گی۔ ان کے ساتھ کسی قسم کی راہ ورسم بھی نہیں رکھی جائے گی۔ اب سوچئے کہ جب قوم اس بات کے اوپر متفق ہو جائے کہ ہم سب نے اکیلا کر

کے ان کی مخالفت کرنی ہے تو انسان کو کتنی پریشانیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔

مصائب کی انتہاء:

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اس دنیا کے اندر دین کی خاطر جتنی تکالیف مجھے دی گئیں اتنی تکالیف کسی اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں دی گئیں۔ آپ ﷺ کو اس دنیا میں اللہ رب العزت کا پیغام پہنچانے کے لئے اتنی تکالیف اٹھانی پڑیں مگر اللہ کے محبوب ﷺ نے اللہ کا پیغام انسانوں کے دلوں تک پہنچایا اور ان کی زندگیوں کو بدل کر رکھ دیا۔

سب سے بہتر گواہ:

ایک اصولی بات یاد رکھئے کہ جو انسان کوئی پیغام دیتا ہے تو قریبی لوگ اس کے سب سے بہتر گواہ ہوا کرتے ہیں کہ..... تم اپنی زندگی میں کس حد تک سچے ہو۔ اسی لئے عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اگر کسی انسان کی زندگی کے بارے میں پوچھنا ہو تو اس کی بیوی سے پوچھئے، نوکر سے پوچھئے، دوست سے پوچھئے، پڑوسی سے پوچھئے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اس کے اندر کے حالات کو سمجھا کرتے ہیں۔

قریبی لوگوں کا قبول اسلام:

جب میرے پاک پیغمبر پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے گھر میں آکر اللہ رب العزت کا پیغام سنایا۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ؓ وہ ہستی ہیں کہ جنہوں نے لسان نبوت سے سب سے پہلے اللہ کا قرآن سنا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سب سے پہلے ایک خاتون نے قرآن سنا، کسی مرد کو سب سے پہلے یہ شرف نصیب نہیں ہوا۔ آپ کی زوجہ محترمہ جیسے ہی آپ ﷺ سے پیغام خداوندی سنتی ہیں اسی وقت اسلام قبول کر لیتی ہیں۔ پھر آپ ﷺ کے غلام حضرت زید ؓ نے اسلام قبول کیا۔ آپ ﷺ کے دوستوں میں سیدنا صدیق اکبر ؓ بڑے قریبی دوست تھے انہوں نے جب وہ پیغام سنا تو انہوں نے دین کو قبول کر لیا۔ آپ ﷺ کی مبارک زندگی میں وہ مقناطیسی کشش تھی کہ آپ ﷺ کی زبان سے نبوت کا دعویٰ ہونا تھا کہ سب قریبی لوگوں نے اس پر سر تسلیم خم کر لیا کیونکہ صداقت اور امانت کی وجہ سے ان کے قلوب آپ ﷺ کی عظمتوں کی پہلے ہی گواہیاں دے رہے تھے۔ حضور ﷺ کی مبارک زندگی کو اس

انداز سے بھی دیکھا جائے تو آپ ﷺ کو اس زاویہ سے بھی انفرادیت حاصل ہے۔

انفرادی اور اجتماعی زندگی کے پرچار کا حکم

آدمی گھر میں زندگی گزارتے ہوئے اپنی بیوی کو عموماً یہ کہتا ہے کہ میرے اور آپ کے مسائل اپنی جگہ، لیکن ہم جب کمرے سے باہر نکلیں تو ہم اپنی باتیں دوسروں کے سامنے نہ کیا کریں۔ آپ کو دنیا کا ہر انسان اپنی بیوی کو یہی کہتا نظر آئے گا، الا ماشاء اللہ مگر پوری تاریخ انسانیت میں اللہ کے محبوب ﷺ کی شخصیت ایسی بھی نظر آئے گی جو اپنی بیوی کو بھی حکم دے رہی ہے کہ تم مجھے جو کچھ کرتا ہوا دیکھ رہی ہو تمہارے اوپر فرض ہے کہ ان تعلیمات کو دوسری عورتوں تک پہنچاؤ۔ جب آپ مسجد کی زندگی میں آتے ہیں تو وہاں بھی یہی تعلیم دیتے ہیں کہ تم جو کچھ مجھ سے سن رہے ہو یا جو کچھ مجھے کرتا دیکھ رہے ہو ان تعلیمات کو لوگوں تک پہنچاؤ۔ سبحان اللہ، میرے پیارے آقا ﷺ کی زندگی اتنی نکھری ہوئی زندگی تھی کہ آپ ﷺ نے اپنی اجتماعی زندگی کو بھی بیان کرنے کا حکم دیا اور اپنی انفرادی زندگی کو بھی لوگوں کے سامنے کھولنے کا حکم فرمایا۔ یہ معمولی بات نہیں ہوتی۔ بلکہ بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات نے آپ ﷺ کو زندگی میں اپنے تنہائی کے لمحات میں جو کچھ کرتے ہوئے دیکھا تھا جب ان سے عورتیں سوال پوچھتی تھیں تو وہ ان تعلیمات کو دوسروں کے سامنے پیش کر دیا کرتی تھیں۔

نبوت کی بہترین دلیل

جب پہلے انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے تو ان کی قوموں نے ان کی نبوت کے دلائل طلب کیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں عصا کو اژدھا بنا کے دکھا دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردے کو زندہ کر کے دکھا دیا۔ مختلف انبیاء نے اپنی نبوت کی گواہی کے طور پر مختلف معجزات پیش کیے مگر حضور نبی کریم ﷺ وہ مبارک ہستی ہیں کہ جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کی نبوت کی دلیل کیا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "لَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ" ارے کم عقلو! کیا میں اب تک کی زندگی تمہارے درمیان نہیں گزار چکا۔ تمہارے درمیان میری گزری ہوئی زندگی اتنی پاکیزہ ہے

کہ یہی میری نبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ سبحان اللہ، وہ کتنی پاکیزہ زندگی ہوگی۔ وہ پھول کی پتیوں سے زیادہ نزاکت والی زندگی تھی، وہ دودھ سے بھی زیادہ سفیدی رکھنے والی زندگی تھی۔ اتنی پاکیزہ زندگی تھی کہ کسی کافر کو ساری زندگی آپ ﷺ کی طرف انگلی اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ عقل والوں کے لئے واقعی یہ بڑی بات ہوتی ہے۔ اچھا کردار دیکھنے میں تو ایک معمولی چیز ہے مگر اس کے ذریعے انسان بڑی بڑی قیمتی چیزوں کو بھی خرید لیتا ہے۔ لوگ تلوار کا مقابلہ تو کرلیا کرتے ہیں مگر کردار کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا۔

نبی اکرمؐ کے اخلاق کریمانہ

دیکھئے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو مجنوں کہا گیا، شاعر کہا گیا، ساحر کہا گیا، مگر کسی نے آپ ﷺ پر کوئی اخلاقی بہتان نہ باندھا۔ کوئی ایسا نہ تھا جو یہ کہتا کہ میں نے تو آپ ﷺ کی زندگی میں فلاں بات ایسے دیکھی ہے۔ نہ صرف آپ ﷺ نے خود ہی اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ فرمایا بلکہ آپ ﷺ نے دنیا کو بھی اخلاق کا ہی درس دیا۔ آپ نے اپنے اخلاق سیدہ کے ذریعے ان لوگوں کے دلوں کو فتح کیا۔ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق ہی ایسے تھے کہ جو آپ ﷺ کے جتنا زیادہ قریب ہوتا جاتا تھا اتنا ہی وہ آپ ﷺ کا جانثار پروانہ بنتا جاتا تھا۔ اسی لئے احادیث میں لکھا ہے کہ ''فُتِحَتِ الْمَدِيْنَةُ بِالْاَخْلَاقِ '' کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اخلاق کے ذریعے مدینہ منورہ فتح کیا تھا۔

اخلاق کی تلوار

کسی ملک میں ایک صاحب اعتراض کرنے لگے کہ آپ کے پیغمبر ﷺ نے تو تلوار کے زور پر دین کو پھیلا دیا تھا۔ اس عاجز نے پوچھا، وہ کیسے؟ کہنے لگے، وہ ایسے کہ ان کے گرد چند جنگجو اکٹھے ہوگئے تھے، وہ تلوار کے دھنی تھے اس لئے انہوں نے تلوار کے زور پر پوری دنیا کے اندر زبردستی اسلام پہنچایا۔ میں نے ان سے دو سوال پوچھے۔ ایک سوال تو یہ پوچھا کہ ان تلوار کے دھنی لوگوں کو آپ ﷺ کے گرد کس تلوار نے اکٹھا کیا تھا؟ کہنے لگے، جی وہ تو ان کے اخلاق سے متاثر ہوئے تھے۔ میں نے کہا کہ یہ میرے پیارے پیغمبر ﷺ کے اخلاق کی تلوار تھی جس نے حقیقت میں دنیا کو فتح کردیا تھا۔

میں نے دوسرا سوال یہ پوچھا کہ آپ جو یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ ﷺ کے جنگجو ساتھیوں نے تلوار کے ذریعے دنیا کو فتح کیا تھا تو بتایئے کہ تلوار خود چلتی ہے یا تلوار کو چلانے والے ہاتھ ہوتے ہیں۔ کہنے لگے کہ تلوار خود تو نہیں چلتی، اس کو چلانے والے ہاتھ ہوتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ان ہاتھوں کو بھی کسی نے فتح کیا ہوا تھا، وہ ہاتھ بھی کسی کے ہاتھ میں آ چکے تھے۔ ان ہاتھوں میں آکر ان میں وہ جرأت، وہ شجاعت، وہ دلیری، وہ جہانگیری، وہ جہان بانی اور کردار کی وہ پختگی آگئی تھی کہ ان ہاتھوں نے جب تلوار اٹھائی تو پوری دنیا میں اسلم کی شمعیں فروزاں کر دیں۔

اُم جمیلؓ کا قبول اسلام

دیکھئے کہ ام جمیل ایک عورت نبی اکرم ﷺ کے اوپر کوڑا کرکٹ ڈالتی تھی۔ وہ بیمار ہوگئی۔ اس کی بیٹی اس کی تیمارداری کرتی۔ ان کے گھر میں کوئی مرد نہیں تھا۔ ان کا حال پوچھنے والا کوئی نہ تھا۔ وہ ماں اور بیٹی زندگی کا تکلیف دہ وقت گزار رہی تھیں۔ قریب کے لوگوں کے پاس فرصت ہی نہیں تھی کہ ان غریبوں کے کھانے یا دوائی کے بارے میں پوچھ لیتے۔ اس کسمپرسی کے عالم میں کئی دن گزر گئے۔

ایک مرتبہ بیٹی اپنی ماں کے پاس بیٹھی کچھ باتیں کر رہی تھی مگر ماں نقاہت کی وجہ سے جواب بھی نہیں دے پاتی تھی۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ ماں نے کہا، بیٹی! جاؤ دیکھو کون ہے؟ بیٹی دروازے پر آئی اور دروازہ کھول کر باہر دیکھا۔ باہر حضور نبی کریم ﷺ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ہمراہ کھڑے تھے۔ وہ دیکھ کر بڑی حیران ہوئی۔ وہ بھاگ کر ماں کے پاس گئی اور کہا کہ جن کے اوپر تو کوڑا کرکٹ پھینکتی تھی آج وہ بدلہ لینے کے لئے اپنے دوستوں کو لے کر آگئے ہیں، ہمارے پلے تو کچھ نہیں ہے، وہ تو ہمیں گلا گھونٹ کر جان سے ماردیں گے۔ اس بیمار بڑھیا کے دل پر بہت پریشانی گزری، چنانچہ کہنے لگی، اب ہم کیا کر سکتے ہیں، پوچھو وہ ہمیں کیا کہتے ہیں، ہم رحم کی اپیل کرلیں گے، بہرحال ان کو آنے دو، ہم معافی طلب کرلیں گے۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ اندر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ ام جمیل پریشان حال ہو کر بستر پر بیٹھی ہے، نگاہیں نیچی ہیں، پوچھتی ہے، اے محمد ﷺ! آج آپ نے یہاں

کیسے قدم رنجہ فرمایا؟ آپ فرماتے ہیں کہ کئی دنوں سے تو نے میرے اوپر کوڑا کرکٹ نہیں ڈالا تھا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ جو عورت آپ پر کوڑا کرکٹ ڈالتی تھی وہ اب بیمار ہو چکی ہے۔ لہٰذا میں تیری بیمار پرسی کے لئے تیرے پاس چل کر آیا ہوں۔ اب بتایئے کہ اس عورت کے دل میں کیا ہی محبت پیدا ہوئی ہوگی کہ وہ کوڑا کرکٹ ڈالنے والی عورت عین اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئی۔

تین سو آدمیوں کا قبول اسلام

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک اعرابی مسجد نبوی میں آ کر بیٹھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کو رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس نے مسجد کے صحن میں ہی ایک طرف جا کر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ صحابہ کرامؓ نے دیکھا تو انہوں نے اس کو منع کیا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے دیکھا تو صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ جو یہ کر رہا ہے تم اسے اس حال میں مت روکو۔ چنانچہ جب وہ فارغ ہو کر آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، اللہ تعالیٰ عظمتوں والے ہیں اور عظمتوں والے اللہ پاک کے گھر کو بھی پاکیزہ رکھنا چاہئے۔ آپ ﷺ نے اتنے پیار سے اسے سمجھایا کہ وہ بڑا متاثر ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کہنے لگا کہ میں واپس جانا چاہتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کو پہننے کے لئے لباس بھی ہدیہ کے طور پر دیا اور جب وہ پیدل جانے لگا تو اللہ کے محبوب ﷺ نے اپنی سواری بھی اس کو ہدیہ کے طور پر دے دی۔ اس نے لباس زیب تن کیا اور سواری پر سوار ہو کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب وہ اپنے قبیلے کے لوگوں میں داخل ہونے لگا تو آبادی کے باہر سے ہی پکارنے لگا، او میرے بھائی، او میرے ماموں، او میرے چچا، ذرا میری بات سننا۔ لوگ بھاگ کر اکٹھے ہو گئے کہ کیا بات ہے، پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا؟ کہنے لگا، میں نے ایک ایسے معلم کو دیکھا جو یقیناً ایک بڑی شفیق اور با اخلاق ہستی ہیں۔ میں نے اتنا بڑا جرم کیا کہ اللہ کے گھر میں گندگی پھیلا دی مگر انہوں نے مجھے ڈانٹا نہیں، مارا نہیں، گالی نہیں دی، انہوں نے مجھ سے سختی نہیں کی بلکہ مجھے پیار سے سمجھا دیا اور پھر مجھے آتے ہوئے یہ ہدیے اور تحفے دے کر بھیجا۔ سب لوگ کہنے لگے کہ اچھا ہم بھی جا کر ان کو دیکھیں گے۔ چنانچہ اس قبیلے کے

300 آدمی اس کے ساتھ آئے اور اسلام کے دامن میں داخل ہو گئے۔ سبحان اللہ!

فتح مکہ کے دن عام معافی کا اعلان

آیئے، اپنے محبوب ﷺ کی زندگی کی عظمتوں کو دیکھنا ہے تو فتح مکہ کے واقعہ کو دیکھ لیجئے۔ رسول اللہ ﷺ فاتح بن کر مکہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ آپ ﷺ کے پاس افرادی قوت موجود ہے، غلبے کی حالت میں ہیں، آج فتح وقت ہے کہ ان کافروں سے بدلہ چکائیں، انہوں نے جو آپ ﷺ کے اوپر ظلم کئے تھے ان کا بدلہ لیں لیکن آپ ﷺ عاجزی کے ساتھ مکہ میں داخل ہوتے ہیں۔ رات کا وقت تھا، مکہ کی عورتیں پریشان تھیں کہ آج ہمارے گھروں میں پتہ نہیں کیا نقشے پیش کئے جائیں۔ ان کو یاد آ رہا تھا کہ انہوں نے سیدنا بلال﷜ کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ انہوں نے سمیہ﷞ کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ انہوں نے دوسرے صحابہ کرام﷢ کے ساتھ کیا کیا ظلم کئے تھے؟ آج ان کو پرانی یادیں ستا رہی تھیں۔

رات کا کافی وقت گزر چکا تھا۔ آخری پہر آ گیا۔ بالآخر عورتوں نے اپنے مردوں سے کہا کہ نہ کوئی گلیوں میں شور ہے نہ ہی کوئی ہمارے گھروں تک پہنچا ہے اور نہ ہی کسی آدمی کی چیخ و پکار کی آواز آئی ہے۔ یہ مسلمان ہیں کہاں؟ اور کیا کر رہے ہیں؟ مردوں نے کہا وہ آپس میں مشورے کر رہے ہوں گے۔ عورتوں نے کہا کہ جا کر دیکھو تو سہی، کہیں ایسا نہ ہو کہ اچانک حملہ کر دیں، کہیں ہماری عزتیں نہ لوٹ لیں، کہیں ہمیں جان سے نہ مار دیں، پتہ نہیں کہ ہم کل کی صبح دیکھیں گے بھی یا نہیں۔ چنانچہ مرد باہر نکلتے ہیں۔ کیا دیکھتے ہیں کہ گلیاں سنسان پڑی ہیں۔ وہ حیران ہوئے کہ مسلمان کہاں چلے گئے۔ بالآخر وہ اللہ کے گھر کی طرف چل کر آتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر مطاف کے اندر ایک عجیب منظر دیکھا۔ صحابہ کرام﷢ میں سے بعض طواف کر رہے ہیں، کوئی حجر اسود کو بوسے دے رہا ہے، کوئی مقام ابراہیم پر سجدہ ریز ہے۔ سب کی آنکھوں میں آنسو دیکھے، سب کی زبانوں سے اللہ تعالیٰ کی تعریفیں سنیں۔

جب انہوں نے دیکھا کہ یہ سب ایک اللہ کی عبادت میں مشغول ہیں تو وہ سمجھ گئے کہ یہ دنیا کے بدلے چکانے والے لوگ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے سامنے سر جھکانے والے لوگ ہیں۔ لہٰذا صبح کی روشنی کیا آئی کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کی روشنی پیدا فرما دی۔ چنانچہ صبح ہوئی تو وہ ہندہ جو حضرت امیر حمزہ﷜ کا قلب و جگر چبانے والی تھی وہ آ رہی ہے اور کہتی ہے کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ! مجھے مسلمان بنا لیجئے۔ اے ہندہ! تو نے تو حضرت امیر حمزہ﷜ کے

قلب وجگر کا ہار پہنا تھا، آج تو بازی کیوں ہار گئی۔ کس لئے چل کر آئی ہے، تو قسمیں کھاتی تھی کہ بدلے لوں گی، آج تجھے کس چیز نے ہرا دیا۔ وہ میرے محبوب ﷺ کا اخلاق اور صحابہ کرامؓ کا کردار تھا جوان کے دلوں کو گھائل کر چکا تھا۔ چنانچہ وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتی ہے۔

ارے! کلمہ پڑھنے والوں نے بعد میں یہ کہا کہ جب ہم کافر تھے اس وقت ہمیں آپ سے اتنی نفرت اور دشمنی تھی کہ دنیا میں کسی سے نہیں تھی، آج کلمہ پڑھ لیا ہے، آج جتنی محبت آپ سے ہے اتنی کسی اور سے نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے عفو و درگزر کا یہ معاملہ ایسا تھا کہ آپ ﷺ نے مکہ کے پورے کے پورے لوگوں کے دل جیت لئے۔ آج دنیا اگر اپنے دشمن پر غالب آتی ہے تو بھلا کیا کرتی ہے؟ ذرا ان Civilized (تہذیب یافتہ) ممالک کے حالات پڑھ کر دیکھ لیجئے کہ جب ان تہذیب و تمدن کا پرچار کرنے والوں نے کسی ملک کو فتح کیا یا دشمن کو فتح کیا تو انہوں نے دشمنوں کے ساتھ کیا سلوک اختیار کیا۔ میرے محبوب ﷺ کو اللہ نے فتح عطا فرمائی تو آپ ﷺ نے عفو و درگزر کا کیسا سبق عطا فرمایا۔ سبحان اللہ

عثمانؓ بن طلحہ کا قبول اسلام

مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف کی کنجی عثمانؓ بن طلحہ کے پاس تھی۔ جب حضور نبی کریم ﷺ نے مکہ کو فتح کیا تو آپ ﷺ نے عثمان کو بلا کر ان سے وہ کنجی لی اور بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولا۔ آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے اللہ کی عبادت کی۔ سب صحابہ کرامؓ کو معلوم تھا کہ آج بیت اللہ شریف کی کنجی ہمارے محبوب ﷺ کے ہاتھ میں ہے، جب آپ ﷺ بیت اللہ شریف سے باہر تشریف لائے تو سب صحابہ کرامؓ منتظر تھے کہ آپ ﷺ بیت اللہ کی کنجی اپنے غلاموں میں سے کسی غلام کے ہاتھ میں دے دیں گے۔ مگر آپ ﷺ اسی عثمان کو بلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ کنجی پہلے بھی تمہارے ہاتھ میں تھی، اب یہ کنجی پھر میں تمہارے ہاتھ میں دیتا ہوں۔ یہ کنجی قیامت تک تمہاری نسل میں رہے گی اور تم سے کوئی نہیں لے گا مگر وہی جو ظالم ہوگا۔

اس وقت صحابہ کرامؓ حیران رہ گئے کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے عدل و انصاف کا کیا منظر پیش کیا۔ قریشی حیران ہیں، ہاشمی حیران ہیں، دوسرے قبائل کے لوگ حیران ہیں کہ جس کو چاہتے کنجی دے سکتے تھے مگر نہیں، جس سے لی تھی اللہ کے محبوب ﷺ نے غلبہ حاصل ہونے کے بعد کنجی اسی کے ہاتھ میں دے دی۔ اس کے ہاتھ میں کنجی کا آنا تھا کہ اس نے کہا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! کنجی تو آپ ﷺ نے پکڑا دی، اب مجھے اپنا دامن بھی پکڑا

دیجئے تا کہ کعبے کا پروردگار بھی مجھ سے راضی ہو جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کو کلمہ پڑھا کر مشرف بہ اسلام فرما دیا۔ سبحان اللہ!

حضرت عمرؓ کا قبول اسلام

دنیا کہتی ہے کہ جنگجو لوگوں کے ہاتھوں اسلام پھیلا۔ ارے! بتاؤ تو سہی کہ عمرؓ ابن الخطاب تو نبی اکرم ﷺ کو شہید کرنے کے لئے نکلے تھے مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد محبوب ﷺ کے سامنے سر جھکائے ہوئے کیوں بیٹھے نظر آتے ہیں۔ کس تلوار نے ان کو مجبور کیا تھا کہ آؤ اور اس یتیم مکہ کے سامنے تم اپنا سر جھکا کر بیٹھو۔ معلوم ہوا کہ بات دراصل کچھ اور تھی۔

حضرت خالدؓ بن ولید کا قبول اسلام

حضرت خالدؓ بن ولید کی زندگی کو کیوں نہیں دیکھتے۔ اتنے بڑے سپہ سالار آ کر مؤدبانہ بیٹھ جاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ اتنے بڑے جنگجو، جرأت مند اور لیر انسان کو اگر نبی کریم ﷺ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھنے کا شرف ملا ہے تو فقط آپ ﷺ کے اخلاق کی وجہ سے ملا ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسے بہادر انسان تھے جو تلواروں سے ماننے والے نہیں تھے، وہ تو تلوار کے دھنی تھے اور ٹکرا جایا کرتے تھے مگر محبوب ﷺ کا کردار جب سامنے آیا تو ان کی تلواریں بے کار ہو گئیں، انہوں نے تلواریں پیچھے رکھ دیں اور آ کر محبوب ﷺ کے دامن کو پکڑ لیا۔ سہیل بن عمرو دوسی اور ثمامہ بن عصال کو بھی میرے محبوب ﷺ کے اخلاق کی تلوار نے مسلمان کیا۔

جاذبیت اسلام

دنیا میں کچھ ایسے علاقے بھی تھے جن میں کوئی مسلمان فوجی نہیں گیا مگر وہاں بھی اسلام کی شمع روشن ہو گئی۔ حیرہ کے اندر کوئی مسلمان فوجی نہ گیا، حبشہ، بحرین اور حیلہ کے اندر کوئی فوجی نہ گیا مگر وہاں کے لوگوں نے بھی اسلام کو قبول کر لیا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ جنگجو ابھی نہیں پہنچے تھے کہ اسلام پہلے پہنچ گیا۔ اسلام میں ایسی جاذبیت، ایسی کشش اور ایسی مقناطیسیت تھی کہ اس نے لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر لیا تھا۔ سبحان اللہ! یہ کردار کی عظمت تھی کہ جس نے پوری دنیا کو مسخر کر لیا۔

وما علینا إلا البلاغ المبین.

محمدیﷺ انقلاب کی خصوصیات

(از) مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا. وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِىْ مَقَامٍ اٰخَرَ. لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا. اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ. سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○

دنیا میں اب تک کئی انقلابات رونما ہو چکے ہیں۔ ایک انقلاب حضور نبی کریمﷺ نے بھی برپا کیا تھا۔ اس محمدیﷺ انقلاب کی چند اہم خصوصیات ذہن میں نقش کر لیجئے۔ یہ وہ پکی باتیں ہیں جن کا کفر کی دنیا کے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا۔ جب آپ ان سے پوچھیں گے تو وہ اپنی بغلیں جھانکنا شروع کر دیں گے۔

1۔ کم وسائل کے ساتھ انقلاب:

سب سے پہلی خصوصیت تو یہ تھی کہ اللہ کے محبوبﷺ نے دنیا کے اندر اتنا بڑا انقلاب اتنے کم وسائل کے ساتھ پیدا کیا کہ پوری دنیا میں اتنے کم وسائل کے ساتھ اتنا بڑا انقلاب برپا نہیں کیا گیا۔ یہ معمولی بات نہیں بلکہ یہ خدائی مدد کی دلیل ہے۔

2۔ کم وقت میں انقلاب:

انقلاب پیدا کرنے کے لئے وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ محمدیﷺ انقلاب کی

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ فقط دس سال کے عرصہ میں برپا ہو گیا۔ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اصل میں اس وقت کام کے مکمل کر کرنے کی ابتداء ہوئی۔ فقط دس سال کے عرصہ میں قرآن بھی مکمل نازل ہو چکا تھا اور پھر اسلام کا پیغام لے کر بھی چل پڑے تھے۔ اس قلیل عرصہ میں اللہ کے محبوب ﷺ نے اس دنیا کو علم و اخلاق کا انقلاب برپا کر کے دکھا دیا۔ اتنے کم وقت میں کوئی بھی اتنا بڑا انقلاب پیدا نہیں کر سکتا۔ دس سال کے قلیل عرصہ میں قوموں کا رخ بدل دینا کوئی آسان بات نہیں ہے۔

3۔ غیر خونی انقلاب:

محمدی ﷺ انقلاب کی تیسری خصوصیت یہ تھی کہ اس انقلاب کے دوران سب سے کم جانی نقصان ہوا۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی مبارک زندگی میں جتنی بھی جنگیں لڑی گئیں ان میں مسلمان شہداء اور مقتول کفار کی کل تعداد 1062 افراد تھی۔ اس اعتبار سے آپ اس انقلاب کو "غیر خونی انقلاب" کہہ سکتے ہیں۔

میرے دوستو! ہمارا یہ اسلامی ملک ہے۔ اس میں امن بھی ہے مگر یہاں پر بھی آپ دیکھیں تو مختلف شہروں میں جھگڑوں کے دوران ایک دو ماہ میں سینکڑوں انسان قتل ہو چکے ہوں گے۔ لیکن میرے محبوب ﷺ نے پوری دنیا میں دس سالوں میں جو انقلاب پیدا کیا اس میں فقط 1062 انسان کام آئے۔

غور سے سنئے کہ بغداد کے اندر ہلاکو خان نے بھی ایک انقلاب برپا کیا تھا۔ مگر ایک دن کے اندر بغداد میں دو لاکھ مسلمانوں کا خون بہایا گیا۔ یہ تو ایک دن کی بات ہے اور [illegible] انقلاب میں نہ معلوم کتنے لاکھ مسلمان کام آئے تھے۔ فرانس کے انقلاب میں 25 [illegible] انسان کام آئے۔ رشیا میں کمیونزم کا انقلاب آیا اور اس انقلاب کے دوران 40 لاکھ انسانوں کو قتل کیا گیا۔ قیام پاکستان کے وقت بھی ایک کروڑ انسانوں کو جانیں دینا پڑیں۔ مگر میرے محبوب ﷺ نے اتنے کم جانی نقصان کے ساتھ دنیا کو ہدایت کا راستہ دکھا دیا۔ پوری دنیا میں اس انقلاب کی مثال نہیں ملتی۔

کفار کا اعتراف:

اس عاجز نے ایک محفل میں کفار سے کہا کہ تم بڑی باتیں کرتے ہو کہ ہم دنیا میں

یہ انقلاب بھی لائیں گے اور وہ انقلاب بھی لائیں گے۔ ایک انقلاب 1400 سال پہلے بھی آیا تھا۔ بتاؤ کہ اتنے کم وسائل کے ساتھ، اتنے کم وقت میں، اتنے کم نقصان کے ساتھ دنیا میں اتنا بڑا انقلاب آسکتا ہے؟

میرے سامنے کفر کے بڑے بڑے گرو بیٹھے تھے۔ ان سب نے کہا کہ اتنے کم وسائل کے ساتھ، اتنے وقت میں، اتنی کم خونریزی کے ساتھ اتنا بڑا انقلاب برپا کرنا تو کسی کے بس کی بات نہیں۔ جب انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا تو میں نے انہیں کہا کہ پھر تم کیوں تسلیم نہیں کرتے کہ یہ کام کر کے دکھانے والے اللہ کے پیغمبر ہیں۔ مگر وہ کہنے لگے کہ ہم آپ کے پیغمبر کی تو بڑی عزت کرتے ہیں، ہم تو ان سے محبت کرتے ہیں، ہمیں ان سے تو کوئی گلہ نہیں، ہمیں تو موجودہ دور کے مسلمانوں سے گلہ ہے۔ یہ کفر کا ایک داؤ تھا کہ اس بات کو ٹالنے کے لئے انہوں نے موجودہ مسلمانوں کی زندگی پر کیچڑ اچھالنا شروع کر دیا۔

میرے دوستو! نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتنی پاکیزہ زندگی تھی کہ دنیائے کفر کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ ہمیں آپ ﷺ کی ذات پر کوئی گلہ نہیں۔

انسان کامل:

ایک اور بات پر غور کیجئے۔ دنیا کے اندر بڑے بڑے لوگ آئے۔ کوئی جرنیل بنا، کوئی سپہ سالار بنا، کوئی وقت کا حکمران بنا، کوئی فلاسفر بنا اور کوئی حکماء میں شامل ہوا۔ ان سب نے دنیا میں اپنی عظمت کا لوہا منوایا۔ کسی نے سائنس کے میدان میں، کسی نے شاعری اور فلاسفی کے میدان میں، کسی نے لغت اور ادب کے میدان میں تاریخ کے انمٹ نقوش چھوڑے۔ لیکن جب ان سب کی زندگیوں کو میں پڑھتا ہوں تو مجھے ان سب میں ایک بات Common (یکساں) نظر آتی ہے۔ وہ بات یہ ہے کہ اگر ہم نے کسی فاتح کے حالات زندگی کا مطالعہ کیا تو سب سے آخر میں یہ بات پڑھنے کو ملی کہ انہوں نے تو اور بھی علاقوں کو فتح کرنا تھا مگر زندگی نے ساتھ نہ دیا اور مزید علاقوں کو فتح نہ کر سکے۔ میں نے مختلف شعراء کی زندگیوں کا مطالعہ کیا۔ ان میں سے ہر ایک کے حالات زندگی کے آخر میں یہ الفاظ پڑھے کہ اس نے بہت ہی اچھا کلام کہا، مگر زندگی نے وفا نہ کی ورنہ اور بھی اچھا کلام کہہ جاتے۔ ہم نے سائنس دانوں کی زندگیوں کا مطالعہ کیا۔ آخر میں یہی نظر آیا کہ وہ بڑے اعلیٰ سائنس

وان تھے، آخری عمر میں انہوں نے یہ کمال کر کے دکھا دیا، زندگی نے وفا نہ کی، اگر اور لمبی زندگی ملتی تو وہ اور بھی زیادہ سائنسی تحقیقات پیش کر جاتے۔ اسی طرح ہم نے مصنفین کے حالات زندگی پڑھے۔ آخر میں یہی پڑھنے کو ملا کہ انہوں نے بہت اچھی اچھی کتابیں لکھیں مگر زندگی نے وفا نہ کی ورنہ اور بھی بہترین کتابیں لکھ لیتے۔ اس طرح جس مشہور شخصیت کی زندگی کو بھی دیکھتا ہوں مجھے نامکمل نظر آتی ہے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ وقت نے مہلت نہ دی ورنہ کچھ کر کے دکھا دیتے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ لکھنے والا (رائٹر) تسلیم کر رہا ہے کہ وہ کام کو ادھورا چھوڑ کر چلا گیا۔ گویا کسی کی زندگی میں تکمیل نظر نہیں آتی۔

لیکن پوری تاریخ انسانیت میں حضور نبی کریم ﷺ کی ایک ایسی ہستی نظر آتی ہے کہ جنہوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ چوبیس ہزار جانثاروں سے پوچھا لوگو! بتاؤ میں جس پیغام کو لے کر آیا تھا کیا میں نے وہ پیغام آپ تک پہنچا دیا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرامؓ گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے پیغام کو پہنچانے کا حق ادا کر دیا ہے۔ آپ ﷺ اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں ''اَللّٰھُمَّ اَشْھَد'' اے اللہ تو گواہ رہنا۔ سبحان اللہ! پوری تاریخ انسانیت میں مجھے صرف اور صرف اپنے محبوب ﷺ کی زندگی مکمل نظر آتی ہے۔ لہٰذا میں ایسی ہستی کو اپنا قائد کیوں نہ مانوں جن کی کامل اور مکمل زندگی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

رہبر کامل

میرے دوستو! جب آدمی آنکھ اٹھا کر اوپر دیکھتا ہے تو اسے آسمان نظر آتا ہے۔ آپ زمین پر کھڑے ہو کر اوپر آنکھ اٹھائیے، آپ کو آسمان نظر آئے گا، آپ سمندر میں آنکھ اوپر اٹھائیے آپ کو آسمان نظر آئے گا، آپ پہاڑ کی چوٹی پر آنکھ اوپر اٹھائیے آپ کو آسمان نظر آئے گا، صحرا میں آپ آنکھ اٹھا کر دیکھیں تو آپ کو آسمان نظر آئے گا، آپ ویرانوں میں اوپر آنکھ اوپر اٹھائیں تو آپ کو آسمان نظر آئے گا۔

بالکل اسی طرح جب میں عملی زندگی کی طرف دیکھتا ہوں تو میں اپنی زندگی کے کسی شعبے میں راہنمائی حاصل کرنے کے لئے ذرا نگاہ اٹھاتا ہوں تو مجھے نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی آسمان ہدایت کی مانند نظر آتی ہے۔ میں اگر جوانی میں تعلیم حاصل کرنا چاہوں تو اس

آسمان ہدایت سے مجھے آپ ﷺ کی جوانی نظر آتی ہے۔ حتیٰ کہ مجھے زندگی کے جس شعبہ میں رہبری کی ضرورت پڑتی ہے۔ میں آنکھ اٹھا کر آسمان ہدایت سے وہ تصویر دیکھ لیتا ہوں۔ سبحان اللہ! میرے آقا ﷺ کی وہ پاکیزہ اور کامل زندگی ہے جس نے دنیا کے اندر ہر میدان میں انسانیت کو رہبری عطا فرمائی۔

معلم کامل:

میرے دوستو! مذہبی اداروں میں شخصیت پرستی کی بجائے خدا پرستی کی بنیاد کس نے ڈالی؟ میرے محبوب ﷺ نے ڈالی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: "لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ" کہ خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جاتی۔ اعتقادات کے اندر توہم پرستی کی بجائے حقیقت کی راہ دکھانے والے کون ہیں؟ وہ میرے آقا ﷺ ہیں۔ سائنس میں فطرت کی پوجا کرنے کی بجائے اس کو مسخر کرنے کا درس دینے والے کون ہیں؟ وہ میرے آقا ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ سیاسیات کے میدان میں نسلی بادشاہت کی بجائے اخلاق وصفات کے اعتبار سے عوام میں سب سے بہترین کو خلیفہ چننے کی تعلیمات کس نے دیں؟ میرے آقا ﷺ نے دیں۔ علم کی دنیا میں خیال آرائی کے بجائے حقیقت نگاری کا درس کس نے دیا؟ میرے آقا ﷺ نے دیا۔ ارے سماجی تنظیم میں ظلم کے بجائے عدل کو بنیاد بنانے کی تعلیم کس نے دی؟ میرے آقا ﷺ نے دی۔ میرے آقا ﷺ ہی تو تھے جنہوں نے مشرق ومغرب میں انقلاب برپا کر دیا۔ آج دنیا میں جتنی تعلیمات ہیں وہ سب کی سب اسی آفتاب ہدایت سے پھوٹی ہوئی کرنیں ہی نظر آتی ہیں۔ سبحان اللہ!

عدل نبوی ﷺ کفار کی نظر میں

پچھلے دنوں امریکہ میں ایک بات بڑی مشہور ہوئی کہ وہاں کی سپریم کورٹ کے اندر انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی شبیہ بنائی، پوری صورت تو نہیں بنائی مگر ایسے ہی موٹا موٹا رنگ بھرا اور پھر انہوں نے اس کے نیچے لکھا کہ یہ مسلمانوں کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ وہاں کے مسلمانوں کو اس پر بڑا دکھ ہوا۔ انہوں نے صدر اور سپریم کورٹ کے جج صاحبان کو خطوط لکھے کہ تم نے یہ تصویر کیوں بنائی ہے، ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے اور

اس سے ہمارے جذبات مجروح ہورہے ہیں۔ امریکہ کے صدر نے ان خطوط کا جواب دیا جو اخبارات اور دوسرے رسائل میں بھی چھپا۔ اس نے وضاحت کی کہ یہ ہمارے ملک کی سپریم کورٹ ہے، یہ عدل وانصاف پر قائم ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہاں ہر بات انصاف کے مطابق ہو۔ ہم نے پوری تاریخ کو اٹھا کر دیکھا، کہ دنیا میں انصاف کی تعلیم دینے والا کون تھا؟ ہم نے مسلمانوں کو دیکھا، غیر مسلموں کو دیکھا، حتیٰ کہ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک جتنے انسان دنیا میں پیدا ہوئے ہم نے ان سب کی زندگیوں کا مطالعہ کیا۔ ہمیں پوری انسانیت میں ایک یہ ہستی نظر آتی ہے جنہوں نے عدل کی تعلیم دی ہے۔ ہم نے ان کی عظمت کو مانتے ہوئے ان کا نام اپنی سپریم کورٹ میں لکھا ہے۔ لوگو! جہاں دنیا میں عدل کی بات کی جائے گی وہاں ہمارے پیغمبر ﷺ کا نام لیا جائے گا۔ سبحان اللہ!

برطانیہ اور سویڈن کے شہزادوں کے تاثرات

میرے پیارے پیغمبر ﷺ کی مبارک زندگی کفار کے دلوں کو بھی متاثر کر رہی ہے۔ اسی لئے کبھی برطانیہ کے شہزادے کا بیان آتا ہے کہ مسلمانوں کے پیغمبر ﷺ سے مجھے بڑی رہبری ملی ہے اور کبھی سویڈن کا شہزادہ 120 مذاہب کا مطالعہ کر کے بالآخر اسلام قبول کر لیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے آقا ﷺ کی زندگی میں وہ جاذبیت تھی کہ اس نے غیروں کے دلوں کو بھی متاثر کر دیا۔

صداقت نبوی ﷺ ابوجہل کی نظر میں

ابوجہل حضور اکرم ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا موسیٰ علیہ السلام کا فرعون چھوٹا تھا اور میرا فرعون (ابوجہل) بڑا فرعون ہے۔ بدر کے میدان میں ایک کافر نے ابوجہل سے پوچھا اے ابوالحکم! تمہاری عظمت کو میں جانتا ہوں۔ تم قریشیوں کے سردار ہو، مگر سچی بات بتاؤ کہ کیا تم اس پیغمبر ﷺ کو سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا؟ کہنے لگا کہ میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ وہ سچا انسان ہے اور اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس نے کہا کہ جب تم سمجھتے ہو کہ وہ سچا انسان ہے تو اس کے پیغام کو قبول کیوں نہیں کر لیتے؟ کہنے لگا

کہ اس سے میری سرداری چلی جائے گی۔ ارے! میرے پیغمبر ﷺ کے اخلاق کریمانہ نے تو ابوجہل جیسے دشمن اسلام کے دل کو بھی فتح کر لیا تھا لیکن ''حَمِیَّۃَ جَاھِلِیَّۃَ'' کی وجہ سے اس کو ایمان کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ ارے! کفار کے دل بھی مانتے ہیں مگر جسے اللہ چاہتا ہے ہدایت عطا فرما دیتا ہے۔

ہماری ذمہ داری

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے آقا ﷺ کی تعلیمات کو حاصل کریں اور ان کے مطابق اپنی زندگی گزارتے چلے جائیں۔ کیونکہ

مرا قائد ہے وہ کہ زندگی پیغام تھا جس کا
صداقت ذات تھی جس کی امانت نام تھا جس کا
وہ رفتہ رفتہ جس نے قوم کو منزل عطا کر دی
کلی آغاز تھی جس کی چمن انجام تھا جس کا

جب آپ ﷺ تشریف لائے تو قوم یقیناً جہالت کی اتھاہ گہرائیوں میں گری پڑی تھی۔ آپ ﷺ نے اس قوم کے نوجوانوں پر محنت فرمائی اور جب وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر پوری دنیا کے سامنے گئے تو

چڑھتے سورج سے تاج مانگا سمندروں سے خراج مانگا

کے مصداق اپنی عظمت کا لوہا منوایا۔ آیئے اس پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمتوں کو اسلام کرتے ہوئے آپ ﷺ کی پاکیزہ زندگی کے مطابق ہم اپنے دلوں میں ایک اچھی زندگی گزارنے کے ارادے کر لیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی پاکیزہ زندگی عطا فرما دیں۔ گناہوں سے خالی اور اچھے اخلاق والی زندگی عطا فرما دیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب ﷺ کے نقش قدم پر چل کر زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرما دیں۔ (آمین ثم آمین)

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o

خطباتِ جمادی الثانی

1. ......سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یارِ غار
2. ......نبی وصدیقؓ کا سفر ہجرت
3. ......ہجرتِ نبیؐ وصدیقؓ
4. ......اولیتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

......☆......

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یارِ غار

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُوْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مُشِیْرَ لَہٗ وَلَا مُعِیْنَ لَہٗ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ الْمَبْعُوْثِ اِلٰی کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا.

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ کَلَامِہِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا. فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی ط وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا ط وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ. اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاھِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ط ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ.

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ.

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ.

صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

میرے واجب الاحترام، قابل صد احترام ساتھیو! گزشتہ جمعہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب اور اسلامی خدمات کا تذکرہ شروع ہے۔ میں نے گزشتہ جمعہ کی تقریر میں تفصیل کے ساتھ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے ابتدائی حالات پیش کئے تھے اور میں نے یہ بھی بتایا تھا کہ ابوبکرؓ کو ابوبکر کیوں کہتے ہیں؟

میرے بھائیو! گزشتہ جمعہ کی تقریر میں یہ بات گزر چکی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کتنی عمر میں رسول اللہ ﷺ کے دوست بنے اور کتنا عرصہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں گزارا۔ آج جو قرآن پاک کی آیات میں نے پڑھی ہیں اس آیت کا نام ہے آیت ہجرت۔ اس آیت کا نام ہے آیت معیت کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی معیت میں ہجرت فرمائی اور اس ہجرت کا ذکر قرآن پاک کی اس آیت معیت میں ہے۔ میں اس آیت کی روشنی میں حضرت ابوبکرؓ کا مقام آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

ثانی اثنین کی تفسیر

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... اذا خرجہ الذین کفروا...... اے پیغمبر ﷺ آپ اس وقت کو یاد کریں، اے نبی! تو اس وقت کو یاد کر...... اذا خرجہ الذین کفروا...... جب کافروں نے تجھے اپنے گھر سے نکالا ہے اور...... ثانی اثنین اذ ھما فی الغار...... تجھے بھی گھر سے نکالا تھا اور تیرے ساتھ ایک دوسرا آدمی بھی تھا۔ اسے بھی اس کے گھر سے نکالا تھا...... ثانی...... کا جو لفظ ہے اس سے مراد حضرت ابوبکر صدیقؓ ہے۔

اور حضرت ابوبکر صدیقؓ جو ہیں ہر ایک اعتبار سے ثانی ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھیں، قرآن پاک نے سیدنا صدیق اکبرؓ کو ثانی کہا اور ثانی عربی زبان کا لفظ ہیں۔ اوّل اور ثانی، پہلا اور دوسرا، تو یہاں قرآن نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ثانی کہا ہے...... اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین...... دو میں سے دوسرا، یعنی تو بھی گھر سے نکلا تھا اور ابوبکرؓ بھی گھر سے نکلا تھا۔ گویا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ثانی کہا۔

علماء مفسرین کا عجیب نکتہ:

علماءؒ نے یہاں ایک نکتہ لکھا ہے۔ ابوبکر صدیقؓ ہر معاملے میں ثانی ہیں۔ اوّل

نہیں ہیں۔ آپ تو کہتے ہیں کہ اوّل غلیفہ، خلافت اپنی جگہ، لیکن ابو بکرؓ ایمان لانے میں اوّل نہیں ہے، ایمان لانے میں بھی ثانی ہے، اوّل حضور ﷺ کی ذات ہے۔ حضور ﷺ نے سب سے پہلے اللہ کا کلمہ پڑھا تو جب حضور ﷺ نے سب سے پہلے کلمہ پڑھا تو دوسرے نمبر پر کلمہ ابو بکرؓ نے پڑھا تو ابو بکرؓ ایمان لانے میں بھی ثانی ہے، تو یہاں قرآن نے حضرت ابو بکرؓ کو غار میں ثانی کہا ہے کہ غار میں پہلا نمبر حضور ﷺ کا اور دوسرا نمبر ابو بکرؓ کا، تو گویا کہ ثانی ہوئے۔

سیدنا صدیقؓ ہر اعتبار سے پیغمبر ﷺ کا ثانی

اور علماء کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ ہر بات میں ثانی ہیں، حضرت ابو بکرؓ ایمان لانے میں ثانی ہیں، پہلے ایمان حضور ﷺ لائے ہیں پھر ایمان ابو بکرؓ لائے، غار میں پہلے حضرت امام الانبیاء آئے پھر ابو بکرؓ آئے تو ثانی ہوئے، مزار میں پہلے حضور ﷺ آئے پھر ابو بکرؓ آئے تو مزار میں چودہ سو سال ہو گئے، آج تک، حضور ﷺ پہلے قبر میں اُترے بعد میں صدیق اکبرؓ اترے تو گویا کہ حضرت ابو بکرؓ نبی کے ثانی ہیں، ہر اعتبار سے ثانی ہیں۔

ایمان لانے میں ثانی......

غار میں چڑھنے میں ثانی......

رشتہ دینے میں ثانی

جنگ میں جانے میں ثانی

ہر بات میں ثانی ہیں۔ ابو بکر ثانی ہیں

سفر کا بھی ثانی

حضر کا بھی ثانی

حشر کا بھی ثانی

جب سب سے پہلے قبر شق کی جائے گی تو سب سے پہلے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں پہلے قبر سے اٹھوں گا، پھر ابو بکرؓ اٹھیں گے تو گویا کہ

غار میں بھی ابو بکرؓ کا دوسرا نمبر

مزار میں بھی ابو بکرؓ کا دوسرا نمبر

جب قیامت کے دن اُٹھیں گے تو دوسرا نمبر اور حشر میں بھی دوسرا نمبر اور مقام

محمود پر بھی دوسرا نمبر، یہاں ایمان لانے میں بھی دوسرا نمبر، رشتہ داریوں میں بھی دوسرا نمبر اور جنگوں میں بھی دوسرا نمبر، صلح کرنے میں بھی دوسرا نمبر اور رفاقت میں بھی دوسرا نمبر، پہلے دوستی نبی ﷺ نے نبھائی پھر صدیقؓ نے نبھائی، گویا کہ ہر بات میں صدیقؓ ثانی ہے۔

اس لئے قرآن نے کہا...... ثانی اثنین ...... کہ وہ جو نبی کے ساتھ دوسرا تھا یہاں ایک بات ہے، قرآن پاک کا ایک لفظ یاد رکھیں۔ قرآن نے کہا...... اذا خرجه الذین کفروا ...... کہ جب کافروں نے نکالا تھا۔ حضور ﷺ کو اور حضور ﷺ کے ساتھی کو...... اذ هما فی الغار ...... جب وہ دونوں غار میں گئے۔

اب یہاں ہم شیعہ سے کہتے ہیں کہ...... ثانی اثنین اذ هما ...... هما ...... کا معنی دو، ثانی اثنین کا معنی دو، اگر ابو بکرؓ مسلمان نہیں تھا تو پھر یہ دوسرا کون تھا؟ بڑے بڑے شیعہ اس کا جواب نہیں دے سکتے۔

ہجرتِ نبی ﷺ و صدیقؓ:

کہ جب ہم کہتے ہیں کہ ابو بکرؓ نبی ﷺ کے ساتھی تھے تو رافضی نے اس کا جواب دیا، کہنے لگے کہ ابو بکرؓ کو نبی ﷺ ساتھ اس لئے لے گئے تھے کہ پیچھے سے مخبری نہ کر دے۔ (نعوذ باللہ) غار میں ابو بکرؓ کو لے گئے کہ اگر میں انہیں پیچھے چھوڑ گیا تو یہ لوگوں کو بتا دیں گے تو جو مخبری کرنے والا ہوتا ہے وہ اس طرح مخبری چھوڑ دیتا ہے ساتھ لے جانے سے؟ یعنی حضور ﷺ چھپ کر اپنے گھر سے باہر نکلے اور پورا مکہ مخالف ہے۔ دشمن ہیں سارے اور گئے سیدھے ابو بکرؓ کے گھر تو مخالف کے پاس آدمی جاتا ہے کہ جب سارا مکہ مخالف ہے اور قتل کے لئے تلواریں لئے کھڑے ہیں اور حضور ﷺ سب کو چھوڑ کر وہاں چلے گئے۔

تو قرآن پاک نے اس واقعہ ہجرت کو جو ذکر کیا ہے۔ آج میں تفصیل کے ساتھ اس پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ واقعہ ہجرت کیا ہے؟ ہجرت کس کو کہتے ہیں؟ اور ہجرت میں سب سے پہلا نمبر نبی ﷺ کے بعد صدیقؓ کا ہے ورنہ کائنات میں ہر جگہ پر ان کا دوسرا نمبر ہے۔

نبی ﷺ نے ہجرت کی ساتھ صدیقؓ نے ہجرت کی، لیکن نبی ﷺ کے بعد ابو بکرؓ کا پہلا نمبر ہوگا۔ یہاں آیت کا ترجمہ آپ سمجھ لیں تاکہ بات ذہن میں اتر جائے۔
اذا خرجه الذین کفروا ...... جب اے پیغمبر ﷺ تجھے اور تیرے ساتھی کو نکالا تھا کافروں

نے،......اذھما فی الغار ...... کہ جب تم دونوں غار میں تھے، تم اور تیرا ساتھی غار میں تھے، پھر کیا ہوا تھا پھر یہ ساتھی......اذیقول لصاحبہ...... جب اپنے دوست سے تو نے کہا تھا، صاحب، صحابی سے ہے، صاحب ایک کو کہتے ہیں اور صحابی بھی ایک کو کہتے ہیں تو صاحب کا اطلاق صرف ایک پر ہوتا ہے اور جمع ہے اصحاب اور صاحب ایک کے لئے بولا جاتا ہے۔

صدیق اکبرؓ کی صحابیت کا تذکرہ قرآن میں:

اس پر آپ غور کریں......اذیقول لصاحبہ...... نبی ﷺ نے نہیں کہا، کیونکہ اگر صحابی ہو تو وہ پوری قوم اور جمعیت کی طرف اشارہ ہے، لیکن قرآن نے کہا......اذ یقول لصاحبہ...... جب اپنے صاحب سے کہا۔

اگر آپ کے دوست حضرت ابوبکرؓ قابل اعتماد نہیں تھے، تو قرآن نے ابوبکرؓ کو نبی ﷺ کا صاحب کہا، صاحب کہتے ہیں صحابی کو، مخالف کو صاحب کوئی نہیں کہتے، مخالف کو لوگ دغاباز کہیں گے۔

جیسے قرآن پاک نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا ذکر کیا، لیکن کسی جگہ بھائیوں کو صاحب نہیں کہا، حالانکہ وہ سگے بھائی تھے، لیکن یہاں قرآن پاک نے صدیق اکبرؓ کو نبی کا صاحب کہا، نبی کا صحابی کہا، تو چودہ سو سال سے مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت میں حضرت ابوبکرؓ کی صحابیت نص قطعی سے ثابت ہوئی تو اب جو حضرت ابوبکرؓ کی صحابیت کا منکر ہے وہ قرآن کی اس آیت کا منکر ہے وہ اس آیت کے انکار کی وجہ سے کافر ہے تو قرآن نے اس کا ذکر کیا......اذیقول لصاحبہ ...... جب اپنے دوست سے حضور ﷺ نے کہا تھا۔

کیا کہا تھا؟ غم نہ کر، جب کفار غار کے دہانے پر آگئے تھے تو وہ صاحب پریشان ہوگیا تھا کہ ان کی ٹانگیں غار کے نیچے سے نظر آرہی تھیں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دیکھ کر پریشانی کا اظہار کیا۔

خوف اور حزن میں فرق:

اب روافض کیا کہتے ہیں کہ دیکھو حضرت ابوبکرؓ کو کہ جب غار میں دشمن آگئے تو

ابوبکرؓ ڈر گیا۔ نبی کو تسلی دینی پڑی، لیکن میں قدرت خداوندی پر قربان جاؤں ایک ہوتا ہے خوف، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سانپوں کو دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام ڈر گئے تو قرآن نے کہا...... لا تخف ......خوف اپنا ہوتا ہے جو بات کرتا ہے۔ خوف اسی کا ہوتا ہے اور غم اپنا نہیں ہوتا، غم دوسرے کا ہوتا ہے۔

تو قرآن نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا...... لاتخف...... ڈرنا نہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈر تھا اپنا، اس لئے فرمایا...... لاتخف...... اب حضور ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے یہ نہیں فرمایا...... لاتخف...... ڈرنا نہیں، کیوں، اگر ڈر صدیقؓ کو اپنا ہوتا تو پھر حضور ﷺ ان کو کہتے کہ ڈرنا نہیں، ابوبکرؓ کو تو حضور ﷺ کا غم تھا تو غم ہوتا ہی دوسرے کا ہے۔ اس لئے قرآن نے کہا...... لاتحزن...... ابوبکر میرا غم نہ کر، خوف اپنا ہوتا ہے اور غم دوسرے کا ہوتا ہے۔

صدیقؓ کی رفاقت نبی ﷺ کی زبانی:

یہاں ایک اور نکتہ علماء نے لکھا، اس پر آپ غور فرمائیں۔ بڑی عجیب وغریب نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جارہے تھے اور پیچھے فرعون کی فوجیں تھیں۔ آگے دریا کی موجیں تھیں تو خطرہ پیدا ہو گیا تو راستے میں جنگل میں قوم نے پوچھا موسیٰ علیہ السلام کہ اب کیا ہوگا؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے آگے سے کہا ان معی ربی سیهدین میرا رب میرے ساتھ ہے اور وہ عنقریب مجھے سیدھے راستے پر چلادے گا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ان معی ...... میرا رب میرے ساتھ ہے، حالانکہ قوم بھی ساتھ ہے تو کہنا کیا چاہئے تھا؟ ہمارے ساتھ رب ہے تو قرآن نے یہ نہیں کہا بلکہ یہ کہا...... ان معی...... میرا اللہ میرے ساتھ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھ جماعت کو نہیں ملایا۔

لیکن جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو غم ہوا تو حضور ﷺ نے کیا جواب میں فرمایا...... لا تحزن ...... غم نہ کر...... ان اللہ معنا...... خدا ہمارے ساتھ ہے...... معنا...... ہمارے ساتھ ہے...... یہ قرآن میں ہے اور معنا عربی گرائمر کا لفظ ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کا فکر نہیں تھا، اس لئے انہوں نے قوم کو ساتھ ملایا ہی نہیں، اس لئے فرمایا...... ان معی ربی سیهدین ...... میرا رب میرے ساتھ ہے۔

لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور ﷺ کے رفیق تھے، جب حضرت ابوبکرؓ نے حضور ﷺ کا غم کیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرے ساتھ خدا ہے، فرمایا...... ان اللّٰہ معنا...... ابوبکر خدا میرے بھی ساتھ ہے اور تیرے بھی ساتھ ہے، تو یہ باریک نکتہ ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صداقت وعظمت پر۔

غار میں حفاظت:

اس کے آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... فانزل اللّٰہ سکینتہٗ...... اللہ تعالیٰ نے سکون اتارا، یعنی دشمن تو اوپر آچکا ہے اور نیچے غار میں ابوبکرؓ اور نبوت ﷺ ہیں اور جناب دشمن ابھی قتل کردے گا، لیکن قرآن کیا کہتا ہے...... فانزل اللّٰہ سکینتہٗ...... کہ غار میں بیٹھے ہوئے نبی اور ابوبکرؓ کو ہم نے سکون دیا...... وایدہ بجنود...... اور فرشتوں کا ایک لشکر غار پر پہرے دار بنادیا...... وایدہ بجنودٍ لم تروھا...... ایسا لشکر جس کو نبی ﷺ نہیں دیکھ سکتے تھے، ابوبکرؓ نہیں دیکھ سکتے تھے...... بجنودٍ لم تروھا...... اور قرآن کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ لشکر بھی اور ابوبکرؓ کی حفاظت کے لئے بھیجا۔

میرے بھائیو! یہ ہے قرآن کی وہ آیت جس آیت کی روشنی میں چند باتیں عرض کروں گا، تو میں نے بڑے اختصار کے ساتھ آیت کا ترجمہ آپ کو سنادیا۔ اب میں یہ واقعہ عرض کرتا ہوں تاکہ آپ کو پتہ چلے کہ قرآن نے ابوبکرؓ کی شان کو کتنے چاند لگائے ہیں؟ سیدنا صدیق اکبرؓ کو کتنا اونچا مرتبہ عطا کیا۔

ہجرت کی رات کو فیصلے:

میرے دوستو! حضور ﷺ نے صدیقؓ پر اعتماد کا اظہار کیا۔ ایک آدمی کہنے لگا اعتماد کا اچھا اظہار کہ بستر تو حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو دے دیا جس کو بستر ملے جس کو نبی ﷺ کا سامان ملے جس کو لوگوں کی امانتیں ملیں اس کو تم کہتے ہو کہ وہ چوتھے نمبر پر جس کو نبی کا سامان مل گیا نبی کا بستر مل گیا اس کو تو پہلا خلیفہ ہونا چاہئے میں نے کہا کہ جس کو بستر ملا اگر وہ خلیفہ ہے تو وہ کون ہے جس کو بستر والا ملا، ایک کو بستر ملا ایک کو بستر والا ملا، ہجرت کی رات نے بڑے فیصلے کئے ہیں ہجرت کی رات ہم دیکھتے ہیں کہ رات ایک ہے اور اس رات میں ایک

آدمی سوتا رہا اور دوسرا آدمی جاگتا رہا۔ ایک آرام کرتا ہے دوسرا نبی ﷺ کے ساتھ چلتا رہا، ایک آدمی آرام کرتا رہا دوسرا پہاڑوں کی چڑھائی چڑھتا رہا، ایک آرام کرتا رہا دوسرا پتھروں پر چڑھتا رہا، ایک آرام کرتا رہا دوسرا غار میں اترتا رہا، ایک بستر کے مزے لوٹتا رہا، دوسرا بستر والے کے مزے لوٹتا رہا۔

میرے دوستو! ہجرت کی ایک رات ہے اس میں سردار لوگ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے کے لئے تیار کھڑے ہیں اور آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ ہجرت کا یہ واقعہ جس میں نبی ﷺ نے ہجرت فرمائی ہے بعد میں پیش آیا اور معراج کا واقعہ پہلے پیش آیا۔ معراج کے ایک سال کے بعد ہجرت ہوئی یہ معراج پہلے کیوں ہوا؟ معراج نبی ﷺ کو پہلے کیوں کرایا گیا؟ ہجرت بعد میں کیوں کرائی گئی۔ معراج کا سفر مسلمانوں کا سفر تھا ایک آسمانوں میں نبی ﷺ کے ساتھ گیا ایک مدینے میں نبی ﷺ کے ساتھ گیا۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دکھلانا تھا او لوگو! نبی ﷺ کے اس سفر کو بھی دیکھو اور نبی ﷺ کے اس سفر کو بھی دیکھو!

نبی ﷺ کے اس سفر کے ساتھی کو دیکھو
نبی ﷺ کے اس سفر کے ساتھی کو بھی دیکھو
اس سفر کے ساتھی کی وفا کو بھی دیکھو
اس سفر کے ساتھی کی وفا کو بھی دیکھو
نبی ﷺ کے اس رفیق جبرائیل کو بھی دیکھو
نبی ﷺ کے اس رفیق صدیقؓ کو بھی دیکھو
اس کی رفاقت کو بھی دیکھو
اس کی رفاقت کو بھی دیکھو
اس کی یاری کو بھی دیکھو
اس کی یاری کو بھی دیکھو
اس کی اداؤں کو بھی دیکھو
اس کی اداؤں کو بھی دیکھو

اس کی ادا موڑ پر ختم ہوگئی
اس کی ادا قبر تک جاری رہی ہے
اپنی اپنی ادا ہے اپنی اپنی وفا ہے۔

دنیا کے لوگو! جبرائیلؑ اور ابوبکرؓ میں بڑا فرق ہے۔ راتیں دو ہیں ایک معراج کی رات، ایک ہجرت کی رات اور رفیق نبی ﷺ کے دو ہیں ایک رفیق وہ ہے جو فرشتوں کا سردار ہے، ایک رفیق وہ ہے جو نبیوں کے بعد تمام انسانوں کا سردار ہے۔

مرتبہ نبی ﷺ نے کھول دیا کہ جو معراج کی رات نبی ﷺ کا ساتھی بنا وہ نبی ﷺ کو جگانے آیا اور جو ہجرت کی رات نبی ﷺ کا ساتھی بنا اس کو نبی ﷺ جگانے آیا۔ فرق ہے یا نہیں۔

اور معراج کی رات جب سواری کی ضرورت ہوئی تو جبرائیلؑ براق لایا لیکن ہجرت کے سفر میں جب سواری کی ضرورت پڑی تو ابوبکر براق لینے نہیں گیا خود محمد ﷺ کی سواری بن گیا اور صدیقؓ نے اس رات دنیا کو فیصلہ سنا دیا تھا کہ پیغمبر ﷺ میرے کاندھوں پر سوار ہوتا ہے اور جس کندھے پر اور جس سواری پر پیغمبر ﷺ سوار ہو جائے بھلا وہ بھی کسی سے پیچھے رہی ہے۔ لوگو! سواریوں کے فیصلے تو نبی ﷺ نے بچپن میں کر دیئے تھے۔ جب مائی حلیمہ کی سواری پر نبی ﷺ سوار ہوتا ہے وہ سواری پیچھے نہیں رہا کرتی نبی ﷺ صدیقؓ کے کندھوں پر سوار ہوتا ہے اور صدیقؓ بھی سب سے آگے نکل گیا۔

راتیں دو ہیں، رفیق دو ہیں، وفائیں دو ہیں، ادائیں دو ہیں، الفت دو کی ہے۔ ایک موڑ کی یاری ہوتی ہے ایک توڑ کی یاری ہوتی ہے۔ عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کہتے ہیں کہ موڑ پر جبرائیلؑ پہنچا تو موڑ پر کہا کہ

اگر موئے یکسر برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

ایک پر بھی اوپر اٹھتا ہوں تو اللہ کی تجلی میرے پروں کو جلا دیتی ہے یعنی جبرائیلؑ ایسا ساتھی ہے کہ موڑ پر اپنے پروں کو بچانے کے لئے پیچھے ہٹ گیا۔ حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت اس جگہ ہوتا صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ اس کے پر نہیں جسم بھی جل جاتا تو محمد ﷺ کا ساتھ کبھی نہ چھوڑتا یہ صدیقؓ کی وفا تھی۔

صدیق رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ سے وفائیں

میرے دوستو! صدیقؓ نے یاری نبی ﷺ سے نبھائی ہے اور اس ہجرت کے رفیق کی وفاؤں کو دیکھو کہ جبرائیلؑ تو موڑ پر نبی ﷺ کا ساتھ چھوڑ گیا اور نبی ﷺ کو تنہا چھوڑ دیا۔

لیکن صدیقؓ نے تو نبی ﷺ کو کبھی تنہا نہ چھوڑا، دیکھو لوگو! صدیق نبی ﷺ کو کیسے تنہا چھوڑتا، پیغمبر ﷺ مکہ کی گلیوں میں، صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ ہے......

نبی پتھر کھا رہا ہے، صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ ہے......

نبی ﷺ کا چہرہ زخمی ہے، صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ ہے......

پہاڑ کی چوٹی پر ہے صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ ہے......

نبی ﷺ غار میں اترتا ہے، صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ ہے......

پیغمبر ﷺ اُم معبد کے خیمہ میں جاتا ہے، صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ ہے......

نبی ﷺ دودھ دوہتا ہے، صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ ہے......

پیغمبر ﷺ سواری پر سوار ہے، صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ ہے......

پیغمبر ﷺ ابوایوبؓ کی جھونپڑی میں ہے، صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ ہے......

نبی ﷺ بدر میں صدیقؓ بدر میں......

نبی ﷺ اُحد میں صدیقؓ اُحد میں......

نبی ﷺ خیبر میں صدیقؓ خیبر میں......

نبی ﷺ خندق میں صدیقؓ خندق میں......

نبی ﷺ تبوک میں صدیقؓ تبوک میں......

نبی ﷺ صلح حدیبیہ میں صدیقؓ صلح حدیبیہ میں......

پیغمبر ﷺ فتح مکہ میں صدیقؓ فتح مکہ میں......

نبی ﷺ مزدلفہ میں صدیقؓ مزدلفہ میں......

نبی ﷺ عمرہ میں صدیقؓ عمرہ میں......

نبی ﷺ حج پہ صدیقؓ حج پہ......

نبی ﷺ مسکرانے میں صدیقؓ مسکرانے میں......

پیغمبر ﷺ رشتہ لینے میں صدیقؓ رشتہ دینے میں۔

چودہ سو سال ہو گئے صدیقؓ قبر میں آج بھی محمد ﷺ کے ساتھ ہے......

تم کہتے ہو کہ بستر علیؓ کو دیا فرمایا اے علیؓ! یہ میرا بستر ہے اس پر تو نے سونا ہے انیس سردار تلواریں لے کر باہر کھڑے ہیں نبی ﷺ کو شہید کرنے کا پروگرام ہے پیغمبر ﷺ اندر ہے دشمن باہر ہے۔

ایک بات توجہ سے ذہن میں رکھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے اپنے بستر پر لٹایا نبی ﷺ کے شبہ میں حضرت علیؓ کو شہید بھی کیا جا سکتا تھا ٹھیک ہے نا۔ اگر علی نے نبی کے بعد پہلا خلیفہ بننا ہوتا تو جس کو شہید کئے جانے کا شبہ تھا اس کو نبی ﷺ شبہ میں شہید کئے جانے کے لئے سلا کر جاتے کہ میرے شبہ میں بے شک شہید کر دیا جائے اور جس نے خلیفہ بعد میں بننا تھا اس کو نبی مکہ میں چھوڑ نہیں گئے بلکہ ساتھ لے گئے تا کہ میرے ساتھ رہے؟

میرے دوستو! حضرت علیؓ سے فرمایا میرے بستر پہ لیٹ جاؤ۔ حضرت علیؓ بستر پر لیٹ گئے۔ اب ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے علیؓ تو بستر پر لیٹ گئے نبی ﷺ تلواروں کے نیچے سے گزرنا چاہتے ہیں۔ اکیلا کیا یہ بات بظاہر حضرت علیؓ کی غیرت کے خلاف نہ تھی کہ انیس تلواریں چمک رہی ہیں اور نبی ﷺ سے کہہ دیا ٹھیک ہے میں سوتا ہوں آپ چلے جائیں۔ پیغمبر ﷺ کو تنہا چھوڑ دیا کہ نبی ﷺ اکیلے ہی تلواروں کے نیچے سے گزر جائیں کوئی پرواہ نہیں۔

حضرت علیؓ کو چاہئے تھا یہ کہتے اے پیغمبر! جہاں آپ نے جانا ہے میں آپ کو چھوڑ آتا ہوں بعد میں آ کر سو جاؤں گا۔ بظاہر یہ بات حضرت علیؓ کی غیرت کے خلاف تھی کہ نبی ﷺ کو تنہا چھوڑ دیا...... لیکن اللہ کی مشیت میں یہ بات تھی کہ علیؓ بستر پر لیٹ جائے اور نبی ﷺ اکیلا ہی گزر جائے کیوں؟ اللہ کو پتہ تھا کہ اگر آج کی رات علی نبی کے ساتھ ہوا تو چودھویں صدی کا ملنگ یہ کہتا کہ علی نبی کا مشکل کشا تھا جبھی تو علی نے مشکروں کا مقابلہ کر کے نبی ﷺ کو تلواروں سے بچایا تھا۔

یہ فیصلہ بھی اللہ تعالی نے ہجرت کی رات حل کر دیا کہ اے نبی ﷺ حضرت علیؓ کو بستر پر سلا دو اور خود تلواروں کے نیچے سے گزر جاؤ تا کہ چودھویں صدی کے ذاکر، ملنگ کو پتہ

چل جائے کہ مشکل کشا نہ علیؓ ہے، نہ نبی ﷺ ہے بلکہ مشکل کشا وہ اللہ ہے جو علیؓ کو بستر پر سلا کر بچاتا ہے اور نبی ﷺ کو دشمنوں کی تلواروں کے نیچے سے بچاتا ہے۔

رات ایک ہے آدمی دو ہیں
ایک علی ہے ایک صدیق ہے
ایک سویا ہے ایک جاگتا ہے
سونے والے سے پوچھو تو سویا کیوں؟
جاگنے والے سے پوچھو تو جاگا کیوں؟
ایک سے سونے کا راز معلوم کرو ایک سے جاگنے کا راز معلوم کرو۔ خلافت کا مسئلہ آج ہی حل ہو جاتا ہے۔

علیؓ سوتا رہا، صدیقؓ جاگتا رہا، علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ اس لئے سو گیا کہ میرے پاس امانتیں تھیں لوگوں کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا علی یہ امانت ہے یہ کپڑا ہے، یہ جو کی بوری ہے، یہ ستو کا توڑا ہے، یہ چاندی کی بالی ہے، یہ کچھ برتن ہیں، یہ کچھ زیورات ہیں، لوگوں نے مجھے امانت دی ہے۔ اے علیؓ! یہ امانتیں اپنے پاس رکھو اور صبح کو یہ امانتیں لوگوں کو واپس دے دینا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ امانتیں جو نبی ﷺ نے مجھے دی تھیں یہ امانتیں بہت سستی تھیں، اتنی ان کی قیمت نہ تھی۔ اس لئے میں بے فکر ہو کر سو گیا۔ میں یہاں کسی مولوی کے پاس آؤں میں مولانا سے یہ کہوں جناب یہ ایک لاکھ روپیہ امانت کے طور پر رکھ لیں میں دوسرے دن آپ سے جاتا ہوا لے لوں گا۔

مولانا فرمائیں گے جناب اتنی بڑی رقم میں کبھی گھر میں نہیں رکھ سکتا اور جب میں یہ امانت ان کو زور دے کر دے دوں گا تو یہ امانت اپنے گھر لے جائیں گے اور گھر کے اندر پیٹی کھول کر اس کے نیچے برتن اٹھا کر اس کے نیچے پیسے رکھیں گے پھر برتن رکھیں گے، پھر پیٹی کو بند کر کے اس کو تالہ لگائیں گے پھر بھی نہ ان کو نیند آئے نہ ان کی گھر والی کو، کیوں...... اس لئے کہ امانت بڑی مہنگی ہوتی ہے تو نیند نہیں آیا کرتی۔

حضرت علیؓ نے فرمایا اے دنیا کے لوگو! میں اس لئے سو گیا تھا کہ جو امانتیں نبی نے مجھے دی تھیں ان کی قیمت زیادہ نہ تھی۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ مجھے نیند اس لئے نہ آئی

کہ جو امانت میری گود میں تھی اس کی قیمت ہی بہت زیادہ تھی، یعنی وہ تو بے مثال دولت تھی۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کعبہ میں پیدا ہوئے اس لئے ان کی فضیلت زیادہ ہے۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ پر ایک نظر:

اور میں کہتا ہوں کہ تم کعبہ کی بات کرتے ہو میرے مرشد میرے بزرگ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے لکھا کہ کعبہ سے زیادہ فضیلت اس جگہ کی ہے کہ جس جگہ آج بھی رسول اللہ ﷺ موجود ہیں۔ کعبہ سے زیادہ اس جگہ کی فضیلت ہے جس جگہ پر نبی ﷺ ہے کیوں؟ اس لئے کہ خانہ کعبہ میں خدا رہتا نہیں ہے یہ کہنا کہ خدا کعبہ میں رہتا ہے یہ کہنا کفر ہے کیونکہ رہتا وہ ہے جو محدود ہو کسی جگہ پر، خدا لامحدود ہے بیشک لامحدود ہے اس لئے یہ کہنا کہ وہ رہتا ہے یہ غلط ہے کعبہ کی فضیلت کیوں ہے؟ اس لئے کہ اس پر خدا کی تجلی ہے خدا کی تجلی کعبہ پر اس کا مرتبہ بلند اور کعبہ سے بھی زیادہ تجلی اس جگہ پر ہے جہاں آمنہ کا لال ہے۔ سبحان اللہ جہاں رسول اللہ ﷺ موجود ہیں۔ وہاں اللہ کی تجلی کعبہ سے بھی زیادہ ہے۔

اور مولانا نانوتوی نے آب حیات میں کتنی خوبصورت بات لکھی، کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی روح کو قبض کیا۔ قبض کر کے اعلیٰ علیین میں لے گئے اور بعد میں لوٹا دیا نبی ﷺ کے جسم میں روح آگئی حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ اللہ نے نبی کی روح کو قبض کر کے عرش پہ لے جانے کے بعد لوٹایا اس لئے کہ عرش پہ کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جو نبی ﷺ کی روح کے لائق ہو اور نبی کی روح کے لائق وہی جگہ تھی جو نبی ﷺ کا جسم تھا جو نبی ﷺ کا جسم تھا وہی نبی کی روح کے لائق تھا چنانچہ روح کو قبض کرنے کے بعد اسی جگہ روح لوٹا دیا...... **الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون......**

اسی لئے کہتے ہیں کہ نبی کے جسم میں نبی کی روح ہے۔ اس لئے کہ خدا کی تجلی کعبہ سے بھی زیادہ نبی کے وجود پر ہے نبی کے جسد اطہر پہ ہے۔ نبی ﷺ کے روضہ اقدس پر پیغمبر کے وجود پر ہے۔

جہاں نبی ﷺ موجود ہے وہاں کعبہ سے بھی زیادہ نور کی تجلی ہے تو جہاں کعبہ سے زیادہ خدا کی تجلی ہو میرا صدیقؓ تو وہیں ہے میرا فاروق اعظمؓ تو وہیں ہے، ہے یا نہیں؟ تو

حضرت علیؓ کعبہ میں پیدا ہوئے حضرت علیؓ کے پیدائش کا واقعہ تو دو گھنٹے کا ہے جبکہ آج تک صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ ہے یہ تو لا محدود ساعتیں ہیں۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا خلیفہ:

اور میں آخر میں کہنا چاہتا ہوں کہ

دیکھئے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کا نام ہے آدم، اور رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کا نام ہے ابو بکر رضی اللہ عنہ، تو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ بنانے میں اور آپ ﷺ کے خلیفہ بنانے میں بڑی مشابہت ہے بالکل اسی طرح اللہ کے خلیفہ کے منکر میں اور نبی کے خلیفہ کے منکر میں بھی بڑی مشابہت ہے۔

آپ اس گہرائی تک بے شک نہ جائیں، لیکن آپ یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا کہ......

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً......

کہ زمین میں میں اپنا خلیفہ بناؤں گا تو آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنا دیا یہ اعلان خدا کا کافی تھا۔

اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو آگے کر دیا اور فرشتوں سے کہا اس کے پیچھے سجدہ کرو یعنی خلافت منوانے کا اللہ نے طریقہ بھی بتا دیا کہ جس کو خلافت منوائی جاتی ہے۔ اسے پیچھے کیا جاتا ہے جس کی خلافت مانی ہے اس کو آگے کیا جاتا ہے۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کی بات ہے، تو جب رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کے انتخاب کا وقت آیا تو حضور ﷺ نے بھی اللہ تعالیٰ کے انتخاب کی سنت کو پورا کیا اور ابو بکرؓ کو آگے کر دیا اور پوری امت کو کہا کہ پیچھے نماز پڑھو جو طریقہ اللہ نے اختیار کیا وہی طریقہ رسول اللہ ﷺ نے اختیار کیا اور اب آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب فرشتے تھے۔ عبودیت میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے زیادہ قریبی کو خلیفہ نہیں بنایا اور خلافت میں قریبی کو نہیں دیکھا تو حضور ﷺ کے بھی رشتہ داری میں زیادہ قریب حضرت علیؓ تھے، تو حضور ﷺ نے بھی زیادہ قریبی کو نہیں دیکھا، صلاحیت کو دیکھا تو آپس میں بڑی مشابہت ہے تو میں نے کہا بالکل اسی طرح اللہ

تعالیٰ کے خلیفہ کا جس نے انکار کیا وہ بھی ش سے شروع ہوا اور نبی ﷺ کے خلیفہ کا جس نے انکار کیا وہ بھی ش سے شروع ہوا۔ جس نے اللہ کے خلیفہ کا انکار کیا اس کو دنیا میں ایک سزا ملی اور جس نے نبی ﷺ کے خلیفہ کا انکار کیا اس کو دنیا میں دو سزائیں ملیں۔ جس نے اللہ کے خلیفہ کا انکار کیا اس کو دنیا میں یہ سزا ملی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کو پتھر مارو۔ حاجی لوگ جا کر اس کو پتھر مارتے ہیں کس جرم میں مارتے ہیں اس جرم میں کہ اس نے اللہ کے خلیفہ کا انکار کیا تو جس نے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کا انکار کیا اسے سزا ملی پتھروں کی اور جس نے نبی ﷺ کے خلیفہ کا انکار کیا اس کو سزا ملی چھریوں کی تو اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کا جس نے انکار کیا اس کو سزا ملی رہی ہے پتھروں کی اور پتھر لوگ مار رہے ہیں ہر سال حاجی جاتے ہیں تو ایک حاجی ۲۱ کنکریاں مارے اور ۲۶ لاکھ حاجی کنکریاں ماریں تو شیطان کے حصے میں بہت سارے پتھر آگئے کس جرم میں کہ اللہ کے خلیفہ کا انکار کیا۔ تو جس نے نبی ﷺ کے خلیفہ کا انکار کیا اس کو سزا ملی چھریوں کی تو اب پتھر تو آپ مار رہے ہیں، لیکن اگر چھریاں آپ ماریں آپ پر تو پرچہ ہو جائے گا۔ آپ تو جیل میں چلے جائیں گے۔ سپاہ صحابہ والوں پر تو پہلے بھی بہت پرچے ہیں۔ تو اس کا طریقہ کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں میں نے ایسا انتظام کیا ہے کہ چھریاں بھی ان کی اپنی ہوں گی سینہ بھی ان کا اپنا ہوگا تو ماریں گے، اللہ نے فرمایا میں نے ایسا انتظام کیا ہے کہ یہ خود درخواست لکھیں گے بخدمت جناب ڈپٹی کمشنر صاحب ہم نے دس محرم کو فلاں چوک فلاں جگہ پر اپنے آپ کو چھریاں مارنی ہیں لہٰذا ہمیں باقاعدہ اجازت دی جائے اور نہ صرف اجازت بلکہ ہمیں خطرہ ہے کہ لوگ چھریوں کو روک نہ دیں اس لئے پولیس کا پہرہ لگایا جائے، چنانچہ آپ نے دیکھا کہ ساری پولیس محرم کے لئے حرکت میں آرہی ہے۔ میٹنگیں ہوتی ہیں۔ امن کمیٹیاں بن رہی ہیں۔ حکومت کمشنروں اور ڈی آئی جی کو ایک لیٹر جاری کر رہی ہے کہ جناب محرم کو امن سے گزارا جائے، مطلب ہے کہ ان کو چھریاں مارنے میں کوئی دقت پیدا نہ ہو۔ یہ چھریاں ٹھیک ٹھاک اپنے نشانے پر لگالیں اور پھر چھریاں دیکھو بھائی اپنی ٹانگوں پر بھی ماری جاسکتی ہیں۔ منہ پر بھی ماری جاسکتی ہیں، لیکن نہ ٹانگوں پر نہ منہ پر تو اللہ نے فرمایا کہ یہ چھریاں سینے پر پڑیں گی، اس لئے کہ اسی سینے میں ابوبکرؓ اور عمرؓ کا بغض ہے تو

چھریاں بھی یہاں پڑ رہی ہیں تو اب دیکھو باقاعدہ اجازت مل رہی ہے، میں نے دیکھا کہ جن جن علماء سے خطرہ تھا وہ چھریوں سے روک دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کا داخلہ بھی بند کرا رہا ہے یہ داخلے کیوں بند ہوتے ہیں تا کہ ان کو چھریوں سے کوئی نہ روکے اور اب آپ دیکھیں کہ ان کو ایک سزا ملی یہ چھریوں کی اور دوسری سزا ان کو ملی کہ کالے کپڑے پہننے پڑے تو آپ یہ کہیں گے کہ فاروقی صاحب یہ کالے کپڑے کونسی سزا ہے۔ کسی نے سفید پہن لئے کسی نے کالے پہن لئے یہ کوئی سزا ہے؟ آپ یہ کہہ سکتے ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ سزا ہے، اس لئے کہ شیعوں کی کتابوں میں لکھا ہے...... **انہ لباس فرعون**...... کہ فرعون کا بھی یہی لباس تھا اور...... **ھذالباس اھل النار** ...... یہ دوزخیوں کا لباس بھی ہے تو اب لوگ کہیں گے کہ چلو جب مریں گے تو جہنم میں جائیں گے تو اگر آج کسی نے کالے کپڑے پہن لئے تو اس میں کیا حرج ہے تو یہ بات یوں سمجھیں...... آپ مجھ سے پوچھیں کہ فاروقی صاحب صبح کو آپ نے کہاں جانا ہے تو میں کہوں کہ میں نے صبح ۹ بجے تک ملتان پہنچنا ہے تو آپ کہیں گے کہ یہ تو نہیں ہو سکتا رات ۲ بجے تک تم تقریر کرتے رہے اور صبح ۹ بجے ملتان کیسے پہنچیں گے، لیکن اگر آپ صبح میرے پاس آئیں تو میں ساڑھے پانچ چھ بجے بریف کیس ہاتھ میں لے کر غسل کر کے اور کپڑے تبدیل کر کے تیار ہو کر بیٹھا ہوں تو آپ کہیں گے کہ پہلے شک تھا جائے گا یا نہیں جائے گا لیکن اب تو یقین ہو گیا ہے کہ یہ ضرور جائے گا۔ اس لئے جہنم میں تو انہوں نے جانا ہے پتہ نہیں کب جانا ہے اب یہ کالے کپڑے پہن کر بیٹھ گئے تو یقین ہو گیا کہ یہ جا رہے ہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن

......☆......

نبی و صدیقؓ کا سفر ہجرت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا مُشِيْرَ لَهٗ وَلَا مُعِيْنَ لَهٗ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ اَلْمَبْعُوْثُ اِلٰى كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا.

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِىْ كَلَامِهِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِىَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا.

صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ النَّبِىُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

چاند یثرب کا نہ جب تک میرے دل میں چمکا
دل و جان مطلع انوار نہ ہونے پائے
رب نے محبوب سے پردے میں جو باتیں کیں
جبرائیل بھی ان سے خبردار نہ ہونے پائے
شافع محشر شفاعت کے لئے آ بھی پہنچے
ہم ابھی سے بیدار نہ ہونے پائے
مجھ سے ناخوش ہے زمانہ تو کوئی بات نہیں
مجھ سے ناراض میری سرکار نہ ہونے پائے

میرے واجب الاحترام جھنگ کے غیور نوجوانو اور دوستو! اس سے قبل بھی آپ کے اس جھنگ میں حاضری کا اتفاق ہوتا رہتا ہے۔ ابھی پچھلے دنوں ۱۰ محرم کے دن بھی احرار پارک میں حضرت سیدنا حسینؓ کے فضائل ومناقب کے سلسلے میں مجھے یہاں آنے کا موقع ملا اور آج پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ میرے دوستو! ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہمارا تعلق ابوبکرؓ کے ساتھ ہے، ہمارا تعلق عمرؓ کے ساتھ ہے، عثمانؓ کے ساتھ ہے، علیؓ کے ساتھ ہے، معاویہؓ کے ساتھ ہے، حسنینؓ کے ساتھ ہے۔

صحابہؓ کی عظمت نسبت پیغمبرؐ کی وجہ سے

صحابہ کرام کو جو عظمت حاصل ہے اور ہم صحابہ کی عظمت کو نہیں سمجھتے۔ بات تو ہم کرتے ہیں کہ صحابہ کا مقام بہت اونچا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ یہ جو صحابہؓ کو اتنا اونچا مقام ملا ہے کیوں ملا ہے؟ جنت میں صحابہؓ گئے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ جنگ احد میں گئے، صحابہ کرامؓ کی عظمت اس وجہ سے نہیں ہے کہ حضورؐ کے ساتھ 27 جنگوں میں گئے۔ صحابہؓ کی عظمت اس وجہ سے بھی نہیں ہے کہ صحابہ کرامؓ مکے میں رہے یا مدینے میں رہے یا پیغمبرؐ کے ساتھ جنگوں میں گئے نہیں صحابہ کی عظمت صرف اس وجہ سے ہے کہ صحابہؓ کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔

اس مسجد کو بنے ہوئے پچاس سال ہو گئے ہوں گے آج سے 50 سال پہلے اس جگہ پر جہاں آج مسجد ہے۔ عام آدمی جوتا پہن کر گزر سکتا تھا۔ لیکن اب یہاں جوتا کوئی آدمی نہیں پہن سکتا اور اس سے پہلے ایک وقت آیا تھا کہ جوتوں سمیت یہاں آیا کرتے تھے اور اب ایک وقت ایسا ہے کہ میں بے شک یہاں تقریر کرنے کے لئے آیا ہوں۔ مجھے بھی جوتا وہاں اتارنا پڑا۔ اور آپ کو بھی اتارنا پڑا اور کوئی قطب آئے تو وہ بھی جوتا اتار کر آئے کیوں؟ اس لئے کہ اس جگہ کی نسبت 50 سال سے پہلے کسی کے ساتھ نہیں تھی۔ آپ جوتا لا سکتے تھے۔ اب اس کی نسبت خدا کے گھر کے ساتھ ہے۔ اب مولوی بھی جوتا نہیں لا سکتا۔ اس لئے کہ نسبت بدل گئی ہے۔

اگر ابوبکرؓ صرف ابوبکرؓ ہوتا تو آپ اس کو برا کہہ دیتے جب سے ابوبکرؓ کی نسبت نبوت کے ساتھ ہو گئی ہے۔ قطب اور اولیاء کو بھی ابوبکرؓ کی عزت کرنی پڑے گی۔ جب تک

نسبت نہیں بدلی آپ مسجد میں جوتوں سمیت آجائیں اور جب نسبت بدل جاتی ہے۔ جب اللہ کے گھر کے ساتھ نسبت ہو جائے۔ تو مولوی بھی جوتا اتار کر مسجد میں آنے گا۔ ابوبکرؓ کی نسبت جب نہیں بدلی تھی۔

ابوبکرؓ جب ابوبکر تھا۔ عمر جب عمر تھا، عثمان جب عثمان تھا، علی جب علی تھا۔ آپ ان کو جو مرضی کہتے۔ لیکن ابوبکرؓ جب نبیؐ کے ساتھ مل کر صدیق اکبر بن گیا، عمرؓ جب نبیؐ کے ساتھ مل کر فاروق اعظم بن گیا، عثمان جب نبیؐ کے ساتھ مل کر ذوالنورین بن گیا۔ علی جب نبیؐ کے ساتھ مل کر اسد اللہ الغالب بن گیا۔ حنظلہ جب نبیؐ کے ساتھ مل کر غسیل الملائکہ بن گیا۔ اب عباس جب نبیؐ کے ساتھ مل کر مفسر قرآن بن گیا۔ عبداللہ ابن مسعود جب نبیؐ کے ساتھ مل کر محدث بن گیا۔ بلال حبشیؓ جب نبیؐ کے ساتھ مل کر جنت کا وارث بن گیا۔ تو اب دنیا کے کسی آدمی کو صحابہؓ کی توہین کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے کہ صحابہؓ کی نسبت بدل گئی ہے۔

اب اگر نسبت بدلنے کے بعد صحابہ کو برا کہو گے تو یہ برا صحابہ کو نہیں کہا جائے گا۔ یہ برائی پیغمبر کے لئے ہو جائے گی۔ پیغمبر کو برا کہنا ہو جائیگا۔

اس لئے جب نسبت نبیؐ کے ساتھ ہو گئی۔ تو اب ان کو برا کہنے سے نبی کی عظمت پر داغ لگے گا۔ اور پیغمبرؐ پر انگلی اٹھانے والا مسلمان نہیں ہے۔

رسول اللہؐ کے شہر سے نسبت

فیصل آباد میں ایک آدمی آیا لوگ اس کے ہاتھ چومنے لگے، ایک آدمی نے پاؤں پکڑ لیا۔ ہم بھی وہاں موجود تھے۔ میں نے اس سے کہا کہ جس کے تم ہاتھ چومتے ہو یہ کون ہے؟ اس نے کہا یہ وہ مولوی صاحب ہیں جو تین سال پہلے مدینہ منورہ گئے تھے اور مدینہ کی مدینہ یونیورسٹی میں پڑھتا ہے تو پھر کیا ہے؟ اس آدمی نے کہا کہ تجھے حضورؐ کا ادب نہیں ہے؟ وہ مسئلہ سمجھ گیا آدمی، اس نے کہا کہ تمہیں حضورؐ کا ادب نہیں ہے؟ میں نے کہا کہ ادب ہے اس نے کہا کہ حضور ﷺ مدینے میں موجود ہیں اور جو مدینے میں پڑھ کر آئے اس کا ادب ہونا چاہئے۔

ایک آدمی صحابہ کا دشمن تھا۔ وہ بھی اس کو سلام کر رہا تھا۔ میں نے اس کو مسئلہ سمجھانے کے لئے کہا، میں نے کہا اس کی عزت کرتے ہو۔ اس نے کہا بالکل اس لئے کہ یہ

مدینے سے آیا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے یہ بتاؤ مدینہ میں کہاں پڑھتا ہے۔ جواب دیا کہ مدینہ یونیورسٹی میں پڑھتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے مدینہ یونیورسٹی اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے اور وہ یونیورسٹی روضہ رسولؐ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے اور اس یونیورسٹی میں حضور بھی موجود نہیں ہیں۔ حضور بھی نہیں پڑھاتے۔ حضور بھی خود درس نہیں دیتے اور یہ جو طالب علم ہے جس کے تم ہاتھ چومتے ہو۔ یہ حضورؐ کا براہ راست شاگرد بھی نہیں ہے۔ اس نے حضورؐ سے پڑھا بھی نہیں ہے۔

میں نے کہا چودہ سو سال کے بعد وہ مدینہ یونیورسٹی جہاں کا استاد نبی نہیں ہے۔ جہاں استاد نبی نہیں ہے...... جہاں کا استاد پیغمبر نہیں ہے...... اس مدینہ یونیورسٹی میں چودہ سو سال کے بعد آدمی چلا جائے، حالانکہ وہ پیغمبرؐ کے روضے سے بھی دور ہے، اس کے ہاتھ چومتے ہو اور جن ایک لاکھ چوالیس ہزار شاگردوں کو جنہوں نے محمدی یونیورسٹی میں پیغمبرؐ کے سامنے بیٹھ کر علم حاصل کیا ان شاگردوں کا حال کتنا بلند ہوگا؟ ان کی عظمت کیا ہوگی؟ بات تو نسبت کی ہے۔ جب صحابہؓ کی نسبت نبیؐ کے ساتھ ہوگئی۔ تو ان کی کیا قدر و منزلت ہوگی۔

کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

جب آپ فیصل آباد سے آئیں جھنگ کی طرف تو راستے میں پہلی بڑی نہر آتی ہے۔ پھر چھوٹی نہر آتی ہے۔ آپ کو یہ معلوم ہے کہ یہ جو نہر ہے۔ یہ دریائے چناب سے نکل کر آئی ہے۔ مجھے بھی معلوم ہے۔ فلاں بڑی نہر فلاں جگہ سے نکلتی ہے۔ اگر آپ کو کوئی آدمی یہ بتائے کہ یہ جو دریائے چناب ہے اس دریائے چناب کا پانی پلید ہے اور پینا ٹھیک نہیں ہے۔ اس میں غلاظت ہے۔ اور چار پانچ دریاؤں اور نہروں سے ہو کر جو ندی آپ کے جھنگ میں آئے گی اس کا پانی پاک ہو سکتا ہے؟ (نہیں) جب دریا کا پانی پلید ہے۔ تو ندی کا پانی پاک نہیں ہو سکتا۔

اسلام کا ایک دریا مدینے سے چلا ہے۔ ایک سمندر ہے تاجدار مدینہ کا اس سمندر سے ایک سر نکلا ہے ابو بکرؓ کا ایک سر نکلا ہے عمرؓ کا ایک سر نکلا ہے عثمانؓ کا ایک سر نکلا علیؓ کا۔ ایک لاکھ چوالیس ہزار دریا نکلے ہیں۔ ان دریاؤں کا پانی کوئی ہندوستان میں پہنچا ہے۔ کوئی پاکستان میں پہنچا ہے۔ اگر وہ دریا مدینے والا پاک نہیں ہے۔ تو پھر یہ نہر اسلام والی کیسے پاک ہو سکتی ہے؟ بات تو دریا کی ہے۔ صحابہ والا دریا اگر پاک ہے تو اسلام والی نہر ٹھیک

ہے ورنہ ان کے پانی میں بھی شک پڑ جائے گا۔ صحابہ کا مقام بہت اونچا ہے۔

امامتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

لوگ آج ابوبکر کو برا کہتے ہیں۔ وہ ابوبکرؓ جس کے بارے میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یا عائشہؓ ..... اے عائشہ اپنے باپ ابوبکرؓ کو بلاؤ کہ وہ میرے مصلے پر آ کر نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا۔ جمع الفوائد ابن عساکر کی روایت ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ..... اِنَّ اَبَانِیْ قَدْ سَقِیْمْ ..... میرے باپ ابوبکرؓ بیمار ہیں۔ آپ عمرؓ کو کہہ دیں کہ عمر آ کر نماز پڑھائیں۔ حضورؐ نے فرمایا.....

یا عائشہ..... مروا ابو بکر فلیصل باالناس.

عائشہ ابوبکرؓ ہی کو بلاؤ کہ وہی آ کر میرے مصلے پر نماز پڑھائیں تین دفعہ جب حضورؐ نے فرمایا تو حضرت عائشہؓ نے تین دفعہ ایک ہی جواب دیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا..... عائشہ میں کیا کروں؟ یَابَی اللّٰہُ اِلَّا اَبَابَکْرٍ ..... اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ کے علاوہ اور کسی کو میرے مصلے پر کھڑا کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔

منکرینِ صدیقؓ کا سوال اور جوابِ علیؓ

حضرت علی المرتضیٰ کو لوگوں نے کوفہ کی جامع مسجد میں پکڑ لیا اور کہا کہ اے علیؓ..... آپ نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی؟ ابوبکر کو امام کیوں مانا؟ ابوبکرؓ کو خلیفہ کیوں مانا؟ ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں حضرت علیؓ کا جواب سنو حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ تم ابوبکرؓ کی امارت..... خلافت..... بیعت..... کا طعنہ دیتے ہو میں نے حضور کی زندگی میں دیکھا کہ ہم آپس میں خلافت کی باتیں کر رہے تھے۔ ہماری باتوں کے دوران ہماری بحث کے دوران ہماری گفتگو کے دوران تاجدارِ مدینہ نے فرمایا اولوگو! جاؤ ابوبکرؓ کو بلا کر لاؤ۔ وہ مسلمانوں کو آ کر جماعت کرائے۔ جب ہم نے دیکھا کہ اسلام کا سب سے بڑا فریضہ نماز ہے اور اسلام کے اس بڑے فریضے کے لئے، جب پیغمبرؐ نے ابوبکرؓ کو ہمارا قائد بنا دیا۔ اور حکومت تو دین کا دوسرا فریضہ ہے۔ جس دین کے فریضے کے لئے ابوبکرؓ کو نبیؐ نے ہمارا قائد بنا دیا اور حضور کی وفات کے بعد اسی ابوبکرؓ کو ہم نے دنیا کے لئے قائد بنا لیا۔ حضورؐ نے جس کو دین کے لئے

قائد بنایا۔ اس ابوبکرؓ کو ہم نے دنیا کے لئے قائد بنالیا۔ یہی بڑی عظمت کی بات ہے۔

نبیؐ و صدیقؓ کی امامت

میرے دوستو! وہی ابوبکر صدیقؓ ہے جس نے حضورؐ کی زندگی میں 17 نمازیں حضورؐ کے مصلے پر پڑھائیں۔ ان سترہ نمازوں میں پندرہ نمازیں ایسی ہیں کہ جو بلا واسطہ ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو پڑھائیں اور دو نمازیں ایسی ہیں کہ ابوبکرؓ مصلے پر کھڑے ہیں اور جماعت کرا رہے ہیں۔ اتنے میں حضورؐ تشریف لے آئے۔ حضورؐ کا اشارہ پا کر آپ کی آہٹ سن کر ابوبکرؓ اپنے مصلے پر پیچھے ہٹتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے ان کو مصلے پر ہی کھڑا رہنے کو کہتے ہیں۔ جب ابوبکرؓ زور سے پیچھے ہٹے حضورؐ نے اشارہ کر کے ابوبکرؓ کو اپنے ساتھ کھڑا کرلیا۔ تصور کریں کہ یہ مصلیٰ ہے یہاں مسلمانوں کی جماعت ہے۔ ابوبکر صدیقؓ اس مصلے پر کھڑے ہیں۔ حضورؐ تشریف لے آئے ہیں۔ جب اس مصلے کے قریب پہنچے تو ابوبکرؓ پیچھے ہٹنے لگے۔ حضورؐ نے روکا لیکن ابوبکرؓ جب پیچھے ہٹ گئے۔ تو حضورؐ نے ابوبکر صدیقؓ کو پیچھے لوگوں کے ساتھ کھڑا نہیں کیا۔ بلکہ اپنے ساتھ ہی مصلے پر کھڑا کرلیا۔ حضورؐ ابوبکرؓ کو جماعت کرا رہے ہیں اور ابوبکرؓ پوری امت کو جماعت کرا رہے ہیں۔ اور دنیا کو بتایا جا رہا ہے او لوگو! میری اقتداء ابوبکر کر رہا ہے اور ابوبکرؓ کی اقتداء پوری امت کر رہی ہے۔

مشکل کشا صرف خدا

کہتے ہیں کہ ہجرت والی رات حضرت علی بستر پر لیٹ گئے۔ بستر پر سونا آسان ہے۔ پہاڑوں پہ کندھے پر اٹھا کر چڑھنا مشکل ہے۔ حضورؐ گھر میں موجود ہیں۔ حضورؐ گھر میں تشریف فرما ہیں۔ علی المرتضیٰ بھی موجود ہیں۔ حاجیوں کو پتہ ہے کہ حضورؐ کا جہاں گھر تھا۔ وہ گھر جہاں بازار میں تھا۔ جہاں آج بہت بڑا مکتبہ، کتب خانہ بنا ہوا ہے اور درمیان میں خانہ کعبہ آتا ہے۔ خانہ کعبہ سے گزر کر آگے محلہ مصفلہ میں جا کر ابوبکرؓ کا مکان آتا ہے۔ اوپر والی جگہ پر حضورؐ کا مکان ہے اور علیؓ اندر موجود ہیں۔ باہر 19 سرداروں کی تلواریں چمک رہی ہیں۔ حضورؐ موجود ہیں علی المرتضیٰ موجود ہیں۔ حضورؐ کو معلوم ہوا کہ 19 سردار آج میرے قتل کے درپے ہیں۔

حضورؐ نے حضرت علی المرتضیٰ کو بلایا اور بلا کر کہا کہ علیؓ! یہ لوگوں کی امانتیں تیرے سپرد ہیں۔تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔علی کو بستر پر لٹا دیا۔اور خود ان تلواروں کے نیچے سے گزرنے کیلئے حضورؐ اکیلے ہی آ گئے۔

آج جو کہتا ہے کہ علی المرتضیٰ بستر پر لیٹ گئے اور حضور تلواروں کے نیچے سے اکیلے کیوں گزرے؟ علی ساتھ کیوں نہیں تھے اللہ تعالیٰ یہ مسئلہ سمجھانا چاہتے تھے کہ آج اگر تلواروں کے نیچے سے گزرنے کے لئے علی نبی کے ساتھ ہوتا تو رافضی کہتا کہ علی مشکل کشا ہے۔رافضی کہتے کہ علی وہ ہے جس نے نبی کو تلواروں سے بچایا ہے۔لیکن اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اے کملی والے! اپنے بستر پر علی کو لٹا دو اور تم اکیلے تلواروں سے گزر دو تا کہ دنیا کو پتہ چل جائے۔کہ مشکل کشا علی نہیں ہے۔مشکل کشا وہ ہے جو علی کو بستر پر بچاتا ہے اور نبی کو تلواروں کے نیچے سے بچاتا ہے۔

نبوت صدیق اکبرؓ کے دروازے پر

حضورؐ اپنے گھر سے باہر نکلے اپنے گھر سے نکل کر خانہ کعبہ کے راستے سے آئے علی بستر پر ہے۔علی کے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں اور حضورؐ خانہ کعبہ سے گزر کر ابو بکرؓ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔

ابن حجر کہتا ہے کہ خانہ کعبہ سے گزر کر حضورؐ گئے ابو بکرؓ کے گھر۔حضورؐ تو روزانہ خانہ کعبہ ہی میں آیا کرتے تھے۔آج خانہ کعبہ سے بھی گزر کر آگے چلے گئے۔اور ابو بکرؓ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔اور دروازہ کھٹکھٹانے سے پہلے اگر خدا چاہتا تو ابو بکر صدیق کو اتنا کہہ دیتا کہ میرا نبی آ رہا ہے۔دروازہ کھول کر رکھو لیکن اتنا نہیں کہا گیا تا کہ دنیا کو پتہ چلے کہ وہ دیکھو نبوت صداقت کے دروازے پر دروازہ کھٹکھٹا رہی ہے۔اور ابو بکر صدیقؓ کے گھر کا دروازہ ہے۔ابو بکر صدیقؓ آواز لگاتے ہیں۔

مَنْ دَقَّ الْبَابَ...... کون ہے دروازہ کھٹکھٹانے والا......؟

آواز آئی۔اَنَا مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ ...... میں محمد رسول اللہ ہوں۔

ابو بکر صدیقؓ نے جوتا نہیں پہنا۔اسی حالت میں آئے دروازہ کھولا اور فرمایا:

فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ......

میرے ماں باپ آپ کے قدموں پر قربان ہو جائیں۔

آپ مجھے حکم دیتے نوکر سر کے بل چل کر آ جاتا آپ میرے دروازے پر چل کر آ گئے ہیں۔ کملی والے نے فرمایا کہ ابو بکر! میں وہ پیغمبر ہوں جس کے دروازے پر قیصر چل کر آیا...... کسریٰ چل کر آیا...... نبیؑ چل کر آئے...... انبیاء چل کر آئے...... قطب چل کر آئے...... میں وہ ہوں جس کے دروازے پر جبرائیل چل کر آیا۔ لیکن اے ابو بکرؓ آج میں خود تیرے دروازے پر چل کر آیا ہوں۔ تا کہ دنیا کو پتہ چلے کہ آج پیغمبر اس کے دروازے پر چل کر گیا ہے کہ جس کو پیغمبرؐ کے بعد پہلا خلیفہ بننا ہے۔

دو راتیں دو رفیق

میرے دوستو! اسلام میں راتیں دو ہیں۔ ایک ہجرت والی رات ایک معراج والی رات اور قطرے بھی اسلام میں دو ہیں۔ ایک ہجرت والی رات کا رفیق ہے اور ایک معراج کی رات کا رفیق ہے۔ یاری دو قسم پر ہے۔ ایک توڑ کی یاری ایک موڑ کی یاری، معراج کی رات جو یار بنا وہ یار موڑ پر جا کر نبی کا ساتھ چھوڑ گیا اور ایک یاری ہجرت والی رات کی ہے۔ وہ موڑ کی نہیں ہے وہ توڑ کی ہے۔ اور وہ آج تک توڑ میں نبیؐ کے ساتھ سویا پڑا ہے۔ قرآن کہتا ہے۔

اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ ......

اے نبیؐ تیری تصدیق کرنے کے لئے میں نے صدیق کو بھیج دیا۔

ہجرت کا آغاز

میں ابن حجر عسقلانی کے نکتے کھول رہا ہوں۔ ابن حجر کہتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابو بکرؓ آئے اور ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ حکم ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ابو بکر چلنا ہے کہاں چلنا ہے؟ یہ ابو بکرؓ نے نہیں پوچھا کہ کہاں چلنا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا چلنا ہے ابو بکرؓ نے کہا چلو۔ او صدیق کو گالیاں دینے والے! ابو بکر نبوت کو لے کر جا رہا ہے۔ اگر تجھے دکھ ہوتا ہے تو روک کر دکھا۔ چلے گھر سے نکلے ہیں۔ چند قدم چلے ابو بکرؓ سے رہا نہ گیا، ابو بکرؓ نے فرمایا یا اللہ کے نبیؐ...... یہ پہاڑ آ گئے یہ پتھر آ گئے ہیں۔ یہ سنگ ریزے آ گئے ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ میرے کندھوںؓ پر سوار ہو جائیں۔

نبوت صداقت کے کندھے پر

کیا عجیب بات کہی ہے ابن تیمیہ نے ابن تیمیہ کہتا ہے کہ ابو بکرؓ نے کہا کہ میرے کندھے پر سوار ہو جائیں۔ نبی کو پوری زندگی میں کسی نے نہیں کہا کہ میرے کندھے پر چڑھ جائیں۔ اس لئے کہ نبی کا بوجھ کوئی اٹھا نہیں سکتا تھا۔ ایک ابو بکرؓ تھا جو نبیؐ کے جسم کا بوجھ دنیا میں اٹھاتا ہے اور حضورؐ کی وفات کے بعد آپ کی خلافت کا بوجھ اٹھاتا ہے۔

پیغمبر نے فرمایا ابو بکرؓ تم کیا کیا کہتے ہو؟ فرمایا کہ آپ میرے کندھے پر سوار ہو جائیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے حضورؐ کو اپنے کندھے پر سوار کیا ابن حجر کہتا ہے...... کہ دیکھو کتنا اچھا منظر ہے کہ ابو بکرؓ کا کندھا ہے اور نبوت کا وجود ہے۔ جھنگ کے دوستو! ذرا تصور کرنا عشق ومحبت کا یہ معیار ہے یہ عشق ومحبت ہے۔ رات کی تاریکی ہے۔ ہاتھ کو ہاتھ نظر نہیں آتا۔ تلواریں چمک رہی ہیں۔ 19 سردار پیغمبرؐ کے خون کے پیاسے ہیں۔ گلی گلی میں دشمن ہے چاروں طرف اندھیرا ہے۔ اگر ابو بکرؓ پیغمبرؐ کا راز دار نہ ہوتا تو آج اس ہجرت والی رات نبیؐ اپنے اس راز کو ابو بکرؓ کے سامنے کبھی نہ کھولتا۔

میرے دوستو! راستے میں حضورؐ تیار ہو گئے کہ میں ابو بکرؓ کے کندھے پر سوار ہو جاؤں حضورؐ ابو بکرؓ کے کندھے پر سوار ہو گئے۔ یہ کتنی بڑی بات ہے کہ نبوت ابو بکرؓ کے کندھے پر ابن حجر کہتا ہے۔ کہ تم نے آج یہ سنا ہو گا کہ رسول اللہؐ کے کندھے پر مہر نبوت ہے۔ حضورؐ کے کندھے پر مہر نبوت ہے۔ لیکن ابو بکر تیری عظمت پر قربان جاؤں کہ تیرے کندھے پر وجود نبوت ہے۔ اور اس نبوت کو ابو بکرؓ لے کر جا رہا ہے۔ ابو بکرؓ کے حصے میں نبوت آئی ہے۔ ابو بکرؓ تیرا انتخاب اچھا ہے۔

پروانے کو شمع بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس

نبوت وصداقت غار ثور میں

دونوں غار ثور کے سامنے پہنچے اور ابو بکر صدیقؓ نے حضورؐ کو اتارا اور اتار کر یہ نہیں فرمایا کہ میں آپ کو اٹھا کر لایا ہوں۔ میں تھک گیا ہوں۔ تھوڑی دیر آرام کرتے ہیں۔ باہر

بیٹھتے ہیں ابوبکرؓ حقیقت میں پہرہ دار تھا۔ پیغمبر کو اپنا کپڑا بچھا کر نیچے بٹھادیا اور ابوبکر صدیقؓ نیچے غار میں اتر گئے۔

میرے دوستو! رات کی تاریکی ہو۔ پہاڑ کی چڑھائی ہو۔ اندھیرا ہو دشمن ہو اور غار میں پہلے کوئی اترا نہ ہو، غار کو دیکھا نہ ہو۔ غار کو پہنچانا نہ ہو۔ اسے کہتے ہیں۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

اگر ابراہیم کو آگ کا خطرہ نہیں ہے۔ تو ابوبکرؓ کو بھی سانپوں کا خطرہ نہیں ہے ابوبکرؓ کو بھی کالے ناگ کا خطرہ نہیں ہے۔ کیونکہ کالے رنگ والے ابوبکر کو ڈنگ مارا ہی کرتے ہیں اور اس وقت تک مار رہے ہیں اور اس غار میں بھی مارا تھا اور آج تک مارتے آئے ہیں۔ اور کالے ناگ نے جب غار میں ڈنگ مارا تھا۔ تو اس زہر کو ختم کرنے کے لئے نبوت نے لعاب کا مرہم لگا دیا تھا۔ اور قیامت تک ابوبکرؓ کو دنیا کا کالے رنگ والا ناگ ڈنگ مارے گا تو قیامت تک حضورؐ اسی طرح مرہم لگاتے جائیں گے۔

میرے دوستو! حضورؐ باہر تشریف فرما ہیں۔ ابوبکرؓ غار میں اترے اور ابوبکر صدیقؓ نے غار میں اتر کر بلوں (سوراخوں) میں کپڑا دے دیا۔ ایک بل بچ گیا اس پر اپنی ایڑی دے دی۔ یہ امتحان تھا۔ یہ بھی تو ہوسکتا تھا کہ کپڑا پورا آجاتا۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ بل ہی نہ ہوتی۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ سانپ ہی نہ آتا یہ بھی ہوسکتا تھا کہ ابوبکرؓ کے جسم میں زہر اثر نہ کرتا۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ سانپ ڈنگ ہی نہ لگاتا۔ لیکن سانپ نے ڈنگ لگانا تھا۔ سانپ کا ... آنا تھا، اور ابوبکرؓ کے آنسوؤں کے قطرے نکلنے تھے۔ اور وہ موتی جھڑنے تھے اور جھڑ کر ... نے چہرے پر پڑنے تھے۔ اور اس سے رسول اللہ کی آنکھ کھل جانی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جاگ ہو جانی تھی اور عشق ومحبت کا امتحان ہونا تھا۔ یہ امتحان تھا...... غار کے سارے بلوں میں ابوبکرؓ نے کپڑا دے دیا اور آخری بل پر ایڑی دے دی اور پھر اس کے بعد فرمایا رسول اللہ تشریف لے آئیں۔ حضورؐ تشریف لے گئے۔

نبوت صداقت کی گود میں

ابن حجر کہتا ہے کہ تشریف لے جانے کے بعد ابوبکرؓ نے یہ نہیں کہا کہ اے اللہ کے نبیؐ ہم دونوں آرام کرتے ہیں۔ ابوبکرؓ تو تھکے ہوئے ہیں۔ لیکن جمال جہاں آرائے نبوت کا

دیدار کر کے ابوبکرؓ کو تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی ہے۔اس لئے کہ جمال کو دیکھا ہے۔اس جمال کو دیکھا ہے۔ یہ عشق و محبت ہے یہ حسن جمال ہے۔ وہ پیکر اناں ہے۔ وہ جمال صباحت کی رنگینی ہے، وہ جمال صباحت کی نارنگی ہے۔ وہ حسن و جمال کا چرچہ ہے۔ وہ دل نشینی ہے۔

میرے دوستو! ابن حجر کہتا ہے غار میں حضورؐ تشریف فرما ہیں اور ابوبکر صدیقؓ بھی موجود ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اے اللہ کے نبیؐ رات کا وقت ہے آپ آرام فرمائیں۔ میں اپنی گود کو پھیلاتا ہوں۔ اس گود کو کھولتا ہوں آپ اپنا نبوت والا سر میری گود میں رکھیں۔ حضورؐ نے اپنا نبوت والا سر وہ سر جو عرش پر گیا تھا۔ وہ سر جس کے بالوں کی قسم قرآن نے کھائی، وہ سر جس کے بارے میں جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ چودھویں رات کا چاند چمک رہا تھا۔ میں کبھی پیغمبرؐ کے چہرے کو دیکھتا کبھی چاند کو دیکھتا وہ کہتے ہیں کہ مجھے پیدا کرنے والے کی قسم ہے۔ مجھے عرش سے زیادہ فرش کا چاند خوبصورت نظر آیا۔ وہ حسن و جمال والا جس کے بارے میں شاعر کہتا ہے۔

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے
اس کے منہ پر چھائیاں مدنی کا چہرہ صاف ہے

وہ نبوتؐ والا سر ابوبکر صدیقؓ کی گود میں ہے ابن حجر کہتا ہے کہ جب پیغمبرؐ کا نبوت والا سر ابوبکرؓ کی گود میں آیا تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے رحل پر اللہ کا قرآن پڑا ہوا ہے۔ اور ابوبکر صدیقؓ حضورؐ کے چہرے کو دیکھ رہے ہیں کیا عجیب کہہ گیا ابن تیمیہؒ وہ کہتا ہے کہ دیکھو کتنا اچھا منظر ہوگا کہ غار میں صداقت اور نبوت تنہا ہے۔ نبوت ہے یا صداقت ہے اور کوئی چیز نہیں ہے اور ابوبکرؓ تجھے اتنا موقع ملا نبوت کے دیدار کرنے کا کہ تنہا تو ہے اور نبوت ہے تیسری کوئی چیز نہیں ہے۔ ابوبکرؓ تو دیدار کر رہا ہے اور ابوبکرؓ کی گود ہے۔ غار میں کوئی شریک نہیں ہے جو نظارے ابوبکرؓ نے اٹھائے ہیں۔ اور جب سانپ نے ڈنگ مارا اور پھر اس کے بعد ابوبکرؓ کے جسم میں زہر اثر کر گیا لیکن اس زہر سے بھی ابوبکرؓ نے حرکت نہ کی۔ کہ گود میں مدنی کی ذات ہے۔

امام مالک کا عشقِ رسولؐ

ہم لوگ قصے بیان کرتے ہیں کہ امام مالک کے حدیث کے درس میں 17 مرتبہ بچھو نے ڈنگ مارا اور انہوں نے حرکت نہیں کی۔ امام مالک حدیث کا کبھی اتنا ادب نہ کرتا

اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ پیغمبرؐ کے چہرے کا ادب نہ کرتا۔ یہ سبق ابوبکرؓ دے کر گیا ہے کہ نبی کا جب سر گود میں ہو تو مجھے حرکت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ نبوت ہے جس نبوت کا پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔

قیمتی قطرہ

اور جب ابوبکر صدیقؓ کے آنسوؤں کا قطرہ جذبات کی روانی کا پیکر بن کر نبوت کے چہرے پر گرتا ہے تو نبوت کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ ذرا تصور کرنا حضورؐ کے چہرہ اقدس پر ابوبکرؓ کے آنسوؤں کا قطرہ گرا۔ وہ آنسوؤں کا قطرہ زمین پر گر سکتا تھا۔ وہ آنسوؤں کا قطرہ غار کے پتھروں میں جذب ہو سکتا تھا۔ وہ آنسوؤں کا قطرہ پتھروں میں جا سکتا تھا۔ وہ آنسوؤں کا قطرہ غار میں نہیں گیا، پتھروں میں نہیں گیا، وہ آنسوؤں کا قطرہ پیغمبرؐ کے چہرے پر گرا اس لئے کہ وہ قطرہ بڑا قیمتی تھا اور قیمتی قطروں کے لئے زمین بھی قیمتی ہوا کرتی ہے...... جو قطرے قیمتی ہوتے ہیں ان کے لئے زمین بھی قیمتی ہوتی ہے۔ جب ابوبکر صدیقؓ کے آنسوؤں کا قطرہ نبوت کے چہرے پر گرا تو دنیا کو بتا دیا گیا کہ او لوگو...... دنیا میں دو ہی قطرے ہیں، ایک ابوبکرؓ کے آنسوؤں کا قطرہ جو اتنا پسند خدا کو آیا کہ اس کے لئے زمین اللہ کے نبی کا چہرہ منتخب کیا گیا۔ اور ایک عثمان کے خون کا قطرہ کہ اس کے خون کا قطرہ گرا تو قرآن کے صفحات پر گرایا گیا۔

دو راتیں اور دو قطرے

دو قطرے ہیں اور دو راتیں ہیں۔ بات یہاں ختم نہیں ہوگئی...... ذرا آگے چلئے ہیں یہ بات آگے آتی ہے۔ دو راتیں خدا کو پسند ہیں اور دو قطرے خدا کو پسند ہیں۔ ایک رات میں ابوبکرؓ نبیؐ کا رفیق ہے اور ایک رات میں جبرائیل نبی کا رفیق ہے۔ جبرائیل کی یاری عارضی ہے اور ابوبکرؓ کی یاری تو ژتک ہے۔ اگلی بات جو ابن حجر نے لکھی ہے وہ کہتا ہے کہ جب ابوبکرؓ کے آنسو کا قطرہ نبوت کے چہرے پر گرا تو نبوت کی آنکھ کھل گئی اور نبوت کی آنکھ جب اس وقت غار میں کھلی تو اس نے پیار والی نگاہ ابوبکرؓ کی طرف اٹھائی۔ آج تک تو تم نے یہ سنا ہوگا کہ جو نبوت کو دیکھے وہ صحابی ہے اور جس کو نبوت پیار سے دیکھے جس کو نبوت

محبت سے دیکھے، جس کو نبوت عشق سے دیکھے جس کو نبوت راعنائی سے دیکھے۔ جس کو نبوت صحابت سے دیکھے اسے صدیق کہتے ہیں۔ جس کو نبوت دیکھے وہ صدیق ہے اور جو نبوت کو دیکھے وہ صحابی ہے۔ میرے دوستو! بات ایک رفاقت کی نہیں ہے اس سے بڑی رفاقت دنیا میں کوئی پیش نہیں کرسکتا۔

ایک صحابیہ کا جذبہ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ایک بڑا عجیب واقعہ لکھا ہے۔ آپ نے یہ تو سنا ہوگا کہ غزوہ تبوک میں حضورؐ نے چندے کی اپیل فرمائی۔ ایک عورت تین مہینے کا بچہ لے کر آگئی۔

ایک صحابی کا جذبہ جہاد

ایک آدمی نے حضور کی اپیل سنی بازار میں جا رہا تھا۔ حضور کی اپیل سن کر رونے لگا۔ کسی نے کہا کیوں روتا ہے؟ کہنے لگا کہ میرے پاس تو اس تہبند کے سوا کچھ نہیں ہے کیا دوں گا ساری رات مدینے کے محلے میں آوازیں لگاتا رہا کہ کوئی مجھ سے مزدوری کرائے۔ ایک یہودی کی گری ہوئی دیوار کو ٹھیک کر دیا اور صبح کو دو سیر چھوہارے اس مزدوری کے بدلے میں لے آیا۔ ادھر جبرائیل آگیا۔ فرمایا کملی والے! یہ چھوہارے بڑی برکت والے ہیں یہ عشق تھا۔

غزوہ تبوک میں صدیق اکبرؓ کا ایثار

میرے دوستو! تفسیر عزیزی میں لکھا ہے اسی غزوہ میں ابوبکرؓ گھر کا سارا سامان لے کر آئے۔ اسی غزوہ تبوک میں جب سارا سامان نبی کے قدموں پر ڈال دیا اور واپس گھر چلے گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اس دن میں اپنے والد کے گھر میں تھی۔ تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ میرا باپ ابوبکرؓ رات کے وقت آیا اور اس طرح دیوار پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔ میں نے کہا ابا جان کیا ہوا؟ فرمانے لگے کہ کپڑا سینے والی ایک سوئی ادھر رہ گئی ہے۔ سب کچھ نبیؐ کے قدموں میں ڈال آیا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ سوئی بھی ابوبکرؓ کے گھر نہ رہے سوئی مل گئی۔ وہ بھی نبیؐ کے قدموں میں ڈال دی۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کے بدن پر ٹاٹ کا لباس

اور جب پیغمبرؐ نے دوبارہ اپیل فرمائی کہ اڑھائی لاکھ رومیوں سے مقابلہ ہے اور 30 ہزار صحابہ کے لئے ابھی تن وتوش کا چارہ پورا نہیں ہوا ہے۔ ابھی تو روٹی کا خرچہ پورا نہیں ہوا۔ تو ابوبکر صدیق نے اپنے آپ کو خطاب کر کے کہا کہ اے ابوبکر! تو اچھے کپڑے پہنتا ہے اور تیرے محبوب کو ابھی چندے کی ضرورت ہے۔ 32 درہم کا کپڑا ابوبکرؓ نے پہنا ہوا تھا۔ لیکن مدینے کے بازار میں ابوبکرؓ گئے۔ 32 درہم کا کپڑا اتار کر وہ کپڑا مدینے کے بازار میں بیچ دیا۔ ٹاٹ کا لباس پہنا اور ٹاٹ کا لباس پہن کر ابوبکرؓ رسول اللہ کے پاس تشریف لائے اور جو پیسے بچ گئے تھے وہ پیسے بھی نبیؐ کے قدموں میں ڈال دیئے اور خود ٹاٹ کا لباس پہنا ہوا ہے۔

تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ جب ٹاٹ کا لباس پہن کر ابوبکرؓ نبیؐ کے پاس آئے تو کیا عجیب منظر تھا کہ نبوت موجود ہے صداقت موجود ہے اور صداقت کے جسم پر ٹاٹ کا لباس ہے۔

حضورؐ نے مسجد نبوی کے دروازے پر دیکھا حضورؐ حیران ہو گئے کہ دروازے پر جبرائیل کھڑا ہے۔ حضورؐ نے غور سے دیکھا کہ جبرائیل بھی ٹاٹ کا لباس پہن کر کھڑا ہے۔ تفسیر عزیزی میں لکھا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جبرائیل تو کیسے آیا ہے؟ جبرائیل نے کہا کہ اے اللہ کے نبیؐ...... جب تیرے عشق میں، جب تیری محبت میں...... جب تیرے پیار میں...... تیرے ایک عاشق صادق نے مدینے کے بازار میں اپنے کپڑے اتار دیئے اور اپنے کپڑے اتار کر ٹاٹ کا لباس پہن لیا اور ٹاٹ کا لباس پہن کر آ گیا۔ تو خدا کی رحمت جوش میں آ گئی فرمایا جبرائیل جلدی کر...... میرے نبیؐ کے پاس جاؤ اور ابوبکرؓ کی سنت پر عمل کر کے فرشتوں کو ٹاٹ کا لباس پہنا دو۔ اور مدینے میں جا کر میرے نبی کو مبارک دو کہ اے اللہ کے نبیؐ...... جب تیری امت میں ابوبکرؓ جیسے عاشق موجود ہیں دنیا کی کوئی طاقت تجھے شکست نہیں دے سکتی ہے۔ یہ ابوبکرؓ کا عشق ہے۔ اور تمام صحابہؓ کا یہی عشق تھا۔

حضرت معاویہ کا عشق رسول

سیدنا معاویہ اتنے بڑے صحابی ہیں۔ حضرت معاویہ مدینہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے۔ اور اماں کے پاس بیٹھ کر کہنے لگے کہ اماں جی مجھے نبیؐ کے کپڑے تو دکھاؤ۔ حضورؐ کے کپڑے دیکھے اور حضرت معاویہ حضورؐ کے کپڑوں کو آنکھوں سے لگاتے تھے۔ پانی میں بھگو کر پانی جسم پر ملتے تھے اور پانی کا گھونٹ پیتے تھے اور کہتے تھے کہ میری نجات کے لئے یہ کافی ہے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے عشقِ رسول کا ایک اور واقعہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کسی نے کہا کہ کعب ابن ربیعہ ایک صحابی مصر میں رہتا ہے۔ اس کا چہرہ رسول اللہ کے چہرے سے ملتا ہے۔ حضرت معاویہ نے اسی وقت تیز رفتار قاصد بھیجا کہ اس کو سواری پر سوار کر کے لاؤ۔ جب وہ قاصد اس کو سوار کرا لایا تو حضرت معاویہ تخت سے نیچے اتر آئے۔ اور باہر نکل کر اس کا استقبال کیا۔ جب وہ قریب آیا تو حضرت معاویہ نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ فرمایا کعب...... مجھے تیری ذات سے محبت نہیں ہے۔ تیرے چہرے سے محبت ہے۔ اس لئے کہ تیرا چہرہ رسول اللہؐ کے چہرے سے ملتا ہے۔ یہ حضرت معاویہ کا عشق تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔

انبیاء ورسل اور صحابہ کی تعداد

ایک لاکھ چوالیس ہزار کم وبیش صحابہ آئے ہیں اور آپ حیران ہوں گے کہ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار کم وبیش اور بعض روایات کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار اور صحابہ کی تعداد بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار یا ایک لاکھ چوالیس ہزار ہے۔

نبیؐ اور رسول میں فرق

ایک نبی ہوتا ہے اور ایک رسول ہوتا ہے۔ نبی اس کو کہتے ہیں کہ جو نئی شریعت لے کر نہ آئے اور رسول اسے کہتے ہیں کہ جسے نئی شریعت ملے۔ جتنے رسول ہیں ان کی تعداد 114 ہے۔ اور مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف جتنے صحابی آئے ان کی تعداد بھی ایک سو چودہ ہے۔

اسلامی معلومات

خانہ کعبہ کی دیواریں بھی چار ہیں، بڑی کتابیں بھی چار ہیں اور بڑی فرشتے بھی
چار ہیں اور میرے محمدؐ کے دوست بھی چار ہیں۔

بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے

حضورؐ نے فرمایا...... خیر القرون قرنی...... میرا زمانہ سب سے بہتر ہے۔
عربی میں میرے زمانے کا لفظ ہے قرنی. قرن عربی میں زمانے کو کہتے ہیں اس قرنی کے چار
لفظ ہیں۔ق، ر، ن یا اور چاروں کے آخری حروف بھی یہی ہیں۔
خیر القرون قرنی...... میرا زمانہ قرنی میں پہلا حرف ''ق' اور صدیق کا آخری
حرف ق ہے۔
قرنی میں دوسرا حرف ''ر'' ہے اور عمر میں آخری حرف ''ر'' ہے
قرنی میں تیسرا حرف ''ن'' ہے اور عثمان کا آخری حرف ''ن'' ہے
قرنی کا چوتھا حرف ''ی'' ہے اور علی کا آخری حرف ''ی'' ہے
حضورؐ نے فرمایا...... خیر القرون قرنی...... میرا زمانہ سب سے بہتر ہے میرا
زمانہ کون سا؟ یہ چاروں کا زمانہ ہے، یہ میرا زمانہ ہے۔

دشمنِ صحابہؓ کا تعارف

اس زمانے کی محبت جزو ایمان ہے اور دشمن صحابہ کے متعلق حضورؐ نے فرمایا کہ
قرب قیامت میں ایک قوم آئے گی۔ جو میرے صحابہ کو برا کہے گی۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔
نہ ان کے جنازوں میں جاؤ...... نہ ان کے پاس بیٹھ کر کھانا کھاؤ...... نہ ان کے
ساتھ تعلق رکھو۔ جو ابوبکرؓ و عمر کا عاشق ہے۔اس کو صحابہؓ کے دشمنوں کے ساتھ تعلق نہیں رکھنا
چاہئے اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہوں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ہجرتِ نبیؐ وصدیقؓ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ ۔ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی الہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد. فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ أَوْ يَقْتُلُوْكَ أَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ.[الانفال: ۸/۳۰]

وقال تعالٰی: إِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا.[التوبۃ: ۹/۴۰]

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: واللّٰہ إنّک لخیر من ارض اللّٰہ واحب ارض اللّٰہ واللّٰہ لو لا اخرجتُ ما خرجتُ.

اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین.

اللّٰھم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی ال محمّدٍ کما صلّیت علٰی

ابراهیم وعلٰی اٰل ابراهیم إنک حمید مجید. اللهم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراهیم وعلٰی اٰل ابراهیم إنک حمید مجید.

محترم دوستو، بزرگو اور بھائیو! اللہ کے فضل و کرم سے ماہِ مقدس رمضان المبارک اختتام پذیر ہوا، اور یہ شوال کا پہلا جمعہ ہے۔ اللہ اس رمضان المبارک کے ہمارے اعمال کو قبول فرما کر پورا سال ہمیں ایسے ہی اعمال کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ اہلِ علم کہتے ہیں کہ رمضان کا فلسفہ یہی ہے کہ مومن کی مثال، گنہگار مسلمان کی مثال ایک بیمار اور مریض کی سی ہے۔ جب مرض بڑھ جاتا ہے تو اسے کچھ دنوں کے لئے ہسپتال منتقل کر دیا جاتا ہے۔ ہسپتال میں ڈاکٹروں کی نگرانی میں علاج معالجہ ہوتا ہے اور غذا و خوراک دی جاتی ہے۔ اور جب طبیعت بہتر ہوتی ہے تو ہر دن کی ہدایات دے دی جاتی ہیں کہ تم نے اب یوں وقت گزارنا ہے۔ فلاں فلاں دوائی فلاں فلاں وقت استعمال کرنی ہے۔ فلاں فلاں چیز سے پرہیز کرنی ہے، اور یوں اپنے آرام کا خیال کرنا ہے۔ ایسے ہی مسلمان گیارہ مہینے جب گناہوں میں لت پت ہو کر بیمار ہو جاتا ہے، روحانی مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ عطا فرما کر مومن کو اپنی نگرانی میں لے لیتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند کر دیتے ہیں، جنت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ اور شیطانوں کو جکڑ دیتے ہیں۔ روزوں اور طاعات واذکار میں ہمیں مشغول فرما دیتے ہیں۔ گویا کہ مومن کو اپنی نگرانی میں لے لیتے ہیں۔ پھر جب مہینہ گزر گیا تو اب ہمیں حکم یہ دیا گیا کہ دیکھو باقی گیارہ مہینے تم نے یہ یہ کرنا ہے اور یہ یہ نہیں کرنا۔ گناہوں سے بچنا پرہیز ہے اور نیکی کا کرنا یہ دوائی کا استعمال ہے۔ اور جو مریض ہسپتال سے آ کر ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق ایام گزارتا ہے تو یقیناً وہ صحت مند رہتا ہے۔ اور جو ڈاکٹر کے بتائے ہوئے نسخہ اور ہدایات کو نظر انداز کرتا ہے تو وہ اپنا نقصان کرتا ہے۔ جو مسلمان رمضان گزارنے کے بعد اپنی تقویٰ والی زندگی پر قائم رہیں گے وہ روحانی طور پر صحت مند رہیں گے اور جو رمضان میں زور لگا کر دن گزارتا ہے رمضان گزرا تو فرائض بھی گئے۔ طاعت ختم تو ظاہر ہے کہ گناہوں کی مرض پھر سے بڑھ جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس رمضان کے تقاضوں کو پورا سال پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ کی طرف سے حضور ﷺ کو ہجرت کی اجازت

ہمارا جو سلسلہ سیرت النبیؐ ربیع الاوّل سے چل رہا تھا، وہ پہنچا تھا نبوت کے تیرہویں اور عمر مبارک کے ۵۳ ویں سال تک۔ اور میں نے اپنے گذشتہ بیان میں رمضان سے پہلے یہ عرض کیا تھا کہ اللہ کے نبیؐ کے ہاتھ پر مدینہ منورہ سے آنے والے بہتر (۷۲) افراد نے بیعت کی، اور آپ کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔ اس کو بیعت عقبہ ثانیہ کہتے ہیں، جس کی تفصیل پچھلے بیان میں عرض کی جا چکی ہے۔ اس بیعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلب آپ علیہ السلام کے چچا بھی شریک تھے۔ یہ ۱۳ نبوی کی بات ہے۔ منیٰ میں یہ بیعت ہوئی۔

اس بیعت کے بعد آپ کو اللہ کی طرف سے ہجرت کا اشارہ مل گیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے اجازت دے دی گئی ایسی زمین میں جو نخلستان ہے، یعنی کھجوروں والی زمین ہے۔ اور ما بین لابتین ...... جو دو پہاڑوں کے درمیان ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے ہجرت کرنا شروع کر دی۔

سب سے پہلے ہجرت کا شرف کس کو ملا؟

سب سے پہلے مہاجر، جنہوں نے ہجرت کی اُن کا نام ہے سیدنا ابو سلمٰی رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو سلمٰی کا مختصر سا خاندان تھا۔ ایک ابو سلمٰی خود تھے، ایک ان کی اہلیہ سیدہ اُم سلمٰی تھیں اور ایک ان کے بیٹے تھے۔ یہ خاندان جب ہجرت کرنے لگا، تو ابو سلمٰی کے سسرال آ گئے اور سسرال والوں نے کہا کہ تم مکہ چھوڑ کر تو جا رہے ہو صرف تم تو جا سکتے ہو، ہماری لڑکی کو لے کر نہیں جا سکتے۔ انہوں نے حضرت ابو سلمٰی رضی اللہ عنہ کے خاندان کو تقسیم کر دیا۔ اور اُم سلمٰی کو الگ کر کے قابو کر لیا۔ جب ابو سلمٰیؓ کے خاندان نے دیکھا کہ اُم سلمٰی کے خاندان نے اپنی لڑکی کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے، تو انہوں نے کہا کہ تم دونوں اب ہمارے خاندان کا بچہ نہیں لے سکتے۔ ابو سلمہ اور اُم سلمہ سے بچہ ابو سلمہ کے خاندان نے چھین لیا۔ چھوٹا سا خاندان تین حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ابو سلمہ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ اکیلے۔ بیوی اور بیٹے کو چھوڑا، خاندان کو چھوڑ دیا، رشتے داروں کو چھوڑ دیا۔ اکیلے مدینہ چلے گئے۔ ام سلمہ کو

میکے والے لے گئے۔ بیٹے کو ابو سلمہ کا خاندان لے گیا۔

اُم سلمٰی رضی اللہ عنہا کی ہجرت

اُم سلمہ کو تین صدمے (۱) ہجرت نہ کرنے کا (۲) دوسرا صدمہ شوہر سے جدائیگی کا، (۳) تیسرا صدمہ بیٹے سے جدائیگی کا۔ اُم سلمہؓ بیچاری کا وقت روتے ہوئے گزرتا۔ صبح ہوتی تو مکہ سے باہر نکل آتیں اور ایک مقام پر بیٹھ کر سارا دن روتی رہتیں اور شام کو واپس چلی جاتیں۔ کئی دن یوں روتے روتے گزر گئے۔ تو کچھ لوگوں کو ترس آیا، انہوں نے کہا کہ تمہیں اِس مسکینہ پر ترس نہیں آتا؟ اس کا کیا قصور ہے؟ چنانچہ تحریک پر بچہ واپس کیا گیا۔ اور یہ اپنے بچے کو لے کر تنِ تنہا تقریباً پانچ سو کلومیٹر کا سفر کر کے مکہ سے مدینہ پہنچیں۔ اکیلے سفر کیا اس خاتون نے۔ اور یہ اُس وقت کی بات ہے جب سڑکیں اور روڈ نہیں تھے۔ بسیں، موٹریں، کاریں، ٹرینیں اور ہوائی جہاز نہیں تھے۔ پیدل سفر کیا ۵۰۰ کلومیٹر، اللہ کے دین اور اسلام کی خاطر۔ حضور علیہ السلام کی محبت میں اس خاتون نے اپنے بچے کے ساتھ سفر کیا۔ تنعیم مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ ہے۔ جہاں مسجد عائشہؓ ہے اور یہیں سے مکہ مکرمہ والے عمرہ کرنے کے لیے احرام باندھتے ہیں۔ یہاں تنعیم تک پہنچی تھیں تو حضور علیہ السلام کے ایک صحابی جن کا نام عثمان بن ابی طلحہ ہے، یہاں وہ ملے۔ اور انہوں نے انہیں اپنے ساتھ لیا۔ اور حفاظت سے انہیں ان کے شوہر تک پہنچا دیا۔

حضرت صہیب رومیؓ کی ہجرت

یہ ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ ہجرت کرنے لگے تو مکہ والے سامنے آ گئے۔ انہوں نے کہا صہیب! جب تو مکہ میں آیا تھا تو تنگ دست، فقیر تھا، مسکین اور غریب تھا۔ یہ مال تو تُو نے مکہ سے کمایا ہے۔ یہ تیرا کاروبار تو مکہ کا ہے۔ جا سکتے ہو لیکن مال لے کر نہیں جا سکتے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں مال تمہارے حوالے کر دوں اور کچھ بھی ساتھ نہ لے جاؤں تو پھر؟...... مکہ کے ان لالچیوں نے کہا کہ اگر تم مال ہمارے حوالے کر دو تو جا سکتے ہو۔ صہیب رضی اللہ عنہ نے اپنی ساری کمائی اور جائیداد، سارا مال اور دولت مکہ والوں کے حوالے کر دی اور مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

ربح صهيب، ربح صهيب......

حضرت عمرؓ کی ہجرت اور حضرت عیاشؓ کا معاملہ

صہیب نے تجارت میں نفع پایا ہے، صہیب نفع مند ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، عیاش بن ربیعہ، ولید ابن ولید، چند ساتھیوں کے ساتھ انہوں نے طے کیا کہ کل فلاں وقت میں ہم مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کریں گے۔ چنانچہ ولید بن ولید کو تو روک لیا گیا۔ عیاش اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں نے ہجرت شروع کی۔ مکہ سے مدینہ پہنچ گئے۔ مدینہ کا ابتدائی مقام قبا تھا۔ قبا میں پہنچے تھے کہ پیچھے سے ابی جہل مکہ کا سردار، اور اس کا ایک ساتھی یہاں دوڑتے ہوئے پہنچے اور عیاشؓ سے کہنے لگے، عیاش! تیری امی نے قسم اٹھالی ہے۔ کیا قسم اٹھالی؟ کہنے لگے کہ تیری امی نے قسم اٹھالی ہے کہ جب تک وہ تمہیں دیکھ نہیں لے گی وہ غسل نہیں کرے گی اور وہ سائے میں نہیں بیٹھے گی، وہ دھوپ میں بیٹھی ہوئی ہے۔ ہمارے ساتھ چلو اور اپنی امی کی قسم پوری کرو۔ عیاشؓ کا دل بھر آیا، ماں ماں ہوتی ہے۔ میری امی دھوپ میں بیٹھی ہے۔ وہ سائے میں نہیں جارہی۔ اُس نے قسم اٹھالی ہے کہ میں سر میں پانی نہیں ڈالوں گی، جب تک اپنے بیٹے کو دیکھ نہیں لوں گی۔ دل بھر آیا۔ فیصلہ کیا کہ میں واپس ابوجہل کے ساتھ جاتا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بڑا سمجھایا، فرمایا عیاش! تیری امی کو جب دھوپ لگے گی اور گرمی ستائے گی تو وہ خود بخود سائے میں جائے گی۔ جب اُسے میل اور جوں کاٹیں گے تو وہ خود بخود غسل کرے گی۔ میں کہتا ہوں کہ تم نہ جاؤ، یہ ان کا حربہ ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ یہ تمہیں فتنے میں ڈالیں گے۔ یہ تمہیں دین سے مرتد کرنا چاہتے ہیں۔ یہ تمہیں اسلام سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ لیکن عیاشؓ کے دل میں ماں کی محبت غالب آگئی۔ چل پڑے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اچھا اگر تم جانا چاہتے ہو تو ان کے اونٹوں پر نہ جاؤ، میری یہ اونٹنی لے جاؤ، یہ بہت تیز رفتار ہے۔ دیکھنا اگر تمہیں کوئی خطرہ لگے تو اونٹنی پر واپس دوڑ آنا۔ حضرت عیاشؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اونٹنی لے کر روانہ ہوئے۔ ابھی راستے ہی میں تھے، ابوجہل نے کہا کہ تمہاری اونٹنی تھکی ہوئی لگ رہی ہے، تم میری اونٹنی پر آجاؤ، اکٹھے

بیٹھ جاتے ہیں۔ حضرت عیاش رضی اللہ عنہ سادہ طبیعت کے آدمی تھے، اپنی اونٹنی سے اترے، ابوجہل بھی اترا۔ وہیں اترتے ہی حضرت عیاشؓ کی مشکیں کس لیں، ہتھکڑی لگادی، اونٹ پر بٹھادیا، گرفتار کر کے مکہ لائے۔ اور مکہ میں ابوجہل نے آ کے اعلان کر دیا۔ جو اپنے دین سے پھر جائے اور جو تمہارے دین کو چھوڑ جائے اس کے ساتھ یہی سلوک کرو جو سلوک میں نے عیاش کے ساتھ کیا ہے۔ چنانچہ یہ ایک عرصے تک کفار و مشرکینِ مکہ کی قید میں رہے۔ اور ہجرت کا یہ سلسلہ بھی جاری رہا۔

ہجرتِ نبیؐ و صدیقؓ کی تفصیلات

دو مہینے کے اندر اندر تمام صحابہ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ مکہ میں صرف تین شخصیتیں باقی رہ گئیں۔ ایک اللہ کے نبیؐ خود، ایک سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور ایک سیدنا علی المرتضیٰؓ۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی حضور علیہ السلام نے روکے رکھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی۔ آپؐ نے منع فرماتے ہوئے فرمایا، تم نہیں جاسکتے۔ امید ہے کہ اللہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت دے دیں گے۔ ابوبکرؓ رک گئے اور پوچھا حضرت! کیا صحبت کے لئے میرا انتخاب ہوگا؟ فرمایا، اللہ صحبت کے لئے تمہارا انتخاب کریں گے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ خوش ہو گئے، دو اونٹنیوں کو سفرِ ہجرت کے لیے پالنا شروع کر دیا۔ کہتے ہیں میں نے انہیں ببول کے پتے کھلانا شروع کر دیئے تاکہ یہ موٹی تازہ ہو جائیں اور سفر کے قابل ہو جائیں۔ سفر میں دشواری پیش نہ آئے۔

کفارِ مکہ کی میٹنگ میں شیطان کی شرکت

ادھر مکہ خالی ہو گیا۔ صرف حضور علیہ السلام اور ابوبکر و علی رضی اللہ عنہما باقی تھے۔ ادھر سے مشرکینِ مکہ میں کھلبلی مچ گئی کہ اب فیصلہ کن مرحلہ آ گیا ہے۔ مکہ تو خالی ہو گیا، لوگ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہو کر مکہ چھوڑ کر جا رہے ہیں اور یہ تحریک زور پکڑ رہی ہے۔ اب فیصلہ کرو تم نے کیا کرنا ہے؟ چنانچہ ایک میٹنگ بلوائی گئی۔ پارلیمنٹ کا ایک اجلاس بلوایا گیا۔ ان کا ایک پارلیمنٹ ہاؤس تھا جس کا نام دار الندوہ تھا۔ دار الندوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد میں سے غالباً قصی نے تعمیر کروایا تھا۔ یہاں مشورے

ہوتے تھے اور سردار جمع ہوکر اہم فیصلے کیا کرتے تھے۔ دارالندوہ میں یہ اکٹھ ہوا۔ اس اکٹھ میں مکہ کے تمام قبائل کے سرداروں کو جمع کیا گیا۔ بنی مخزوم میں سے ابوجہل آ گیا۔ بنی عبدمناف میں سے، بنی عبدالدار، عبدالشمس میں سے بھی مختلف لوگ آ گئے۔ یہاں ابوجہل بھی تھا، اور عتبہ، شیبہ بھی تھے۔ اسود، ابوالبختری وغیرہ تمام بڑے سردار تھے۔ اور یہاں شیطان ابلیس ایک بزرگ اور بوڑھے آدمی کی شکل میں موٹی چادر پہن کر وہ بھی داخل ہوا۔ اس سے پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں؟ اپنا تعارف کروائیں۔ کہنے لگا میں شیخ نجد ہوں، تمہارے اس مشورے میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔ اگر مجھے کوئی اچھی رائے ملے گی تو میں بھی پیش کر دوں گا، شاید تمہیں فائدہ ہو جائے۔ شیطان، ملعون ابلیس کو بھی اجازت مل گئی۔ یہ شیخ نجد کی شکل میں موٹی چادر پہن کر داخل ہو گیا۔ مشورہ شروع ہوا، کیا کرنا چاہئے؟ فیصلہ کرو۔ آخری فیصلہ کرو۔ اب ہمیں کیا کرنا ہوگا؟

اسود نے رائے دی میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اس کو اپنے شہر سے نکال دو۔ اور قریب قریب کے تمام شہروں سے جلاوطن کر دو۔ جہاں جائے جائے، ہمیں اس سے کیا؟ ہمارا شہر تو محفوظ ہو جائے گا۔ ہمارا شہر تو بچ جائے گا۔ شیطان جو شیخ نجد کی شکل میں بیٹھا ہوا تھا، اُس نے کہا، نہیں نہیں یہ رائے بہت غلط ہے، اس لئے کہ تم اس کی زبان کی مٹھاس کو جانتے ہو، تم اس کی تاثیر کو جانتے ہو، تم اسے جلاوطن کرو گے وہ جہاں بھی جائے گا وہ اپنی میٹھی میٹھی اور پُرتاثیر باتوں سے وہاں کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لے گا۔ ایک جماعت تیار ہو جائے گی پھر وہ جماعت، لشکر اور فوج تم پر حملہ کر دے گی، اور وہ تمہارے شہر کو فتح کر لے گی۔ تم اس جماعت کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ لہٰذا یہ تجویز مجھے پسند نہیں ہے۔

ایک تجویز ابوالبختری کی آئی، اُس نے کہا کہ میری تجویز یہ ہے کہ تم اِن کو گرفتار کر لو، اور قید و جیل میں بند کر دو۔ اور عرصۂ دراز تک محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) جیل میں پڑے رہیں، اور جیسے پچھلے شاعروں کا انجام ہوا، ان کا بھی انجام سامنے آ جائے اور یہ جیل میں پڑے پڑے ختم ہو جائے گا اور مر جائے گا۔ شیطان نے کہا یہ تجویز بھی درست نہیں۔ اس لئے کہ اگر تم نے اسے جیل میں بند کر دیا تو تمہیں پتا ہے کہ اس کے جو ساتھی اور جان نثار ہیں وہ ان پر اپنی جان قربان کرتے ہیں۔ انہیں اپنی اولاد، والدین، بیوی بچوں اور جان و مال سے زیادہ عزیز

اورمحبوب سمجھتے ہیں۔اس وجہ سے میرا مشورہ ہے ایسانہ کرو،وہ تم پر ٹوٹ پڑیں گے،اورتم ان کا مقابلہ نہیں کرسکو گے،اورنتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ چھڑا کر لے جائیں گےاورتم بے بس ہو جاؤ گے۔

ابو جہل کی تجویز اور شیطان کی تائید

ابوجہل نے کہا میرا تو ایک ہی فیصلہ ہے،اور وہ فیصلہ کن تجویز ہے وہ یہ کہ ہمیشہ کے لئے اس قصے کو ختم کرو،اوراس کی صورت یہ ہے کہ ہر قبیلے کا ایک بہادر،سردار لے لو، تمام قبائل کے سرداراور بہادر جمع ہو جائیں اورمل کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پرحملہ کردیں،ان کوقتل کردیں۔جب وہ قتل ہو جائیں گے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خاندان وہ پورے مکہ والوں سے قصاص نہیں لے سکے گا۔اور وہ خون کا بدلہ خون نہیں لے سکے گا۔نتیجتاً خون بہا کا فیصلہ ہوگا۔تو یہ دیت پورے مکہ میں تقسیم ہو جائے گی۔ ہر ایک قبیلہ اپنے حصے کی دیت دے گا۔کسی پر بوجھ بھی نہیں پڑے گا اور تمہارا کام بھی پورا ہو جائے گا۔کفار کے چیمپئن اور سردار ابوجہل نے یہ تجویز دی اور ابلیس نے اس تجویز کو پاس کیا،اور کہا یہ تجویز بالکل درست اور ٹھیک ہے۔میں اس کی تائید کرتا ہوں۔تم ایسا ہی کرلو۔

حضور ﷺ صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازے پر

مجلس برخاست ہوگئی، فیصلہ ہو گیا کہ آج رات اس فیصلے پر تم نے عمل کرنا ہے۔ آج رات یہی کر گزرنا ہے۔اُدھر اللہ نے اپنے حبیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم دے دیا۔میرے حبیب! آج رات آپ نے ہجرت کرنی ہے۔بخاری شریف کی روایت ہے،سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اپنے ابو کے گھر میں تھی،اتنے میں دوپہر کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے،اور جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے تو ایک شخص نے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دے دی: هٰذا محمد، یہ حضور آرہے ہیں۔میرے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اس بے وقت اللہ کے نبی کی آمد خیریت سے نہیں ہے،کوئی خاص مہم اور خاص کام لے کر آئے ہیں۔آپ تشریف لائے اور آکر دروازے پر کھڑے ہو گئے، اور اجازت مانگی۔اندر آنے کی اجازت ہے؟ ابوبکر! پردہ کرالو۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اجازت مانگ کر اندر آئے۔ابوبکر

رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضرت! تشریف لائیں۔ ھم اھلی، یہاں صرف میرے گھر والے ہیں کوئی اور نہیں ہے۔ گویا اشارہ کیا کہ میرے گھر والے آپ کے گھر والے ہیں۔ آپ اندر تشریف لے آئیں۔ دیکھو یہاں سے بھی ایک مسئلہ معلوم ہوا اور قرآن کا بھی یہی حکم ہے۔ کسی قریبی سے قریبی کے گھر میں بھی جاؤ تب بھی اجازت لے کر جاؤ۔

یٰاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمنوا لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلّموا علٰی اھلھا...... [النور: ۲۷/۲۴]

جب تم کسی کے گھر میں جاؤ، ایک تو سلام کرو اور دوسرا اجازت طلب کرو۔ اگر تمہیں اجازت ملے تو داخل ہو جاؤ۔

وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا...... [النور: ۲۸/۲۴]

جب تمہیں کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس چلے جاؤ۔

ہمارے ہاں ان آداب کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ جس کی وجہ سے بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے تو یہاں تک کہا کہ تین اوقات ایسے ہیں اُن میں تم داخل ہی نہ ہوؤ۔ تین اوقات جو آرام کے ہیں، دوپہر کا وقت آرام کا ہے۔ اس میں بے تکلفی سے آدمی اپنے اہل وعیال کے ساتھ سو جاتا ہے۔ رات کا اور صبح کا وقت ہے۔ فرمایا ان اوقات میں داخل نہ ہوؤ۔ داخل ہونا ہو اور کسی کے ہاں اگر جانا ہو تو اجازت لے کر جاؤ۔

علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ بسترِ رسول ﷺ پر!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، فرمایا ابوبکر! ہجرت کی اجازت مل گئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ پوچھنے لگے، حضرت! مجھے بھی اجازت مل گئی صحبت کی؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا، آپ کو بھی صحبت کی اجازت مل گئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ خوشی سے جھوم گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سارے گھرانے کو الرٹ کر دیا اور فرمایا ہجرت اور سفر کے لیے سامان سفر تیار کرو۔ حضور علیہ السلام گھر واپس تشریف لے گئے۔ رات کو گھر میں آرام فرمانے کے لئے تشریف لے گئے۔ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ سُلایا۔ اور جونہی رات کا اندھیرا ہوا تو فیصلے کے مطابق پارلیمنٹ آف مکہ کے فیصلے کے مطابق یہ تمام لوگ اپنے اسلحہ

اور ہتھیار لے کر حضور علیہ السلام کے گھر کے ارد گرد محاصرہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ فیصلہ یہ تھا کہ جونہی اللہ کے نبی نکلیں گے، یک بارگی حملہ کریں گے۔ سب حملہ کر کے قتل کر دیں گے۔

اللہ کی تدبیر غالب رہتی ہے

اسی کو قرآن نے نقل کیا ہے:

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ أَوْ يَقْتُلُوْكَ أَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ. [الانفال:]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس وقت کو میرے حبیب یاد کریں جب آپؐ کے بارے میں خفیہ تدبیریں ہو رہی تھیں اور کفار سازشیں کر رہے تھے۔ ان کی تجویزیں منظور ہو رہی تھیں،

لیثبتوک...... آپ کو زندہ رکھیں......

او یقتلوک...... یا آپ کو قتل کر دیں۔

او یخرجوک...... یا آپ کو جلاوطن کر دیں۔

وہ یہ تین تجویزیں پاس کر رہے تھے۔ ویمکر اللہ، وہ اپنے مکر کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنے فیصلے کر رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر کر رہے تھے۔

واللہ خیر الماکرین...... اللہ کی تدبیر سب سے بہتر اور غالب آنے والی ہے۔ جس کو رب بچانا چاہے اس کو کوئی مار نہیں سکتا۔ اور جس کو رب باقی رکھنا چاہے اُس کو کوئی ختم نہیں کر سکتا۔ اسباب کے درجے میں ساری دنیا دشمن ہے۔ مکہ کے سارے لوگ مخالف ہیں۔ اور بظاہر اللہ کے نبی کا محافظ بھی کوئی نہیں۔ بچانے والا بھی کوئی نہیں۔ لیکن اللہ نے فرمایا، واللہ خیر الماکرین، جس کے بارے میں میں فیصلہ کرتا ہوں، جس کے ساتھ میری نصرت اور مدد ہوتی ہے اس کو کوئی ختم نہیں کر سکتا۔ یہیں سے اہلِ ایمان کے لئے حوصلے کا پیغام ہے۔ جب پوری دنیا دشمن ہو جائے، پوری دنیا فیصلہ کر لے کہ تم سب کو اور ایمان والوں کو ختم کرنا ہے، اور ایمان والوں کا اللہ کے ساتھ تعلق مضبوط ہو تو پوری دنیا کی ٹیکنالوجی، ایجنسیاں، اسلحہ اور تمام غیر مسلم، ان کی خفیہ تدبیریں، سازشیں اور پلان ناکام ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی تدبیر کامیاب ہو جاتی ہے۔

ہجرت کیلئے صدیقِ اکبر ﷛ کی دو اونٹنیاں کام آئیں

حضور ﷺ صدیق اکبر ﷛ کے گھر تشریف لائے۔ اور فرمایا ابوبکر!

ان اللّٰہ قد اذن لی الخروج.

''اللہ نے مجھے ہجرت کی اجازت دے دی۔''

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پہلا سوال یہ تھا حضرت! میرے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا الصحبۃ، تم نے میری صحبت، سنگت اور رفاقت میں رہنا ہے۔ اللہ کے حکم سے؟ فرمایا ہاں اللہ کے حکم سے۔ حضرت صدیق ﷛ فرماتے ہیں میرے لئے اس سے بڑی خوشی کی بات اور کوئی نہیں تھی۔ مجھے پہلے سے اندازہ تھا۔ میں نے پہلے سے ہی دو اونٹنیاں پال رکھی تھیں۔ ببول کے درخت کے پتے کھلا رہا تھا۔ حضرت صدیق ﷛ نے فرمایا حضرت! میری اونٹنیاں تیار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بالکل قبول ہیں۔ لیکن پیسوں کے ساتھ۔ ویسے تو سب کچھ صدیق ﷛ کا حضور ﷺ پر قربان تھا۔ لیکن ہجرت کی اونٹنیوں کی حضور ﷺ نے رقم ادا کی کیوں؟ یہ اتنی بڑی نیکی تھی حضور ﷺ یہ چاہتے تھے کہ اس میں میرا اپنا مال خرچ ہو۔

نبیؑ و صدیقؓ کی مکہ سے روانگی

رحمتِ عالم ﷺ دن کو حضرت صدیقِ اکبر ﷛ کے گھر تشریف لا کر آپ ﷺ نے انہیں مطلع فرمایا کہ آج رات ہجرت ہے۔ اور رات کو آپ ﷺ کفار کے محاصرے کو توڑتے ہوئے سورہ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے اپنے بستر پر سیدنا علی المرتضیٰ ﷛ کو سلا کر اہل مکہ کی امانتیں ان کے حوالے فرما کر باہر نکلے اور سیدنا صدیقِ اکبر ﷛ کے گھر پہنچے۔ حضرت صدیقِ اکبر ﷛ کو ساتھ لیا اور طے ہوا کہ صبح سے پہلے پہلے ہمیں مکہ چھوڑ دینا چاہئے۔ یہ دونوں یار رات کی تاریکی میں مکہ سے نکلے اور جب آپ مکہ چھوڑ کر جا رہے تھے تو آپ ﷺ نے ایک اونچی جگہ پر بیت اللہ کی جانب رخ کر کے ارشاد فرمایا۔ مکہ کی سرزمین اور بیت اللہ کو مخاطب ہو کر فرمایا:

> ''واللہ...... میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں او مکہ کی سرزمین! تو اللہ کی سب سے پسندیدہ زمین ہے۔ سب سے افضل ہے۔ تو اللہ کی سب سے مبارک زمین ہے۔ واحب ارض اللّٰہ اور تو اللہ کی محبوب ترین سرزمین ہے۔ اللہ کی قسم

اگر مجھے مکہ سے نکالنے پر مجبور نہ کیا جاتا تو میں کبھی بھی مکہ سے نہ نکلتا۔"

غارِ ثور کی کٹھن منزل اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایثار

میرا مزاج یہ ہے کہ میں واقعہ برائے واقعہ یا برائے کہانی نہیں بیان کرتا۔ چونکہ ربیع الاول سے ہم حضور ﷺ کی پوری سیرت اور زندگی کو سن رہے ہیں۔ ولادت سے لے کر اب نبوت کے تیرہویں سال تک آپ نے اہم واقعات وحالات سنے ہیں۔ اور ان سے جو راہنمائی ملتی ہے، ہمیں ہدایت ملتی ہے وہ بھی میں آپ حضرات کے سامنے عرض کر دیا کرتا ہوں۔

حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مکہ سے نکلے، یمن کے راستے پر چل دیئے۔ مکہ سے نکل کر ایک پہاڑ ہے جبل ابی قبیس بڑا اونچا پہاڑ ہے۔ اس کی چڑھائی مشکل اور بہت دشوار ہے۔ حضور ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اس پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے۔ بہت دشواری کے ساتھ چڑھے۔ اور بعض روایات میں آتا ہے کہ حضور ﷺ کو تکلیف ہوئی پتھروں اور پہاڑوں پر چڑھنے کی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے کندھے پر حضور ﷺ کو بٹھایا۔ بارِ نبوت اٹھایا اور پہاڑ کی طرف چل پڑے۔ آج بھی وہ پہاڑ حجاجِ کرام دیکھتے ہیں۔ اس کی چوٹی پر ایک غار ہے۔ اس کا نام غارِ ثور ہے۔ اللہ کی توفیق سے میرے گیارہ سفر ہوئے ہیں۔ لیکن آج تک مجھے ہمت نہیں ہوئی کہ میں اس غار تک چڑھ سکوں۔ کیا ایمان کا جذبہ تھا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں، کیا ایمان کی حرارت، عشق کی گرمی، اور کیا محبتِ رسول ﷺ تھی قلبِ صدیق میں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اکیلا نہیں حضور ﷺ کے ساتھ، تنہا نہیں آقا کو اپنے کندھے پر سوار کر کے پہاڑ کی چڑھائی چڑھا ہے۔ اور کبھی دائیں دیکھتا ہے، کبھی بائیں دیکھتا ہے، کبھی آگے دیکھتا ہے اور کبھی پیچھے دیکھتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا کرتے ہو؟ فرمایا حضرت! جب یہ ذہن میں آتا ہے کہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر دے تو پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں، جب یہ ذہن میں آتا ہے کہ دشمن سامنے سے نہ آئے تو آگے چلا جاتا ہوں اور یہی خیال دائیں طرف کی جانب جب آتا ہے تو دائیں ہو جاتا ہوں اور جب بائیں جانب کی طرف ذہن جاتا ہے تو بائیں ہو جاتا ہوں۔ تو چڑھتے چڑھتے اس غار کے دہانے پر پہنچ گئے۔ حضور ﷺ کو اتارا، فرمایا حضرت

ٹھہریے! پہلے میں غار میں جاؤں گا۔ خادم ہونے کا حق ادا کیا۔ غار کی صفائی کی، ویران سی غار تھی، یہاں کون انسان جاتا ہوگا؟ اتنی مصیبت...... اس ویران غار کو صاف کیا۔

صدیق ﷜ کی رگوں میں سانپ کا زہر اور نبی ﷺ کا لعاب

بعض روایات میں آتا ہے اپنے کپڑے پھاڑ کر سوراخ بند کیے۔ کہیں کوئی جھانکنے کی جگہ نہ رہے۔ اس کے سوراخ بھی بند کر دیے۔ اور پھر حضور ؐ سے عرض کیا حضرت! تشریف لائیے۔ اللہ کے حبیب ﷺ تشریف لائے، غار کے دو سوراخ کھلے رہ گئے تھے۔ حضور ﷺ کو یوں گود میں لٹایا۔ اپنی گود کو حضور ﷺ کا بستر بنایا۔ اور غار کے ان دو سوراخوں پہ اپنی ایڑیاں رکھ کر بیٹھ گئے، آرام کے ساتھ بیٹھ گئے۔ کیا منظر ہوگا جب گود صدیق ﷜ کی ہوگی اور آرام حضور ﷺ فرما رہے ہوں گے۔ اور صدیق اکبر ﷜ جی بھر کر حضور ﷺ کا دیدار اور آپ کی زیارت کر رہے ہوں گے۔ حضور ﷺ کو رات کا جاگنا بھی تھا اور تکان بھی تھی، سفر کا اپنا اضطراب ہوتا ہے اور پھر یہ پُر خطر سفر...... تو آپ ﷺ کی آنکھ لگ گئی اور نیند آ گئی۔ اور صدیق اکبر ﷜ کی سب سے بڑی راحت یہی ہوا کرتی تھی کہ صدیق ﷜ جاگے اور آقا ﷺ آرام فرمائیں۔ صدیق ﷜ تکلیف اٹھائے اور حضور ﷺ کو سکون پہنچے۔ حضور ﷺ سو گئے اور آرام فرمایا۔ حضرت ابوبکر ﷜ کی ایڑی سوراخ پر ہے۔ ایک سانپ نکلا اس سوراخ سے جو اس سوراخ کے اندر چھپا ہوا تھا۔ اس نے حضرت صدیق ﷜ کی ایڑی پر ڈسا۔ حضرت صدیق ﷜ کو بڑی تکلیف ہوئی۔ سانپ کے ڈسنے کا کتنا درد ہوتا ہے؟ لیکن صدیق اکبر ﷜ نے اپنے اس درد کو ہضم کیا۔ اور حرکت تک نہیں کی کہ حضور ؐ کے آرام میں خلل نہ آ جائے۔ آقا کا آرام متاثر نہ ہو۔ اللہ کے نبی کے آرام میں کمی واقع نہ ہو۔ سانپ کے ڈنک کو آنسو چہرۂ نبوی ﷺ پر پڑ گیا۔ اور یہ گرم گرم آنسو کا قطرہ جب چہرۂ اطہر پر پڑا تو اللہ کے نبی کی جاگ ہوئی۔ دیکھا کہ یار رو رہا ہے۔ آنکھوں میں آنسو ہیں۔ تو آقا بھی بے قرار ہو گئے۔ ابوبکر کیا ہوا؟ عرض کیا حضرت! سانپ نے ڈسا ہے اور تین بار ڈسا ہے۔ اور درد کی شدت ہے، برداشت نہیں ہو رہا۔ آقا اٹھ بیٹھے، فرمایا ایڑی قریب کرو، ایڑی قریب کی میرے آقا نے بسم اللہ پڑھ کر اپنا لعاب دہن صدیق ﷜ کی ایڑی پر لگایا، اللہ نے صدیق ﷜ کی ایڑی

سے درد بھی دور کر دیا اور اس شفاء والے لعاب کی برکت سے ہمیشہ کے لئے زہر کا اثر بھی ختم کر دیا۔ یہ بھی اللہ کی نصرت تھی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خاندان میں لعابِ نبوی ﷺ کا اثر

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک عرصہ دراز تک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان میں حضور ﷺ کے ان لعاب کا اثر رہا ہے۔ صدیق رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے ان کے خاندان میں یہ اثر منتقل ہوا اور نسل در نسل یہ اثر منتقل ہوتا رہا۔ اس لئے اگر کوئی سچا صدیق ہوتا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسل میں سے ہوتا، سانپ اسے ڈستا تھا سانپ مر جاتا تھا اور صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد کے اس چشم و چراغ کو اس مرد کو کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اللہ کے نبیؐ کے لعاب اطہر کا اثر صرف صدیق رضی اللہ عنہ میں نہیں بلکہ صدیق کی صداقت، رفاقت، محبت، اور عقیدت و محبت کا اثر اللہ نے صدیق کے خاندان میں بھی باقی رکھا۔ آج کچھ لوگ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا امتحان لیتے ہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا تھا کہ میری رفاقت کے لئے میرا انتخاب آپ کا ہے یا اللہ کا ہے؟ میں یہ بتلا چکا ہوں تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا صحبت کے لئے آپ اللہ کا انتخاب ہیں۔ صدیق رضی اللہ عنہ رب کا انتخاب ہیں، اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ جاں نثاری اور یہ وفاداری یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رب کے وفادار تھے، رب کا انتخاب تھے، پیغمبر کے جاں نثار تھے۔ جو اس قدر جاں نثار ہوتا ہے اور اللہ کا انتخاب ہوتا ہے اس کے ایمان پر شک نہیں کیا جاتا۔

غار کے دہانے پر مکڑی کا جالا اور کبوتری کا انڈا

ادھر اللہ نے اپنا نظام غیب متحرک کیا۔ ایک مکڑی آئی اس نے غار کے دہانے پر ایک جالا بن دیا۔ اللہ نے فرمایا او میری ضعیف مخلوق عنکبوت! قرآن کی ایک سورۃ کا نام بھی عنکبوت ہے۔

وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ. [العنکبوت: ۲۹/۴۱]

اللہ نے فرمایا سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے۔ آپ کے گھروں میں بھی جالا ہوتا ہے۔ ہاتھ لگ جائے تو اس بے چاری کا گھر ختم۔ اس کمزور گھر کی اللہ نے تعمیر کروائی۔

کبوتر آیا اس نے گھونسلہ بنا دیا۔ اور گھونسلے میں انڈے دے دیئے۔ حضرت علی المرتضیٰ ؓ حضور ﷺ کے بستر پر آرام فرما ہیں۔ مشرکین مکہ کو کچھ نہیں پتہ چلا کہ کیا ماجرا ہو رہا ہے۔ اور کیا ہو چکا ہے۔ صبح ہوئی حضرت علی ؓ باہر نکلے۔ پوچھا حضور ﷺ کہاں ہیں؟ فرمایا حضور ﷺ تو یہاں سے روانہ ہو چکے ہیں۔

صدیق ؓ کی بیٹی کے چہرے پر ابوجہل کا تھپڑ

بعض روایات میں آتا ہے کہ مشرکین مکہ نے غصہ میں حضرت علی ؓ کو مارا بھی۔ پھر فوراً ان کا ذہن صدیق اکبر ؓ کی طرف گیا، دوڑ کر ابوبکر ؓ کے گھر گئے، ابوجہل آگے آگے تھا۔ اس نے ابوبکر ؓ کے دروازہ پر آواز دی۔ ابوبکر ؓ کی بڑی بیٹی سیدہ اسماء بھی چھوٹی تھیں۔ اسماء باہر نکلیں۔ اس نے پوچھا اَیْنَ اَبُوکِ؟ تمہارے ابو کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا مجھے نہیں پتا۔ یہ ننھی منی بچی یہ بھی اتنی وفادار ثابت ہوئی۔ رات کو جلدی میں اسی نے کھانا تیار کیا۔ کھانا باندھا۔ باندھنے کے لئے کوئی چیز نہ ملی تو پھر اس نے اپنے جسم کا کپڑا (دوپٹہ) پھاڑا، اس کے دو حصے کیے، ایک میں کھانا باندھا اس لئے ان کا لقب ذات النطاقین (دو ٹکڑوں والی) پڑا۔ آج ابوجہل کے سوال پر اس نے لاعلمی کا اظہار کیا تو ابوجہل بپھر گیا۔ جنگل کے جانور کی طرح اور اس نے اس معصوم بچی کے چہرے پر ایک تھپڑ رسید کیا۔ اس معصومہ کے چہرے پر تھپڑ لگا تو اس کا سر چکرایا دور پتھر پر جا گری۔ اتنا زوردار تھپڑ مارا۔ کہتے ہیں کہ کان پھٹا، بالی نکل گئی۔ لیکن اسماء نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کھڑے ہو کر کہنے لگی ابوجہل! تو میری جان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تب بھی اللہ کے نبی ﷺ کی محبت تو مجھ سے نہیں چھین سکتا۔ اب مکہ میں اعلان ہو گیا۔ جو ابوبکر ؓ کو گرفتار کرے، جو حضور ﷺ کو گرفتار کرے، زندہ حالت میں لائے، مردہ حالت میں لائے ایک سو اونٹ انعام میں ملے گا۔ اور یاد رکھو عرب میں سونے سے زیادہ قیمتی مال اونٹ ہوا کرتا تھا۔ چاندی سے زیادہ قیمتی مال اونٹ تھا۔ اور آج ڈالر ہیں اور ڈالروں کے ساتھ اعلان ہوتا ہے۔ فلاں کو زندہ یا مردہ حالت میں پکڑوا دیجئے ملین ڈالر ملیں گے۔

غار میں چھپنا کوئی نئی بات نہیں ہے!

آج اگر کچھ لوگ غاروں میں جا کر چھپتے ہیں انہوں نے بھی کوئی نیا کام نہیں کیا۔

اللہ کے نبی غار میں چھپے ہیں ہمیں قرآن غار سے ملا ہے پہلی وحی غار میں آئی۔

قرآن کی ایک سورۃ کا نام بھی غار کے ساتھ ہے اور وہ سورۃ الکہف ہے اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہر جمعہ اس سورۃ کو پڑھا کرو اور تلاوت کیا کرو۔ جو ہر جمعہ اس کی تلاوت کرے گا وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ جو ہر جمعہ اس کی تلاوت کرے گا زمین اور آسمان کے درمیان کا خلا نور اور اجر سے بھر جائے گا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے غالباً اسی وجہ سے سورۃ کہف ہر جمعہ پڑھنے اور تلاوت کرنے کی ترغیب دی تا کہ تمہیں پتہ چلے کبھی دین اور اسلام پر ایسے بھی حالات آجاتے ہیں کہ غاروں میں جانا پڑتا ہے۔ غاروں میں روپوش ہونا پڑتا ہے۔ غاروں میں چھپنا پڑتا ہے۔ لیکن ان غاروں میں چھپنے کی برکت سے اللہ غاروں سے دین کو نکال کر بازاروں میں لاتے ہیں۔ دیہاتوں سے دین کو نکال کر شہروں میں لاتے ہیں اور ضعیفوں سے دین کو نکال کر سپر طاقتوں میں لاتے ہیں۔ اور پھر دین پوری دنیا، پوری کائنات اور پوری روئے ارض پر غالب آتا ہے اور حق کا پرچم لہرایا کرتا ہے۔ ہمیں یہ سبق ملا ہے حضور ﷺ کے اس واقعہ سے۔

اللہ کے نبی ﷺ بھی روپوش ہیں، تین دن تک حضور ﷺ روپوش رہے اور پھر تلاش شروع ہوئی۔ تو تلاش کرتے کرتے اس غار تک پہنچ گئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تو جان نکلنے کو ہو گئی۔ آقا وہ دیکھو ابوجہل کھڑا ہے۔ فرمایا ابوبکر! لا تحزن اِنَّ اللّٰہ معنا. تو میری فکر نہ کر محمد کا رب ابوبکر کے بھی ساتھ ہے اور محمد کے بھی ساتھ ہے۔ یہ ہے اِنَّ اللّٰہ معنا کا معنی۔ اللہ نے مکڑی سے کام لے لیا ہے۔ وہ چاہے تو مکڑی سے کام لے لے۔ اور وہ چاہے تو مکھی، مچھر، لکڑی اور پانی سے بھی کام لے لے۔

اس لئے اگر دین کے کسی شعبہ میں تم استعمال ہو جاؤ تو رب کا شکر ادا کیا کرو کہ اس نے تمہیں قبول کر لیا ہے۔ ورنہ نہ وہ تمہارا محتاج ہے نہ میرا محتاج اور نہ کسی اور چیز کا محتاج ہے۔ وہ اپنا کام جس سے چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ اس نے اپنے نبی کی حفاظت کا کام لوگو! ایک مکڑی سے لے لیا ہے۔ اس نے اپنے نبی کی حفاظت کا کام ایک کبوتری سے لے لیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ غار کی بھی تلاشی لے لو۔ ابوجہل کہتا ہے اگر اس کے اندر ہوتے تو یہ جالا کہاں سے آتا۔ گھونسلہ کہاں سے ہوتا؟ اندر جاتے تو گھونسلے میں انڈے کہاں سے نظر

آتے؟ کبوتری یہاں کیسے بیٹھتی؟ رب نے سبق دیا ہے میں اپنے نبی کی حفاظت اپنی کمزور ترین مخلوق سے کرواتا ہوں۔ اپنی ضعیف اور حقیر ترین مخلوق سے کروارہا ہوں۔ میں مکڑی سے کروارہا ہوں۔ اور سنو! رب نے آقا ﷺ کی حفاظت کا کام مکڑی سے لیا ہے۔ اور نمرود کے خاتمے کا کام مچھر سے لیا ہے۔ اور اللہ نے کبھی مکھی سے کام لیا ہے، اور کبھی مکڑی سے کام لیا ہے۔ اس لئے کہ اِنَّ اللّٰہَ علٰی کلِّ شَیْءٍ قدیروہ ہر چیز پر قادر ہے۔

غار سے آگے کے سفر کی تفصیلات

27 صفر کو آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے تھے نبوت کے تیرہویں سال اور تین دن تک غار میں رہے۔ یکم ربیع الاول کو حضور ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار سے مدینہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ یہ پہلی ربیع الاول کی تاریخ تھی۔ مختصر سا یہ قافلہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ مشہور راستے پر خطرات تھے۔ اس لئے گمنام راستہ تجویز کیا گیا۔ اس گمنام راستے کی راہنمائی کے لئے راستہ دکھانے کے لئے ایک راہبر جس کو عربی میں دلال کہتے ہیں اس کو اُجرت پر حاصل کیا گیا۔ یہ اگرچہ غیر مسلم اور کافر تھا لیکن اسے راستوں کا خوب علم تھا اور راز دار بھی تھا۔ اُجرت اور مزدوری اس سے طے کر کے اسے ساتھ رکھا گیا۔ اس کا نام تھا عبداللہ بن اریقط، اسی سے اہل علم نے مسئلہ اخذ کیا کہ غیر مسلم سے معاملہ کر سکتے ہیں اور غیر مسلم کو اجیر اور مزدور بنا سکتے ہیں اور غیر مسلم کاریگر سے کام کروا سکتے ہیں۔ حضور ﷺ اور سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے اس غیر مسلم کو راستہ بتانے کے لئے ساتھ رکھا۔ اونٹنیاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پہلے سے تیار کر رکھی تھیں۔ ان کو پالا ہوا تھا۔ ان کی خدمت کی ہوئی تھی۔ ایک اونٹنی پر حضور ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سوار ہوئے۔ دوسری پر آپ کے غلام عامر بن فہیرہ سوار ہوئے تیسری اونٹنی پر یہ دلال اور رہبر عبداللہ بن اریقط سوار ہوئے۔ چار آدمیوں کا یہ قافلہ روانہ ہوا۔ معروف راستے کو چھوڑا غیر معروف راستے پر چلے۔ مشہور راستہ چھوڑا اور گمنام راستہ پر پڑ گئے۔ سحری کے قریب قریب روانہ ہوئے۔ راستے میں لوگ حضرت ابوبکر کو ملتے اور پوچھتے من معک؟ یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جواب میں مختصر جملہ ارشاد فرماتے اور وہ جملہ ایسا ہوتا کہ جس میں حضور ﷺ کی جان کی بھی

سلامتی ہوتی اور صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کی بھی سلامتی ہوتی تھی۔ فرماتے ھٰذا رجل یھدینی یہ ایسا شخص ہے جو مجھے راستہ دکھاتا ہے راہ بتاتا ہے اور راستے کا پتہ دیتا ہے۔ سننے والے یہ سمجھتے کہ یہ یہی راستہ بتانے والا ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں آتا کہ یہ جنت کا راستہ بتانے والا ہے۔

صدیق رضی اللہ عنہ کا کمال

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کڑے موقع پر بھی جھوٹ نہیں بولا اور غلط بیانی سے کام نہیں لیا۔ اس لئے کہ صدیق کہتے ہی اسی کو ہیں جو زندگی میں کبھی جھوٹ نہ بولے۔ اور صدیق اسے کہتے ہیں جس کی قوتِ عملی وہ نبی کے قریب تر ہو اور خوابوں کی تعبیر جاننے والا ہو۔ قرآن کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی صدیق کہا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی صدیق کہا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی صدیق کہا۔

یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ. [یوسف: ۱۲/۴۶]

حضرت یوسف علیہ السلام بھی خوابوں کے معبر، حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی صدیق اور خوابوں کے معبر، اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا...... وہ صدیق بھی تھے اور نبی بھی تھے۔ تو صداقت ایک منصب ہے اور اس پر صداقت کا منصب اللہ نے نبیوں میں بھی رکھا اور غیر نبیوں میں بھی رکھا۔ غیر نبی جتنے صدیق ہیں ان میں صدیق اکبر ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور صدیق جھوٹ نہیں بولا کرتے۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ھٰذا رجل یھدینی یہ شخص ہے جو مجھے راہ بتاتا ہے۔ اور ارادہ کیا کہ جنت کا راہ بتاتا ہے۔ سننے والے نے سمجھا کہ یہ راستہ بتانے والا ہے۔ لیکن صدیق نے سچ بولا اور درست فرمایا اور چل پڑے۔ راستہ عبور فرمایا اور راستہ طے کر کے چلے گئے۔

نبی ﷺ و صدیق رضی اللہ عنہ اُم معبد کے خیمے پر!

حضور ﷺ کو ساتھ لے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے تو راستے میں تین عجیب واقعات رونما ہوئے۔

پہلا واقعہ یہ رونما ہوا کہ ایک خاتون جن کی کنیت ام معبد تھی، قبیلہ خزاعہ سے ان کا تعلق تھا۔ اس کا ایک خیمہ تھا اور خیمے کے باہر ایک دالان تھا۔ یہ ایک نیک، صالحہ خاتون اور ان کے شوہر ابو معبد بکریاں چراتا تھا۔ یہ سارا دن خیمے سے باہر نکل کر اپنے دالان میں بیٹھا کرتی تھیں۔ حضور ﷺ کے راستے پر یہ خیمہ تھا۔ اللہ کے نبی کا گذر اس خیمے سے ہوا۔ آپ ﷺ ٹھہر گئے۔ اس بڑھیا عورت کو سلام کیا۔ دیکھا گھر کے دالان میں اس بڑھیا کے ساتھ ایک بکری بھی موجود ہے۔ پوچھا اماں! ہم اس بکری کا دودھ نکال سکتے ہیں؟ ام معبد نے کہا کہ دودھ نکالنے میں تو کوئی رکاوٹ اور ممانعت نہیں۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ لیکن ماجرہ یہ ہے کہ میرا شوہر ابو معبد بکریاں چراتا ہے وہ ریوڑ لے کر نکلا ہوا ہے۔ یہ بکری اتنی کمزور اور لاغر ہے کہ چلنے کے قابل نہیں تھی۔ اس لئے ریوڑ کے ساتھ نہیں گئی۔ جو بکری اتنی لاغر اور کمزور وضعیف ہو اور وہ کھا نہ سکتی ہو، پی نہ سکتی ہو بھلا اس کے تھنوں میں دودھ کہاں سے آیا؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا آپ ہمیں دودھ نکالنے کی اجازت دے دیں۔ اس نے کہا کہ اجازت ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا اور اپنے دستِ مبارک اس بکری کی پیٹھ پر پھیرے اور تھنوں پر لگا دیئے۔ تھنوں پر ہاتھ کا لگانا تھا یہ تھن دودھ سے بھر گئے۔ ام معبد سے کہا کہ برتن لاؤ۔ اس نے برتن دیا، آقا ﷺ نے اس برتن میں دودھ نکالا وہ دودھ سے بھر گیا۔ یہ حضور ﷺ کا معجزہ تھا۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے وہ دودھ ام معبد کو پلایا، جس کی بکری تھی اسے پلایا۔ وہ سیر ہوگئی۔ دوسرے نمبر پر آپ ﷺ نے دودھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پلایا۔ وہ بھی سیر ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے دودھ عامر بن فہیرہ کو پلایا وہ بھی سیر ہو گئے۔ پھر عبداللہ بن اریقط کو پلایا وہ بھی سیر ہو گئے پھر آقا ﷺ نے خود دودھ نوش فرمایا۔ ام معبد نے یہ ماجرا دیکھا تو حیران رہ گئیں۔ دودھ پھر بھی بچ گیا۔

شام کو ابو معبد آیا اور اس نے گھر میں دودھ دیکھا تو پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ ام معبد نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ ام معبد کہنے لگی کہ آج ایک مسافروں کا قافلہ آیا تھا۔ ان میں ایک شخص تھا کان مربوعاً درمیانے قد کا تھا۔ لیس بالطویل البائن ولا بالقصیر۔ نہ بہت لمبے قد کا، نہ بہت چھوٹے قد کا۔ ذرا غور کیجئے ام معبد نے اللہ کے نبی کی ایک مجلس میں رفاقت اور صحبت اٹھائی اور ایک نظر سے دیکھا اور حضور ﷺ کا پورا نقشہ اپنے

شوہر کو بتایا۔اور بال اس کے گھنگھریالے تھے۔نہ بالکل سیدھے تھے اور نہ بالکل پیچ دار تھے بلکہ ہلکے سے گھنگھریلے تھے۔پیشانی اس کی چوڑی تھی۔واسع الجبینہ کھلی پیشانی والا تھا۔ آنکھیں اس کی سرمیلی تھیں۔موٹی تھیں۔رخسار بڑے خوبصورت تھے اور ابھرے ہوئے تھے اور ہاتھوں کی ہتھیلیاں نرم تھیں۔پاؤں کے تلوے بھی نرم وملائم تھے اور اندر کو گھسے ہوئے تھے۔اور دانت مبارک سفید اولے کی طرح تھے۔جب بولتے تو دانتوں سے نور کی کرن نکلتی۔ نور کی ایک لڑی نکلتی۔درمیان میں متوازن فاصلہ تھا۔یہ شخص آیا تھا اور اس نے مجھ سے اجازت مانگی کہ میں اس بکری کا دودھ نکال لوں؟ میں نے اسے بتایا کہ بکری تو دودھ کے قابل نہیں ہے۔ان کے اجازت مانگنے پر میں نے انہیں اجازت دے دی۔انہوں نے اس بکری کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور تھنوں پر ہاتھ رکھا تو اس بکری کے تھن دودھ سے بھر گئے۔یہ ساری علامات بیان کی گئیں تو ابو معبد کہنے لگے واللہ یہ وہی شخص ہے جس کو قریشِ مکہ تلاش کر رہے ہیں۔یہ وہی شخص ہے۔جن کی جستجو ہے اور جن کے وارنٹِ گرفتاری جاری ہیں جو قریشِ مکہ کا اشتہاری ہے۔یہ وہی شخص ہے لوگ جس کے خون کے پیاسے ہیں۔لیکن یہ تو مبارک شخص ہے۔اگر اللہ نے مجھے موقع دیا تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ضرور ان کی صحبت اٹھاؤں گا۔

ایک جن کے اشعار جو مکہ میں سنائی دیئے!

ادھر اللہ کے نبی ﷺ یہاں سے روانہ ہوئے، ادھر سے ایک جن نے مکہ مکرمہ میں کھڑے ہو کر زور سے آواز دی اور شعر پڑھے۔ہاتف غیبی نے کہا۔ہاتف غیبی نے مکہ کے لوگوں کو خطاب کر کے کہا: مکہ کے لوگو! تم حضور کو یہاں ڈھونڈھ رہے ہو وہ دو رفیق تو ام معبد کے خیمے میں اترے ہیں۔

هما نزلا بالهدیٰ واهتدت به
وقد فاز من الفی برفیق محمد

وہ ہدایت لے کر گئے اور ہدایت کو پھیلایا۔اور جس نے محمد ﷺ کے رفیق کے ساتھ وقت گزارا اللہ نے اسے بھی ہدایت نصیب کر دی۔یهنا اهابكر ....ابو بکر کو اس کا بکر مبارک ہو، ابو بکر کو اللہ نے ان کی رفاقت کے لئے چن لیا ہے۔اللہ کے نبی کے اس

سفر میں یہ معجزہ رونما ہوا۔

صدیقِ اکبر ﷺ کا ایثار اور اللہ کی طرف سے اکرام

امام رازیؒ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے غنی کیا، خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال کے ساتھ۔ آپ علیہ السلام کو غنی کیا اس طرح کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں ڈالا، ابوبکرؓ نے اپنا سارا مال آپ علیہ السلام کے قدموں میں نچھاور کر دیا۔ نچھاور کرنے والا ابوبکرؓ ہے، لیکن توفیق دینے والا میرا اللہ ہے۔ تو نسبت اللہ کی طرف کر دی۔ فرمایا:

ووجدک عائلا فاغنٰی......

آپ تنگ دست تھے، اُس نے آپ کو غنی کیا، اور سبب ابوبکر کو بنا دیا۔ کسی نے مدد نہیں کی، رب نے مدد کی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کروائی، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کروائی۔

اِلّا تنصروہ فقد نصرہ اللّٰہ......

مفسرین کہتے ہیں کہ پوری امت کو رب نے ڈانٹ پلائی ہے، ایک ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے جو اس زجر میں شامل نہیں، اس تنبیہ میں شامل نہیں۔ پوری امت شامل ہے کہ تم پر حضور علیہ السلام کی مدد لازم تھی اور تم نے نہیں کی۔ تو اللہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کروائی۔ رب کو کام لینا تھا، ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لیا۔ صداقت دینی تھی یہ تاج ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سر پر سجا دیا۔

اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار.

نکالنے والے کافر تھے اور ساتھ لے جانے والا صحابی تھا۔

صدیق ﷺ کی صحابیت پر قرآن کی مہر

اذ یقول لصاحبہ......

جو نکال رہے ہیں وہ کافر ہیں، جو ساتھ لے کر جا رہا ہے وہ کون ہے؟ اذ یقول لصاحبہ، وہ سفر و حضر، وہ مکہ و مدینہ، وہ دنیا و برزخ، وہ آخرت و جنت، وہ فردوس و کوثر اور وہ جگہ جگہ کا صاحب ہے، ساتھی ہے، رفیق ہے اور صحابی ہے اور ایسا صحابی ہے جس کی صحابیت

پر قرآن کی مہر لگ گئی۔

صحابی عمر رضی اللہ عنہ بھی ہے، قرآن کی مہر نہیں...

صحابی عثمان رضی اللہ عنہ بھی ہے، مہر قرآن کی نہیں......

صحابی علی رضی اللہ عنہ بھی ہے، قرآن کی مہر نہیں......

صحابی طلحہ و زبیر (رضی اللہ عنہما) بھی ہیں، قرآن کی مہر نہیں.....

عبدالرحمن ابن عوف بھی ہیں، قرآن کی مہر نہیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں، قرآن پاک کی مہر نہیں۔

ایک صحابی ابوبکر رضی اللہ عنہ ایسا ہے کہ جس کی صحابیت پر اللہ کی کتاب قرآن پاک کی مہر ہے۔ اذ یقول لصاحبہ، ساری دنیا کہتی ہے کہ صاحب سے مراد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ کوئی ابوبکرؓ کی عزت کرے نہ کرے، قرآن نے تو ابوبکر کو صاحب کہہ دیا ہے۔ نہیں سمجھے بات؟...... مولانا صاحب، چوہدری صاحب، ملک صاحب، راؤ صاحب، خانصاحب، میں صاحب کہوں گا، کوئی کہے گا میں نہیں مانتا اس کو صاحب، آپ صاحب کہیں گے، کوئی کہے گا میں نہیں مانتا اس کو صاحب۔ اے ابوبکر! قیامت کی صبح تک جو تجھے نہیں مانے گا، منکر قرآن ہوگا۔ تجھے تو اللہ نے کہہ دیا اذ یقول لصاحبہ، اذ یقول لصاحبہ، ارے صاحبو! ابوبکر رضی اللہ عنہ صاحب رسول ہے۔ آپ ہمارے صاحب ہیں، ابوبکر تو صاحب رسول ہیں۔ ابوبکر کو اللہ نے صاحب کہا، اذ یقول لصاحبہ۔ اذ اخرجہ الذین کفروا، نبی و صدیق کے نکالنے والے کافر ہوتے ہیں۔ سارے بولو! نبی اور صدیق کے نکالنے والے کون ہوتے ہیں؟ کافر۔ بولتے نہیں ہو؟ (سامعین نے کہا، کافر) کیوں ڈرتے ہو؟ اللہ کے بندو! میں کہہ رہا ہوں نا! میرے ساتھ کہو نا!

نبی ﷺ کا محافظ اللہ ہے

اذ اخرجہ الذین کفروا......

آج جو لوگ خواب دیکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام اور روضہ پاک سے نکال لیں گے اور نبی علیہ السلام کے یار ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی روضہ پاک سے نکالیں گے...... کل مکہ سے نکالنے کے خواب دیکھنے والوں کو بھی رب نے کہا: اذ اخرجہ الذین کفروا......

اور رب نے فرمایا الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ ......

آج روضے سے، مدینے سے نکالنے والوں کو بھی قرآن کا یہی پیغام ہے، اذ اخرجہ الذین کفروا...... نکال کل بھی کوئی نہیں سکا تھا، نکال آج بھی کوئی نہیں سکے گا۔ کل جنہوں نے کوشش کی وہ کافر ٹھہرے اور آج جو کوشش کریں گے وہ بھی کافر ٹھہریں گے۔ آج بھی جو مدینے سے نکالنے کی، روضہ پاک سے نکالنے کی جسارت کریں گے، کافر ٹھہریں گے۔ کل بھی رب نے مدد کی تھی، آج بھی رب مدد کرے گا۔ مکہ کا محافظ بھی میرا اللہ ہے، مدینہ کا محافظ بھی میرا اللہ ہے۔ نکال دی جائے گی وہ آنکھ جو مکہ، مدینہ کی طرف اٹھے گی۔ توڑ دیئے جائیں گے وہ ہاتھ جو میرے اللہ کے کعبہ کی طرف اٹھیں گے، نبی علیہ السلام کے روضہ پاک کی طرف اٹھیں گے۔ آج کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ وقت قریب ہے جب ہم حرمین میں پہنچیں گے۔ کبھی نہیں پہنچو گے......!! کہو ان شاء اللہ۔

واللہ یعصمک من الناس...... [المائدہ: ۵/۶۷]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محافظ کون ہے؟ بولو نا! (اللہ!) کون ہے اس روضہ کا محافظ؟ (اللہ!) کون ہے محافظ اس گنبد کا؟ اللہ!! اس گنبد خضراء اور مکینِ جنت کا محافظ کون ہے؟ اللہ!! اللہ ہے! اوئے سب کچھ ہوسکتا ہے......

با خدا دیوانہ باشد ، با محمد ہوشیار!

رب سب کچھ گوارہ کرتا ہے، اپنے نبی کی عزت، عصمت، حفاظت کے اوپر حرف نہیں آنے دیتا۔ یہ میرے رب کی قدرت کو چیلنج ہے۔ جب اسلام نہیں تھا، ایمان نہیں تھا، کلمہ نہیں تھا، قرآن نہیں تھا، دین نہیں تھا۔ فترت تھا، ابرہہ اپنا لشکر لے کر بیت اللہ کو ڈھانے آیا تھا، تو اللہ نے ابرہہ کو ناکام کیا۔ مکہ والوں کی مدد کردی۔ آج تو دور ایمان کا ہے، اسلام کا ہے، قرآن اور نبی کے فرمان کا ہے، حدیث کا ہے، رب کی توحید کا ہے، وہ مرکزِ توحید ہے، وہ منزلِ قرآن ہے، وہ اللہ کی رحمت کے اُترنے کی جگہ ہے۔ اگر شرک کے دور میں ابرہہ برباد ہوا تو یہ یمنی کتا اسلام کے دور میں اگر کعبہ کی طرف نظر اٹھائے گا تو برباد ہوگا، مدینہ کی طرف نظر اٹھائے گا تو کہو! برباد ہوگا!! مکہ، مدینہ کا محافظ کون ہے؟...... اللہ! باقی سیاست تم جانو تمہارا کام جانے۔ خبردار مکہ مدینہ کا نام نہ لینا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ ایسا شہر ہے:

لا یدخله الدجال و لا الطاعون......

اس میں تو وبائی مرض بھی داخل نہیں ہوگی۔ یہ جگہ وبائی تھی۔ بخاری شریف کی حدیث ہے یہ ارض الوباء تھی، وبا کی سرزمین تھی۔ جو باہر کا آدمی یہاں آتا تھا بیمار ہو جاتا تھا۔ حتیٰ کہ بلال رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے، ابوبکر رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو کہہ رہے تھے:

کل امرءٍ مصبح فی اهله

والموت ادنی من شراکِ نعله

ہر آدمی اپنے گھر میں صبح کرتا ہے، موت تو اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔ جوتے کا تسمہ اتنا قریب نہیں جتنا موت قریب ہے۔

اور دوستو! دیکھ رہے ہو کہ کتنے ہمارے ساتھی آناً فاناً دنیا سے جا رہے ہیں۔ پتہ ہی نہیں چلتا کتنے ہم روزانہ جنازے پڑھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا ابوبکر کو، حضور علیہ السلام نے سنا بلال رضی اللہ عنہ کو، بخار میں ہیں اور مکہ کو یاد کر رہے ہیں تو فوراً دعا کے ہاتھ اٹھا دیئے اور فرمایا:

اللهم اجعل حبَّ المدینة کحبّی مکه.

یا اللہ! مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں دُگنی کر دے، اس محبت سے جو تو نے ہمارے دلوں میں مکہ کی رکھی تھی۔

الله ! اُنْقُلْ حُماها الی جُحفة.

اس وباء کو تو مدینہ سے نکال دے، آؤٹ کر دے اور مقامِ جُحفہ میں بھیج دے۔

وبارک فی مُدّنا و صاعنا......

مدینہ کے باٹوں میں، مدینہ کے پیمانوں میں برکتیں عطا فرما دے۔

یہ ارضِ وبا تھی، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں اور دعاؤں کی برکت سے وہ ارضِ شفاء بن گئی ہے، وہ ارضِ شفاء بن گئی ہے۔ جب کوئی بیمار ہوتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دم کیا کرتے تھے:

بسم اللّٰہ تُربتِ ارضنا، بریقة بعضنا، یشفٰی سقیمنا.

یہ حضور علیہ السلام کا دم تھا۔ کیا دم ہے؟ بسم اللّٰہ! اللہ کے نام کی برکت، اللہ کے نام کی مدد، بسم اللّٰہ ، اللہ تیری مدد کے ساتھ، بتربة ارضنا، مدینہ کی زمین کی مٹی کی برکت سے، بریقة بعضنا، محمد عربی کے لعاب کی برکت سے، یشفٰی سقیمنا، یہ بیمار تھا تندرست ہوکر جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دم کرتے تھے تو بیمار ٹھیک ہوجایا کرتے تھے، بیمار تندرست ہوجایا کرتے تھے۔ یشفٰی سقیمنا، اللہ تعالیٰ مکہ مدینہ کی حفاظت فرمائے۔

اول حضور ﷺ اور ثانی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

اذ اخرجه الذین کفروا ثانی اثنین......

فرمایا: یہ ابوبکر ثانی اثنین ہیں۔ ثانی کہتے ہیں دوسرے کو اور اثنین کہتے ہیں دو کو۔ ثانی اثنین کا معنی دو کا دوسرا، ابوبکر رضی اللہ عنہ دو کے دوسرے تھے۔ گویا اللہ نے اشارہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ثانی ہیں۔

لوگ بحثیں کرتے پھرتے ہیں کہ پہلا خلیفہ کون ہے؟ یہ قرآن کا فیصلہ ہے، ثانی اثنین.

ایمان میں اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر ہیں......

قرآن میں اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں......

نماز میں اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں......

امامت میں اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں......

جہاد میں اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں......

تبلیغ میں اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں......

اوئے لوگو! تبلیغ میں اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں......

جہاد میں بھی، تزکیہ میں بھی، اللہ کی توحید کا نعرہ لگانے میں بھی اول حضور علیہ السلام ہیں اور ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور منصب امامت و خلافت پر اوّل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

غار میں بھی اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

مزار میں بھی اول حضور علیہ السلام ہیں اور ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

قیامت کے دن میدانِ حشر میں اُٹھ جانے سے، قبروں میں اٹھنے میں بھی ساری دنیا سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے، ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

اللہ کے دربار کی پیشی میں اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہین اور جنت کے داخلے میں اوّل حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ تو ہر معاملے میں ثانی ہیں ہی ابوبکر، اللہ نے جو فرمادیا ''ثانی اثنین''۔

مولانا نورالحسن شاہ بخاری رحمہ اللہ ایک بہت بڑے عالم گزرے ہیں قریب کے زمانے کے، بوڑھی عمر کے لوگ یہاں بیٹھے ہیں، انہوں نے اُن کو دیکھا ہوگا، ان کی تقریریں سنی ہوگی، کہ یہ سچا سید تھا، آلِ رسول تھا، ملتان سے تعلق تھا، ساری زندگی اس نے اللہ کی توحید کے نغمے سنائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ناموس کے نغمے سنائے، کتابیں بھی لکھیں۔ ان کی ایک کتاب کا نام ہی ''ثانی اثنین'' ہے۔ اور ثانی اثنین کتاب میں علامہ نورالحسن شاہ بخاری رحمہ اللہ ولادت سے شروع ہوئے وصال تک چلے گئے، اوصاف ذکر کیے، خصائل ذکر کیے، اور اختیاری کام، غیر اختیاری کام ذکر کیے اور فرمایا کہ دیکھو! اختیاری کاموں میں بھی اوّل حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر ہیں اور غیر اختیاری کاموں میں بھی اوّل حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

مثلاً انسان کی زندگی انسان کے اختیار میں نہیں ہوتی، یہ تو اختیار میں ہے نا کہ لباس جیسا ہو، یہ بھی اختیار میں ہے کہ بال ایک جیسے بنالیں، آدمی پگڑی ایک جیسی پہن لیں، لیکن عمر محبوب جیسی ہو، یہ اختیار میں نہیں ہے۔ اللہ نے ان غیر اختیاری چیزوں میں بھی ابوبکر کو حضور علیہ السلام کا ثانی بنایا۔ کیسے؟......

حضور علیہ السلام کی عمر ۶۳ سال، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر بھی ۶۳ سال......

حضور علیہ السلام کو بھی وصال کے وقت بخار آیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی وصال کے وقت بخار آیا......

حضور علیہ السلام کو بھی زہر دیا گیا تھا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی زہر دیا گیا......

حضور علیہ السلام پر بھی زہر کا اثر بعد میں ہوا، ابوبکر رضی اللہ عنہ پر بھی زہر کا اثر بعد میں ہوا......

حضور علیہ السلام کا جنازہ جس چارپائی پر آیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جنازہ بھی اس چارپائی پر آیا۔

جن لوگوں نے حضور علیہ السلام کی قبر کھودی، انہی لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر کھودی۔

جہاں حضور علیہ السلام دفن ہوئے وہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے۔

جس وقت حضور علیہ السلام کی تدفین ہوئی اُسی وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تدفین ہوئی۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو روضہ ہے وہی ابوبکر رضی اللہ عنہ کا روضہ ہے۔

پھر فرمایا: دیکھو! اولاد تو اختیار میں نہیں ہوتی۔ اللہ نے حضور علیہ السلام کو جو داماد عطا کیے تھے وہ عشرہ مبشرہ میں تھے، عثمان عشرہ مبشرہ میں سے، علی رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بھی دو داماد، وہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ زبیر رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں، ایک روایت کے مطابق خود حضور علیہ السلام بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

حضور علیہ السلام کے نواسے شہید ہیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نواسے بھی شہید ہیں۔

حضور علیہ السلام کے نواسے حسین رضی اللہ عنہ ہیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نواسے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضور علیہ السلام کے نواسوں کے قاتل بنواُمیہ میں سے ہیں، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قاتل بھی بنواُمیہ میں سے ہیں۔

حضور علیہ السلام کا نواسہ خلافت کے عنوان پر شہید ہوا، ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نواسہ بھی خلافت کے عنوان پر شہید ہوا۔

حضور علیہ السلام نے کبھی شراب نہیں پی، صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام سے پہلے بھی اور اسلام کے بعد بھی کبھی شراب نہیں پی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسلام سے پہلے کبھی بت کو سجدہ نہیں کیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام سے قبل کبھی بت کو سجدہ نہیں کیا۔

حضور علیہ السلام شاعر نہیں تھے، ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی شاعر نہیں تھے۔

بہر حال ہر معاملہ میں حضور علیہ السلام اول ہیں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ ثانی ہیں۔ اللہ نے یہ مقام عطا کیا ہے۔ تو اللہ نے جبھی کہا ''ثانی اثنین''۔ قرآن تو جامع کتاب ہے نا،

ثانی اثنین اذ یقول لصاحبہٖ لا تحزن ......

اور پھر فرمایا: **اذ هما في الغار ......** دونوں غار میں تھے۔ یہ یارِ غار ہے اور یارِ غار کی جو اصطلاح ہے اس کا آغاز بھی یہیں سے ہوا ہے۔ یہ یارِ غار ہے یعنی جگری یار ہے۔

اذهما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا.

[التوبة: ۹/۴۰]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں

یکم ربیع الاول رحمتِ عالمؐ نے غارِ ثور سے مدینہ منورہ کی طرف سفر شروع فرمایا۔ اور اللہ کے نبیؐ ۸ ربیع الاول کو قباء میں پہنچے۔ یہ سوموار کا دن تھا۔ مدینہ کے باسیوں اور رہائشیوں کو حضور ﷺ کی مدینہ منورہ تشریف آوری کی اطلاع ہو چکی تھی۔ لوگوں کو آپ ﷺ کا شدت سے انتظار تھا۔ اس لئے آپ ﷺ کے دیوانے، مستانے اور آپ ﷺ کے محب اور آپ ﷺ کی زیارت کے طالبین و شائقین لوگ روزانہ صبح نکلتے اور مدینہ سے باہر پہاڑیوں پر چڑھ کر کھڑے ہو جاتے اور مکہ سے آنے والے راستوں اور راہوں کو تکتے۔ کہ کس وقت آپ ﷺ مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوں، کس وقت آقا ﷺ کی تشریف آوری ہو اور ہم آپ کی جھلک دیکھ سکیں۔ آپ ﷺ کی زیارت کر سکیں۔ آپؐ سے ملاقات کر سکیں۔ اللہ کے آخری نبی اور رسول کی صحبت کے لمحات حاصل کر سکیں۔ اور شام تک جب حضور نظر نہ آتے تو یہ لوگ مایوس ہو کر واپس چلے جاتے۔ آج کے دن بھی یہ لوگ آئے۔ اور دوپہر تک انتظار کرتے واپس چلے گئے۔ دوپہر کے بعد آپ کا یہ مختصر سا قافلہ جو دو اونٹوں پر مشتمل تھا۔ جس میں حضور ﷺ، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ شامل تھے یہ قافلہ دور سے نمودار ہوا۔ ایک یہودی ٹیلے پر چڑھ کر دیکھ رہا تھا۔ اس کی دور نظر پڑی تو اس نے ٹیلے پر ہی کھڑے ہو کر چیخ کے کہا: **یا اهل قیلة هذا جدکم** مدینے والو! وہ دیکھو تمہارا وفد آ گیا ہے۔ تمہاری چاہت تمہیں نصیب ہو گئی ہے۔ تمہارے نبی آ چکے ہیں۔ لوگ دوڑ کر آئے۔ حضور ﷺ کا دیدار کیا۔ زیارت اور ملاقات کی۔

مسجد قبا کی تعمیر

یہاں قبا میں آپ ﷺ نے بنی عوف بن مالک قبیلہ میں قیام فرمایا، چار دن آپ ﷺ کا قبا میں قیام رہا۔ پیر، منگل، بدھ اور جمعرات۔ یہاں ایک مسجد کی تعمیر کی گئی۔ آپ ﷺ نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا اور یہ وہی مسجد ہے جس کا ذکر اللہ نے قرآنِ کریم میں کیا ہے۔

اور اس مسجد کے بنانے والوں کی قرآنِ کریم میں اللہ نے تعریف کی ہے فرمایا:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ، فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ. [التوبة: ۹/۱۰۸]

میرے حبیب! اس مسجد میں جا کر نماز پڑھا کریں۔ جس کی اساس اور بنیاد تقویٰ اور اخلاص پر ہے۔ جس کی اساس اور بنیاد رضاء الٰہی کے لئے ہے۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ،

جب سے یہ مسجد بنانے والوں نے یہ مسجد بنائی تو تقویٰ اور اخلاص کے ساتھ بنائی ہے۔ آپ اس مسجد میں قیام کیا کیجئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کی آبادی کا راز اور قبولیت کا راز اونچے مینار، پختہ اور خوبصورت عمارتیں اور نقش ونگار نہیں بلکہ اللہ کے ہاں مسجد کی قبولیت کا مدار بنانے والوں کا اخلاص ہے۔ بنانے والوں نے مسجد کس جذبہ اور نیت سے بنائی اور ان کے دلوں میں اخلاص کتنا ہے؟ مسجد کچی ہے لیکن بنانے والوں نے بنایا ہے اللہ کی رضا کے لئے۔ وہ اللہ کی اتنی قبول کہ قیامت کی صبح تک اللہ نے اس کے تذکرے اور چرچے کر دیئے۔ مسجد پختہ بنی، بنانے والوں کی نیت خراب، نیت ہے ریا، دکھلاوے، نام کی شہرت اور نیت ہے صرف برادری کی بنیاد پر الگ ہونے کی، نیت ہے تخریب، فساد، سازشوں وغیرہ کی تو اللہ کو یہ عمل قبول نہیں ہوتا۔ اللہ ایسے اعمال رد کر کے منہ پر مار دیتا ہے۔

اسلام کی سب سے پہلی مسجد یہی ہے!

آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں پہنچنے سے پہلے ہی نواحِ مدینہ اور مدینہ کے پڑوس میں سب سے پہلا کام یہی کیا کہ مسجد تعمیر فرمائی۔ اور یہی سنت اللہ ہے اور یہی سنتِ نبوی

ہے۔اوراس میں آبادی کا راز بھی ہے۔حضورؐ نے بھی مدینہ منورہ پہنچ کر سب سے پہلا کام مسجد کی تعمیر کروائی۔ یہ اسلام کی پہلی مسجد تھی مکہ میں کعبۃ اللہ تو پہلے سے بنا ہوا تھا۔ یہ پہلی مسجد عام تھی جو اسلام میں تعمیر کی گئی۔ اسلام کی سب سے پہلی بنیاد، سب سے پہلی مسجد اور مدنی زندگی کا آغاز تعمیرِ مسجد سے ہے۔اور اللہ کی سنت بھی یہی ہے۔ اللہ نے جب اس کائنات، دھرتی اور اس نظامِ بود وباش کو بنایا۔اس زمین کو بنایا تو سب سے پہلے وہ جگہ بنائی جہاں اب مسجد حرام ہے کعبۃ اللہ ہے۔

محققین لکھتے ہیں اور قرآن کریم نے بھی اشارہ کیا ہے کہ زمین کی تخلیق سے پہلے یہاں پانی تھا۔ وكان عرشه على الماء [ھود:۱۱/۷]... اللہ فرماتے ہیں میرے عرش اور پانی کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں تھی۔ اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ اللہ نے سب سے پہلے زمین بنائی۔ تو زمین کا وہ حصہ بنایا جہاں آج کعبہ ہے اور کعبے کو بھی کعبہ اس لئے کہتے ہیں کہ کعبہ کعب سے ہے۔ کعب بمعنیٰ ابھری ہوئی جگہ۔ اس لئے ان ٹخنوں کو کعبین کہتے ہیں۔ یہ بھی ابھری ہوئی ہڈی ہوتی ہیں۔ کعبہ سب سے پہلے کعبے والی زمین بنی۔ اور پھر دنیا کی آبادیوں میں سب سے پہلے تعمیر وہ مسجد حرام ہے۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعَالَمِينَ. فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۚ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۗ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ. [ال عمران: ۳/۹۶، ۹۷]

سب سے پہلا گھر کعبہ بنا۔

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم پاسباں ہیں اُس کے وہ پاسباں ہمارا

مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں نماز کا ثواب

اللہ نے اس دھرتی پر پہلی تعمیر اور عمارت مسجد بنوائی۔ اور اللہ کے نبی نے بھی اپنی ریاست میں، مدینہ طیبہ میں سرزمین مدینہ میں آکر سب سے پہلے اپنا گھر، مکان، دفتر،

بلڈنگ، پلازہ اور عمارت تعمیر نہیں کی بلکہ سب سے پہلے اللہ کا گھر تعمیر کروایا۔ اس سے ایک سبق ملتا ہے کہ اللہ کے گھر کی برکت سے سارے گھر بنتے ہیں۔ اور اللہ کے گھر کی آبادی سے سارے گھر آباد ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا قائم ہے، اللہ کے گھر بیت اللہ کے ساتھ۔ یہ تمام مساجد بیت اللہ کی بیٹیاں ہیں اور بیت اللہ مرکز ہے۔ ہر مسجد کا رخ بیت اللہ کی طرف ہے۔ ہر مسجد کی ادا بیت اللہ والی، ہر مسجد کا طرز بیت اللہ والا، ہر مسجد کے معمولات بیت اللہ والے۔ ہر مسجد میں نماز بیت اللہ والی تو بیت اللہ مرکز ہے۔ بیت اللہ بنیاد ہے۔ مسجد حرام تمام مسجدوں کی سردار ہے۔ اس لئے عام مسجد میں اگر نماز پڑھو اس سے جامع مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ، جامع مسجد سے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے سے مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ اور مسجد نبوی سے مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے۔

قربِ قیامت میں بیت اللہ کی شہادت

دنیا اس مسجد کے ساتھ قائم ہے اور جب یہ مسجد گر جائے گی اور کعبہ شہید ہو جائے گا تو دنیا فنا ہو جائے گی۔ قیامت آ جائے گی۔ اور میں اپنا قیاس نہیں بلکہ نص پیش کر رہا ہوں۔ حضور ﷺ کی حدیث ہے، آپ ارشاد فرماتے ہیں: قربِ قیامت ایک حبشی بادشاہ کالے رنگ کا بادشاہ، سیاہ فام بادشاہ کعبۃ اللہ پر حملہ کرے گا۔ (اللہ اس وقت سے محفوظ فرمائے آمین) وہ تاریک دور ہوگا کہ جب بیت اللہ پر حملہ ہوگا۔ اور وہ حملہ کر کے یقلعها حجرًا حجرًا وہ اس کا ایک ایک پتھر الگ کر دے گا۔ اتنا ظلم ڈھائے گا کہ بیت اللہ کی عمارت منہدم ہو جائے گی۔ پتھر الگ الگ ہو جائیں گے اور دنیا ختم ہو جائے گی۔ قیامت آ جائے گی۔ تو دنیا کی آبادی کا راز یاد رکھو! مساجد کی آبادی سے ہے۔ ان مسجدوں کو آباد رکھو تمہارے گھر آباد رہیں گے۔ ان مسجدوں کو آباد رکھو تمہاری دکانیں، بازار آباد ہونگے۔ وطن اور ملک آباد رہے گا۔ اور جب مسجدیں ویران ہوں گی اس کی نحوست سب پر آنی ہے۔ اس لئے آپ ﷺ کی سنت بن گئی، آپ ﷺ نئی آبادی میں تشریف لائے، مسجد نہیں تھی تو سب سے پہلے مسجد بنوائی۔ مسجد کی تعمیر کی، چار روز تک یہاں قیام رہا۔

قبا میں حضور ﷺ کے اقرباء کی آمد

کلثوم ابن ہدف نامی ایک شخص کی سعادت میں آپ ﷺ کی مہمانی آئی۔ یا سعد ابن خثیمہ سیرت میں یہ دو نام آتے ہیں۔ ان کے مقدر میں آپ ﷺ کی مہمانی آئی اور انہوں نے آپ ﷺ کی میزبانی کی۔ آپ ﷺ ابھی یہیں تھے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کر کے قبا آگئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ ﷺ کی دو صاحبزادیاں اور ایک زوجہ محترمہ سیدہ سودہ بنت زمعہ، سیدہ فاطمۃ الزہراء، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن وہ بھی ہجرت کر کے قبا آگئیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ابھی ابو العاص کے نکاح میں تھیں۔ ابو العاص ابھی مسلمان نہیں ہوئے اور انہوں نے آنے بھی نہیں دیا۔ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور حضرت عثمان تو ہجرت کر کے پہلے ہی آچکے تھے۔

نبی ﷺ اور صدیق رضی اللہ عنہ میں مماثلت

یہاں لوگ آتے آپ ﷺ کی زیارت کے لئے۔ لیکن جب زیارت کے لئے آتے تو پتہ نہ چلتا کہ نبی کون ہے، صدیق کون ہے؟......

آقا کون ہے اور غلام کون ہے؟......

صدیق رضی اللہ عنہ اور نبی ﷺ میں اتنی مماثلت تھی کہ جو اوصاف حضور ﷺ کے ہیں وہی اوصاف ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں نبوت کا تاج ہے اور وہاں نبوت کا تاج نہیں۔ اس لئے آنے والے کو مغالطہ ہو جاتا کہ حضور ﷺ کون ہیں اور صدیق کون ہیں؟ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب یہ ادراک کیا، محسوس کیا کہ لوگوں کو اشتباہ ہو رہا ہے تو خادم، غلام اور نوکر ہونے کا حق ادا کیا۔ کھڑے ہو گئے، اپنی چادر اللہ کے نبی ﷺ پر پھیلا کر آپ ؐ کے اوپر سایہ کر دیا۔ آنے والوں کو پتہ چل گیا کہ خادم یہ ہے اور مخدوم یہ ہیں۔ غلام یہ ہے اور آقا یہ ہیں۔ امتی یہ ہے اور نبی یہ ہیں۔

آپ ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری اور استقبال

چار دن قبا میں قیام رہا۔ یہاں سے آپ ﷺ جمعہ کے دن مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے۔ بنی نجار کا قبیلہ آپ ﷺ کا ننھیالی قبیلہ تھا۔ آپ ﷺ کی والدہ محترمہ بنی نجار میں سے تھیں۔

اور یہ لوگ آپ ﷺ کے ماموں تھے۔ حضرت عبداللہ کی شادی مدینہ میں ہوئی تھی آپ ﷺ نے انہیں پہلے پیغام بھیج دیا تھا کہ میں آرہا ہوں۔ حضور ﷺ کے پیغام پر بنی نجار کے مرد تلواریں لٹکائے وہ بھی آپ ﷺ کے استقبال کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ راستے میں بنی سالم بن عوف کا محلہ تھا۔ یہاں جمعہ کا وقت ہو گیا۔ آپ ﷺ نے زندگی کی پہلی نماز جمعہ یہاں ادا فرمائی۔ اور تاریخ تھی ۱۲ ربیع الاول کی، تو اسلام کا پہلا جمعہ وہ ۱۲ ربیع الاول میں پڑھا گیا۔ اللہ کے نبیؐ نے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور یہ خطبہ پڑھ کر حضورؐ کے حلم، صبر، حوصلہ، عفو درگزر کا کمال معلوم ہوتا ہے۔

مدینہ میں پہلا خطبۂ جمعہ

تیرہ سالہ مظلومانہ، مقہورانہ زندگی مشدد کی زندگی، تیرہ سالہ بربریت کی زندگی گزار کر اللہ کے نبی ﷺ مدینہ پہنچے ہیں۔ پہلا خطبہ، پہلی تقریر اور پہلا خطاب ارشاد فرمایا ہے لیکن مسلمانو! اس نبی کا حلم اور حوصلہ، صبر، جمال، کمال، نوال، عطا، رحم شفقت اور اس کی رحمت دیکھو کہ اس خطبہ میں اللہ کے نبی الرحمت اپنی سلطنت اور ریاست میں پہنچے ہیں ایک جملہ جملہ تو درکنار ایک کلمہ کی شکایت نہیں ہے۔ مشرکین مکہ کے ظلم کا تذکرہ تک نہیں ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے اتنے حوصلے کا ثبوت دیا، صبر کے پہاڑ بن گئے کہ اس تیرہ سالہ زندگی کے ایک لمحے کو بیان تک نہیں کیا۔ بلکہ اپنا پروگرام پیش کیا۔ ماضی کی بات نہیں کی بلکہ اپنا پروگرام اور اپنا مستقبل پیش کیا۔ انتقام کی بات نہیں کی بلکہ اپنا مشن پیش کیا۔ غصے کی بات نہیں کی اللہ کے احکام سنائے۔

آپ خود تصور کریں آپ کے لیڈر اس ملک میں رہتے ہوئے دنیا کا ذلیل ترین منصب ملتا ہے۔ دنیا بھی ذلیل ہے اور اس کے منصب بھی ذلیل ہیں۔ الیکشن جیتتے ہیں اور پھر جو بیان بازیاں کرتے ہیں اس میں 80 فیصد باتیں ہوتی ہیں پچھلے دور کے متعلق یہ ہوا تھا اب نہیں ہوگا۔ اب کرپشن نہیں ہوگی یعنی پہلے سے بڑھ کر ہوگی۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ اب کرپشن نہیں ہوگی تو معنیٰ یہ ہوتا ہے کہ پہلے سب بڑھ کر ہوگی۔ مہنگائی نہیں ہوگی اس کا معنیٰ ہوتا ہے کہ اب چار گنا ہوگی۔ یہ حکومت نے یہی کہا اور کیا بھی یہی جواب دیکھ رہے ہیں۔ اب تو کرپشن، بدعنوانی اور خیانت کے سارے ریکارڈ ٹوٹ گئے۔

آپؐ نے تعمیر کی بات کی، تخریب کی نہیں

اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے اس پہلے خطبے میں مکہ کے ظلم کی بات نہیں کی ستم کی بات

نہیں کی۔ابو جہل ملعون کا نام نہیں لیا۔ابولہب کے پتھر مارنے کا ذکر نہیں کیا۔سمیہ کے ٹکڑے کئے ہوئی لاش کا تذکرہ نہیں کیا۔اللہ کے نبی ﷺ نے خبیب رضی اللہ عنہ کے ابلتے ہوئے تیل میں جلنے کا ذکر نہیں کیا۔بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے مکہ میں گھسیٹے جانے کا ذکر نہیں کیا۔اپنے اوپر گرنے والی اوجھڑی کا ذکر نہیں کیا۔طائف کے پتھروں کا ذکر نہیں کیا۔اپنے لہولہان جلد اور جسم کا ذکر نہیں کیا۔راستے اور سفر کی مشکلات کا ذکر نہیں کیا۔غار ثور کی روپوشی کا ذکر نہیں کیا۔زخمی ہونے والے پاؤں نہیں دکھائے بلکہ بات صرف تقویٰ،عدل،انسانی مساوات،اخوت،بھائی چارے کی بات کی ہے گویا کہ سبق دیا ہے کہ مشکل سے آسانی سے ملے ظلم سے باہر نکلو تو پھر انتقام کی باتیں نہ کیا کرو۔ماضی کے قصے نہ چھیڑا کرو۔اپنی منزل کی طرف چلا کرو۔اپنا پروگرام تلاش کیا کرو۔اور اپنے کام کی طرف توجہ کیا کرو جو قومیں ماضی کے افسانوں میں کھو جاتی ہیں وہ ترقی نہیں کیا کرتیں۔جو مستقبل پر نظر رکھتی ہیں ترقی ان کی ہوتی ہے۔آقا ﷺ نے تخریب کی نہیں تعمیر کی بات کی ہے۔

بنی نجار کی بچیوں کا استقبالی گیت

خطبہ ارشاد فرمایا جمعہ کے بعد مدینہ کی طرف چل پڑے۔بنی نجار کی بچیاں وہ بھی خوشی سے جھوم رہی تھیں۔اور وجد میں آکے پڑھ رہی تھیں:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

جنوب کے پتھروں سے ہم پر چاند طلوع کر گیا۔

وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

اللہ کی طرف سے ہمیں داعی مل گیا اس پر ہمارے ذمے اللہ کا شکر ادا کرنا لازم ہو گیا۔

ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

اللہ نے انہیں نبی بنا کر بھیجا وہ حکم کریں گے ہم تعمیل کریں گے۔وہ اشارہ کریں گے ہم جانیں قربان کریں گے۔وہ اشارہ کریں گے ہم مال نچھاور کریں گے ہر حکم کی تعمیل ہمارے ذمے ہوگی۔یہ ان بچیوں کی خوشی تھی۔حضور ﷺ مدینہ کی طرف روانہ ہیں۔بنی نجار کے مرد بھی آپ کے ساتھ ہیں ہر ایک کے دل کی خواہش یہ ہے کہ آقا ﷺ کا قیام میرے گھر ہو۔اور حضور ﷺ کے اخلاق یہ ہیں کہ آپ کسی کا دل دکھانا نہیں چاہتے کسی کو کسی پر ترجیح دیں اور دل دکھائیں یہ آپ ﷺ کا اخلاق نہیں۔فرمایا میری اونٹنی کی مہار چھوڑ دو۔

ابوایوب انصاریؓ میزبانِ رسولؐ

دعوھا فانّھا مامورۃ من اللّٰہ......

یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔ جہاں اسے اللہ حکم دیں گے یہ وہیں ٹھہر جائے گی اور وہیں میرا قیام ہوگا۔ وہی شخص میرا میزبان ہوگا جس کے گھر کے سامنے اونٹنی ٹھہر جائے گی۔ اونٹنی چل رہی ہے لوگ ساتھ ساتھ ہیں۔ آپ ﷺ اونٹنی پر جلوہ افروز ہیں۔ اونٹنی جا کر بیٹھی اس جگہ جہاں آج مسجد نبوی ہے اور حضور ﷺ تشریف فرما ہیں۔ پھر اٹھی اور آگے چل پڑی۔ پھر واپس آئی اور اسی جگہ بیٹھ گئی جہاں پہلے بیٹھی تھی۔ آقا ﷺ نیچے اترے ہیں پوچھا سامنے والا مکان کس کا ہے؟ ابوایوب انصاری کہنے لگے ھا انا حضرت! یہ تو میرا مکان ہے۔ ھذا بابی یہ میرا دروازہ ہے۔ چلیے تشریف لے چلئے۔ حضور ﷺ نے یہ سعادت ان کو بخش دی، فرمایا سامان اتارو، کجاوہ اٹھایا سامان اتارا گھر لے گئے۔ فرمایا میرے قیلولے کا انتظام کرو۔ انتظام کیا۔ گھر کے دو حصے تھے ایک بالائی منزل تھی اور ایک نیچے کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نیچے رہوں گا۔ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی اور ادب تھا کہ آقا ﷺ اوپر رہیں۔ درخواست کی حضرت! آپ اوپر رہیں۔ فرمایا نہیں میں نیچے رہوں گا اور آپ ﷺ نے مدینہ میں ڈیرے لگا لئے۔

مہاجرینؓ پر آب وہوا کے منفی اثرات

چند ہی دن گزرے تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بخار آ گیا۔ بلال رضی اللہ عنہ کو بخار آ گیا اور یاد رکھو اس شہر کا نام یثرب تھا۔ اور اس میں بخار کی وبا تھی۔ یثرب بخار میں مشہور تھا۔ لوگ باہر سے آتے یہاں بیمار ہو جاتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و بلال رضی اللہ عنہ کو بخار آ گیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں چھوٹی بچی تھی میں نے دیکھا کہ ابو بخار میں تڑپ رہے ہیں اور شعر پڑھ رہے ہیں۔

کل امرئ مصبح فی اھلہ
والموت ادنی من شراک نعلہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی بخار میں ہیں کچھ افاقہ ہوتا ہے تو مکہ کو یاد کر کے روتے ہیں اور شعر پڑھ رہے ہیں۔

الا لیت شعری ھل اُبیتن لیلۃً
بوادٍ وحولی اذخرٌ وجلیلُ
وھل اردن یوما میاہ مجنۃٍ
وھل یبدُوَن لی شامۃ وطفیلُ

الا لیت شعری ...... اے کاش میں ایک رات گزارلوں ایسی وادی میں۔ میرے پڑوس میں مکہ کا اذخر گھاس ہو، میری نظر مکہ کے پہاڑوں پر پڑے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں حضورؐ کے پاس آئی اور یہ ساری بات بتادی کہ بلال ؓ اور ابوبکر ؓ کو بخار ہے اور یہ یہ کہہ رہے ہیں۔ گویا ان کو مکہ یاد آرہا ہے تو آقا ﷺ نے ہاتھ بلند کر دیئے۔

حضور ﷺ کی مدینہ کے لئے خصوصی دعا

فرمایا:

اللّٰھم حبب إلینا المدینۃ کحب مکہ......

یا اللہ جتنا تو نے ہمارے دلوں میں مکہ کی محبت ڈال دی تھی اس کی دگنی محبت مدینہ کی ڈال دے اور مدینہ کی فضا کو صحت افزاء بنادے۔ یا اللہ مدینے کے بخار کو مدینے سے نکال کر جحفہ میں پہنچادے۔ یہ ایک جگہ کا نام تھا۔

اللھم بارک لنا فی مدنا و صاعنا......

یا اللہ ہمارے مدینہ کے پیمانوں میں برکت دے دے۔ مد اور صاع میں برکت دے۔ بس پیغمبر ﷺ کے ہاتھ اٹھانے تھے کہ صحابہؓ کے دلوں میں مدینہ کی محبت ایسی رچ گئی۔ اللہ کے نبی کے دل میں بیٹھ گئی۔ حضور ﷺ کے دل میں اتنی بیٹھی اور آپ ﷺ نے مدینہ میں ایسے ڈیرے لگائے کہ کل قیامت میں آقا ﷺ مدینہ سے ہی اٹھیں گے۔ اور مدینہ کی سرزمین کو جنت میں لے جا کر جنت کا حصہ بنا کر پھر مدینہ میں رہیں گے۔ اور مدینہ میں اللہ نے صحت بھی دے دی۔ پہلے دن ہی اس شہر کا نام یثرب ختم ہوا اور مدینۃ الرسول بن گیا۔

......☆......

اولیتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم ، اما بعد. قال اللہ تعالٰی:
وسیجنّبھا الاتقٰی. الذی یؤتی مالہٗ یتزکّٰی. صدق اللہ العظیم.

محترم بھائیو اور دوستو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی براہِ راست زیارت ایک بہت بڑا شرف اور فضیلت کی بات ہے، اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں ۴۳ سال تک پیغمبر ﷺ کا چہرہ دیکھتے رہے اور کوئی شخص عرب میں ایسا نہیں جس نے اس تسلسل کے ساتھ محمد مصطفٰی ﷺ کا چہرہ دیکھا ہو۔

حضور ﷺ نے جس دن اعلان نبوت فرمایا تو کچھ عرصہ کے بعد آیت نازل ہوئی...... **وانذر عشیرتک الاقربین**...... جس وقت آپ پر وحی آئی، اس وقت تک یہ اعلان نہیں آیا تھا، لوگوں کے پاس جا کر پیغام پہنچائیں، تین سال فترتِ وحی کا زمانہ رہا، تین سال کے بعد یہ آیت اتری...... **وانذر عشیرتک الاقربین**...... کہ اپنے رشتہ داروں کو بلاؤ اور بلا کر ان کے سامنے اللہ تعالٰی کا دین پہنچاؤ، یہ اعلان ہوا۔

حضور ﷺ نے پہاڑ پر رشتہ دار بلائے اور آپ نے وہ واقعہ سنا ہوگا کہ حضور ﷺ نے سارے رشتہ داروں قریشیوں کو بلا کر کہا...... **ھل وجدتمونی صادقا او کاذبا**...... تم نے مجھے سچا پایا یا جھوٹا پایا؟ **فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ**...... چالیس سال میں نے تمہارے اندر گزارے تم نے مجھے کیسے پایا، تو بیک زبان سب نے کہا...... **ماوجدناک الا صدقا**...... اے پیغمبر ﷺ تیری رائے سے اختلاف ہوسکتا ہے، لیکن

تیری صداقت والی چادر پر کوئی داغ نہیں ہو سکتا یہ سارے مخالفین کہہ رہے ہیں۔

اس پہاڑ کے اوپر ابو بکر صدیق نہیں تھے، جب پہاڑ پر رسول اللہ ﷺ نے سب لوگوں کو بلایا، تو صدیق اکبرؓ وہاں موجود نہیں تھے۔ حضرت علیؓ کی عمر ویسے ہی چھ سال تھی اور بعض روایتوں میں ہے کہ نو سال تھی، تو چھ یا نو سال کے لڑکے کی وہ بات نہیں ہوتی جو بڑے آدمی کی ہوتی ہے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے پہاڑ پر جب لوگوں کو بلایا تو انہوں نے پتھر اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر مارے، نبی ﷺ کا چہرہ لہولہان ہو گیا، پیغمبر ﷺ پریشان ہو کر گھر چلے گئے، یہ واقعہ صبح دس گیارہ بجے کا ہو گا۔

ظہر کی نماز کے بعد خانہ کعبہ میں کچھ لوگ جمع تھے۔ کپڑے کے تاجر جمع ہیں۔ ان میں ابو جہل بھی تھا یہ پہاڑ کے اوپر نبی ﷺ کے ساتھ شریک تھے۔ یہ سارے لوگ خانہ کعبہ میں موجود ہیں اس وقت ابو بکرؓ یہاں موجود ہیں۔

بات یہ ہو رہی تھی کہ شام سے تجارت کے قافلے آکر گزرتے ہیں۔ ان کی حفاظت کا انتظام کیا جائے، یہ بحث ہو رہی تھی تو اس بحث کے دوران حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام ان میں کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ کپڑے کی بات بعد میں کریں گے۔ ایک آپ کو نئی بات بتاؤں، ابو جہل نے کہا کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ یہ جو میری پھوپھی کا شوہر، جس کا نام محمد ﷺ ہے انہوں نے کہا ہے کہ میں نبی ﷺ ہوں، میں اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ ہوں۔ ابو جہل نے کہا کہ صبح فاران پر اس نے یہی کہا تھا کہ میں نبی ﷺ ہوں۔ ہم نے تو نہیں مانا...... تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں بیٹھے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق ﷺ نے یہ بات حکیم بن حزام سے سنی، حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے سے سنی، حضور ﷺ کی زبان سے نہیں سنی، ابو بکر ﷺ تھوڑی دیر کے بعد اس محفل سے نکلے اور سیدھے رسول اللہ ﷺ کے گھر پہنچے اور جا کر دروازہ کھٹکھٹایا اور حضور ﷺ باہر نکلے اور حضور ﷺ کا چہرہ زخمی تھا۔ حضور ﷺ سے پوچھا کہ اے محمد مصطفیٰ ﷺ کیا بات ہے؟ سنا ہے کہ آپ نبی ﷺ ہو گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میں نبی ﷺ ہو گیا ہوں۔ صدیق اکبرؓ نے کہا کہ ہاتھ آگے کرو میں کلمہ پڑھتا ہوں۔

میرے بھائیو! ابھی تک پورے عرب میں کسی شخص نے نبی ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھا تھا۔ میرا پیغمبر ﷺ زخمی چہرے کے ساتھ پتھر کھا کر اپنے چہرے سے خون کے قطرے بہا کر بیٹھا ہے اور ابوبکرؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور یہ نہیں پوچھا! کس طرح نبی بنے...... کس کے نبی بنے...... فرشتہ کب آیا...... کون سی بات ہوئی...... نہیں، فرمایا! آپ نبی ﷺ بن گئے ہیں؟ جی میں بن گیا ہوں، ہاتھ آگے بڑھائیں تاکہ میں کلمہ پڑھوں، تو حضور ﷺ نے ہاتھ آگے کیا۔ صدیقؓ نے نبی ﷺ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا...... اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ...... یہ پہلا کلمہ پڑھنے والا صدیق اکبرؓ تھا کہ جب میرا پیغمبر ﷺ خون آلود چہرے کو صاف کرتا ہے۔ خون آلود کپڑوں کو صاف کرتا ہے اور ابوبکر پہلا انسان ہے جو کافر سے نبی ﷺ کی نبوت کی بات سن کر نبی ﷺ پر جا کر ایمان لے آیا اور یہ بات نبی ﷺ نے نہیں کی ہے، بلکہ کافر نے کی ہے اور ابوبکرؓ نے کافر کی وہ بات بھی مان لی۔

میرے بھائیو! کلمہ صدیق اکبرؓ نے پیغمبر ﷺ کا ایسے پڑھا اور کلمہ پڑھنے کے بعد ابوبکر صدیقؓ اذیتوں کے اندر مبتلا کر دیئے گئے، آپ کو نہیں معلوم یہ واقعہ بھی ابن ھشام نے لکھا ہے کہ صدیق اکبرؓ حضور ﷺ کے ساتھ خانہ کعبہ میں تھے، جب حضور علیہ السلام نے خانہ کعبہ میں سب سے پہلے اعلان نبوت فرمایا تو حضور ﷺ کو کافروں نے پتھر مارے، پیغمبر ﷺ زخمی ہو گئے، صدیق اکبرؓ نبی ﷺ کے اوپر لیٹ گئے اور ابوبکرؓ مار کھاتے رہے۔ ابوبکر کو اتنا مارا، علماء کہتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ کے منہ پر ناک پر، جوتے مارے گئے، پتھر مارے گئے، سلاخیں ماری گئیں، ابوبکر صدیقؓ کے ناک سے لہو بہنے لگا، منہ سے لہو بہنے لگا، حضور ﷺ کو صحابہؓ نے نیچے سے نکال لیا، ابوبکرؓ کو وہ لوگ مارتے رہے۔ حضور ﷺ دار ارقم میں پہنچ گئے اور ابوبکرؓ بے ہوش ہیں بے ہوشی کی حالت میں صدیق اکبرؓ کے رشتہ دار نہیں بنی تیم قبیلے کے افراد نے اٹھایا اور انہیں گھر لے گئے۔ ابوبکرؓ بے ہوش ہیں۔ تمام تاریخوں میں یہ واقعہ موجود ہے کہ صدیق اکبرؓ رات گئے تک بے ہوش رہے اور جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ہوش آیا حضرت ابوبکرؓ کی والدہ سلمیٰ بنت صخر، ام الخیر دودھ کا ایک پیالہ لے کر ابوبکرؓ کے سرہانے

کھڑی ہے ایک برتن میں شہد ہے اور ابوبکر کو جب ہوش آیا آنکھ کھلی تو آنکھ کھولتے ہی صدیق اکبرؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟

ابوبکر صدیقؓ کی والدہ رو پڑیں اور کہا کہ اسی حالت میں تو مر جائے گا۔ تیرا جسم خون آلود ہے۔ تیرے چہرے سے خون کے قطرات ٹپک رہے ہیں اور تیرے جسم پر زخموں کے نشانات پڑے ہوئے ہیں، اور تمہیں اب بھی محمد کی پڑی ہوئی ہے کہ محمد ﷺ کہاں ہیں؟ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ ہمارے گھر کے پاس یہاں ایک عورت رہتی ہے جس کا نام ام جمیل ہے جاؤ اسے جا کر پوچھو کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟ تو ام جمیل کے پاس ابوبکر کی والدہ گئیں اور پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ حضور ﷺ کہاں ہیں، تو ام جمیل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آگئیں اور آ کر کہا کہ ابوبکرؓ تیری والدہ کہتی ہے کہ حضور ﷺ کا پتہ بتاؤ، اگر تیری اجازت ہو تو بتا دوں؟ ابوبکرؓ نے کہا کہ بتاؤ، تو کہا کہ رسول اللہ ﷺ دار ارقم میں ہیں۔

اب آپ دیکھیں کہ رات کا کافی حصہ بیت چکا تھا۔ ابوبکر صدیقؓ نے ایک ہاتھ اپنی ماں کے کندھے پر رکھا اور دوسرا ہاتھ ام جمیل کے کندھے پر رکھا۔ چہرے سے لہو بہہ رہا تھا۔ جسم سارا زخمی تھا۔ دودھ نہیں پیا۔ شہد نہیں پیا، جب تک رسول اللہ ﷺ کی خبر نہ پہنچے۔ اس وقت تک حضرت ابوبکرؓ کے حلق میں کوئی قطرہ نہیں جائے گا۔ اسی حالت میں پتھروں پر چلتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ دار ارقم میں پہنچے۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ دروازہ کھولا گیا، رات کا وقت تھا اور چراغ جل رہا تھا۔ صدیق اکبرؓ کے زخمی چہرے کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا، حضور ﷺ نے ابوبکر صدیقؓ کے ماتھے پر بوسہ دیا اور فرمایا ابوبکرؓ تیرا چہرہ زخمی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ تجھے میری وجہ سے بڑی تکلیف پہنچی، صدیق اکبرؓ نے فرمایا اے پیغمبر ﷺ! آپ کا چہرہ دیکھا، آپ کے چہرے کو دیکھ کر صدیقؓ کے سارے دکھ دور ہو گئے۔ عشق و محبت کی یہ وہ منزل ہے جو صدیق اکبرؓ کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہ ایک عاشق زار کی کہانی ہے۔ عشق و محبت کا یہ وہ مقام ہے جس کا ذکر میں نے شروع میں کیا۔ علامہ اقبالؒ نے کہا!

صدیقؓ یار و یاور محبوب کردگار

صدیقؓ سے ہی رسم محبت ہے استوار
صدیقؓ جب تلک کسی دل میں نہ آئیں گے
اس دل میں نہ آئیں گے نبوت کے تاجدار

یہ سب کچھ پیغمبر کے ایک عاشق زار صحابیؓ کی عظمت اور آپ کے کردار اور آپ کی بلندی کا نشان ہے، جو عشق ومحبت ابوبکرؓ نے امت کو دیا۔

قرآن کریم کی نو آیات ایسی ہیں کہ جو صدیق اکبرؓ کی شان میں اتری ہیں۔

میں نے جو آیت پڑھی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... وسیجنبھا الاتقی...... الاتقی کا معنی کہ جو سب سے زیادہ متقی ہو، عنقریب آگ کو اس سے دور کر دیا جائے گا، جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ اس اتقی سے مراد صدیق اکبرؓ ہے تمام مفسرین کہتے ہیں، کیوں؟

اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ۱۸ غلام آزاد کرائے تھے، جن میں حضرت بلالؓ بھی تھے، عامر بن فہیرہؓ بھی تھے، ابوفقیہہؓ بھی تھے، ستاسی ہزار درہم ان پر خرچ کیا تھا۔ آٹھ آٹھ ہزار اور چار چار ہزار درہم دے کر ان پر مال لٹا دیا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کے والد ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ باپ کو ابھی تک لذت ایمان کا پتہ نہیں تھا۔ باپ یہ سمجھتے تھے کہ شاید یہ پیسہ اپنی ذات کی تشہیر کے لئے لٹایا جا رہا ہے۔

صدیق اکبرؓ کے والد نے بھی محفل میں آکر کہہ دیا کہ ابوبکرؓ تجھے کیا ہوا۔ اگر تو چوہدری بننا چاہتا ہے تو کسی بڑے چوہدری پر پیسہ لٹاتا، نعوذ باللہ تو ان کمیوں پر پیسہ لٹاتا ہے۔

بلالؓ پر پیسہ کیوں لٹایا...... ابوفکیہہؓ پر کیوں لٹایا...... یہ تو غریب اور کمی لوگ ہیں۔ یہ تیرے کیا کام آئیں گے۔ اگر تو دولت لٹانا ہی چاہتا تھا، تو کسی چوہدری پر پیسہ لٹاتا، یعنی ان کے ذہن میں یہ تھا۔ ابوبکر کا پیسہ لٹانا یہ یہ کسی دنیوی غرض کے لئے ہے۔ دنیوی خواہشات کی وجہ سے ہے تو صدیق اکبرؓ کی نیت پر باپ نے شبہ کیا۔ باپ کو پتہ نہیں، ابھی کلمہ نہیں پڑھا، لذت ایمان کا پتہ نہیں اور جو بات والد مکرم کو سمجھ نہیں آئی اس نے کہہ ڈالی اور والد کو حق پہنچتا تھا کہ بیٹے پر تنقید کرے، باپ کا بیٹے پر تنقید کرنا کوئی عیب نہیں تھا، باپ نے ایک بات کو غلط سمجھا تو سرعام کہہ دیا، لیکن بات اور تھی۔

صدیق اکبرؓ نے جب بات سنی کہ باپ یہ سمجھتا ہے کہ میں اپنی چوہدراہٹ کے لئے پیسہ لٹاتا ہوں، ابو بکرؓ رو پڑے اور آنکھوں سے آنسو نکل آئے روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور سارا واقعہ نبی ﷺ کے سامنے بیان کیا۔ قریب تھا کہ پیغمبر ﷺ جواب دیتے، لیکن نبی نہیں بولے، اللہ کا قرآن بولا، عرش معلی سے جبرائیلؑ آیا اور یہ آیت لے کر آیا...... وسیجنبها الاتقی الذی یوتی ماله یتزکی...... کہ جس نے اللہ کے راستے میں یہ پیسہ لٹایا ہے، غلام آزاد کرنے کے لئے...... الذی یوتی ماله یتزکّی وما لِاَحَدٍ عندهُ من نعمةٍ تجزی الا ابتغاء وجه ربه الاعلی... میں خدا عرش پر اعلان کرتا ہوں کہ ابو بکرؓ نے جتنا پیسہ نبی پر لٹایا۔ اپنی ذات کے لئے نہیں لٹایا، بلکہ خدا کو خوش کرنے کے لئے لٹایا ہے۔

میرے بھائیو! حضرت صدیق اکبرؓ روضہ اقدس میں آرام فرما ہیں اور پھر انہیں اللہ تعالیٰ نے یہ مقام عطا فرمایا یہ عظمت عطا فرمائی ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ صدیقؓ آج تک نبی ﷺ کے ساتھ سویا ہوا ہے۔ یہ بھی عظمت ہے، صدیقؓ نے ۴۳ سال نبی کا چہرہ دیکھا، یہ بھی عظمت ہے، علیؓ نے ۲۷ سال نبی ﷺ کو دیکھا، صدیقؓ نے ۴۳ سال نبی ﷺ کو دیکھا یہ عظمت ہے، اس کا کوئی انکار نہیں۔

لیکن میرے بھائیو! بتاؤ نمازیں اور بھی دنیا پڑھتی ہے، روزہ اور بھی لوگ رکھتے ہیں، حج اور بھی دنیا کرتی ہے، صحبت اور بھی لوگوں کو نبی ﷺ کی ملی ہے، لیکن صدیقؓ کا مقام اتنا اونچا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکرؓ کو وہ خلق عطا فرمائی، وہ شان عطا فرمائی، وہ مرتبہ عطا فرمایا، وہ عظمت عطا فرمائی کہ جو پوری دنیا میں کسی کو نہیں ملی۔

حضور ﷺ کی عمر ۶۳ سال ہے...... صدیقؓ کی عمر بھی ۶۳ سال

حضور ﷺ کی وفات سوموار کے دن...... صدیقؓ کی وفات بھی سوموار کے دن

حضور ﷺ کو وفات سے پندرہ دن پہلے بخار آیا...... صدیقؓ کو بھی وفات سے پندرہ دن پہلے بخار آیا

حضور ﷺ کے پہلے سر میں درد ہوا...... صدیقؓ کے بھی پہلے سر میں درد ہوا

حضور ﷺ کو وفات سے دو سال پہلے زہر دیا گیا...... صدیقؓ کو بھی وفات سے دو

سال پہلے زہر دیا گیا

حضور ﷺ کو زہر یہودیوں نے دیا...... صدیقؓ کو بھی زہر یہودیوں نے دیا

حضور ﷺ کو زہر ایک لڑکی نے دیا...... صدیقؓ کو بھی زہر ایک لڑکی نے دیا

حضور ﷺ کو زہر کھانے میں دیا گیا...... صدیقؓ کو بھی زہر کھانے میں دیا گیا

حضور ﷺ کو زہر گوشت میں دیا گیا...... صدیقؓ کو بھی زہر گوشت میں دیا گیا

حضور ﷺ کے ساتھ کھانے میں ایک صحابی شریک تھا...... صدیقؓ کے ساتھ بھی کھانے میں ایک صحابی شریک تھا

جو حضور ﷺ کے ساتھ شریک تھا وہ زہر کی وجہ سے شہید ہو گیا، حضور ﷺ کو خدا نے بچا لیا...... صدیقؓ کے ساتھ جو صحابی شریک تھا وہ زہر کی وجہ سے شہید ہو گیا صدیقؓ کو خدا نے بچا لیا

اس عظمت کو دیکھو...... حضور ﷺ کی پہلی جنگ، جنگ بدر ہے۔ جنگ بدر میں چودہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہوئے...... صدیق کی پہلی جنگ، جنگ ذوالقریہ ہے، جن ذوالقریہ میں بھی چودہ صحابہ شہید ہوئے

حضور ﷺ کے دو داماد عشرہ مبشرہ میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ...... صدیقؓ کے بھی دو داماد عشرہ مبشرہ میں، حضرت زبیرؓ اور ایک خود حضور ﷺ یہ بھی عشرہ مبشرہ میں

حضور ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ نے چکی پیسی...... صدیقؓ کی بیٹی اسماءؓ نے بھی چکی پیسی

حضور ﷺ کی بیٹی زینبؓ کو دھکا دیا گیا...... صدیقؓ کی بیٹی اسماءؓ کو بھی دھکا دیا گیا

حضور ﷺ کے نواسے حسینؓ کو شہید کیا گیا...... صدیقؓ کے نواسے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بھی شہید کیا گیا

حضور ﷺ کے نواسے کا سر کاٹا گیا...... صدیقؓ کے نواسے کا بھی سر کاٹا گیا

حضور ﷺ کے نواسے کو خلافت کے مسئلے پر شہید کیا گیا...... صدیقؓ کے نواسے کو بھی خلافت کے مسئلے پر شہید کیا گیا

حضور ﷺ کے نواسے کو ظلما شہید کیا گیا...... صدیقؓ کے نواسے کو بھی ظلما شہید کیا گیا

حضور ﷺ کی وفات مدینہ میں ہوئی...... صدیقؓ کی وفات بھی مدینہ میں ہوئی

حضور ﷺ نے وفات سے پہلے مسواک مانگی...... صدیقؓ نے بھی وفات سے پہلے مسواک مانگی

حضور ﷺ کی مسواک کو بھی عائشہؓ نے چبایا...... صدیقؓ کی مسواک کو بھی عائشہؓ نے چبایا

حضور ﷺ نے آخری الفاظ فرمائے...... الصلوۃ الصلوۃ...... صدیقؓ نے بھی آخری الفاظ فرمائے...... الصلوۃ الصلوۃ......

حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا...... اللهم فی الرفیق الاعلی...... صدیقؓ نے بھی فرمایا...... اللهم فی الرفیق الاعلی......

وفات کے بعد جس چارپائی پر حضور ﷺ کا جنازہ آیا...... اور وفات کے بعد اسی چارپائی پر صدیقؓ کا جنازہ آیا

جو چادر حضور ﷺ کے چہرے پر ڈالی گئی...... وہی چادر صدیقؓ کے چہرے پر ڈالی گئی

جس حجرے میں حضور ﷺ کی قبر بنی...... اسی حجرے میں صدیقؓ کی قبر بنی

اور قیامت کے دن...... جس دن نبی ﷺ اٹھیں گے...... اسی دن صدیقؓ اٹھیں گے

جس طرف نبی ﷺ جائیں گے...... اسی طرف صدیقؓ جائیں گے

نبی ﷺ حوض کوثر پر جائیں گے...... صدیقؓ بھی حوض کوثر پر جائیں گے

وہ مقام، وہ مرتبہ جو اللہ تعالیٰ نے جانشین رسول، خلیفہ رسول، خلیفہ اوّل صدیق اکبرؓ کو عطا فرمایا، وہ امت میں کسی اور کو عطا نہیں کیا۔

اور یاد رکھئے کہ خلافت جو ہے وہ رشتہ داری کی بنیاد پر نہیں ملتی بلکہ خلافت ملتی ہے صحبت پیغمبر ﷺ سے کہ نبی ﷺ کی صحبت کسی نے کتنی اٹھائی، اس سے خلافت ملتی ہے۔ اگر خلافت ملتی، رشتہ داری کی بنیاد پر تو پھر بھی حضرت علیؓ کا حق نہیں تھا کہ حضرت عباسؓ کا حق تھا حضرت عباس حضور ﷺ کے حقیقی چچا تھے تو چچا کا خلیفہ ہونا چچا کے لڑکے سے زیادہ بہتر ہے کہ حضرت علیؓ تو چچا کے لڑکے تھے اور حضرت عباس خود چچا تھے اور اگر رشتہ داری کی بنیاد پر خلافت ملتی تو خلافت حضرت عباسؓ کا حق تھا۔

اور اگر خلافت ملتی داماد ہونے کی وجہ سے تو حق عثمان غنیؓ کا تھا۔ ان کے گھر میں نبی ﷺ کی دو بیٹیاں تھیں، یکے بعد دیگرے۔ تو حق حضرت عثمان غنیؓ کا تھا اور اگر آپ جنرل

ریلیشن، عمومی رشتہ داری کی بنیاد پر بات کریں گے۔

عمومی رشتہ داری کی بنیاد پر میں کہتا ہوں کہ اس میں بھی آپ دیکھیں کہ صدیق اکبرؓ اور حضرت علیؓ کی دونوں کی نبی ﷺ کے ساتھ کیا رشتہ داری ہے کہ صدیق اکبرؓ نے نبی ﷺ کو بیٹی دی ہے عائشہؓ......اور علیؓ نے نبی ﷺ سے بیٹی لی ہے فاطمہؓ، تو جو بیٹی لیتا ہے وہ داماد ہوتا ہے اور جو بیٹی دیتا ہے وہ سسر ہوتا ہے تو آپ دیکھیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کو جتنا بھی بڑھاؤ گے وہ حضور ﷺ کے داماد ہونے کی وجہ سے بیٹے کی جگہ پر ہے اور صدیق اکبرؓ کو جتنا بھی گھٹاؤ گے اور صدیقؓ سسر ہے اور سسر باپ کی جگہ پر ہوتا ہے اور اس رشتہ کی وجہ سے صدیق اکبرؓ نبی ﷺ کے باپ کی جگہ پر ہے اور علی المرتضیٰؓ نبی ﷺ کے بیٹے کی جگہ پر ہے تو اب آپ دیکھیں کہ مرتبہ کس کا زیادہ ہوگا؟

اور یہ بھی بات یاد رکھیں کہ اس پر غور فرمائیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ کی عظمت اور رفعت اپنی جگہ مسلم ہے، لیکن آپ یہ دیکھیں کہ اٹھارہ سال کی عمر سے لے کر ۶۱ سال کی عمر تک صدیقؓ نے نبی ﷺ کا چہرہ دیکھا اور یہ بنتے ہیں ۴۳ سال اور حضرت علیؓ جب نبی ﷺ کے گھر آئے تو حضرت علیؓ کی عمر تھی دو سال اور جب حضور ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت علیؓ کی عمر تھی ۲۹ سال تو گویا کہ حضرت علیؓ نے نبی ﷺ کا چہرہ دیکھا ۲۷ سال اور یہ بھی دیکھو۔

حضور ﷺ کی جب وفات ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ کی عمر تھی ۶۱ سال اور حضرت علیؓ کی عمر ہے ۲۹ سال، اب دیکھیں کہ دو آدمی بیٹھے ہوئے ہوں، ان میں سے ایک کی عمر ۶۱ سال اور ایک کی عمر ہو ۲۹ سال تو یہ باپ اور بیٹے کی عمر ہے۔ ۲۹ سال کا بیٹا ہوگا اور ۶۱ سال والا باپ کی جگہ پر ہوگا۔

اب حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ کو بٹھائیں تو دونوں باپ اور بیٹا لگیں گے تو آپ بتائیں کہ باپ کو خلافت دے دیں یا بیٹے کو خلافت دے دیں؟ (باپ کو) باپ اور بیٹے کی عمر کے دو آدمی بیٹھے ہوں تو مرتبہ کس کا زیادہ ہوگا؟ (باپ کا) تو خلافت ابوبکرؓ کا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ابوبکر صدیقؓ کا غلام بنائے۔ (آمین)

......☆......

بارہ ماہ کے جمعہ کے مفصل بیانات

تحفۃ الخطیب

مع

خطباتِ عیدین

- مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
- مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ
- مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
- حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ
- مولانا عبدالرؤف سکھروی مدظلہ
- مولانا محمد علی جالندھریؒ
- شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی مدظلہ
- مولانا روح اللہ نقشبندی مدظلہ
- مولانا محمد ثناء اللہ سعد شجاع آبادی
- مولانا محمد ابو ریحان فاروقی شہیدؒ

حضرت مولانا محمد امان اللہ

الحافظ کتب خانہ

نام کتاب ——— تحفۃ الخطیب

ترتیب و تدوین ——— حضرت مولانا محمد امان اللہ

اشاعت ——— جولائی 2019ء

ناشر ——— الهادی للنشر والتوزیع
۳۸۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور۔
Ph: 0423-7361473 Mob: 0300-4118229

طابع ——— ناصر باقر پریس

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ فاروقیہ وہاڑی ☆ مکتبہ شیخ الہند بنوں ☆ مکتبہ فریدیہ رائیونڈ ☆ مکتبہ شیخ الہند کوہاٹ
☆ مکتبہ العاصم رائیونڈ ☆ زاہد کتب خانہ پشاور ☆ دینی کتب خانہ تیمرگرہ ☆ مکتبہ قاسمیہ لاہور
☆ شمع بک ایجنسی لاہور ☆ الحافظ کتب خانہ اکوڑہ خٹک ☆ مکتبہ ختم نبوت سرائے نورنگ

الهادی للنشر والتوزیع
۳۸۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور۔
Ph:0423-7361473 Mob:0300-4118229

فہرست خطبات

فہرست

خطباتِ رجب المرجب [19 تا 116]

خطباتِ شعبان المعظم [117تا 196]

خطباتِ رمضان المبارک [197 تا 314]

عنوانات	صفحہ

خطباتِ شوال المکرم [315 تا 388]

عنوانات	صفحہ

خطبات ذیقعدہ [389 تا 446]

خطباتِ ذی الحج [447 تا 512]

خطباتِ رجب المرجب

① ...... حضور ﷺ کے چار معجزات

② ...... معراج النبی ﷺ

③ ...... فضائل ومناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

......☆......

حضور ﷺ کے چار معجزات

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم ، اما بعد. قال اللہ تعالٰی:
لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ. وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: فضلت علی الانبیاء بستٍّ اعطیتُ جوامع الکلم ونصرت بالرعب واُحِلَّت لِیَ الغنائمُ وجُعِلَت لِی الارضُ مسجدًا وطھورًا وَخُتِمَ بیَ النبیُّون واُرسِلْتُ اِلی الخلقِ کافّۃً. صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم.

گرامی قدر صدر جلسہ و رفقاءِ فکر! آج میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کے بارے میں کچھ معروضات آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔

پیغمبرؐ کے سب سے بڑے معجزات چار ہیں......!

پہلا معجزہ......قرآن ہے۔

دوسرا معجزہ......ختم نبوت ہے۔

تیسرا معجزہ...... معراج ہے۔

چوتھا معجزہ...... صحابہؓ کا وجود

یہ پیغمبرؐ کے بڑے معجزات ہیں۔ چار۔ چار معجزات کے علاوہ بھی حضورؐ کے معجزات دو ہزار سے بھی زائد ہیں لیکن بڑے معجزات چار ہیں......

پہلا معجزہ قرآن مجید

پہلا معجزہ قرآن...... اور یہ قرآن جس طرح نبی کو ملا...... اور کسی کو نہیں ملا۔ حالانکہ کتابیں تو اور بھی نبیوں پر آئیں...... کتابیں اور نبیوں پر آئیں...... تو جس طرح حضورؐ پر آئی...... اس طرح اور کسی پر نہیں آئی۔

معجزے کا معنی عاجز کرنے والا...... یعنی ایسی خرقِ عادت اور ایسا واقعہ...... جو کسی اور سے صادر نہ ہو سکے...... وہ ہے معجزہ...... تو یہ قرآن حضورؐ کا معجزہ ہے...... باقی کتابیں بھی اتریں، تورات اتری...... انجیل اتری...... زبور اتری...... قرآن اترا...... تورات موسیٰ علیہ السلام پر اترنے لگی، تو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا...... کہ موسیٰ! طور پہاڑ پہ جاؤ چالیس دن کا چلہ کرو، پھر کتاب ملے گی......

زبور اترنے لگی تو داؤد علیہ السلام سے کہا کہ اپنے عبادت خانے میں بیٹھیں...... انتظار کریں، آٹھ مہینے انتظار کیا پھر کتاب ملی...... انجیل عیسیٰ علیہ السلام پر اترنے لگی تو فرمایا اپنے گھر کی بیٹھک میں، سونے والے کمرے میں بیٹھ جاؤ، اسی عبادت خانے میں...... باہر نہیں نکلنا...... تمہیں کتاب دوں گا، یہ کتابیں تین اس طرح آئیں...... لیکن...... قرآن اس طرح نہیں آیا...... کہ اللہ نے حضورؐ سے یہ کہا ہو کہ اے میرے محمدؐ! اپنے گھر میں بیٹھ! یا فلاں پہاڑ پر جاؤ...... نہیں!

حضورؐ مکے میں تھے تو قرآن کو مکہ میں بھیج دیا۔ حضورؐ مدینے میں تھے تو قرآن کو مدینہ میں بھیج دیا۔ حضورؐ غار میں تھے تو قرآن کو غار میں بھیج دیا۔ حضورؐ بازار میں تو قرآن بازار میں...... حضورؐ بدر میں تو قرآن بھی بدر میں...... حضورؐ احد میں تو قرآن احد میں...... حضور ﷺ خیبر میں تو قرآن خیبر میں...... حضورؐ تبوک میں تو قرآن تبوک میں...... حضور ﷺ ذوالعشیرہ میں تو قرآن ذوالعشیرہ میں...... حتیٰ کہ حضورؐ عائشہؓ کے بستر پر...... قرآن بھی عائشہؓ کے بستر پر......!!

میرے بھائیو! کسی کتاب کے لئے یہ نہیں کہا گیا...... کہ یہ پوری دنیا کی ہدایت کا ذریعہ ہے...... اگر تورات اتری...... تو بنی اسرائیل کے لئے...... انجیل اتری...... تو بنی اسرائیل کے لئے...... زبور اتری...... تو کنعان کی بستیوں کے لئے...... لیکن جب قرآن

اترا..... تو اللہ نے ھدی للقوم نہیں کہا..... بلکہ ھدی للعالمین کہا..... سارے جہانوں کے لئے ہدایت کہا، کیوں؟ اللہ نے فرمایا: میں رب العالمین ہوں..... محمدؐ رحمۃ للعالمین ہیں..... جو کتاب اتری وہ کتاب ھُدًی لِّلعالمین ہے..... یہ معجزہ ہے..... معجزۂ اول ہے۔

دوسرا معجزہ ختم نبوت

اور دوسرا معجزہ کیا ہے.....؟ ختم نبوت! حضورؐ فرماتے ہیں..... ایک محل بن رہا ہے نبیوں کا، وہ محل مکمل ہو گیا..... اس میں ایک اینٹ باقی ہے ایک..... اور وہ اینٹ میں ہوں..... اور مجھے اللہ نے اس کے ساتھ نصب کر دیا..... محل مکمل ہو گیا..... اب کسی اینٹ کی جگہ خالی نہیں ہے، جب جگہ خالی نہیں..... تو نبی آئے گا کہاں سے.....؟

پیغمبرؐ کا معجزہ ختم نبوت کا ہے، کہ اور بھی نبی آئے..... لیکن حضورؐ جیسے آئے..... ایسے کوئی نہیں آیا..... حضورؐ نے آنا تھا، دنیا نے بننا تھا، حضورؐ کے لئے کائنات سجائی گئی، محفل کو سنوارا گیا، حضورؐ نے ہی آنا تھا حضورؐ کیلئے سب کچھ کیا گیا..... تو یہ ختمِ نبوت ہے اور.....

ختم نبوت پیغمبرؐ کے چہرے سے ظاہر ہے..... ختمِ نبوت قرآن کے لفظوں سے ظاہر ہے..... ختمِ نبوت پیغمبرؐ کے کلام سے ظاہر ہے..... ختمِ نبوت ایک ایسا اعجاز ہے،..... ایک ایسا معجزہ ہے میرے رسول کا..... کہ پوری کائنات میں کسی کو نہیں ملا۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء آئے..... کوئی نبی بستی کے لئے..... کوئی قوم کے لئے..... کوئی محلے کے لئے..... کوئی علاقے کے لئے..... لیکن..... میرے پیغمبر کو اللہ نے فرمایا..... اے پیغمبرؐ اعلان کر دو.....

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا.....

میں کائنات میں ذرے ذرے کا نبیؐ.....

شمس و قمر کا نبیؐ..... شمال و جنوب کا نبیؐ..... شجر و حجر کا نبی..... مشرق و مغرب کا نبی..... تحت الثریٰ کا نبیؐ..... عرشِ معلیٰ کا نبی.....

باقی نبی علاقوں کے نبی، اے میرے محمدؐ! تو عرش کا بھی نبی، فرش کا بھی نبی!

یہ ختمِ نبوت..... وہ معجزہ ہے کہ جو کائنات میں اور کسی پیغمبر کو نہیں ملا۔ نبیؐ کے بڑے معجزات چار..... پہلا معجزہ قرآن، دوسرا معجزہ ختمِ نبوت، تیسرا معجزہ معراج۔

تیسرا معجزہ معراج النبی

معراج کی کیا ضرورت تھی......؟ یہ معجزہ ہے۔ معجزہ جو ہوتا ہے اس کا معنی ہے کہ ایسی عادت اور ایسا کام جو کسی کے بس میں نہ ہو اور کسی کے لئے نہ پیغمبر کی بیوی خدیجہؓ فوت ہوگئی، نبیؐ پریشان ہو گئے۔ چچا فوت ہو گیا۔ نبی پریشان ہو گئے، بچے فوت ہو گئے نبیؐ پریشان ہو گئے......اب اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو تسلی دینے کے لئے معراج کرا رہا ہے۔ جب بچہ پریشان ہو جاتا ہے تو آدمی کہتا ہے آب وہوا تبدیل کریں۔ اتنی پریشانی پیغمبر کو کہ نبیؐ نے حزن کا سال قرار دے دیا، اس سال کو غم کا سال قرار دینے کے بعد......اسی وقت جبرائیلؑ آیا جس دن پیغمبرؐ نے اعلان کیا۔ یہ جو سال ہے یہ عام الحزن ہے۔ حزن کا سال......غم کا سال......تو تھوڑی دیر کے بعد جبرئیل آیا کہ اللہ نے عرش پہ آپ کو بلایا ہے......غم کا سال قرار دینے والے...... آ عرش پہ...... تیری آب وہوا تبدیل ہو جائے، اور تجھے ایسی سیر کراؤں......کہ ایسی سیر تو دنیا میں کسی کے حصے میں نہ آئی ہو، اور سیر کیسے ہو......؟

لنریہ من آیاتنا......

نشانیاں میری ہوں گی، چہرہ تیرا ہوگا...... یہ معراج ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا بڑا معجزہ ہے۔

چوتھا معجزہ، صحابہ کرامؓ کا وجود

چوتھا معجزہ صحابہ کرامؓ کا وجود ہے۔ صحابہؓ کا وجود پیغمبر علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ پیغمبرؐ کا ایک ایک صحابی...... نبیؐ کا معجزہ ہے۔

ابوبکرؓ کی صداقت...... نبیؐ کا معجزہ ہے......

عمرؓ کی عدالت...... نبیؐ کا معجزہ ہے......

عثمانؓ کی سخاوت، شرافت...... نبیؐ کا معجزہ......

علیؓ کی شجاعت...... نبیؐ کا معجزہ ہے......

حسنینؓ کی شہادت...... نبیؐ کا معجزہ ہے......

امیر معاویہؓ کی سیاست...... نبیؐ کا معجزہ ہے......

اور حنظلہؓ کی شہادت...... نبیؐ کا معجزہ ہے......

حسنینؓ کی عظمت...... نبیؐ کا معجزہ ہے......

ایک ایک صحابی کا کمال...... نبیؐ معجزہ ہے......

صحابہؓ کی نمازیں...... نبیؐ کا معجزہ ہے......

صحابہؓ کے روزے...... نبیؐ کا معجزہ ہے......

صحابہؓ کا حج...... نبیؐ کا معجزہ ہے......

صحابہؓ کے کمالات...... نبیؐ کا معجزہ ہے......

دوسو چھپن صحابہ پیغمبر کی زندگی میں شہید ہوئے...... ان کی شہادتیں نبیؐ کا معجزہ ہے...... کیوں؟ کیسے معجزہ؟ کہ وہ شہید ہوئے...... ان کے خون سے خوشبو آئی...... یہ نبیؐ کا معجزہ ہے...... پیغمبرؐ کی ایک ایک اداء...... پیغمبر کا معجزہ ہے...... اور صحابہؓ کا وجود نبیؐ کی اداء ہے...... پیغمبرؐ کی صداقت کتنی اونچی ہے، کتنی بلند ہے......؟ لیکن......

اس صداقت کو جسم کی شکل میں دیکھنا ہے...... تو صدیق اکبرؓ کو دیکھو......

پیغمبرؐ کی عدالت کو جسم کی شکل میں دیکھنا ہے...... تو عمر فاروقؓ کو دیکھو......

نبیؐ کی سخاوت کو جسم کی شکل میں دیکھنا ہے...... تو عثمان غنیؓ کو دیکھو......

پیغمبرؐ کی شجاعت کو جسم کی شکل میں دیکھنا ہے...... تو علی المرتضیٰؓ کو دیکھو

نبیؐ کی شہادت کو دیکھنا ہے...... حسنینؓ کی عظمت کو دیکھو......

پیغمبرؐ کے زہد و تقویٰ کو دیکھنا ہے...... تو ابوذر غفاریؓ کو دیکھو......

پیغمبرؐ کے ترکِ دنیا کو دیکھنا ہے...... تو سلمان فارسیؓ کو دیکھو......

اور پیغمبرؐ کے جہاد کو دیکھنا ہے...... تو خالد ابن ولیدؓ کو دیکھو......

پیغمبرؐ کی عظمتوں کو دیکھنا ہے...... تو ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہؓ کو دیکھو......

ایک ایک صحابی کا وجود میرے پیغمبرؐ کا معجزہ ہے۔ اور پیغمبرؐ کا کمال ہے۔ اس لئے کہ پیغمبرؐ کے ایک لاکھ چوالیس ہزار کمالات جسموں کی شکل میں...... صحابہ کی صورت میں پوری دنیا میں آئے!!

......☆......

معراج النبی ﷺ

(از: مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ)

خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا

اما بعد، فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O بسم اللہ الرحمن الرحیم O سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی برکنا حولہ لنریہ من ایاتنا انہ ھو السمیع البصیر " (بنی اسرائیل:۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مکہ سے بیت المقدس تک کا سفر کرایا پھر وہاں سے آسمانوں تک کا سفر کرایا۔ پھر آسمانوں سے اوپر تک کا سفر کرایا۔ کہاں تک سفر کرایا اس کا ہمیں علم نہیں ہماری عقل احاطہ نہیں کر سکتی۔ ہمیں معلوم نہیں۔ یہ اللہ ہی کو علم ہے کہ اس نے کہاں تک کا سفر کرایا۔ اللہ کے حبیب سرور کائنات ﷺ ہی کو علم ہے آپ کہاں تک تشریف لے گئے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سفر کیوں کرایا گیا؟

ہم جب سفر کرتے ہیں تو کسی کام کی غرض سے کرتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہمارے پیش نظر ایک کام نہیں بلکہ کئی کام ہوتے ہیں جن کی غرض سے ہم سفر کرتے ہیں مثال کے طور پر اگر آپ کراچی جائیں تو ہو سکتا ہے کہ آپ کئی کام کرنا چاہتے ہوں ممکن ہے کہ آپ یہ سفر کئی مقاصد کی تکمیل کے لئے کریں کہ وہاں جانے میں آپ کا کوئی تجارتی مقصد بھی ہو وہاں آپ نے اپنے رشتے داروں یا احباب سے ملنا بھی ہو اور وہاں آپ کو کوئی دوسرے کام بھی ہوں۔ اسی طرح لاہور جانے میں ممکن ہے آپ کسی دفتری کارروائی کے لئے جائیں

اور وہاں جانے میں آپ کو کئی اور کام بھی ہوں۔

سفر معراج کے مقاصد

خدائے تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو یہ سفر کرایا تو ممکن ہے اس سے مقصود ایک نہیں کئی کام ہوں۔ ایک سے زیادہ مصلحتیں ہوں۔ اب وہ مقاصد کیا ہیں؟ وہ کام کیا ہیں جن کی غرض سے یہ سفر کرایا گیا؟

۱۔ ایک کا تو قرآن مجید میں اس طرح ذکر آتا ہے۔

لنریهٗ من اٰیاتنا..... تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں

آنحضرت ﷺ کو یہ سفر اس لئے کرایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی خدائی کے نشانات انہیں دکھانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ زمین خدا کی موجودگی کی ایک نشانی ہے آسمان خدا کے وجود کی دلیل ہے فرشتے اس کی الوہیت کی ایک بڑی دلیل ہے۔ جنت خدا کی وحدانیت کی ایک دلیل ہے تو دوزخ اس کی وحدانیت کی دوسری دلیل ہے۔ اگر سوال کیا جائے کہ جنت اور دوزخ، زمین و آسمان اور فرشتے خدا کے موجود ہونے کی دلیل کس طرح ہیں؟

ہمارا وجود خدا کی دلیل ہے

تو جواب یہ ہے کہ ایک طرح دیکھا جائے تو زمین، آسمان، فرشتے اور جنت وغیرہ تو دور کی بات ہے خود ہمارا وجود ہی خدا کے خدا ہونے کی دلیل ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھ لے کہ میں کیا ہوں؟ تو خدا کو بھی پہچان لے گا۔ اسی لئے صوفیائے کرام کا قول ہے۔

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ

جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

انسان کے اندر ہی دراصل ایک جہان آباد ہے جب انسان اپنے آپ کو پہچان لے تو خدا سمجھ میں آجاتا ہے۔ جب یہ سمجھے کہ میں پیشاب کا ایک ناپاک قطرہ تھا پھر خون کا لوتھڑا بنا پھر گوشت اور ہڈیاں بنیں۔ پھر ہاتھ پاؤں بنے۔ آنکھ کان اور ناک بنی۔ حواس عطا ہوئے۔ 9 مہینے تک شکم مادر میں رہا اور نو مہینے تک غذا بھی وہیں ملتی رہی۔ پھر دنیا میں آیا۔ رونے ہنسنے اور بولنے کی قوت عطا کی گئی۔ میں جانتا نہیں تھا مجھے فہم و ادراک کا مادہ دیا گیا۔ بچپن سے جوان

ہوا۔جوانی کے بعد بوڑھا ہو گیا پھر میں مر کر مٹی ہو جاؤں گا تو اس باضابطہ نظام حیات کو چلانے والی ہر ہر قدم پر نگہداشت وحفاظت کرنے والی اور مناسب ترین موقعوں پر مناسب ترین قوتیں عطا کرنے والی ضرور کوئی علیم وخبیر ذات ہے جس نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے۔

امام اعظمؒ کا دہریہ سے مناظرہ

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے ایک دہریہ سے مناظرہ کیا۔بغداد کا بادشاہ وقت بھی مناظرہ میں موجود تھا مناظرہ سے قبل حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بات بیان کی۔بات کیا؟انہوں نے ایک مثال بتائی کہ ایک دریا بہہ رہا ہے اس میں طغیانی آئی ہوئی ہے۔(طغیانی کے وقت جانتے ہو کہ دریا کا پانی بہت زیادہ جوش میں ہوتا ہے) تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دریا طغیانی پر تھا ہوا بہت تیز چل رہی تھی جس کی وجہ سے دریا کو پار کرنا اور بھی زیادہ خطرناک ہو گیا تھا دریا کے کنارے پر ایک کشتی تھی جس میں کئی آدمی سوار تھے۔اس کشتی پر جانور بھی تھے اور سامان بھی لدا ہوا تھا یہ کشتی اس کنارے پر سے آپ ہی آپ چل پڑی کوئی اس کشتی کو دھکیلنے والا نہیں کوئی اسے کھینچنے والا نہیں۔کوئی اسے چلانے والا نہیں۔اس میں کوئی انجن نہیں اس کشتی کو کھینچنے والا کوئی بھی نہیں بس آپ ہی آپ چل پڑی۔طغیانی اور تیز ہوا کی رکاوٹ کے باوجود کشتی دوسری طرف سیدھے کنارے پر لگ گئی ابھی حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بات ختم ہی کی تھی کہ دہریہ فوراً بول پڑا ''جناب'' میں آپ کو نیک آدمی سمجھتا تھا میں نے آپ کے علم کا بڑا چرچا سنا تھا آپ کی پرہیز گاری کی شہرت میرے کانوں تک پہنچی تھی میں آپ کو کم از کم ایسا نہیں سمجھتا تھا کہ اتنے نیک ہونے کے باوجود اتنا بڑا جھوٹ بولیں گے۔کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ کشتی آدمی' جانور اور سامان سے لدی ہوئی ہو اور وہ آپ ہی آپ شدید طغیانی اور تیز ہوا کے باوجود سیدھی دوسرے کنارے پر لگ جائے جبکہ کوئی اسے دھکیلنے والا نہیں کوئی اسے چلانے والا نہیں اور کوئی اسے کھینچنے والا نہیں۔بھلا کہیں کشتی بھی بغیر چلانے والے کے چلتی ہے''؟

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا'' ارے نادان اگر ایک چھوٹی سی کشتی

بغیر کسی چلانے والے کے نہیں چلتی تو یہ اتنا بڑا سفینہ کائنات مکمل انتظام کے ساتھ کیسے بغیر کسی چلانے والے کے چل رہا ہے سورج اپنے وقت پر طلوع ہوتا اور اپنے وقت پر غروب ہو جاتا ہے چاند اپنے وقت پر نکلتا ہے اور اپنے ہی وقت پر ڈوب جاتا ہے۔ ستارے اپنے وقت پر جگمگاتے ہیں اور اپنے وقت پر چھپ جاتے ہیں۔ رات اپنے وقت پر آتی ہے اپنے وقت پر جاتی ہے دن اپنے وقت پر آتا ہے اپنے وقت پر جاتا ہے یہ موسم اپنے ہی وقت پر آتے ہیں اور اپنے ہی وقت پر جاتے ہیں ایک آن کو بھی اس نظام میں بے قاعدگی پیدا نہیں ہوتی۔ دن کے وقت رات نہیں نکل آتی اور رات کے وقت دن نہیں نکل آتا۔ نادان جب ایک چھوٹی سی کشتی بغیر کسی چلانے والے کے نہیں چلتی تو یہ بڑا کارخانہ کائنات کیسے باقاعدہ بغیر کسی چلانے والے کے چل رہا ہے بغیر کسی بنانے والے کے یہ پھول کیسے بن جاتے ہیں بغیر کسی پکانے والے کے یہ پھل کیسے پک جاتے ہیں؟ معلوم ہوا ضرور کوئی ذات ایسی ہے جس سے کائنات کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا ذرہ اور بڑے سے بڑا سیارہ کوئی شئے پوشیدہ نہیں ہے وہی اس کارزار ہستی کے ہنگامے کو برپا کرنے والا ہے اور اسی کی زیر نگرانی ہر شئے اپنا مقام پر اپنے وقت کے مطابق چل رہی ہے تو یہ سن کر دہریہ اپنے بدعقیدے سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔ تو میں کہہ رہا تھا زمین آسمان جنت دوزخ عالم سفلی اور عالم علوی سب خدا کی نشانیاں ہیں اور اس کی موجودگی پر دلالت کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو ایک ایسے جہان کی سیر کرانا چاہتے ہیں جہاں کوئی نہیں گیا۔ جہاں آج تک کسی کی بھی رسائی نہیں ہوئی تاکہ آپ ﷺ کو اپنے وجود کی نشانیاں دکھائے۔

لنریہ من ایاتنا یہ آپ کے معراج کی ایک حکمت تھی

حکمت معراج، آپ کا رتبہ متحرک ہے

ایک اور حکمت علمائے کرام نے یہ بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جتنا مرتبہ ہے وہ جامد نہیں بلکہ متحرک ہے ایسا نہیں ہے کہ جتنا مرتبہ آپ ﷺ کو عطا فرمایا گیا وہ دے دیا گیا۔ پھر

آپ ﷺ کا مرتبہ رک گیا۔نہیں بلکہ ہر آن، ہر لحظ اور ہر لحہ آپ کا مرتبہ بڑھتا چلا جارہا ہے ایک مقام پر پہنچ کر ٹھہر نہیں گیا بلکہ اللہ کے ہاں آپ ﷺ کا درجہ بدستور بڑھتا چلا جارہا ہے آپ کے زمانہ میں ہی نہیں بلکہ اب بھی بدستور آپ ﷺ کا مقام ہر لحہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑھتا چلا جارہا ہے۔

ایک امیر آدمی کے پاس ایک ہزار مربع زمین ہے ایک سال کے بعد اس سے پوچھا جائے تو وہی ایک ہزار مربع زمین، دو سال کے بعد پوچھا جائے تو وہی ایک ہزار مربع زمین نکلے، پانچ سال بعد پوچھا جائے تو ایک ہزار ہی مربع ہو۔دس سال بعد پوچھا جائے تو وہی ایک ہزار مربع ہو، بیس سال بعد پوچھا جائے تو وہی ایک ہزار کے ایک ہزار ہی ہوں پچاس سال بعد بھی ایک ہزار کے ایک ہزار مربع ہی رہیں اور سو سال بعد بھی ایک ہزار ہی مربع ہوں تو اگر چہ یہ صحیح ہے کہ ہمارے گاؤں میں ایک ہزار مربع کسی کے پاس نہیں لیکن دیکھا جائے تو اس نے بالکل ترقی نہیں کی ایک سال بعد بھی اس کے پاس ایک ہزار مربع زمین ہے اور پچاس سال بعد بھی اس کی جائیداد ایک ہزار مربع ہے اور سو سال بعد بھی وہی ایک ہزار کے ایک ہزار۔

ارے کمال تو یہ ہے کہ ایک سال بعد ایک ہزار سے ڈیڑھ ہزار ہو جائیں اور دو سال کے بعد دو ہزار، پانچ سال کے بعد پانچ ہزار، دس سال کے بعد دس ہزار اور اسی طرح بڑھتے بڑھتے سو سال کے بعد ایک لاکھ مربع ہو جائیں۔تو کمال اس کا نام ہے کہ مدارج عالیہ حاصل ہونے کے بعد درجات ایک مقام پر ٹھہرے نہ رہیں بلکہ ہر آن اور ہر لحہ بعد ان میں اور بھی زیادہ اضافہ ہوتا رہے۔

آنحضرت رسول اکرم ﷺ کا مرتبہ تمام دنیا سے زیادہ بلند ہے اس کے باوجود ایک مقام پر ٹھہر نہیں گیا بلکہ بڑھتا ہی چلا جارہا ہے۔

اس بڑھنے کی رفتار کتنی ہے؟ کس رفتار سے آپ کا درجہ بلند تر ہوتا جارہا ہے؟

ایک آدمی کے پیدل چلنے کی اوسط رفتار چار پانچ میل فی گھنٹہ ہے یعنی ایک گھنٹہ میں وہ چار یا پانچ میل کا فاصلہ طے کر لیتا ہے۔لیکن اس کے مقابلے میں ایک تانگہ اتنے ہی وقت میں آٹھ میل کا فاصلہ طے کرتا ہے تانگہ کی نسبت سائیکل زیادہ تیز رفتار ہے چنانچہ وہ ایک گھنٹہ میں دس میل طے کر لیتی ہے مال گاڑی اس سے زیادہ تیز رفتار ہے وہ ایک گھنٹہ میں بیس

پچیس میل طے کرلیتی ہے پسنجر گاڑی ان سے زیادہ تیز رفتار ہے وہ ایک گھنٹہ میں چالیس میل طے کرلیتی ہے۔ میل یا ایکسپریس اس کے مقابلہ میں زیادہ تیز رفتار ہے اور ایک گھنٹہ میں ساٹھ میل طے کرلیتی ہے اب فاصلہ طے کرنے کا دارومدار کس کی رفتار پر ہے۔ ایک مقررہ وقت میں کوئی جتنا تیز رفتار ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ آگے نکل جائے گا۔

اگر درمیانے درجے کا کوئی آدمی پیدل چلے اور ایک دن میں بارہ گھنٹے کا سفر کرے تو وہ اڑتالیس میل طے کرے گا لیکن اس کی نسبت ایک تیز رفتار آدمی ایک دن میں بارہ گھنٹے پیدل سفر کر کے ساٹھ میل طے کرے گا۔ اسی طرح ایک تانگہ بارہ گھنٹے کے سفر میں آٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چھیانوے یعنی تقریبا ایک سو میل طے کرے گا جبکہ اس کی نسبت ایک سائیکل دس میل فی گھنٹہ کے حساب سے بارہ گھنٹے سفر کرنے کے بعد ایک سو بیس میل طے کرلے گی۔ ایک مال گاڑی جو پچیس میل کی رفتار سے چلتی ہے بارہ گھنٹے کے سفر میں وہ تین سو میل طے کرلیتی ہے جبکہ اس کے مقابلے میں ایک پسنجر ٹرین جس کی رفتار پچاس میل فی گھنٹہ ہے وہ بارہ گھنٹے کے سفر میں چھ سو میل طے کرتی ہے۔

روحانی دنیا میں جس کا درجہ زیادہ ہوتا ہے اس کی رفتار بھی تیز ہوتی ہے

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رفتار میں جتنی تیزی ہوگی اتنا ہی زیادہ فاصلہ طے ہوگا کسی چیز کی رفتار جتنی زیادہ ہوگی وہ چیز اتنی ہی زیادہ آگے نکل جائے گی۔

جسمانی دنیا میں جب یہ اصول مسلمات میں سے ہے تو روحانی دنیا میں بھی یہی اصول تسلیم کیا جائے گا۔ روحانی دنیا میں اگر پہلے کی رفتار کسی دوسرے کی رفتار سے کم ہے تو دوسرا پہلے سے آگے نکل جائے گا اگر دوسرے کی رفتار تیسرے سے کم ہے تو تیسرا ان دونوں سے آگے نکل جائے گا اسی طرح اگر تیسرے کی رفتار چوتھے کی رفتار سے کم ہے تو چوتھا ان دونوں سے آگے نکل جائے گا وعلی ھذا القیاس کیونکہ جسمانی دنیا میں ہمارا آئے دن کا مشاہدہ ہے کہ پسنجر ٹرین جب چلتی ہے تو میل ٹرین سے ایک گھنٹہ پہلے روانہ ہوتی ہے لیکن کراچی تک پہنچتے پہنچتے وہ میل ٹرین سے بارہ گھنٹے پیچھے رہ جاتی ہے بارہ گھنٹے کا یہ فرق ظاہر کرتا ہے کہ جس کی رفتار زیادہ ہوتی ہے وہ اتنا ہی آگے نکل جاتا ہے۔

اسی طرح روحانی دنیا میں جس کا درجہ بڑا ہوتا ہے اس کی رفتار بھی زیادہ تیز ہوتی

ہے اور فاصلہ بھی زیادہ طے کرتا ہے اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ درجہ ابتداء میں بڑا تو ہوتا ہی ہے لیکن انتہا میں اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

آپ ﷺ کے مدارج عالیہ کو بڑھانے کے لئے سفر معراج کرایا گیا

جب آنحضرت رسول اکرم ﷺ کے مدارج عالیہ ہر لحہ بڑھتے چلے جارہے ہیں تو ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے مدارج عالیہ کے بڑھنے کی رفتار کیا ہے؟

یہ رفتار بتانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایک سفر کرایا وہ سفر جسم کا ہے اور یہ ایک ضابطہ ہے کہ جسم اتنا تیز رفتار نہیں ہوتا جتنا کہ روح تیز رفتار ہوتی ہے۔ درجہ کی بلندی اور اس بلندی کی رفتار روح کی رفتار پر موقوف ہے جسم پر تو نہیں، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو جسمانی سفر کرایا اور ہمیں سمجھایا کہ جب جسم اطہر کی رفتار کا یہ عالم ہو تو اندازہ کرلو کہ اس روح اقدس کی رفتار کا کیا عالم ہوگا؟ اور جب روح کی تیز رفتاری کا تصور کرلو تو جان لو کہ مدارج عالیہ کس رفتار سے ہر لحہ بڑھ رہے ہیں۔

سات آسمانوں کا فاصلہ سات ہزار برس کی مسافت کے برابر ہے

یونان کے فلسفہ کی رو سے پہلا آسمان زمین سے اتنے فاصلہ پر ہے کہ اگر ایک آدمی مسلسل پیدل چلتا رہے تو پانچ سو سال میں آسمان تک پہنچے گا پھر آسمان کی موٹائی بھی اتنی ہی ہے جتنی کہ زمین اور آسمان کے درمیان کی مسافت ہے یعنی اس کی موٹائی بھی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے اسی طرح دوسرا آسمان پہلے آسمان سے پانچ سو سال کی مسافت پر ہے اور اس کی موٹائی بھی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے اور اسی طرح ساتوں آسمان ...... تو گویا سات آسمانوں کی کل چودہ مسافتیں ہوئی اسی طرح ساتوں آسمانوں کا کل فاصلہ ایک عام آدمی کے جسم کے لئے سات ہزار برس کی مسافت کے برابر ہے۔

مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک کا راستہ دو مہینہ کی مسافت پر ہے ساتوں آسمان سے اوپر بھی آپ تشریف لے گئے لیکن وہاں کی مسافت کا اندازہ ہمارے احاطہ تصور سے باہر ہے کیونکہ یونانی فلسفہ کی نگاہ اس سے آگے نہیں پہنچی۔

مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک دو ماہ کا راستہ۔ بیت المقدس سے سات آسمانوں

تک کا سفر، سات ہزار برس کی مسافت کا فاصلہ اور اس سے بھی آگے جہاں کا عقل احاطہ نہیں کر سکتی۔ آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے اور راتوں رات آن کی آن میں واپس تشریف لے آئے پھر مزے کی بات یہ ہے کہ نمازیں پڑھیں، امامت کرائی، انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی، عالم روحانی کی سیر کی فرشتوں سے بات چیت کی، اللہ تعالیٰ سے بھی ملاقات کی، دیدار باری تعالیٰ سے مشرف ہوئے، محب اور محبوب کی باتیں ہوئیں اور جب آپ واپس تشریف لائے تو ساتواں آسمان طے کیا اور چھٹے آسمان پر تشریف لائے وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے دریافت کیا۔ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر کے آئے ہو وہاں سے کیا تحفہ لائے۔ آپ نے فرمایا: اپنی امت کے لئے روزانہ پچاس نمازوں کی فرضیت کا حکم لے کر آیا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا دیکھو میاں، تمہیں ایک بات بتاتا ہوں میرا تجربہ ہے کہ تمہاری امت سے یہ پچاس نمازیں نہیں پڑھی جائیں گی میرا کہا مانو تو تم اللہ تعالیٰ کے پاس دوبارہ جاؤ اور تخفیف کرالاؤ۔

آنحضرت ﷺ چھٹے آسمان سے اللہ تعالیٰ کے پاس دوبارہ تشریف لے گئے اور تخفیف کے لئے عرض کیا تو پانچ نمازیں معاف ہو گئیں اب آپ پینتالیس نمازوں کی فرضیت کا حکم لے کر آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ تخفیف کرانے کا مشورہ دیا آپ دوبارہ تشریف لے گئے تو پانچ نمازیں پھر معاف ہو گئیں اس مرتبہ جب آپ چھٹے آسمان پر آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر تخفیف کرانے کا مشورہ دیا۔ غرض نو دفعہ آپ چھٹے آسمان سے اللہ تعالیٰ کے پاس تشریف لے گئے گویا نو دفعہ چھٹے آسمان تک آنا جانا ہوا یعنی اٹھارہ مسافتیں آپ نے طے فرمائیں چھٹے آسمان سے ساتویں آسمان تک پندرہ سو برس کی مسافت ہے اور آسمان سے آگے کے فاصلہ کا علم نہیں اب یہ حساب تم کرتے رہو کتنی مسافت آپ ﷺ نے طے فرمائی۔

سفر کے دوران ہزار ہا کام ہوئے۔ انبیاء کرام سلام اللہ علیہم اجمعین سے گفتگو فرمائی۔ فرشتوں کو دیکھا۔ جنت کا مشاہدہ کیا۔ دوزخ کا ملاحظہ فرمایا۔ وہاں آپ ﷺ نے جوئے بازوں کو عذاب میں گرفتار دیکھا۔ زانیوں کو عذاب میں مبتلا دیکھا۔ سود خوروں کا برا انجام دیکھا۔ جھوٹوں اور غیبت کرنے والوں پر عذاب الٰہی کا مشاہدہ فرمایا۔ جنت میں انبیاء

کرام علیہم السلام اجمعین کو دیکھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو روتے دیکھا۔ جنت میں آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کا محل دیکھا۔ فرشتہ سے پوچھا یہ کس کا محل ہے۔ اس نے بتایا حضرت عمر فاروقؓ کا ہے محل کے دروازہ پر آپؐ نے ایک لونڈی کو وضو کرتے دیکھا۔ جب آپ نے معراج کا واقعہ بیان فرمایا تو حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا "میں نے تمہارے محل کو جنت میں دیکھا میں نے چاہا کہ اندر داخل ہو کر بھی دیکھ لوں تو فوراً خیال آیا کہ عمر غیرت مند ہے اگر ایسا کیا گیا تو یہ اس کی غیرت کے خلاف ہوگا"۔ آپؐ کا یہ فرمانا تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور روتے عرض کیا کہ "حضور میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں غیرت تو دوسروں سے کی جا سکتی ہے لیکن آپؐ کے بارے میں میں غیرت کا تصور بھی نہیں کر سکتا"۔

مختصراً یہ کہ آپ ﷺ نے بہت کچھ دیکھا اور اتنا سفر کیا کہ تو اور میں چلیں تو آسمانوں تک پہنچتے پہنچتے ہزار ہا سال گزر جائیں گے۔ لیکن جب آپ ﷺ واپس حجرہ مقدسہ میں تشریف لائے تو بستر جو کسی کے اٹھنے کے بعد چند لمحوں تک گرم رہتا ہے اور پھر ٹھنڈا ہو جاتا ہے وہ ابھی تک گرم تھا ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ جب کوئی وضو کرتا ہے تو وضو کا پانی ایک دو گز بہتا چلا جاتا ہے اور پھر رک جاتا ہے جب آپؐ معراج کے لئے تشریف لے گئے تھے تو اس سے پہلے آپ ﷺ نے وضو فرمایا تھا اور پانی بہنے لگا جب آپ معراج سے واپس تشریف لائے تو پانی ابھی بہہ رہا تھا۔

اسی طرح دروازہ کھولنے سے دروازہ کی کنڈی ہلتی ہے اور کچھ دیر تک ہلتی رہتی ہے تو جب آپ معراج سے واپس تشریف لائے تو کنڈی ابھی تک ہل رہی تھی یعنی معراج کرنے میں اور واپس تشریف لانے میں اتنی دیر بھی نہ گزری تھی کہ دروازہ کی کنڈی ہل کر ٹھہر جائے۔ وضو کا پانی بہہ کر رک جائے اور بستر ٹھنڈا ہو جائے بلکہ جب آپ واپس تشریف لائے تو کنڈی ہل رہی تھی' بستر گرم تھا اور پانی بہہ رہا تھا۔

روح جسم سے زیادہ تیز رفتار

جب حبیب کبریا ﷺ کے جسم اطہر کی تیز رفتاری کا یہ عالم ہے تو روح اقدس کی تیز رفتاری کا ذرا اندازہ تو لگاؤ کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ روح جسم سے زیادہ تیز رفتار ہوتی ہے جسم کی تیز رفتاری کا عالم دیکھ لو اور نبی کریم ﷺ کی روح اقدس کی تیز رفتاری کا تصور کر لو

تاکہ تمہیں پتہ چل جائے کہ آپ کے مدارج عالیہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کس رفتار سے ہر آن اور ہر لحہ بلند تر ہوتے جا رہے ہیں۔ آج چودہ سو سال ہونے کو آئے ابھی آپ ﷺ کے درجات اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور قیامت تک بڑھتے چلے جائیں گے۔

تو رسول اللہ ﷺ کے معراج کی دوسری وجہ یا غرض یہ تھی کہ ہمیں بتلا دیا جائے' ہم دنیا والوں پر واضح کر دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب رسول اکرم ﷺ کا مرتبہ ہر آن ہر لحہ کتنی تیز رفتاری سے بلند تر ہوتا جا رہا ہے۔

انبیاء کرام سے مسئلہ قیامت کے سلسلہ میں مذاکرہ

اب ایک مسئلہ عرض کر دوں اور وہ یہ ہے کہ میں نے اپنے کلام میں یہ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب معراج کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے پیغمبران کرام (علیہم السلام اجمعین) سے ملاقات کی۔ آسمانوں پر ان سے باتیں کیں اور میٹنگیں کیں۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

''پہلے آسمان پر میٹنگ ہوئی۔ اس میٹنگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام میں (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ باتیں ہو رہی تھی کہ اتفاق سے قیامت کا بھی ذکر چل نکلا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سوال کیا گیا قیامت کی تاریخ کیا ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا'' قیامت کے بارے میں اتنا ہی جانتا ہوں کہ ایک روز قیامت آئے گی لیکن قیامت کی قطعی تاریخ کا مجھے علم نہیں دیا گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بھی جواب میں فرمایا ''قیامت کا آنا تو معلوم ہے کہ قیامت ضرور آئے گی لیکن کب آئے گی اس کا مجھے علم نہیں عطا کیا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب میری باری آئی تو یہی سوال مجھ سے بھی دریافت کیا گیا میں نے جواب دیا قیامت کے وقوع کا تو علم ہے کہ قیامت ضرور قائم ہوگی لیکن اس بات کا مجھے بھی علم نہیں کہ قیامت کب آئے گی۔ اس کی تاریخ کا علم مجھے بھی عطا نہیں فرمایا گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا'' قیامت کی تاریخ کا تو مجھے بھی علم نہیں ہاں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ قیامت ضرور آئے گی البتہ ایک بات بتا دوں اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ وعدہ ہے کہ جب تک میں زمین پر واپس نہیں جاؤں گا اور دجال کو قتل نہیں

کروں گا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی چنانچہ جب میں زمین پر واپس چلا جاؤں گا اور دجال کو قتل کروں گا اس کے کہیں بعد قیامت واقع ہوگی۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی اس میٹنگ سے دو مسئلے نکلتے ہیں

پہلا تو یہ کہ ملائکہ مقربین سے لے کر حبیب کبریا ﷺ کی ذات اقدس تک جنہیں عرش پر بلایا گیا کسی کو بھی اللہ تعالیٰ نے سارا علم نہیں دے دیا بلکہ علم کا کچھ حصہ اپنے پاس بھی رکھا ہے جیسا کہ قیامت کے وقوع کی تاریخ کا علم اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پاس ہی رکھا ہے کسی کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ نے علم دے کر بھی خلق اور خالق میں فرق رکھا ہے ورنہ اگر سارا علم دے دیا جاتا تو خالق اور مخلوق میں ''مابہ الامتیاز'' نہ رہ جاتا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سارا علم کسی کو نہیں دیا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بادشاہ جب کسی کو اپنے خزانے میں سے کچھ عطا کرتا ہے تو اگرچہ یہ صحیح ہے کہ لینے والے کا گھر بھر جاتا ہے لیکن دیکھا گیا ہے کہ دینے والے کا خزانہ خالی نہیں ہو جاتا ورنہ اگر خزانہ خالی ہو جایا کرے تو بادشاہ اور رعیت میں فرق باقی نہ رہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو علم سب سے زیادہ عطا فرمایا اور بہت زیادہ عطا فرمایا لیکن سارا علم عطا نہیں فرمایا ورنہ خالق اور مخلوق میں فرق باقی نہ رہتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع الجسد زندہ ہیں

دوسرا مسئلہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا روح مع الجسد (جسم سمیت) آسمانوں پر اٹھایا جانا ثابت ہے آپ کو پھانسی نہیں دی گئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں پر زندہ اٹھالیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت سے پہلے زمین پر دوبارہ بھیجا جائے گا۔ آپ کانے دجال کو قتل کریں گے یہ دو مسئلے انبیاء کرام علیہم السلام کی اس میٹنگ سے ثابت ہوئے۔

اب میں آپ کو ایک اور واقعہ بتاتا ہوں۔ سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ طیبہ میں خواب دیکھا۔ سیدنا امام مالک کو مفتی مدینہ کہتے تھے چونکہ وہ مدینہ میں رہتے تھے اور فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اس لئے انہیں مفتی مدینہ کہا جاتا تھا۔ ان کا ایک اور لقب بھی تھا فقہ کے آئمہ اربع رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ایک سیدنا امام مالک بھی تھے اور مدینہ منورہ کو ''دارالہجرۃ'' بھی کہا جاتا تھا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تھی اس

لئے سیدنا امام مالک کو''امام دارالہجرۃ'' بھی کہتے ہیں ان کا مزار بھی مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں ہے جہاں حاجی اب بھی فاتحہ پڑھنے جاتے ہیں۔

امام مالکؒ ساری عمر مدینہ میں ننگے پاؤں چلے

بات سے بات نکل آتی ہے کہ ایک بات اور بھی بتا دوں۔ امام مالک جب تک مدینہ منورہ میں رہے ساری عمر جوتا کبھی نہیں پہنا۔ فرمایا کرتے تھے جس شہر کی گلیوں نے سرور کونین ﷺ کے قدم مبارک کو چوما ہو میری یہ مجال کہ میں اس خاک مبارک پر جوتے رکھوں۔ چنانچہ ساری عمر ننگے پیر رہنا گوارہ کیا لیکن جوتے پہن کر مدینہ منورہ کی گلیوں میں چلنا برداشت نہ کیا۔

ان کے دل میں حضور اکرم ﷺ کے وجود اقدس کی تو یہ عظمت تھی اب رسول اللہ ﷺ کے کلام کی عظمت کا اعتراف بھی سن لو۔ جن لوگوں نے کبھی حج کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ مکہ مکرمہ کی طرف سے مدینہ طیبہ کو جاتے ہوئے راستہ میں آخری پڑاؤ کا نام ''بیر علی ہے'' آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اس کا نام ذوالحلیفہ تھا۔

اگر نظر دوڑائیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کسی زمانہ میں اس جگہ دریا بہتا ہوگا جب بارش ہوا کرتی تھی تو پہاڑوں اور پتھروں سے پانی رستا ہوا اس جگہ جمع ہو جاتا اور بیر علیؓ اور مدینہ طیبہ کے درمیان والی جگہ میں پانی لہریں مار کر چلنا شروع کر دیتا۔ ان دنوں جب کبھی بارش برستی تھی تو چونکہ اس علاقے میں دور دور تک پانی کا نشان نہیں ملتا اس لئے اہل مدینہ کے لئے وہ موقعہ بڑی خوش نصیبی کا ہوتا تھا مدینہ طیبہ کے عوام و خواص، تاجر و حکام، عالم، مزدور، زمیندار اور افسر بھی نہانے کے لئے اس مقام پر آیا کرتے تھے۔

امام مالکؒ کا گورنر کو ادنیٰ سی گستاخی پر کوڑوں کی سزا کا فتویٰ

ایک مرتبہ بارش ہوئی اور پانی بدستور ندی کی طرح بہہ نکلا تو تمام اہل مدینہ نہانے کے لئے جوق در جوق جانے لگے سیدنا امام مالک اپنے شاگردوں سمیت اور گورنر مدینہ اپنے افسروں سمیت خوشی خوشی نہانے جا رہے تھے تم نے دیکھا ہوگا کہ جب بھیڑ ہو جاتی ہے چلتے چلتے آدمی ادھر سے ادھر ہو جاتے ہیں گورنر مدینہ کی نگاہ حضرت امام مالکؒ پر جا پڑی اس نے

انہیں دیکھا تو ان کے قریب آیا اور پوچھا ''رسول اکرم ﷺ کی فلاں حدیث کس طرح ہے؟''

امام مالک نے جواب دیا۔ ''بے ادب کہیں کے راستے میں چلتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کی حدیث پوچھتا ہے تجھے آنحضور ﷺ کی حدیث مبارک سے گستاخی کرتے ہوئے حیا نہیں آتی؟ تو اس بات کے لائق ہے کہ تجھے وہ سزا دی جائے جو حدیث رسول مقبول ﷺ کی شان میں گستاخی رکھنے والے کو دی جاتی ہے''۔

واپسی پر گورنر نے ایسا نہیں کیا کہ امام مالکؒ پر کوئی جھوٹا مقدمہ چلا دیا ہو یا تھانیدار سے کہہ کر انہیں گرفتار کروا دیا ہو۔ یا کسی دفعہ کی خلاف ورزی کے جرم میں ماخوذ کر دیا نہیں' نہ کوئی جھوٹا مقدمہ چلایا نہ تھانیدار سے کہہ کر گرفتار کرایا اور نہ ہی کسی دفعہ کے تحت کوئی کارروائی کی بلکہ دوسرے روز قاضی شہر کو بلایا۔ یاد رکھئے کہ ایک مفتی ہوتا ہے اور ایک قاضی۔ مفتی اسے کہتے ہیں جو شرعی اصولوں کی روشنی میں حکم لگائے۔ اور قاضی اسے کہتے ہیں کہ جو مفتی کے حکم کو جاری کرتا اور اس پر عمل کراتا ہے تو گورنر مدینہ نے دوسرے روز قاضی شہر کو بلایا اور اسے مفتی مدینہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا کہ ان سے دریافت کرو کل مجھ سے جو گستاخی ہوئی تھی اس کی سزا کیا ہے؟

امام صاحبؒ نے جواب دیا ''چونکہ تم نے راہ چلتے میں حدیث نبی کریم ﷺ کی توہین کی ہے اس لئے اس گستاخی کی سزا یہ ہے کہ تمہیں چالیس بید لگائے جائیں''۔

جب قاضی شہر یہ جواب لے کر پہنچا تو گورنر مدینہ نے قاضی کے سامنے خود کو سزا کے لئے پیش کر دیا اور چالیس بید اپنے جسم پر لگوائے۔ امام مالکؒ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے ایک شاگرد کو گورنر ہاؤس بھیجا کہ جا کر گورنر سے کہو ''میں اپنے درس میں کل تمہیں بیٹھنے کی اجازت دیتا ہوں''

گورنر کے لئے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی تھی دوسرے روز وہ بھی درس حدیث میں شریک ہوا اس روز امام مالکؒ نے چالیس احادیث بیان کیں۔ درس ختم ہوا تو امام مالکؒ نے گورنر سے فرمایا ''تم نے بے ادبی کی تھی اور اس پر نادم ہوئے تم نے اپنی اس غلطی کی سزا دنیا میں حاصل کر لینا پسند کی اور سزا بھی لے لی اس لئے میں تم سے بہت زیادہ خوش ہوں۔ میری طرف سے تمہارے لئے یہ انعام ہے کہ فی بید میں نے تمہیں ایک

حدیث سنائی"......امام صاحبؒ کا یہ کہنا تھا کہ گورنر کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ رو رو کر کہنے لگا" کاش میرے اور بھی زیادہ بید لگتے تا کہ میں زیادہ احادیث سن سکتا"۔

امام مالکؒ ہر روز درس حدیث سے پہلے غسل فرماتے

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے اس کا بھی جواب دیتا جاؤں۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کیا دوسروں کے بارے میں بھی اتنے ہی سخت تھے یعنی وہ دوسروں سے ہی کلام رسول مقبول ﷺ کا ادب کراتے تھے یا وہ خود بھی ادب کرتے تھے؟

امام مالکؒ کا قاعدہ تھا کہ درس سے پہلے روزانہ وجو فرما کر غسل کیا کرتے تھے کیونکہ غسل سے پہلے وضو کرنا مستحب ہے اس کے بعد روزانہ دھلے ہوئے کپڑے بدلتے۔ ایک دن پہلے کے کپڑے پہن کر درس حدیث دینا خلاف ادب سمجھتے تھے۔ بعد ازاں خوشبو لگا کر سفید اور نئی دھلی ہوئی چادر بچھایا کرتے تھے اس پر بیٹھ کر پڑھاتے اور کپڑے یا چادر بدلے بغیر کسی دن بھی درس حدیث نہیں دیتے تھے۔

بچھو نے سات بار ڈسا لیکن امام مالکؒ نے درس حدیث بند نہیں کیا

ایک مرتبہ حسب معمول درس دینے بیٹھے درس شروع کیا پڑھاتے پڑھاتے چہرے کا رنگ بدلا لیکن آپؒ نے بالکل حرکت نہیں کی بدستور پڑھاتے رہے تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ چہرے کا رنگ متغیر ہونے لگا لیکن آپؒ نے پہلو تک نہ بدلا اور پڑھاتے رہے تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ چہرے کا رنگ متغیر ہونے لگا لیکن آپؒ نے پہلو تک نہ بدلا اور پڑھاتے رہے کچھ دیر بعد پھر چہرہ پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا شدت درد کی کیفیت کے آثار ہویدا تھے لیکن آپؒ اپنی جگہ سے ذرہ برابر بھی نہ ہلے اسی طرح بیٹھے حدیث کا درس دیتے رہے اسی طرح سات مرتبہ آپؒ کے چہرے پر درد کے آثار نمایاں ہوئے اور چہرے کا رنگ بدلتا رہا لیکن آپؒ نے حدیث پڑھانا بند نہ کیا جب درس ختم ہوا تو چونکہ سردی کا زمانہ تھا چمڑے کے موزے پہن رکھے تھے انہیں اتارنے لگے۔ شاگردوں نے عرض کیا آج آپؒ کے چہرہ کا رنگ بار بار بدل رہا تھا کیا وجہ تھی؟ اتنے میں چمڑے کے موزے اتارے تو ایک موزہ میں سیاہ رنگ کا ایک بڑا بچھو نکلا۔ ہوا یہ تھا کہ درس دیتے دیتے بچھو نے ڈنگ مارا تو آپؒ کے چہرے کا

رنگ بدل گیا دوسری مرتبہ جب پھر ڈنگ مارا تو پھر آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

غرض جب وہ بچھو کاٹتا تھا تو شدت درد سے آپؒ کے چہرہ کا رنگ بدل جاتا تھا۔ شاگردوں نے عرض کیا" جب بچھو نے پہلی دفعہ ڈنگ مارا تو آپؒ نے جبھی موزے اتار کر کیوں نہیں دیکھ لیا؟"

جواب میں امام صاحب نے فرمایا" میں درس حدیث دے رہا تھا جب بچھو نے پہلی بار ڈنگ مارا تو میں نے گوارا نہ کیا کہ حدیث رسول ﷺ بیان کرتے کرتے روک دوں اور اپنے پاؤں کو ہاتھ لگاؤں جب بھی بچھو کاٹتا تھا تو شدت درد کے باوجود طبیعت نہیں چاہتی تھی کہ حدیث بیچ میں چھوڑ دوں اور موزہ اتار کر دیکھ لوں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے حدیث کا احترام باقی نہیں رہتا"۔ یہ تھا وہ احترام جو خود امام مالکؒ حدیث کا کیا کرتے تھے اب یہ بھی سن لو اس وقت کی حکومتیں حدیث نبی کریم ﷺ کا کتنا احترام کرتی تھیں۔

انبیاء کرام وفات کے بعد اپنی مزار میں زندہ رہتے ہیں

خلیفہ ہارون الرشید عباسیؒ جب حج کے لئے گیا تو حج کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں روضۂ اطہر پر حاضر ہوا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے" جو میرے روضہ پر حاضر ہوا اور سلام پڑھا تو گویا اس نے میری زیارت کی" اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر موت کا ضابطہ تو پورا ہو جاتا ہے ان کا تعلق باقی دنیا سے بظاہر کٹ تو جاتا ہے لیکن انہیں ہماری طرح موت نہیں آتی۔ وہ مرنے کے بعد بھی اپنے روضۂ اقدس میں زندہ رہتے ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ چونکہ روضہ پر جانے والے کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی زیارت کے مثل قرار دیا ہے اس لئے علماء کرام کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص روضہ اقدس پر حاضر ہوا اور سلام پڑھے تو واپس آ کر یوں نہ کہے کہ میں رسول اکرم ﷺ کے مقبرہ کی زیارت کے لئے گیا اور سلام پڑھا بلکہ یوں کہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے گیا۔

نصوص قطعیہ سے آپ ﷺ کی حیات ثابت ہے

یہ جو ہم کہتے ہیں کہ مقبرہ کی زیارت کے لئے گیا یہ دراصل ہماری غلطی ہے کیونکہ جب یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے گیا تھا تو اس کلام سے یہ نکلا کہ آپ ﷺ

زندہ ہیں اور جب یہ کہے کہ مقبرہ کی زیارت کے لئے گیا تو اس سے یہ نکلا کہ مردہ ہیں حالانکہ نصوص قطعیہ سے رسول اللہ ﷺ کا حیات ہونا ثابت ہے تو ہارون الرشید حج کے بعد رسول اللہ ﷺ کے دیدار کے لئے مدینہ طیبہ پہنچا کیونکہ آنحضور ﷺ نے فرمایا "من حج ولم یزرنی فقد جفانی" جس نے حج کیا اور میرے پاس نہ آیا اس نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا" آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "من زار قبری وجبت له شفاعتی" جو حج کرنے کے بعد میرے پاس آیا اور مجھ پر درود سلام پڑھا قیامت میں اس کی شفاعت کا ذمہ دار میں ہوں گا۔ چنانچہ ہارون رشید روضہ اطہر پر حاضر ہوا درود سلام پڑھا۔

اس کے بعد وہ امام مالکؒ کے پاس آیا اور اپنے شہزادوں کو درس حدیث پڑھانے کے بارے میں کہنے لگا" آپؒ میرے بچوں کو آکر پڑھا دیا کیجئے" انہوں نے فرمایا کہ "ایسا نہیں ہو سکتا پیاسا کنویں کے پاس خود آتا ہے" کہنے لگا "اچھا ایسا کیجئے کہ ایک وقت مقرر کر دیجئے اس میں میرے بچے آئیں گے اور سبق پڑھ کر چلے جائیں گے" انہوں نے جواب دیا" یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ تیرے بچوں کے لئے ایک وقت مقرر کر دوں اور اس وقت میں باقی امت محمد یہ کو حدیث رسول سے محروم کر دوں۔ قیامت کے دن آنحضور ﷺ کو کیا منہ دکھاؤں گا" کہنے لگا" اچھا وقت مقرر نہ کیجئے ایک طرف جگہ ہی مقرر کر دیں وہاں کسی دوسرے کو بیٹھنے کی اجازت نہ ہو"۔ انہوں نے جواب دیا" کہ کلام تو اس پیغمبر ﷺ کا پڑھاؤں جس کے ہاں امیر و غریب میں فرق نہ تھا جس کے نزدیک بادشاہ اور غلام رئیس اور گدا سبھی برابر تھے اور اجازت اس کی دوں کہ تیرے لڑکے سنہری غالیچوں پر بیٹھیں اور فقیروں کے بچے ٹاٹ پر بیٹھیں"۔

ہارون الرشید رو پڑا اور کہنے لگا" اچھا وقت اور جگہ مقرر نہ کیجئے میرے بچے عام طلبہ کی طرح آئیں گے لیکن آپ اپنے درس میں بیٹھنے کی جگہ دے دیں"۔ فرمایا" اگر وہ پڑھنا چاہتے ہیں اور پڑھ سکیں تو اجازت ہے"۔

امام مالکؒ کو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت

اب وہ واقعہ عرض کرتا ہوں جس کے لئے میں نے اتنی بات کی...... امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہر سال حج کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ جب زیادہ بوڑھے ہو گئے تو حج پر جانا چھوڑ دیا۔ کیونکہ فرض تو ادا کر ہی چکے تھے مستزاد یہ کہ کئی نفلی حج بھی کر چکے

تھے بڑھاپے میں یہ معمول ختم کر دیا۔ کیونکہ فرماتے تھے کہ میری دلی تمنا یہ ہے کہ اگر مجھے موت آئے تو مدینہ منورہ ہی میں مروں اور حشر کے دن جب اٹھایا جاؤں تو مدینہ کی مٹی ہی سے اٹھوں۔ اب چونکہ بڑھاپا شروع ہو چکا تھا اس لئے حج کرنے کے لئے جانے میں یہ امر مانع آتا کہ کہیں مدینہ سے باہر موت نہ آجائے اور نہ جائیں تو یہ ارمان دل میں کروٹیں لیتا ہے کہ حج کا ثواب بہت زیادہ ہے حج کرتا ہوں تو مشکل' نہ کروں تو مشکل۔ امام مالکؒ اسی شش و پنج میں تھے کہ ایک روز انہیں رسول پاک ﷺ کا دیدار نصیب ہوا انہوں نے آنحضور ﷺ سے عرض کیا" حضور سرور کائنات ﷺ میری دلی تمنا یہ ہے کہ مدینہ میں ہی میری موت آئے لیکن جب حج کے دن آتے ہیں تو ایک طرف حج کرنے سے یہ بات روکتی ہے کہ کہیں مدینہ سے باہر میری موت نہ آجائے دوسری طرف یہ خیال آتا ہے کہ حج کا ثواب بہت زیادہ ہے یہی وجہ ہے کہ حج کے دنوں میں مجھے بہت زیادہ صدمہ ہوتا ہے اگر حج کے لئے جاؤں تو تکلیف ہوتی ہے نہ جاؤں تو تکلیف ہوتی ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ مجھے اتنا بتا دیجئے کہ میری عمر کتنی باقی ہے تاکہ میں اطمینان سے حج بھی کرسکوں اور میری دلی تمنا بھی پوری ہو جائے"۔

امام مالکؒ کا خواب اور تعبیر

رسول اللہ ﷺ نے جواب میں کچھ نہیں فرمایا۔ البتہ اپنا دست مبارک اٹھا کر پانچ انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔

امام مالکؒ خواب سے بیدار ہوئے تو سوچنے لگے پتہ نہیں میری عمر کتنی باقی رہ گئی ہے؟ پانچ گھنٹے ہیں یا پانچ دن' پانچ مہینے ہیں' پانچ سال ہیں یا پانچ صدیاں؟ آخر کیا چیز پانچ ہے جو میری عمر سے باقی رہ گئی ہے؟ باوجود کافی غور و فکر کے جب سمجھ میں نہ آیا تو آپ نے اپنے ایک شاگرد کو عراق میں ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا کیونکہ وہ فن تعبیر کے ماہر تھے۔ خواب کے مطلب کو تعبیر کہا کرتے ہیں چونکہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فن تعبیر میں مہارت رکھتے تھے اس لئے ان کے پاس اپنے ایک شاگرد کو یہ کہہ کر بھیجا" تم ان سے میرا نام نہ لینا بلکہ یوں کہنا کہ ایک آدمی نے خواب میں رسول اللہ ﷺ سے اپنی عمر پوچھی تو آپ ﷺ نے جواب میں پانچ انگلیوں سے اشارہ کر دیا۔ اب بتائیے' اس شخص کی کتنی عمر باقی رہ گئی ہے؟ پانچ دن یا پانچ سال یا پانچ مہینے۔ اور میرا نام ہرگز نہ بتانا"۔ شاگرد عراق میں ابن سیرینؒ

کے پاس پہنچا اور انہیں بتایا کہ "ایک آدمی نے اس طرح ایک خواب دیکھا ہے اس کی عمر بتایئے کتنی ہے" انہوں نے پوچھا خواب کس نے دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا "نام تو نہیں بتاتا" انہوں نے کہا کہ "تو نام نہیں بتا میں مطلب نہیں بتاتا" جب اس نے یہ کہا "جس نے خواب دیکھا ہے اس نے مجھے یہ کہا ہے کہ مرا نام نہ بتانا" ابن سیرینؒ سے کہا "تو پھر ان سے اجازت لے کر آؤ تب مطلب بتاؤں گا"۔

ذرا غور کریں ابن سیرینؒ نے یہ نہیں کہا کہ وہ جس نے خواب دیکھا ہے "کون سا یہاں بیٹھا ہے" چل تو بتا ہی دے کیا نام ہے؟ نہیں بلکہ فرمایا "یہاں سے مدینہ منورہ تک واپس جاؤ اور اجازت لے کر آؤ"۔ اور ہمارے ہاں کیا رواج ہے کتنی معمولی سی معمولی اور بڑی سی بڑی بات کیوں نہ ہو کتنی ہی راز داری کا معاملہ ہو لیکن خود بھی فوراً وہ راز اگل دیں گے اور دوسرے کو بھی مجبور کریں گے "یار دس دے کہڑا او ساڈے کول بیٹھا ہے" لیکن نہیں، انہوں نے فرمایا "جاؤ اجازت لے کر آؤ"۔

ابن سیرینؒ ایماندار تھے انہوں نے یہ تو برداشت کرلیا کہ اس شاگرد کو واپس بھیج دیں لیکن یہ گوارا نہ کیا کہ اس شاگرد سے بغیر اجازت خواب دیکھنے والا کا نام پوچھ لیں۔ اسی طرح وہ شاگرد بھی دیانتدار تھا اس نے یہ نہ سوچا کہ کون اب اتنی دور واپس جائے اور آنے چلو ان کا نام بتا ہی دو نہیں بلکہ اس نے سفر کے آنے جانے کی مشقت تو برداشت کرلی لیکن ایسا نہ کیا کہ بغیر اجازت ایک راز داری کے معاملہ کو ظاہر کر دیا جائے اس شاگرد نے یہ بھی نہیں کیا کہ کچھ دن ادھر ادھر تفریح کر کے واپس آجاتا اور نام بتا دیتا بلکہ اجازت لینے کے لئے مدینہ منورہ واپس روانہ ہو گیا۔ لیکن ہم ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر جھانکیں۔ دن رات میں ہم سینکڑوں کے حساب سے جھوٹ بولتے ہیں۔ آئے دن جھوٹی گواہیاں دیتے ہیں اور راز داری کے معاملات کو بلا کسی خوف وخطر کے فوراً ظاہر کر دیتے ہیں ہمیں چاہیے کہ اس شاگرد اور ابن سیرینؒ کے عمل سے عبرت حاصل کریں۔

جب شاگرد جانے لگا تو ابن سیرینؒ نے کہا "تو چاہے بتایا نہ بتا راز ظاہر کر یا نہ کر لیکن میں بتادوں کہ اگر تو مدینہ منورہ سے آیا تو یہ خواب امام مالکؒ نے دیکھا ہے ان کے سوا مدینہ میں کسی دوسرے شخص کو یہ خواب نصیب نہیں ہو سکتا" اس شاگرد کا طرز عمل یہاں بھی

سبق آموز ہے اس نے اب بھی نہیں کہا کہ اب تو آپ نے بوجھ لیا۔ اب آپ سے کیا چھپانا۔ ہاں یہ خواب امام مالکؒ نے ہی دیکھا ہے بلکہ عرض کیا" حضرت جس شخص نے خواب دیکھا ہے اس کی مجھے ہدایت ہے کہ نام نہ بتانا اس لئے میں آپ کو نام نہیں بتا سکتا۔ اجازت لے آؤں تو پھر عرض کردوں گا"۔ وہ شاگرد واپس مدینہ منورہ پہنچا۔ امام مالکؒ کو سارا واقعہ سنایا اور ان سے اجازت لی۔ اجازت لینے کے بعد واپس آکر ابن سیرینؒ کو بتایا" واقعی یہ خواب حضرت امام مالکؒ نے دیکھا ہے وہ پوچھتے ہیں کہ یہ بتائیے میری عمر کتنی باقی رہ گئی ہے؟"

ابن سیرینؒ نے جواب دیا" رسول اللہ ﷺ نے پانچ انگلیوں کے اشارے سے عمر نہیں بتائی۔ امام مالکؒ سے کہنا تمہاری عمر کے بارے میں اشارہ نہیں فرمایا بلکہ تمہیں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جس میں ذکر آتا ہے کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ پانچ انگلیوں سے مقصود تمہاری عمر کی طرف اشارہ نہ تھا بلکہ یہ بتایا گیا کہ کیا تم نے آیت کریمہ "ان اللہ عندہ علم الساعۃ" نہیں پڑھا؟

ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت. (لقمان:۳۴)

اس سے معلوم ہوا کہ علم تو خواہ کتنا ہی دے دیا لیکن سارے کا سارا نہیں دیا۔ یہ صحیح ہے باقی مخلوق سے زیادہ دیا لیکن سارا نہیں دیا۔ یہ تو صحیح ہے کہ لینے والے کا گھر تو بھر گیا۔ لیکن دینے والے کا خزانہ خالی نہیں ہوا اگر سارا دے دیا جاتا تو خالق اور مخلوق کے علم میں فرق باقی نہ رہ جاتا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو بہت کچھ دینے کے بعد بھی سارے کا سارا نہیں دیا۔

ابھی میں نے آپ کے سامنے امام مالکؒ کا خواب بیان کیا فن تعبیر خواب بھی ایک بڑا فن ہے خواب کے فن ہونے کی اس بات پر ایک خواب یاد آیا وہ بھی بتاتا جاؤں۔

اور ایک خواب اور اس کی عجیب و غریب تعبیر

امام ابن سیرینؒ کے پاس ایک مرتبہ ایک آدمی آیا اور اس نے بیان کیا" میں نے دوپہر کو ایک خواب دیکھا ہے کہ میری چارپائی کے نیچے آگ جل رہی ہے انہوں نے

فرمایا" دوڑ کر جا اور اپنا سامان اور بیوی بچوں کو گھر سے نکال لے کیونکہ جہاں تو سوتا ہے اس کمرہ کی دیوار گرنے والی ہے"۔ وہ دوڑا ہوا گیا اپنی بیوی بوں کو اور سامان کو جلدی جلدی گھر سے نکالا کہ اتنے میں دیوار گر پڑی اور سارا مکان بیٹھ گیا۔

ایک دوسرے آدمی نے آپؒ کے پاس آکر بتایا کہ رات کے وقت میں نے خواب دیکھا کہ میری چارپائی کے نیچے آگ جل رہی ہے انہوں نے فرمایا کہ جہاں تو سوتا ہے وہاں اپنی چارپائی کے نیچے زمین کھود کر خزانہ نکال لے۔ اس نے جا کر زمین کو کھودا تو وہاں سے خزانہ نکلا۔

ایک تیسرا آدمی جس نے یہ دونوں تعبیریں سنی تھیں کہنے لگا" حضرت خواب تو دونوں کا ایک ہی تھا لیکن تعبیریں آپؒ نے دو بتائیں ایک کا مکان گر گیا دوسرے نے خزانہ پایا "یہ کیسے ہوا؟ انہوں نے جواب میں بتایا کہ ایک کا خواب گرمی کے زمانے کا تھا اس لئے اس کے خواب کی تعبیر مکان کا گرنا ہوئی اور دوسرے کا خواب سردی کے زمانے کا تھا اس لئے اس کے خواب کی تعبیر خزانہ حاصل کرنا ہوئی۔" لو جی! اچھے تا سردی گرمی داوی فرق پے گیا"۔

حضرت نانوتویؒ کا خواب کی تعبیر بتلانا

اب خواب کی بات چل نکلی تو ایک اور واقعہ یاد آیا۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے پاس ایک آدمی آیا اور اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ میرٹھ، مرادآباد اور بریلی سے بطخیں آرہی ہیں انہوں نے جواب میں فرمایا دو چار دن تک تمہیں ملازمت مل جائے گی لیکن اگر مجھے مٹھائی کھلا دو تو بیس روپے کی نوکری ملے گی اور اگر مٹھائی نہیں کھلاؤ گے تو گیارہ روپے کی ملے گی۔ اس نے مٹھائی کھلانے کا وعدہ کرلیا اور چلا گیا دوسرے روز اس کے پاس بیس روپے تنخواہ والی نوکری ملنے کی خبر آئی۔ اس وقت کی بیس روپے والی نوکری آج کی دو ہزار روپے کی نوکری سے کہیں زیادہ حیثیت کی حامل تھی اس نے حضرتؒ کی خدمت میں عرض کیا حضرت خواب تو میں نے دیکھا اور ملازمت بھی مجھے ملی لیکن کیا وجہ کہ اگر آپ مٹھائی لیں تو مجھے بیس روپے کی ملازمت ملے اور اگر آپ کو مٹھائی نہ ملے تو گیارہ روپے والی نوکری ملے"!

انہوں نے جواب میں فرمایا ''بطخ'' کو لفظ ''بط'' سے تعبیر کیا جاتا ہے عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں اس کے لئے یہی لفظ مشترک ہے لیکن فرق یہ ہے کہ فارسی میں صرف دو حرف ہیں ب اور ط لیکن عربی میں چونکہ حرف ط دو مرتبہ ہے اس لئے ایس لفظ کو بطّ تشدید سے پڑھتے ہیں جبکہ فارسی میں ط بغیر تشدید کے ہے چونکہ خواب کی تعبیر کا دارومدار تعبیر بیان کرنے والے کی مراد پر ہے اس لئے اگر تم مٹھائی کھلاؤ گے تو میں بط کی ط پر شد تصور کرلوں گا تو (۲+۹+۹) بیس بن جائیں گے ورنہ (۹+۲) گیارہ ہی رہیں گے۔''

معلوم ہوا کہ خواب کے مطلب کا دارومدار تعبیر بیان کرنے والے کی نیت پر بھی ہوتا ہے آپ کہیں گے تو سہی مولوی صاحب خوابوں میں پڑ گئے لیکن ایک بات یہاں بتاتا جاؤں۔

وہ یہ کہ جب کوئی خواب دیکھو تو کسی کو نہ بتاؤ ممکن ہے وہ کوئی برا نتیجہ نکال لے اور اس طرح کوئی برا اثر ہی مرتب ہو جائے اس لئے کبھی کسی انجان کو کوئی خواب نہ بتاؤ بلکہ اگر بتانا ہی ہے تو کسی ایسے شخص کو بتاؤ جو خواب کی تعبیر سے اچھی طرح واقف ہو اور دوسرا یہ کہ تمہارا ہمدرد ہو تا کہ اچھا ہی نتیجہ نکالے۔ لیکن ہمارے ہاں کیا رواج ہے کہ رات کو میاں نے خواب دیکھا تو صبح اٹھ کر بیوی کو بتادیا اور بیوی نے دیکھا تو صبح کو میاں کو بتادیا یا یہ کہ بچی نے خواب دیکھا تو ماں کو بتادیا اور ماں نے دیکھا تو بچی کو بتادیا ایسا نہ کیا کرو۔

خواب کی تعبیر کسی ماہر اور خیر خواہ سے پوچھنی چاہئے

ایک دوسری بات یہ بھی یاد رکھو جب کوئی برا خواب دیکھو تو یہ نہ سمجھا کرو کہ اس کا برا ہی نتیجہ نکلے گا کیونکہ خواب کا ظاہر کچھ اور ہوتا ہے اور باطن کچھ اور ہوتا ہے اس کے باوجود اگر تمہارے خیال میں کوئی برا خواب تم کو نظر آئے تو کسی ماہر سے اس کی تعبیر معلوم کرلو۔

دنیا جانتی ہے کہ ہارون الرشید کی بیوی کو کتنی بے غیرتی کا خواب دکھائی دیا اتنا برا خواب کہ حیا اسے بیان کرنے کی اجازت نہیں دیتی ملکہ نے اپنی لونڈی کو خواب بتا کر اس سے کہا کہ میرا نام نہ لیجیو اپنا نام لے کر کہو کہ مجھے خواب نظر آیا ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے پاس بھیجا کہ اس کا مطلب پوچھ کر آ۔ اس لونڈی نے جب امام ابو یوسفؒ کو خواب سنایا تو انہوں نے کہا کہ ''یہ خواب تیرا نہیں ہے یہ خواب جس نے دیکھا ہے وہ خود آ کر مجھ سے

پوچھے تو بتاؤ گا کیونکہ اس خواب کی بات کو تو نہیں بلکہ کوئی شہزادی ہی پورا کرسکتی ہے۔ آخر میں ابو یوسفؒ نے بتایا کہ اس خواب کا مطلب یہ ہے کہ ملکہ ایک ایسی نہر کھدوائے گی جس سے مخلوق خدا عرصہ دراز تک نفع اٹھائے گی''۔

حج کرنے والے جانتے ہیں کہ مکہ میں نہر زبیدہ دیکھ کر عقل حیران ہوتی ہے کہ نہر کہاں سے ہے ایک ہمارے ہاں نہریں ہیں کہ چھ چھ مہینے تک خشک پڑی رہتی ہیں تو خواب کا ظاہر کتنا بڑا اور باطن کتنا اچھا نکلا!

اسی طرح ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ قرآن شریف رکھا ہوا ہے اور اس پر اس نے پیشاب کر دیا وہ شخص بیدار ہو کر رویا پیٹا اور چلانے لگا کہ مجھ سے خدا جانے کیا گناہ سر زرد ہو گیا جس کی سزا میں مجھے یہ کچھ نظر آیا اب نجانے میرا انجام کیا ہوگا؟ لوگوں نے بہتیرا روکا اور بہت پوچھا کہ ہمیں یہ بتا تو سہی کیا ہوا لیکن وہ یہی کہتا رہا کہ بتانے کی بات ہو تو بتاؤں اور روتا پیٹتا چیختا چلاتا جنگل کی طرف نکل گیا۔ گریہ زاری کرتا ہوا جا رہا تھا کہ ایک درویش ملے اسے اس حال میں دیکھا تو اسے روک کر پوچھا ''کیوں بھئی کیا بات ہے! اتنی آہ وزاری کیسی! '' اس نے کہا کیا بتاؤں بتا نہیں سکتا کیا ہوا؟'' انہوں نے پھر پوچھا ''ارے آخر کیا ہو گیا؟'' کہنے لگا بتانے کی بات ہی نہیں بتاؤں کیسے؟'' انہوں نے پھر پوچھا ''ایسا کیا حادثہ ہو گیا؟'' اس نے کہا'' میں کچھ بتا ہی نہیں سکتا بس بتانے کی بات ہی نہیں'' انہوں نے پھر پوچھا ''ارے کچھ بتا تو سہی بتائے گا تو پتہ چلے گا میں بھی دیکھوں ایسی کیا بات ہے؟'' آخر بہت اصرار کے بعد جب اس نے اصل واقعہ بیان کیا تو وہ بزرگ بہت ہنسے اور اس سے پوچھا ''کیا تو رات کو بیوی کی چارپائی پر گیا تھا'' کہنے لگا ''جی ہاں گیا تھا'' انہوں نے کہا بس یہ تجھے بشارت ہوئی تیرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر حافظ قرآن بنے گا''۔ تو میں کہہ رہا تھا خواب کا ظاہر کیا اور باطن کیا؟ اسی لئے خواب کے ظاہر پر کبھی مت جاؤ۔

لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ والے خواب کی تعبیر

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ایک مرید ہیں مولوی محمد سلیم صاحب لدھیانوی خیر پور میرس میں ایک موضع میں ان کے مکانات ہیں جس کی وجہ سے موضع کا نام بھی سلیم آباد ہے۔

انہوں نے ایک دفعہ خواب دیکھا کہ بڑے شوق سے کلمہ کا ذکر کرتا ہوں جب لا الہ الا اللہ کہہ چکا ہوتا ہوں تو ''محمد رسول اللہ'' کہنا چاہتا ہوں لیکن بلا اختیار زبان سے ''اشرف علی رسول اللہ'' نکل جاتا ہے۔ میں توبہ استغفار کرتا ہوں کہ توبہ توبہ کیا کفریہ کلمہ زبان پر آگیا پھر دوبارہ کلمہ پڑھتا ہوں جب ''لا الہ الا اللہ'' تک پہنچتا ہوں تو پھر بلا اختیار زبان پر ''اشرف علی رسول اللہ'' جاری ہوتا ہے۔ میں دوبارہ استغفار کرتا ہوں اور توبہ کر کے پھر کلمہ پڑھنا چاہتا ہوں لیکن ''لا الہ الا اللہ'' کے بعد زبان پر بے اختیار اشرف علی رسول اللہ جاری ہو جاتا ہے بار بار میں استغفار کرتا ہوں لیکن ہر مرتبہ لا الہ الا اللہ کے بعد وہی کلمہ زبان پر بے اختیار نکل جاتا ہے جب انہوں نے ایک بزرگ سے بیان کیا تو انہوں نے کہا خواب میں تمہیں اشارہ ہوا ہے کہ تمہارے پیر متبع سنت ہیں اور سنت رسول اللہ ﷺ میں انتہائی درجہ کامل ہیں۔ بھول کر بھی کوئی کام خلاف سنت نہیں کرتے۔

وہ جو ہمارے گھریلو جھگڑے ہوتے ہیں نا؟ ارے بھائی یہی آپس میں دو سگے بھائیوں کا جھگڑا جو ہوتا ہے تو ایک دفعہ ایک بھائی نے جھگڑتے جھگڑتے غصے میں آ کر دوسرے بھائی کو ماں کی گالی دی حالانکہ ماں دونوں کی ایک ہی تھی دوسرے کو اس پر غصہ آیا تو اس نے اپنے بھائی کو بہن کی گالی دے دی۔ اب کوئی اس سے پوچھے ارے غصہ تو تجھے اس بات پر آیا تھا کہ تیرے بھائی نے تجھے ماں کی گالی دی لیکن غصہ نکالنے کا یہ کیا طریقہ ہے کہ اس نے ماں کی گالی دی تو تو نے اسے بہن کی گالی دے ڈالی غصہ تو تجھے گالی پر آیا تھا بیچاری بہن پر کیوں نکالا؟''

اس طرح ہمارے ہاں گھر میں جب باپ کو اپنے بیٹے پر غصہ آتا ہے تو اسے کہتا ہے ''الو کا پٹھا'' اب کون اس سے کہے کہ ''پٹھا'' تو بیٹا بن گیا لیکن تو کون ہوا؟ اسی طرح ماں غصہ میں آ کر اپنے بیٹے کو کہہ دیتی ہے ''حرام زادے'' اب کون اسے بتائے کہ اری نیک بخت تیرا بیٹا تو ہوا حرام کا لیکن کیا یہ بھی جانتی ہے کہ تو کیا بن گئی؟'' بہادر شاہ ظفر نے بھی کیا خوب کہا ہے۔

ظفر ہرگز اسے آدمی نہ جانئے گا
گرچہ کیسا ہو صاحب فہم وذکاء
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی
جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

غرض گھریلو جھگڑوں میں خواہ جھگڑا کیسا بھی ہو آدمی کو چاہیے کہ احتیاط سے بات کرے کہیں غصہ میں آپے سے باہر ہو کر اس قسم کی باتیں نہ کرے جن سے اس کا اپنا دامن ہی داغدار ہو جائے۔

دیوبندی' بریلوی جھگڑا بھی ایسا ہی ہے ایک گھریلو جھگڑا ہے۔ دیوبندی بھی حنفی اور بریلوی بھی حنفی۔ لیکن وہ جس طرح ایک بھائی نے دوسرے کو ماں کی گالی دی اور اس نے جواب آں غزل میں بہن کی گالی عرض کر دی۔ اسی طرح ان میں بھی آپس میں کفر سازی کی ہمہ گیر مہم شروع ہو گئی۔ نہ بھائی ایسا نہ کرو یہ شغل تکفیر بند کرو۔

بریلویوں کی طرف سے دیوبندیوں پر جہاں اور کئی دوسرے اعتراضات ہیں وہاں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دیوبندیوں کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ۔ محاسبہ عوام سے ڈر کر یہ تو کہہ دیتے ہیں کہ ایسا کہنا کفر ہے اور جائز نہیں لیکن یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خواب میں بار بار یہی کہے تو کوئی حرج نہیں۔ ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ حالت خواب اور حالت بیداری میں بہت فرق ہے خواب میں کوئی قول یا فعل اپنے اختیار میں نہیں اور خواب اپنے بس کی بات نہیں اس پر مستزاد یہ کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا اس نے ہر مرتبہ استغفار پڑھ کر توبہ کی ہے کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ کلمہ کفر ہے۔

اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ صدر ایوب کے بجائے اس نے کرسی صدارت سنبھال لی ہے اور تمام ملک میں اسی ہی کا سکہ چل رہا ہے اور اسی کا حکم مانا جا رہا ہے اور صبح کو اٹھ کر اگر وہ اپنا یہ خواب بیان کرے کیا تم اسے ملک کا صدر سمجھ لو گے۔ کیا واقعی وہ صدر بن گیا!

اسی طرح اگر کوئی قیدی خواب میں یہ دیکھے کہ میں رہا ہو گیا ہوں اور آزاد دنیا میں چل پھر رہا ہوں تو کیا حقیقتاً وہ آزاد ہو گیا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں؟ بعینہ اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ میں قید ہو گیا ہوں تو کیا تم اسے قیدی تسلیم کر لو گے؟ کیا حقیقت میں وہ قیدی ہو گیا؟ نہیں! ہم خواب دیکھنے والے کو صدر نہیں مان لیتے اور نہ ہی یہ مانتے ہیں کہ اس نے صدر ہونے کا دعویٰ کیا ہے ہم قیدی کو آزاد اور آزاد کو قیدی اس لئے نہیں مانتے کہ اس نے خواب ہی تو دیکھا ہے اس لئے خواب اپنے بس کی بات نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خواب کے متعلق قضیہ کا فیصلہ

یہی وجہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خواب سے متعلق ایک مقدمہ کا جو فیصلہ اسی بنیاد پر کیا وہ بھی سن لو۔

ایک آدمی نے دوسرے سے کہا ''رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں نے تیری ماں کے ساتھ برا کام کیا ہے''۔ اسے غصہ آ گیا اور غصہ آنے والی بات ہی تھی۔ اس نے خواب دیکھا تھا تو کیا ہوا؟ اس نے دوسرے آدمی کی بے عزتی کی تھی نا؟ ارے خدا کے بندے اس قسم کا خواب دیکھا تھا تو چپ ہو جاتا کیا بتانا ضروری تھا۔ مختصر یہ کہ جب قصہ بہت بڑھا تو مقدمہ ''حضرت علی کرم اللہ وجہہ'' کے سامنے پیش کیا گیا انہوں نے سن کر فوراً ہی یہ نہیں فرمایا کہ خواب ہی تو دیکھا ہے کیونکہ دوسرا آدمی بہت غصہ میں تھا اگر اس سے ہمدردی نہ کی جاتی تو وہ لڑنے مرنے پر آمادہ تھا۔ ''حضرت علی کرم اللہ وجہہ'' نے فرمایا'' کیا ایسا کہا؟'' عرض کی ''جی ہاں ایسا ہی کہا ہے''۔ آپ نے دوبارہ تعجب سے دریافت فرمایا'' واقعی یہی کہا ہے۔'' عرض کی ''جی حضور'' آپؓ نے فرمایا'' جا تو تلوار لے آ'' وہ دوڑا ہوا گیا اور گھر سے تلوار اٹھا لایا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا'' اس کے سائے پر تلوار مار کر دو ٹکڑے کر دے''۔ وہ حیران ہو کر بت کی طرح کھڑا رہ گیا جب آپؓ نے دوبارہ فرمایا'' میں نے کہا ہے اس کے سائے پر تلوار مار''۔ تب کہنے لگا ''حضور سائے پر کیسے تلوار ماروں۔ کہیں سایہ پر بھی تلوار ماری جاتی ہے؟'' فرمایا'' پھر خواب ہی تو تھا''۔

میں تو کہہ رہا تھا خواب ہی تو تھا حقیقت تو نہ تھی۔ یہ مسئلہ یاد رکھئے کہ اگر تارا سنگھ حالت خواب میں کلمہ پڑھ لے تو ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر خدانخواستہ نعوذ باللہ میں خواب میں دیکھ لوں کہ میں عیسائی ہو گیا تو کیا حقیقت میں عیسائی ہو گیا؟

بالکل اسی طرح جب مولوی سلیم صاحب لدھیانوی کی زبان پر بلا اختیار کلمہ کی بجائے ''اشرف علی رسول اللہ'' جاری ہوا تو مطلب یہ نہیں جو آپ نکال رہے ہیں بلکہ یہ اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ تمہارا پیر اتباع سنت میں کامل ہے۔

تو امام ابن سیرینؒ نے امام مالکؒ کو کہلوایا کہ تمہاری عمر نہیں بتائی گئی بلکہ یہ تمہیں اشارہ دیا گیا کہ کیا تم نے قرآن مجید کی وہ آیت نہیں پڑھی۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

ان اللّٰہ عندہٗ علم الساعۃ و ینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بایّ ارض تموت. (لقمان: ۳۴)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو سارے کا سارا علم نہیں دیا بلکہ کچھ علم صرف اپنے پاس ہی رکھا ہے کسی اور کو نہیں دیا۔

اب آیئے قرآن مجید کی طرف جہاں معراج کا ذکر شروع ہوتا ہے

سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلًا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بٰرکنا حولہٗ لنریہٗ من اٰیاتنا ؕ انہٗ ھو السمیع البصیر O (بنی اسرائیل:۱)

آیت مذکورہ بالا رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں نازل کی گئی ہے کیونکہ یہ آپ ﷺ کے معراج کے بیان میں ہے جب کہ معراج آپ ﷺ کی ایک فضیلت ہے اور قاعدہ ہے کہ فضیلت کا بیان تعریف کے لئے جاتا ہے اس لئے یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں کہی گئی ہے۔ ہماری عقل اگرچہ ناقص ہے اور ہماری عقل خداوند کریم کی مصلحت وحکمت پر اعتراض کرنا تو دور کی بات ہے دہی خدا کی مصلحت وحکمت کو ہی نہیں پاسکتی لیکن ایک بات جی میں آتی ہے کہ ایسا ہونا چاہیے تھا چونکہ یہ تعریف کا مقام تھا اس لئے تعریفی کلمات استعمال کئے جاتے اگرچہ ہمارا یہ مقام نہیں کہ لب کشائی کرسکیں اور نہ ہمیں اجازت ہے لیکن ڈرتے ڈرتے ایک بات کہہ دوں کہ یہ تعریف کا مقام تھا اس لئے خدا تعالیٰ کو تعریفی کلمات استعمال کرنے تھے"۔

ہماری ناقص عقل میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ چاہیے تو یہ تھا کہ خدا تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے لئے اس مقام تعریف میں تعریفی کلمات استعمال فرماتا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ خدا تعالیٰ فرماتا:

سبحان الذی اسری برسولہٖ......

یا فرمایا جاتا۔ سبحان اللہ اسریٰ بحبیبہٖ

لیکن خلاف قاعدہ یہاں فرمایا گیا۔ سبحان الذی اسری بعبدہٖ

کیوں بھی یہ اسریٰ برسولہٖ یا اسریٰ بحبیبہٖ کیوں نہ کہا؟ اسریٰ بعبدہٖ کیوں فرمایا گیا......؟ یہ کیوں فرمایا گیا" کمزوری سے پاک ہے اللہ جس نے اپنے بندہ کو سیر کرائی"۔ روزمرہ کا ہمارا مشاہدہ ہے جب کسی کو ندا کرنا مقصود ہو تو مختصر الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں لیکن جب کسی کی تعریف کرنا مقصود ہو تو لمبے چوڑے القابات وخطابات کے ساتھ ملا کر نام لیا جاتا ہے جب مجھے بلانا مقصود ہے تو یہ کوئی نہیں کہتا" خطیب ملت فخر قوم باعث سرمایہ صد افتخار حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری" بلکہ عام طور پر مجھے صرف مختصر نام لے کر آواز دی جاتی ہے اس کے بالکل برعکس اسٹیج پر جب بھی میرا تعارف کرایا جاتا ہے تو...... پتہ نہیں کیا کیا میرے نام کے ساتھ لگا دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ میرا نام تقریباً ایک میل دور تک چلا جاتا ہے تو اصل میں بات کیا ہے؟ بات صرف اتنی ہی ہے کہ قاعدہ دراصل یہ ہے کہ جب میرے نام کو مختصر طور پر لیا جاتا ہے تو اس وقت ندا مقصود ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ ندا میں منادیٰ کا دھیان اپنی طرف مقصود ہوتا ہے اس لئے کم سے کم الفاظ میں اظہار کر دیا جاتا ہے جب کہ تعریف کے مقام میں چونکہ تعریف مقصود ہوتی ہے اس لئے اس وقت زیادہ سے زیادہ الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

تعریف کے مقام پر تعریفی کلمات استعمال کئے جاتے ہیں

معلوم ہوا کہ تعریف کے مقام پر تعریفی کلمات استعمال کئے جاتے ہیں۔ میں عرض کر رہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر آنحضور ﷺ کی تعریف فرمائی تو تعریفی کلمات استعمال کیوں نہیں کئے؟ اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنا "رسول" کیوں نہ فرمایا؟ اپنا "حبیب" کیوں نہیں کہا؟ اور تعریف کے اس عظیم الشان موقع پر "اپنا بندہ" کیوں فرمایا؟

(۱) تو ایک مقام تو یہ ہے جہاں خدا تعالیٰ نے تعریف کے مقام پر تعریفی کلمات استعمال نہیں کئے۔ آپ ﷺ کو اپنا "بندہ" کہا اور فرمایا۔

سبحان الذی اسری بعبدہ ...... الخ

عجز سے پاک ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندہ کو سیر کرائی اس مقام پر اپنا "بندہ" کہا' اپنا "حبیب" نہ کہا' اپنا "نبی" نہ کہا اور نہ ہی اپنا "رسول" کہا اس کی کیا وجہ؟

(۲) ایک دوسرے مقام پر بھی خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنا "رسول کہنے کی بجائے اپنا

''بندہ'' کہا اور وہ یہ ہے کہ جب کفار مکہ نے قرآن مجید کے وحی اور منزل من اللہ ہونے پر اعتراض کیا تو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔

ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ

(البقرہ: ۲۳)

''اے مکہ کے مشرکو! اے کفار مکہ اگر تمہیں شک ہے اس پر جو ہم نے اتارا اپنے بندہ پر پس لے آؤ تم ایک سورت اس جیسی۔''

یہاں بھی فضیلت ہی کا ذکر ہے کہ اور میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ فضیلت کا بیان تعریف میں داخل ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہاں تعریف فرمائی لیکن اس مقام پر بھی آپ کو اپنا ''حبیب'' نہ فرمایا' اپنا ''رسول'' نہ فرمایا اور نہ ہی اپنا ''نبی'' کہا بلکہ تعریف کے اس مقام میں بھی آپ کو اپنا ''بندہ'' ہی کہا کیا وجہ؟

(۳) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا وقت قریب آیا تو خدا تعالیٰ نے سیدہ حضرت مریم علیہا السلام سے کہا ''اے مریم فکر نہ کر بچہ پیدا ہو گیا تو غم نہ کر۔ بچہ کو لے کر گھر چلی جا۔ اگر لوگ پوچھیں تو کہہ دینا میں روزے سے ہوں اور بچہ کی طرف اشارہ کر دینا''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت مریم علیہا السلام انہیں لے کر گھر آ گئیں قوم میں ایک شور مچا کہ کنواری مریم نے بچہ جنا اور لوگ جمع ہو کر ان سے کہنے لگے۔

یا اخت ھارون ما کان ابوکِ امرأ سوء وما کانت امک بغیا.

(مریم:۲۸)

''اے ہارون کی بہن تیرا باپ بھی نیک تھا اور تیری ماں بھی پاکدامن تھی۔ غرض تیرا خدان تو بہت معزز اور نیک ہے آج تک تیرے خاندان میں سے کسی پر ایک انگلی بھی نہیں اٹھی یہ تو نے کیا غضب کیا یہ برا کام کیا۔''

اخت ہارون اس زمانہ میں بنی اسرائیل کے ہاں ایک مشہور محاورہ تھا اور اس عورت کے بارے میں کہا جاتا تھا جس کا خاندان بہت نیک اور معزز ہو۔

فاشارت الیہ بی بی مریم علیہا اسلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔

قالوا کیف نکلم من کان فی المهد صبیا. (مریم: ۲۹)

انہوں نے کہا کہ ہم اس بچہ سے کیا بات کریں بھلا اتنے سے بچہ نے کبھی بات کی ہے؟

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوراً اپنی والدہ کی صفائی میں بولے کیوں بھئی؟ وہ اپنی والدہ ہی کی صفائی میں ہی بولے نا؟ فرمایا۔

قال انی عبداللّٰہ ط (مریم : ۳۰)

کیوں بھئی ''اللہ کا بندہ'' کہنے میں ماں کی صفائی کہاں ہوئی؟

اگر ایک عورت نکاح کرے اور اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو وہ اللہ کا بندہ ہوا نا؟

اگر ایک عورت نکاح نہ کرے اور اس کے ہاں لڑکا پیدا ہو گیا وہ اللہ کا بندہ نہیں؟

بیشک وہ بھی اللہ کا بندہ ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ جو کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں تو ماں کی صفائی تو نہ ہوئی؟ اور جانتے ہو نا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ بات اپنی طرف سے کہہ رہے تھے یا نہ! ان سے کہلوا رہا تھا؟

خدا تعالیٰ ہی ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری کر رہا تھا اس کے بعد کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے آپ کو ''اللہ کا بندہ'' کہہ چکے تو پھر فرمایا۔

اٰتٰنی الکتاب وجعلنی نبیا O (مریم : ۳۰)

کہ اللہ نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا ہے۔

آپ نے بعد میں بتایا کہ میں خدا کا نبی ہوں اور نبی چونکہ معصوم ہوتا ہے اس لئے میرا نسب صحیح ہے اور میری والدہ معصوم ہیں۔ گویا والدہ کی صفائی خدا تعالیٰ نے بعد میں کرائی پہلے منہ سے کہلوایا۔ **انی عبداللّٰہ.**

اس کی کیا وجہ کہ مقصود تو والدہ کی صفائی کرنا تھی لیکن پہلے منہ سے اللہ کا بندہ ہونا کہلوایا گیا۔

(۴) اسی طرح ایک اور مقام ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن آپ کو شہید کرنے کی تدبیریں کرنے لگے اور آپ کو پھانسی پر چڑھانے کا منصوبہ بنایا تو حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کو خبر ملی وہ پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی کے لئے فرمایا۔

اذقال اللّٰہ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی.

(آل عمران:۵۵)

یعنی اے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ فکر نہ کریں میں آپ کو فوت کروں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔

حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ تسلی دینے کے لئے اپنی طرف اٹھائے جانے کا ذکر پہلے کیا جاتا اور ایک طرح سے دیکھا جائے تو اٹھائے جانے کا کام پہلے ہوا۔ اور وفات دینے کا کام بعد میں ہوگا اس لحاظ سے بھی ترتیب کے پیش نظر رفعت کا ذکر پہلے کیا جاتا اور وفات کا ذکر بعد میں کیا جاتا۔

لیکن ایسا نہیں کیا بلکہ پہلے فرمایا آپ کو وفات دوں گا اور بعد میں فرمایا کہ آپ کو اپنی طرف اٹھاؤں گا اس کی کیا وجہ ہے؟

میں حافظ قرآن نہیں ورنہ تو تمام آیات سناتا جہاں ایسے ہی مقامات پر اللہ کا بندہ پہلے کہلوایا ہے اور مقصود کا اظہار بعد میں کیا ہے تو اس کی وجہ؟

تمام آیات میں ''اللہ کا بندہ'' کہلوانے کا مطلب دراصل یہ تھا کہ میرا بندہ بن کر مشرک نہ ہو اور شرک سے بچے۔

جہاں جہاں لفظ عبد کہلوایا گیا وہاں مقصد شرک سے بچانا ہے

اب میں ہر ہر مقام کی علیحدہ علیحدہ وضاحت کردوں۔

(۱) خدا تعالیٰ نے جب ''معراج'' کا ذکر فرمایا۔ **سبحان الذی اسری بعبدہٖ** تو ممکن تھا کہ لوگ یہ سن کر شک میں پڑ جاتے کہ وہ جو عرش پر گیا ممکن ہے ''عبد'' نہ رہا ہو۔ اس مقام پر پہنچ کر کہیں عبدیت ختم تو نہ ہوگئی ہو تو اس شبہ کے رفع کرنے کو فرمادیا ''**سبحن الذی اسری بعبدہ**'' اور اس طرح بتایا کہ درجہ خواہ میں کتنا ہی اونچا دے دوں گا لیکن رہیں گے میرے بندے 'عبدیت سے نہیں نکل جائیں گے''۔

(۲) اسی طرح جب یہ فرمایا کہ ''اس جیسی کتاب لاؤ'' تو فوراً ایک شبہ پیدا ہوسکتا تھا کہ اس جیسی کتاب والا ہونا امکان بشریت میں سے نہ ہو یا اس جیسی مہتم بالشان کتاب کا حامل

کہیں خدا نہ ہو تو فوراً ہی اس شبہ کا بھی رد فرما دیا کہ گو کتاب میں نے سب کتابوں سے زیادہ نرالی اور زیادہ شان والی دی ہے لیکن کتاب لینے والا میرا ہی بندہ ہے اسی طرح اس امر کے پیش نظر کہ جب بچپن میں بولے گا تو لوگوں کے دلوں میں ایک خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ چونکہ پیدا ہوتے ہی بولنا امکان عبدیت سے خارج ہے اس لئے کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام، خدا نہ ہوں تو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو شرک سے بچانے کا اس قدر اہتمام کیا کہ حضرت مریم علیہا السلام کی پاکدانی کی شہادت بھی بعد میں دلوائی پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ''اللہ کا بندہ'' کہلوایا۔ تاکہ لوگ گمراہی سے بچ جائیں۔

(۴) اسی طرح شبہ پیدا ہو سکتا تھا کہ جب آسمان پر اٹھائے جائیں گے تو موت نہیں آئے گی اور موت نہ آنے سے کہیں کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، خدا نہ ہوں تو انسانی عقل کو گمراہی سے بچانے کے لئے پہلے ان کی وفات کا ذکر فرمایا اور بعد میں کہیں جا کر انہیں تسلی دی فرمایا ''یہودی تجھے مارنے کی تدبیریں کریں گے اور میں تجھے آسمانوں پر اٹھاؤں گا لیکن پہلے یہ ذکر کیا کہ تجھے وفات بھی ضرور دوں گا۔ تاکہ کوئی شخص مشرک نہ ہو جائے۔

نور و بشر کے جھگڑے فضول ہیں

ہمارے ہاں جھگڑا صرف ایک لفظ پر ہے اور وہ یہ ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کو بشر کہتا ہے وہ ''موہن رسول'' جو اس طرح کہے وہ ''وہابی'' ہے۔

اب کون پوچھے کہ اچھا بشر نہیں تو پھر تم ہی بتاؤ کہ رسول اللہ ﷺ کیا ہیں؟ کیا تم ہی بتاؤ ان میں سے کون سی قسم کی مخلوق میں سے ہیں۔ آپ فرشتوں میں سے ہیں یا جنوں میں سے ہیں؟ اگر ان میں سے نہیں تو کیا نعوذ باللہ خدا میں سے ہیں یا خدا کا کوئی حصہ؟ اگر نہیں تو پھر انسانوں میں سے ہی ہوئے اور انسان کو بشر کہتے ہیں اس لئے آپ بشر ہیں یا نور؟

ایک دفعہ مسجد میں چند آدمی آئے اور مجھ سے پوچھنے لگے آنحضور ﷺ بشر ہیں یا نور؟ ارے نادانو! یہ بھی کوئی سوال ہے گویا حضور اگر بشر ہیں تو نور نہیں اور نور ہیں تو بشر نہیں۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

ارے! یہ تو ایسا ہی ایک سوال ہے جیسے کوئی مجھ سے پوچھے ''مولوی جی تو آرائیں

ہیں یا مسلمان''؟ تو کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں ارائیں بھی ہوں اور مسلمان بھی کیا ہوسکتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور آرائیں نہیں؟ یا ارائیں ہوں تو ہوں لیکن مسلمان نہیں۔

میرے بھائی میں ذات کے اعتبار سے آرائیں ہوں اور مذہب کے اعتبار سے مسلمان۔ یا کوئی مجھ سے پوچھے'' کیوں جی تو آرائیں ہے یا مولوی'' گویا پوچھنے والے کے نزدیک اگر میں آرائیں ہوں تو مولوی نہیں۔ اور مولوی ہوں تو آرائیں نہیں۔ نہ بھائی میں آرائیں بھی ہوں مولوی بھی ذات کے اعتبار سے میں آرائیں ہوں اور علم کے اعتبار سے مولوی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ایک موچی سے یہ پوچھے کہ تو موچی ہے یا مسلمان؟ تو کیا یہ ایک مضحکہ خیز سوال نہیں۔ ارے بھائی ہوسکتا ہے وہ پیشہ کے اعتبار سے موچی ہو اور مذہب کے اعتبار سے مسلمان یہ کیا اگر وہ موچی ہے تو مسلمان نہیں اور مسلمان ہے تو موچی نہیں۔

میں کہہ رہا تھا کہ یہ سوال حضور ﷺ نور ہیں یا بشر؟ کتنا بیہودہ سوال ہے۔

کیونکہ دوسرے الفاظ میں پوچھنے والا کہنا چاہتا ہے کہ آنحضور ﷺ بشر ہیں تو نور نہیں اور اگر نور ہیں تو بشر نہیں۔

آنحضور ﷺ بطور نسل بشر اور بطور صفت نور

آنحضور ﷺ بطور نسل کے ''بشر'' اور بطور صفت کے ''نور'' جس طرح بطور ذات کے میں آرائیں ہوں اور مذہب کے اعتبار سے میں مسلمان ہوں اور میں آرائیں بھی ہوں اور مسلمان بھی تو رسول اللہ ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی آپ نور اس لحاظ سے ہیں کہ جب آپ تشریف لائے تو گمراہی کی تاریکیاں دور ہو گئیں اور ہدایت کا اجالا پھیل گیا۔ دیکھو بہت زیادہ اندھیرا ہوتا ہے اور راستہ نظر نہیں آتا تو کہتے ہیں کہ چراغ لاؤ جب چراغ لایا جاتا ہے تو اندھیرا دور ہو جاتا ہے اور راستہ نظر آجاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب تشریف لائے تو کفر و شرک کا گھپ اندھیرا دور ہو گیا۔ ہدایت کا اجالا پھیل گیا اور اسلام کا راستہ نظر آیا۔

• مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں دریا آیا ہندو بھی ساتھ سفر کر رہے تھے جب پل پر سے گزرنے لگے تو ہندوؤں نے پانی میں پیسے پھینکنے شروع کر دیئے کیونکہ ان کے ہاں یہ رواج ہے کہ اگر حالت سفر میں کوئی نہر یا دریا یا ندی وغیرہ آجائے تو اس میں پیسے پھینکتے ہیں ہندو پیسے پھینک رہے تھے کہ مولانا حبیب

الرحمان لدھیانویؒ نے درود شریف پڑھنا شروع کردیا۔

ایک خادم جو سفر میں ہمراہ تھا اس نے عرض کی ''حضرت یوں تو درود شریف پڑھنا منع نہیں آدمی خواہ کہیں بھی ہو اور کسی وقت بھی پڑھے ثواب ضرور ملے گا لیکن اجازت ہو تو ایک سوال عرض کروں کہ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ دوران سفر میں آپ نے کہیں درود شریف نہیں پڑھا لیکن یہاں درود شریف پڑھنے کے کیا معنی ہیں؟ یہ کونسا موقع تھا؟''

جواب میں فرمایا کہ کیا تو سمجھا نہیں؟ کہنے لگا جی نہیں۔ پھر فرمایا ''بڑا بے عقل ہے ارے کیا تو نے دیکھا نہیں ہندو مرد اور عورتیں پیسے پھینک رہے ہیں یہ دیکھ کر میں نے سوچا کہ میں مسلمان ہوں اس لئے پیسے نہیں پھینکتا ساتھ ہی ساتھ ذہن میں یہ بات بھی آئی کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے دنیا میں ہدایت ظاہر ہوئی۔ حق اور باطل کا فرق واضح ہو گیا اور اسلام پھیلا تو آپ ﷺ کی برکت سے مجھے ہدایت ملی ورنہ میں بھی انہیں جیسا ہوتا اور پانی میں پیسے پھینکتا میرے ذہن میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ آپ کے دم کی برکت اور آپ کے طفیل مجھے ہدایت نصیب ہوئی کہ اسی وقت میں نے درود پڑھنا شروع کردیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

تو میں کہہ رہا تھا جس طرح بتی سے راستہ نظر آتا ہے اسی طرح آپ ﷺ کی وجہ سے ہدایت کا راستہ نظر آیا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ بتی سے راستے کی رکاوٹ نظر آجاتی ہے۔ راستہ میں اگر کوئی پتھر پڑا ہو وہ نظر آجاتا ہے کوئی درخت ہو یا دیوار ہو وہ نظر آجاتی ہے۔ راستہ اگر کہیں سے خراب ہو تو نظر آجاتا ہے کہیں کوئی گہرا گڑھا ہو یا کیچڑ ہو یا دلدل ہو تو نظر آجاتا ہے۔ بتی کی وجہ سے راستہ میں دوسری طرف سے آنے والا آدمی یا کوئی سواری غرض وہ شئے نظر آجاتی ہے جس سے ٹکرا کر کسی حادثہ کا احتمال پیدا ہوتا ہے۔ اگر بتی نہ ہو تو راستہ میں پڑی ہوئی کسی چیز سے یا راستہ دوسری طرف سے آنے والی کسی گاڑی یا آدمی سے ٹکرا جانے کا اندیشہ پیدا ہوتا ہے اسی لئے رات کے وقت بتی کے بغیر سائیکل چلانے والے کا چالان ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ میرا بھی چالان ہو گیا۔ رات کا وقت تھا اور میں بغیر بتی کے سائیکل چلا رہا تھا۔ جس طرح بغیر بتی کے گر جانے کا خطرہ ہے اور راستہ سے بھٹک جانے کا اندیشہ ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے بغیر صراط مستقیم سے پھسل جانے کا خطرہ ہے۔

بشر کی تعریف

اب یہ بھی سنتے جاؤ کہ ''بشر'' کسے کہتے ہیں۔ بنی آدم کو ''بشر'' کہتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا نام ''بشر'' ہے اس لحاظ سے رسول اللہ ﷺ بشر ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم جیسے گناہ گار بھی بشر اور رسول اللہ بھی بشر۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم بھی بشر اور محبوب کبریا ﷺ بھی ''بشر'' تو ایسا کہنے سے کیا رسول اللہ ﷺ کی توہین نہیں ہوتی؟

رسول اللہ ﷺ کامل ترین بشر

ارے نادان اگر تجھے رسول اللہ ﷺ کے مرتبہ کا پاس ہے تو میں تجھ سے کہتا ہوں کہ آنحضور ﷺ کو ''بشر'' مان لیا اور اپنے آپ کو بشر نہ جان تو دین کو نہ بگاڑ بلکہ یہ سمجھ لے کہ رسول اللہ ﷺ بشر کامل تھے لیکن ہم بشر نہیں اس لئے کہ ہم بشریت کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے۔

جب کبھی پیر صاحب کا اور اپنا فرق مراتب ظاہر کرتے ہو تو کیا تم یوں نہیں کہتے ''پیر جی تسی تے ایک بندے ہو اسی تاں ڈنگر ہیں''۔

کیوں بھائی پیر کے مقابلہ میں تو تم جانور بن جاتے ہو اور اپنے آپ کو جانور کہلوانا پسند کرتے ہو اور پیر صاحب کو اپنے مقام سے نہیں ہٹاتے لیکن جب رسول اللہ ﷺ کا اور اپنا فرق مراتب ظاہر کرنا ہو تو تم بدستور اپنے مقام بشریت پر فائز رہتے ہو اور رسول اللہ ﷺ کو ان کے مقام سے ہٹا دیتے ہو۔ یہ نرالی منطق ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ میرے تیرے مقابلہ میں تو اپنے مقام سے ہٹ جائے لیکن رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں اپنے مقام پر ہی جما رہے۔ میں بتاؤں تو ایسا کر رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو جانور کہلوا اور انہیں مقام بشریت پر رہنے دے کیونکہ قرآن مجید بھی میرے اس دعویٰ کی شہادت دیتا ہے فرمایا۔ اولٰئک کالانعام بل ھم اضل تو ہم چونکہ گمراہ ہیں اس لئے جانور ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ ہادی ہونے کی وجہ سے انسان کامل ہیں روزمرہ کا بھی یہی قاعدہ ہے کہ ہم برے کام کرنے والے کو ''جانور'' کہہ دیتے ہیں۔

دیکھو ایک آدمی جب راہ چلتے میں کچھ کھاتا ہے تو ہم اسے بطور فہمائش کہتے ہیں ''تو بندہ ہے یا جانور'' اسی طرح جب کوئی شخص کسی خوانچہ فروش کے تھال سے ٹکرا جائے تو وہ

خوانچہ فروش اس آدمی سے یہی کہتا ہے نا کہ "تو بندہ ہے یا جانور"۔

یعنیٖ اگر کوئی شخص راستہ میں کسی دوسرے آدمی سے ٹکرا جائے تو وہ بھی اسے یہی کہتا ہے کہ "تو بندہ ہے یا جانور" ان سب حالتوں میں کہنے والے کی مراد یہی ہے کہ تو نے اچھا کام کیا ہے یا برا کام ہے؟ کیا نتیجہ نکلا؟ معلوم ہوا کہ عرف عام میں بھی اچھا کام کرنے والے کو "بندہ" کہتے ہیں اور اس کے برعکس برا کام کرنے والے کو "جانور"۔

چونکہ اچھے کام کرنے والے آنحضور ﷺ ہیں اس لئے آپ "بندہ" ہیں۔ عبدہ و رسولہ۔ اور چونکہ ہم برے کام کرنے والے ہیں اس لئے ہم "جانور" ہیں۔

اب کوئی یہ کہے کہ میں بھی "بشر" وہ بھی "بشر" تو بھی "بشر" یہ بھی "بشر" اور رسول اللہ ﷺ بھی "بشر" تو فرق مراتب تو نہ رہا؟ یہ "بشر" والی بات سمجھ میں نہیں آتی؟

جواب اس کا یہ ہے کہ ایک پتھر تو وہ ہے جو سڑک پر کوٹا جاتا ہے کیوں جی ایک ہزار روپیہ میں وہ کتنے پتھر ملتے ہیں؟ ارے بھائی ایک ہزار روپیہ میں کئی ٹرک بھر کر مل جاتے ہیں۔ ایک پتھر وہ ہے جو اہی مسجد لاہور میں لگا ہوا ہے اس کا ایک ہزار روپیہ میں ایک ہی ٹرک مشکل سے بھرتا ہے۔ لال قلعہ میں جو پتھر لگا ہوا ہے کیوں جی وہ پتھر نہیں؟ وہ بھی ایک پتھر ہے نا؟ اسی طرح تاج محل میں جو پتھر لگا ہوا ہے وہ بھی تو ایک پتھر ہے۔ ایک پتھر بادشاہ کے تاج میں جڑا ہوا ہوتا ہے اس کی قیمت ان سب پتھروں کے مقابلہ میں اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ ساری بادشاہی اس کے بدلہ میں دے دی جائے تو بھی قیمت ادا نہیں ہوتی۔ خزانہ میں ہوتا ہے تو اس کی زینت بنتا ہے اور یا پھر بادشاہ کے سر کی سواری کرتا ہے ہوتا تو وہ بھی ایک پتھر ہے لیکن سب پتھروں سے اتنا زیادہ قیمتی ہوتا ہے کہ ساری سلطنت اس کی قیمت میں ادا نہیں کی جا سکتی۔ جس طرح پتھروں میں سے ایک پتھر وہ بھی ہوتا ہے اور اس کی شان سب سے زیادہ ہوتی ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ بھی خدا کے ہاں "بشر" ہو کر اس شان والے ہیں کہ ساری خدائی آپ ﷺ پر قربان کر دی جائے تو حق ادا نہ ہو۔ آپ بھی "بشر" تو ہیں لیکن اس قسم کے "بشر" کہ سورج چھپ جائے تو بھی آپ ﷺ کے آفتاب نبوت پر غروب کا وقت نہیں آتا۔

جس طرح سڑکوں پر کوٹا جانے والا پتھر، شاہی مسجد میں لگا ہوا پتھر، لال قلعہ میں لگا ہوا پھر تاج محل میں لگا ہوا پتھر اور "کوہ نور ہیرا بھی پتھر۔ لیکن پتھر پتھر میں فرق ہے یہ بھی پتھر یہ بھی

پتھر یہ بھی پتھر وہ بھی پتھر لیکن اس پتھر کی شان ہی نرالی ہے۔اسی طرح میں بھی بشر تو بھی بشر یہ بھی بشر اور رسول اللہ ﷺ بھی بشر لیکن بشر بشر میں فرق ہے اور سید البشر کی شان ہی نرالی ہے۔

محمد بشر لیس کالبشر

بل ہو یاقوۃ والناس کالحجر

ایک بات یہاں کہہ دوں وہ جسے ساری دنیا نے کافر کہا اور اس لئے کافر کہا کہ انگریز نے اسے کافر کہا تھا وہی شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''انبیاء نوع دیگر اند و سائر بنی آدم نوع دیگر''

یہ بھی لٹھا وہ بھی لٹھا لیکن یہ لٹھا اور قسم کا ہے وہ لٹھا اور قسم کا ہے یہ چمڑا وہ بھی چمڑا لیکن یہ چمڑا اور قسم کا ہے وہ چمڑا اور قسم کا ہے۔ یہ بھی سونا وہ بھی سونا لیکن یہ سونا اور قسم کا وہ سونا اور قسم کا۔ یہ بھی ریشم وہ بھی ریشم یہ ریشم اور قسم کا وہ ریشم اور قسم کا۔ تو بشر اور قسم کا ہے حضور ﷺ اور قسم کے ہیں۔

جہاں نور کی انتہاء ہوتی ہے وہاں سے بشر کی ابتداء

خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا.....

''عیبوں سے پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گئی''۔

اگر نور تھا تو کیا کمال ہوا نور تو جاتا ہی ہے بلکہ اگر نور ہوتا تو سوال پیدا ہوتا کہ گیا کیوں نہیں؟ کمال تو یہ ہے کہ ہو خاکی اور جائے نوریوں سے بھی اوپر۔ جو نوری تھا وہ اگر فرشتوں میں گیا تو کیا کمال ہوا؟ بلکہ نور اگر نہ جاتا تب کمال تھا کہ نوری اب تک گیا کیوں نہیں؟ کمال تو یہ ہے کہ جہاں نوریوں کا سفر تمام ہوا وہاں ابھی خاکی کا سفر جاری ہو۔

حدیث شریف میں آتا ہے جب ''سدرۃ المنتہیٰ سے گزرے تو دیکھا کہ جبرئیل ساتھ نہیں پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھا تو وہاں کھڑے تھے۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب اس واقعہ کو نظم کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

بدو گفت سالار بیت الحرام
اے حامل وحی برتر خرام

چوں در دوستی مخلصم یافتی
عنانم ز صحبت چرا تافتی
اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

''دوست دوستوں کو چھوڑا نہیں کرتے تم نے کیوں چھوڑ دیا؟'' دیکھو آنحضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تمہیں کیا ہوگیا کہ تم چھوڑ گئے اور ساتھ نہ دے سکے بلکہ فرمایا مجھے کیا ہوگیا؟ میرا کیا عیب دیکھا کہ تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا؟''

وہ جس طرح تم نے دیکھا ہوگا کہ جب مرغی کے بچے کچھ بڑے ہو جاتے ہیں تو جب مرغی کے سامنے آٹا ڈالتے ہیں تو وہ بار بار آٹے میں چونچ مارتی ہے لیکن اس آٹے کو کھاتی نہیں کیونکہ اس سے اس کا مقصد اپنے بچوں کو آٹا کھانا سکھانا ہوتا ہے اس طرح بار بار چونچ مار کر گویا وہ اپنے بچوں کو ایک سبق دیتی ہے کہ اس طرح کھایا کرو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس مقام پر پہنچ کر بھی اپنی امت کو سبق دیا وہ یہ کہ دوسرے کے عیوب پر نظر ڈالنے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانکا کرو اگر تمہارا کوئی ساتھی یا دوست تم سے بچھڑ جائے تو یہ نہ خیال کرو کہ اس میں کوئی عیب ہے بلکہ پہلے اپنی برائیوں پر ایک نظر ڈالا کرو کہ مجھ میں وہ کون سا عیب ہے جس کی وجہ سے میرا ساتھی چھوٹ گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مجھ میں کیا عیب ہے کہ میں تمہاری رفاقت کے لائق نہیں'' جبرئیل امین نے جواب میں فرمایا کہ آپ میں کوئی عیب نہیں بلکہ مجھ میں ہی یہ ایک عیب ہے کہ جس مقام پر آپ لے جائے گئے ہیں میں اس مقام کی تاب نہیں لاسکتا۔

اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

اگر میں بال کی نوک جتنا بھی آگے بڑھوں تو جلوہ ربانی کی حدت سے میں جل کر رہ جاؤں۔ (کیوں بھئی' یہ ایک بال ہے تمہارے اندازہ کے مطابق کی اس کی نوع ایک گز کے برابر ہوگی؟)

عرض کیا میں آپ ﷺ کے ساتھ آگے کیوں نہیں بڑھا اور پیچھے کیوں ٹھہر گیا؟ وجہ

صرف یہ ہے کہ نور الٰہی کے تجلی کو برداشت کرنے کی طاقت مجھ میں ختم ہو چکی ہے۔اس لئے آگے نہیں بڑھ سکتا اور آپ ﷺ میں تجلیات' انوار الٰہی کی برداشت کی طاقت موجود ہے اس لئے آپ ﷺ کا سفر جاری رہے گا۔

''میں کہہ رہا تھا کمال اسی میں ہے کہ ہوں خاکی اور بڑھ جائیں نوریوں سے''

اچھی طرح جان لو کہ فرشتے ذات کے اعتبار سے ''نوری'' ہیں اور پیغمبر ﷺ صفات کے اعتبار سے ''نوری'' ہیں اور یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ ''ذات'' کی کوئی قیمت نہیں ہوتی بلکہ ''صفات'' کی قیمت ہوتی ہے۔

ایک درخت ہے اگر اسے بیچا جائے تو اس کا ایک سودا ہوتا ہے لیکن اگر اسے کاٹ کر بیچا جائے تو ایک اور سودا ہوتا ہے اب تم ہی بتاؤ کہ اس درخت کی قیمت زیادہ ملے گی یا کاٹ کر بیچنے کے بعد رقم زیادہ آئے گی؟ لازمی امر ہے کہ کٹی ہوئی لکڑی کی قیمت زیادہ ہوتی ہے اب اگر ایک کٹی ہوئی لکڑی کا سودا کیا جائے تو اس کی ایک قیمت ملتی ہے اور اگر اسے چیر کر بیچا جائے تو اس کی قیمت ایک دوسری ملتی ہے اور کون نہیں جانتا کہ صرف کٹی ہوئی لکڑی سے کہیں زیادہ اس لکڑی کی قیمت حاصل ہوتی ہے جو کاٹنے کے بعد چیری بھی گئی ہو۔لیکن اگر اس چیری ہوئی لکڑی سے کرسی بنا کر بیچی جائے تو اور بھی زیادہ قیمت ملتی ہے کیوں بھئی جب درخت بیچا گیا تب بھی وہی لکڑی تھی اور جب کرسی بنا کر بیچی گئی تب بھی وہی لکڑی تھی لیکن یہ قیمت کا فرق کیوں ہوا؟ وجہ صرف یہی ہے کہ درخت میں جو لکڑی تھی وہ صرف ''ذاتی'' تھی اس میں وہ ''صفت'' نہیں تھی جو کٹی ہوئی لکڑی میں پائی گئی۔اسی طرح کٹی ہوئی لکڑی میں وہ صفت نہیں جو چیری ہوئی لکڑی میں ہے اور ''کرسی'' بنی ہوئی لکڑی میں وہ ''صفت'' پائی گئی جو چیری ہوئی لکڑی میں نہیں اس لئے ہر مرتبہ قیمتوں میں اضافہ دلالت کرتا ہے کہ ''ذات'' کی قیمت نہیں بلکہ ''صفات'' کی قیمت ہوتی ہے۔

چونکہ فرشتوں کا نور ذاتی ہے اس لئے ان کا مقام کچھ اور ہے جبکہ ہمارے پیغمبر ﷺ کا نور صفاتی ہے اس لئے آپ ﷺ کا مقام خدا کے ہاں سب سے بلند ہے۔فرشتے پہلے ہی سے ''نوری'' ہیں اور رسول اللہ ﷺ بنائے گئے ''نوری'' ہیں۔اس لئے فرشتے اس مقام کی تاب بھی نہیں لا سکتے جہاں رسول اللہ ﷺ کا سفر ابھی جاری ہے۔

سالار بیت الحرام رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"اے حامل وحی برتر جبرئیل امین تم رک کیوں گئے؟ چلو آگے بڑھو۔

جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی۔

"اگر میں بال کی نوک کے برابر بھی آگے بڑھوں تو تجلیات انوار الٰہی سے جل جاؤں"۔

معلوم ہوا کہ "ذات" کے اعتبار سے جو "نور" تھا اس کی طاقت ختم ہوگئی لیکن "صفات" کے اعتبار سے جو "نور" تھا اس میں ابھی طاقت باقی ہے۔ "ذات" کے اعتبار سے جو "نور" تھے وہ اس مقام پر نہیں پہنچا جہاں "صفات" کے اعتبار سے "نور" پہنچ گیا۔ ﷺ

کیونکہ قاعدہ ہے کہ ایک شخص وہاں نہیں پہنچتی جہاں کرن پہنچتی ہے یہی وجہ ہے کہ کرن صدر ایوب خان کے محل کے اندر بھی پہنچ جاتی ہے جہاں میں اور تو نہیں جا سکتے۔ میں کہہ رہا تھا کہ جہاں "ذاتی نور" نہ پہنچ سکا وہاں "صفاتی نور" پہنچ گیا۔

اب ایک اور مسئلہ عرض کر دوں۔

جب رسول اکرم ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے نو مرتبہ چھٹے آسمان سے قصر قدس کے پاس گئے اور واپس آئے اور ۵۰ نمازوں میں سے ۴۵ نمازوں کی تخفیف ہوگئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے انہوں نے فرمایا "کیا رہا؟ کتنی نمازیں بھی رہ گئیں۔

فرمایا۔ "پانچ نمازیں" تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حسب سابق فرمایا "اپنے تجربہ کی بناء پر میں تمہیں صحیح مشورہ دیتا ہوں کہ تمہاری امت سے یہ بھی نہیں پڑھی جائیں گی۔ تم اب پھر خدا تعالیٰ کے پاس واپس جا کر تخفیف کرالاؤ" رسول اللہ ﷺ کی شان دیکھئے فرمایا "موسیٰ اب خدا کے پاس بار بار مجھے جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔"

یہ تھی نبی کریم ﷺ کی شان اب ذرا سنئے خدا تعالیٰ نے کیا فرمایا "اے میرے حبیب یہ عجیب بات ہوئی کہ میں نے پچاس کہیں آپ نے پانچ کرائیں میرا قاعدہ ہے۔ لا یبدل القول لدی۔ میری بات بدل نہیں سکتی جو میں کہہ دوں ہوتا وہی ہے اس سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتا اور تیری شان یہ ہے کہ ایسا ہو نہیں سکتا کہ جو تو مانگے میں وہ نہ دوں۔ اب میری بات بدلی نہیں جا سکتی اور تیری درخواست میں واپس نہیں کر سکتا اپنی بات مانوں تو

تیری نہ رہے۔ تیری بات مانوں تو اپنی نہ رہے کیوں نہ ایسا کیا جائے کہ وہ پانچ پڑھتے ہیں اور پچاس کا ثواب دیتا ہوں تیری بھی رہ جائے اور میری بھی رہ جائے کیونکہ میں اللہ ہوں اور میری کوئی بات بدلی نہیں جا سکتی اور تو حبیب ﷺ ہے تیری درخواست واپس نہیں کی جا سکتی۔ تو نیچے اترتے تیرے پاس پانچ رہ جائیں اور اوپر چڑھتے چڑھتے پچاس ہو جائیں۔ زمین پر پانچ ہوں اور آسمان پر پچاس ہو جائیں۔ "ھی خمس وھی خمسون" تیری بھی رہ جائے اور میری بھی رہ جائے۔ "لا یبدل القول لدی" یہاں تک کہ ایک بات یہ بھی ختم ہو گئی۔

امت کا چودہ سو سالہ اجماع کہ معراج حقیقی ہے مجازی نہیں

اب ایک اور مسئلہ سنئے۔ آنحضرت ﷺ کے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ سے لے کر وہ جو اچھا زمانہ ہے نا اس کی بات کر رہا ہوں۔ اپنے زمانہ کی بات نہیں کیونکہ اول تو اس زمانے میں آنے کو جی نہیں چاہتا اور اگر ابھی جائیں تو جینے رہنے کو جی نہیں چاہتا اور اپنا پھر اپنا زمانہ ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں فرمایا کرتے تھے۔ "کاش میں ایک تنکا ہوتا اور انسان نہ ہوتا" اور ایک دفعہ فرمایا "کاش میں بکری کا بچہ ہوتا انسان کا بچہ نہ ہوتا تا کہ بڑا ہو کر میں ذبح کر دیا جاتا اور اس زمانہ میں میں زندہ نہ رہتا۔ تو زمانہ زمانہ کی بات ہے نا! میں کہہ رہا تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ سے لے کر جو اچھا زمانہ ہے اس زمانہ تک ساری دنیائے اسلام کے نزدیک متفقہ طور پر معراج حقیقی ہے مجازی نہیں۔ حقیقتاً معراج ہوا مجازاً نہیں۔ صرف روحانی معراج نہیں بلکہ جسمانی معراج ہوا۔ حالت بیداری میں ہوا خواب میں نہیں۔ جاگتے معراج ہوا سوتے ہوئے نہیں......! معراج مجازی نہیں ہوا بلکہ حقیقتاً آپ اوپر تشریف لے گئے اور جسم مع روح کے گئے روح صرف اکیلی نہیں گئی آپ جاگتے ہوئے تشریف لے گئے سوتے ہوئے نہیں؟ خواب میں نہیں بلکہ حقیقت حالت بیداری میں معراج ہوا جس نے معراج کو خواب یا رویا کہا اس نے پیغمبر ﷺ کی توہین کی اب میں یہ بھی بتا دوں کہ خواب کس نے کہا؟ معراج کو خواب کہا مرزا غلام قادیانی نے، خواب کہا سرسید نے خواب کہا نجدیوں نے اور خواب کہا ان لوگوں نے جو فلاسفہ افرنگ کی چمک سے مرعوب ہو چکے تھے اور ان کے اعتراضات کا جواب نہیں دے سکتے تھے کاش وہ لوگ اس زمانہ میں پیدا ہوئے ہوتے تو روس اور امریکہ کے راکٹ کو ہی

دیکھ کر سمجھ لیتے۔ کل تک یورپ کا فلسفہ معراج سے انکار کر رہا تھا اور آج اسی کے کتے اور بندر تک خلاء کی سیر کر آئے ہیں تو وہ یہ سمجھ جاتے کہ ان لوگوں کے راکٹ تو جا سکتے ہیں ان کے اختیار میں ہے کہ وہ اپنے راکٹ اوپر لے جائیں اور کیا خدا کے اختیار میں نعوذ باللہ یہ نہیں کہ اپنے حبیب کبریا ﷺ کو معراج کرائے۔ لیکن میں تو راکٹ وغیرہ تک کی مثال دینے کو بھی آنحضور ﷺ کی توہین کہتا ہوں۔

آج یورپ کا فلسفہ مانا جاتا ہے پہلے یونان کا فلسفہ مشہور تھا جس طرح آج یورپ کو اپنے فلسفہ کی وجہ سے شہرت حاصل ہے ابھی کل کی بات ہے کہ یونانی فلسفہ کو اس سے بھی کہیں زیادہ شہرت حاصل رہی ہے لیکن آج اس کا نام ونشان تک نہیں۔

یونانیوں کے نزدیک کسی شئے کا اوپر جانا ناممکن تھا ان کا عقیدہ تھا کہ مادہ اوپر جا ہی نہیں سکتا وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں چار مسئلے پیش کرتے تھے کہ یہ چار چیزیں مادہ کو اوپر جانے سے روکتی ہیں۔ (۱) ثقل (۲) زمہریر (۳) نار (۴) بادسموم

مسئلہ ثقل

یہ ہے کہ جو وزن دار ہے وہ زمین سے بنی ہے اور جو چیز زمین سے بنی ہے اسے زمین اوپر جانے نہیں دیتی بلکہ اپنی طرف کھینچتی ہے مثال کے طور اب یہ اون میں ہے میں نے اسے اپنے ہاتھ کی طاقت لگا کر اوپر کی طرف دھکیل دیا جب تک ہاتھ کی قوت اس پر عمل کرتی رہی یہ اوپر جاتی رہی لیکن جب میں نے ہاتھ ہٹا لیا تو چونکہ ہاتھ کی قوت کا عمل ختم ہو گیا اور اون آزاد ہو گئی اس لئے اس زمین نے اپنی طرف کھینچ لیا اوپر جانے نہیں دیا یہ تھا مسئلہ ثقل

واقعہ معراج پر اشکال پیدا ہوتا تھا کہ ایک انسان جو مٹی سے پیدا ہوا ہے وہ اوپر گیا تو کیسے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دے دیا کہ ''گئے نہیں بلکہ میں لے گیا'' اب یہ میرا کوٹ میز پر رکھا ہوا ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کل تک یہ آپ ہی آپ اٹھ کر ملتان چلا جائے گا نہیں یہ خود تو نہیں جا سکتا ہاں اگر میں اپنے ساتھ لے جاؤں تو جا سکتا ہے تو اگر کوئی چیز جا نہیں سکتی تو کیا ہوا لے جائے تو جا سکتی ہے۔ بس اشکال تو یہی تھا نا کہ گئے کیسے؟ جواب یہ ہے کہ گئے کب آپ ﷺ تو لے جائے گئے جو چیز جا نہیں سکتی تو کیا وہ لے جائی نہیں جا سکتی؟ خود اللہ تعالیٰ

نے فرمایا ''گئے نہیں بلکہ میں لے گیا'' یہاں مسئلہ ثقل کا ابطال ہو گیا۔

دوسرا مسئلہ زمہریر

یہ تھا کہ زمین سے اوپر کی طرف ایک جگہ ایسی ہے کہ وہاں انتہائی ٹھنڈک پڑتی ہے اتنی سردی کہ وہاں سے کوئی جاندار چیز نہیں گزر سکتی اگر وہاں کوئی جاندار پہنچے تو جم جائے اس لئے زمین سے اوپر کی طرف کوئی نہیں جا سکتا۔

تیسرا مسئلہ نار

یہ تھا کہ زمین اور آسمان کے درمیان ایک علاقہ ایسا ہے کہ وہاں آگ ہی آگ ہے اس میں سے کوئی جاندار نہیں گزر سکتا اگر گزرے تو جل جائے اس لئے زمین سے آسمان تک کوئی نہیں جا سکتا۔

چوتھا مسئلہ بادسموم

یہ تھا کہ زمین اور آسمان کے درمیان ایک جگہ ایسی ہے کہ وہاں زہریلی ہوا چلتی رہتی ہے اگر کوئی جاندار وہاں سے گزرے تو فوراً ہلاک ہو جائے اس لئے وہاں سے بھی کوئی جاندار گزر کر آسمان تک نہیں جا سکتا اور سب سے بڑی بات تو یہ کہ آسمان بالکل ٹھوس ہے نہ اس میں خرق ہے نہ التیام ہے نہ کوئی شگاف ہے نہ کوئی دروازہ یا کھڑکی ایسی ہے جس میں سے کوئی جاندار گزر کر اوپر چلا جائے۔

واقعہ معراج پر اشکال پیدا ہو سکتا تھا کہ ''زمہریر'' سے کیسے گزرے؟ کیا ٹھنڈک سے گزرنا جاندار کے لئے ناممکن نہیں؟ کیا کوئی شخص نار سے گزر کر صحیح سالم واپس آ سکتا ہے؟ بادسموم سے کیسے بچ گئے، اور تو اور آسمان میں کوئی شگاف نہیں کوئی کھڑکی نہیں کوئی دروازہ نہیں پھر گئے تو کیسے گئے؟ ان سب اشکالات کے رد کرنے کو فرمایا۔

''سبحان'' نے تمام اشکالات ختم کر دیئے

وہ عاجز نہیں ہے جتنی روکنے والی چیزیں ہیں وہ ان سے عاجز نہیں کہ ان پر قابو نہ پا سکے بلکہ وہ تمام رکاوٹوں کو دور کر سکتا ہے اور ان پر قابو پا سکتا ہے۔

واقعہ معراج کا ذکر کرتے ہوئے یہ نہیں فرمایا "الحمد للّٰہ الذی اسری" بلکہ فرمایا "سبحن الذی اسری" بے عیب ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی۔

کیوں بھئی جب کوئی کسی سے ہار جاتا ہے تو ایک داغ لگ جاتا ہے اور وہ عیب دار ہوتا ہے یا نہیں؟ تو عیب دار وہ ہو جو کسی رکاوٹ پر قابو نہ پاسکے۔ اور بے عیب وہ ہوا جو کسی سے بھی شکست نہ کھائے اور جو ہر رکاوٹ پر قابو پا کر اسے دور کر دے تو فرمایا "سبحان" بے عیب ہے وہ اگر وہ روک دے تو گرمی کی کیا طاقت ہے کہ کسی کو گرمی پہنچائے۔ ٹھنڈک کی کیا مجال کہ کسی کو ٹھنڈ پہنچائے اور آسمان کی کیا مجال کہ کسی کو آنے نہ دے۔ "سبحان" فرما کے سب اعتراضات کا رد کر دیا۔

دوسرا یہ کہ جو کام پر لگا سکتا ہے وہ کام بدل بھی سکتا ہے اسے ایک مثال سے سمجھو۔

ایک باپ کے چار بیٹے ہیں۔ محمد علی، احمد علی، عبداللہ اور اسماعیل، باپ نے محمد علی سے کہا بیٹا صبح اٹھ کر زمین میں جہاں سے ہم نے فصل کاٹی ہے وہاں پانی دے دینا۔ عبداللہ کو خراد کے کام پر لگایا۔ اسماعیل سے کہا کہ بیٹا تمہاری والدہ سخت بیمار ہیں تم صبح کو شہر جا کر ان کے لئے دوائی لے آنا اور احمد علی سے کہا کہ بیٹا تم چار پائی ٹھیک کرنا اس کا بان بدل دینا۔ تو باپ صبح محمد علی کو جس کو پانی دینے کے کام پر لگایا تھا شہر بھی تو بھیج سکتا ہے نا اسے بجائے پانی دینے کے دوائی لانے کے یا کسی اور دوسرے کام پر بھی تو لگا سکتا ہے اور وہ عبداللہ کو جسے پہلے خراد کے کام پر لگایا تھا یہ بھی تو کہہ سکتا ہے کہ بیٹا تم چار پائی ٹھیک کرو اور احمد علی کو جس چار پائی ٹھیک کرنے پر لگایا تھا کھیت کو پانی دینے کے کام پر بھی تو لگا سکتا ہے اور اسی طرح اسماعیل کو جسے دوائی لانے کے لئے کہا خراد کے کام پر یا کسی دوسرے کام پر بھی تو لگا سکتا ہے۔

جو ڈیوٹی سپرد کر سکتا ہے وہ تبدیل اور واپس بھی کر سکتا ہے

معلوم ہو جو کام پر لگا سکتا ہے وہ کام کو بدل بھی سکتا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ آگ خود جلاتی ہے یا اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کر کے اسے جلانے کے کام پر لگا رکھا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آگ کو پیدا کر کے اسے جلانے کے کام پر لگا دیا ہے۔ اسی طرح پانی خود ڈبوتا ہے یا اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کر کے اسے ڈبونے کے کام پر لگا رکھا ہے؟ تو جب اللہ تعالیٰ نے آگ کو جلانے اور پانی کو ڈبونے کے کام پر لگایا ہے اور وہ آگ کو جلانے اور پانی کو ڈبونے کے کام

سے ہٹا بھی سکتا ہے۔ ہٹا کیا سکتا ہے؟ بلکہ ہٹایا اور ہٹا کر دکھایا۔

دیکھو جب فرعون کے لشکری بنی اسرائیل کا پیچھا کر رہے تھے تو سامنے دریا آ گیا۔ اب پانی سیال ہوتا ہے سیال شے بہتی ہے اور بہنے والی چیز ڈبوتی ہے تو پانی سیال ہے زمین سخت ہے اور پانی نرم ہے جب قارون کو عذاب دینا تھا تو زمین کو حکم دیا ''نرم پانی ہو جا'' چنانچہ زمین نرم پانی جیسی ہوگئی اور وہ اس میں ڈوبتا چلا گیا۔ حالانکہ زمین سخت ہوتی ہے اس کا کام ڈبونا نہیں۔ اس کے برعکس جب بنی اسرائیل کی قوم کو بچانا مقصود تھا تو پانی کو حکم دیا ''سخت زمین ہو جا'' چنانچہ پھٹ کر بارہ راستے بن گئے اور بنی اسرائیل پار نکل گئے حالانکہ پانی نرم سیال ہوتا ہے جس کا کام ڈبونا ہوتا ہے اب آگ کو دیکھ لو اس کا کام جلانا ہے لیکن جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بچانا منظور تھا تو فرمایا ''یا نار کونی برداً و سلاما'' سلامتی والی اور ٹھنڈک بن جا، چنانچہ آگ سرد پڑ گئی اور ابراہیم علیہ السلام پر آگ کی گرمی کا ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ جو ڈیوٹی دے سکتا ہے وہ ڈیوٹی بدل بھی سکتا ہے۔

جب آنحضور ﷺ کو لے جانا مقصود تھا تو زمین کو حکم دیا ''اب تک تیرا کام کھینچنا رہا ہے لیکن آج میرا حبیب ﷺ آ رہا ہے خبردار آج نہ کھینچیو'' زمین کی کیا مجال کہ کھینچ سکے۔ زمہریر کو حکم دیا کہ ''میرے حبیب ﷺ کو ٹھنڈک نہ لگنے پائے''۔ نار کو حکم دیا ''خبردار میرے حبیب ﷺ کو گرمی نہ لگے''۔ باد سموم سے فرمایا ''میرا حبیب ﷺ آج آ رہا ہے خبردار اپنے زہر کو ایک طرف کر کے رکھ دے خبردار آج تیرا زہر نہ پھیلے'' کسی کی کیا مجال کہ باری تعالیٰ کے فرمان کے سامنے دم بھی مار سکے آسمان نے کہا ''میں کیسے پھٹوں؟ آج تک تو پھٹا نہیں'' فرمایا ''آج تو پھٹنا پڑے گا کیونکہ آج میرا حبیب ﷺ آ رہا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

میں کہہ رہا تھا باری تعالیٰ نے ''سبحان'' کہہ کر فرما دیا کہ وہ کسی روکنے والی رکاوٹ سے عاجز نہیں اس کے سامنے کوئی مسئلہ کوئی وقعت نہیں رکھتا اس کی ذات بے عیب ہے وہ ہر رکاوٹ پر قابو پانے والا ہے۔

''سبحان'' فرما کے یونانی فلاسفروں کے فلسفیانہ اعتراضات باطل فرمائے۔

اور یورپی فلسفہ کا تو ذکر ہی کیا اس کی تحقیقات تو ہر سو سال بعد بدلتی ہیں، اس لئے جب فکر و نظر کی ترقی کا یہ عالم ہو کہ دس بارہ سال بعد پہلا نظریہ باطل قرار دے کر دوسرا نظریہ

قائم کر لیا جائے اور ابھی وہ سیاہی خشک بھی نہ ہوئی ہو کہ اور نظریہ پیش کر دیا جائے کہ پہلے دونوں غلط ہیں۔ جب قیاسات اور اندازوں کا یہ عالم ہو تو ہم اپنی تحقیقات کی وجہ سے واقعۂ معراج کی عظمت سے انکار کر سکتے ہیں۔

فکر جدید و قدیم کے تضاد کی ایک دلچسپ مثال دیتے جاؤں۔ یونانیوں کے نزدیک آسمان نو ہیں اور یورپی فلاسفروں کے نزدیک آسمان ہے ہی نہیں۔ آسمان نہیں بلکہ حد نظر کا ایک احساس ہے جسے ہم آسمان سمجھ بیٹھے ہیں درحقیقت آسمان کو وجود ہی نہیں۔

یونانیوں نے کہا تمام ستارے آسمان دنیا پر ہیں۔ یعنی پہلے آسمان پر اور باقی آٹھ آسمانوں میں سے ہر آسمان پر ایک ایک سیارہ ہے۔

یورپین کہتے ہیں آسمان تو سرے سے موجود ہی نہیں۔ ہم نے پوچھا یہ ستارے کہاں ہیں کہنے لگے آپس کی کشش کے سبب خلاء میں قائم ہیں۔

ایک مرتبہ ایک ہائی سکول کے پڑھنے والے لڑکے میرے پاس آئے اور مجھ سے پوچھنے لگے مولوی صاحب زمین گھومتی ہے یا آسمان گھومتا ہے یونانی کہتے ہیں آسمان گھومتا ہے میں نے کہا یونان والے اس معاملہ میں صحیح نظریہ رکھتے ہیں۔ یونانی سچے ہیں اور یورپی جھوٹے ہیں۔

حقیقتاً آسمان گھومتا ہے۔ لڑکوں نے دوسرے روز اپنے ہندو ماسٹر صاحب سے کہا ہمارے مولوی صاحب تو یہ کہتے ہیں کہ "یونانیوں کا نظریہ صحیح ہے آسمان ہی گھومتا ہے زمین نہیں گھومتی" انہوں نے جواب میں دلیل دی کہ "جب ہم ریل گاڑی میں بیٹھتے ہیں تو ہمیں درخت اور کھمبے وغیرہ مخالف سمت میں جاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ زمین گھومتی ہے تبھی تو یہ درخت وغیرہ بھی حرکت کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں" جب لڑکوں نے آکر مجھے ان کی دلیل بتائی تو میں نے کہا لو اب اس کا جواب بھی سن لو۔ یہ سلطان پورا کا اسٹیشن ہے اس کے ایک طرف کو ریلوے لائن پر جالندھر واقع ہے اور اس کی مخالف سمت میں ریلوے لائن پر فیروز پور واقع ہے سلطان پور پر دو گاڑیاں ٹھہری ہوئی ہیں۔ ٹھیک بارہ بجے ایک گاڑی جالندھر کی طرف روانہ ہوتی ہے اور دوسری گاڑی فیروز پور کی طرف چل پڑتی ہے اب ایک ہی وقت میں جالندھر جانے والی گاری میں بیٹھے ہوئے مسافر

دیکھ رہے ہیں کہ درخت فیروز پور کی طرف جا رہے ہیں اور فیروز پور جانے والی گاڑی میں بیٹھے ہوئے مسافر یہ دیکھ رہے ہیں کہ درخت جالندھر کو جا رہے ہیں گویا ایک ہی وقت میں ادھر والی زمین کو ادھر حرکت کرتا ہوا دیکھ رہے ہیں اور ادھر والی زمین کو ادھر حرکت کرتا ہوا دیکھ رہے ہیں اب یہ ایک قاعدہ ہے کہ ایک وقت میں ایک چیز دو حرکتیں نہیں کرتی۔

اب دیکھو یہ میری انگلی ہے میں نے اسے حرکت دی ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ اس کی دو حرکتیں ہیں یہ ایک ہی وقت میں صرف اور صرف ایک ہی حرکت کرے گی۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک ہی وقت میں انگلی اس طرف بھی جائے اور اس طرف بھی جائے۔ اس طرح ایک آدمی ایک وقت میں صرف ایک طرف ہی جا سکتا ہے ایک وقت میں کوئی آدمی کبھی دو طرف نہیں جا سکتا۔ اسی طرح کوئی چیز ایک وقت میں دو مخالف سمتوں میں حرکت نہیں کر سکتی۔ اب یہ کون سمجھائے کہ ٹھیک بارہ بجے کے وقت دونوں گاڑیوں کے مسافر گردش زمین کو دو مخالف سمتوں میں جاتا ہوا دیکھ رہے ہیں دونوں طرف ایک ہی حرکت ہے یہ کیسے ہوا؟

''معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی گردش کا نظریہ غلط ہے۔ اس ماسٹر صاحب کو جب یہ بتایا گیا تو کہنے لگا جواب تو نہیں آتا مگر کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے''۔

اسی طرح میں نے تم کو دنیاوی مثال سمجھائی ہے کہ جو کام پر لگا سکتا ہے وہ کام کو بدل بھی سکتا ہے جس نے آگ کو جلانے اور پانی کو ڈبونے کے کام پر لگایا ہے وہ آگ کو ڈبونے یا کسی دوسرے کام پر اور پانی کو جلانے یا کسی دوسرے کام پر بھی لگا سکتا ہے۔

ارے جب ایک انسان کے بس میں یہ ہے کہ وہ کسی کو پٹواری مقرر کرے تو وہ اس کو ہٹا بھی سکتا ہے اسی طرح جو ایک آدمی کو ماسٹر بنا سکتا ہے اس کے اختیار میں ہے کہ وہ اسے ہٹا بھی دے۔ جو کسی کو وزیر بنا سکتا ہے اس کے بس میں ہے کہ وہ اسے ہٹا بھی دے۔ تو نادانو جب ایک وہ انسان پٹواری کو یا ماسٹر کو یا وزیر کو بدل سکتا ہے جس نے ان کو اپنے کاموں پر لگایا تھا تو کیا خدا کے بس میں نہیں کہ اللہ تعالیٰ آگ، زمہریر اور باد سموم وغیرہ کی صفات بدل سکے۔

رسول اللہ ﷺ نے دو ماہ تک کا سفر کیا اس سے آگے ساتوں آسمانوں تک سات ہزار برس کی مسافت بھی طے کی۔ اور اس سے آگے معلوم نہیں کتنی دور گئے۔ پھر ہزار برس کی

مسافت کے برابر بلکہ اس سے بھی کئی گناہ زیادہ مسافت نمازوں کے معاف کرانے میں طے کی پھر وہی سات ہزار برس کا آسمانوں کا فاصلہ اور وہی بیت المقدس سے مکہ مکرمہ تک راستہ یہ سب کچھ آپ ﷺ نے صرف اتنی دیر میں طے کیا کہ وہ جو دروازہ کھولتے وقت دروازہ کی زنجیر ہلتی ہے جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو وہ ابھی ہل رہی تھی اور بستر ابھی گرم تھا۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

ذہنوں میں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اتنی دیر تک بستر کیسے گرم رہا۔

ایک مثال دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ کیا آپ میں سے کوئی آدمی کھڈی کا کام کرتا ہے؟ اگر کوئی آدمی کام نہیں کرتا تو تم میں سے کسی نے کھڈی والے کو کام کرتے دیکھا ہی ہوگا؟ ایک بات پوچھتا ہوں کہ کھڈی والا جب کام کرتے کرتے شام کو بننا ختم کر دیتا ہے تو ساری رات کھڈی پر کوئی کام نہیں کرتا وہ بند پڑی رہتی ہے صبح کو آ کر اسی حالت میں پاتا ہے جس میں وہ چھوڑ کر گیا تھا صبح کو جب وہ پہلا دھاگہ چلاتا ہے تو وہ کس دھاگے میں ملتا ہے کیا وہ اسی دھاگے میں نہیں مل جاتا جسے وہ شام کو چھوڑ کر گیا تھا۔ اب وہ کپڑا بنتا رہا یہاں تک کہ اس نے ایک گز کپڑا بن لیا اب بتاؤ کون ہے جو پہچان کر یہ بتا سکے کہ شام کو جس دھاگے کو چھوڑ کر گیا تھا اور صبح کو جس دھاگے سے کام شروع کیا تھا کہ وہ یہ ہے؟ کوئی نہیں بتا سکتا اگر کوئی دوسرا دیکھے تو یقیناً کبھی نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اس پر نمبر کہاں لگے ہوئے ہیں؟ دراصل پتہ نہیں چلتا۔

اب دیکھو یہ میری چادر ہے اس کے اس ایک گز ٹکڑے کے بارے میں کوئی نشاندہی کر سکتا ہے یہ کتنے دن میں بنا ہوا ہے؟ ایک ہی دن میں بنایا گیا ہے یا کئی دنوں میں؟ اور اس ایک گز کے ٹکڑے کو بنتے وقت کس کس دھاگے پر کام ختم کر کے دوبارہ شروع کیا گیا۔ نہیں کوئی نہیں بتا سکتا۔ اس لئے کہ جب کوئی شخص دیکھتا ہے تو سارا ایک جیسا ہی لگتا ہے خواہ درمیان میں سے کہیں چھوڑ بھی دیا گیا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا فرمایا اجب سب کچھ مکمل ہو گیا تو اپنے حبیب ﷺ کو بلوایا۔ اس کی مثال اس طرح دی جا سکتی ہے جیسے کسی بادشاہ نے ایک کارخانہ بنوایا اس میں کپڑا بننے، آٹا پیسنے، کھانڈ بنانے، شیشے کے برتن بنانے غرض یہ کہ ہر طرح کا کام ہوتا تھا۔

جب کارخانہ کی تعمیر مکمل ہو گئی اور کارخانہ میں کام بھی شروع کر دیا گیا جب کارخانہ پوری طرح مکمل ہو گیا تھا بادشاہ نے اپنے ایک دوست کے پاس اس کارخانہ کے جنرل منیجر کو بھیج کر اسے بلوایا۔ ساتھ ہی ہیڈ مستری کو بھیج کر اسے حکم دیا کہ جب میرا دوست کارخانہ کے دروازہ پر قدم رکھے وسل بجا کر کام بند کرا دو اور کاریگروں اور مزدوروں کو کہو کہ اس کے استقبال میں ایک شاندار جلوس نکالیں اور جلوس اس کے عقب میں چلتا رہے اسے ہر شے دکھاؤ اور اس کے بارے میں بتاؤ کہ اس سے اس طرح کام لیا جاتا ہے اور اس کو اس طرح استعمال کیا جاتا ہے فلاں شے کیسے کام کرتی ہے کپڑا کیسے بنا جاتا ہے آٹا کیسے پستا ہے کھانڈ کیسے بنتی ہے؟ غرض ہر شئے کے بارے میں تفصیل سے بتاتے جاؤ۔ جب تک وہ کارخانہ دیکھتا رہے جلوس کو چاہئے کہ چلتا رہے جونہی وہ دوست آیا، کارخانہ میں وسل بجا کر کام بند کرا دیا گیا۔ جب تک وہ کارخانہ دیکھتا رہا جلوس چلتا رہا۔ جب وہ کارخانہ کی سیر کر چکا تو جنرل منیجر کو حکم دیا کہ میرے محل میں لے آؤ اور اعلیٰ افسروں سے کہا تم میرے دوست کے استقبال کے مرتبہ کے اعتبار سے کارخانہ سے لے کر محل کے دروازہ تک صف بستہ کھڑے ہو جاؤ۔ جب وہ دوست وہاں سے گزر کر محل کے دروازہ میں داخل ہوا اور جنرل منیجر کی ہمراہی میں برآمدہ تک پہنچا تو جنرل منیجر کو واپسی کا حکم ہوا کہ اس سے آگے جانے کی تمہیں اجازت نہیں...... پھر وہ دوست اکیلا ہی بادشاہ کے پاس پہنچا اور ملاقات کی۔ اب بادشاہ اور دوست میں کیا کیا باتیں ہوئی اور کیا کیا راز و نیاز ہوئے یہ کوئی نہیں بتا سکتا اس کا علم تو بادشاہ کو ہے یا بادشاہ کے دوست کو کیونکہ اور تو کوئی بھی وہاں موجود نہیں تھا حتیٰ کہ برآمدہ ہی سے منیجر کو واپسی کا حکم مل گیا تھا...... ملاقات ہوئی۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہاں کیا کچھ باتیں ہوئیں...... وہ دوست واپس آ گیا اور اپنے گھر چلا گیا تو کارخانہ میں ہیڈ مستری کو حکم ہوا اس نے دوبارہ کام کا وسل بجایا اور کام پھر شروع ہو گیا۔ جب وہ دوست آیا تو ایک جگہ روئی بیلی جا رہی تھی ایک روئی کا گالا ابھی گرا بھی نہیں تھا کہ کام بند کرا دیا گیا۔ جب وہ دوست واپس ہوا دوبارہ کام شروع کرنے کا وسل بجا اور پھر روئی بیلی گئی اب جو گالا گرا وہ اس گالے پر گر گیا جو پہلے گر چکا تھا دوسری جگہ جہاں آٹا پیسا جا رہا تھا جب دوبارہ کام شروع کیا گیا تو اب جو آٹا پیسا گیا تو اسی آٹے پر گر گیا جو پہلے گر چکا تھا ایک اور جگہ کپڑا بنا جا رہا تھا

جب دوست آیا جہاں دوسرے کام تمام بند کر دیئے گئے وہاں یہ بھی بند ہو گیا۔ چنانچہ ایک دھاگہ باقی رہ گیا جب اس دوست کے جانے کے بعد دوبارہ کام شروع ہوا تو جو پہلا دھاگہ چلایا گیا وہ اسی دھاگے میں مل گیا جو پہلے چھوٹ گیا تھا۔

سفر معراج کے وقت کارخانہ کائنات کی ہر چیز ساکن و جامد کر دی گئی

رسول اکرم ﷺ معراج پر لے جائے گئے اس وقت جبکہ کارخانہ کائنات پوری طرح مکمل ہو گیا اس کارخانہ میں مکہ مکرمہ بھی ہے بیت الحرام بھی اسی کارخانہ میں شامل ہے اور ام ہانیؓ کا حجرہ مقدسہ بھی اسی کارخانہ میں ہے رسول اکرم ﷺ نے ادھر حجرہ مقدسہ سے باہر قدم رکھا کہ ادھر کارخانہ کائنات میں کام بند ہونے کا وسل بج گیا۔ ادھر آپ ﷺ روانہ ہوئے اور ادھر سورج کی گردش روک دی گئی وہ جہاں تھا وہیں ٹھہر گیا۔ چاند اپنا سفر طے کر رہا تھا کہ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ رات گزرتی جا رہی تھی وسل ہوا تو وہ بھی جہاں تک پہنچ گئی تھی وہیں رک گئی۔ آگے نہ بڑھ سکی۔ وقت جہاں تھا وہیں روک دیا گیا۔ سمندر کی لہریں ساحل کی طرف بڑھتی چلی آ رہی تھیں کہ انہیں بھی وہیں ٹھہرا دیا گیا۔ جہاں کوئی جہاز سفر کر رہا تھا اس کی حرکت کو وہیں ساکن کر دیا گیا غرض کارخانہ کائنات کی ہر شے کو ساکن و جامد کر دیا گیا یہاں تک کہ جو سانس اندر سے باہر آ رہا تھا وہ اندر ہی رہ گیا باہر نہ آ سکا۔ اور جو سانس باہر سے اندر جا رہا تھا وہ اندر نہ جا سکا۔ باہر ہی رہ گیا۔ بچہ جو پڑھ رہا تھا اس کا پڑھنا ختم ہوا۔ فصلوں اور پودوں کا بڑھنا رک گیا۔ وہ جتنے بڑھے تھے انہیں وہیں پر ہی ٹھہرا دیا گیا وہ زیادہ لمبے نہ ہو سکے۔ جو آگ جل رہی تھی اس کا جلنا اور جلانا ختم کر دیا گیا جو توا آگ سے روٹی کو تپش پہنچا رہا تھا وہ تپش روٹی تک نہ جا سکی درمیان تک ہی پہنچ کر رہ گئی۔ جو روٹی سینکی جا رہی تھی وہ روٹی وہیں رہ گئی اور پک نہ سکی۔

اور جب آنحضور ﷺ واپس تشریف لائے تو سورج، چاند اور ستاروں کا سفر شروع ہوا جب کام دوبارہ شروع ہونے کا وسل بجا تو رات چل پڑی۔ وقت روانہ ہوا۔ سمندر کی لہریں ساحل کی طرف بڑھنے لگیں۔ جہاز چل پڑے۔ سانس آنے جانے لگا۔ بچے کی نمو شروع ہوئی۔ پودے بڑھنے لگے۔ آگ جلنے لگی توے کو سینک پہنچنے لگا۔ روٹی سینک لے کر گرم ہونے لگی جب آنحضور ﷺ واپس تشریف لائے تو کارخانہ کائنات میں کام شروع ہوا

تو وہ جو کنڈی تم جانتے ہو نا کہ دروازہ کھولنے کے بعد دو دفعہ ہلتی ہے جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے تو اسے ٹھہرا دیا گیا اور جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو کنڈی دوبارہ ہلی۔ وہ بستر جو اٹھنے کے بعد کچھ دیر گرم رہتا ہے ابھی وہ گرم ہی تھا کہ اس کے عمل کو ٹھہرا دیا گیا۔ جب آنحضور ﷺ واپس تشریف لائے تو پھر ٹھنڈا ہونے کا عمل شروع ہوا۔ لیکن جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو ابھی وہ بستر گرم ہی تھا۔ ٹھنڈا نہیں ہوا تھا وہ تم جانتے ہو نا کہ اونچی جگہ بیٹھ کر آدمی وضو کرے تو پانی تقریباً دو گز تک بہتا چلا جاتا ہے پھر ٹھہر جاتا ہے تو پانی ابھی ایک گز ہی بہا تھا کہ آنحضور ﷺ تشریف لے گئے اور جب واپس تشریف لائے اور وسل بجی تو پانی بہنا شروع ہو...... غرض یہ کہ کارخانہ کائنات کی تمام چیزیں معراج النبی ﷺ کے وقت ساکن اور جامد کر دی گئی تھیں۔ آپ ﷺ کے اعزاز میں کارخانہ کائنات کا نظام ہی بند کر دیا گیا تھا۔

حضور ﷺ کی زبان مبارک پر اعتبار ہی ایمان ہے

اب ایک بات کہتا ہوں۔ یہ جتنے دلائل میں نے دیئے ہیں یہ سب ایمان کی کمزوری کی دلیلیں ہیں یہ جتنی بھی مثالیں اور دلیلیں میں نے دی ہیں یہ سب نقص ایمان کی علامات ہیں میں نے تم کو یہ بتائی ہیں اور تم نے مجھ سے سنا ہے اللہ تمہیں معاف کرے...... میں بھی اس میں سے گزرا اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف کرے۔

کیونکہ جب میں نے دلائل سے سمجھایا تو میری زبان پر اعتبار آ گیا اور آنحضور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک پر اعتبار نہ ہوا۔ ایمان اعتبار یا تصدیق کا نام ہے اس لئے اگر تم نے میرے دلائل سے سمجھ کر مانا تو میرے دلائل پر ایمان ہوا اور آنحضور ﷺ فرمائیں ''آسمان ہے'' تو ہم کہیں آسمان ہے اگر فرمائیں ''آسمان نہیں'' تو ہم کہیں آسمان نہیں ارے ایمان تو یہ ہے کہ آنحضور ﷺ فرمائیں ''آگ جلاتی ہے'' تو ہم کہیں آگ جلاتی ہے اور اگر فرمائیں ''آگ نہیں جلاتی ہے'' تو ہم بھی مان لیں واقعی آگ نہیں جلاتی۔

یہی وجہ ہے کہ اگر کسی شخص نے دلیل سے سمجھا پھر مانا دلیل پر ایمان ہوا اور آنحضور ﷺ سے سن کر مانا تو آپ کے فرمان پر ایمان ہوا۔ اس لئے دلیل کے سامنے سر نہ جھکاؤ۔

اب ایک واقعہ بتاتا ہوں۔

آنحضور ﷺ گئے بھی رات کو اور واپس آئے بھی رات کو۔ سب سے پہلے کس نماز کا وقت آیا؟ کیوں بھئی فجر کی نماز کا ہی وقت آیا نا؟ اگر چہ فجر کی نماز کا وقت پہلے آیا تھا لیکن نمازیں ظہر کے وقت سے شروع ہوئیں اور سب سے پہلے ظہر کی نماز پڑھی گئی۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ پہلے وقت تو فجر کی نماز کا آیا تھا اور نمازیں ظہر کے وقت شروع کی گئیں؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نمازوں کی ترتیب حضرت جبرئیل امین نے آکر بتائی تھی اور چونکہ وہ فجر کی نماز کے وقت نہیں آئے تھے اس لئے فجر کی نماز کے بجائے ظہر کی نماز پہلے پڑھی گئی۔ اب یہ ایک قاعدہ ہے اور ہمارا آئے دن کا مشاہدہ بھی ہے کہ اگر میں بھی نمازی اور تو بھی نمازی تو ملاقات صبح سویرے ہی ہو جائے گی لیکن تو یا میں ہم سے کوئی ایک یا دونوں نمازی نہیں تو پھر خواہ ملاقات نو بجے ہو یا سرے سے ملاقات ہی نہ ہو اس لئے چونکہ اس وقت تک نماز پڑھی نہیں جاتی تھی اس وقت آنحضور ﷺ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ملاقات نہ ہوئی۔

صبح کے وقت آنحضرت ﷺ جب حجرہ مقدسہ سے باہر تشریف لے جانے لگے توام ہانی رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''اپنے معراج کے واقعہ کا کسی کو ذکر نہ کرنا'' کسی کو بتائیے نہ! لوگ کہیں گے جھوٹ بولتا ہے اور سینکڑوں باتیں بنائیں گے کسی کو یقین نہیں آئے گا اس لئے تم چپ ہی رہنا''۔

انہوں نے تو اپنے خیال ہی سے کہا ہے کہ آپ کی بات کو لوگ مضحکہ اڑائیں گے اور بہت پریشان ہوں گے۔ لیکن نبی ﷺ کا کام یہ نہیں کہ یقین نہ کرنے والوں کے تمسخر اور مضحکہ اڑانے کی وجہ سے دعوت حق دینے سے رک جائیں۔ آنحضور ﷺ باہر نکلے راستہ میں جو کوئی ملا اسے بتایا جس جس نے سنا اس نے ہر ایک سے کہا ''لو جی۔ نئی بات سنی تم نے؟ آج حضرت محمد ﷺ نے دعویٰ کیا ہے کہ راتوں رات بیت المقدس' ساتوں آسمان اور آگے تک کی سیر کر آیا ہوں'' اتنے میں مشرکین مکہ نے صلاح کی کہ اس سے پہلے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت محمد ﷺ کی ملاقات ہو ہم ابوبکرؓ کے پاس چل کر اس دعویٰ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچے اور ان اس طرح بات کی ''یہ بتاؤ کہ دنیا میں سے کبھی کوئی آدمی ایک رات میں آسمانوں پر گیا ہے'' فرمایا ''نہیں'' کہا'' کوئی آدمی جا سکتا ہے

یا نہیں؟'' فرمایا ''نہیں'' پوچھا ''اگر کوئی کہے تو جھوٹا ہوا نا؟'' فرمایا جب کوئی جا نہیں سکتا تو کہے کیوں؟'' انہوں نے پھر پوچھا ''اتنا تو بتا دو ایسا کہنے والا جھوٹا ہوا نا؟'' فرمایا ''ہاں جب کوئی نہیں گیا تو ایسا کہنے والا جھوٹا''۔ یہ اقرار کرانے کے بعد کہنے لگے ''دیکھو اپنی بات نہ بدلنا'' ابھی تم نے کہا ہے کوئی شخص آسمانوں تک جا کر واپس نہیں آسکتا اور ایسا کہنے والا جھوٹا ہے تو اب جس کو تو نبی مانتا ہے اس نے یہ دعویٰ کیا ہے'' حضرت ابوبکر نے دریافت کیا کہ ''انہوں نے واقعی ایسا کہا ہے یا تم خود اپنی طرف سے ان کے نام منسوب کر رہے ہو؟'' کہنے لگے ہاں ہاں اس نے کہا ہے یقین نہیں آتا تو ہمارے ساتھ چل کر دیکھ لو''۔ فوراً فرمایا'' میری عقل غلط ہو سکتی ہے لیکن آنحضور ﷺ کی زبان مبارک کا ارشاد کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ اگر انہوں نے ایسا ہی فرمایا تو میں آپ پر ایمان لاتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ واقعی تشریف لے گئے تھے''۔ یہ تھا ایمان کا درجہ کہ ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا مگر آپ واقعی تشریف لے گئے تھے''۔ یہ تھا ایمان کا درجہ کہ ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا مگر آپ ﷺ کے ارشاد مبارک پر ایمان ہے۔

جو حضور ﷺ کے منہ سے نکلے اُسے مان لینا ایمان ہے

رسول اللہ ﷺ نے جب آخری حج ادا فرمایا تو عرفات میں ایک لاکھ کا مجمع تھا آپ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو دریافت فرمایا'' آج کون سا دن ہے''؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خاموش رہے۔ صحابہ کرامؓ کا قول ہے کہ ہم اس خیال کے ماتحت خاموش رہے کہ آنحضور ﷺ جو نام اپنی زبان مبارک سے فرمائیں گے ہم وہی نام رکھ لیں گے۔ آخر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' کیا یہ عرفہ کا دن نہیں؟'' پھر آپ نے فرمایا'' یہ مہینہ کون سا ہے؟'' صحابہ کرامؓ کا قول ہے کہ ہم اب بھی اس خیال کی وجہ سے خاموش رہے کہ آنحضور ﷺ کوئی نیا نام رکھیں گے۔ آخر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' کیا یہ ذی الحجہ کا مہینہ نہیں''؟ بعد ازاں آپ نے ارشاد فرمایا'' یہ جگہ کون سی ہے''؟ صحابہ کرامؓ اس مرتبہ بھی اسی وجہ سے خاموش رہے تو آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ'' کیا یہ عرفات نہیں؟'' اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو منہ سے نکلے اسے مان لو یہی ایمان ہے۔

مسجد نبوی میں ایک مرتبہ آنحضور ﷺ خطبہ فرمانے لگے کچھ صحابی ادھر کھڑے ہوئے تھے کچھ صحابی ادھر کھڑے ہوئے تھے آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ'' جو صحابی اندر تھے وہ اندر بیٹھ گئے جو باہر تھے وہ باہر ہی بیٹھ گئے۔ ایک صحابیؓ دروازہ میں داخل ہو رہے تھے۔ ایک پاؤں اندر تھا ایک باہر۔ آنحضور ﷺ کا ارشاد سنتے ہی جہاں تھے وہی بیٹھ گئے۔ حالانکہ عقل جانتی تھی کہ میرے لئے یہ حکم نہیں اندر چلا جاؤں گا تب بیٹھ جاؤں گا لیکن ایمان کا کہنا تھا کہ جہاں ہو وہی بیٹھ جاؤ' جس حالت میں ہو اسی حالت میں بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ اسی طرح بیٹھے بیٹھے سارا خطبہ سنا ایک قدم اندر تھا اور ایک قدم باہر تھا۔ حالانکہ بیٹھ کر بھی پاؤں اندر کر سکتے تھے لیکن عشق کے تقاضے نے اتنی بھی اجازت نہ دی اور انہوں نے پاؤں کو گھسیٹا تک نہیں۔ ہم تو یوں ہی عاشق بنے پھرتے ہیں۔

آنحضور ﷺ نے ایک جانور ادھار خرید فرمایا اور مقررہ عرصہ بعد قیمت ادا فرما دی لیکن چند روز گزرنے پر وہ شخص دوبارہ آیا اور رقم کی ادائیگی کا مطالبہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا ''میں نے رقم ادا کر دی ہے'' لیکن وہ انکار کر کے کہنے لگا آپ ﷺ نے رقم ادا کی ہے تو شہادت دلوائیں۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی طرف دیکھا تو حضرت خزیمہؓ نے کھڑے ہو کر شہادت دی کہ آنحضور ﷺ نے مطلوبہ رقم ادا کر دی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میرا خیال ہے خزیمہؓ جب میں نے رقم ادا کی تو تم موجود نہ تھے''؟ انہوں نے عرض کیا' یارسول اللہ میں آپ کو خدا کا آخری نبی مانتا ہوں میں نے آپ پر وحی اترتی نہیں دیکھی لیکن چونکہ آپ نے فرمایا ہے اس لئے میرا ایمان یہ ہے کہ آپ پر وحی نازل ہوتی ہے اسی طرح جب آپ نے ﷺ پیسے دیئے تو میں نے نہیں دیکھا لیکن میرا ایمان یہ ہے چونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے اس لئے آپ نے رقم ادا فرما دی ہے جب وحی اترتی ہے تو میں نہیں ہوتا لیکن میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ ﷺ نے رقم ادا فرما دی ہے اور یہ شخص غلط ہے''۔

معلوم ہوا ایمان یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے سنے اور شہادت دے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو دلائل سے ماننا ایسا ہے جیسا کہ نبوت سے انکار کیا جائے۔

حالت بیداری میں معراج ہونے پر اجماع ہے

اس پر اجماع امت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو معراج حالت بیداری میں جسم مع روح کے تشریف لے گئے تھے۔ ساری امت ہر زمانہ میں اس پر متفق رہی ہے باقی رہے واقعہ معراج کے انکار کرنے والے تو وہ دو قسم پر ہیں۔

ایک تو وہ لوگ ہیں کہ جب انگریزی راج یہاں ہوا تو انگریزوں نے غلام ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے کی سرگرمیاں وسیع پیمانے پر پھیلا دیں۔ یورپ کے بڑے بڑے عیسائی پادری منگائے وہ لوگ جن کی آنکھیں مغربی فلسفہ وتمدن کی جھوٹی چمک سے خیرہ ہو چکی تھیں جب وہ عیسائی پادریوں کے اعتراضات کا جواب نہ دے سکے تو انہوں نے واقعہ معراج کا سرے انکار ہی کر دیا۔ عیسائی پادریوں کے اعتراضات کے اگر جواب کسی نے دیئے تو ان میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کا نام سرفہرست ہے۔ دوسرا انکار کرنے والا غلام احمد قادیانی تھا اس نے اس لئے انکار کیا کہ وہ نبوت کا مدعی تھا۔ نبوت کے دعویٰ کو معجزہ ثابت کر سکتا تھا چونکہ وہ کوئی معجزہ پیش نہیں کر سکتا تھا اس لئے اس نے معجزات کا ہی انکار کیا۔ اور وہ معجزات جن کا انکار کیا ان میں ایک معراج بھی تھا۔ اس لئے معراج کا بھی انکار کر دیا۔ باقی امت کا یہ اجماعی مسئلہ ہے اور ہمارا سب کا اس پر ایمان ہے۔ نماز کا تحفہ آپ ﷺ لے کر آئے تھے جسے ادا کرنا ہم پر فرض ہے امید ہے کہ سب لوگ دُعا کریں گے کہ خدا صراط مستقیم پر چلائے۔ آمین!

فضائل ومناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

(از: حضرت مولانا ابوریحان فاروقی رحمہ اللہ)

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O بسم اللہ الرحمن الرحیم O
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا مُشِيْرَ لَهٗ وَلَا مُعِيْنَ لَهٗ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ اَلْمَبْعُوْثُ اِلٰى كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا.
قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كَلَامِهِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ O مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ O بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ O كِرَامٍ بَرَرَةٍ O قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ O مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ O مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ O ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ O

(پ ۳۰ عبس: ۱۳ تا ۲۰)

وَقَالَ فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ: وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ. (پ ۱۱ التوبہ: ۱۰۰)
وَقَالَ فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ: اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ.
وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ مُعَاوِيَةَ هَادِيًا

مُهْدِيًا. (ترمذی)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ. (کنز العمال)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يا معاوية ان وليت الامر فاتق الله. (بخاری)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يبعث الله معاوية يوم القيٰمة عليه رداء من نور الايمان. (کنز العمال)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لا تذكروا معاوية الا بخير.

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صاحب السرى معاوية ومن احبه فقد نجى ومن ابغضه فقد هلك.

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوّل جيش يغزوا البحر فقد اوجبوا او كما قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

امیرِ شام تیری جاہ و منزلت کی قسم
تیرے نام کا ڈنکا بجا کے چھوڑوں گا
تیرے نام سے جو جلتے ہیں ملحد و زندیق
ان کو خدا کے غضب سے ڈرا کے چھوڑوں گا

میرے واجب الاحترام، قابلِ صد احترام، جامع مسجد عمر فاروق کے ساتھیو! شب برأت گزر چکی ہے اور آج جمعۃ المبارک ہے، رات بھی جو میں نے جامعہ محمدیہ میں تقریر کی ہے بیماری اور تکلیف میں، اور آپ کو ابھی تک میری آواز سے معلوم ہو رہا ہے۔ لیکن جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی صحابی کا نام لیتا ہوں تو میرے اندر توانائی آ جاتی ہے۔ اللہ کے فضل اور توفیق سے خصوصاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جن کا ابھی میں نے آپ کے

اس کے چھپ چکے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عنوان پر ایک سو سے زائد کتابوں کا میں مطالعہ کر چکا ہوں۔

میں نے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کتاب لکھی تو ایک عالم نے خط لکھا کہ میں اگر یہ کتاب نہ پڑھتا تو جہنم چلا جاتا۔ میں نے اس دن سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام جو مجھ سے لیا ہے محض اپنے فضل و کرم سے لیا ہے۔ میرا اس میں کوئی کمال نہیں ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دل میں ایک بات ڈالتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ بہت سارے ایسے کام ہیں جن میں میرا تصور بھی نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وہ کام لیے۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ انسان کے اپنے اختیار میں کچھ نہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا عنوان اتنا طویل اور لمبا ہے میں آپ کے سامنے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر چند اہم اور اصولی باتیں عرض کروں گا تاکہ ایک جلیل القدر صحابی پیغمبر کا نقشہ آپ کے سامنے آئے۔ پہلی بات یہ ہے کہ دو آدمی آپس میں لڑیں تو ان میں ایک جھوٹا ضرور ہوگا، یہ کلیہ ہی غلط ہے۔ روافض اور سُنی مؤرخ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جو اختلاف ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی جنگ ہوئی، یہ موجود ہے کتابوں میں آپ نے پڑھا ہے کہ جنگِ صفین ہوئی، بی اے کی کتابوں میں موجود ہے۔ اور نصاب کی کتابوں میں بعض مؤرخین نے تنقید کی ہے کہ دیکھو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی لڑائی ہوئی، کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ لڑکے کالجوں کے ہیں یا سکولوں کے بچے ہیں، ان کو جو غلط فہمی ہے وہ دور ہو جائے، غلط فہمی نہ رہے، میں اس عنوان پر تقریر کرنا چاہتا ہوں۔

تو میرے بھائیو! دو آدمیوں کی آپس میں لڑائی ہو اور ایک جھوٹا ضرور ہوتا ہے، یہ کلیہ غلط ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دونوں سچے ہوتے ہیں۔ میں نے اسلام آباد کی یونیورسٹی کے لڑکوں سے کہا کہ ایسا ہو یہ ضروری نہیں۔ اس نے کہا کہ ایسا ہوا ہے۔

میں نے کہا دیکھیں، قرآن پاک میں دو آدمیوں کی لڑائی کا ذکر ہے ان میں سے کس کو جھوٹا کہوں؟ میں تمہاری بات مان لوں گا، میں کسی اور تاریخ کا حوالہ نہیں کہتا۔ میں قرآن پاک کی بات کرتا ہوں کہ آؤ قرآن سے پوچھتے ہیں کہ جب دو آدمی آپس میں لڑتے ہیں تو

سامنے تذکرہ کرنا ہے۔ کیونکہ ملک سے باہر ہونے کی وجہ سے یہ عنوان باقی تھا۔ آج اس جلیل القدر ہستی کا ذکر ہوگا۔ جس کے کارناموں سے پوری امت مسلمہ، اس کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتی، اور یہ بات بڑے افسوس سے کہنی پڑتی ہے کہ لوگ اپنے آپ کو سُنی کہتے ہیں، مسلمان کہتے ہیں، لیکن وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔

صداقتِ علیؓ و معاویہؓ

کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی لڑائی ہوئی۔ میں مانتا ہوں کہ لڑائی ہوئی لیکن وہ قاتلینِ عثمانؓ سے لڑائی ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوجوں میں قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ شامل تھے ان سے لڑائی ہوئی۔ یہ قابلِ افسوس بات ہے۔ اور جب دو آدمی آپس میں لڑتے ہیں تو ضروری نہیں کہ دونوں میں سے ایک جھوٹا ہو۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دونوں سچے ہوتے ہیں۔ لڑائی ہوتی ہے لیکن دونوں سچے ہوتے ہیں۔

میں نے اسلام آباد میں تقریر کی، سیمینار تھا، یونیورسٹی کے لڑکے تھے وہاں، انہوں نے کہا کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ دو آدمی آپس میں لڑیں اور دو میں سے ایک جھوٹا نہ ہو، ایسا نہیں ہوسکتا۔ کبھی نہیں ہوا۔ میں نے کہا کہ آپ کی معلومات میں کمی ہے۔ ایسا ہوتا رہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایسا نہیں ہوتا۔ وہ لڑکے بڑے ضدی تھے۔ میری عادت ہے لڑائی نہ کرنے کی۔ میں نے ان کو بڑے تحمل سے سمجھایا، لیکن وہ نہیں مانے۔ میں نے کہا کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دو آدمی آپس میں لڑتے ہیں اور ان میں سے جھوٹا کوئی نہیں ہوتا۔ یہ حقائق ہیں اس کا کوئی آدمی جواب نہیں دے سکتا۔ میری تقریر سے پہلے دو باتیں یاد رکھیں۔ آپ کو یہ باتیں کام دیں گی۔ آپ میں سے کچھ سکولوں کالجوں کے لڑکے بھی ہوں گے اور یہ بات آپ کے آئندہ کام آئے گی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عنوان پر میں آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی لمبی گفتگو کرسکتا ہوں۔ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک کتاب لکھی ہے ۲۰۰ صفحے کی اور وہ کتاب دس سال پہلے چھپی ہے۔ اب دوبارہ چھپی ہے۔ بلکہ کئی ایڈیشن

واقعی ان میں سے ایک جھوٹا ہوتا ہے۔اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بھی نہیں جھوٹا ہوتا۔

حضرت علی ؓ اور حضرت امیر معاویہ ؓ کا جو اختلاف ہے یہ غلط فہمی کی بنیاد پر ہے اور لڑائی تھی قاتلینِ عثمان ؓ سے، حضرت علی ؓ اور حضرت امیر معاویہ ؓ کا قصور نہیں۔ اگر شرعی جنگ ہوتی، کفر اسلام کی جنگ ہوتی تو پھر بتاؤ کہ حضرت امیر معاویہ ؓ کی طرف سے لوگ شہید ہوئے تھے، جنازے ان کے بھی حضرت علی ؓ پڑھاتے تھے۔اس کا جواب دے دو۔کیوں؟ اور کھانا اکٹھے کھا رہے ہیں اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس جنگ میں شہید ہوئے اور ان کا ہاتھ پہلے شل ہوا تیر سے، اور جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو اٹھا کر رکھنے لگے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خبردار یہ میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، ان کا جو ہاتھ شل ہوا ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شل ہوا ہاتھ چوما اور چوم کر کہا کہ یہ ہاتھ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں دیکھا ہے۔

کیسے تم اس کو کفر اسلام کی لڑائی سمجھتے ہو۔ اختلاف اپنی جگہ ہوتا ہے۔ قاتلینِ عثمان ؓ سے بدلہ لینے کے لئے اختلاف تھا۔ حضرت علی ؓ کا موقف تھا کہ میں ابھی بدلہ نہیں لے سکتا قاتلین سے، حضرت معاویہ ؓ کا موقف تھا کہ اگر ابھی بدلہ نہ لیا گیا تو قتل ضائع ہو جائے گا۔ میں جانوں اور قاتل جانیں، یہ بات ہے۔

اب یہ بات کہ دو آدمی آپس میں لڑیں تو ان میں سے ایک جھوٹا ضرور ہوتا ہے، یہ بات یاد رکھو کہ یہ اصول کے خلاف ہے۔قرآن پاک میں دو آدمیوں کی لڑائی کا ذکر ہے اور ان دونوں میں سے ایک کو جھوٹا نہ میں کہہ سکتا ہوں نہ آپ کہہ سکتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب طور پہاڑ پر جانے لگے تو اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا کہ دیکھنا یہ قوم بچھڑے کو پوجنے نہ لگ جائے۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چلے گئے۔قوم زور آور تھی۔قوم بچھڑے کو پوجنے لگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو ساری قوم بچھڑے کو پوج رہی ہے۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے جذباتی، غصہ جلدی آجاتا تھا۔اس لیے ایک قبطی کو مکا مار دیا تھا۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے..... فوکزہ موسیٰ فقضی علیہ..... ماشاء اللہ مکا ہو موسیٰ علیہ السلام کا، پھر کیا رہتا ہے! حضرت موسیٰ علیہ السلام جلدی جلدی شہر

چھوڑ کر چلے گئے، کیونکہ نیت تو مارنے کی نہیں تھی تو قرآن کریم میں اس کا ذکر آتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جلالی طبیعت کے آدمی تھے۔ ماشاء اللہ جلال آ گیا۔ پوچھا نہیں کہ قوم بچھڑے کو کیوں پوج رہی ہے۔ پوچھا کسی سے نہیں۔ آتے ہی حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی پکڑ لی۔ اور یہ واقعہ تاریخ میں نہیں ہے۔ قرآن میں ہے۔ قرآن پاک کا سولھواں پارہ کھولو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آ کر حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی پکڑ لی اور داڑھی پکڑ کر اس طرح گھسیٹا، اور بازار میں لے آئے۔ اور جھگڑ پڑے۔ قرآن کریم میں ذکر ہے، حضرت ہارون علیہ السلام رو پڑے اور رو کر کہا...... یا ابن اُمَّ لا تاخذ بلحیتی و لا براسی...... اے میرے ماں جائے بھائی، میری داڑھی نہ پکڑو، میرے سر کے بالوں کو نہ پکڑو، میرا کوئی قصور نہیں۔

میں نے کہا کہ دیکھو دو آدمی آپس میں لڑے ہیں، لڑائی کا ذکر قرآن مجید میں ہے، ان میں سے کسی ایک کو جھوٹا کہو! تو وہ یونیورسٹی کے لڑکے سمجھ دار تھے، ضدی لوگ بھی تو ہوتے ہیں کہ آپ جتنی مرضی دلیلیں دیں وہ نہیں مانتے لیکن عقل مند اور سمجھ دار، دانا اور پڑھا لکھا آدمی بھی وہی ہوتا ہے کہ جب دلیل سمجھ میں آ جائے تو فوراً مان لیا۔

برطانیہ میں ایک یادگار لیکچر

میں نے برطانیہ کے ایک شہر برسٹل میں کئی سال پہلے ایک لیکچر دیا تھا۔ ایک مکان کے اندر، باہر جگہ نہیں تھی تو مکان میں لیکچر دیا۔ اسلامی مسائل پر اور جو لوگ لیکچر کرانے والے تھے ان کا عقیدہ بھی اور تھا۔ وہ بے چارے رسم و رواج کے قائل تھے، تو ان کی طرف ان کا ذہن تھا، تو جب میں نے تقریر ختم کی تو سارے کے سارے یکدم ہی بدل گئے۔ کہنے لگے کہ آج ہم بھی بدل گئے، جو عقیدہ آپ نے بتایا ہم اس پر قائم ہو گئے اور ہمارا موقف سارا ہی غلط تھا۔ ضد نہیں، لیکن ہمارے ہاں ماشاء اللہ جتنی مرضی باتیں کرتے جاؤ، لیکن ماننا نہیں کہ ہمارے مولوی نے تو یہ کہا ہے۔

بھائی، اللہ تعالیٰ کے بندے! قرآن مجید نے جو کچھ کہا، جب بات قرآن کی آ گئی تو ساری باتیں ختم ہو گئیں۔ میں آج قرآن مجید سے ثابت کروں گا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ تاریخ کہتی ہے کہ حضرت امیر

معاویہ نعوذ باللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتے تھے۔ تاریخ کہتی ہے کہ امیر معاویہ ﷜ ٹھیک نہیں تھے۔ میں کہتا ہوں کہ تاریخوں کو چھوڑو، تاریخیں تو بہت بعد کی ہیں، تاریخ تو ۱۵۰ سال کے بعد بنی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے، اتنے سالوں کے بعد لکھی گئی۔

مقامِ صحابیت پرکھنے کیلئے معیار

اور امیر معاویہ ﷜ کی موجودگی میں جو اللہ تعالیٰ کا قرآن اُترا، اس کا اعتبار کریں۔ یا ۱۵۰ سال بعد والی تاریخ کا اعتبار کریں؟ سیدھی بات ہے ایک اصولی بات۔

دوسری اصولی بات ہے کہ صحابی کو پرکھنے کا پیمانہ کیا ہے! صحابی کو ہم نے کیسے پرکھنا ہے؟ کسی صحابی کو ہم نے تولنا ہے اس کے لیے کون سا ترازو استعمال کریں۔ یہ اصول ہے کہ ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، ان میں سے ہر ایک کو ہم نے پرکھنا کیسے ہے؟ کیا صحابی کو پرکھنے کے لیے ہمیں تاریخ کا سہارا لینا چاہیے؟ یا ان کو پرکھنے کے لئے حضور ﷺ کی حدیث کا سہارا لینا چاہئے؟ یا ان کو پرکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے قرآن کا سہارا لینا چاہئے۔ ایک اصولی بات ہے۔ صحابی کا پرکھنا، صحابی کا تولنا کس ترازو میں ہے......

تاریخ کے ترازو میں؟......

قرآن کے ترازو میں؟......

حدیث کے ترازو میں؟......

مقامِ صحابیت تولنے کے لئے ترازو

یہ ہم نے ابھی فیصلہ کرنا ہے جب یہ فیصلہ ہو گیا تو اگلی بات آپ کو سمجھ میں آ جائے گی۔

سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم اور بزرگ اور مناظر گزرے ہیں، جنہوں نے اسلام کی حقانیت اور صحابہ کرام ﷡ کے دفاع میں بہت ساری کتابیں لکھی ہیں، تنظیم اہل سنت کے سربراہ تھے۔ انہوں نے اپنی ایک کتاب لکھی ہے ''اصحاب رسول''۔ شیعہ کی ایک کتاب ہے ''احباب رسول''، شیعہ نے صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم کے خلاف یہ کتاب لکھی۔ اس کے بعد اس کے جواب میں سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''اصحاب رسول بجواب احباب رسول'' اس کتاب کی ایک بات نقل کرتا ہوں۔ اور یہ کتاب مولانا نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے مجھے دی تھی کہ بیٹا تم مطالعہ کرنا۔ جب نئی نئی یہ چھپی تھی تو شاہ صاحب زندہ تھے، تو میں ان کی خدمت میں ملتان حاضر ہوا، تو انہوں نے شفقت فرمائی۔

اس میں ایک بات لکھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات یاد رکھیں، ایک ہوتا ہے عطر اور ایک ہوتی ہے کستوری، کوئی آدمی آپ سے کستوری کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں کستوری کو لے کر لکڑی کے ٹال پر تولنے جاتا ہوں۔ ایسے نہیں ہوتا۔

ایک آدمی اگر یہ کہے کہ یہ کستوری اس کو میں لکڑی کے ٹال پر تولوں گا تو سارے لوگ کہیں گے کہ یہ پاگل ہے، یہ احمق ہے، اس نے کستوری کی قدر نہیں پہچانی، تو کستوری کو بھی بھلا کوئی لکڑی کے ٹال پر تولتا ہے کہ لکڑی کے ٹال پر لکڑی تُل رہی ہے اور چیزیں تُل گئی ہیں۔ تو آپ کہیں کہ میں کستوری بھی لکڑی کے ٹال پر تولتا ہوں۔ تو جو آدمی کستوری کو لکڑی کے ٹال پر تولتا ہے وہ کستوری کا قدر شناس نہیں ہے۔ اس کو پتہ نہیں ہے کہ اس کی اہمیت کیا ہے۔ وہ کستوری سے واقف نہیں ہے اور جو آدمی کستوری سے واقف ہے۔ وہ کہے گا اس کے تولنے کے لیے جوہری کے پاس جائے، کسی قدر شناس کے پاس جائے اور جوہری کے ترازو میں تولے۔ تو شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثال کستوری کی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثال مُشک وعنبر کی ہے، جس طرح کستوری کو لکڑی کے ٹال پر نہیں تولا جاسکتا۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تاریخ کے ترازو پر نہیں تولا جاسکتا۔

تاریخ کا جو ٹال ہے اس پر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو نہیں تولا جا سکتا۔ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی مثال کستوری کی ہے، اور کستوری کو تولنے کے لیے جوہری کے پاس جانا چاہیے۔ اور جوہری یا اللہ کا قرآن ہے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو تولنے کے لیے اس قرآن وحدیث کے جوہری کی ضرورت ہے۔ یہ جوہری ہے۔

شیخ الاسلام کا فرمان

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے ایک بات لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کسی حدیث میں، صحیح حدیث میں کوئی ایسی روایت آئے کہ جو کسی صحابی کے خلاف جاتی ہو، اس حدیث کی تاویل کرنا واجب ہے۔ کیوں؟ صحابی کی شان اللہ تعالیٰ کا قرآن بیان کر چکا ہے۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث سے کسی صحابی کی نعوذ باللہ توہین نہیں، کسی صحابی پر حرف آتا ہو، تو ہم کہیں گے کہ اس حدیث کا یہ معنیٰ نہیں ہے جو اس کے خلاف جاتا ہے۔ بلکہ یہ معنیٰ ہے کہ جو حق میں جاتا ہے۔ حدیث کی تاویل کرنا از روئے شریعت واجب ہوگا کیونکہ قرآن پاک ساڑھے سات سو آیات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان بیان کر رہا ہے۔ تو جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان قرآن بیان کر رہا ہے تو پھر تاویل کرنا حدیث میں واجب ہے۔ اور پھر تاریخ کا کیا اعتبار رہا؟؟

تاریخ تو ۱۵۰ سال کے بعد بنی۔ قصے، کہانیاں اور سنی سنائی باتوں سے تاریخ بن گئی، اور اسی سے اب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تولنے کے لیے ہم تاریخ سے پوچھیں؟...... نہیں! ہم صحابہ کرام ؓ کے کردار کے لیے تاریخ سے نہیں پوچھیں گے، قرآن سے پوچھیں گے۔ اب میں آپ کے سامنے ایک ترازو لا رہا ہوں۔ ایک میزان مقرر کر رہا ہوں، ایک کشت پیش کر رہا ہوں۔ ایک معیار، ایک پیمانہ، ایک کسوٹی، ایک سانچہ، ایک ڈائی آپ کے سامنے کھولتا ہوں اور اس کے اندر ہم امیر معاویہ ؓ کو پرکھتے ہیں...... اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب ہم پرکھیں گے تو فیصلہ آپ نے کر کے بتانا ہے کہ جس معیار پر ہم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پرکھتے ہیں، کیا وہ صحیح ہے یا چودہ سو سال کے بعد تاریخ ہمارے سامنے آئی ہے۔ جو جھیڑے آئے ہیں۔ طبری اور مسعودی اور ابی مخنف جیسے شیعہ مؤرخوں کی لکھی ہوئی تاریخیں ہیں۔ امیر معاویہ ؓ کو اس پر پرکھیں، یا اللہ کے قرآن پر پرکھیں؟ کس پر پرکھنا چاہیے؟ (قرآن پر) صحابی کو کس پر پرکھا جائے؟ (قرآن پر) صحابی کو پرکھنے کے لیے قرآن ہے اور قرآن جو راستہ بتاتا ہے اس پر عمل کرنا چاہیے۔ اس کے لیے ایک آیت اور ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دو باتیں پیش کرتا ہوں۔

جو آیات میں نے خطبے میں تلاوت کی ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں۔ نو احادیث میں نے پیش کی ہیں۔ نو احادیث کے لئے میں نے تین کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ورنہ مشکوٰۃ میں ۱۲ احادیث، بخاری شریف میں ایک حدیث، ترمذی شریف میں ایک حدیث، لیکن میں نے نو احادیث ابھی آپ کو سنائیں۔ جو آیات پڑھی ہیں یہ سورۃ عبس وتولی کی ہیں۔ یہ تیسویں پارے کی سورت ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے چند آیات میں کاتبانِ وحی کا ذکر کیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی لکھنے والے، یعنی اللہ تعالیٰ کے قرآن کو لکھنے والے، ان کی کیا حیثیت ہے۔

حضرت معاویہ اور کتابتِ وحی

بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کے تیرہ کاتب تھے۔ ان تیرہ کاتبوں میں چھٹا نمبر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ اور کاتبانِ وحی میں پہلا نمبر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ اور دوسرا نمبر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ہے، اور تیسرا نمبر حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا ہے، چوتھا نمبر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہے، اس طرح یہ نمبر ہیں اور چھٹا نمبر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی ہیں اور کراچی کی گفتگو میں ایک شیعہ نے اعتراض کیا تھا کہ آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی کہتے ہیں۔ کیوں کہتے ہیں؟ میں نے کہا کہ اور کیا کہوں؟ اس نے کہا کہ ہماری جو تحقیق ہے، اس کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قرآن نہیں لکھا، بلکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے خطوط لکھتے تھے۔

میں نے کہا کہ پاگل کہیں کا، نبی ﷺ کا خط بھی وحی ہوتا ہے۔ پیغمبر ﷺ کا خط بھی وحی ہوتا ہے اور یہ بھی یاد رکھو، حضور ﷺ نے پوری دنیا کے بادشاہوں کے نام ۱۰۶ خطوط لکھوائے اور ان میں ۲۷ خطوط حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے تھے۔

ایک آدمی آڑھت پر منشی ہو تو اگر یہ پتہ چلے کہ یہ منشی خیانت کار ہے تو وہ مالک اسے منشی نہیں رکھتا، اور جس کو تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک لکھنے کے لئے رکھا وہ خیانت کار ہے؟ تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو وحی الٰہی کے لیے کاتب رکھا اس پر تنقید جائز ہوگئی؟ آڑھت کا منشی غلط ہو، ایک دن نہیں لگا لینا اور چار سال حضرت امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے، اور اللہ تعالیٰ کا قرآن لکھتے رہے۔ نبی ﷺ کے خطوط لکھتے رہے۔

اور آج کوئی آدمی بکواس کرے کہ تاریخ کہتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ غلط تھے۔ میں تاریخ کے چیتھڑوں کو پاؤں کی ٹھوکر سے اڑا دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید صحیح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان صحیح ہے۔ ان کے مقابلہ میں کسی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

عظمتِ معاویہ قرآن کی زبانی

میرے بھائیو قرآن کی جو آیات ہیں اس پر غور کریں کہ قرآن کہتا کیا ہے۔ قرآن کا ارشاد کیا ہے...... فی صحف مکرمۃ ...... قرآن پاک کے صفحات بڑے پاکیزہ...... فی صحف مکرمۃ ...... قرآن پاک کے صفحات بڑے عزت والے ہیں۔ قرآن عزت والے صفحے ہیں۔ اور آگے کیا فرمایا مرفوعۃ مطھرۃ مرفوع کہتے ہیں بلند کو، رفعت والے کو، بلندی والا...... قرآن کہتا ہے کہ یہ صفحات بلندی والے اور رفعت والے ہیں۔ پاکیزگی والے ہیں۔

قرآن کے صفحے عزت والے...... قرآن کے صفحے بلندی والے...... قرآن کے صفحے رفعت والے...... قرآن صحیفۂ انقلاب...... بلندی والا...... رفعت والا اور آگے کیا ہے، تیسری آیت میں فرمایا...... بایدی سفرۃ...... جن ہاتھوں نے قرآن لکھا وہ چمکنے والے ہیں۔ اگر صرف اتنی بات ہوتی کہ ہاتھ چمکنے والے تو آج دشمن یہ کہہ سکتا تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ تو ٹھیک تھے لیکن ان کی نیت صحیح نہیں تھی۔ (نعوذ باللہ) یا اُن کا دل ٹھیک نہیں تھا یا ان کا کردار ٹھیک نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ کو اس بد باطنی کا پتہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کو ان (دشمنوں) کی ذہنی خیانت کا بھی پتہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب بھی چودہ صدیاں پہلے دے دیا اور کہا بایدی سفرۃ کرام بررۃ...... کہ جن ہاتھوں نے قرآن لکھا وہ انسان روئے زمین کے سب سے بہترین انسان ہیں۔

عربی زبان میں کرام کا لفظ ہے، اکرام ایک لفظ ہے جس کا معنی ہے عزت کرنا۔ اور ایک ہوتا ہے کرام، اس کا معنی ہے بہت عزت والا، کرام اسم مبالغہ کا صیغہ ہے۔ علماء سے

پوچھو کہ کرام کا معنیٰ کیا ہے۔ جاؤ عربی لغت کھول کر دیکھو، اگر اکرم کا لفظ ہوتا اس کا معنیٰ بھی عزت والا، کرم کا لفظ ہوتا اس کا معنیٰ بخشش والا۔

لیکن یہاں لفظ نہ کرم کا ہے نہ اکرم کا ہے، یہاں لفظ ہے کرام کا، کرام کا معنیٰ کہ کائنات میں جتنے لوگ عزت والے ہیں، ان عزت والوں میں یہ تیرہ آدمی بطور امتیاز کے، بطور انتخاب کے ممتاز ہیں، نمایاں ہیں، دنیا کے سب سے اچھے لوگ ہیں۔

کائنات کے جو اچھے لوگ ہیں ان میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا چھٹا نمبر ہے، تو یہ بات تاریخ نے نہیں کہی، یہ بات تو اللہ تعالیٰ کے قرآن مجید نے کہی ہے۔

لاؤ ترازو...... لاؤ پیمانہ...... لاؤ کسوٹی...... لاؤ معیار...... معیار کیا ہے؟...... اس ترازو میں، میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لاتا ہوں اور دوسری طرف میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ قرآن کی آیت کرام بررۃ کو رکھتا ہوں۔ اب تم فیصلہ کرو کہ ایک طرف کرام بررۃ ہو اور ایک ترازو والا ؤ، ایک میزان قائم کرو، اور اس میزان میں ایک طرف یہ لفظ رکھے کرام بررۃ یہ لفظ لکھے، اور دوسری طرف چودہ سو سال کی تاریخیں رکھیں۔

ایک طرف کرام بررۃ...... ایک طرف ساری دنیا کی تاریخیں......

فیصلہ میں تم پر چھوڑتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بہترین انسان کہتا ہے۔ اور ڈیڑھ سو سال بعد لکھی جانے والی تاریخ ان پر تنقید کرتی ہے...... بتاؤ کرام بررۃ کا پلڑا جھک جائے گا یا نہیں؟...... کیوں! کرام میرا لفظ نہیں، یہ تیرا لفظ نہیں، یہ لفظ اس پروردگار کا ہے جو معاویہ رضی اللہ عنہ کی نیت سے بھی واقف تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارادوں سے بھی واقف تھا۔

قرآن کہتا ہے...... بایدی سفرۃ...... جن ہاتھوں نے قرآن لکھا، بایدی، ید کی جمع ہے "ید" ہاتھ کو کہتے ہیں، سفرۃ کا معنیٰ چمکنے والا، چمکنے والا ہاتھ، جس ہاتھ کو اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید چمکنے والا کہے، اس کو کوئی بدفطرت خیانت کار کہے، کوئی مؤرخ اس پر تنقید کرے، کوئی مصنف اسے برا کہے، میں اس کی ساری تحقیق کو گندی ٹوکری کی نذر کردوں گا اور کرام بررۃ کی عظمت کو سینے سے لگالوں گا۔

اللہ اللہ ترازو...... لاؤ پیمانہ...... لاؤ معیار...... صحابی کو میں تاریخ کے ترازو پر نہیں تول

سکتا۔ میں صحابی کو قرآن کے ترازو پر تولتا ہوں۔ صحابی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے ترازو پر تولتا ہوں۔ تو تاریخ کی بات کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید کی ایک آیت کا مقابلہ نہ تورات کر سکتی ہے...... نہ انجیل کر سکتی ہے...... نہ زبور کر سکتی ہے...... ۱۲۷ صحیفے بھی نہیں کر سکتے...... جبکہ قرآن خود کہتا ہے:

ذالک مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجیل......

میرے تو وہ صحابہ ہیں جن کی عظمتوں کے پھریرے میں نے تورات میں بھی لہرا دیے، میں نے انجیل میں بھی لہرا دیے، تم تاریخوں کی بات کرتے ہو، میں اللہ تعالیٰ کے قرآن کی بات کرتا ہوں۔

فی صحفٍ مکرمة مرفوعةٍ مطهرةٍ بایدی سفرةٍ...... انہی کی تعریف میں ایک اور آیت سناتا ہوں، قرآن کا لفظ ہے۔

تین طبقات کا ذکر

والسابقون الاوّلون من المهاجرین والانصار......

اسلام میں مقام سب سے پہلے جن لوگوں کا ہے وہ مہاجرین ہیں، ان کی تعداد ۱۱۴ ہے، جنہوں نے مکے سے مدینہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور انصاریوں کی تعداد ایک لاکھ سے زائد ہے۔ وہ انصار ہیں جنہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں سہارا دیا۔ وہ بھی بہت بڑی تعداد میں ہیں۔

ایک طبقہ مہاجرین کا...... ایک طبقہ انصار کا...... تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مہاجرین میں داخل نہیں، اس وقت کلمہ نہیں پڑھا تھا۔ انصار میں بھی داخل نہیں۔ اس لیے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے اس وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ لیکن اسی آیت میں ایک تیسرے طبقے کا ذکر ہے۔ اور وہ طبقہ کون سا ہے؟......

والذین اتبعوهم ...... کہ جس تیسرے طبقے نے ان دونوں کی پیروی کی، وہ تیسرا طبقہ ہے اور ان تینوں کے بارے میں قرآن نے کہا رضی اللّٰہ عنهم ورضوا عنه......

صرف مہاجرین کو رضی الله عنهم ورضوا عنه نہیں کہا......

صرف انصار کو رضی اللہ عنہم نہیں کہا......

بلکہ فرمایا...... والذین اتبعوھم...... جنہوں نے ان دونوں کی پیروی کی ان سے بھی عرش پر خدا راضی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے راضی ہو جائے اور چوڑا کہے کہ میں ناراض ہوں، تو اس کی اس بات پر غور کیا جا سکتا ہے؟...... (نہیں!)

میرے بھائیو! قرآن پاک نے جو شان، جو عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کی ان آیات کریمہ میں رکھی ہے، اس کی مثال کوئی پیش نہیں کر سکتا۔ یہ ہے قرآن کی ایک آیت کہ ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کس کسوٹی میں پرکھنا چاہتے ہیں اور یہ کسوٹی قرآن ہے۔ یہ ترازو قرآن ہے۔

اب کوئی شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی بات کہے، اس کو کہو کہ بات ختم ہو گئی۔ ہم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تاریخ کے حوالے سے نہیں دیکھنا۔ ہم نے تو قرآن کے حوالہ سے دیکھنا ہے۔

جو آدمی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بات کرے، اس کو کہو کہ بتاؤ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی وحی کے کاتب تھے یا نہیں؟

وہ کہے گا کہ کاتب تھے۔

تو اس کو کہو کہ قرآن نے کہا، کرام بررۃ...... قرآن کہتا ہے کہ جو کاتبانِ وحی ہیں ان سے اچھا آدمی کوئی نہیں۔ وہ روئے زمین کے بہترین آدمی ہیں۔ کرام کے معنی بہت عزت والے، اور بررۃ کا معنی پوری انسانیت، بررۃ انسانوں کو کہتے ہیں عربی میں۔ پوری انسانیت میں ان تیرہ آدمیوں کو منتخب کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے، اور انتخاب کر کے فرمایا یہ سب سے عزت والے لوگ ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے جنت کی خوشخبری

اب ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کے ہاں دوپہر کے وقت آرام فرماتے تھے مکہ مکرمہ میں، اس حدیث میں سمندر بند ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں، حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں دوپہر کے

وقت، اُٹھے تو حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھا، تو مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چمک رہا ہے، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہیں۔

میں نے دیکھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بڑے خوش ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آج آپ بڑے خوش نظر آ رہے ہیں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُم ہانی! تجھے نہیں پتہ ابھی میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری اُمت کے کچھ لوگ سمندروں میں اسلام کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ یہ بات کہاں فرمائی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ بات فرمائی کہ میں نے ابھی خواب دیکھا کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندروں میں اسلام کی جنگ لڑ رہے ہیں، یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب سمندر میں بحری جہاز بھی نہیں تھا۔ کشتی بھی نہیں تھی، سمندر میں کیا چلتا تھا؟ اور تصور یہ تھا کہ کشتی یا جہاز ہو تو سفر ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذہن میں اسلام کے غلبے کا فکر تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ بات فرمائی کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میری امت کا ایک لشکر سمندروں میں اسلام کی جنگ لڑ رہا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور یہ بات بخاری شریف میں ہے، یہ کسی جھوٹی کتاب میں نہیں ہے، بخاری شریف کی بات سنا رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو الفاظ فرمائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اوّل جیش یغزوا البحر فقد اوجبوا...... اس وقت آپ نے نیند سے بیدار ہو کر فرمایا کہ جو لشکر سمندروں میں اسلام کی جنگ لڑے گا اس پر جنت واجب ہو چکی ہے۔

اور یہ بات میرے اور تیرے سامنے نہیں فرمائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے فرمائی اور یہ بات کسی جھیڑے میں نہیں آئی۔ یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض ترجمان سے الفاظ نکلے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیے۔ یہ کوئی چھوٹی سی بات ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... اوّل جیش...... پہلا لشکر، جو اسلام کی جنگ کے لیے سمندروں میں اُترے گا، میں محمد آج اعلان کرتا ہوں ان پر جنت واجب ہو چکی ہے...... اوّل جیش یغزوا البحر فقد اوجبوا...... جنت واجب ہو گئی۔

اس محفل میں ایک لڑکی بیٹھی تھی۔ اس لڑکی کا نام اُم حرام رضی اللہ عنہا ہے۔ اس لڑکی کی عمر ۹ سال تھی۔ جب اس لشکر کے لیے وجوبِ جنت کا اعلان کیا، تو اس بچی سے رہا نہ گیا۔ اس نے کہا کہ یارسول اللہ! میرے لیے دعا کریں کہ میں بھی ان لشکر میں شریک ہوں۔ اس نو سالہ بچی نے کہا، اس بچی کا نام اُم حرام تھا، یہ بات ختم ہوگئی۔ کسی کو خیال بھی نہ آیا یہ کیسے ہوگا۔

حدیث میں آتا ہے۔ اُم حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہجرت ہوئی۔ ہم مکہ سے مدینہ چلے گئے۔ ہمیں یقین تھا کہ صادق ومصدوق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کبھی غلط نہیں ہوگی۔ قیامت نہیں قائم ہوگی، عزرائیل میرے پاس نہیں آئے گا، جب تک میں اس جنگ میں شریک نہیں ہوں گی۔ کیونکہ فرمان رسول اللہ ﷺ کا تھا۔

اُم حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہے کہ میں مدینہ میں پہنچی اور وہاں میرا نکاح ایک صحابی سے ہوا، جن کا نام حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ہے، مدینہ منورہ میں ان سے نکاح ہوا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نکاح پڑھایا۔ ہمیں علم ہی نہیں کہ ابھی کیا واقعہ ہوگا۔

کچھ سالوں کے بعد میرے نکاح کے، اولاد بھی اللہ نے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بھی چلے گئے۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ آئے وہ بھی چلے گئے، لیکن میرے سامنے چڑھتے سورج کی طرح یہ بات یقینی تھی کہ جب تک میں اس جنگ میں شریک نہیں ہوں گی اس وقت تک میری موت نہیں آئے گی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا، کچھ سال گزر گئے تو میرے کانوں نے یہ آواز مدینہ میں سنی کہ ایک آدمی مدینہ کی گلیوں میں اعلان کررہا تھا، مدینہ کے لوگو! ملک شام میں ایک لشکر بحری جہازوں پر مشتمل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تیار کیا ہے، اور سمندروں میں اسلام کی جنگ ہونے والی ہے۔ اس لشکر میں جو جانا چاہتا ہے جو جنت کا طلب گار ہے وہ اس لشکر میں شریک ہوجائے۔ کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:..... **اوّل جیش یغزوا البحر فقد اوجبوا**...... جو آدمی پہلی بحری اسلامی لڑائی میں شریک ہوگا اس پر جنت واجب ہوگئی ہے۔

اُم حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہے کہ جب میرے کانوں نے یہ بات سنی، میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ سارے کام چھوڑ دو، سارے کاروبار چھوڑ دو جنت حاصل کرنے کا وقت آ چکا ہے۔ میں نے سامان باندھا، سواریاں تیار کیں اور جب ہم ملکِ شام پہنچے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تختِ خلافت پر بیٹھے تھے اور میں نے امیر معاویہ ﷺ سے کہا کہ امیر المومنین اے امیر معاویہ! اے گورنرِ شام! یہ حدیث جو میرے رسول ﷺ نے فرمائی، اس کی میں راوی ہوں...... اوّل جیش یغزوا البحر فقد اوجبوا...... میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے جنت کے وجوب کا ٹکٹ دیا ہے۔ سارے لوگ مجمع میں دھاڑیں مار کر رونے لگے۔ اور ستر بحری جہاز حضرت امیر معاویہؓ نے بحرِ اوقیانوس میں اتار دیئے۔ اور ستر بحری جہازوں میں سات سو قرآن کے قاری تھے۔ ستر ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، جنہوں نے سمندروں میں اتر کر قسطنطنیہ کے سمندر میں اتر کر یورپ کے دروازے پر محمد ﷺ کا اسلام پہنچایا۔ اور جب وہ لشکر سمندر میں اترا تو پاپائے روم نے کہا کہ اسلام کو عرب سے نکال کر عجم تک عمر فاروقؓ نے پہنچایا اور عجم سے نکال کر اب یورپ تک معاویہ بن ابی سفیانؓ نے پہنچایا۔

اگر یہ لشکر یہاں سے چلا سمندر کا سینہ چیر دیا گیا۔ تو اسلام کو دنیا کی کوئی طاقت روک نہ سکے گی، پھر دنیا نے دیکھا کہ یہ ام حرام رضی اللہ عنہا بھی اس لشکر میں شریک ہے۔ اس کا خاوند عبادہ بن ثابتؓ یہ بھی اس لشکر میں شریک ہے۔

اور یہ لشکر چلا تو ام حرام رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اور سمندر کے کنارے پر ام حرام رضی اللہ عنہا کی قبر بنی اب تم بتاؤ، میرے پیغمبر ﷺ کی حدیث جس عورت نے سنی وہ دھاڑیں مار مار کر روتی تھی کہ اس لشکر پر جنت واجب ہو چکی ہے۔

قرآن کہے...... کرام بررۃ...... میرے پیغمبر ﷺ فرمائیں...... اول جیش یغزو البحر فقد اوجبوا...... مجھے بتاؤ کہ میں قرآن وحدیث کے ترازو کے مقابلہ میں امیر معاویہؓ کی عظمت کے بارے میں کسی تاریخ کو کیسے اٹھاؤں۔

حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ کی اس عظمت کو کائنات میں کوئی نہیں پا سکتا۔ حضرت معاویہؓ نے اس لشکر میں ستر ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کو شامل کیا۔ سات سو قرآن کے

قاری بھی تھے۔

انگریز مؤرخ کا اعتراف عظمت:

اور ایڈورڈ گبن نے اپنی انگریزی کی تاریخ میں لکھا ہے کہ معاویہ ابن سفیانؓ واحد آدمی ہے کہ جس نے اسلام کے لیے سمندروں میں جنگ لڑی، اور بحری لشکر اسلام کا بنایا۔ اور ساڑھے سترہ سو بحری جہاز امیر معاویہؓ نے تیار کیے۔ جس میں سے ستر ایک طرف، سو ایک طرف، دو سو ایک طرف اور تین سو جزیروں میں سات سو قرآن کے قاری، اس کے علاوہ تھے۔

اور ان قاریوں کو کہا کہ تمہارے بچوں کو وظیفہ حکومت دے گی تم نے واپس نہیں آنا۔ تمہارا کام کیا ہے کہ جس جزیرے میں تمہارا جہاز اترے، تم نے اس میں اتر جانا ہے اور جزیروں میں اللہ کا قرآن اور نبی ﷺ کا فرمان پہنچانا ہے۔

میرے بھائیو! حضرت معاویہؓ کی اس عظمت کو اور اس بلندی کو کہ تین سو جزیروں میں اللہ کا قرآن پہنچانے والا حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ ہے۔

اور قرآن کا یہ ارشاد ہے..... ان علینا جمعهٗ و قرانهٗ..... کہ قرآن کو جمع کرنا، قرآن کو عام کرنا یہ میرے نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذمہ ہے۔

اب آپ مجھے بتائیں کہ حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن جمع کیا۔ قرآن عام کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قرآن جمع کیا۔ عثمان غنیؓ نے قرآن کے نسخے تیار کر کے پوری دنیا میں پھیلائے اور حضرت معاویہؓ نے تین سو جزیروں میں، جو خدا کے اسلام اور فرمان سے کوئی آشنا نہیں تھا۔ وہاں قرآن کے سات سو قاری بھیجے اور ان کے بیوی بچوں کے لیے وظیفے مقرر کیے۔ اور پوری دنیا میں محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کا ڈنکا بجا دیا۔

عظمت معاویہ بزبانِ رسالت:

میرے بھائیو! پیغمبر ﷺ کی ایک اور حدیث سماعت فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا..... یبعث اللہ معاویۃ یوم القیمۃ وعلیہ رداء من نور الایمان ..... کہ قیامت میں معاویہؓ اللہ کی عدالت میں ایسے پیش ہوگا کہ ان کے چہرے پر نور ایمان کی

چادر ہوگی۔

حضور ﷺ کی ایک حدیث ہے...... صاحب السری معاویہ...... معاویہؓ میرا رازدان ہے...... من احبہ فقد نجیٰ...... ومن ابغضہ فقدھلک...... جس نے معاویہؓ سے محبت کی وہ نجات پائے اور جس نے معاویہؓ سے بغض رکھا وہ ہلاک ہوا۔

حضور ﷺ نے فرمایا...... اللھم علمہ الکتاب والحساب وقہ العذاب...... اے اللہ! معاویہؓ کو کتاب بھی سکھا، حساب بھی سکھا اور دوزخ کے عذاب سے بھی بچا۔

حضور ﷺ نے فرمایا...... اللھم اجعل معاویۃ ھادیا مھدیا ...... اے اللہ! معاویہؓ کو ہادی بھی بنا مہدی بھی بنا۔

حضرت معاویہؓ کی سیدنا علیؓ سے محبت:

جب حضرت علی المرتضیٰؓ کی شہادت کی خبر حضرت امیر معاویہؓ کو ملی تو حضرت معاویہؓ شام میں تھے۔ کھانا چھوڑ دیا، کھانا چھوڑ کر رونے لگے اور رو کر کہا کہ علی المرتضیٰؓ کے قدم آل ابوسفیان سے بہتر ہیں۔ تم کہتے ہو کہ حضرت امیر معاویہؓ حضرت علیؓ کو گالی دیتے تھے۔ یہ روافض کی تاریخ ہے۔ کوئی گالی کا تصور نہیں، بلکہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی شان میں مشاعرہ کرایا۔

صواعق محرقہ کتاب اٹھا، یا ابن حجر مکی کی کتاب ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے مشاعرہ کرایا اور مشاعرے میں جو شاعر حضرت علیؓ کی زیادہ شان بیان کرتا، تو حضرت معاویہؓ چومتے اور کہتے خدا کی قسم حضرت علیؓ اس سے بھی اچھے تھے۔ حضرت علیؓ اس سے بھی بہتر تھے۔

حضرت علیؓ کا ملک شام میں استقبال:

حضرت علیؓ کے خصوصی خادم ملک شام گئے۔ حضرت معاویہؓ ان کا استقبال کرنے کے لیے باہر آئے اور جب کھانے کا وقت آیا تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا۔ علیؓ کی شان بیان کرو، تو خادم حضرت علیؓ کی شان بیان کرنے لگے۔ تو حضرت امیر معاویہؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

قاتلانِ عثمان کے سلسلہ میں اختلاف:

حضرت امیر معاویہؓ کا حضرت علی المرتضیٰؓ سے قاتلان عثمانؓ کے سلسلہ میں اختلاف ہوا۔ تو اس وقت قیصر روم نے خط لکھا۔ حضرت امیر معاویہؓ کو کہ مجھے معلوم ہے کہ علیؓ تجھ پر چڑھائی کرنا چاہتا ہے۔ علیؓ تیرے خلاف ہے۔ اگر مجھے حکم ہو تو میں تیری مدد کروں، تو اس کے جواب میں حضرت معاویہؓ نے جو خط لکھا وہ بھی تاریخوں میں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے رومی بادشاہ کو لکھا۔ اور خط کا عنوان یہ ہے، جب مدد کے لیے کہا!

''او روم کے کتے، اگر تو نے میرے چچازاد بھائی علیؓ کی طرف میلی آنکھ سے دیکھا تو میں تیرے روم کو جلا ہوا کوئلہ بنا دوں گا۔''

یہ حضرت امیر معاویہؓ کا وہ قول ہے کہ جو تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ چند روافض کی لکھی ہوئی تاریخوں سے امیر معاویہؓ کے تقدس کو مجروح نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت معاویہؓ کی خدمات اور قربانیوں سے اسلامی تاریخ بھری ہوئی ہے، لیکن ایک مخصوص طبقے نے شیعیت کو پھیلانے کے لیے، رافضیت کو جنم دینے کے لیے حضرت معاویہؓ کے خلاف باتیں لکھی ہیں، جبکہ میں نے قرآن و حدیث کی روشنی میں حضرت معاویہؓ کے تقدس کو آپ کے سامنے رکھا۔

یہودی عالم کا نظریہ:

برطانیہ کے پچھلے سفر میں برمنگھم سے مانچسٹر جاتے ہوئے ٹرین میں ایک یہودی سے میری ملاقات ہوئی اور جب میں نے اس سے گفتگو شروع کی۔ وہ بہت بڑا عالم تھا تورات کا، اپنے آپ کو حافظ کہتا تھا۔ انجیل کا بھی حافظ کہتا تھا اور قرآن کے چودہ سپارے بھی اس کو یاد تھے میں نے جب گفتگو کی تو میں نے اس سے ایک عجیب بات پوچھی، اس کا نام مارٹن تھا۔ میں نے اسے کہا مسٹر مارٹن! یہ بتاؤ کہ اسلام میں تمہیں کوئی اچھی چیز نظر آئی۔ اس کا جواب یہ تھا کہ اسلام میں کوئی اچھی چیز نہیں۔ یہ اس کا جواب تھا۔ میں نے کہا کہ اسلام کی اچھائیوں کو دنیا کے بڑے بڑے دشمن مان چکے ہیں۔ تم کہتے ہو کوئی اچھائی نہیں۔ میں نے کہا کہ چلو اسلام میں کوئی اچھا آدمی آپ کو نظر نہیں آیا۔ اسلام میں آپ سب سے

اچھا کس کو سمجھتے ہیں؟ اور سب سے برا کس کو سمجھتے ہیں؟ تو اس یہودی کی بات سن کر میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ اس نے کہا کہ اسلام میں اچھا تو کوئی آدمی بھی نہیں، لیکن ایک آدمی کچھ اچھا ہے۔ میں نے کہا وہ کون؟ کہنے لگا وہ علی ابن طالب، وہ علیؓ ہیں۔

میں نے کہا حضرت علیؓ کو جس پیغمبر ﷺ کی وجہ سے عظمت ملی کیا وہ پیغمبر ﷺ اچھا نہیں؟ اس نے کہا! علیؓ اس نبی ﷺ کی وجہ سے اچھے نہیں۔

میں نے کہا چلو حضرت علیؓ کچھ اچھے ہیں۔ کوئی آدمی اسلام میں بہت برا بھی آپ کو نظر آیا؟ اس نے کہا اسلام میں تو سارے ہی آدمی برے ہیں۔ لیکن ایک آدمی بہت برا ہے۔ میں نے کہا وہ کون؟ کہنے لگا وہ معاویہؓ!

میں نے اس سے کہا کہ علیؓ کو تم کہتے ہو کہ کچھ اچھا ہے اور معاویہؓ کو کہتے ہو کہ یہ بہت ہی برا ہے۔ تو اس کا جو جواب تھا وہ بڑا حیرت انگیز تھا۔ اور ہمارے پڑھے لکھے لوگوں کے سمجھنے کے لائق تھی وہ بات۔ اس نے کہا کہ علیؓ کچھ اچھا اس لیے ہے کہ اس کے دور میں ایک انچ زمین فتح نہیں ہوئی۔ اس کے دور خلافت میں مسلمانوں کا باہمی اختلاف رہا۔ جس کی وجہ سے زمین کوئی فتح نہیں ہوئی۔ جب کوئی زمین فتح نہیں ہوئی تو اس کا مطلب ہے کہ وہ کچھ اچھا ہے اور معاویہؓ سب سے برا اس لیے ہے نعوذ باللہ کہ امیر معاویہؓ نے چن چن کر یہودیوں کو قتل کیا اور جو یہودی جنگ خیبر کے بعد سے مدینہ کی ریاست سے بے گھر ہوئے چودہ سو سال تک وہ پوری دنیا میں در بدر پھرتے رہے۔ بالآخر ۱۹۴۸ء میں ان کو اسرائیل کی ایک چھوٹی سی ریاست ملی جہاں آ کر انہوں نے حکومت قائم کی۔ یہ ساڑھے تیرہ سو سال جو یہودی در بدر پھرتا رہا یہ سارا قصور معاویہ بن ابی سفیانؓ کا تھا۔ لیکن آپ دیکھو یہاں پر تو ایک یہودی حضرت معاویہؓ سے دشمنی کی وجہ یہ بیان کرے کہ اس نے دنیائے کفر کا جنازہ نکالا...... اور ایک سنی طبری کا حوالہ دے...... ابن ہشام کا حوالہ دے...... ابن ابی مخنف اور کلبی کا حوالہ دے...... حضور علیہ السلام کی وفات کے تین سو سال کے بعد بنو عباس کی طرف سے بنو امیہ کی دشمنی میں ترتیب دی جانے والی تاریخ کا سہارا لے کر امیر معاویہؓ کو کوئی برا کہے...... فاسق و فاجر کہے...... ان کے دور کو ظالمانہ کہے...... اور ان کے دور کو چنگیزی دور کہے۔ اس سے بڑا جھوٹ دنیا میں کوئی نہیں۔

میرے دوستو! میں نے قرآن کی آیت کی روشنی میں حضرت معاویہؓ کی شان بیان کی۔ میں نے پیغمبر ﷺ کی حدیث کی روشنی میں حضرت معاویہؓ کی شان بیان کی۔ اسی طرح ایک کراچی کا مؤرخ اٹھا۔ اس نے کہا کہ تاریخ کہتی ہے کہ حضرت معاویہؓ غلط تھے۔ کراچی کا مؤرخ بھی حوالہ تاریخ کا دے کر علیؓ کے خلاف لکھے، حضرت حسنؓ کے خلاف لکھے، حضرت حسینؓ کو باغی لکھے اور ایک لاہور کا مؤرخ ہے وہ تاریخ کا حوالہ دے کر حضرت معاویہؓ کو مجرم لکھے، عمرو بن عاصؓ کو مجرم لکھے ... کراچی کا مؤرخ بھی میرے سامنے تاریخ پیش کرے...... لاہور کا مؤرخ بھی میرے سامنے تاریخ پیش کرے...... جو تاریخ سو سال بعد لکھی گئی...... اس تاریخ کا حوالہ لے کر میں علیؓ کو برا کہوں ... اس تاریخ کا حوالہ لے کر میں معاویہؓ کو برا کہوں...... اور میرا قرآن سات سو آیتوں میں کہتا ہے ...... سارے صحابہ رضی اللہ عنہم جنتی تھے...... قرآن و حدیث کے مقابلہ میں ساری تاریخوں کو، سارے چیتھڑوں کو، ساری کتابوں کو گندی ٹوکری میں پھینکا جا سکتا ہے۔ کسی صحابیؓ پر کسی دھبے اور داغ کو برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

نوٹ:۔ موضوع میں جامعیت کے لیے حضرت فاروقی شہید کی جامع مسجد محمدیہ سمندری کی تقریر سے اقتباس پیش خدمت ہے۔

بنوامیہ اور بنوعباس کی رشتہ داریاں:

حضور ﷺ کے ایک جدامجد تھے جس کا نام ہے عبد مناف، عبد مناف کے دو بیٹے تھے۔ ایک بیٹے کا نام امیہ تھا۔ اور دوسرے بیٹے کا نام ہاشم تھا۔ امیہ کی اولاد کو بنوامیہ کہتے ہیں۔ اور ہاشم کی اولاد کو بنو ہاشم یا بنوعباس کہتے ہیں۔ یہ دو خاندان ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم میں۔ یہ تاریخ اسلام کے دو بڑے خاندان ہیں۔

ایک بنوامیہ کا خاندان

اور ایک بنوعباس کا خاندان

حضور ﷺ کی پیدائش ہوئی بنو ہاشم میں، اور حضرت عثمانؓ اور حضرت معاویہؓ کی پیدائش ہوئی بنوامیہ میں، خاندان تبدیل ہو گئے۔ لیکن جدامجد ایک ہے۔

تاریخ کی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ بنوامیہ اور بنوعباس کا شروع سے اختلاف تھا۔ جس طرح خاندانی رقابت ہوتی ہے۔ یہ غلط بات ہے کہ بنوامیہ اور بنوعباس کا شروع سے اختلاف تھا۔ میں ایسی تحریر کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ اس لیے کہ شواہد ہمیں بتاتے ہیں کہ بنوامیہ اور بنوعباس کا شروع سے کوئی اختلاف نہیں تھا۔ اس لیے کہ بنوعباس کی رشتہ داری بنوامیہ سے تھی۔ اور بنوامیہ کی رشتہ داری بنوعباس سے تھی۔

حتیٰ کہ آپ دیکھتے کہ حضور ﷺ کی دو پھوپھیاں تھیں۔ ایک پھوپھی کا نام ہے صفیہ بنت عبدالمطلب، اور ایک پھوپھی کا نام ہے بیضاء بنت عبدالمطلب، حضور ﷺ کی یہ دونوں پھوپھیاں بنوامیہ کے لوگوں کے نکاح میں گئیں۔ یعنی ایک قریظ بن ربیع کے نکاح میں گئی اور ایک حارث کے نکاح میں گئی۔ حارثؓ کے نکاح میں جو صفیہ گئیں اور قریظ ابن ربیع کے نکاح میں بیضاء بنت عبدالمطلب گئی۔ یہ اس لیے بنوامیہ کی لڑکیاں بنوعباس کے خاندان میں گئیں کہ ان دونوں خاندانوں کا کوئی اختلاف نہیں تھا۔

اگر دونوں کی لڑائی شروع سے ہوتی۔ دونوں کا اختلاف شروع سے ہوتا۔ دونوں کی جنگ شروع سے ہوتی۔ تو حضور ﷺ کی پھوپھیاں بنوہاشم کی لڑکیاں بنوامیہ کے خاندان میں کیوں بیاہی جاتیں۔ اختلاف نظر آتا ہے؟ (نہیں)

ہاشم کے لڑکے کا نام عبدالمطلب ہے۔ عبدالمطلب کے بیٹے کا نام عبداللہ ہے۔
عبداللہ کے لڑکے کا نام محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔

اور اسی طرح امیہ کے لڑکے کا نام حرب ہے۔ حرب کے لڑکے کا نام صخر ہے۔ صخر کو ابوسفیان کہتے ہیں۔ صخر کے لڑکے کا نام معاویہ بن ابوسفیانؓ ہے۔ یہ خاندان ہے۔
امیہ کے لڑکے کا نام حرب ہے اور حرب کی آگے اولاد ہے۔ اس اولاد میں ایک لڑکے کا نام صخر ہے۔ ایک لڑکے کا نام عفان ہے۔ ایک لڑکے کا نام حکم ہے۔ یہ تین لڑکے ہوئے۔
ایک لڑکا صخر ہے...... ایک لڑکا عفان ہے...... ایک لڑکا حکم ہے...... صخر کے لڑکے کا نام امیر معاویہؓ ہے اور حکم کے لڑکے کا نام مروان ہے۔ اور عفان کے لڑکے کا نام عثمان ہے۔ یہ خاندانوں کی محبت ہے۔

یعنی عبدمناف جدامجد ہے۔ عبدمناف حضور ﷺ کے بھی دادا ہیں۔ اور

امیر معاویہؓ کے بھی دادا ہیں۔ عبد مناف حضور ﷺ کے بھی دادا ہیں اور حضرت عثمانؓ کے بھی دادا ہیں۔ عبد مناف حضور ﷺ کے بھی دادا ہیں اور مروان کے بھی دادا ہیں۔ ابوسفیان کے بھی دادا ہیں۔ اس رشتے کو ذہن میں بٹھائیں اور گہری نظر سے ان واقعات پر غور کریں۔ تاکہ آپ کو اسلام کی ساری تاریخ سمجھ میں آجائے۔

حضور ﷺ کے بنوامیہ کے خاندان سے بڑے تعلقات تھے۔ اس تعلق کی یہ بھی نشانی ہے کہ حضور ﷺ کی چار صاحبزادیوں میں سے تین صاحبزادیاں بنوامیہ کے خاندان میں گئیں۔ مثلاً حضور ﷺ کی بڑی صاحبزادی کا نام ہے زینب، ان کا نکاح ابوالقاسم ربیع ابن اموی کے ساتھ ہوا۔ اور قاسم ابن ربیع اموی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں۔ یہ بھی بنوامیہ میں سے تھے۔

اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی دوسری صاحبزادی ہیں۔ ان کا نکاح حضرت عثمان غنیؓ سے ہوا۔ وہ بھی بنوامیہ میں۔ اور جب رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا تو ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی عثمان غنیؓ سے ہوا۔ وہ بھی بنوامیہ میں۔

تو پیغمبر ﷺ کی چار بیٹیوں میں تین بیٹیاں بنوامیہ کے نکاح میں گئیں۔ دو پھوپھیاں بنوامیہ کے نکاح میں گئیں۔

حضور ﷺ کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنوامیہ میں سے...... حضور ﷺ کی بیوی میمونہ بنت حارث بنوامیہ میں سے...... حضور ﷺ کی بیوی ام حبیبہ بنت ابوسفیان بنوامیہ سے...... پیغمبر ﷺ کی بیویاں بنوامیہ میں سے، نبی ﷺ کی لڑکیاں بنوامیہ کے گھر میں، پیغمبر ﷺ کی پھوپھیاں بنوامیہ کے گھر میں، ان رشتوں کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ بنوامیہ اور بنوعباس کا اختلاف ہے۔ جو ان خاندانوں کے اختلاف کا ذکر کرتا ہے۔ حقیقت میں وہ پیغمبر ﷺ کی رشتہ داری سے واقف نہیں، نبی ﷺ کی محبت سے واقف نہیں، حضور ﷺ کے ساتھ بنوامیہ کی رشتہ داری ہے۔ بنوامیہ سے تعلق ہے۔

اسلام کی پوری تاریخ میں یہ خاندان بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان دونوں خاندانوں میں، بنوہاشم کے خاندان میں ابوجہل آیا۔ ابولہب آیا۔ بڑے بڑے کافر آئے۔

اور بنوامیہ کے خاندان میں بھی بڑے بڑے کافر آئے اس کا کوئی انکار نہیں کر

سکتا۔ لیکن بنو امیہ کے سب سے بڑے کافر نے جس کا نام ابوسفیانؓ ہے اس نے تو محمد مصطفیٰ ﷺ کا کلمہ پڑھ لیا۔ لیکن ابوجہل نے تو کلمہ نہیں پڑھا۔ ابولہب نے تو کلمہ نہیں پڑھا۔ یہ تو بنو ہاشم سے تھا۔

حضور ﷺ کے دور میں دونوں خاندانوں میں کافر بھی تھے اور مسلمان بھی تھے۔ بہت سارے لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں آکر مسلمان ہو گئے۔ کئی مسلمان نہیں ہوئے۔

لوگوں کو سونے سے تشبیہ آقا کی زبانی:

اور حضور ﷺ کی ایک حدیث ہے۔ حضور نے فرمایا..... الناس معادن او کمعادن الذهب والفضة خيارهم في الجاهلية خيارهم في الاسلام......

(بخاری ج ا ص ۹۴۶)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کی مثال سونے کی کان کی ہوتی ہے۔ جس طرح سونا کان کے اندر ہوتا ہے۔ تو وہ اتنا ہی قیمتی ہے جب کان سے باہر نکل کر زیور بنتا ہے۔ اتنا ہی قیمتی ہوتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ جو لوگ کفر میں خاندانی تھے۔ وہ اسلام میں بھی خاندانی تھے۔ جو کفر کی حالت میں نسب والے تھے۔ وہ اسلام میں آکر بھی اعلیٰ نسب والے ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔ ابوسفیان اگر کفر میں سردار تھا تو ابوسفیان جب اسلام میں آیا تو تب بھی سردار ہے۔ عمر فاروقؓ جب کفر میں بڑا تھا۔ جب محمد ﷺ کا کلمہ پڑھا تو اس وقت بھی بڑا تھا۔ یہ بات نہیں کہ کفر میں وہ کمی ہو اور اسلام میں آکر سردار بن گیا ہو۔ اور کفر میں وہ سردار ہو اور اسلام میں آکر کمی بن گیا ہو۔

یہ بات ٹھیک ہے کہ ابوسفیانؓ نے حضور ﷺ کا مقابلہ جنگ بدر میں کیا، جنگ احد میں کیا، جنگ خندق میں کیا۔ ابوسفیانؓ امیر معاویہؓ کے والد تھے اور انہوں نے حضور ﷺ کا مقابلہ کیا۔ لیکن تمہیں یہ بھی پتہ ہونا چاہیے کہ نبی ﷺ کو ابوسفیان کی باتوں سے تکلیف پہنچی۔ احد میں تکلیف پہنچی، خندق میں تکلیف پہنچی، لیکن جب فتح مکہ کے موقع پر حضرت ابوسفیانؓ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کا کلمہ پڑھا تو نبی ﷺ نے فرمایا..... من دخل دار ابی سفیان

فھو امن...... جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے گا اس کو امن مل جائے گا۔

گویا کہ ابوسفیان کا اتنا مرتبہ ہے۔ اور یہ مرتبہ پیغمبر ﷺ نے بتلایا ہے کہ جو ابوسفیانؓ کے گھر آتا ہے۔ نبی ﷺ اس کو امن دے دیتے ہیں۔ لیکن نبی ﷺ جس کو امن دیتے ہیں۔ اس ابوسفیانؓ کو تم گالیاں دو برا کہو۔

سیدنا ابوسفیانؓ کا مقام

یہ ابوسفیانؓ وہی ہے کہ جو جنگ حنین میں کفار کا مقابلہ کرتا ہے۔ ایک تیر ابوسفیانؓ کی آنکھ میں لگتا ہے۔ ڈھیلہ باہر نکل آتا ہے۔ حضرت ابوسفیانؓ اپنی آنکھ کا ڈھیلہ لے کر حضور ﷺ کے پاس آئے عرض کیا اللہ کے نبی ﷺ، یہ میری آنکھ ہے اور آنکھ کے لیے دعا فرمائیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابوسفیانؓ جنت چاہتا ہے یا آنکھ چاہتا ہے؟ ابوسفیانؓ نے عرض کیا۔ اللہ کے نبی میں جنت چاہتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس آنکھ کے ڈھیلے کو دفن کردے۔ چنانچہ حضرت ابوسفیانؓ نے اس آنکھ کے ڈھیلے کو دفن کر دیا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر ابوسفیان کہتا کہ مجھے آنکھ چاہیے تو نبوت اپنے ہاتھوں سے ابوسفیانؓ کی آنکھوں میں ڈھیلہ لگا دیتی۔ اور وہ آنکھ ٹھیک ہو جاتی۔ لیکن ابوسفیانؓ نے آنکھ کے بدلہ میں نبوت سے جنت کا ٹکٹ لے لیا۔

حضرت ابوسفیانؓ بہت جلیل القدر فاتح تھا۔ حضور ﷺ کا کلمہ پڑھا۔ فتح کے موقع پر، لوگ کہتے ہیں کہ ڈر ڈر کر پڑھ لیا، پڑھ تو لیا، نبی ﷺ سے ڈر گیا تو نبی سے ڈرنا عیب ہے؟ کوئی نبی ﷺ سے ڈرے، کوئی خدا سے ڈرے، عیب ہے؟ خدا سے ڈرنا بھی عیب ہوتا ہے؟ (نہیں) اگر حضرت ابوسفیانؓ اللہ تعالیٰ سے ڈر گیا تو اس کی اچھائی ہے یا نہیں؟ لیکن ابوجہل تو آخر دم تک اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرا۔

تم نے تو وہ بات کی کہ ایک پٹھان جنگل میں بیٹھا اللہ اللہ کرتا تھا۔ ایک آدمی نے آکر کہا کہ یار یہ جو پٹھان ہے یہ بڑا بہادر ہے کہ جنگل کے چیتوں سے نہیں ڈرتا، اس کو اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں، صرف اللہ سے ڈرتا ہے۔ اس نے کہا کہ خو چہ وہ خدا سے بھی نہیں ڈرتا۔ اب دیکھو وہ ولی رہ گیا ہے؟ (نہیں) خدا سے ڈرنا تو ولائیت ہے۔

تو حضرت ابوسفیانؓ خدا سے ڈرے، اور کلمہ پڑھ لیا تو بات ساری ختم ہوگئی یا نہیں؟ ہوگئی۔

سیادتِ معاویہ رضی اللہ عنہ

اور حضرت امیر معاویہؓ حضرت ابوسفیانؓ کے لڑکے تھے۔ اور بہت بہادر تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کو بچپن سے ایک نجومی نے حضرت معاویہؓ کا سر دیکھ کر کہا تھا جب وہ بستر پر لیٹے ہوئے تھے فرمایا! اس لڑکے کا سر کہتا ہے کہ کسی وقت میں دنیا کا حکمران بن کر رہے گا۔

امیر معاویہؓ کے دل میں نبی ﷺ کی محبت تھی اور جس محبت کے بڑے بڑے شاہکار تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حضور ﷺ کا کلمہ پڑھا، کب پڑھا؟ صلح حدیبیہ کے موقع پر۔ جب حضور ﷺ حدیبیہ کی صلح کرنے کے گئے۔ یعنی حضور کی وفات سے چار پانچ سال پہلے امیر معاویہؓ نے کلمہ پڑھا۔ لیکن اس کلمے کا اظہار نہیں کیا۔ معاویہؓ کہتے تھے کہ میں اپنے والد سے ڈرتا تھا کہ میرا والد نہ مجھے مارے۔ کہ اس وقت ابوسفیان نے تو اس وقت کلمہ نہیں پڑھا تھا۔

اور حضرت امیر معاویہؓ نے کلمے کا اظہار کیا۔ فتح مکہ کے موقع پر جب مکہ فتح ہوا تو انہوں نے اپنے باپ کے سامنے کلمے کا اظہار کر دیا۔

سیدنا معاویہؓ کی آقا سے رشتہ داری

حضرت امیر معاویہؓ کو حضور ﷺ سے بڑی محبت تھی اور حضور ﷺ سے رشتہ داری بھی تھی کہ ابوسفیانؓ نے حضور ﷺ کا کلمہ پڑھنے سے پہلے اپنی لڑکی، ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور ﷺ سے کر دیا تھا۔ امیر معاویہؓ کی بہن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور ﷺ سے ہو چکا تھا۔ تو گویا کہ نبی اکرم ﷺ سے امیر معاویہؓ کی بھی رشتہ داری ہے کہ ان کی بہن پیغمبر ﷺ کی بیوی ہے۔ ابوسفیانؓ کی بیٹی نبی ﷺ کی بیوی ہے۔ گویا کہ حضرت ابوسفیانؓ پیغمبر ﷺ کا سسر لگتا ہے۔ نبی ﷺ کا سسر لگتا ہے۔ حضرت معاویہؓ پیغمبر ﷺ کے سالے لگتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ اس لحاظ سے پوری امت کے ماموں ہیں۔ نبی ﷺ کی بیوی امت کی ماں ہوتی ہے اور یہ ماموں بنے تو ماموں تو باپ کی جگہ پر ہوتا ہے۔ جو باپ کو گالی دے اس کے حرامی

ہونے میں شک ہی کوئی نہیں ہوتا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی محبتِ رسول ﷺ:

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ابوسفیانؓ نے جب ایک مرتبہ کلمہ نہیں پڑھا تھا۔ اپنی بیٹی سے ملاقات کے لیے اپنی بیٹی کے گھر میں آئے مدینہ منورہ میں، تو جب اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو ملے تو ان کو پیار کرنے کے بعد بستر پر بیٹھنے لگے۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے وہ بستر لپیٹ لیا اور لپیٹ کر کہا ابا جان تم اس بستر پر نہیں بیٹھ سکتے۔ یہ محمد ﷺ کا بستر ہے اور تم نے نبی ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھا۔ یہ وہ بستر ہے کہ جس پر آسمانوں سے وحی آتی ہے۔ اور تم ابھی تک مشرک ہو، اس لیے تم ناپاک ہو، اور اس وجہ سے تم بستر رسالت پر نہیں بیٹھ سکتے۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جب ایمان کا یہ مظاہرہ کیا۔ ابوسفیانؓ کہتا ہے کہ میں نے دنیا میں بڑے بڑے لوگ دیکھے لیکن جس طرح نبی ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ سے محبت کی ہے ایسی محبت کرنے والے چشم فلک سے نہیں دیکھے۔

سیدنا معاویہؓ کی حکومت پر فرمانِ رسالت

میرے دوستو! حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی اہلیہ ہیں۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیوی ہو کر نبی ﷺ کے پاس آئی۔ یہ حضرت ابوسفیانؓ کی بیٹی ہیں اور حضرت امیر معاویہؓ کی بہن ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نبی ﷺ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔

حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن نبی کریم ﷺ کے لیے پانی کا برتن لے کر آیا۔ حضور ﷺ نے اس پانی سے وضو فرمایا۔ وضو کرنے کے بعد پیغمبر ﷺ نے پانی اپنی انگلیوں پر رکھا۔ پانی اپنے ہاتھوں میں لے کر وضو کے بعد کھڑے ہو کر پانی کے چھینٹے میرے چہرے پر مارے اور اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا...... یامعاویۃ ان ولیت الامر فاتق اللہ... اے معاویہ! جب تجھے حکومت ملے تو اللہ سے ڈر کے رہنا۔

اگر امیر معاویہؓ کی حکومت غلط ہوتی، اگر امیر معاویہؓ کی سلطنت غلط ہوتی تو اللہ تعالیٰ کا نبی ... کہتا۔ اے معاویہ حکومت کو حاصل نہ کرنا۔

حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ جب میرے پیغمبر نے فرمایا۔اے امیر معاویہؓ جب تجھے حکومت ملے تو اللہ سے ڈر کے رہنا تو میں نے سمجھا کہ جس طرح باپ اپنے بیٹے کو وصیت کرتا ہے۔اسی طرح میرے پیغمبر نے مجھے وصیت فرمائی اور جب حضور ﷺ نے مجھے بتایا اس وقت سے میں نے سوچ لیا کہ اے معاویہؓ اس وقت تک تیری موت نہیں آئے گی جب تک تجھے دنیا میں حکومت نہیں ملے گی۔

نصف دنیا کا فاتح

امیر معاویہؓ اتنا بڑا جرنیل ہے۔اتنا بڑا سپہ سالار ہے۔اتنا عظیم حکمران ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور ﷺ کی وفات کے بعد دو سال تین مہینے دس دن تک خلیفہ رہے اور گیارہ لاکھ مربع میل پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسلام کا پرچم لہرایا۔حضرت عمر فاروقؓ تشریف لائے۔انہوں نے دس سال چھ مہینے تک ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل پر اسلامی حکومت قائم فرمائی۔عثمان غنیؓ تشریف لائے انہوں نے بارہ دن کم بارہ سال تک ۴۴ لاکھ مربع میل پر اسلامی حکومت قائم فرمائی۔حضرت علیؓ تشریف لائے انہوں نے پونے پانچ سال تک ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل زمین پر اسلامی حکومت قائم فرمائی۔ان کے بعد جب ان کے بیٹے حضرت حسنؓ خلیفہ بنے۔حضرت حسنؓ نے چھ مہینے تک ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل زمین پر اسلامی حکومت قائم کی۔اور جب حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر حضرت حسنؓ نے بیعت فرمائی۔اور اپنی خلافت میں ملک شام کے ایک شہر مقام سکن پر،نہر جدیل کے کنارے پر ملک شام میں حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر حضرت قیس ابن سعد ابن عبادہؓ کے اصرار پر ان دونوں بھائیوں نے جب حضرت امیر معاویہؓ کو اپنی خلافت سپرد کر دی۔ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔تو معاویہؓ نے تن تنہا ۶۴ لاکھ ۶۵ ہزار مربع میل زمین پر ۱۹ سال تک حکومت قائم فرمائی۔امیر معاویہؓ کی حکومت سب سے بڑی ہے۔ان کی سلطنت سب سے بڑی ہے۔ان پر تنقید ہو۔

اس کا یہ قصور تھا کہ وہ کاتب وحی تھا......اس کا یہ قصور تھا اس نے روم کے علاقے فتح کیے......اس کا یہ قصور تھا کہ اس نے کسریٰ کے کنگرے توڑ دیئے......اس کا یہ قصور تھا اس

نے پرتگال کی سرحدوں پر اسلامی پرچم لہرا دیا تھا...... امیر معاویہؓ نبی ﷺ کی خدمت میں موجود ہے۔ امیر معاویہؓ وہ جلیل القدر انسان ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا...... اللهم علمه علما ...... اے اللہ معاویہؓ کے سینے کو علم سے بھر دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا...... احلم من امتی معاویۃ...... میری امت میں سب سے زیادہ بردبار امیر معاویہؓ ہے۔

امیر معاویہؓ کی زندگی کا ایمان افروز واقعہ:

میرے دوستو! حضرت معاویہؓ حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہیں۔ ایک شہزادہ آ کر کہتا ہے یا رسول اللہ! میں عیسائیوں کا شہزادہ ہوں۔ غستان کی ریاست سے آیا ہوں۔ میرا باپ بادشاہ ہے۔ میں نے تورات اور انجیل میں اپنے راہبوں اور پادریوں سے سنا ہے کہ آپ آخر الزمان نبی ہیں۔ میں اسی علاقے میں آیا تھا تو میں زیارت کے لیے آ گیا۔ وہ چلنے لگا تو کہنے لگا یا رسول اللہ! میں اگر تحفہ اور ہدیہ آپ کو دوں تو آپ قبول کریں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ضرور میں تیرا تحفہ قبول کروں گا۔ اب وہ رخصت ہوتا ہے تو کہتا ہے میرا سامان چھ میل کے فاصلے پر ایک جگہ پڑا ہے۔ آپ کسی خادم کو میرے ساتھ بھیج دیں جو ہدیہ لے آئے۔ حضور ﷺ کے خصوصی خدام میں حضرت انسؓ کا نام مشہور ہے یا حضرت زیدؓ کا نام مشہور ہے، لیکن اس وقت ان دونوں میں کوئی نہیں تھا۔ حضرت معاویہؓ حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے اور ان کی ۲۴ سال تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا معاویہ! جاؤ اس عیسائی کے ساتھ، شہزادے کے ساتھ جاؤ، جو چیز تمہیں دے لے آؤ۔ حضرت معاویہؓ اس شہزادے کے ساتھ چل پڑے۔ یہ واقعہ تطہیر الجنان میں بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ حضرت معاویہؓ جب چلے حضور ﷺ کا حکم تھا کہ چلو۔ وہ چل پڑے جوتا ان کا دوسری طرف پڑا تھا مسجد کے۔ جوتا نہیں پہنا کہ حضور ﷺ کا حکم ہے چلو اور یہ شہزادہ جا رہا ہے میں اس کے ساتھ چلوں۔ اب شہزادہ مسجد سے باہر نکلا۔ حضرت معاویہؓ بھی نکلے، عرب کی گرمی، دھوپ ہے، ریت ہے، صحرا ہے، جب باہر مدینہ سے نکلے۔ حضرت معاویہؓ کے پاؤں جلنے لگے تو حضرت معاویہؓ نے اس شہزادے سے کہا کہ اپنا جوتا مجھے دے دو یا اپنی سواری پر سوار کر لو۔ تو اس نے کہا کہ تو کمی ہے، تو نوکر ہے، تو غلام ہے۔ میں شہزادہ ہوں۔ میں کیوں کو اپنا جوتا کیسے دے دوں؟ تو

کی اور نوکر ہے۔

دوستو! حضرت معاویہؓ تو مکے کے سردار ابوسفیانؓ کے لڑکے تھے، لیکن آج تو حکم پیغمبر ﷺ کا تھا۔ حضرت معاویہؓ خاموش ہو گئے اور چھ میل تک اس گھوڑ سوار شہزادے کے ساتھ عرب کی دھوپ اور ریت میں امیر معاویہؓ بھاگتے رہے۔ چھ میل بعد اس کا پڑاؤ آیا۔ اس نے حضرت معاویہؓ کو سامان دیا۔ حضرت معاویہؓ سامان لے کر واپس آئے۔

حضور ﷺ نے پوچھا! معاویہ تم کیسے گئے اور کیسے آئے؟ حضرت معاویہؓ نے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضور ﷺ بڑے خوش ہوئے کہ بغیر جوتے کے اور دھوپ میں گیا۔ تو تجھے اس نے کی کہا تو تو واپس کیوں نہیں آیا؟ حضرت معاویہؓ نے فرمایا یارسول اللہ! حکم آپ کا تھا۔ میرے تو پاؤں جلتے ہیں میرا جسم بھی جل جاتا تو معاویہ کبھی واپس نہ آتا۔ حضور ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ...... احلم من امتی معاویہ .... میری امت کا سب سے بڑے حوصلے والا معاویہ بن ابی سفیانؓ ہے۔

اگر بات صرف اتنی ہوتی تو میں شاید اس کا ذکر نہ کرتا۔ لیکن اس واقعہ کے وقت حضرت معاویہؓ کی عمر ۲۴ سال تھی۔ پورے ۳۶ سال گزر جانے کے بعد جب حضرت معاویہؓ دمشق کے تخت پر خلیفہ بنے اور ساری دنیا کے نصف حصے سے زیادہ پر حضرت معاویہؓ کو حکومت ملی اور تن تنہا دنیا میں اتنا بڑا اسلامی حکمران بنا۔ حضرت معاویہؓ کی فوجیں ملک غسان کو فتح کرنے گئیں۔ تین مہینے کے بعد فوج واپس آئی تو مبارک باد پیش کی گئی کہ امیر المومنین! غسان فتح ہو گیا اور ہم چھ ہزار قیدی قید کر کے لائے ہیں۔ (سپہ سالار نے کہا)۔ حضرت معاویہؓ کے دربار میں جب وہ چھ ہزار قیدی پیش کیے گئے۔ ان کے ہاتھ اور پاؤں رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ حضرت معاویہؓ نے ان قیدیوں کو دیکھا تو سب سے آگے جو قیدی تھا وہی غسان کی ریاست کا شہزادہ تھا۔ غسان کی ریاست کا وہی شہزادہ کہ جس شہزادے نے حضرت معاویہؓ کو پہننے کے لئے جوتا نہیں دیا تھا اور حضرت معاویہؓ نے دیکھا کہ یہ تو وہی شہزادہ ہے۔ پہچان لیا۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا! شہزادے کو میرے مہمان خانے میں لے جاؤ۔ ایک مہینہ تک حضرت معاویہؓ اپنے مہمان خانے میں اس کی میزبانی کرتے رہے۔ اس نے نہیں پہچانا کہ یہ امیر المومنین ہے۔ یہ حضرت معاویہؓ وہی پیغمبر ﷺ کا

غلام ہے جس کو میں نے کی کہا تھا۔ اس نے نہیں پہچانا۔ جب ایک مہینے بعد وہ جانے لگا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ میں نے تیری وجہ سے سارے قیدیوں کو رہا کر دیا اور تجھے بھی رہا کیا۔ اب وہ رخصت ہوتا ہے۔ دس ہزار درہم حضرت معاویہؓ نے اس کو ہدیہ کے طور پر دیئے۔ تو وہ لوگوں سے پوچھتا ہے کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ معاویہ بن ابوسفیانؓ ہے۔ ابوسفیانؓ کا لڑکا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا غلام ہے۔ اب اس کے ذہن میں آیا کہ یہ تو وہی نوجوان ہے جس کو میں نے پہننے کے لیے جوتا نہیں دیا تھا اور پیغمبر ﷺ کے پاس میں گیا تو میں نے اس کو کہا تھا کہ تو "کی" ہے۔ اب اس کی آنکھیں شرم سے جھک گئیں۔ حضرت معاویہؓ کے پاس آ کر کہنے لگا امیر المومنین! کیا آپ وہی معاویہ ہیں جو میرے ساتھ پیدل گئے تھے؟ حضرت معاویہؓ نے فرمایا اے شہزادے! ہاں میں محمد ﷺ کا وہی کی ہوں، میں محمد ﷺ کا وہی نوکر ہوں۔ اس نے کہا میں شرمندہ ہوں۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا میں نے تجھے پہلی مرتبہ ہی پہچان لیا تھا اور سب کچھ پہچاننے کے بعد میں نے کیا۔ تیرا اخلاق یہ تھا کہ تو نے مجھے جوتا نہ دیا۔ شاید تیرے مذہب نے تجھے یہ اخلاق سکھایا ہو اور میرا اخلاق یہ تھا کہ تو نے میرے ساتھ جو سلوک کیا میں نے تو وہ تجھے بتلایا بھی نہیں۔ میں نے تو وہ تجھے پوچھا بھی نہیں۔ میں نے پہچان کر تیری رسیاں کھلوائیں۔ میں نے پہچان کر تیرے ہاتھ کھلوائے اور پہچان کر تجھے مہمان بنایا۔ پہچان کر تجھے دس ہزار درہم دیئے۔ وہ زار و قطار روتا رہا اور کہنے لگا! امیر المومنین! میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے تیرے سے زیادہ کوئی حوصلے والا نہ دیکھا نہ کوئی اخلاق والا دیکھا۔ مجھے جلدی کلمہ پڑھا کر مسلمان کر دیجئے۔

اسی بات کو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ...... **احلم من امتی معاویہ** ...... میری امت کا سب سے بڑا حوصلے والا معاویہ بن ابی سفیانؓ ہے...... حضرت معاویہؓ کی حکومت چھوٹی سی حکومت تو نہ تھی۔

دور امیر معاویہ کے ترقیاتی امور اور فتوحات کا جائزہ:

۶۴ لاکھ مربع میل دنیا کے نصف سے زائد جغرافیہ کا حصہ ہے۔ دنیا ایک کروڑ بیس لاکھ مربع میل پر قائم ہے۔ لیکن امیر معاویہؓ ۶۴ لاکھ مربع میل زمین پر اسلام کی

حکومت قائم کرتا ہے۔اور آج کا سنی، آج کا مسلمان اس کے دور حکومت سے واقف نہیں۔ وہ کہتا ہے دیکھو جی! حضرت امیر معاویہؓ کا حضرت علیؓ سے اختلاف ہوا۔ میں مانتا ہوں حضرت امیر معاویہؓ کا حضرت علیؓ سے اختلاف ہوا اور وہ اختلاف قاتلان عثمانؓ سے بدلہ لینے کے لیے تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا تھا اے امیر المومنین علیؓ! آپ پہلے بدلہ لیں۔ میں پھر بیعت کروں گا۔ یہ اختلاف تھا۔ اجتہاد تھا۔ حضرت علیؓ کی رائے اپنی جگہ درست تھی۔ امیر معاویہؓ کی رائے اپنی جگہ درست تھی۔ تو ان آراء میں اختلاف پیدا ہوا۔ اختلاف کے بعد نقصان بھی ہوا۔ لیکن میں سوال کرتا ہوں کہ آپ اس اتنے سے اختلاف پر امیر معاویہؓ کی فتوحات پر پانی پھیر دیں گے؟ ۱۹ سال کے دور حکومت کو بھلا دیں گے؟

آپ یہ بات بھلا دیں گے کہ امیر معاویہؓ نے مسجدوں کے مینار سب سے پہلے بنائے؟

آپ یہ بات بھلا دیں گے کہ امیر معاویہؓ نے خانہ کعبہ پر ریشم کا غلاف چڑھایا؟

آپ یہ بات بھلا دیں گے کہ امیر معاویہؓ نے عدالتوں میں سپیشلسٹ انچیں قائم کیں؟

امیر معاویہؓ نے رجسٹریشن کا محکمہ قائم کیا۔

امیر معاویہؓ نے بچوں کا نام کمیٹی میں درج کرانے کا محکمہ جاری کیا۔

آپ یہ بات بھلا دیں گے کہ امیر معاویہؓ نے بری اور بحری فوجوں کی تقسیم کی؟

آپ یہ بات بھلا دیں گے کہ امیر معاویہؓ نے بڑے بڑے بادشاہوں کو للکارا؟

آپ یہ بات بھلا دیں گے کہ امیر معاویہؓ نے سب سے بڑے شہر قیساریہ کو اپنے ہاتھوں سے فتح کیا......؟

آپ یہ بات بھلا دیں گے کہ امیر معاویہؓ نے مکہ اور مدینہ کی ساڑھے سات لاکھ ایکڑ اراضی کو سرسبز و شاداب بنا دیا......؟ پانچ نہریں نکال کر پورے عرب کے پہاڑوں کو گلدستہ بنا کر اس سارے علاقے میں پوری زمین کو کاشت کے قابل بنا دیا......؟

میں یہ بتا سکتا ہوں، آپ کی معلومات میں اضافہ کر سکتا ہوں کہ امیر معاویہؓ اتنا بڑا جرنیل تھا، اتنا بڑا حکمران تھا۔ جس نے اس وقت کے روس کے ۷۵ صوبوں پر اسلام کا پرچم لہرایا۔ آج افغانستان میں جنگ روس نے برپا کی اور مجاہدین نے لڑی اور روس ذلیل ورسوا

ہو کر افغانستان کے پہاڑوں سے چلا گیا۔ لیکن میں آج افغانستان کے مجاہدوں کو سلام پیش کر کے مبارکباد دیتا ہوں۔

سیدنا امیر معاویہؓ کی فوج نے مراکش سے چل کر مکران فتح کیا۔ سیدنا امیر معاویہؓ کی فوج نے شام سے چل کر روس فتح کیا۔ افغانستان کو اور پھر پشاور کو فتح کر کے برصغیر کے اور ایشیاء کے دروازے پر آ کر محمد ﷺ کا قرآن سنایا۔ آپ پیغمبر ﷺ کے بصیرت والے صحابی کو کیسے بھول جائیں گے؟

حضرت معاویہؓ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت

حضرت معاویہؓ ہر سال مدینہ تشریف لے جاتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے دوزانوں ہو کر بیٹھ جاتے اور کہتے اماں! رسول اللہ ﷺ کے کپڑے دکھاؤ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے کپڑے لاتیں۔ حضرت معاویہؓ ان کو آنکھوں سے لگاتے۔ پانی میں بھگو کر پانی نچوڑ کر پانی اپنے پاس رکھ لیتے اور فرماتے۔ پیغمبر ﷺ کے کپڑوں کو دیکھنا نبی ﷺ کے کپڑوں کا نچڑا ہوا پانی معاویہؓ کی نجات کے لیے کافی ہے۔

حضرت معاویہؓ کو جب پتہ چلا کہ کعب ابن زہیر ایک صحابیؓ ہے۔ بصرہ میں رہتا ہے۔ اس کے پاس رسول اللہ ﷺ کی چادر ہے۔ حضور ﷺ نے اس کو چادر دی۔ حضرت معاویہؓ نے کعب ابن زہیر کو بلانے کے لیے قاصد بھیجے۔ کعبؓ آیا۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا اے کعبؓ! تیرے پاس رسول اللہ ﷺ کی چادر ہے۔ میں چاہتا ہوں مجھ سے بہت بڑی دولت لے لے اور نبی ﷺ کی چادر دے دے۔ حضرت کعب بن زہیرؓ نے فرمایا یہ چادر تو میں نے اپنے لیے رکھی ہے۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا میری سلطنت ایک طرف اور نبی ﷺ کی چادر ایک طرف۔ حضرت معاویہؓ کو کعب ابن زہیر نے وہ چادر ہدیہ میں دے دی اور فرمایا اے امیر المومنین! یہ چادر میں اپنی طرف سے آپ کو ہدیہ کرتا ہوں۔ حضرت معاویہؓ فرماتے تھے کہ میرے پاس یہ روئے زمین کی سب سے بڑی دولت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ہم شکل صحابی کی تکریم

میرے بھائیو! یہ تاریخ کی وہ روشنی کہ جس کا ہمیں دور دور تک کوئی علم نہیں۔ ایک

شخص محمد ﷺ کی چادر سے اتنی محبت کرتا ہے۔ وہ نبی ﷺ سے کتنی محبت کرتا ہوگا۔ کعب ابن ربیعہ ایک صحابی ہیں۔ حضرت معاویہؓ کو پتہ چلا کہ کعب ابن ربیعہؓ کی شکل رسول اللہ ﷺ سے ملتی ہے۔ پتہ چلا کہ کعب ابن ربیعہؓ آرہا ہے۔ تو حضرت معاویہؓ تخت سے نیچے اتر آئے۔ شہر سے باہر نکل گئے ان کا استقبال کرنے گئے۔ جا کر اس کے قریب کہا تو ہے تو میرا سپاہی، لیکن کیونکہ تیرا چہرہ رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے۔ اس لیے معاویہؓ تیرا استقبال کرنے کے لیے شہر سے باہر نکل آیا ہے۔ سبحان اللہ! ساری باتیں ٹھیک ہیں۔ صفین کی بات یاد ہے اور کوئی چیز یاد نہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کے کارنامے اور فتوحات

حضرت فاروق اعظمؓ نے ۳۶۰۰ علاقے فتح کیے، لیکن ان علاقوں کی فہرست دیکھو تو وہ چھوٹے ہیں...... لیکن امیر معاویہؓ نے تو اپنے علاقوں میں قیساریہ جیسا شہر بھی فتح کیا کہ جس شہر کے تین سو بازار تھے...... ایک لاکھ پولیس روزانہ جس شہر میں گشت کرتی تھی...... اس شہر کو معاویہ بن ابوسفیانؓ نے خود جا کر، لشکر کی قیادت کر کے فتح کیا...... اور اس شہر کے چوک میں جو جامع مسجد تعمیر کی، وہ جامع مسجد لاہور کی بادشاہی مسجد سے چار گنا بڑی ہے۔ اور وہ امیر معاویہؓ نے تعمیر کی...... یہ تو ذکر آیا کہ جنگ صفین ہوئی اور اس میں یہ ہوا، وہ ہوا، قیساریہ کا نہیں پتہ؟

خانہ کعبہ پہ سب سے پہلا غلاف امیر معاویہؓ نے چڑھایا، اس کا کوئی پتہ نہیں؟ بچوں کا نام کمیٹیوں میں درج کرانے کا محکمہ معاویہ بن ابی سفیانؓ نے جاری کیا...... اس کا بھی کوئی پتہ نہیں؟

ساڑھے سات لاکھ ایکڑ عرب کی اراضی کو پانی دے کر سرسبز و شاداب کر دیا، اور محمد ﷺ کے مدینے کی بستیوں میں زراعت اور باغبانی کے ایسے جوہر دکھائے کہ جس کی مثال آج تک دنیا میں کوئی پیش نہ کر سکا...... اس کا ذکر ہی کوئی نہیں! یہ تو پتہ ہے کہ حضرت علیؓ سے اختلاف ہوا، قاتلانِ عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لیے، یہ نہیں پتہ چلا کہ جس کی حکومت شام سے لے کر چین کی سرحدوں تک پھیلی ہوئی ہے، اس وسعت اور جغرافیے میں رسول اللہ ﷺ کے دین کی کتنی بڑی خدمات سرانجام دی ہیں۔

میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس ملک میں حضرت معاویہؓ کے بارے میں جو ظلم ہوا...... چودہ سو سال کی تاریخ میں اس مظلوم انسان کے ساتھ جو زیادتی ہوئی، وہ کبھی کسی کے ساتھ نہیں ہوئی...... آدمی مر جاتا ہے، اس کا گلہ کوئی نہیں کرتا، لوگ کہتے ہیں یار چلو! فوت ہو گیا...... چھوڑو! لیکن پیغمبر ﷺ کا سب سے بڑا حکمران صحابیؓ......

چودہ سو سال گزر گئے، بی اے کی کتاب کھولو...... تو معاویہؓ کو بھونک رہی ہے۔

ایم اے کی کتاب تاریخ کھولو...... تو معاویہؓ کو بھونک رہی ہے۔

کسی پروفیسر اور لیکچرار کی گفتگو سنو...... تو معاویہؓ کو بھونک رہا ہے۔

اور کالے کافر کو دیکھو، تو معاویہؓ کو بھونک رہا ہے۔

تمھیں صفین نظر آتی ہے...... تمہیں روڈس اور صقیلیہ اور تمہیں افریقہ کے وہ جزیرے نظر نہیں آتے کہ جن جزیروں میں ہزاروں میل کے سمندر میں معاویہؓ کی فوجوں نے...... بحری بیڑوں نے ایک ایک جزیرے میں جا کر محمد ﷺ کا قرآن سنایا...... تمھیں وہ بات نہیں یاد آتی؟

چین کی وہ بستیاں آج بھی موجود ہیں جن بستیوں میں امیر معاویہؓ کی فوجیں گئیں!

لوگ کہتے ہیں...... آذربائیجان فتح ہو گیا...... آذربائیجان کو مکمل فتح کرنے والا معاویہ بن ابی سفیانؓ ہے۔

افغانستان اور پشاور کا فاتح اوّل:

افغانستان کے پہاڑوں سے جا کر امیر معاویہؓ کی بات پوچھو!

صفین آپ کو یاد رہے تو اور کیا یاد ہو گا؟ ۴۵ ہجری میں امیر معاویہؓ نے سنان ابن مسلمہ ایک صحابی رسول کو ۱۲ ہزار کا لشکر دے کر افغانستان کو فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا۔

یہ کابل امیر معاویہؓ نے فتح کیا تھا......

جلال آباد امیر معاویہؓ نے فتح کیا تھا......

سمر قند امیر معاویہؓ نے فتح کیا تھا......

غزنی کی بستیاں امیر معاویہؓ نے فتح کی تھیں......

اور پاکستان کے غیور لوگو! یہ پشاور کا شہر بھی معاویہؓ نے فتح کیا تھا۔

فتوح البلدان کھولو، علامہ بلاذری کہتا ہے، امیر معاویہؓ نے ۴۵ ہجری میں ۱۲ ہزار فوجوں سے بدھ مت کے حکمرانوں کو قتل کر کے اسلام کا پرچم پشاور پر لہرادیا۔ اور اس پشاور کے شہر کو دیکھو جس کو سب سے پہلے بدھ مت کے مذہب سے فتح کرنے والا معاویہ بن ابی سفیانؓ ہے۔ اس کی فوجوں کا سپہ سالار ہے۔ آج چارسدہ کے قریب ''اصحاب بابا'' کے نام سے قبر بنی ہوئی ہے۔ یہ قبر اسی سپہ سالار سنان ابن مسلمہؓ کی ہے، جسے معاویہ بن ابی سفیانؓ نے بھیجا تھا۔

حضور ﷺ کی خدمت میں تحفے

میرے بھائیو! بلوچستان، جس کو تاریخ کی کتابوں میں بلوچستان نہیں کہتے، کسی پرانی تاریخ میں بلوچستان آپ کو نہیں ملے گا۔ بلوچستان کا ایک شہر ہے قلات، اور ایک خضدار ہے۔ تاریخ کی کتابوں میں انہی کا ذکر ہے، یہاں ایک راجہ تھا، اس راجہ کو کسی نے خبر دی کہ آخر الزمان پیغمبر ﷺ دنیا میں تشریف لے آئے ہیں۔ اس نے اپنے چند ساتھیوں کو کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ جاؤ، میرا اسلام کہو اور دیکھو کہ واقعی آخر الزمان پیغمبر ﷺ ہیں۔

اگر حضور ﷺ آ گئے ہوں تو پھر میں بھی جاؤں گا اور رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھوں گا۔ اس راجہ کا ایک وفد وہاں سے چلا قلات سے...... میں قربان ہو جاؤں اس راجہ کی سوچ پر! کہ وفد جب روانہ ہونے لگا تو اس نے کہا کہ اگر آخر الزمان پیغمبر ﷺ تمہیں مل جائیں تو ان کو میری طرف سے دو چیزیں تحفے میں دینا۔

علامہ بلاذری کہتا ہے کہ تحفے ہندوستان کے تھے اور وہ چیزیں عرب کے ملکوں میں نہیں تھیں۔

دو تحفے:

۱)...... ایک تحفہ دیا رسول اللہ ﷺ کے لیے ساگوان کی لکڑی کا، سب سے اچھی لکڑی

ساگوان کی ہے۔

۲)...... ایک پھل دیا۔ اس پھل کا نام ہے زنجبیل، عربی زبان میں اسے زنجبیل کہتے ہیں۔ اردو میں اسے ''ادرک'' کہا جاتا ہے۔ یہ پھل رتبہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا..... ایک کورا گھڑا لے کر اس میں پانی ڈالا، اور اس میں یہ پھل ڈال دیا۔ تا کہ تازہ رہے۔

جب رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ تازہ پھل پہنچے۔ جب مدینہ منورہ میں یہ وفد پہنچا تو رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ سواریوں سے وہ لکڑی اور گھڑا اتارا گیا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں وہ پھل پیش کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پھل کو تناول فرمایا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا یہ ادرک کا جو پھل ہے، یہ بڑی بیماریوں کا علاج ہے۔ تو جتنے صحابہ رضی اللہ عنہم وہاں موجود تھے، وہ پھل سارے صحابہ رضی اللہ عنہم میں بانٹا گیا۔ اور جو لکڑی آئی، حضور ﷺ نے فرمایا ابوایوب انصاریؓ! جاؤ جہاں میرا بستر پڑا ہے، یہ چٹائی ہے، اس جگہ پر اس ساگوان کی لکڑی کو لے جاؤ! ایک چار پائی بناؤ، اس لکڑی سے پائے بناؤ۔ رسول اللہ ﷺ کی جو چار پائی تھی، وہ چار پائی اسی ساگوان کی لکڑی سے بنائی گئی اور وہاں آپ ﷺ کی چٹائی بچھائی گئی۔

آقا ﷺ حضرات شیخین ومعاویہ رضی اللہ عنہم کے جنازہ میں مطابقت:

رسول اللہ ﷺ اسی چار پائی پر آرام فرماتے رہے۔ جو ساگوان کی لکڑی سے بنائی گئی تھی۔ اور جو لکڑی بلوچستان سے گئی تھی۔ حضور ﷺ کا جنازہ تھا، تو اسی چار پائی پہ اٹھا۔ اور صدیق اکبرؓ بعد میں تشریف لائے۔ ان کا جنازہ بھی اسی چار پائی سے اٹھا۔ فاروق اعظمؓ شہید ہوئے تو ان کو بھی شہید ہونے کے بعد اسی چار پائی پر رکھا گیا، اور حضرت عثمانؓ کے دور میں رسول اللہ کا سامان نیلام ہوا تو نیلامی میں حضرت معاویہؓ نے اس چار پائی کو چار ہزار درہم میں خرید لیا اور امیر معاویہؓ یہ چار پائی لے کر شام چلے گئے اور معاویہؓ کا جنازہ بھی اسی چار پائی سے اٹھا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

......☆......

خطباتِ شعبان المعظم

① ...... تاریخِ اہلِ حق

② ...... نظریہ پاکستان اور علمائے دیوبندؒ

③ ...... استقبال رمضان المبارک

...... ☆ ......

تاریخِ اہلِ حق

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O بسم اللہ الرحمن الرحیم O

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا مُشِيْرَ لَهٗ وَلَا مُعِيْنَ لَهٗ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ الْمَبْعُوْثِ اِلٰى كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا.

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كَلَامِهِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ.

صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

اس میں نہیں کلام کہ دیوبند کا وجود
ہندوستاں کے سر پہ ہے احسانِ مصطفیٰ
تا حشر اس پہ رحمتِ پروردگار ہو
پیدا کئے ہیں جس نے فدایانِ مصطفیٰ ﷺ
گونجے گا چار کھونٹ نانوتوی کا نام
بانٹا ہے جس نے بادۂ عرفانِ مصطفیٰ ﷺ

میرے واجب الاحترام قابلِ صد احترام، علماء کرام صاحب صدر حضرت شیخ

الحدیث صاحب اور حضرت مولانا احمد شفیع صاحب دامت برکاتہم العالیہ، اور مرکزی عالمی اسلامیہ کے شرکاء عظام، خواجگان اور بنگلہ دیش کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے مسلمان دوستو! چاٹگام میں منعقد ہونے والی انٹرنیشنل اسلامک کانفرنس میں آج میرا دوسرا بیان ہے اس سے قبل توحید و رسالت کے عنوان پر اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا آج انشاء اللہ تاریخ اسلام کی عبقری صفت جماعت ''حضرات اکابرین علماء دیوبند'' کی تاریخ، تاریخ اسلام کے حوالے سے ان کے کارناموں، ان کا تقدس اُن کی عظمت اور ان کی حیرت انگیز خدمات کا انشاء اللہ ذکر کروں گا۔

تاریخ کی عظمت

میرے بھائیو! تاریخ کے سینے پر تاریخ کے چہرے پر ایسے ایسے عبقری اور نادرہ روزگار لوگ گزرے ہیں کہ جن کی وجہ سے زمین و آسمان قائم رہے جن کی جرأتوں، صداقتوں، شجاعتوں، عظمتوں، رفعتوں بلندیوں کی تاب نہ آسمان لاسکتا ہے نہ ستارے لا سکتے ہیں ایسے لوگ اس مادر گیتی کی کوکھ سے پیدا ہوئے۔

اس زمین کے سینے پر ایسی ایسی اولوالعزم ہستیوں نے جنم لیا جن کی زندگیاں مصائب دہر کے تھپیڑوں کی پیداوار ہیں جن کی زندگیوں کا جہاز مشکلات کے بھنور میں انکھیلیاں لیتا تھا۔ لیکن ان کے پائے استقلال میں کوئی فرق نہیں آیا وہ لوگ تختہ دار پر چڑھ کر بھی مسکراتے رہے وہ لوگ زندانوں کی اوٹ میں بھی مسرت محسوس کرتے رہے وہ لوگ کالا پانی اور مالٹا کی جیلوں میں نغمہ حریت کے گیت گاتے رہے اور یہ سب کچھ انہیں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملا تھا پیغمبر ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو، حضور ﷺ کے دوستوں کو، نبی ﷺ کے رفقاء کو، پیغمبر ﷺ کی جماعت سے انہیں یہ سب کچھ عطا ہوا تھا۔

حق و باطل کی آویزش

آپ تاریخ کا مطالعہ کریں، تاریخ کے چہرے سے پردہ ہٹائیں، تاریخ کے اوراق پلٹیں، آپ کو معلوم ہوگا کہ ہر دور میں حق اور باطل کی ٹکر رہی ہے، ہر دور میں کفر اور اسلام کی ٹکر رہی ہے، ہر دور میں انصاف اور ظلم کا مقابلہ رہا ہے، ہر دور میں سچے اور جھوٹے

کی لڑائی رہی ہے، ہر دور میں مجاہدوں اور ظالموں کا مقابلہ رہا ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک کوئی دور ایسا نہیں گزرا کہ جب حق اور باطل کی ٹکر نہ رہی ہو، حق و باطل کا مقابلہ نہ ہوا ہو۔

دارالعلوم دیوبند کا قیام برصغیر پاک و ہند کی سرزمین پر اسلاف اکابر کی نشانیوں میں سے تھا اور اس کی مثال اس شعر کی مانند تھی کہ

اس وادئ گل کا ہر ذرہ خورشیدِ جہاں کہلایا ہے
جو رند یہاں سے اٹھا ہے وہ پیرِ مغاں کہلایا ہے
اس بزمِ جنوں کے دیوانے ہر راہ سے پہنچے یزداں تک
ہیں عام ہمارے افسانے دیوارِ چمن سے زنداں تک
سو بار سنوارا ہے ہم نے اس ملک کی گیسوئے برہم کو
یہ اہلِ جنوں بتلائیں گے کیا ہم نے دیا ہے عالم کو

حق و صداقت کی تاریخ

میرے بھائیو! میرے نوجوان ساتھیو! طالب علم بھائیو! علماء کرام!

حق و صداقت کی تاریخ، جرأتوں سے روشن ہے اور باطل کی تاریخ شکست و ریخت سے دوچار ہے، آدمی یہ تصور نہیں کر سکتا کہ چند مجاہد بے سروسامانی کے عالم میں کفر سے ٹکرائیں...... ظلم سے ٹکرائیں...... جبر سے ٹکرائیں...... پھانسی کے تختوں کو چومیں...... مالٹا اور کالا پانی کی جیلوں کو آباد کریں...... آپ کی تاریخ روشن تاریخ ہے...... یہ مجاوروں والی تاریخ نہیں...... یہ قبر پرستی کی تاریخ نہیں...... یہ حلوے کی رکابی کی تاریخ نہیں...... یہ بزدلی کی تاریخ نہیں...... یہ جرم اور کاہلی کی تاریخ نہیں...... آپ کی تاریخ مجاہدانہ سرگرمیوں سے روشن ہے۔

تاریخی اوراق کی ورق گردانی

طالب علم بھائیو! اپنی تاریخ کو دیکھو، تاریخ کے چہرے کو پڑھو، تاریخ کی کتابوں

کو دیکھو، بنگلہ کے مدارس عربیہ میں بیٹھ کر صرف درس نظامی تک محدود نہ رہو، بلکہ تم یہ سمجھو کہ تمہاری ہسٹری، تاریخ عالم سے عبارت ہے تم نے جنگیں لڑی ہیں، تم نے جہاد کئے ہیں، تم نے جرأتیں دکھائی ہیں، تم نے فتنہ تاتار کے مقابلے کئے ہیں۔ تم نے انگریز کو اس برصغیر سے بھگایا ہے، تم نے عیسائیت کو شکست دی ہے، تم نے قادیانیت کو للکارا ہے، تم میدان میں اترے ہو، تم نے جہاد کیا ہے، تم نے رنجیت سنگھ کو للکارا ہے، تم نے کالا پانی کو آباد کیا ہے، تم نے ریشمی رومال میں جہاد کیا ہے، تم نے انگریز کو پاش پاش کیا ہے، تمہاری تاریخ روشنیوں سے عبارت ہے۔ تم بدر وحنین کے وارث ہو، تم تبوک کے مجاہدین کے وارث ہو، تم رومیوں کا مقابلہ کرنے والے ہو، تمہاری تاریخ پیغمبر ﷺ کے دور نبوت سے لے کر ریشمی رومال کی تاریخوں تک ہر دور میں ظلم سے ٹکرا کر سورج کی طرح چمک رہی ہے۔

کوئی دور ایسا نہیں گزرا کہ جب آپ نے کسی کفر کا سر نہیں کچلا، اگر آج بنگلہ میں قادیانیت یا عیسائیت، یا صحابہ دشمنی پنپ رہی ہے کوئی بات نہیں تم اپنی تاریخ کو دیکھو، کفر ایک ایک کر کے شکست کھائے گا اور نانوتوی کے فرزند ہر محاذ پر کامیاب ہوں گے۔

حق وصداقت کی آواز

کوئی دور ایسا نہیں گزرا کہ جب حق وصداقت کی آواز ہر دریچے میں نہ پہنچی ہو، ہر بستی میں نہ آئی ہو، ہر شہر میں نہ اتری ہو، ہر گاؤں میں نہ پہنچی ہو، آپ تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیں آپ کو نظر آئے گا کہ باطل اگر کنعان کی شکل میں آیا تو حق نوح علیہ السلام کی شکل میں آیا۔

باطل نمرود کی شکل میں آیا تو حق ابراہیم علیہ السلام کی شکل میں آیا۔

باطل فرعون کی شکل میں آیا تو حق موسیٰ علیہ السلام کی شکل میں آیا۔

باطل بنی اسرائیل کے خون خواروں کی شکل میں آیا تو حق عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی شکل میں آیا۔

باطل قیصر وکسریٰ اور ابوجہل کی شکل میں آیا تو حق محمد رسول اللہ ﷺ کی شکل میں آیا۔

باطل حجاج بن یوسف کی شکل میں آیا تو حق سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ کی شکل میں آیا۔

باطل منصور کی شکل میں آیا تو حق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں آیا۔

باطل معتصم باللہ کی شکل میں آیا تو حق احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں آیا۔
باطل نظام الملک بادشاہ کی شکل میں آیا تو حق امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں آیا۔
باطل جلال الدین اکبر کی شکل میں آیا تو حق مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی شکل میں آیا۔
باطل فتنہ آمیز لیش کی شکل میں آیا تو حق شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں آیا۔
باطل فتنہ تاتار کی شکل میں آیا تو حق امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں آیا۔
باطل راجہ رنجیت سنگھ کی شکل میں آیا تو حق سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں آیا۔
باطل انگریز کی شکل میں آیا تو حق علماء دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں آیا۔
باطل قادیانیت کی شکل میں آیا تو حق عطاء اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں آیا۔
باطل خمینیت کی شکل میں آیا تو حق، حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں آیا۔

کفر کی شکست

میرے بھائیو! دنیا کا جو کفر جس شکل میں آئے گا، شکست کھائے گا اور حق کامیاب ہوگا، تاریخ کے چہرے سے پردہ ہٹاؤ حق کامیاب ہوا ہے۔

باطل قیصر روم کی شکل میں آیا تو بتاؤ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی فوجوں نے سر کچلا کہ نہیں؟ (کچلا) کسریٰ کے کنگن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سپاہیوں نے توڑے، یزدجرد کا سر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سپاہیوں نے کاٹا، خسرو کے ٹکڑے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی فوجوں نے کیے، طرابلس، بخارا، افریقہ، کے جزیروں میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی فوجوں نے بتوں کو پاش پاش کر کے محمد ﷺ کی نبوت کا پرچم پوری دنیا میں لہرایا۔ آپ تاریخ کا مطالعہ کریں۔

ہندوستان کا ایک راجہ تھا۔ ہندوستان کی سرزمین پر رہتا تھا۔ اس کا سر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوجوں نے کچلا تھا۔ حضور پاک ﷺ تو صرف مکہ اور مدینہ میں رہے، مکہ سے آپ کو نکال دیا گیا تھا پھر آپ مدینہ میں آپہنچے، مدینہ منورہ جب آپ آئے تو مدینہ چھوٹی سی بستی تھی لیکن اسلام وہاں سے نکلا، کہاں تک پہنچا، کس دنیا میں پہنچا، کبھی غور کیا آپ نے، حضور ﷺ کے دور میں اسلام مکہ سے شروع ہوا ایک بستی سے شروع

ہوا۔ وہ بستی جو چاٹگام شہر سے چوتھائی حصے سے بھی کم تھی اس بستی سے اسلام نکلا اور اس بستی سے جب اسلام نکلا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر کارزار میں اتر کر نبی ﷺ کا ساتھ دیا۔

فتوحات صحابہ

آپ دیکھیں! آپ کا یہ بنگلہ دیش ایک لاکھ مربع میل زمین پر بھی پورا نہیں ایک لاکھ مربع میل سے بھی کم ہے لیکن جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میدان میں اترے تو نو لاکھ میل پر مدینہ کی حکومت قائم ہوگئی۔

پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے دو سال خلیفہ رہے دو سالوں میں گیارہ لاکھ مربع میل پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام کا پرچم لہرایا۔

پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے وہ ساڑھے دس سال خلیفہ رہے، ساڑھے دس سالوں میں ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسلام کا پرچم لہرایا۔

پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے بارہ دن کم بارہ سال تک ساڑھے چوالیس لاکھ مربع میل پر اسلام کا پرچم لہرایا۔

پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ چھ مہینے خلیفہ رہے، چھ مہینوں میں پچیس لاکھ مربع میل پر اسلام کا پرچم لہرایا۔

اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تن تنہا انیس سال تک ۶۴ لاکھ ۶۵ ہزار مربع میل پر اسلام کا پرچم لہرایا۔

یہ اتنی بڑی جگہ کیسے اسلام کے پاس آئی چودہ صدیوں میں دیکھو، مجاہدین حریت کو دیکھو، گھر بیٹھ کر کچھ نہیں ہوتا۔ میدان میں نکلو...... انفروا خفافا وثقالا ...... میدان میں آؤ، افغانستان گھر بیٹھ کر فتح نہیں ہوا۔ پندرہ لاکھ جوانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ تب افغانستان فتح ہوا۔ اور آج کشمیر میں مجاہدین لڑ رہے ہیں تم دیکھو گے کہ انڈیا شکست کھا کر نکلے گا اور کشمیر میں بھی مجاہدوں کو فتح ملے گی۔

اسلام اور جہاد

اسلام کی ساری تاریخ جہاد سے روشن ہے قربانیوں سے روشن ہے اگر آپ یہ کہو کہ بغیر قربانیوں کے ہمیں سب کچھ مل جائے گا ایسا نہیں ہوسکتا دین کے لئے شریعت کے لئے، اسلام کے لئے، محمد مصطفیٰ ﷺ کی شریعت کے لئے، آپ کو قربانی دینی ہوگی۔ آپ کو صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ اپنانا ہوگا۔ آپ کو میدان میں اترنا ہوگا۔ آپ کو ہتھکڑی پہننی ہوگی آپ کو جیل جانا ہوگا۔ آپ کو پھانسی کے تختے پر چڑھنا ہوگا۔ آپ کو سب کچھ لٹانا ہوگا۔ پھر کامیابیاں ہوں گی پھر فتح ہوگی۔ پھر سب کچھ ملے گا موت ایک دن آئے گی اور ضرور آئے گی۔ ایکسیڈنٹوں میں لوگ مرجاتے ہیں، ہسپتالوں میں لوگ مرجاتے ہیں، اور حادثات میں لوگ مرجاتے ہیں، اگر دین کے لئے انسان مرجائے، اس سے بڑی سعادت کوئی نہیں۔

مجھے بتائیں...... اس دین کے لئے بلال رضی اللہ عنہ کو تپتی ریت پر لٹایا گیا، سمیہ رضی اللہ عنہ کے ٹکڑے ہوئے، زنیرہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں نکالی گئیں، لبینہ رضی اللہ عنہا کی چمڑی ادھیڑی گئی۔ رسول اللہ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے، اس دین کے لئے......

بدر کے میدان میں چودہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی لاشیں تڑپیں، اُحد کے پہاڑوں پر ستر صحابہ رضی اللہ عنہم کی لاشیں تڑپیں، حنین کے معرکے میں اس دین کے لئے تیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی لاشیں تڑپیں۔

رسول اللہ ﷺ کے دور نبوت میں ۲۵۶ صحابی رضی اللہ عنہم شہید ہوئے خلافت راشدہ کے دور میں ۲۷ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔

میرے بھائیو! اس دین کے لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ جیل سے اٹھا، اس دین کے لئے سعید ابن جبیر کو حجاج کی عدالت میں ذبح کردیا گیا۔

اس دین کے لئے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا سر کاٹا گیا۔

اس دین کے لئے احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی پشت پر روزانہ چالیس کوڑے لگائے گئے۔

اس دین کے لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا منہ کالا کرکے مدینہ کی گلیوں میں پھیرا گیا۔

اس دین کے لئے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کو مسجد کے صحن میں شہید کر دیا گیا۔
اس دین کیلئے امام غزالی رحمہ اللہ کو سات سال بغداد کے جنگلوں میں پھرنا پڑا۔
اس دین کے لئے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کو گھر سے نکالا گیا۔
اس دین کے لئے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو جیل کاٹنا پڑی۔
اس دین کے لئے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے انگوٹھے کاٹے گئے۔
اس دین کے لئے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اتنا مارا گیا کہ وہ بے ہوش ہو گئے آخر عمر میں نابینا ہو گئے۔

اس دین کے لئے بالاکوٹ کے پہاڑوں پر سید احمد رحمۃ اللہ علیہ کی گردن کاٹ دی گئی۔ شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ چار سو جوانوں کی لاشیں بالاکوٹ کی پہاڑیوں پر بکھیر دی گئیں۔

اس دین کے لئے کالا پانی کے جزیروں میں علماء دیوبند نے نغمہ ہائے آزادی کے گیت گائے، ایک عالم ایسا نہ تھا کہ جس نے تختہ دار پر چڑھ کر بھی محمد ﷺ کے دین کو چھوڑا ہو۔

دین کے لیے قربانیاں:

اگر گھر بیٹھ کر سب کچھ مل جائے گا تسبیح کرتے سب کچھ مل جائے گا۔ اگر تسبیح کر کے سب کچھ ملتا تو تیرا اور میرا پیغمبر تلوار اٹھا کر بدر میں کبھی نہ آتا۔ آتے تلوار اٹھا کر؟ (نہیں) اگر تسبیح سے سب کچھ مل جاتا تو پھر بدر کے میدان میں صحابہ رضی اللہ عنہم آتے۔ اُحد کے پہاڑ پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے بارہ ٹکڑے نہ ہوتے اور حنین کی جنگ میں صحابہ رضی اللہ عنہم ذبح نہ کیے جاتے، بنی لحیان کے قبیلے میں ٦٧ صحابہ رضی اللہ عنہم کی لاشیں نہ تڑپتی، پیغمبر ﷺ کے چہرے کو زخمی نہ کیا جاتا اگر تسبیح سے ہی سب کچھ مل جاتا، اگر کتاب کے مطالعہ سے سب کچھ مل جاتا تو محمد ﷺ کا شہر مدینہ چھوڑ کر پوری دنیا میں جماعتِ صحابہ نہ پھیلتی، ایک لاکھ ۲۴ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے لیکن ان میں سے صرف دس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبریں مکے اور مدینے میں ہیں، باقی صحابہ کہاں گئے۔ ایک لاکھ ۲۴ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کہاں گئے۔ اللہ کے دین کے لئے۔

مدینہ چھوڑا...... شہر چھوڑا...... علاقہ چھوڑا...... گھر چھوڑے...... بیویاں چھوڑیں ...... بستیاں چھوڑیں...... بچے چھوڑے...... مدینہ چھوڑ کر...... نبی ﷺ کی محبت چھوڑ کر...... اللہ کا قرآن لے کر...... کوئی چین میں جا سویا...... کوئی افغانستان میں جا سویا...... کوئی افریقہ کے جزیروں میں جا سویا...... کوئی طرابلس کی بستیوں میں جا سویا...... کوئی اٹلا کیہ کے دروازے پر جا سویا...... کوئی روس کی وادیوں میں جا سویا!!

میرے بھائیو! صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبریں مصر کے صحراؤں میں بنیں...... صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبریں استنبول کے جزیروں میں بنیں...... صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبریں قسطنطنیہ کے کناروں پر بنیں...... صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبریں ہندوستان کے دروازے تک بنیں...... صحابہ رضی اللہ عنہم ہندوستان آئے...... صحابہ رضی اللہ عنہم سندھ میں آئے...... صحابہ رضی اللہ عنہم افغانستان میں آئے...... صحابہ رضی اللہ عنہم پوری دنیا کے ایک ایک خطے میں پہنچے، اس لئے نہیں کہ جہاد چھوڑ دو، اس لئے نہیں پہنچے کہ تو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جا، اس لئے نہیں کہ تو گھر میں رہ، اس لئے نہیں کہ ایک ہاتھ قرآن ہو اور ایک ہاتھ میں تلوار ہو۔

انگریزوں کی ہندوستان میں آمد

میرے بھائیو! آپ کو معلوم ہے کہ انگریز اس برصغیر سے ۱۹۴۷ء کو گیا، اور دو سو سال سے زیادہ اس نے مسلمانوں پر حکومت کی انگریز آیا کب تھا؟ اگر مغل حکمران تاج محل کی بلڈنگ بنانے کی بجائے اس کی جگہ کوئی دین کا مدرسہ بنا دیتے یونیورسٹی بنا دیتے تو انگریز کے آنے پر لوگ ان کو خوش آمدید نہ کہتے بلکہ اپنے پڑھے لکھے لوگوں کو آگے لاتے ایک المیہ تھا۔

میرے بھائیو! ۱۶۰۱ء میں انگریز آیا، اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام پر تجارت کے نام پر ہندوستان میں آیا اس وقت کے حکمران احمد شاہ ابدالی رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے دیگر افراد نے اس کو خوش آمدید کہا اس کو خراج تحسین پیش کیا۔ اس کو سلام کیا لیکن ۱۶۰۱ء میں جب انگریز آیا تو آپ نے دیکھا کہ اس انگریز نے آہستہ آہستہ ہندوستان کے بہت سارے علاقوں پر قبضہ کر لیا، ایک سو سال کے بعد سن ۱۷۰۳ء میں ایک لڑکا شیخ عبدالرحیم کے گھر میں پیدا ہوتا ہے۔ اس لڑکے کا نام شاہ ولی اللہ رکھا گیا اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ساٹھ سال کے بعد ۱۷۶۲ء میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔

شاہ ولی اللہ اور ان کے بیٹے:

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بیٹے سن ۱۷۴۶ء میں پیدا ہوئے اور اسی بیٹے کا نام شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رکھا گیا۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے چار بیٹے تھے چاروں بیٹے حافظ قرآن تھے۔ چاروں بیٹے حدیث کے عالم تھے، یہ بات یاد رکھیں کہ آج میں اور آپ مسلمان ہیں، یہ خاندان ولی اللہ کی محنت کا نتیجہ ہے کہ سب سے پہلے قرآن پاک کا ترجمہ فارسی زبان میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اور قرآن کی تفسیر شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی جس کا نام ہے تفسیر عزیزی۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بیٹے کا نام شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اور ایک کا نام شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ ہے ان دونوں نے قرآن کا ترجمہ فارسی زبان سے اُردو میں کیا۔ اور چوتھے بیٹے عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ وہ بیٹے ہیں۔ ان کے فرزند کا نام شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ہے گویا کہ شاہ اسماعیل شہید شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں جنہوں نے رسم و رواج اور بدعات کے خلاف سب سے مضبوط آواز بلند کی، جن کی کتاب تقویۃ الایمان کا مطالعہ کر کے ساڑھے تین لاکھ سکھوں نے رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھ لیا اتنی عظیم کتاب ہے۔

اسلام کا ہیرو

میرے بھائیو! یہ تھی بنیاد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ انگریز کے خلاف جہاد کی بنیاد تھا اس فتوے کے بعد سب سے پہلے اس فتوے پر عمل کرنے والا کون تھا؟ اس کا نام فتح علی تھا اور وہ حیدر علی کا بیٹا تھا۔ جس کو تاریخ کی زبان میں سلطان ٹیپو کہا جاتا ہے۔ سلطان ٹیپو نے سن ۱۷۹۱ء میں شاہ عبدالعزیز کے فتوے پر عمل کرتے ہوئے اٹھارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ انگریز سے میسور کی چار جنگیں لڑیں۔ بالآخر سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ کے سپہ سالار میر صادق کو نو سو مربع زمین کا لالچ دے کر انگریز نے خرید لیا۔

اور عین لڑائی میں سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ کا اس نے ساتھ چھوڑ دیا۔ بالآخر سلطان ٹیپو شہید ہو گیا اور یہ کہتا ہوا شہید ہوا۔

"شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے"

اور سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ وہ عظیم انسان تھا کہ جس کی قبر پر مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۳۶ء میں جا کر کہا تھا!

ہند کو مہر اسرار وفا تو نے کیا
حق وفاداریٔ مشرق کا ادا تو نے کیا
ہند میں آج یہ جذبۂ بیداری ہے
یہ تیرے ہی شعلہ گفتار کی گل کاری ہے

اگر تیری جرأت نہ ہوتی تو آج مسلمان اس جذبے کے ساتھ کبھی میدان میں نہ آتا۔

مجھے افسوس ہے کہ سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ کی وہ تصویر اور فوٹو جو آج سکولوں میں پڑھایا جاتا ہے۔ یہ سلطان ٹیپو کا فوٹو نہیں، اس میں داڑھی نہیں ہے اور سلطان ٹیپو نے ساری زندگی داڑھی پر استرا نہیں پھیرا یا۔ یہ غلط تصویر ہے جو ہمارے ہاں عام کتابوں میں ملتی ہے۔

عظیم مجاہد:

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ سلطان ٹیپو نے پوری زندگی داڑھی نہیں منڈائی اور پوری زندگی اس نے تہجد کی نماز کبھی نہیں چھوڑی ایسا مجاہد آدمی تھا۔ اور سب سے پہلے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے کی بنیاد پر تقضاء کرنے والا سلطان ٹیپو تھا۔

سراج الدولہ سے غداری

میرے بھائیو! اس جرأت کو دیکھو اس عظمت کو دیکھو اور آگے چلئے یہ ۱۷۹۲ء کی بات ہے پھر دوسری لڑائی جنگ پلاسی کی صورت میں بھی ہوئی۔ اس دوران اور وہ لڑائی نواب سراج الدولہ کی انگریز سے ہوئی اس کے سپہ سالار میر جعفر کو انگریز نے کوئی سو مربع زمین کا لالچ دے کر خرید لیا۔ سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ کی طرح نواب سراج الدولہ رحمۃ اللہ علیہ بھی شہید ہو گئے۔

اسلام کے دو عظیم سپہ سالار:

میرے بھائیو! اس کے بعد ۱۸۲۰ء میں راجہ رنجیت سنگھ کی پنجاب میں حکومت قائم ہوگئی اس وقت یہ صوبہ سرحد پاکستان کا صوبہ یہ بھی پنجاب میں شامل تھا، اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو دہلی میں پتہ چلا کہ مسجدوں کو راجہ رنجیت سنگھ کے گھوڑوں کا اصطبل بنا دیا انہوں نے سید احمد شہید سے کہا۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸ ہزار مریدوں اور سپاہیوں کو ساتھ لے کر ۱۸۲۶ء میں راجہ رنجیت سنگھ کے خلاف اعلان جہاد کیا۔ ہندوستان کی تاریخ میں ایسا ولی نہیں ملا کہ جس کے ہاتھ پر تیس لاکھ انسانوں نے بیعت کی، چالیس ہزار انسان ڈاکے اور چوریوں سے توبہ کر کے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر اللہ کے ولی بن گئے، لاکھوں انسانوں نے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا۔

درہ خیبر سے ہوتے ہوئے یہ لوگ ۱۸۲۷ء میں پشاور پہنچے، پشاور پر حملہ کیا بہت سارے علاقے فتح کئے دو دو مہینے اور چھ چھ مہینے ایک ایک بستی میں گزارے، پشاور شہر فتح کیا، تین سال تک پشاور شہر پر سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی حکومت رہی۔ امیر المومنین سید احمد شہید کا نام پورے علاقے میں ہر بستی میں عام تھا۔ اور راجہ رنجیت سنگھ سے سرحد کا علاقہ چھین لیا گیا، لیکن یہ فوج آگے بڑھی اور ۱۸۳۱ء میں یکم مئی کو شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور سید احمد شہید رحمۃ اللہ کی فوجیں ہزارہ میں پہنچیں، صوبہ سرحد کا پہاڑی علاقہ ہے وہاں پہنچیں، بالآخر وہاں رنجیت، سنگھ کی فوجوں سے جنگ ہوئی اس جنگ میں ۵ رمئی ۱۸۳۱ء کو سید احمد شہید کر دیئے گئے۔ ان کا سر علیحدہ کر دیا گیا اور دھڑ علیحدہ کر دیا گیا۔

جاؤ آج بالاکوٹ میں جا کر دیکھو دریائے کنہار کے کنارے پر ایک طرف سید احمد شہید رحمۃ اللہ کا سر دفن ہے اور دوسرے کنارے پر ان کا دھڑ دفن ہے۔ اور ۹ رمئی کو شاہ اسماعیل شہید کر دیئے گئے شورش کاشمیری نے بالاکوٹ جا کر کہا تھا۔

اے سر زمینِ بالاکوٹ اے مدفنِ شاہ شہید
تیری خاک میں خوابیدہ ہیں مرد شہید
آج تک کنہار کے نغموں میں ان کا سوز ہے
شمع ایماں وادیٔ کاغان میں افروز ہے

شہیدانِ بالاکوٹ کا دیرینہ ہم پر یہ قرض ہے
شرک کی عمارت کو ڈھانا ہمارا فرض ہے

تذکرہ مجاہدین

یہ وہ جذبہ جہاد تھا جس کا اظہار پوری امت کے علماء نے کیا، اس قافلہ کے کچھ مجاہدین بچ گئے، جن میں مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا یحییٰ علی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا یعقوب علی رحمۃ اللہ علیہ، یہ سب اسی قافلے کے چشم و چراغ تھے۔ انہوں نے آگے جا کر ۱۸۵۶ء میں انگریز کے خلاف فوجیں تیار کیں لشکر تیار کیے انگریز سے جنگ لڑنے کے لئے، مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی اس میٹنگ میں موجود تھے کسی نے کہا ہماری تعداد تھوڑی ہے۔

مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا ہماری تعداد غازیان بدر سے بھی کم ہے؟ جب یہ بات کہی تو لوگوں میں جذبہ پیدا ہوا چنانچہ جہاد کا اعلان کر دیا گیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی مارچ کے مہینے میں لڑی گئی یہ جنگ آزادی پہلی جنگ آزادی تھی جو انگریز کے مقابلے میں لڑی گئی۔ اس جنگ آزادی کو سمجھے بغیر آپ کو نہیں پتہ چلے گا کہ دیوبند کا مدرسہ کیوں قائم ہوا۔ دارالعلوم دیوبند کیوں بنایا گیا، اس کی بنیادیں کیوں کھڑی کی گئیں، اس مدرسے سے علماء، فارغ التحصیل ہو کر پوری دنیا میں کفر کے خلاف کیوں آئے اس کی کیا وجوہات ہیں۔

میرے بھائیو! ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں دو محاذ تھے ایک محاذ شاملی کا تھا، ایک محاذ انبالہ کا تھا۔ انبالہ کے محاذ پر مولانا جعفر تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ولائیت علی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ نے انگریز سے جنگ لڑی اور شاملی کے محاذ پر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ اور بڑے بڑے علماء نے انگریز سے جنگ لڑی یہ جنگ کئی دن جاری رہی۔

علماء کا قتل عام

میرے بھائیو! اس جنگ کے دوران عین جنگ میں چودہ سو علماء شہید ہوئے۔ اور اس جنگ کے بعد انگریز نے پورے برصغیر میں علماء کو گرفتار کیا اور اس کے بعد اس جنگ کے نتیجے میں جن علماء کو ذبح کیا گیا۔ ان کی تعداد دس ہزار سے زیادہ ہے اور عام علماء تو دس ہزار تھے چھوٹے چھوٹے مدرسوں کے علماء، لیکن بعض علماء کہتے ہیں کہ کل ۲۷ ہزار آدمی شہید ہوا اس جنگ میں، انگریز نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ایک وفد بھیجا برطانیہ سے، وائسرائے برطانیہ نے وفد بھیجا کہ معلوم کرو کہ ہندوستان میں کس طرح انگریز کی حکومت مستحکم ہوسکتی ہے؟ تو اس نے دورہ کیا کب دورہ کیا ۱۸۶۰ء سے ۱۸۶۲ء تک دو سال دورہ کیا۔

مرزا قادیانی

اور اس وفد کے سربراہ ڈاکٹر ولیم میور تھے اور دورے کے بعد اس نے رپورٹ پیش کی وہ رپورٹ سید طفیل منگلوری نے اپنی کتاب "ہمارے ہندوستانی مسلمان" میں لکھی ہے۔ اس رپورٹ میں ڈاکٹر ولیم میور نے لکھا ہے کہ "ہندوستان میں انگریز دو وجوہات کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا۔

پہلی وجہ کہ مسلمانوں میں جذبہ جہاد ختم کر دیا جائے۔

دوسری وجہ کہ قرآن کو ہندوستان سے مکمل طور پر ختم کر دیا جائے جب تک قرآن باقی ہے اس وقت تک مسلمانوں کا مقابلہ نہیں ہوسکتا اور جب تک جذبہ جہاد باقی ہے اس وقت تک بھی مقابلہ نہیں ہوسکتا۔

تو اس پر بڑی آراء پیش ہوئیں کہ جذبہ جہاد کیسے ختم کیا جائے...... تو رپورٹ دی گئی کہ چونکہ پنجاب کی حکومت اور مسلمانوں کی بڑی تعداد رسم و رواج کی قائل ہے، پیروں فقیروں کو مانتی ہے تو کچھ پیر ایسے کھڑے کئے جائیں، کچھ ولی اور کچھ نبی بنا دیئے جائیں جو یہ کہیں کہ ہمیں اللہ کی طرف سے وحی آئی ہے کہ جہاد حرام ہو گیا۔ اس کے لئے کوئی آدمی خریدیں جو نبوت کا دعویٰ کرے۔

میرے بھائیو! یہ ہے اصل بات سمجھنے کی، اگر یہ بات سمجھ میں آ جائے، تو آپ کو

مرزا قادیانی کی اصل حقیقت کا پتہ چل جائے۔ مرزا غلام احمد قادیانی جو ہے یہ ۱۸۴۲ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۷۶ء میں مرزا قادیانی نے انگریز کے اشارے پر، انگریز سے پیسے لے کر یہ کہا:

چھوڑ دو [redacted] جہاد کا خیال
دین میں حرام ہے جنگ اور قتال

یہ شعر لکھا اپنے رسالہ میں جس رسالے کا نام الفضل تھا، قادیان سے نکلتا تھا۔ اس کے ٹائٹیل پر یہ شعر لکھا تو گویا کہ انگریز نے جس آدمی کو تلاش کیا وہ مل گیا مرزا قادیانی کی شکل میں۔ ۱۸۴۲ء میں مرزا قادیانی پیدا ہوا اور ۱۸۷۶ء میں اس نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا کہ میں مہدی موعود ہوں۔

اور چھ سال کے بعد ۱۸۸۲ء میں اس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا کہ میں عیسیٰ ابن مریم ہوں اور ۱۸۸۸ء میں اس نے کہا کہ میں نبی ہوں اور میں محمد رسول اللہ سے بھی زیادہ مرتبہ رکھتا ہوں۔ اس مرزا غلام احمد قادیانی نے، یہ سنہ آپ کو یاد رہیں گے؟ (جی) اگر یہ سن یاد رہیں گے تو مرزا قادیانی کی اصلیت کا آپ کو پتہ چل جائے گا کہ یہ کیسے کیسے کیا کیا بنتا رہا؟

قرآن ختم کرنے کی سازش:

میرے بھائیو! اس کے بعد دوسری شق یہ لکھی کہ قرآن کو ختم کرو، اگر قرآن ختم کر دو گے تو مسلمانوں میں ایمان ختم ہو جائے گا۔ ایمان ختم ہوگا تو انگریز برس ہا برس مسلمانوں پر حکومت کر سکتا ہے، چنانچہ ساڑھے تین لاکھ قرآن کے نسخے ایک جگہ جمع کئے گئے اور ان کو آگ لگا دی گئی۔ ۱۸۶۳ء میں قرآن پاک کے ساڑھے تین لاکھ نسخوں کو وائسرائے برطانیہ کے حکم ڈاکٹر ولیم میور سے پوچھا، وائسرائے نے کہ قرآن ختم نہیں ہوا۔ اس نے آٹھ سال کا بچہ وائسرائے برطانیہ کی عدالت میں پیش کیا اور کہا کہ قرآن کو تم نے جلا دیا، لیکن اس بچے کے سینے سے قرآن کون نکالے۔ کون قرآن کو ختم کرے۔ اس پر انگریز عاجز آ گیا۔

خونی انقلاب:

اس نے فیصلہ کیا کہ جتنے مولوی ہیں جو داڑھی والا ہے جو دین دار ہے ان تمام کو قتل کر دو، چنانچہ ۱۸۶۳ء سے لے کر ۱۸۶۶ء تک، تین سال میں علماء کا قتل عام ہوا ہندوستان میں

چودہ ہزار علماء کو دہلی کے چاندنی چوک سے لے کر خیبر تک الٹا لٹکایا گیا اور ان کو شہید کر دیا گیا۔
سوروں کی کھالوں میں بند کر کے جلتے ہوئے تندوروں میں علماء کو ڈال دیا گیا۔

یہ لاہور کی شاہی مسجد کے صحن میں انگریز نے پھانسی کا پھندا بنایا اور ایک ایک دن میں سو سو علماء کو پھانسی دی جاتی تھی۔

لاہور کے قریب دریائے راوی میں جو لاہور کے اندر سے بہہ رہا ہے دریائے راوی، اس دریائے راوی میں بوریوں میں بند کر کے علماء کو ڈالا جاتا اور اوپر سے ان کو گولیوں کا نشانہ بنادیا جاتا۔

انگریز اتنا ظالم تھا۔ ایک گورا افسر دہلی میں مسٹر ٹامسن کہتا ہے کہ دہلی میں میں اپنے خیمے میں گیا، جہاں میری رہائش تھی، تو مجھے چربی کے پگھلنے کی بو آئی۔ خون جلتے ہوئے کی بو آئی۔ میں جب پیچھے گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آگ کے انگارے پک رہے ہیں اور پھر ان انگاروں پر چالیس علماء کے کپڑے اتار کر ان کو انگاروں کے اوپر ڈالا گیا اور میرے سامنے چالیس اور علماء لائے گئے اور انگریز افسر نے کہا کہ تم صرف یہ کہو کہ ہم ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شریک نہیں تھے تمہیں ابھی چھوڑ دیتے ہیں۔ ٹامسن کہتا ہے کہ مجھے پیدا کرنے والے رب کی قسم ہے کہ پہلے چالیس علماء بھی آگ پر پک گئے اور دوسرے چالیس علماء بھی آگ میں جل گئے ایک بھی عالم نے انگریز کے سامنے معافی نہیں مانگی۔

ایک افسر اپنی بیوی کو ساتھ لے کر ایک میدان میں گیا اور بیوی سے کہتا ہے کہ میں تجھے تماشہ دکھاؤں۔ اس نے ایک توپ کے منہ کے آگے ایک بہت بڑے عالم کو اتنا بڑا عالم جس کی عمر اسی (۸۰) سال تھی سفید داڑھی تھی، مسٹر ٹامسن کہتا ہے کہ اس جید عالم کو توپ کے منہ کے آگے باندھا گیا اور اپنی بیوی کو کہا کہ دیکھو میں تمہیں نظارہ دکھاتا ہوں توپ کا بٹن دبایا تو پورے میدان میں اس عالم دین کے ذرے ذرے بکھر گئے۔ پورے میدان میں بوٹیاں اُڑ گئیں۔

ہائے یہ حرف تمنا یہ زماں کی دوریاں
سختیاں دشواریاں پابندیاں مجبوریاں
یادِ ایامِ جفا آخر بھلائیں تو بھلائیں کس طرح

دل فرنگی سے لگائیں تو لگائیں کس طرح

یہ جذبۂ جہاد تھا مولانا یحییٰ علی، مولانا جعفر تھانیسری، یہ انبالہ کے محاذ پر تھے ان کو وہاں سے انگریز نے گرفتار کر کے انبالہ کی جیل میں رکھا۔ مولانا یحییٰ علی کہتے ہیں کہ سارا سارا دن انگریز مارتا تھا۔ ہم نے روزے کی نیت کر لی۔ صبح کو درختوں کے پتوں سے روزہ رکھتے تھے۔ شام کو پتوں سے روزہ افطار کرتے تھے۔

اور اس کے بعد ہمارے پاؤں میں بیڑیاں، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر انبالہ جیل سے پیدل لاہور تک لے جایا گیا۔ ہمارے ہاتھوں سے لہو بہتا تھا، لیکن انگریز کو ترس نہیں آتا تھا۔ کوٹ لکھپت جیل میں ہم پہنچے، ہمارے لئے لوہے کے پنجرے بنائے۔ جن پنجروں کے پیچھے لوہے کی سلاخیں لگائیں۔ ہمیں پنجرے میں بند کر دیا۔ دس دن پنجرے میں بند کر دیا۔ اس کے بعد مال گاڑی کے ایک ڈبے میں ہمیں ڈالا اور کہا کہ ملتان کی ڈسٹرکٹ جیل میں تمہیں پھانسی دی جائے گی تو مال گاڑی لاہور سے ملتان تک تین مہینے میں پہنچی، کسی جگہ دس دن کھڑی رہی، کسی جگہ پندرہ دن کھڑی رہی، گرمیوں کا موسم تھا، ہم پنجروں میں بند تھے، کوئی پوچھنے والا نہیں تھا اور روٹی کچھ کچی ہوتی کچھ زیادہ جلی ہوئی ہوتی، روٹی میں مٹی ڈالی جاتی، ہمیں کوئی شخص پوچھنے والا نہیں تھا۔ ہم ملتان جب پہنچے، ہماری آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر ہمیں جیل لے جایا گیا، جب ہم شام کو جیل پہنچے، تو پہنچتے ہی ہماری پٹیاں کھول دی گئیں۔ ہمیں پھانسی کے کالے وارنٹ دے دیئے گئے۔ ہم نے پھانسی کا وارنٹ دیکھا، ہم نے خوشی منائی، ساری رات کہ چلو دنیا کے غموں سے نجات مل جائے گی۔ انگریز نے کہا مولویو! کیوں خوشی کرتے ہو، ہم نے کہا کہ اس لئے خوشی کرتے ہیں کہ ادھر کل کو ہمیں پھانسی ہوگی، کل ہی ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں گے۔

مولانا جعفر تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ "تاریخ کالا پانی" میں لکھا، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے خوشی منائی، ہماری خوشی کو دیکھ کر انگریز پریشان ہو گیا۔ انگریز نے پھانسی کا حکم روک دیا۔ انہوں نے کہا کہ مولوی جس موت سے خوش ہوتے ہیں، ہم وہ موت ان کو دینے کے لئے تیار نہیں۔ اس کے بعد کالا پانی کی سزا ملی۔ عمر قید کالا پانی۔ جب کالے پانی لے جایا جانے لگا تو مولانا جعفر تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے بڑا دکھ ہوا کہ اب پتہ

نہیں کتنے دکھ اور تکلیفیں دنیا میں باقی ہیں۔شہید ہو جاتے بات ختم ہو جاتی۔اس موقع پر تاریخ کالا پانی میں انہوں نے ایک شعر لکھا ہے:

مستحق دار کو حکم نظر بندی ملا
کیا کہوں ہائے رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی

اگر پھانسی چڑھ جاتے، رہائی ہو جاتی، حضور ﷺ کے پاس پہنچ جاتے، رہائی ہو جاتی، اب قید میں ہیں۔ ہماری پھانسی سے رہائی ہوتی ہے۔

مسلمانو! مجھے بتاؤ کیا ایمان تھا! کیا جرأت تھی! کیا بسالت تھی! کیا ایمان تھا! کیا ان اکابر علماء کا جذبہ تھا کہ ایمان کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہو گئے اور جب کالا پانی بھیجنے لگے تو انگریز نے آرڈر کیا ان کی داڑھی مونڈھ دی جائے۔ان کی مونچھیں اور داڑھی ختم کر دو، سر کے بال مونڈھ دو، سر کے بال مونڈھ دیئے، مونچھیں مونڈھ دیں، داڑھی مونڈھنے لگے تو ہم چاروں آدمی رونے لگے کہ اللہ یہ داڑھیاں تیرے نبی کی سنت ہیں، لیکن انہوں نے ہاتھ باندھ کر پاؤں باندھ کر ہماری داڑھیوں کو کاٹا۔

تو مولانا یحیٰی علی رحمۃ اللہ علیہ نے داڑھیوں کے بالوں کو ہاتھوں میں لیا اور رو کر کہا اے اللہ! ہماری شہادت کے بجائے ہماری داڑھی کو شہادت مل گئی ہے۔ہم چاہتے تھے کہ ان کی بجائے ہم شہید ہو جاتے، قیامت میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے فخر کرتے۔

کیا ایمان تھا!

کیا جذبہ تھا!......

جس دن ہمیں کالا پانی لے جایا جانے لگا اس سے دو دن پہلے ہمارے بچوں کو ملاقات کے لئے لایا گیا۔میری بیوی اور میرا ایک بچہ تھا جس کی عمر آٹھ سال تھی جب اس نے مجھے سلاخوں میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی اور پاؤں میں بیڑیاں دیکھیں تو بچہ رونے لگا۔بیوی رونے لگی۔میں نے کہا بیٹا گھبرانے کی ضرورت نہیں، اگر تیرے باپ کو اللہ نے زندگی بخشی تو میں ضرور واپس آؤں گا اور اگر زندگی نہ ہوئی تو حوض کوثر پر ملاقات کریں گے۔

بالآخر وہ کالا پانی پہنچے اور اس واقعہ سے تقریباً سولہ سال کے بعد ان کو کالا پانی سے رہائی ملی۔اس مدت میں کالا پانی میں کیا ہوا ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔مولانا فضل حق

ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و حیدرؓ با وفا جب ہوں
تو پھر کیوں نہ باغ مصطفیٰ ﷺ میں بہار آئے

قابل صدر احترام اور علمائے کرام اور صاحب صدر میں آپ حضرات کا انتہائی مشکور ہوں کہ آپ دور دراز سے میری معروضات سننے کیلئے تشریف لائے ہیں آپ حضرات کے اس شہر میں تقریر کی غرض سے آنے کا اتفاق ہوا ہے اور مجھے یہ کہا گیا ہے کہ میں آپ حضرات کے سامنے اسلامی تاریخ کی ان اولوالعزم جماعت اور تحریک آزادی ہند کی سب سے سرخیل جماعت علماء اہل سنت علمائے دیوبند کی تاریخ آپ کے سامنے بیان کروں۔

تو میں ان شاء اللہ کوشش کروں گا کہ آپ حضرات کے سامنے انتہائی مثبت انداز میں اپنے اسلاف کی تاریخ اور واقعات بیان کروں اور میں اُمید کروں گا کہ اگر آپ میری معروضات کو نہایت غور وفکر سے ملاحظہ فرمائیں گے تو ان شاء اللہ کئی نئی نئی باتیں آپ حضرات کے سامنے آئیں گی۔

میرے دوستو! اسلامی تاریخ کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں اور اسلامی کتابوں کو جب کھنگال کر دیکھتے ہیں تو ہمیں صاف طور پر نظر آتا ہے کہ حضور ﷺ سے لے کر آج تک اور حضور ﷺ سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک جتنے بھی دور آئے ہر دور میں اور باطل کی آویزش اور ٹکر رہی یہ کوئی نظام ایسا ہے یہ قدرت کی کرشمہ سازی ہے کہ ہر دور میں حق اور باطل مقابلے میں آئے ہیں حق بے سروسامانی کے عالم میں آیا ہے اور جبکہ باطل تکبر، غرور، سرکشی، دھوکہ، عنانیت، حشمت جاہ، استکبار شوکت اور طاقت لے کر نمودار ہوا ہے۔

لیکن جب ہم تاریخ کے اوراق دیکھتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ بے سروسامانی کے عالم میں نمایاں ہونے والے حق کو ہمیشہ اللہ نے فتح دی ہے حق اور باطل کی ٹکر روز اول سے جاری ہے اور تاریخ کے طالب علم کو معلوم ہونا چاہئے کہ تاریخ بھی یہ فیصلہ کر کے بتاتی ہے کہ اس دور کا حق کونسا ہے اور اس دور کا باطل کون سا ہے اگر ہم نظر غائب سے ان چیزوں کا مطالعہ کریں گے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ حق کس طرح آیا اور باطل کس طرح آیا۔

حق اور باطل دوبدو

آپ ذرا اپنے ذہنوں کو چودہ سو سال کی تاریخ سے پیچھے لے جائیں تو آپ کو

معلوم ہوگا کہ

اگر باطل نمرود کے لباس میں آیا تو حق ابراہیمؑ کی بے سروسامانی کے عالم میں آیا،
اگر باطل فرعون کی شکل میں آیا تو حق موسیٰؑ کی شکل میں آیا۔
اگر باطل بنی اسرائیل کے خون خواروں کی شکل میں آیا تو حق عیسیٰ کی شکل میں آیا۔
اگر باطل قیصر و کسریٰ کی شکل میں آیا تو حق محمد رسول اللہ ﷺ کی شکل میں آیا۔
اگر باطل حجاج ابن یوسف کی شکل میں آیا تو حق سعید ابن جبیرؒ کی شکل میں آیا۔
اگر باطل خلیفہ معتصم باللہ کی شکل میں آیا تو حق امام ابوحنیفہؒ کی شکل میں آیا۔
اگر باطل خلیفہ منصور کی شکل میں تو حق امام احمد بن حنبلؒ کی شکل میں آیا،
اگر باطل نظام الملک بادشاہ کی شکل میں آیا تو حق امام ابن تیمیہؒ کی شکل میں آیا،
اگر باطل جلال الدین اکبر کی شکل میں آیا تو حق امام مجدد الف ثانیؒ کی شکل میں آیا،
اگر باطل فتنہ اموندیت کی شکل میں آیا تو حق امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی شکل میں آیا،
اگر باطل راجہ رنجیت سنگھ کی شکل میں آیا تو حق امام شاہ اسماعیل شہیدؒ کی شکل میں آیا،
اگر باطل انگریز کی شکل میں آیا تو حق امام شاہ عبدالعزیزؒ کی شکل میں آیا،
اگر باطل اور کسی فتنے کی شکل میں آیا تو حق علمائے دیوبند کی شکل میں آیا۔

میرے دوستو! ہر دور میں حق و باطل کی اور ٹکرائی ہے ہم نے بہت چیزیں دیکھیں بڑے حالات سنے لیکن تاریخ کے طالب علم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ حق والے لوگ کون ہیں اور کس طرح انہوں نے ہر دور میں اسلام کے لئے کام کیا ہے۔

میرے دوستو! ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ جس طرح سورج آسمانوں پر روزانہ روشن ہوتا ہے اسی طرح ہمیں یقین ہے کہ صحیح معنوں میں اہل سنت والجماعت اور حق پر قائم آج جو دنیا میں جماعت ہے وہ علمائے دیوبند کی جماعت ہے۔

ہمیں کوئی شبہ نہیں بلکہ سورج کی روشنی سے زیادہ یقین ہے کہ علمائے دیوبند کی جماعت اس دور میں انبیاء کی وارث جماعت ہے اور اہل حق کی جماعت ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کے عین مطابق پر باطل کا ہر طریقے سے مقابلہ کیا اگر انگریز آیا تو

اس کا مقابلہ کیا، اگر قادیانی آیا تو اس کا مقابلہ کیا، اگر پرویزی آیا تو اس کا مقابلہ کیا اگر دشمنان صحابہؓ آئے تو ان کا مقابلہ کیا بلکہ باطل جس لباس میں آیا علمائے دیوبند کے فرزند نے اسی طرح اس کا مقابلہ کیا۔

دارالعلوم دیوبند کو شورش کاشمیریؒ کا خراج تحسین

اور ایسے ہی تو نہیں شورش کاشمیری نے کہا

اس میں نہیں کلام کہ دیوبند کا وجود
ہندوستاں کے سر پہ ہے احسان مصطفیٰ ﷺ
او تا حشر ان پہ رحمت پروردگار ہو
کہ پیدا کیے ہیں جس نے فدایان مصطفیٰ ﷺ
اور اس مدرسہ کے جزبہ عزت سرشت سے
پہنچا ہے خاص و عام کو فیضان مصطفیٰ ﷺ
اور گونجے کا چار کھوئے نانا توی کا نام
کم بانٹا ہے جس نے با اداء عرفان مصطفیٰ ﷺ

دارالعلوم دیوبند کو ظفر علی خان کا خراج تحسین

میرے دوستو! یہ ایک تاریخ ہے اور ریاست علی ظفر نے ایک بڑی عجیب بات کہی ہے وہ کیا ہے کہ تم ہمارے اکابرین کی تاریخ ہم سے پوچھتے ہو اور ہمارے اکابرین کی کیا تاریخ ہے، وہ کہتا ہے کہ

اس وادی گل کا ہر زرہ خورشید جہاں کہلایا ہے
جو رند یہاں سے اٹھا ہے پیر مغاں کہلایا ہے
اس بزم جنوں کہ دیوانے ہر رات سے پہلے یزداں تک
ہوتے عام ہمارے افسانے دیوار چمن سے زنداں تک
سو ہار سنوارہ ہے ہم نے اس ملک کے گیسوئے برہم کو
ہر اہل جنوں بتائیں گے کہ کیا دیا ہے ہم نے عالم کو

اور ہر خورشید دین احمد کا عالم کے افق پر چمکے گا
یہ نور ہمیشہ چمکا ہے یہ نور برابر چمکے گا

تاریخ ہندوستان

میرے دوستو! میں عرض کر رہا تھا کہ ہندوستان کی تاریخ مختصر انداز میں سمجھ لینی چاہیے تاکہ اپنے اکابرین کی تاریخ کو سمجھنے میں مدد مل جائے۔

میرے دوستو! ہندوستان اور پاکستان کی تقسیم نئی نسل کا تو ماشاء اللہ حافظہ ایسان ہیں اور نہ ہی معلومات ہیں ۱۹۴۷ء میں یہ برصغیر تقسیم ہوا پاکستان و ہندوستان اور بنگلا دیش اس کو برصغیر کہتے ہیں اور اس کی تقسیم ۱۹۴۷ء میں ہوئی۔

اس کی تقسیم کیوں ہوئی اس لئے کہ اس برصغیر پہ انگریز نے ۳۰۰ سال سے زیادہ حکومت کی اسلئے ضرورت پیش آئی کہ انگریز کے خلاف علماء میدان میں نکلیں علماء نے جیلوں کو آباد کیا اور انگریز کے مظالم کے مقابلے میں علماء پھانسی کے تختہ پر چڑھے بالآخر انگریز کو یہاں سے جانا پڑا میں ابھی تھوڑی آگے چل کر تفصیل بتاؤں گا یہ پاکستان جو بنا ہے اس کی بنیادوں میں کس کا خون ہے آخری لقمے سے پیٹ نہیں بھرا کرتا پیٹ پوری روٹی سے بھرا کرتا ہے آخر میں ایک آدمی آ کر کہے کہ جناب عالی سارا کام میں نے کر دیا پچھلے دو سو سال کی ساری جدوجہد کو سبوتاژ کر دیا جائے یہ اس کے عقل کی خرابی ہے۔

میرے دوستو! بات سمجھنے کی ہے امید ہے کہ پڑھے لکھے حضرات میری معروضات کو انتہائی غور سے سن کر بات کو سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ ہم کتنے اندھیرے میں پڑے ہوئے ہیں ان کو آج تک یہ بتایا نہیں گیا کہ ہندوستان کی تاریخ کون سی ہے اور ہم نے ہندوستان کی تاریخ کو کیا سمجھ رکھا ہے۔

انگریز سرکار کا پہلا قدم

میرے دوستو! ۱۶۱۰ء میں ہندوستان میں انگریز آیا اور جب ہندوستان میں

انگریز آیا تو اس وقت ہندوستان پر احمد شاہ ایرانی حکمران تھا مغلوں کا ستارہ ابدالی مغلوں کا آخری حکمران تھا اس وقت ہندوستان کی سرکاری زبان فارسی تھی اور صرف دہلی کے شہر میں ایک ہزار دینی مدرسہ تھا۔

اور جب انگریز آیا ۱۶۰۱ء میں تو برطانیہ سے ایسٹ انڈیا کے نام سے ایک تجارتی وفد واسکوڈے گاما کے ذریعے بمبئی کے ساحل پر اترا اور اس نے حکومت وقت سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ تعاون کیا جائے ہم ہندوستان کی تجارت کو مستحکم کرنے کے لئے آئے ہیں ہم مال برطانیہ کی منڈی میں لے جائیں گے وہاں کے پیسوں کو ہندوستان میں لگائیں گے اس وقت کا مغل حکمران احمد شاہ ابدالی نا عاقبت اندیش تھا وہ انگریز کی شاطرانہ سیاست کو سمجھ نہ سکا اس نے انگریزی وفد کو بہت زیادہ سہولتیں دیں بڑے بڑے کارخانے لگانے کی اجازت دی کئی ریاستیں انگریز افسروں کے نام لکھوا دیں کئی علاقوں کے علاقے اس کو ہدیہ کر دیئے پانچ پانچ سو مربع زمینیں ایک ایک انگریز کو دے کر کہہ دیا کہ اس علاقے پر تیری حکومت ہے اس کے فیصلے تو کرے گا۔

۱۶۰۱ء میں تجارتی کمپنی آئی تقریباً ایک صدی بعد تقریباً ۱۷۰۱ء میں ہندوستان کے کئی چھوٹے چھوٹے علاقوں پر انگریزوں کی حکومت قائم ہوگئی تھی انگریز نے ۱۷۱۷ء میں ہندوستان میں میسور کے ایک صوبے پر قبضہ کر لیا اور قبضہ کر کے اس کی گورنری ایک انگریز کے ہاتھ میں آگئی اور اس طرح ہندوستان کے چار بڑے بڑے صوبوں پر ۱۷۴۰ء سے پہلے پہلے انگریز حکمران ہو گیا تھا۔

تاریخ پیدائش شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

میرے دوستو! یہ ۱۷۴۰ء کی بات ہے کہ انگریز کئی صوبوں کا گورنر بنا اس کے ہاتھ میں حکومت آگئی اسی اثناء میں ۱۷۰۲ء میں ہندوستان میں دہلی میں ایک لڑکا شیخ عبدالرحیم کے گھر پیدا ہوتا ہے اس لڑکے نے آنکھیں کھولیں وہ کیا دیکھتا ہے کہ ہندوستان کے کئی صوبوں پر انگریزی حکومت قائم ہو رہی ہے وہ لڑکا کون تھا اس لڑکے کو شاہ ولی اللہؒ کی ذات کہتے ہیں ۱۷۰۲ء میں شاہ ولی اللہؒ پیدا ہوئے ۱۶۰۱ء میں انگریز آیا ۱۷۰۲ء میں شاہ ولی اللہؒ پیدا ہوئے اور ۱۷۴۰ء شاہ ولی اللہؒ دیکھتے ہیں کہ انگریز چار بڑے بڑے صوبوں پر

قابض ہوگیا ہے۔

بھارت میں درس حدیث کی ابتداء

میرے دوستو! شاہ ولی اللہؒ اپنی مسند پر بیٹھے ہیں شاہ ولی اللہ کا مختصر تعارف کرانا چاہتا ہوں کہ ہندوستان میں شاہ ولی اللہؒ سب سے پہلے انسان ہیں کہ جنہوں نے ہندوستان کی پوری تاریخ میں سب سے پہلے درس حدیث شروع کیا شاہ ولی اللہ سے پہلے حدیث کا درس کسی نہ نہیں دیا شاہ ولی اللہ مکہ مکرمہ کے ایک عالم شیخ ابو طاہر مدنی سے حدیث پڑھ کر ہندوستان آئے اور آ کر انہوں نے سب سے پہلے درس حدیث شروع کیا جس کی وجہ سے آج پاکستان کے تمام مکاتب فکر دیوبندی، اہلحدیث، بریلوی، جتنے بھی مکاتب فکر ہیں ان کے سلسلہ نصب کو آپ دیکھیں، اگر ان میں سے کسی ایک کا بھی سلسلہ نصب ہے تو اس کا سلسلہ نصب شاہ ولی اللہؒ پر ہی جا کر ختم ہوگا شاہ ولی اللہؒ کے علاوہ اور کسی کا سلسلہ پہنچ نہیں سکتا اس لئے کہ ان سے ہی علم حدیث شروع ہوا ہے۔

پہلا ترجمہ قرآن فارسی میں

میرے دوستو! شاہ ولی اللہؒ نے یہ دیکھا کہ انگریز چاروں طرف اسی طرح قبضہ جما رہا ہے شاہ ولی اللہ نے سب سے پہلے قرآن کریم کو عربی زبان سے فارسی میں منتقل کیا اور آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ شہ ولی اللہؒ سے پہلے پوری بارہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں قرآن کا ترجمہ عربی زبان سے کسی اور زبان میں کسی نے بھی نہیں کیا تھا چنانچہ شاہ ولی اللہؒ وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے قرآن کو فارسی میں منتقل کیا۔

پہلی تفسیر قرآن فارسی میں

اور پھر اس کے بعد ان کے بیٹے شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی نے فارسی میں قرآن کی تفسیر تفسیر عزیزی لکھی تھی۔

پہلا ترجمہ قرآن اردو میں

اور پھر اس کے بعد ان کے دسرے بیٹے شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادر محدثین

دہلویؒ نے قرآن کے فارسی سے اردو میں ترجمے کئے اور آج جتنے بھی برصغیر میں تراجم ہیں ان تمام کی بنیاد امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے انہی بیٹوں کا ترجمہ ہے۔

میرے دوستو! اور جو ترجمہ شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ کے ترجمے سے ملے گا وہ ترجمہ صحیح ہوگا اور جو ترجمہ ان ترجموں سے نہیں ملتا تھا اس ترجمے کو آج بھی متحدہ عرب امارات کی حکومت نے ضبط کرلیا ہے اسلئے کہ ان کا ترجمہ شاہ ولی اللہؒ کے ترجمے سے نہیں ملتا تھا۔

شاہ ولی اللہؒ کی تصنیف وتحریک

میرے دوستو! یہ قرآن کے کام کی ابتداء ہندوستان میں سب سے پہلے شاہ ولی اللہؒ نے کی ہے اور قرآن کا ترجمہ شاہ ولی اللہؒ نے کیا اور حدیث کا علم شاہ ولی اللہؒ نے پھیلایا شاہ ولی اللہؒ نے کیوں پھیلایا اس لئے کہ شاہ ولی اللہؒ سمجھتے تھے کہ قرآن وحدیث کے علوم کو اگر پھیلایا نہ گیا تو انگریزی حکومت اسی طرح مستحکم ہوتی رہے گی شاہ ولی اللہؒ نے ایک کتاب لکھی حجۃ اللہ البالغہ۔

علماء جانتے ہیں کہ اسلامی تاریخ میں اتنی عظیم المرتبت کتاب شاہ اللہ محدث دہلویؒ سے پہلے کسی نے بھی نہیں لکھی تھی تو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ وہ انسان ہیں کہ جنہوں نے سب سے پہلے قرآن کریم کی آیات کو لے کر اسلام کا معاشی نظام پیش کیا، اسلام کا اقتصادی نظام پیش کیا، اسلام کی نظام سیاست کو پیش کیا، اسلام میں رزق کے فلسفے کو پیش کیا

اور شہ ولی اللہؒ کی اس کتاب کو لینن اور مارکس نے پورے ستر سال بعد چرایا اور انہی اصولوں کو چرا کر قرآن اور اللہ کے نام کو ختم کر کے اس کو اشتراکیت کے نظام کے نام سے ترتیب دیا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے اصولوں کو لینن اور مارکس نے چرایا ہمارے پاس اس کے شواہد موجود ہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ وہ واحد انسان ہے جس نے سب سے پہلے اسلام کا معاشی نظام پیش کیا۔

اور ان کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں تفصیل میں جانا نہیں چاہتا اور تفہیمات الٰہیہ فیوض الحرمین اور بڑی بڑی دیگر کتابیں وہ تمام ان کے علوم کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

میرے دوستو! شاہ ولی اللہؒ نے فتنہ اموزک کا مقابلہ کیا شاہ ولی اللہؒ نے کرامتی فتنے کا مقابلہ کیا شاہ ولی اللہؒ نے سکھوں کی رسموں کے خلاف جہاد کیا ہندوؤں کی رسموں کے خلاف جہاد کیا اسی اثناء میں ۱۷۶۲ء میں امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا انتقال ہوگیا۔

تاریخ پیدائش شاہ عبدالعزیز دہلویؒ

اور شاہ ولی اللہؒ کے انتقال سے پہلے ۱۷۳۹ء میں شاہ ولی اللہؒ کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا اسی بچے کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کہتے ہیں اور اسی بچے نے ۱۷۶۲ء میں اپنے باپ کی مسند پر بیٹھ کر حدیث رسول اللہ ﷺ کا درس دینا شروع کیا۔ اور ۱۷۷۲ء میں جب اس بچے نے دیکھا کہ ہندوستان کے بڑے بڑے علاقوں پر انگریزی حکومت کا تسلط ہوگیا ہے تو ۱۷۷۲ء میں سب سے پہلے ہندوستان کی تاریخ میں جس نے انگریز کے خلاف دشمنی کا بیج بویا وہ اسی شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی ذات تھی ۱۷۷۲ء میں سب سے پہلے شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے انگریزی حکومت، انگریزی ذریت اور انگریز قوم کے خلاف جہاد کا فتوئی جاری کیا۔

سلطان ٹیپوؒ میدان کارزار میں

میرے دوستو! شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے اس فتوے کے بعد ایک آدمی جس کا نام حیدر علی تھا وہ حیدر علی تو انگریزی کی فوج میں شامل تھا لیکن اس حیدر علی کے ایک بچہ پیدا ہوا اس بچے نے جب سنا کہ علماء نے انگریز کے خلاف فتوئی جہاد جاری کر دیا ہے تو وہ بچہ رضا کاروں کو تربیت دینے لگا اس نے اپنی قوم کو زنجیروں میں جکڑا ہوا پایا اس نے اپنی قوم کو غلامی کی زنجیروں میں پایا تو اس بچے سے رہا نہ گیا اس نے ۳۵۰ رضا کاروں کا ایک دستہ تیار کیا جس دستے نے اس نوجوان کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی اس نوجوان کو تاریخ کی زبان میں جو حیدر علی کا بیٹا تھا اسی نوجوان کو فتح علی سلطان ٹیپوؒ کہتے ہیں۔

میرے دوستو! وہ فتح علی سلطان ٹیپو ۱۷۷۲ء میں عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے فتوے کی وجہ سے اس نے میدان جنگ قائم کیا اور ۱۷۹۲ء میں سلطان ٹیپو فوجوں کو لے کر سرنگا پٹم کے علاقے میں آیا اور اس نے انگریز کی فوجوں کے مقابلے میں ہم کلام ہونے کی

دعوت دی اور چار میسور کی لڑائیاں لڑیں انگریز سے ٹکرا گیا تن تنہا لڑتا رہا تن تنہا ٹکراتا رہا لیکن انگریز بڑی شاطر قوم تھی اس نے سوچا کہ سلطان کے جذبات کو ہم اس طرح ختم نہیں کر سکتے اس نے سلطان کی فوج کے سپہ سالار میر صادق کو ۹ سو مربع زمین کا لالچ دے کر خرید لیا۔

سلطان ٹیپوؒ کی جعلی تصویر

میرے دوستو! آج کتنی ستم ظریفی ہے پاکستان کی اس بدقسمت قوم کی جس کے آج پاکستان کے نصاب تعلیم میں یونیورسٹی اور کالج کے نصاب تعلیم میں سلطان ٹیپوؒ کی تاریخ کو مکمل طور پر نہیں پڑھایا جاتا آج سلطان ٹیپوؒ کی وہ تصویر کتابوں میں آپ لوگوں کو دکھائی جاتی ہے جو کہ سلطان ٹیپوؒ کی تصویر اپنی نہیں ہے۔

حالانکہ سلطان ٹیپوؒ نے ساری زندگی داڑھی نہیں منڈوائی لیکن سلطان ٹیپوؒ کا وہ فوٹو کتابوں میں چھاپا گیا کہ جس میں اس کی داڑھی نہیں ہے جب کہ سلطان ٹیپو تو داڑھی کی سنت سے آراستہ تھا۔

سلطان ٹیپوؒ قطب وقت

شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ سلطان ٹیپوؒ اپنے دور کا قطب وقت تھا مولانا مدنیؒ کہتے ہیں کہ سلطان ٹیپوؒ تہجد گزار تھا سلطان ٹیپوؒ شب زندہ دار تھا سلطان ٹیپوؒ کے وہ خطوط اٹھا کر دیکھو جو اس نے سید احمد شہیدؒ کو لکھے اس نے کہا کہ میں انگریز کو ختم کر کے برصغیر پر اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتا ہوں اس برصغیر میں اسلامی حکومت کا فلسفہ سلطان ٹیپوؒ نے پیش کیا تھا۔

میرے بھائیو! سلطان ٹیپوؒ اتنا نیک آدمی تھا کہ اس نے میسور کی جامع مسجد تعمیر کروائی اس نے کہا کہ پہلی جماعت وہ عالم کروائے کہ جو صاحب ترتیب ہو۔

علماء جانتے ہیں کہ صاحب ترتیب اسے کہتے ہیں کہ جس کی پانچ نمازیں کبھی اکٹھی قضاء نہ ہوئی ہوں سلطان ٹیپو نے شرط لگائی جو صاحب ترتیب ہو وہ جماعت کروائے سارے علماء اپنی جگہ کھڑے رہے سلطان ٹیپوؒ دیکھتا رہا جب کوئی آگے نہ بڑھا تو خود سلطان ٹیپو آگے آیا اور اس نے کہا کہ میں یہ بات کھولنا نہیں چاہتا تھا جب سے بالغ ہوا تھا آج تک

میری پانچ نمازیں کبھی اکٹھی قضاء نہیں ہوئی ہیں اتنا بڑا درویش انسان تھا۔
ہم نے اس کا نام کتوں کے نام پر رکھا جو آج سلطان ٹیپوؒ کی مخالفت کرتا ہے جس نصاب تعلیم میں سلطان ٹیپوؒ کی مخالفت کی گئی ہے جن لوگوں نے سلطان ٹیپو کا نام کتوں کے نام پر رکھا یہ سلطان ٹیپو کے نام لیوا نہیں تھے۔
میرے بھائیو! آج یہ میر صادق کی منحوس اولاد ہے یہ انگریزوں کے خوشامدی تھے آج بھی اس ملک میں انگریزی ذریت کا ایک پودا موجود ہے کہ جو انگریزی کلچر کو انگریزی تسلط کو انگریزی تمدن کو انگریزی ذریت کو اچھا سمجھتا ہے اس انگریزی تمدن کو اچھا سمجھنے والے کو چاہئے کہ وہ اس ملک کو چھوڑ کر اپنے اس آباء کے پاس چلا جائے یہ ملک انگریزی مخالفوں کا ملک ہے اس ملک کی بنیادوں میں انگریز دشمنی رچی بسی ہے۔

تاریخ شہادت سلطان ٹیپوؒ

میرے دوستو میں آپ کے سامنے تاریخ کے اوراق کھول رہا ہوں اور مجھے امید ہے کہ ان تاریخ کے اوراق کو آپ از بر کریں گے اور اس سے استفادہ کریں گے۔
میرے دوستو! آؤ دیکھتے ہیں کہ ۱۷۹۲ء میں سلطان ٹیپوؒ کو شہید کر دیا گیا اور تن تنہا وہ میسور کا مجاہد شہید ہو گیا وہ مجاہد جس نے کہا گیدڑ کی سولہ سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے وہ مجاہد میسو کے قلعے پر شہید ہو گیا اور میر صادق نے غداری کر کے ۹ سو میل مربع زمین الاٹ کرالی۔
میرے دوستو! اب یہاں سے دو رخ پیدا ہوتے ہیں اب میں اپنی معروضات کو سمجھانا چاہتا ہوں ایک رخ انگریز کی حمایت کرنے والا ہے وہ کون سا رخ ہے؟ میر صادق اور ایک انگریز سے ٹکرانے والا ہے وہ کون سا رخ ہے سلطان ٹیپوؒ کا اور اس رخ کی تائید میں فتوئی دینے والا کون تھا؟ وہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تھے۔
چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا فتوئی بنیاد ہے ہندوستان کی جنگ آزادی کی اگر شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا فتوئی نہ ہوتا تو تحریک آزادی بھی نہ چلتی اگر شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا فتوئی نہ ہوتا تو ریشمی رومال کی تحریک نہ چلتی، ہندوستان چھوڑ دو۔

کی تحریک نہ چلتی، تاریخ ترک موالات کی تحریک نہ چلتی تحریک خلافت کی تحریک نہ چلتی، بالا کوٹ کی تحریک نہ چلتی۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے فتویٰ کی بنیاد پر انگریز کے خلاف مسلمان قوم کو متحد ہو کر لڑنے کا سبق ملا۔

میرے دوستو! ۱۷۹۲ء میں سلطان ٹیپو شہیدؒ ہو گیا اور انگریز نے سمجھا کہ ایک روڑہ جو میرے راستے میں تھا وہ سلطان ٹیپو شہیدؒ ہو گیا ہے اور میر صادق کو ۹ سو مربع میل زمین مل گئی۔

تاریخ شہادت نواب سراج الدولہؒ

اس کے بعد نواب سراج الدوالہؒ میدان میں آیا اس نے جنگ پلاسی لڑی یہ جنگ پلاسی کل ۲۲ گھنٹے جاری رہی انگریز نے نواب سراج الدولہؒ کے سپہ سالار میر جعفر اور ایمٹن کو خرید لیا اور نواب سراج الدولہؒ جو تھا وہ سلطان ٹیپوؒ کی طرح شہید ہو گیا اور میر جعفر اور ایمٹن نے میر صادق کی طرح غداری کی اس ہندوستان کی تاریخ میں، ایک غداری کا گروہ ہے، ایک وفاداروں کا گروہ ہے، ایک انگریز کے دشمنوں کا گروہ ہے، ایک انگریز کے حاشیہ نشینوں کا گروہ ہے اور اس دور میں حاشیہ نشینوں کا دور تھا آج بھی وہ حاشی نشین اس ملک میں موجود ہیں اس وقت جو انگریز کے دشمن تھے وہ گروہ بھی آج علماء دیوبند کی شکل میں موجود ہے۔

فرقہ واریت کا موجد کون؟

میرے دوستو! آپ حیران ہوں گے ہندوستان میں آ کر کیا ہوا فرقہ واریت کیسے پیدا ہوئی غلام احمد قادیانی کو کس نے پیدا کیا اور فتنے کیسے اٹھے جاگیردار طبقے نے کیا کچھ کیا نو نو سو مربع زمینیں کیسے الاٹ کرائی گئیں۔

امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو غدار کس نے کہا شیخ العرب والعجم حسین احمد مدنیؒ پر کفر کے فتوے کس نے لگائے اور آج فتنوں کی بنیاد کون رکھا ہے کون خانہ کعبہ کے امام کو کافر کہتا ہے یہ ایک داستان ہے کہ جو شروع سے لے کر آخر تک سمجھنے کے قابل ہے اگر

آپ اس تمہید کو سمجھ لیں گے آپ کو پورے ہندوستان کے اختلافات سمجھ آ جائیں گے۔

میرے بھائیو! میں کسی پر کفر کے فتوے لگانے کا عادی نہیں ہوں میں کسی کو برا کہنے کا عادی نہیں ہوں آپ تاریخ کے اوراق کو دیکھتے جائیں آپ کو پتہ چل جائے گا کہ فرقہ واریت کہاں سے پیدا ہوئی اور غلط لوگ کہاں سے اٹھے میں کسی کا نام نہیں لینا چاہتا۔

راجہ رنجیت سنگھ کی ستم ظریفیاں

میرے دوستو! اس کے بعد دوزخ ہندوستان کی تاریخ کے ہیں ایک غداروں کا ایک تصویر کا پہلا رخ ایک دوسرا رخ نواب سراج الدولہؒ کے بعد کیا ہوا نواب سراج الدولہؒ کی شہادت کے بعد راجہ رنجیت سنگھ اس پنجاب پر حکمران تھا۔

اس پنجاب پر راجہ رنجیت سنگھ ۱۸۴۰ء میں حکمران بنا۔ پشاور اور صوبہ سرحد بھی اس وقت پنجاب میں شامل تھا راجہ رنجیت سنگھ نے حکومت سنبھالتے ہی مسلمانوں پر ظلم وستم شروع کر دیا راجہ رنجیت سنگھ نے لاہور کی شاہی مسجد کے صحن میں اصطبل بنا دیا اور مسجد میں گھوڑوں کو کھڑا کرنے لگا اور مسلمان لڑکیوں کو بے آبرو کرنا شروع کر دیا اور اس راجہ رنجیت سنگھ کے مظالم کی داستان۔

میرے بھائیو! جب رائے بریلی میں پہنچی رائے بریلی میں ایک درویش خدا رہتا تھا اس درویش کا نام کیا ہے اس درویش کا نام سید احمد شہیدؒ ہے

شاہ ولی اللہؒ کی صالح اولاد

میرے بھائیو! میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چار بیٹے تھے، پہلے بیٹے کا نام شاہ عبد العزیزؒ، دوسرے بیٹے کا نام شاہ عبد القادرؒ، تیسرے بیٹے کا نام شاہ رفیع الدینؒ، چوتھے بیٹے کا نام شاہ عبد الغنیؒ یہ چار بیٹے تھے چاروں مفسر قرآن تھے چاروں حدیث کے محدث تھے، چاروں اپنے دور کے قطب تھے۔

میرے دوستو! یہ چار بیٹے تھے پہلے بیٹے شاہ عبد العزیزؒ کی تاریخ آپ کو معلوم ہو گئی جنہوں نے فتویٰ جہاد جاری کیا تھا اور شاہ عبد القادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ وہ ہیں جنہوں

نے قرآن کا ترجمہ سب سے پہلے ہندوستان میں کیا۔

اور چوتھے بیٹے شاہ عبدالغنیؒ ہیں کہ جن کو یہی سب سے بڑا اعزاز حاصل ہے کہ انکے گھر میں ایک فرزند پیدا ہوا اس فرزند کو آج ہم شاہ اسماعیل شہیدؒ کہتے ہیں۔

میرے دوستو! شاہ اسماعیل شہیدؒ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے حقیقی پوتے ہیں اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے بھتیجے ہیں اور شاہ عبدالغنیؒ کے لڑکے ہیں راجہ رنجیت سنگھ پنجاب پر حکمران ہوا سید احمد شہیدؒ رائے بریلی سے چل کر اور دہلی میں آ کر انہوں نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے علم حاصل کیا علم حاصل کر کے واپس چلے گئے شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے بھتیجے شاہ اسماعیل شہیدؒ سید احمد شہیدؒ کے مرید ہو گئے اور سید احمد شہیدؒ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے مرید ہو گئے۔

سید احمد شہیدؒ کا اعلان جہاد

میرے دوستو! سید احمد شہیدؒ نے رائے بریلی میں ہندوستان میں دو شہر ہیں، ایک رائے بریلی ہے اور ایک الٹے بانس بریلی ہے۔

رائے بریلی سے سید احمد شہیدؒ پیدا ہوئے اور الٹے بانس بریلی کی تاریخ کا تو آپ کو پتہ ہوگا آج میں اس موضوع کو یہاں دہرانا نہیں چاہتا۔

میرے دوستو! رائے بریلی سے سید احمدؒ بریلی پیدا ہوئے اور جب ان کو پتہ چلا کہ پنجاب میں راجہ رنجیت سنگھ مسلمانوں پر ظلم وتشدد کر رہا ہے تو سید احمد شہیدؒ نے اعلان کر دیا جہادی دستی میں بھرتی ہونے کا اور اپنے مریدوں کو کہا کہ انگریز کے خلاف جہاد فرض ہو چکا ہے چنانچہ ۷۵۰ مجاہدوں کو لے کر اور دس ہزار مریدوں کو لے کر سید احمد شہید رائے بریلی سے ۱۸۲۶ء میں چلتے ہیں۔

اور اس چلنے سے پہلے سید احمد شہیدؒ نے اپنے شاگرد شاہ اسماعیلؒ کو پنجاب بھی بھیجا تھا جنہوں نے واپس جا کر رپورٹ دی تھی کہ مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے مسجدوں کو اصطبل بنا دیا گیا ہے۔

میرے دوستو! شاہ اسماعیل شہید واپس گئے تو جاتے ہی سید احمد شہیدؒ نے اعلان

جہاد کردیا یہ قافلہ رائے بریلی سے چلا درہ خیبر سے ہوتا ہوا اور درہ بولان سے ہوتا ہوا ۱۸۲۷ء میں پشاور پر آ کر حملہ کیا اور آپ حیران ہوں گے کہ پشاور کو پہلے حملے میں فتح کرلیا۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ کا روحانی فرزند مفتی محمودؒ

اور فتح کرنے کے بعد جب صبح کو شاہ اسماعیلؒ نے پشاور کے چوک میں کھڑے ہو کر اعلان جہاد کیا کہ آج کے بعد پشاور پر امیر المومنین سید احمد شہیدؒ کی حکومت ہے اور آج کے بعد پشاور میں جوا بازی بند ہے آج کے بعد پشاور میں اغواء ڈکیتی بند ہے، آج کے بعد پشاور میں چوری ڈاکہ بند ہے، آج کے بعد پشاور میں سٹہ بازی بند ہے، آج کے بعد پشاور میں افیون و چرس بند ہے اور آج کے بعد پشاور میں شراب خوری بند ہے۔

میرے بھائیو! جب یہ اعلان سید احمد شہیدؒ کے شاگرد شاہ اسماعیل شہیدؒ نے ۱۸۲۷ء میں پشاور میں کیا جس دن شاہ اسماعیل شہیدؒ نے شراب کی بندش کا اعلان کیا وہ یکم مئی اتوار کا دن تھا۔

میرے بھائیو! میں جب تاریخ کے اوراق کھولتا ہوں مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اسی شاہ اسماعیل شہیدؒ کے ایک سو سال کے بعد جب شاہ اسماعیلؒ کا ایک روحانی فرزند مفکر اسلام مفتی محمودؒ اسی پشاور میں برسر اقتدار آتا ہے تو جس دن مفتی محمودؒ نے حلف اٹھایا اور شراب کی بندش کا اعلان کیا وہ دن بھی یکم مئی ۱۹۷۲ء اتوار کا تھا۔

۱۸۲۷ء یکم مئی کو شاہ اسماعیل شہید اسی پشاور میں شراب کی بندش کا اعلان کرتا ہے اور یکم مئی ۱۹۷۲ء اتوار کے بعد اسی پشاور میں مفتی محمودؒ شراب کی بندش کا اعلان کرتا ہے یہ ایک تاریخ کا اتفاق ہے میرے اکابر کی داستان ایک زندہ جاوید داستان ہے۔

مجاہد کی اذان اور ملاں کی اذان اور

میرے دوستو! ۱۸۲۷ء میں یہ قافلہ وہاں پہنچا اس نے پشاور فتح کرلیا اور اس کے بعد شنکیاری فتح کیا، اتمان دہی فتح کیا، چارسدہ فتح کیا، اکوڑہ خٹک فتح کیا۔

اکوڑہ فتح کر کے جب لوگ آگے بڑھے تو سید احمد شہیدؒ کے پاس راجہ رنجیت سنگھ کا ایک قاصد آیا اور اس نے آ کر کہا کہ شاہ صاحب جتنا علاقہ آپ نے فتح کرلیا ہے اس پر آپ

کی حکومت ہے اب آپ آگے نہ بڑھیں اور پیش قدمی روک دیں تو سید احمد شہیدؒ نے کہا کہ اے رنجیت سنگھ میں ملک گیری اور صدارت کی ہوس کے لئے نہیں آیا میں تیرے بہیمانہ ظلم وستم سے مسلمان قوم کو نجات دلانے آیا ہوں جب تک تیرا ظلم باقی رہے گا سید احمد کٹ تو سکتا ہے ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتا ہے اور ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتا سید احمد شہیدؒ کا یہ نعرہ تھا۔

چھبیس لاکھ سکھوں نے کلمہ پڑھ لیا

میرے دوستو! سید احمدؒ کوئی معمولی آدمی نہیں تھا ہندوستان کی پوری تاریخ کا آپ مطالعہ کریں میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ جہاں تک میرا مطالعہ ہے ہندوستان میں آج تک شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے بعد اتنا بڑا پیر اور ولی پیدا نہیں ہوا کہ جس کے چالیس لاکھ مرید بنے ہوں اتنا بڑا پیر پیدا نہیں ہوا کہ جس کے ہاتھ پر ۲۶ لاکھ سکھوں نے کلمہ پڑھا ہو۔

اتنا بڑا آدمی پیدا نہیں ہوا جس کے شاگرد شاہ اسماعیل شہیدؒ کی ایک کتاب تقویۃ الایمان کو پڑھ کر ساڑھے تین لاکھ کافروں نے نبی کا کلمہ پڑھ لیا ہو ایسا آدمی کبھی آپ نے نہیں دیکھا ہوگا۔

سید احمد شہیدؒ کے بارے میں آتا ہے کہ جس جگہ کھڑے ہوتے تھے چاہے دس لاکھ آدمی سامنے ہوتا تھا سید احمدؒ کا چہرہ دیکھ کر توجہ کر لیتا تھا اور سید احمد کے ساتھ چلتا تھا کافر کلمہ پڑھتے تھے اور زانی اور شرابی توبہ کرتے تھے لوگ سید کے چہرے کو دیکھ کر ایمان لے آتے تھے، وہ اتنا درویش انسان تھا، وہ اتنا ولی اللہ انسان تھا، وہ اتنا قطب وقت انسان تھا۔

اور جب شاہ عبدالعزیزؒ کی شاگردی کا دور تھا اور سید احمد شہیدؒ کتابیں پڑھا کرتے تھے ایک دن کتاب کھولی تو حروف نظر نہیں آئے سید احمد شہید نے کہا استاد جی میری کتاب کے حروف نظر نہیں آتے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے کتابوں کے علم سے بے نیاز کر کے عرش سے اپنی طرف سے تجھ علم عطا کرے گا اور تجھے کتابوں کے علم سے بے نیاز کر دے گا اور اسے علم لادنی کہا جاتا ہے جو سید احمد شہید کو اللہ نے عطا فرمایا تھا۔

بالاکوٹ کی پہاڑیوں پر

میرے دوستو! یہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھا سید احمد شہید نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا

اور پھر اس کے بعد یہ قافلہ آگے بڑھتا رہا چنانچہ کئی سال گزر گئے کسی علاقے میں چھ ماہ قیام ہونا کسی بستی میں ایک ماہ قیام ہوتا۔

اسی طرح گزرتے گزرتے یہ قافلہ ۱۸۳۱ء یکم مئی کو یہ قافلہ بالاکوٹ کی پہاڑیوں پر پہنچا بالاکوٹ پاکستان میں ہے ہندوستان میں نہیں ہے اور آپ بھی جا کر دیکھ سکتے ہیں یہی وہ پہاڑیاں ہیں جن پہاڑیوں سے آج سے کئی سو سال پہلے بدر واحد کی یاد تازہ ہوئی تھی اور ان پہاڑیوں پر شہداء کا خون گرا تھا۔

آج پاکستان میں ایک طبقہ ایسا ہے کہ جو اتنا اتنا نامراد طبقہ ہے میں حیران ہوتا ہوں اس ملک کی بدقسمتی دیکھئے یہاں ایسے لوگ بھی بستے ہیں کہ جو سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں اور ان کو گستاخ کہتے ہیں اور ان کو سکھوں کا ایجنٹ کہتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ آدمی بات کرتا ہوا سوچ تو لیتا ہے لیکن یہاں تو سوچ کا مادہ ہی ختم ہو گیا ہے سید احمد شہید سکھوں سے لڑائی کر رہے ہیں اور لڑائی کرتے کرتے بیچ کر واپس نہیں آ گئے کوئی مربع الاٹ کرا کر واپس نہیں ہٹے بلکہ لڑتے لڑتے وہیں شہید ہو گئے ان کی گردن تو کٹ گئی مگر میدان نہیں چھوڑا ان کا مزار آج بھی بالاکوٹ کے بازار میں بنا ہوا ہے۔

ان کے شاگرد شاہ اسماعیل شہیدؒ کا مزار اسی بالاکوٹ کے بازار سے ایک میل کے فاصلے پر پہاڑی کے اوپر اور نیچے سے دریا بہتا ہے اور ادھر شاہ اسماعیل شہیدؒ کی گردن دفن ہے، کہیں دھڑ دفن ہے، کہیں ایک ٹکڑا دفن ہے، کہیں دوسرا ٹکڑا دفن ہے۔

جبکہ غدار ٹکڑے نہیں کرایا کرتے ایجنٹ جو ہوتے ہیں وہ تو بیچ کر آ جاتے ہیں وہ تو جاگیریں لے لیتے ہیں اور وہ اپنے ٹکڑے پہاڑوں پر نہیں بکھیرا کرتے۔

سید احمد شہیدؒ کوئی معمولی آدمی تھا بالاکوٹ کی پہاڑیوں پر یہ لوگ یکم مئی ۱۸۳۱ء کو پہنچے رات کو پڑاؤ ڈالا اور اس علاقے کی ایک قوم نے غداری کی اور رنجیت سنگھ کی فوجوں کو مخبری کی اور انہوں نے پہاڑ کے عقب میں شب خون مارا۔

اور پانچ مئی کے دن سید احمد شہیدؒ اپنی عبادت گاہ میں سجدے میں موجود تھے اور تہجد کے وقت سجدے کی حالت میں سید احمدؒ کی گردن کاٹ دی گئی اور اسی دن شاہ اسماعیل

شہیدؒ میدان میں نکلے چار دن تک شاہ اسماعیل شہیدؒ لڑائی کرتے رہے۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ کی عجیب کرامت

اور اس شاہ اسماعیل شہیدؒ کو گستاخ رسول ﷺ کہنے والو عقل کے ناخن لو اتنا بڑا عاشق رسول ﷺ کوئی پیدا ہوا ہوگا اس کے سامنے ایک سکھ نے حضور ﷺ کو گالی دی۔

میرے بھائیو! شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اس سکھ سے کہا خدا کی قسم اس وقت نہیں مروں گا جب تک تیری گردن نہ اڑا دوں شاہ اسماعیل شہیدؒ نے قسم کھالی اور حدیث میں آتا ہے اذا اشترف اکفر مدفوع با ابواب لا اقسم بالله یسراء حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ایسے درویش انسان میری امت میں ہوں گے کہ اللہ کی اگر وہ قسم کھالیں اللہ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے اگر وہ کہہ دیتے ہیں کہ صبح بارش ہوگی خدا ان کی قسم کو پورا کرنے کے لئے بارش ڈال دیتے ہیں۔

میرے دوستو! یہ شاہ اسماعیل شہیدؒ وہی درویش خدا تھا کہ جس نے قسم کھائی کہ میں نہیں مروں گا جب تک تیرے ٹکڑے نہ کرلوں یہ بات کہی ہے تو پیچھے سے ایک دشمن رسول ﷺ نے شاہ اسماعیل کی گردن پر تلوار ماری ہے شاہ اسماعیلؒ کی گردن کٹ کر زمین پر گر پڑی اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے ہاتھوں میں تلوار ہے۔

چونکہ قسم کھا چکے ہیں کہ میں بعد میں گروں گا پہلے تجھے گراؤں گا گردن کٹنے کے باوجود شاہ اسماعیل کی کرامت ہے کہ اس دشمن رسول ﷺ کے پیچھے بھاگتے ہیں ایک فرلانگ کے فاصلے پر شاہ اسماعیل شہید نے اس دشمن کے جسم اور گردن پر وہ خنجر پیوست کر دیا اور میرے شاہ اسماعیل شہید خود گر گئے۔

میرے دوستو! دشمن رسول ﷺ کو قتل کر کے شاہ اسماعیل شہیدؒ اوپر گر گئے اتنا بڑا عاشق رسول ﷺ کون ہوگا؟

شاہ اسماعیلؒ کی کتابیں اٹھا کر دیکھو منصب امامت پڑھو شاہ اسماعیل شہید کی کتاب تقویۃ الایمان کا مطالعہ کرو آپ کے ایمان کو تازگی ملے گی بدعات سے نفرت پیدا ہو گی شرک سے دوری ہوگی۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ کو گستاخ رسول کہنے والوان کے نعتیہ کلام مسلک نور کا مطالعہ کرو خدا کی قسم ایک ایک شعر ایسا ہے کہ انسان سر دھنتا ہے اور ان کے عشق رسول ﷺ پر وجد آتا ہے۔

میرے بھائیو! وہ بڑے لوگ تھے چنانچہ بالا کوٹ کی پہاڑیوں پر سید احمد شہیدؒ پانچ مئی کو شہید ہوئے اور شاہ اسماعیل شہیدؒ ۹ مئی کو شہید ہوئے انہی بالا کوٹ کی پہاڑیوں پر ۴۵۰ شاہ اسماعیلؒ کے فوجی شہید ہوئے اور تقریباً ۱۰۰ کے قریب باقی لوگ جو بچ گئے تھے وہ واپس آ گئے اور ان بچے ہوئے لوگوں میں مولانا یحییٰ علیؒ تھے، مولانا مملوک علیؒ تھے، مولانا ولایت علیؒ تھے، مولانا محمد جعفر تھانیسریؒ تھے۔

۱۸۳۱ء یکم مئی سے لے کر ۱۰ مئی تک بالا کوٹ کی پہاڑیوں پر یہ واقعہ پیش آیا اور آج بھی ان پہاڑیوں کو اگر گور سے دکھا جائے اور تصور کیا جائے تو ان پہاڑوں سے شہداء بالا کوٹ کو ابلتا ہوا خون نظر آتا ہے اور بالا کوٹ کی اس تحریک کو تحریک بالا کوٹ کہتے ہیں اور انہی مجاہدوں کو شہداء بالا کوٹ کہا جاتا ہے۔

کیا ہم غازیان بدر سے کم ہیں

میرے دوستو! پھر اس کیب عد ۱۸۳۱ء یکم مئی سے لے کر دس مئی تک پہاڑوں پر یہ مجاہدوں کا قافلہ شہید ہو گیا اور اس کے بعد ۱۸۳۱ء دس مئی کے بعد یہ لوگ بچ کر واپس آ گئے ۱۸۳۱ء کے بعد ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت مستحکم ہو رہی تھی چنانچہ علماء نے کئی میٹنگیں کیں علماء نے کئی علاقے کے لوگوں کو اکٹھا کیا کہ انگریز کے خلاف فیصلہ کن لڑائی لڑی جائے یہ کرتے کرتے کئی سالوں کا عرصہ گزر گیا آخر ۱۹۵۶ء میں دہلی کے جید مقامی علماء کی میٹنگ ہوئی اس میٹنگ میں مولانا ولایت علیؒ، حافظ محمود حسن شہیدؒ، مولانا جعفر تھانیسریؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر کی، یہ سارے لوگ اس میٹنگ میں شریک ہوئے۔

مولانا قاسم نانوتویؒ نے فرمایا کہ تمہیں پتہ نہیں ہے انگریز ہمارے سر پر کھڑا ہے انگریز نے پورے ہندوستان میں اپنی حکومت کا جال بچھا دیا ہے لہٰذا تم فیصلہ کن لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ یا تو کٹ جائیں گے یا پھر انگریز کا مقابلہ کریں گے اور انگریز کو یہاں رہنے

نہیں دیں گے۔

مولانا نانوتویؒ نے یہ بات فرمائی تو ایک آدمی اٹھ کر کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ حضرت ہماری تعداد تو بہت تھوڑی ہے اور ہمارے وسائل بھی بہت تھوڑے ہیں تو حضرت نانوتویؒ نے تاریخی بات فرمائی فرمایا کہ کیا ہماری تعداد غازیان بدر سے بھی کم ہے، یہ بات کہنے کی دیر تھی کہ لوگوں میں جذبہ پیدا ہو گیا اور مولانا نانوتویؒ کی اس بات پر جنگ یا آزادی کا فیصلہ کر لیا گیا۔

جنگ آزادی کی ابتداء

میرے دوستو! اور آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہندوستان کی تاریخ میں سب سے بڑی دو لڑائیاں ہیں ایک ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور ایک تحریک ریشمی رومال تحریک ریشمی رومال کی بنیاد بھی مولانا نانوتویؒ کے شاگرد مولانا شیخ الہند محمود حسنؒ نے رکھی اور جنگ آزادی کی بنیاد بھی حاجی امداد اللہؒ کے شاگرد مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے رکھی۔

میرے دوستو! یہ انگریز کے خلاف فیصلہ کن لڑائی لڑی گئی جس کے بعد ۴ ہزار علماء کو پھانسی کے تختے پر لٹکایا گیا جن کی تاریخ ابھی میں آپ کے سامنے بیان کرنے لگا ہوں۔

میرے دوستو! ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو آج پاکستان کا ایک طبقہ جس کو انگریزی ذریت کا ساتھ ہر وقت ساتھ رہتا ہے وہ کہتا ہے کہ یہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی نہیں تھی یہ غدر تھا ہماری کئی کتابوں میں غدر کا نام دیا جاتا ہے غدر وہ لوگ نام دیتے ہیں آج بھی جو انگریزوں کی ذہنیت رکھتے ہیں علماء اپنی آزادی کے لئے لڑائی کریں تو یہ غدر کیسے ہو سکتا ہے یہ تو تحریک آزادی تھی جس کے سرخیل حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتوی تھے۔

جنگ آزادی کے دو جرنیل

میرے دوستو! ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ہوئی تو دو محاذ بنائے گئے ایک محاذ انبالہ پر جس کی قیادت مولانا جعفر تھانیسری کے پاس تھی اور ایک قافلہ شاملی کے محاذ پر تھا اس قافلہ کی قیادت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے پاس تھی۔

میرے دوستو! آپ حیران ہوں گے کہ علماء نے لڑائی لڑی منجنیک استعمال ہوئی اس جنگ میں سامان کی کمی کی وجہ سے اور چند لوگوں کی غداری کی وجہ سے یہ واضح بات ہے کہ ۱۸۵۷ء کی عالمگیر اس جنگ آزادی میں علماء کو فتح نہیں ہو سکی وہ نتائج برآمد نہیں ہوئے اگر نتائج برآمد نہیں ہوئے اور فتح بھی تو نہیں ہوئی لیکن آزادی کا جذبہ جو اندر ہی اندر مچل رہا تھا آزادی کی چنگاڑی جو سلگ رہی تھی وہ سلگتی رہی اور جذبہ بیدار رہا اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ختم ہوگئی۔

جذبہ جہاد کو ختم کر دو

انگریز نے وائسرائے برطانیہ نے ہندوستان کے اپنے وزراء سے اور مشیروں سے رپورٹ طلب کی کہ بتاؤ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد تمہاری حکومت ہندوستان میں کیسے قائم رہ سکتی ہے جس کا نام سب سے بڑا ڈاکٹر تھا ڈاکٹر ولیم حیدر ہندوستان کا ایک بہت بڑا سیاست دان اسے کہا جاتا تھا اس نے وائسرائے برطانیہ کو جو رپورٹ بھیجی اس رپورٹ کے الفاظ آپ کو بتاتا ہوں اس نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے لوگ جس میں مسلمان بہت زیادہ بیدار ہیں اور جنگ آزادی صرف مسلمانوں نے لڑی ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں جب تک جذبہ جہاد موجود ہے اس وقت تک ہم مسلمانوں پر حکومت نہیں کر سکتے اس لئے جذبہ جہاد کو ختم کرنا ضروری ہے اور جذبہ جہاد سے پہلے ایک اور چیز کو ختم کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان سے علماء کو ختم کر دیا جائے اور قرآن کو ختم کر دیا جائے۔

چنانچہ ۱۸۶۱ء میں ہندوستان میں ساڑھے تین لاکھ قرآن کریم کے نسخے انگریز نے جلائے اور پھر اس کے بعد علماء کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

انگریز کی کہانی مورخ انگریز کی زبانی

چنانچہ انگریز مورخ مسٹر ڈامسن اپنی یاداشات میں لکھتا ہے کہ ۱۸۶۴ء سے لے کر ۱۸۶۷ء تک انگریز نے علماء کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا اور یہ تین سال ہندوستان کی تاریخ کے بڑے المناک سال ہیں ان تین سالوں میں ۱۶ ہزار علماء کو انگریز نے پھانسی کے تختے لٹکایا۔

ٹامسن کہتا ہے کہ دہلی سے چاندنی چوک سے لیکر خیبر تک کوئی درخت ایسا نہ تھا جن درختوں پر علماء کی گردنیں نہ لٹکتی ہوں۔

ٹامسن کہتا ہے علماء کو سوروں کی کھالوں میں بند کر کے جلتے ہوئے تندوروں میں ڈالا گیا۔

ٹامسن کہتا ہے کہ علماء کے جسموں کو تانبے سے داغا گیا ٹامسن کہتا ہے کہ علماء کو ہاتھوں پر کھڑا کر کے درختوں پر باندھ کر ہاتھوں کو نیچے سے جلا دیا گیا۔

ٹامسن کہتا ہے کہ اس لاہور کی شاہی مسجد کے صحن میں انگریز نے پھانسی کا بندھا بنایا تھا اور ایک ایک دن میں ۸۰،۸۰ علماء کو پھانسی دی جاتی تھی۔

ٹامسن کہتا ہے کہ لاہور کے دریائے راوی میں ۸۰،۸۰ علماء کو بوریوں میں بند کر کے ڈالا جاتا تھا اور اوپر سے گولیوں کا نشانہ بنا دیا جاتا تھا۔

ٹامسن کہتا ہے کہ میں اپنے خیمے میں دہلی میں گیا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ مجھے محسوس ہوا کہ مردار کی بدبو ہے اور میں اپنے خیمے سے پیچھے چلا گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آگ کے انگارے بچ (بھکھ) رہے ہیں اور ان انگاروں کے اوپر چالیس ۴۰ علماء کو کپڑے اتار کر ان انگاروں پر ڈالا گیا ہے۔

ٹامسن کہتا ہے کہ میرے دیکھتے ہی دیکھتے ۴۰ اور علماء کو لایا گیا اور میرے سامنے ان علماء کے کپڑے اتارے گئے اور انگریز نے کہا کہ او مولویو جس طرح ان چالیس ۴۰ علماء کو آگ پر لگایا گیا تمہیں بھی پکا دیا جائے گا۔

لہٰذا تم صرف یہ کہہ دو کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ہم شریک نہیں تھے تو ابھی چھوڑ دیتے ہیں۔

ٹامسن کہتا ہے کہ مجھے پیدا کرنے والے کی قسم ہے میں نے دیکھا کہ کئی عالم پہلے بھی آگ پر پک گئے اور یہ دوسرے چالیس ۴۰ علماء بھی آگ پر پک گئے لیکن ایک بھی عالم ایسا نہ تھا جس نے انگریز کے سامنے گردن جھکائی ہو۔

آج پاکستان کا کوئی ٹھیکیدار بنتا ہے کہ فلاں کی کوشش سے پاکستان بن گیا میں سمجھتا ہوں کہ کوششیں موجود ہیں ان کوششوں کو ہم جانتے ہیں لیکن میں لوگوں سے پوچھتا

جن کو آج اپنے اسلاف کی تاریخ کا پتہ نہیں ہے۔

میرے بھائیو! بتاؤ پاکستان بنانے میں اگر ان لوگوں کا ذکر آتا ہے جن کا تم ذکر کرتے ہو تو یہ جو ۱۶ ہزار علماء پھانسی کے تختے پر چڑھے ان کی قربانیاں کہاں چلی جائیں گی یہ کس لئے شہید ہوئے ہیں انہوں نے گردنیں کس لئے کٹائیں ہیں۔

فرمان رسول ﷺ پر موت بھی قبول ہے

کیا پاکستان بنانے میں ان علماء کی قربانیوں کا کوئی دخل نہیں؟ کیا احمد اللہ شاہ مدارسی کی کوئی تاریخ نہیں ہے کہ جس کو ہتھکڑیاں پہنا کر ایک گورے کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ گورا اٹھ کر رونے لگا اور اس نے کہا شاہ صاحب آپ تو میرے استاد ہیں۔

میں نے تو مدارس میں آپ سے عربی کی کتاب پڑھی ہے جبکہ آپ کو گولی کا حکم ہے آپ کے وارنٹ ہیں اگر آپ ایک دفعہ کہہ دیں کہ میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں نہیں تھا تو آپ کو ابھی چھوڑ دیتا ہوں۔

مولانا احمد اللہ شاہؒ نے بڑا عجیب جواب دیا او میرے شاگرد انگریز میں ج ان کو بچانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔

میرے بھائیو! یہ بڑے لوگ تھے تب ہی تو کسی نے کہا ہے کہ

یہ حرف تمنا ہے یہ زبان کی دوریاں
سختیاں، دشواریاں، پابندیاں، مجبوریاں
یاد ہے ایام جفا آخر بھلائیں تو بھلائیں کس طرح
دل فرنگی سے لگائیں تو لگائیں کس طرح

یعنی

کس طرح ان کے ذہن اپنائیں، کس طرح ان کی ذریت کو اپنائیں، کس طرح ان لوگوں سے دل لگائیں، کس طرح ان کی باتوں کو تسلیم کیا جائے۔

کوٹ لکھپت جیل کے قیدی

میرے دوستو! ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مولانا جعفر تھانیسری کو پھانسی کا حکم

ہوا اور مولانا یحییٰ علی کی داڑھی کے بال کاٹے گئے جب پھانسی کا حکم ہوا تو ان کو انبالہ کی جیل سے لاہور لایا گیا اور کوٹ لکھپت جیل لاہور میں کس حال میں لایا گیا مولانا جعفر تھانیسری تاریخ کالا پانی میں لکھتے ہیں کہ ہمارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، ہمارے پاؤں میں بیڑیاں، ہمارے جسم پر جو گیا نہ لباس اور ہماری کمر پر لوہے کی سلاخیں۔

جب انبالہ سے لاہور کوٹ لکھپت جیل تک پیدل لایا گیا تو کوٹ لکھپت جیل میں داخل ہوتے ہی جیل کا سپرنٹنڈنٹ کہنے لگا کہ یہ ملاں اس طرح باز نہیں آئیں گے بلکہ ان کو لوہے کے پنجروں میں ڈال دیا جائے۔

مولانا تھانیسری کہتے ہیں کہ ہم تینوں علماء کے لئے انگریز نے لوہے کے الگ الگ پنجرے بنائے جبکہ ہمارے ہاتھوں سے لہو بہتا تھا، ہمارے پاؤں سے لہو بہتا تھا اور ہمیں لوہے کے پنجروں میں ڈالا گیا اور ان پنجروں کے اندر لوہے کی چونچ دار سلاخیں لگائی گئیں ہم آسرا نہیں لگا سکتے تھے ہم بیٹھ نہیں سکتے تھے اور ان پنجریوں کو تہہ خانے میں رکھا گیا اور پھر انہیں پنجریوں کو مال گاڑی کے ڈبوں میں ڈال دیا گیا اور کہا کہ ملتان کی ڈسٹرکٹ جیل میں ان علماء کو پھانسی دی جائے گی۔

مولانا تھانیسری فرماتے ہیں کہ ہمیں مال گاڑی کے ڈبے میں ڈال دیا گیا اور وہ ڈبہ ملتان بھیجا گیا اور تین مہینے میں وہ ڈبہ لاہور سے ملتان پہنچا کہیں مہینہ ٹھہرتا ہے کہیں دس دن ٹھہرتا ہے سخت دھوپ کا موسم تھا سخت گرمی کا سماں تھا جبکہ ہماری آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر ملتان کے اسٹیشن سے ہمیں ڈسٹرکٹ جیل لایا گیا۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن

مولانا تھانیسری کہتے ہیں کہ ہمیں شام کو بتایا گیا کہ صبح کو تمہیں پھانسی ہو جائے گی ہم نے رات بڑی خوشی منائی صبح کا وقت ہوا گورا ہمارے کمرے میں آیا اور اس نے کہا کہ او مولویو تمہیں کیا ہو گیا جبکہ تمہیں تو پھانسی کا حکم ہو گیا اور تم خوشیاں منا رہے ہو مولانا تھانیسری نے بڑی عجیب بات کہی فرمایا ہم اس لئے خوشی مناتے ہیں کہ ہم بڑے گناہ گار لوگ ہیں ہم سمجھتے تھے کہ اگر بستر پر موت آئی تو شاید ہمارے گناہوں کی بخشش نہ ہو سکے اب تو شہادت

کی موت ہوگی ادھر تم پھانسی دو گے ادھر ہم رسول اللہ ﷺ کے حوض کوثر پر پہنچ جائیں گے۔

انگریز گورے نے کہا مولویو جس موت سے تم خوش ہوتے ہو تمہیں وہ موت بھی نہیں دی جا سکتی اس نے کہا کہ تمہیں ۱۶،۱۶ سال کی کالے پانی کی سزا دی جاتی ہے۔

مولانا تھانیسری نے اس موقع پر کالا پانی میں بڑا عجیب شعر لکھا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ جب میرا پھانسی کا حکم بدل گیا تو بے ساختہ میری زبان پر آیا کہ

مستحق دار کو حکم نظر بندی ملا
کیا کہوں کیسے رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی

اگر پھانسی ہو جاتی تو رہائی ہو جاتی انہوں نے پھانسی کی موت کو رہائی سے تعبیر کیا۔

کیا کہوں کیسے رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی

وہ لوگ بڑے عجیب تھے۔

اب ملاقات حوض کوثر پر ہوگی

مولانا تھانیسری کو جب کالا پانی سے لے جایا جانے لگا تو ان کے بچوں کو آخری ملاقات کے لئے بلایا گیا مولانا فرماتے ہیں کہ میرا آٹھ سال کا چھوٹا سا بچہ جیل کی سلاخوں میں جب میرے سامنے آیا اور میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں دیکھ کر میرا بچہ زار و قطار رونے لگا میری بیوی بھی رونے لگی، میرے بھائیو! مولانا تھانیسری نے اس موقع پر بڑی عجیب بات کہی میں نے کہا کہ بچے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے اگر تیرے باپ کی زندگی خدا نے بچالی تو واپس آئے گا اگر نہ بچائی تو حوض کوثر پر ملاقات کرلوں گا۔

ایک ہزار مدارس ویران اور دارالعلوم کا قیام

میرے دوستو! یہ لوگ بڑے عجیب تھے ان لوگوں کی بڑی قربانیاں تھیں ۱۸۶۷ء تک ان علماء نے قربانیاں دیں ۱۸۶۳ء سے لے کر ۱۸۶۷ء تک پورے ہندوستان میں علماء کو انگریز نے ختم کر دیا واقعہ علماء ہندوستان میں موجود نہیں تھے ہندوستان میں ۱۸۶۷ء میں کوئی دینی مدرسہ نہیں تھا آپ حیران ہوں گے ۱۶۰۱ء میں جب انگریز آیا تھا تو ایک ہزار

مدرسہ دہلی کے شہر میں تھا۔ لیکن ۱۸۶۷ء میں ایک مدرسہ بھی پورے ہندوستان میں باقی نہیں تھا، انگریز نے مدرسہ رحیمیہ شاہ ولی اللہ کے مدرسے پر بلڈوزر پھیرا دیئے شاہ ولی اللہ کے مدرسے کو ختم کر دیا بڑے بڑے مکاتب کو ختم کر دیا تو جب ۱۸۶۷ء میں کوئی مدرسہ باقی نہ رہا علماء ختم ہونے لگے تو حضور ﷺ نے خواب میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو فرمایا کہ دین کو باقی رکھنے کیلئے ایک دینی مدرسے کی بنیاد رکھو۔

مولانا نانوتویؒ نے حضور ﷺ کی بشارت پر یعنی ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء مطابق ۱۵ محرم الحرام کو حضور ﷺ کی بشارت پر دیوبند کی بستی میں انار کے درخت کے نیچے ایک دینی مدرسے کی بنیاد رکھی اسی مدرسے کو دارالعلوم دیوبند کہتے ہیں اسی سے پڑھنے والوں کو علماء دیوبند کہتے ہیں۔

میرے دوستو! اس مدرسے کی بنیاد کیوں رکھی، تا کہ انگریز کا مقابلہ کیا جائے اس مدرسے کی بنیاد کیوں رکھی تا کہ انگریزی تمدن کو ختم کیا جائے اس مدرسے کی بنیاد کیوں رکھی تا کہ مسلمان قوم اپنی تہذیبی ورثہ سے ہمکنار ہو سکے۔

دارالعلوم دیوبند ایک تحریک ایک کردار

میرے دوستو! مولانا مملوک علیؒ کے دو شاگرد تھے ایک مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور سر سید احمد خانؒ یہ دونوں مولانا مملوک علیؒ کے شاگرد تھے مولانا مملوک علیؒ کے شاگرد مولانا محمد قاسم نے دارالعلوم دیوبند بنایا اور مولانا مملوک علیؒ کے دوسرے شاگرد سر سید نے علی گڑھ کی یونیورسٹی بنائی۔

لیکن جب ہم تاریخ کی روشنی میں دیکھتے ہیں ہم مطالعہ کرتے ہیں کہ ہندوستان میں یہ دو تحریکیں تھیں ایک تحریک دیوبند تھی اور علی گڑھ یونیورسٹی کی تحریک تھی جب میں پورے ۱۵۰ سال کی تاریخ کا تجزیہ کرتا ہوں تو مجھے نظر آتا ہے کہ دیوبند ایک ایسی اسلام کی یونیورسٹی بن گئی ہے کہ جس نے مفکر پیدا کئے، مجاہد پیدا کئے، امام پیدا کئے، مجتہد پیدا کئے اور جس نے الیاس دہلویؒ جیسا مبلغ پیدا کیا، جس نے مفکر پیدا کر کے دنیا کو حیران کر دیا، جس نے انور شاہ کشمیریؒ جیسا محدث پیدا کیا، جس نے انگریز سے ٹکرانے والے مجاہد پیدا کئے، جس نے انگریزی سامراج کے مخالف پیدا کئے جس نے حضرت تھانویؒ جیسا حکیم الامت

پیدا کیا، جس نے مفتی کفایت اللہ جیسا مفتی اعظم ہند پیدا کیا۔

اور مولانا محمد علی جوہرؒ جیسے بڑے بڑے علماء کو دارالعلوم دیوبند کے مدرسے نے پیدا کر کے پورے برصغیر میں کہیں مدارس پھیلا دیئے، کہیں مساجد پھیلا دیں، کہیں تفاسیر پھیلا دیں، کہیں احادیث پھیلا دیں، کہیں شروحات پھیلا دیں اور کہیں تفسیر کی کتب پھیلا دیں، کہیں حدیث کی کتب پھیلا دیں، کہیں تاریخ کی کتب پھیلا دیں۔

پوری دنیا میں دارالعلوم دیوبند نے اسلام کی تہذیب وتمدن کو عام کر دیا اور جب مقابلے میں ہم علی گڑھ کو دیکھتے ہیں تو علی گڑھ نے مفکر کون سا پیدا کیا، علی گڑھ نے تو سر پیدا کیے، علی گڑھ نے تو کلرک پیدا کیے، علی گڑھ نے انگریز کی سلامتی والے پیدا کیے۔ اور علی گڑھ نے تو شمس العلماء کے لقب لینے والے پیدا کیے۔

چنانچہ علی گڑھ کا رخ بدلنے کے لئے پھر شیخ الہند محمود حسنؒ کو ۱۹۲۰ء میں جا کر خطبہ دینا پڑا جب شیخ الہند نے علی گڑھ یونیورسٹی میں یونیورسٹی کے طلباء کو خطبہ دیا

اور یونیورسٹی کے مسلم نوجوانو! تم کدھر چلے گئے ہو تم انگریز کے حاشیہ نشیں بنتے جا رہے ہو میں تو تمہارے دروازے پر آیا ہوں آؤ مل کر محمد بن قاسمؒ کا جذبہ پیدا کریں اور انگریز سے ٹکرا جائیں اس تقریر کو سن کر پھر وہاں سے پھر شبلیؒ پیدا ہوا، شوکت علیؒ پیدا ہوا، حسرت موہانیؒ پیدا ہوا، مولانا محمد علی جوہرؒ پیدا ہوا، پھر بڑے بڑے امام پیدا ہوئے۔

میرے دوستو! دیوبند کا مدرسہ ایسا مدرسہ ہے کہ جس نے برصغیر کے مسلمانوں کے مذہب اور اسلام، آبرو اور عزت کو، عفت اور عصمت کو، تہذیب اور تمدن کو، صحافت اور تہذب کو، دیانت اور امانت کو، سیاست اور قیامت کو، خطابت اور امامت کو، عبادت اور ریاضت کو، صداقت اور شرافت کو اور معیشت کو باقی رکھنے میں سب سے بڑا کردار ادا کیا ہے۔

شورش کشمیریؒ کی بات

میرے دوستو! یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے آپ ذرا تاریخ کے تجزیئے میں دیکھئے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اللہ اس کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے آمین!

میرے بھائیو! وہ مولانا محمد قاسمؒ جس کے بارے میں شورش کہہ گیا ہے کہ

شافع کون و مکاں کی راہ دکھلاتا رہا
ثمرہان شرک کو توحید سکھلاتا رہا
پرچم اسلام ابر درخشاں کے روپ میں
بت کدوں کی چار دیواری پہ لہراتا رہا
اس زمین میں عصر حاضر کا فقیہہ بے مثال
سنت خیر الوریٰ کے زمزمے گاتا رہا

یہ لوگ تھے ہمارے اکابر یہ ہے ہماری زندہ جاوید داستان اور ہمیں اس داستان پر فخر ہے۔

دیو بند سے گنبد خضریٰ تک

میرے دوستو! آج لوگ کہتے ہیں کہ یہ دیو بند کا مدرسہ تو کل بنا ہے ہم تو شروع سے آئے ہیں لیکن آپ کو میں نے بتادیا کہ دیو بند کا مدرسہ کیوں بنایہ تو مدرسے کی بات ہے جبکہ مدرسے سے نصب نہیں چلا کرتا نسب تو محمد رسول اللہ ﷺ سے چلتا ہے اور ہمیں فخر ہے کہ ہمارا روحانی تعلق نبی ﷺ کے ساتھ ہے اور ہمارا علمی تعلق بھی نبی ﷺ کے ساتھ ہے چنانچہ ہمارے شیخ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے علم حاصل کیا ہے، شاہ عبدالغنیؒ نے

شاہ عبدالغنی سے، شاہ اسحاقؒ سے،
شاہ اسحاقؒ نے، شاہ عبدالعزیز سے،
شاہ عبدالعزیز نے شاہ ولی اللہؒ سے،
شاہ ولی اللہ نے شیخ ابوطاہر مدنیؒ سے،
شیخ ابوطاہر مدنیؒ نے علامہ محمد احمدؒ مجمع البہار سے،
علامہ محمد احمدؒ مجمع ابہار نے شیخ حسام الدینؒ صاحب کنز العمال سے،
شیخ حسام الدینؒ نے شیخ ربعی الدینؒ سہمی سے،
شیخ ربعی الدین سہمی نے امام عیسیٰ ترمذی سے،

امام عیسیٰ ترمذی نے امام بخاریؒ سے،

امام بخاریؒ نے حضرت حمادؒ سے،

حضرت حماد نے عبداللہ ابن مبارکؒ سے،

عبداللہ ابن مبارکؒ نے امام اعظم امام ابوحنیفہؒ سے،

امام ابوحنیفہؒ نے سیدنا انس ابن مالکؓ سے،

سیدنا انس ابن مالکؓ نے سیدنا عبداللہ ابن مسعودؓ سے،

سیدنا عبداللہ ابن مسعودؓ نے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سے۔

میرے بھائیو! ہمارا سلسلہ نسب رسول اللہ ﷺ تک پہنچا ہے اور ہمیں اس پر فخر ہے یہ تو علم کی بات ہے۔

پیر امداد اللہؒ سے پیر اسد اللہؒ تک

رشید احمد گنگوہیؒ نے ولایت سیکھی،

امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے، امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے ولایت سیکھی میاں جی نور محمدؒ سے،

میاں جی نور محمدؒ نے ولایت سیکھی شیخ عبدالباریؒ سے،

شیخ عبدالباریؒ نے ولایت سیکھی شیخ عبدالرحیمؒ سے،

شیخ عبدالرحیمؒ نے ولایت سیکھی شیخ عبدالہادیؒ سے،

شیخ عبدالہادیؒ نے ولایت سیکھی شیخ مظہر الدینؒ سے،

شیخ مظہر الدینؒ نے ولایت سیکھی، شیخ عبدالقدوس سے،

شیخ عبدالقدوسؒ نے ولایت سیکھی شیخ عبدالحقؒ سے،

شیخ عبدالحقؒ نے ولایت سیکھی جلال الدین تھانیسریؒ سے،

شیخ جلال الدینؒ نے ولایت سیکھی علاؤالدینؒ صابر کلیریؒ سے،

علاؤالدینؒ صابر کلیری نے ولایت سیکھی فرید الدین گنج شکرؒ سے،

فرید الدین گنج شکرؒ نے ولایت سیکھی خواجہ علی ہجویریؒ سے،

خواجہ علی ہجویریؒ نے ولایت سیکھی خواجہ مودود چشتیؒ سے،

خواجہ مودود چشتیؒ نے ولایت سیکھی معین الدین اجمیری سے،
معین الدین اجمیریؒ نے ولایت سیکھی سلطان جبیرا بہریؒ سے،
جبیرا بہریؒ نے ولایت سیکھی، خواجہ عیال ابن عیاضؒ سے،
عیال ابن عیاضؒ نے ولایت سیکھی حسن بصریؒ سے،
حسن بصریؒ نے ولایت سیکھی، علی المرتضیٰؓ سے
اور علی المرتضیٰؓ نے ولایت سیکھی محمد رسول اللہ ﷺ سے۔

میرے بھائیو! ہمیں فخر ہے کہ ہمارا تعلق علمی اور روحانی یعنی دونوں لحاظ سے سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے۔

دارالعلوم کے اساتذہ وتلامذہ

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ۱۸۶۷ء میں تیس مئی کو دارالعلوم دیوبند بنایا اور پھر اس مدرسے میں سب سے پہلے ایک استاد مقرر کیا اس استاد کا نام ہے ملا محمود حسنؒ اور ملا محمودؒ کے پاس ایک شاگرد آیا اس شاگرد کا نام بھی محمود حسنؒ ہے اور اس شاگرد نے اپنے استاد ملاں محمودؒ سے علم سیکھا مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے علم سیکھا اور وہی محمود حسنؒ جو شاگرد بن کر آیا تھا وہ ہندوستان کی تحریک آزادی کا سب سے بڑا لیڈر بنا۔

اسی محمود حسنؒ کو شیخ الہند محمود حسنؒ کہتے ہیں اسی محمود حسنؒ کو ہندوستان کی سب سے بڑی عالمی تحریک جو انگریزوں کے خلاف چلی تھی ریشمی رومال کی تحریک کا بانی کہتے ہیں وہ شیخ الہند محمود حسنؒ جس کے شاگردوں میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ پیدا ہوا جس نے اٹھائیس سو کتابیں لکھیں۔

اس شیخ الہند کے شاگردوں میں امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ پیدا ہوا جس کو ۲۵ سال کے لئے انگریز نے جلا وطن کیا جب اس کو جلا وطن کیا تو داڑھی کے بال پھوٹ رہے تھے اور جب وہ ۲۵ سال کے بعد واپس آیا تو داڑھی سفید ہو چکی تھی۔

اور اس شیخ الہند کے شاگردوں میں مفتی کفایت اللہ دہلوی جس کے ایک فتویٰ کو دیکھ کر مصر کے علماء نے کہا تھا کہ ما رایت ھذا عالم ایسا عالم روئے زمین پر موجود نہیں ہے۔

اور اس شیخ الہند کے شاگردوں میں انور شاہ کشمیریؒ پیدا ہوا جس نے صحیح بخاری شریف کی شرح لکھی اور آج وہ بخاری کی شرح سعودی حکومت شائع کر رہی ہے اور کہتی ہے کہ ایسی شرح عربی میں آج تک کسی نے نہیں لکھی۔

اور اس شیخ الہند کے شاگردوں میں مولانا محمد الیاسؒ تبلیغی جماعت کا بانی پیدا ہوا جو چھوٹے قد اور پتلے دبلے جسم اور انتہائی انکساری والا آدمی تھا وہ جماعت کے پہلے پیغام کو لے کر پانی پت کی ایک بستی میں گیا لوگوں نے اس کو تھپڑ مارے وہ گر گیا جب ہوش آیا تو آکر کہنے لگا بزرگو ایک دفعہ مسجد میں جانا ہوگا اللہ کے نبی ﷺ کی بات سننا ہوگی اس نے تھپڑ کھائے اس نے ماریں کھائیں۔

لیکن یہ ماریں کیوں کھائیں اس لئے ماریں نہیں کھائیں کہ وہ بہت کمزور ہو گیا تھا نہیں ماریں اس لئے کھائیں تھیں کہ کملی والے نے طائف میں ماریں کھائیں تھیں مکے کی گلیوں میں کملی والے نے ماریں کھائی تھیں اگر مکے کی گلیوں میں رسول اللہ ماریں نہ کھاتے تو خدا کی قسم الیاس دہلویؒ کبھی ماریں نہ کھاتا وہ تو پیغمبر ﷺ کی سنت پر چلتا تھا ہمارے اکابر تو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے عاشق تھے۔

اور مولانا شیخ الہند محمود الحسن کا جب جنازہ اٹھایا گیا ۱۹۲۱ء میں شیخ الہند کا انتقال ہوا حکیم اجمل خان جو جو بڑا مشہور حکیم ہے یہ شیخ الہند محمود حسن کا مرید تھا اور دہلی میں انہی کی کوٹھی پر انتقال ہوا جب انتقال ہو گیا اور ان کے جنازے کو دیوبند لایا گیا اور غسل کرانے کے لئے شیخ الہند کو تختے پر لٹایا گیا جب کر سے کپڑا ہٹایا گیا تو ہڈیوں کے سوا کوئی چیز نہیں تھی۔

سید حسین احمد مدنیؒ جب اس وقت دار العلوم کلکتہ میں حدیث پڑھایا کرتے تھے وہ آئے تو لوگوں نے کہا کہ حضرت شیخ الہند کے جسم پر ہڈیاں ہی ہڈیاں تھیں گوشت وغیرہ نہیں تھا حضرت رو پڑے اور فرمایا کہ شیخ الہند نے مجھے منع فرمایا تھا کہ یہ راز فاش نہ کرنا۔

اب شیخ الہند چلے گئے مالٹا کی جیل میں انگریز میرے استاد شیخ الہند کو ایک تہہ خانے میں لے جاتا تھا اور لوہے کی گرم سلاخیں شیخ الہند کی کمر پر لگاتا تھا اور کہتا تھا کہ محمود حسنؒ انگریز کے حق میں فتویٰ دے دو محمود حسنؒ کو جب ہوش آتی تھی تو یہی کہتے تھے انگریز میرا جسم پگھل سکتا ہے میں بلالؓ کا وارث ہوں میں صحابہؓ کا سپاہی ہوں میری چمڑی تو ادھڑ سکتی ہے

مگر اس انگریز کے حق میں فتویٰ نہیں دے سکتا۔

یہ عشق رسول ﷺ تھا وہ شیخ الہند محمود حسنؒ جس کے شاگردوں میں مولانا الیاس تبلیغی جماعت کا بانی پیدا ہوا جس کی تبلیغی جماعت آج ۱۶۵ ملکوں میں پہنچ چکی ہے کوئی روک سکتا ہے اس کے تبلیغی پروگرام کو ۱۶۵ ملکوں۔

بڑے لوگوں نے نقلیں اتارنے کی کوشش کی بڑے لوگوں نے چاہا کہ اس جماعت کو ختم کر دیا جائے بڑے لوگوں نے مقابلے میں تبلیغی جماعتیں بنائیں اور وہ جماعتیں کراچی سے چلیں اور حیدر آباد سے واپس بھی چلی گئی بہر حال یہ لمبی داستان ہے ایسے ہوتا رہا لیکن اہل حق کے پیغام کو کوئی روک نہیں سکتا۔

شیخ الاسلامؒ اور تحریک پاکستان

اور پھر اسی شیخ الہند محمود حسنؒ کے شاگردوں میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ پیدا ہوا وہ شبیر احمد عثمانیؒ بعض لوگ کہتے ہیں کہ علماء دیو بند نے پاکستان کی مخالفت کی تھی وہ بات میں بعد میں کرتا ہوں لیکن تمہیں مخالفت تو نظر آتی ہے تمہیں معافقت نظر نہیں آتی؟ تمہیں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نظر نہیں آتا کہ وہ اگر قائد اعظم کی حمایت نہ کرتا تو پاکستان کبھی نہ بنتا۔

میرے بھائیو! شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اگر سرحد کے ریفرنڈم میں کامیاب نہ ہوتے اور اگر سرحد میں جا کر تقریریں نہ کرتے اور اگر قائد اعظم محمد علی جناح کے ساتھ مل کر پورے برصغیر میں دورہ نہ کرتے تو کبھی پاکستان نہ بنتا۔

میرے دوستو! مولانا اشرف علی تھانویؒ جو دیو بند کے سرپرست تھے وہ پاکستان کے حامی تھے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جو دیو بند کے شیخ الحدیث رہے ہیں وہ پاکستان کے حامی تھے۔

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب جو دیو بند کے مفتی تھے وہ پاکستان کے حامی تھے۔

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ جو دیو بند کے شیخ التفسیر تھے وہ پاکستان کے حامی تھے۔

پاکستان کا پرچم کس نے لہرایا

میرے بھائیو! جب پاکستان بنا تو پاکستان کا سب سے پہلا پرچم شیخ الاسلام

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لاہور میں لہرایا اور ڈھاکہ میں پاکستان کا سب سے پہلا پرچم مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے لہرایا اور پھر اس کے بعد پاکستان کی سب سے پہلی جو قانون ساز اسمبلی بنی تو اس کے سربراہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بنے اور اس کے بعد قائداعظم کا انتقال ہوا تو ان کی نماز جنازہ بھی شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پڑھائی۔

میرے دوستو! یہ ساری چیزیں تمہیں نظر نہیں آتیں صرف مخالفت ہی نظر آتی ہے میں سمجھتا ہوں اگر علماء دیوبند پاکستان بنانے میں قائداعظم کی حمایت نہ کرتے تو پاکستان کبھی نہ بنتا۔

نظریہ پاکستان اور علمائے دیوبند

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک بات بڑے ادب اور بڑے غور کی دعوت دے کر عرض کرتا ہوں پاکستان بنانے سے پہلے ہمارے علماء کی ایک طبقے نے پاکستان کی تقسیم کی مخالفت کی تھی ہمیں اس بات پر کوئی پشیمانی نہیں ہے کوئی پریشانی نہیں ہے رائے کا اختلاف کیا تھا کہ پاکستان اس طرح نہ بناؤ بلکہ اس طرح بناؤ رائے کا اختلاف کرنا کوئی غداری نہیں ہے۔

اگر میں غداری بتانا چاہتا کہ غداری کسے کہتے ہیں تو اس کے لئے بہت لمبا وقت چاہئے ایک آدمی تقسیم کے طریقہ کار سے اختلاف کرتا ہے کہ پاکستان اس طرح نہ بناؤ اس طرح بناؤ۔ ابوالکلامؒ بھی طریقہ کار سے اختلاف کرتا ہے سید حسین احمد مدنیؒ بھی طریقہ کار سے اختلاف کرتا ہے کہ پاکستان اس طرح نہ بناؤ اس طرح بناؤ اس کی قیادت پر دین دار لوگوں کو لایا جائے تاکہ اس ملک میں کلمے کا نفاذ عمل میں آسکے یہ طریقہ کار ہوتا ہے طریقہ کار سے اختلاف کرنے والا غدار نہیں ہوتا غدار اس ملک کا سب سے بڑا وہ طبقہ ہے۔

غدار پاکستان کون تھا؟

میرے دوستو! جس نے آج سے ۵۵ سال پہلے جب پاکستان بنایا تھا پاکستان بن جانے کے بعد پاکستان بنانے سے پہلے جو نعرہ لگایا تھا کہ اس ملک میں اسلام لائیں گے ۳۶ سال گزر گئے قائداعظم کی وفات کے بعد اس کلمہ طیبہ کی دھجیاں جس طبقے نے اڑائی ہیں اور جس طبقے نے ختم نبوت کا مذاق اڑایا ہے اور جس طبقے نے اس ملک میں ختم نبوت

کے ڈاکوؤں کو پلنے دیا، وہ جاگیردار طبقہ، وہ سرمایہ دار طبقہ، وہ نونو سو مربع زمین انگریز سے الاٹ کرانے والے اور انگریز کی خوشامد کرنے والے، وہ دولتانے، وہ ٹوانے، وہ قریشی، وہ گیلانی، وہ گردیزی، وہ انگریز کے جاگیردار۔

جو ۵۵ سال سے اس ملک کے سیاہ وسفید کے مالک ہیں وہ اس ملک کے سب سے بڑے غدار ہیں رائے سے اختلاف کرنا غداری نہیں ہے نظریئے سے اختلاف کرنا سب سے بڑی غداری ہے۔

علماء نے رائے سے اختلاف کیا تھا تم نے نظریئے سے غداری کی ہے تم نے جس نظریئے کا نعرہ لگایا تھا اس نظریے کو ۵۵ سال ہو گئے آج تک اس ملک پر نافذ نہیں کیا تم سب سے بڑے غدار ہو جو نظریہ قائم نہیں کر سکتا وہ قوم کو دھوکہ دیتا ہے قوم کو دھوکہ دینے والا سب سے بڑا غدار ہوتا ہے۔

افسوس ناک بات

اس ملک کی یہ بھی بڑی بدقسمتی ہے کہ یہاں پاکستان بن جانے کے بعد تحریک آزادی پر بڑی بڑی کتابیں لکھی گئیں تاریخ پاکستان پر بڑی بڑی کتابیں آئیں، فلاں نے یہ کیا، فلاں نے وہ کیا، فلاں یوں کرتا تھا، فلاں سر کا لقب لے گیا، فلاں بہادر کا لقب لے گیا، فلاں میٹنگوں میں شریک ہوتا تھا، فلاں قائداعظم کے پیچھے پیچھے چلتا تھا۔

قائداعظم تو دنیا سے رخصت ہو گئے وہ اس ملک کو اسلامی سٹیٹ بنانا چاہتے تھے ہمارے پاس اس کے مکمل شواہد موجود ہیں لیکن میرے دوستو! یہ بات سمجھنے کی ہے کہ قائداعظم کی وفات کے بعد ان لوگوں نے اس ملک کی عزت وناموس سے کھیلا اس قوم کو تباہ و برباد کر دیا۔علماء نے پہلے بھی پاکستان بنانے کے لئے قربانیاں دیں انگریز کو نکالنے کے لئے قربانیاں دیں ۵۵ سال ہو گئے علماء اسمبلیوں میں گئے چنانچہ سب سے پہلے اس ملک کے نظریئے کو اپنانے کے لئے ۱۸۶۲ء کی اسمبلی میں مفتی محمودؒ نے قرآن کا قانون پیش کیا۔

میرے بھائیو! علماء پاکستان کے نظریئے میں بھی مخلص ہیں مسلمان قوم کے علماء پہلے بھی مخلص تھے اور علماء آج بھی مخلص ہیں۔

شیخ العرب والعجمؒ اور تحریک پاکستان

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے ایک بات کا اختلاف ہے کہ پاکستان کے مخالف تھے تم پاکستان کے بڑے ٹھیکیدار ہو تم نے بتاؤ ۵۵ سال میں کیا کیا تم سید حسین احمد مدنیؒ کی قربانیوں کو کیا جانتے ہو تم تو اس کے جوتے کی خاک کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو پیغمبر ﷺ کے روضے پر ۱۸ سال حدیث پڑھائے ۱۶۷ خلفاء کو پیدا کرے اور ۴۰ ہزار علماء جس کے شاگرد ہوں۔ اور وہ سید حسین احمدؒ مدنی جو کراچی کے خالد دینہ حال میں انگریز جج کے سامنے کھڑا ہو کر انگریز جج نے کہا سید حسین احمد تو نے فتویٰ دیا ہے کہ انگریز کی فوج میں بھرتی ہونا حرام ہے ۱۹۲۶ء کی بات ہے سید حسین احمدؒ نے کہا کہ فتویٰ دیا ہے کیا ہوتا ہے میرا آج بھی یہی فتویٰ ہے کہ انگریز کی فوج میں بھرتی ہونا حرام ہے جب یہ فتویٰ دہرایا۔

محمد علی جوہرؒ اللہ اس کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے یہ محمد علی کبھی جوہر نہ بنتا اگر اس کو شیخ الہند کی صحبت نصیب نہ ہوتی خدا کی قسم یہ محمد علی جوہر شیخ الہند کا جذبہ لے کر برطانیہ گیا تھا اور ۱۶،۱۶ گھنٹے انگریزی میں تقریر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں اس ملک میں نہیں جاؤں گا جو ملک غلام ہے اگر میں مر جاؤں تو غلام ملک میں مجھے دفن نہ کرنا چنانچہ برطانیہ میں ان کا انتقال ہوا ان کی قبر بیت المقدس میں بنائی۔

میرے دوستو! وہ محمد علی جوہر اس خالد دینہ حال میں موجود ہے سید حسین احمد مدنیؒ نے جب کہا کہ انگریز کی فوج میں بھرتی ہونا حرام ہے تو محمد علی جوہرؒ نے حسین احمد مدنیؒ کے قدم پکڑ لئے اور کہا حسین احمد خدا کیلئے بیان بدل لو حسین احمد مدنے کہا کہ او محمد علی اگر آج میں نے بیان بدلا تو خدا کی قسم ایمان بدل جائے گا آج بیان نہیں بدلا جا سکتا حسینؒ احمد مدنی آئے باہر۔

اے شیخ مدنیؒ تیری جرأت کو سلام

میرے دوستو! ایک وقت ایسا آیا کہ انگریز نے گولی کا حکم دے دیا اور وہ لوگ کہتے تھے کہ حسین احمدؒ اسٹیج پر نہیں آئے گا کراچی کی خلافت کانفرنس ہے تحریک خلافت چلی ہوئی ہے کراچی کی خلافت کانفرنس میں ۹ لاکھ کا اجتماع ہے سید حسین احمدؒ مدنی کفن بغل میں

لے کر اسٹیج پر آ گیا چاروں طرف انگریز کی توپیں لگی ہوئی ہیں حسین احمد مدنیؒ کو گولی کا حکم ہے جبکہ سید حسین احمد مدنیؒ اسٹیج پر آتے ہیں اور انگریز کو خطاب کر کے کہتے ہیں اور اس کی توپوں کو بلبل سے تشبیع دے کر کہتے ہیں اور اس کی توپوں کے گولوں کو گلوں سے تشبیہ دے کر کہتے ہیں۔

لئے پھرتی ہے بلبل چونچ میں گل

تصویر کا دوسرا رخ دیکھو، کتاب اٹھا کر، جب لوگوں نے یہ سنا تو آدھا گھنٹہ تک لوگ جوش میں نعرے لگاتے رہے سید حسین احمد مدنیؒ نے کہا او انگریز

لئے پھرتی ہے بلبل چونچ میں گل
شہید ناز کی تربت کہاں ہے؟

میرے بھائیو! شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنیؒ نے انگریز کو خطاب کر کے کہا کہ

کھلونا سمجھ کر نہ برباد کرنا
ہم بھی کسی کے بنائے ہوئے ہیں
فرنگی کی فوجوں میں حرمت کے فتوے
سردار چڑھ بھی گائے ہوئے ہیں
شجر آزادی خون دے کر سجا
پھل اس کے پکنے کو آئے ہوئے ہیں

اے شیخ مدنیؒ تیری استقامت کو سلام

میرے بھائیو! یہ بڑے لوگ تھے انہوں نے انگریز کا مقابلہ کیا اس حسین احمد مدنیؒ نے چار سال تک مالٹا کی جیل کاٹی ہے اور جب گھر کے ۱۱۹ افراد کا انتقال ہو گیا میں تو بڑا حیران ہوتا ہوں کیا مستقل مزاج لوگ تھے۔

میرے بھائیو! جب گھر کے ۱۱۹ افراد فوت ہو گئے اور چار سال کے اندر جب آخری خط ان کو ملا تو گھر کے ۱۱۹ افراد کا نام پڑھ رہے ہیں، اور رونے کی بجائے کچھ لکھنے لگے جب ساتھیوں نے دیکھا کیا لکھتے ہیں؟ ایک شعر پہلے اپنے والد صاحب کو لکھا وہ شعر کیا تھا؟ سید حسین احمد مدنیؒ نے کہا۔

مسائل میں الجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے
مجھے ناکامیوں پر اشک برسانا نہیں آتا

میرے بھائیو! سید حسین احمد مدنیؒ نے ایک بڑا عجیب شعر لکھا جب دوسری دفعہ خط گیا کہ گھر میں کوئی فرد بشر زندہ نہیں ہے اور تم ابھی ابھی اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے ہو تو سید حسین احمدؒ نے اللہ کی تقدیر پر راضی ہو کر کہا

تیرے عشق میں کوہ غم سر پہ لیا جو ہو سو ہو
عیش و نشاط زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو

حسین احمد مدنیؒ کو برا کہنے والو مولانا احمد علی لاہوریؒ فرماتے تھے کہ احمد علی کے دماغ میں وہ بات نہیں جو حسین احمد مدنیؒ کی جوتیوں میں ملتی ہے۔

اے شیخ مدنیؒ تیری فراست کو سلام

میرے دوستو! پروفیسر یوسف سلیم چشتی آج بھی لاہور میں موجود ہے وہ کہتا ہے کہ میں ساری زندگی سید حسین احمد مدنیؒ کو گالیاں دیتا رہا لیکن جب مشرق پاکستان کا واقعہ پیش آیا تو میرے سامنے سید حسین احمد مدنیؒ کی ایک بات آئی۔

وہ کہتے تھے کہ پاکستان دو نہ بناؤ ایک بناؤ تو وہ پروفیسر یوسف سلیم چشتی حسین احمد کی قبر پر دیوبند میں گیا اور رو کر کہنے لگا حسین احمد مدنیؒ تیری فراست سچی تھی اور پھر اس کے بعد مولانا احمد علی لاہوری کے صاحبزادے حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب کی خدمت میں گیا اور کہنے لگا کہ حضرت کوئی ایسا حل بتاؤ کہ سید حسین احمدؒ کو جو میں نے برا کہا ہے وہ گناہ معاف ہو جائے۔

میرے دوستو! وہ لوگ بڑے اونچے تھے یہ ہمارے بعض حضرات حسین احمد مدنیؒ کو کالج کی چاردیواری اور یونیورسٹی کی چاردیواری سے آنے تک ان کا حدود اربع نہیں ہے جنہوں نے تاریخ کی غواصی کی ہے جس نے تاریخ کا مطالعہ نہیں کیا ہے وہ حسین احمدؒ کو برا کہتے ہیں۔ چند کتابیں پڑھ کر اور چند ناؤنوں کی باتیں سن کر اور انہیں پتہ ہے کہ اتنا عظیم انسان اور انگریز سے ٹکرانے والا مجاہد اپنے علم و عمل کا بادشاہ، اپنے عزم کا مضبوط انسان،

اپنے علوم و معارف کا مہر منیر۔

برصغیر کی پوری تاریخ میں کوئی نہیں گزرا اور مسلم قوم کو اس مجاہد تحریک آزادی پر فکر کرنا چاہئے۔

اے ابوالکلام آزادؒ تیری غیرت کو سلام

میرے بھائیو! ابوالکلام آزادؒ کو بعض لوگ برا کہتے ہیں ان کو بھی اپنی غلطی کی اصلاح کرنی چاہئے ابوالکلام آزادؒ ایک پاکستان کی تقسیم کی رائے سے اختلاف کرنے والے کو تم غدار کہتے ہو تم ان کو غدار کیوں نہیں کہتے، جنہوں نے انگریزوں سے نقدی لئے، جنہوں نے انگریزوں کے جوتے چاٹے، جنہوں نے انگریزوں کے گھوڑوں کے خرخرے ملے، جنہوں نے انگریزوں سے نونو سو مربے الاٹ کروائے وہ تو غدار نہیں ہیں اور وہ ابوالکلام آزادؒ جو ایک رائے سے اختلاف کرنے والا اس پر الزامات اور اس کی تفسیر کو بھلا دیا جاتا ہے۔

خدا کی قسم! ابوالکلام آزاد کے الہلال نے ہندوستان میں آزادی کی وہ روح بخشی تھی جس کی مثال نہیں ملتی۔

ابوالکلام آزادؒ وہ ابوالکلام آزاد ہے جس کو کراچی کی جیل میں انگریز نے ڈال دیا تھا اور تین سال کے بعد اس کی بیوی کا انتقال ہو گیا تو انگریز نے پیرول کیرہائی کا نامہ بھیجا کہ تین دن کے لئے رہا کیا جاتا ہے۔

ابوالکلام آزادؒ نے اس کے نامہ کہ پشت پر لکھ دیا تھا کہ او انگریز میں تیرے رعایت نامے کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں کل قیامت کے دن اپنی بیوی سے ملاقات کرلوں گا۔

ابوالکلام آزادؒ کو ایک آدمی نے دس ہزار روپیہ بطور انعام بھیجا کہ تو نے الہلال میں انگریز کا خوب مقابلہ کیا ہے۔

تو ابوالکلام آزادؒ نے وہ دس ہزار واپس کر دیا اور فرمایا کہ تجھے سمجھ نہیں آئی کہ تو میرے قلم کو خریدنا چاہتا ہے ابوالکلام آزادل کے قلم کو دنیا کی کوئی طاقت خرید نہیں سکتی ہے۔

میرے دوستو! یہ ابوالکلام آزادؒ جس کی وفات پر آج پاکستان کے کئی اخبار نویس کئی بے ضمیر ایڈیٹر جن کو ابوالکلام آزادؒ کے قلم سے سوارنا آیا ہے تو ان کو سوچنا چاہئے کہ وہ ابو

الکلام آزادؒ جس کی قبر پر شورش کاشمیری گیا

میرے دوستو! شورش جس کے مزار پر گیا اور جا کر شورس کاشمیری نے بڑی عجیب بات کہی وفات کے بعد قبر پر گیا اور جا کر ابوالکلام کو خطاب کیا اور کہا

عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہے آستین نہیں ہے
زمین کی رونق چلی گئی ہے افق پر مہر مبین نہیں ہے
تیری جدائی میں مرنے والے وہ کون ہے جو حزین نہیں ہے
مگر تیری مرگ نا گہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے
کئی دماغوں کا ایک انسان میں سوچتا ہوں کہاں گیا ہے
قلم کی عظمت اجڑ گئی ہے زباں کا زور بیاں گیا ہے
اتر گئے کئی منزلوں کے چہرے میر کیا کارواں گیا ہے
مگر تیری مرگ نہ گہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے
یہ کون اٹھا کہ دہر و کعبہ شکستہ دل خستہ گام پہنچے
جھکا کے اپنے دلوں کے پرچم خواص پہنچے عوام پہنچے
مگر تیری مرگ نا گہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

زمین کی رونق

میرے بھائیو! جب یہ شعر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو سنائے تو شاہ جی نے ایک گرہ ساتھ لگا دی کہ

تو میرے خوابیدہ آنسو کو اے مرنے والے جگا چکا ہے
زمین کے تاروں سے ایک تارہ فلک کے تارں میں جا چکا ہے
مگر تیری مرگ نا گہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے
تیری جدائی میں مرنے والے وہ کون ہے جو حزین نہیں ہے

اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

استقبال رمضان المبارک

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○
یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ

ترجمہ: اے ایمان والو فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر تاکہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔

قابل صد احترام بزرگو اور دوستو! رمضان المبارک کا مہینہ ایک دو دن میں شروع ہو رہا ہے اور یہ بڑا رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ ہے، اور آپ کو معلوم ہے کہ اس مہینے کی فضیلت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے اور حضور ﷺ نے حدیث میں بھی بیان فرمائی ہے۔

اور بڑے ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو رمضان المبارک کا مہینہ ملتا ہے، اور اس مہینے میں وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں، یہ خوش نصیبی کی بات ہے، ورنہ کوئی علم نہیں پچھلے سال کتنے لوگ اس وقت یہاں تھے اور آج ان کا نام و نشان نہیں ہے، بات ہی ختم ہو گئی اور آئندہ سال پتہ نہیں ہم میں کون ہوگا یا نہیں۔

رمضان سے قبل حضور ﷺ کا خطبہ

حضور ﷺ نے شعبان کے آخری ایام میں خطبہ دیا، میں چاہتا ہوں کہ آج وہ حضور ﷺ کا خطبہ آپ کو سناؤں کہ آج شعبان کے آخری ایام ہیں اور جو خطبہ حضور ﷺ نے امت کو، دیا میں وہ خطبہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، حضور ﷺ ن ے فرمایا ــــا یہا

الناس اے لوگو قد اظلکم شھر عظیم تمہارے اوپر ایک رحمتوں والا مہینہ سایہ کر رہا ہے اور اس مہینے میں نفل فرضوں کے برابر ہو جائیں گے اور ایک فرض کا درجہ ستر فرضوں کے برابر ہو جائے گا۔

وھو شھر الصبر یہ صبر کا مہینہ ہے، یہ بدلہ کا مہینہ ہے، یہ رحمت کا مہینہ ہے، یہ برکت کا مہینہ ہے، یہ عظمت کا مہینہ ہے۔ (رواہ بیہقی فی شعب الایمان)

او لوگو اس مہینے کی تیار کرو، اس مہینے کی تیاری کیا ہے کہ اپنے اوقات کو بدلو، اپنے وقت کو بدلو، اس مہینے میں ایک نیکی کا ثواب ستر نیکیوں کے برابر ہوگا۔

روزے کا بدلہ اللہ تعالیٰ خود دیں گے

اے دنیا کے لوگو! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کا بدلہ میں نے مقرر کر دیا ہے، فرشتوں کو کہہ دیا ہے کہ تم فلاں نیکی کا بدلہ دو گے، لیکن یہ ایسا برکتوں والا مہینہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ الصوم لی وانا اجزی بہ یہ روزہ میرے لئے ہے اور میں خدا خود اس کا بدلہ عطا کروں گا۔ (ترمذی، کتاب الصوم باب ماجاء فی فضل الصوم حدیث نمبر ۷۶۴)

یہ بڑی عظمت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں روزہ کا بدلہ خود دوں گا اور ہر چیز میں دکھلاوا ہو سکتا ہے۔ نماز میں دکھلاوا، حج میں دکھلاوا، زکوٰۃ میں دکھلاوا، روزہ میں دکھلاوا...... لیکن روزے میں کیا دکھلاوا ہے کہ آدمی بھوکا ہے، اگر اس نے نہ کھایا ہے، نہ پیا ہے تو اس میں دکھلاوا کیا ہوگا؟ اس کا معاملہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی قربانی

رمضان المبارک میں جنگ بدر ہوئی، سخت گرمی کا موسم تھا، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روزہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ لڑتے تھے، روزہ رکھ کر تلواریں چلاتے تھے، روزہ رکھ کر دن کے وقت لڑتے اور رات کا وقت عبادت میں گزارتے تھے۔

افطاری کا اجر وثواب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! اس مہینے میں جو آدمی کسی کی افطاری

کرائے گا، اس کو اس روزے دار کے برابر ثواب ملے گا اور جس نے روزہ رکھا اس کے ثواب میں سے بھی کچھ کم نہیں کیا جائے گا، جتنا ثواب اس کا ہے اتنا ہی اس کا ہے۔

ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس تو اتنی گنجائش نہیں کہ ہم لوگوں کو افطاریاں کرائیں، غریب لوگ ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ افطاری کرانے کیلئے ضروری نہیں کہ آپ کھانا کھلائیں، اے اللہ کے نبی ﷺ کیا کھلائیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک لسی کا گھونٹ پلا دے تو اس روزے کے برابر ثواب، یہ حضور ﷺ کی حدیث ہے، ایک لسی کا گھونٹ پلا دے، آسانی فرمادی، یا کھجور کا ایک دانہ دے کر افطاری کراؤ گے تو جتنا ثواب روزہ رکھنے والے کو ملے گا، اتنا ہی ثواب تمہیں ملے گا، رحمت کتنی ہے؟

رمضان کے تین عشرے

حضور ﷺ فرماتے ہیں، لوگو، رمضان کے مہینہ کے تین حصے ہیں، پہلا عشرہ رحمت کا عشرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمت کو عام کر رہے ہیں اور دوسرا عشرہ مغفرت کا ہے اور تیسرا عشرہ نجات کا ہے، نجات ہی نجات ہے۔ اس مہینے میں شیطان قید کر دیئے جاتے ہیں، اس میں شیاطین کو زنجیریں لگادی جاتی ہیں۔

جنت کے دروازے گناہگار امت کیلئے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دوازے بند کر دیئے جاتے ہیں، یہ میرے نبی کا خطبہ ہے جو آپ ﷺ نے شعبان کے آخر میں صحابہ کرامؓ کو دیا۔ تو اس مہینے میں مجھے اور آپ کو کیا کرنا ہے؟ چپ کر جانا ہے، خاموشی اختیار کرنی ہے، یا اس کیلئے ہم نے کوئی تیاری کرنی ہے۔ (بیہقی شعب الایمان)

رمضان کے دو اعمال

رمضان المبارک میں دو چیزیں ہیں، ایک ہے روزہ رکھنا اور ایک ہے تراویح پڑھنی، کئی لوگ ایسے ہیں کہ جو روزہ رکھتے ہیں اور تراویح نہیں پڑھتے، کئی ہیں کہ جو نماز نہیں پڑھتے، روزہ رکھتے ہیں، یہ بڑی بری بات ہے، یہ بھی کوئی بات ہے کہ ایک آدمی کو میں کہوں کہ یہ ایک بوری ہے تو یہاں بیچے گا تو دس روپے نفع ہوگا، اگر یہی بوری فیصل آباد بیچے گا تو بیس روپے نفع ہوگا، تو وہ بوری اٹھا کر فیصل آباد لے جائے گا، بس پر رکھے گا اور خرچہ

برداشت کرے گا، دس روپے کے بدلہ میں سارا دن لگائے گا مجھے دس روپے نفع زیادہ مل جائے گا۔

ثواب ستر گنا بڑھ گیا

تو حضور ﷺ نے فرماتے ہیں کہ رمضان سے پہلے تو نفل پڑھے گا، تو ایک نفل کا ثواب، رمضان میں نفل پڑھے گا تو ستر کا ثواب، رمضان سے پہلے ایک روزہ رکھے گا تو ایک کا ثواب، لیکن رمضان کے ایک روزے کا ثواب ستر کے برابر نہیں، حدیث میں آتا ہے کہ رمضان کا روزہ رکھنا اتنا بڑا ثواب رکھتا ہے کہ ساری زندگی روزے رکھو تو رمضان کے ایک روزے کا ثواب نہیں مل سکتا، کتنی بڑی برکت ہے اور ہم لوگ غفلت میں پڑے ہیں، روزے کا کوئی پتہ نہیں، رمضان کا کوئی پتہ نہیں، تراویح کا کوئی پتہ نہیں، کوئی احساس نہیں۔

میں بیمار ہوں، جب دوکان پر بیٹھا ہے تو اس وقت بیماری یاد نہیں آتی، پیسے کماتا ہے تو بیماری یاد نہیں آتی، بازار میں پھرتا ہے تو بیماری یاد نہیں آتی، روزے کی بات آئے تو کہتا ہے کہ میں بیمار ہوں۔ مجھے شوگر ہے، تجھے شوگر ہوگئی ہے، تجھے پیسے بٹورنے کیلئے شوگر نہیں ہے، تجھے سونا چاندی جمع کرنے کیلئے شوگر کوئی نہیں، تجھے پیسے لوٹنے کیلئے شوگر کوئی نہیں، بازار میں پھرنے کیلئے شوگر کوئی نہیں اور تم سے کوئی کہے کہ تم اتنا منافع لے لو، تم نے میرے پاس آنا ہے، دھوپ میں چل کر گاؤں میں تو جائے گا منافع کیلئے، اس وقت شوگر نہیں ہوتی، لیکن روزے کے وقت تجھے شوگر آئی ہے، کچھ خیال تو کر، اللہ تعالیٰ سے ڈر۔

ابن فیصل کی افطاری

حضور ﷺ نے فرمایا، یہ رحمت کا مہینہ ہے اور اس مہینے میں خیرات کا ثواب بڑا ملتا ہے، سخاوت کا ثواب بڑا ملتا ہے۔ میں کئی سال پہلے مدینہ منورہ گیا تو میں نے مکہ مکرمہ میں ایک شہزادہ ہے شاہ فیصل کا لڑکا، امیر عبداللہ فیصل، اب تو بوڑھا ہوگیا ہے، اس کے دستر خوان پر بیٹھا، رمضان کا مہینہ ہے، تو جب افطاری کا وقت آیا، تو اس کا جو دستر خوان تھا، اس پر تقریباً دو تین سو آدمی تھے۔ دستر خوان پر بیٹھے افطاری کیلئے اس نے کسی چیز کا انتظام نہیں کیا۔ زمزم کا پانی اور ایک ایک کھجور دی۔

میں نے سمجھا کہ یہ شہزادہ تو بڑا کنجوس ہے، لیکن ہم جس وقت نماز پڑھ کر واپس آئے تو سارا دسترخوان کھانے سے بھرا ہوا تھا، میں کھانے کے بعد اس کے قریب ہوا، میں نے اس سے کہا کہ میں اس کام سے آیا ہوں، کام کیا تھا کہ شاہ فیصل پر میں کتاب لکھ رہا تھا، اس کیلئے مجھے کچھ معلومات چاہئے تھی اور بعد میں وہ کتاب چھپی چھ سو صفحات کی کتاب ہے، تو ان دنوں میں وہ کتاب لکھ رہا تھا تو میں نے اس سے کہا کہ یہ کتاب کا کام ہے۔

ابن فیصل اور رمضان کا معمول

تو اس شہزادے نے ایک بڑی عجیب بات کہی، اس نے کہا کہ میں رمضان المبارک میں کسی اور بات کا جواب نہیں دیتا، رمضان میں بات صرف رمضان کی کرو، روزے کی بات کریں، تراویح کی بات کریں، اور اس کے بعد میں نے صبح کو دیکھا کہ لوگ چار پانچ بوریاں ریالوں کی لائے، باہر قطار لگی ہوئی ہے اور ہر ہر آدمی کو دس دس پانچ پانچ نوٹ مل رہے ہیں، روپے مل رہے ہیں اور رات کو تراویح میں اس طرح اور افطاری میں اس طرح اور سحری میں اس طرح اور سارا دن پیسے لٹا رہے ہیں۔

• وہ کہنے لگا کہ رمضان المبارک میں سعودی جو ہیں، سعودی عرب کا رہنے والا بدو باشندہ وہ حج کرنے کم جاتا ہے، لیکن رمضان المبارک میں خانہ کعبہ ضرور جاتا ہے۔

ایک عربی کا معمول

میں جدہ سے ایک گاڑی میں بیٹھا بس تھی ائیر کنڈیشنڈ، تو میرے ساتھ ایک آدمی سعودی تھا، میں نے اس سے عربی میں کہا کہ تم کہاں سے ہو، اس نے کہا کہ میں ریاض سے ہوں۔ ریاض مکہ سے تقریباً بارہ تیرہ سو کلومیٹر ہے، بہت دور ہے تو کہنے لگا کہ میں وہاں سے آیا ہوں، تو میں نے کہا کہ یہ تو بڑا سامان ہے، کیا ہے؟ کہنے لگا کہ میں وہاں بہت بڑا کاروباری آدمی ہوں، میری دکان ہے، بہت بڑی دکان ہے اور روزانہ ایک لاکھ پاکستانی میں سیل کرتا ہوں، لیکن رمضان المبارک میں میں نے کبھی دکان نہیں کھولی۔

رمضان کی یکم کو میں خانہ کعبہ آجاتا ہوں اور عید پڑھ کر میں اپنے گھر جاتا ہوں، ایک لاکھ روپیہ میں روزانہ سیل کرتا ہوں، لیکن رمضان میں میں کہتا ہوں کہ فروخت کو چھوڑو،

اللہ کو یاد کرو، اللہ کو راضی کرو۔

کہتا ہے کہ خانہ کعبہ کے اردگرد جتنے بھی رمضان گزرتے ہیں، ان میں کوئی شہزادہ ہوتا ہے، کوئی عالم ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ سارا سال جو مرضی کرو، لیکن رمضان میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرلو، بس یہ مہینہ ہے۔

گیارہ مہینے کاٹنے کے ایک بونے کا

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی وہ بات مجھے بڑی پسند آئی، انہوں نے لکھا کہ رمضان کا مہینہ یہ بونے کا مہینہ ہے اور گیارہ مہینے کاٹنے کے مہینے ہیں، رمضان میں عبادت زیادہ کرو گے، تو گیارہ مہینے میں زیادہ عبادت کی توفیق ملے گی۔ رمضان میں عبادت نہیں کرو گے تو سارا سال عبادت کی توفیق نہیں ملے گی، رمضان میں جتنی نیکی کرو گے، اللہ اتنی سارا سال نیکی کا موقع عطا کرے گا۔

اور ہمارے ہاں نہ روزے کا پتہ، نہ تراویح کا پتہ، اور ہوں میں مسلمان، ماشاء اللہ نبی ﷺ کے امتی ہیں، پیغمبر ﷺ کے ماننے والے ہیں، عاشق رسول ہیں، نبی ﷺ سے محبت ہے، محبت سنبھالی نہیں جاتی، پیغمبر ﷺ نے روزہ رکھا، ہم نے نہیں رکھا، نبی ﷺ نے تراویح پڑھی، ہم نے نہیں پڑھی۔

صوم کا معنی

الصوم روزے کا کیا معنی ہے؟ روزے کا معنی سمجھیں، صوم عربی کا لفظ ہے، ص، و! ورم، یہ لفظ ہیں۔ صوم اور صوم کس کو کہتے ہیں، صوم عربی زبان میں کہتے ہیں، صوم کا معنی ہے، رکنا یا روکنا اور جب آدمی کہتا ہے کہ تو نے روزہ رکھا، اس کا مطلب ہے کہ تو رک گیا ہے، کس چیز سے؟ کھانے سے، پینے سے، جماع سے، اس کو مباشرت بھی کہتے ہیں، میاں بیوی کے جو تعلقات ہوتے ہیں جماع، اس سے رکنے کو صوم کہتے ہیں، ان تین چیزوں سے رکنا، منہ کو کھانے سے روکنا اور پینے سے روکنا اور اپنے آپ کو جماع سے روکنا، اس کا معنی ہے روزہ۔

روزے کی فلاسفی

اب یہ تو ہو گیا منہ کا روزہ، لیکن حدیث میں آتا ہے کہ روزہ ہر چیز کا ہوگا، روزہ

ہاتھ کا بھی ہوتا ہے، روزہ پاؤں کا بھی ہوتا ہے اور روزہ آنکھوں کا بھی ہوتا ہے، روزہ کانوں کا بھی ہوتا ہے، روزے کی فلاسفی کیا ہے؟

روزے کی فلاسفی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنی ہر چیز کو روک دے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم آگیا، تو آنکھوں کو غیر محرم عورتوں کو دیکھنے سے روکے، زبان کو چغلی سے روکے، کانوں کو گانے بجانے اور غلط باتوں سے روکے، پاؤں کو برائی کی طرف جانے سے روکے، ہاتھوں کو بری چیز پکڑنے سے روکے، منہ کو کھانے پینے سے روکے، شرم گاہ کو جماع سے روکے۔

اب دیکھو کہ ان ساری چیزوں کو جو آدمی روک دیتا ہے، ہاتھ کا روزہ، پاؤں کا روزہ، آنکھوں کا روزہ، جب ساری چیزیں رک جاتی ہیں، تو اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو نے میرے لئے ہر چیز کو روکا، اب میں نے تیرے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا فرمایا یایھا الذین امنو اکتب علیکم الصیام اے ایمان والو! تمہارے اوپر روزے فرض کر دیئے گئے، کیسے؟ فرمایا کما کتب علی الذین من قبلکم جس طرح تم سے پہلے امتوں پر روزے فرض کئے گئے۔ اسی طرح امت محمدیہ پر بھی روزے فرض کر دیئے گئے۔

روزہ کوئی مشکل چیز نہیں، ناشتے کے وقت تو روٹی کھاتا ہے اور پھر شام کو روٹی کھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ناشتے سے ذرا پہلے، یعنی نماز سے پہلے کھانا کھا لیا کر اور ادھر مغرب کے بعد کی بجائے غروب آفتاب کے وقت کھانا کھا لیا کر، اور اتنے درمیانی وقت میں تو اپنے آپ کو پینے سے روک لیا کر، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بہت بڑا انعام عطا فرمائے گا۔

روزہ علاج ہے بیماریوں کا

ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ بہت ساری ایسی بیماری ہیں کہ جن کا علاج ہی روزہ ہے، دل کی صفائی کر، روزہ رکھ، روزہ رکھنا انسان کی صحت کیلئے بھی مفید ہے اور روزہ رکھنا نفسانی خواہشات کیلئے بھی مفید ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا، کہنے لگا کہ مجھے

شہوت آتی ہے، مجھے برے خیالات بہت آتے ہیں تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تو روزہ رکھا کر۔ وہ روزہ رکھتا رہا، اس کی دل کی ساری برائی ختم ہوگئی۔ جس وقت آپ کا پیٹ کچھ وقت کیلئے خالی رہے گا آپ کو بھوکوں کا احساس ہوگا کہ بھوکے کس طرح رہتے ہیں، پیاسوں کا احساس ہوگا، اسلام میں روزہ کے ذریعہ سے تکلیف پہنچانا مقصود نہیں ہے، بلکہ اسلام مشقت سکھاتا ہے، اسلام تکلیف اٹھانے میں صبر سکھاتا ہے، اسلام کہتا ہے کہ اگر تو بہت زیادہ امیر ہے تو تجھے غریب کا احساس ہونا چاہئے اور اگر تو پہلے سے غریب ہے تو پھر تجھے کفایت شعاری ملے گی اور پھر تجھے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا مقع ملے گا۔ جب بھوکا رہ کر تو خدا کو یاد کرتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے، ویسے ہی کوئی چیز کسی کو دے دے، خیرات کردے، عطیہ کردے تو یہ ثواب ہے۔

سنت پر عمل کرنا ثواب اور حصول جنت

بلکہ اسلام تو ایسا مذہب ہے کہ جس میں اپنے بچوں کو کھلانے کا بھی ثواب ہے، غیر کسی کو دینا کہ آپ خیرات کریں، آگے خیرات کریں، زکوٰۃ ادا کریں، یہ ثواب ہے ہی، یہ تو ثواب کی باتیں ہیں، لیکن یہ بھی ثواب ہے کہ آپ اپنی اولاد کی تربیت کریں، اولاد کو کھلائیں، اسلام تو ایسا مذہب ہے کہ جس میں پیشاب کرنا اور قضائے حاجت سے فارغ ہونا بھی ثواب ہے، اگر ہم قضائے حاجت سے فارغ حضور ﷺ کے طریقے کے مطابق ہوں۔

حضور ﷺ کا حکم ہے کہ دائیں پاؤں سے اندر جاؤ، بائیں پاؤں سے باہر نکلو، جانے سے پہلے یہ دُعا پڑھو اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث اور آپ قضائے حاجت سے فارغ ہو رہے ہیں، آپ کی انسانی اور بشری ضرورت ہے تو بشری ضرورت کو پورا نبی ﷺ کے طریقے کے مطابق کریں گے تو اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوگا، نبی ﷺ بھی راضی ہوگا، کام اپنا کر رہے ہیں اور خدا کو راضی کر رہے ہیں۔

روزے کا مقصد

یا یھا الذین امنو کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم اے ایمان والو، رمضان کے روزے تم پر فرض کردیے گئے، صرف تم پر یہ روزے

فرض نہیں کئے گئے، بلکہ پہلی تمام امتوں پر روزے فرض کئے گئے۔

اے اللہ! یہ روزہ کیوں رکھا جاتا ہے؟ فرمایا لعلکم تتقون تاکہ تمہارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو جائے، روزہ اللہ تعالیٰ کے خوف کے لئے، اللہ تعالیٰ کے ڈر کیلئے، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے رکھا جاتا ہے، روزہ رکھنا نہ کوئی نمائش ہوتی ہے، نہ کوئی عیش ہوتی ہے، نہ کوئی مجبوری ہوتی ہے کہ جس کو پورا کرنے کیلئے آدمی یہ سمجھتا ہے کہ چلو میں روزہ رکھوں۔

یہ ہے خوف خدا

میرے دوست! خدا نے فرمایا کہ روزہ رکھ کر تجھے بھوک کا احساس ہوگا، تجھے پیاسے کا احساس ہوگا، تیرے دل میں نور پیدا ہوگا، تیری صحت درست ہوگی، تو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بن جائے گا، تو غسل خانے میں داخل ہو گیا، وہاں تجھے دیکھنے والا کوئی نہیں، ٹھنڈے پانی کا فوارہ موجود ہے، ٹھنڈے پانی کی ٹونٹی موجود ہے، لیکن اس وقت تجھے کوئی بھی دیکھنے والا نہیں، پیاس اور دھوپ سے نڈھال ہو کر غسل خانے میں آتا ہے اور ایسے موقع پر کہ کسی کے نہ دیکھنے کے باوجود تو نہیں پیتا ہے، کیوں؟

قرآن کہتا ہے یا یھا الذین امنو کتب علیکم الصیام اے ایمان والو تمہارے اوپر روزے فرض کر دیئے گئے، لیکن اللہ تعالیٰ کے خوف اور اللہ تعالیٰ کے ڈر کا پتہ تو اس وقت چلتا ہے کہ سارا دن آدمی دھوپ میں پھرتا ہے، بازار میں پھرتا ہے، دوپہر کا وقت آتا ہے، غسل خانے میں داخل ہو جاتا ہے، کوئی دیکھنے والا پاس نہیں اور وہاں جس وقت یہ غسل کرتا ہے، اس کا دل تو کہتا ہے کہ میں پانی کا ایک گھونٹ پیوں، اس کے باوجود اس کے دل میں آتا ہے کہ میرا خدا دیکھ رہا ہے، جس وقت اس کے دل میں یہ بات آئے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی یہ ادا اتنی پسند ہے کہ میں عرش پر اس سے راضی ہو جاتا ہوں' اپنے پیٹ کیلئے اس نے مجھے یاد رکھا کہ ٹھنڈا پانی اس نے چھوڑ دیا۔

مسئلے کی بات

کئی آدمی غلطی سے پی لیتے ہیں، غلطی سے ہو جائے تو اور بات ہے، اندر داخل ہوئے اور غلطی سے پی لیا، بعد میں سوچا کہ پتہ نہیں اللہ کو پتہ چلا کہ نہیں، یہ خیال کرنا یہ کفر

ہے، وہ خدا کہ جو تیری ہر ادا سے واقف ہے، تیری نیت سے واقف ہے اس خدا کو تیرے غسل خانے میں داخلے کا نہیں پتہ؟

اور اسلام انسانیت کی کس طرح مدد کرتا ہے، ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک آدمی کو میں نے دیکھا کہ اس کو بہت بھوک لگی ہوئی تھی اور بہت پیاس بھی، کمزور تھا، وہ پانی پینے لگا تو میں نے اس کو کہا کہ تیرا روزہ نہیں، اس نے کہا کہ مجھے یاد نہیں۔
حضورﷺ نے فرمایا کہ تجھے اس کو روکنا نہیں چاہئے، اگر وہ بھول کر پی لیتا تو اس کا روزہ ٹوٹتا نہیں تھا، اس کا کمزور ہونا تو اس کی کمزوری دور ہو جاتی، دیکھو کتنی بڑی غنیمت ہے، لیکن بات نیت کی ہے، یہ نہیں ہے کہ تم گھر والوں سے کہو کہ میں روزہ توڑ رہا ہوں، مجھے کوئی نہ روکے، آپ گھر میں داخل ہوں تو کسی کو پتہ نہ چلے، یہ تو اتفاقی بات ہے بھول کر ایک آدمی روزہ توڑ لیتا ہے، یا بھول کر پانی پی لیا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ (بخاری و مسلم)
اور بعض آدمی کلی کرتے کرتے، اور ہو مولوی صاحب یہ کلی کرتے کرتے غلطی سے اندر پانی چلا گیا، جان بوجھ کر پتہ تو تھا کہ روزہ ہے۔ تو روزہ عظمت کی بات ہے، اس کی تیاری کرو، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورﷺ نے شعبان میں خطبہ دیا کہ لوگو تیار ہو جاؤ، رحمت کا مہینہ تم پر آ رہا ہے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو حفظ قرآن کی دولت ملی

میرے بھائیو! آؤ اکابرین کی بات بتاؤں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس مکتبہ فکر سے وابستہ کیا ہے کہ جس میں ایسے بزرگ گزرے ہیں کہ دوران قید انگریز، شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ میں حافظ چاہتا ہوں تراویح کیلئے، تو مولانا حسین احمد مدنیؒ قرآن کے حافظ نہیں تھے۔ عالم تھے، انہوں نے کہا کہ میں قرآن یاد کرتا ہوں، آپ دُعا کریں وہ روزانہ ایک پارہ حفظ کرتے تھے۔ رات کو تراویح میں سناتے تھی، ایک مہینے میں قرآن حفظ کیا ہے مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اور مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک مہینے میں قرآن حفظ کیا ہے، کتنا اونچا مقام ہے ایک مہینے میں قرآن حفظ ہو رہا ہے، پورا سمندر سینے میں جا رہا ہے، رمضان کا مہینہ ویسے ہی رحمتوں کا مہینہ ہے، اس مہینے میں ہر انسان کو چاہئے کہ وہ خدا سے مانگے۔

حدیث منبر

حضورﷺ کی ایک حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہؓ اس کے راوی ہیں۔ حضورﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ صحابہ کرامؓ کی جماعت مسجد میں موجود ہے، جمعے کا وقت آچکا ہے، خطبے کا وقت آچکا ہے، حضورﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے، آپ نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا۔ فرمایا آمین، دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو حضورﷺ نے فرمایا آمین، تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو حضورﷺ نے فرمایا آمین!

حضورﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا، نماز جمعہ کے بعد صحابہ جمع ہو گئے، فرمایا یا رسول اللہﷺ! آج مسجد میں تمام صحابہ کرامؓ نے یہ منظر دیکھا کہ آپ نے تینوں سیڑھیوں پر قدم رکھ کر فرمایا آمین! اے اللہ کے رسولﷺ کیا ماجرہ ہے؟

حضورﷺ نے فرمایا کہ جس وقت میں نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا، جبرائیل امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور جبرائیل امین علیہ السلام نے آکر فرمایا، اے اللہ! کے رسول اس آدمی کو اللہ تعالیٰ تباہ و برباد کرے کہ جس نے اپنی زندگی میں اپنے والدین کو پایا اور والدین کی خدمت کر کے اس نے اللہ تعالیٰ کو راضی نہ کر لیا۔ حضورﷺ فرماتے ہیں میں نے کہا آمین!

اور جب میں نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرائیل امین علیہ السلام نے دُعا کی اے اللہ کے نبیﷺ جو آپ کا نام محمدﷺ سنتا ہے اور پھر صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہتا۔ اس کو اللہ تعالیٰ تباہ و برباد کرے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے کہا۔ آمین!

جب میں نے تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا کہ وہ آدمی جو رمضان کا مہینہ پاتا ہے اور خدا کے سامنے رو کر، خدا کے سامنے معافی مانگ کر اس رحمتوں کے مہینے میں، خدا کی رحمت کے دروازے سے حصہ وصول کر کے جنت نہیں لے لیتا۔ اس پر لعنت برستی رہے، وہ تباہ و برباد ہو جائے، حضورﷺ فرماتے ہیں میں نے کہا، آمین! (ترمذی شریف)

میرے دوستو! جس دعا پر پیغمبرﷺ آمین کہے اور بدعا جبرائیل امین کرے اور مسجد نبوی میں بدعاء کرے، بتاؤ اس بدعاء کی قبولیت میں کیا شک ہے کہ جو آدمی ماں باپ کی

خدمت کر کے جنت حاصل نہ کرے، اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، جو آدمی رمضان کا مہینہ پائے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے رب کو راضی نہ کر لے، حضور ﷺ نے اس پر بھی لعنت فرمائی اور جس نے نبی ﷺ کا نام سن کر درود نہیں پڑھا، اس پر بھی اللہ تعالیٰ لعنت ہے۔

رحمت کا سیزن

میرے دوست! بدعاء جبرائیل کرے اور آمین پیغمبر ﷺ کہے۔ اس بدعاء کی قبولیت میں کوئی شک نہیں، جتنا مرضی تیرا کاروبار ہے، تو کاروبار کرتا ہے، دکان کرتا ہے، ملازمت کرتا ہے، آفیسر ہے، چوہدری ہے۔ لیکن یاد رکھ رحمت کا مہینہ آج تیرے دروازے پر آچکا ہے، ایک دو دن میں رحمت کا دروازہ کھل رہا ہے، ایک دو دن میں شیاطین قید کر دیئے جائیں گے، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے، رحمت کو عام کر دیا جائے گا، ساری دنیا کی چیزوں کو چھوڑ دے۔ رمضان کا مہینہ دوبارہ میسر آئے گا کہ نہیں، پتہ نہیں زندگی باقی ہوگی کہ نہیں، ایکسیڈنٹ میں دنیا مر جاتی ہے، بیماریوں میں لوگ مر جاتے ہیں، پتہ نہیں یہ مہینہ دوبارہ زندگی میں آتا ہے کہ نہیں، دکان بن جائے گی، کاروبار بن جائے گا، پیسہ بن جائے گا، دنیا کی دولت بن جائے گی۔

لیکن جس نے قبر میں کام دینا ہے، حشر میں جس دولت نے کام دینا ہے وہ دولت تو تجھے نہیں مل سکتی، سب کچھ چھوڑ دے، کاروبار میں تبدیلی پیدا کرو، جو آدمی دکان پر دس گھنٹے دیتا تھا، رمضان میں کم از کم اللہ تعالیٰ کی عبادت پر چار گھنٹے صرف کرے، چھ سات گھنٹے تبدیلی ضرور آنی چاہئے، اگر تبدیلی نہیں آئے گی تو کیا فائدہ ہے رمضان کا، پھر تو وہ لعنت اور پھٹکار والی بات ہے، کہ رمضان میں خدا کو یاد کر کے راضی نہیں کرتا، اگر مسجد میں آپ پانچ دفعہ آتے ہیں تو آپ کو سات مرتبہ آنا چاہئے، تہجد میں بھی آنا چاہئے، تراویح میں بھی آنا چاہئے، اس کے علاوہ بھی تلاوت کیلئے آنا چاہئے۔

اگر آپ صرف جمعہ میں آتے ہیں، تو اب آپ کو پانچ نمازوں میں بھی آنا چاہئے، آج عہد کرو کہ ہم نے اس رمضان میں قرآن کی تلاوت بھی کرنی ہے، تراویح بھی نہیں چھوڑنی، جماعت کی نماز بھی نہیں چھوڑنی، روزہ بھی نہیں چھوڑنا، سب عہد کریں،

رحمت کا مہینہ آرہا ہے، اپنے پروگرام میں تبدیلی پیدا کریں۔

اور اللہ تعالیٰ کسی کی دعا رائیگاں نہیں جانے دیتے، رمضان میں ہر چیز مانگو، جو دُعائیں تمہاری اٹکی ہوئی ہیں وہ ضرور مانگو، دُعا مانگو تو سہی، اللہ تعالیٰ کے آگے رو ؤ اور گڑ گڑاؤ تو سہی، گناہوں کی معافی تو مانگو، اولاد کو مسجد میں لاؤ، اولاد کو اللہ تعالیٰ کے دین پر لگاؤ، اولاد کو قرآن پڑھنے پر لگاؤ، بہت بڑا اجر ہے، ثواب ہے، اللہ تعالیٰ ہر ایک کی دُعا سنتا ہے، ہر وقت سنتا ہے۔

قبولیت دُعا کا واقعہ

میرے دوستو! حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ یاد آیا۔ قبولیت دُعا اللہ تعالیٰ کی پکار کا، قارون خزانے کا وزیر تھا، فرعون کا وزیر قارون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رشتہ میں چچازاد بھائی تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ غریب لوگوں پر پیسہ خرچ کیا کرو، زکوٰۃ دو، نماز پڑھو، اس دور میں تین نمازیں فرض تھیں، زکوٰۃ بھی فرض تھی، تو قارون لوگوں سے یہ کہتا تھا کہ دیکھو پہلے کہتے تھے پڑھو، اب ہم سے زکوٰۃ بھی مانگتا ہے اور زکوٰۃ لیکر اس نے پتہ نہیں کھا جانی ہے یہ جو لفظ ہیں، یہ نہیں حدیث میں، تو اس نے کہا کہ پتہ نہیں یہ ہم سے کس لئے زکوٰۃ مانگتا ہے کہ اس کو کھائے گا۔

تو قارون کے باشندوں نے کہا کہ کوئی ایسا کام ضرور کرو جس سے نعوذ باللہ موسیٰ علیہ السلام کی بدنامی ہو اور آئندہ موسیٰ علیہ السلام لوگوں کے سامنے بات نہ کر سکے۔ یہ جو کہتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی کچھ نہیں کرسکتا، کوئی ایسا چکر تو چلاؤ جس سے اس کو اس معاشرے میں بدنام کیا جائے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بدنام کرنے کیلئے قارون نے ایک نیا ہتھکنڈہ استعمال کیا۔ ایک فاحشہ لڑکی سے کہا کہ تم موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگاؤ کہ اس موسیٰ نے میرے ساتھ زنا کیا ہے؟ نعوذ باللہ اس لڑکی سے کہا ہم تمہیں اتنا انعام دیں گے۔ اس دور میں بہت ساری رقم انعام کی مقرر کر لی، عورت کہنے لگی کہ ٹھیک ہے اس سے کہا کہ بھرے مجمع میں تجھے اعلان کرنا ہے، عورت نے کہا کہ مجھے تو پیسہ چاہئے میرا تو پیشہ ہے، میں تو اس طرح

کروں گی، تو قارون نے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہم ساری قوم آپکی دعوت قبول کرنے کیلئے تیار ہیں، آج حویلی میں، ہمارے گاؤں میں، ہمارے علاقے میں ہم دنیا کو جمع کرتے ہیں، آپ وہاں نصیحت کریں اور پیغام پہنچائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو گئے، سینکڑوں، ہزاروں کا مجمع ہے، اس مجمع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تقریر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں، حاجت روا نہیں، نیکی کرو، نماز پڑھو، روزہ رکھو، حج کرو، زکوٰۃ ادا کرو، برائی نہ کرو، بے ایمانی نہ کرو، جھوٹ نہ بولو، زنا نہ کرو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شراب پیئے گا اس کو اسی کوڑے کی سزا ہے، جو زنا کرے گا اس کو اسی کوڑوں کی سزا ہے، جب یہ کہا کہ اسی کوڑوں کی سزا، تو ایک آدمی مجمع سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا، اس نے کہا کہ زنا کی سزا کتنی ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اسی کوڑے، تو اس نے کہا کہ آپ اگر زناء کریں تو آپ نے فرمایا کہ میری بھی اسی کوڑے سزا۔

تو اس نے کہا کہ آپ نے تو زنا کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں، اس نے کہا کہ بالکل کیا ہے، ہمارے پاس گواہ موجود ہے اور جس سے زنا کیا ہے وہ عورت موجود ہے، تو انہوں نے فرمایا کہ لاؤ، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اس عورت کو لایا گیا، سینکڑوں آدمیوں کا اجتماع، مجمع لگا ہوا ہے، اللہ کا پیغمبر علیہ السلام کھڑا ہے اور انہوں نے عورت کو کھڑا کیا اور اس عورت کو کھڑا کر کے کہا کہ بتا اس موسیٰ علیہ السلام نے تجھ سے زنا کیا یا نہیں کیا، عورت کھڑی ہو گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے عورت تجھے اس خدا کی قسم ہے جسنے تجھے پیدا کیا ہے، سچی بات بتا، تھی وہ کافرہ عورت، لیکن جب اس کو خدا کی قسم دی گئی تو کہنے لگی کہ اے موسیٰ قسم کے بغیر پوچھتے تو میں وہی کہتی، جو انہوں نے کہا ہے، لیکن آپ نے قسم دے دی ہے، اب سچی بات یہ ہے کہ انہوں نے مجھے اتنے پیسوں کا لالچ دیا ہے اور کہا ہے کہو کہدے کہ موسیٰ علیہ السلام نے زنا کیا ہے، میں بھرے مجمع میں کہتی ہوں کہ موسیٰ علیہ السلام پہلے بھی پاک تھا، موسیٰ علیہ السلام آج بھی پاک ہے۔

بات ختم ہو گئی۔ اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام اس قوم نے تیرے ساتھ زیادتی کی ہے، اب تو اس زمین کو حکم دے، اس قوم کے ساتھ جو سلوک تو کرانا چاہتا ہے یہ زمین وہ سلوک کرے گی، موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دے دیا اور اختیار اللہ نے دیا۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ اے زمین اس ساری قوم کو اسی جگہ پر نگل جا، اب دیکھو جب موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ نگل جا تو زمین پھٹنے لگی اور وہ قوم زمین میں دھنسنے لگی، ان کی ایڑھیاں زمین میں دھنس گئیں تو قوم چیخنے لگی اور ان کے ٹخنے اور ان کی پنڈلیاں ان کی ٹانگیں، پیٹ تک جب وہ دھنس گئے۔

تو موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ اے موسیٰ ہمیں بچا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے زمین جب تک میرا حکم نہ آئے بچانا نہیں، اے زمین دھنسا دے موسیٰ علیہ السلام بڑے غصے والے تھے، جاٹ قوم سے تعلق رکھتے تھے، کتابوں میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے بڑے تھے۔

تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں کوئی معافی نہیں، اب وہ قوم ساری کندھوں تک زمین میں آ گئی، تو پھر زمین کھڑی ہو گئی کیا حکم ہے؟ قوم رو رہی ہے، سینکڑوں دنیا رو رہی ہے، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں، ان کیلئے کوئی معافی نہیں، اب زمین پھٹ گئی، ساری قوم زمین میں دھنس گئی اور اوپر سے زمین بند ہو گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ انہوں نے نبوت کی عصمت پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی اور ان کو سزا مل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ قوم اتنی روئی اور تجھے ترس نہیں آیا۔

اے موسیٰ مجھے اپنی کبریائی کی قسم ہے کہ اگر ایک مرتبہ بھی مجھے پکار لیتی تو میں ضرور بچا لیتا۔ تو نے نہیں بچایا، تیرے سامنے روئی ہے، چلائی ہے، لیکن اے موسیٰ اس قوم پر تجھے ترس نہیں آیا، تو اس واقعہ نے ہمیں یہ بتایا کہ انسان رحم دل نہیں ہے، رحم دل خدا ہے، خدا اتنا رحم دل ہے کہ اس کو پکارنے کی ضرورت ہے، اس کو بلانے کی ضرورت ہے۔

اس کے سامنے رونے کی ضرورت ہے، رو کر تو دیکھو۔

حضور ﷺ کی دُعا کی برکت سے

میرے بھائیو! ایک آدمی حضور ﷺ کو خدمت میں آیا اور آکر کہنے لگا کہ یارسول اللہ ﷺ میرے لئے دُعا کریں کہ میرا کاروبار اچھا ہو جائے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ کاروبار کے اچھا ہونے کی دُعا کوئی اچھی دُعا نہیں ہے تو دُعا یہ کرا کہ میرا خدا مجھ سے راضی ہو جائے، میری قبر اچھی ہو جائے۔

اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ قبر اور آخرت کی دُعا میں بعد میں کراؤں گا، میں بڑا مسکین ہوں، غریب ہوں، اور میرے پاس کھانے کو بھی کچھ نہیں ہے، آپ میرے لئے دُعا مانگیں تو نبوت والے رحمت کے ہاتھ اٹھے اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ اس آدمی کے کاروبار میں برکت کر دے۔

اب وہ گھر گیا، دُعا حضور ﷺ نے فرمائی، دُعا قبول ہوگئی، وہ کہتا ہے کہ میرے پاس کچھ بکریاں تھیں، وہ میں نے رکھی ہوئی تھیں، چند دنوں کے بعد ان بکریوں نے بچے دیئے، پھر ان کے بچے ہوئے اور ڈیڑھ دو سال میں میری ساری حویلی بکریوں سے بھر گئی۔

عرب میں رواج ہوتا تھا کہ جس کے بکریاں اور ریوڑ ہوتا تھا وہی امیر شمار ہوتا تھا، آج کل تو امیر وہ ہوتا ہے جس کے پلاٹ زیادہ ہوں، کاروبار ہو، کارخانے ہوں، جس کا بینک بیلنس ہو، اور جس کا کاروبار چمکا ہوا ہو۔

تو عرب میں رواج یہ تھا کہ اس آدمی کو امیر سمجھتے تھے جس کی بکریاں زیادہ ہوں، بھیڑ زیادہ ہوں، بڑا کاروبار ہے تو ایک دو سال میں اتنی بکریاں ہوگئیں کہ حضور ﷺ کو پتہ چلا کہ اسکے پاس اتنی بکریاں ہوگئیں۔ آپ ﷺ نے ایک صحابی کو حکم دیا کہ جاؤ ثعلبہ سے جو صدقہ بنتا ہے وہ لے آؤ، بکریوں کا صدقہ نکالے، حضور ﷺ کا قاصد ثعلبہ کے پاس گیا، تو ثعلبہ درمیان میں بیٹھا ہے، اردگرد بکریاں ہیں، اونٹ ہیں، اور کاروباری لوگ کھڑے ہیں کسی سے بکریاں لے رہا ہے کسی کو دے رہا ہے، حضور ﷺ کا قاصد گیا۔ جا کر کہنے لگا ثعلبہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ بکریوں کا صدقہ دو، اس نے کہا کہ ابھی میرے پاس وقت نہیں ہے تم کل کو آنا، جب دوسرے دن گئے تو کہنے لگا کہ وقت

آج بھی نہیں ہے، تیسرے دن صحابی گئے تو کہنے لگا کہ ابھی وقت نہیں ہے، حضورﷺ کو میرا پیغام دو کہ جب میرے پاس وقت ہوگا تو میں خود صدقہ نکالوں گا۔

جس وقت حضورﷺ کو تیسری مرتبہ صحابی نے آ کر بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرض ادا کرنے کیلئے صدقہ دینے کیلئے، میرے پاس وقت کوئی نہیں، تو حضورﷺ نے اس بھری مجلس میں فرمایایا ویح ثعلبہ، یاویح ثعلبہ، یا ویح ثعلبہ فرمایا ثعلبہ پر افسوس ہے، ثعلبہ پر افسوس ہے، ثعلبہ پر افسوس ہے۔

حضورﷺ کی یہ بددعا ثعلبہ کو پہنچی، ثعلبہ روتا ہوا حضورﷺ کے پاس آیا، کہنے لگا یا رسول اللہﷺ مجھے معاف کر دیں، حضورﷺ نے فرمایا کہ میرے قاصد کو تو نے واپس کیا ہے یہ قابل معافی جرم نہیں ہے، مجھ سے دعا کراتا تھا اور میں نے کہا کہ صرف دنیا کی دعا نہ کرا تو نے کہا کہ میں دنیا کی دُعا کراتا ہوں، اب اللہ تعالیٰ کا فرض تیرے اوپر پڑا ہے اور تو کہتا ہے کہ میرے پاس وقت نہیں، اتنی بات کہی، تو ثعلبہ کہتا ہے کہ میں پھر آؤں، یہ کہا اور چلا گیا، دوسرے دن نہیں، تیسرے دن نہیں آیا، اگر دوسری مرتبہ یا تیسری مرتبہ آ جاتا، معافی مل جاتی لیکن وہ تیسری مرتبہ نہ آیا۔

جس کا صدقہ نبیﷺ نے نہ لیا

چند دنوں کے بعد حضورﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے، حضورﷺ کا جنازہ اٹھا، صدیق اکبرؓ کا دور خلافت آیا اور وہ ثعلبہ کے مدینے کا سب سے امیر آدمی بن چکا تھا، تو ثعلبہ ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں ان کے دربار میں آیا اور آ کر کہتا ہے امیر المومنین یہ صدقہ ہے، اس میں اتنے سو بکریاں ہیں، اتنے ہزار بھیریں ہیں، تو صدیقؓ نے فرمایا جس آدمی کا صدقہ رسول اللہﷺ نے واپس کر دیا ہو، ابوبکرؓ وہ نہیں لے سکتا۔

حضرت عمر فاروقؓ کا دور آیا، ثعلبہ فاروق اعظمؓ کے دس سالہ دور میں ہر سال عمرؓ کے دربار میں آتا رہا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس کا صدقہ کو اللہ تعالیٰ کے رسولﷺ اور ابوبکرؓ نے رد کر دیا ہو، عمرؓ وہ نہیں لے سکتا، فاروق اعظمؓ کے دور کے آخری سال میں ثعلبہ جنگل میں روتا رہا، ایڑھیاں رگڑ رگڑ کر دنیا سے چلا گیا، لیکن اس کا صدقہ وصول نہیں ہوا۔ جب مرا تو اس کی شکل تبدیل ہو گئی، لوگوں نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کا قرض تھا اس کو ادا نہ کرنے

کے جرم میں، اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوا، آمنہ کا لعل بھی ناراض ہوا، صدیقؓ بھی ناراض ہوا، عمرؓ بھی ناراض ہوا۔ (معارف القرآن جلد ۴، صفحہ ۴۲۵، اسدالغابہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۴)

فریضہ زکوٰۃ

میرے دوستو! یہ کتنا بڑا قرض ہے اس مجمع میں کتنے لوگ ہیں کہ جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، زکوٰۃ اپنے مال کی نکالی، آپ کو احساس ہوا، کہ ہم اپنے مال کی زکوٰۃ نکالیں، حضور ﷺ کی تین حدیثیں سناتا ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ، اپنے پیسے میں استعمال کرتا ہے، اس کا تمام مال حرام مال بن جاتا ہے۔

دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا، زکوۃ ادا کرو، یہ زکوٰۃ تمہیں آفات سے محفوظ کرے گی اور ایک حدیث میں فرمایا کہ قیامت کے دن یہ زکوٰۃ کا مال جو اس نے جمع کر رکھا ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں زکوٰۃ نہ دی ہوگی، یہ سارا مال، ایک اژدھا سانپ بن کر اس کے سینے پر بیٹھ جائے گا اور اس کو ڈنگمار کر کہے گا انا کنزک انا مالک میں تیرا خزانہ ہوں، میں تیرا مال ہوں۔

اور قرآن کی اس آیت پر غور کرو، قرآن کہتا ہے والذین یکنزون الذھب والفضۃ وہ لوگ جنہوں نے سونے اور چاندی کو تہہ بہ تہہ کر کے رکھ لیا ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں انہوں نے زکوٰۃ نہیں نکالی، اللہ تعالیٰ کے راستے میں خیرات نہیں کی۔

قرآن کہتا ہے فبشرھم بعذاب الیم ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو، اور ان کو یہ کہہ دو یوم یحمی علیھا فی نار جھنم قیامت کا دن ہوگا اور ان کے ماتھے پر مال لگا کر اس ماتھے پر ان کو داغا جائے گا فتکوی بھا جباھھم ان کی پیشانیوں کو داغا جائے گا وجنوبھم ان کی کمروں کو داغا جائے گا وظھورھم اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا۔

فرمایا ھذا ما کنزتم لا نفسکم آواز آئے گی یہی ہے تمہارا خزانہ فذوقوا

ما کنتم تکنزون یہ وہ خزانہ ہے، اس کا مزہ چکھو، پیسہ تو خدا نے دیا تھا، عقل تو خدا نے دی تھی، موقع تو خدا نے دیا تھا، کاروبار تو خدا نے دیا تھا، صحت تو خدا نے دی تھی، اگر تجھے خدا صحت نہ دیتا، کاروبار کیسے کرتا، اگر تجھے خدا جوانی نہ دیتا تو کاروبار کیسے کرتا، اگر تیرے کاروبار میں برکت نہ ہوتی، تو پیسے کو کیسے حاصل کرتا، اگر تجھے خدا پیسہ نہ دیتا تو کوٹھیاں کیسے بناتا، مال کیسے بناتا، دولت کیسے اکٹھی کرتا، عیش کیسے کرتا۔

آج ایک سال کے بعد اسی خدا کا حکم ہے کہ اس مال سے اڑھائی فیصد پیسے میرے راستے میں دے دے، میرے غریبوں کو دے دے، میرے یتیموں کو دے دے، میرے مدرسے کے طالب علموں کو دے دے، میرے محلے کی بیوہ عورتیں کو دے دے، لیکن تو اس دولت پر سانپ بن کر بیٹھ گیا، جو خدا نے تجھے دے رکھی ہے اور تجھے معلوم نہیں کہ تیرے محلے میں ایسے بھی لوگ موجود ہیں کہ جن کو ایک وقت کا کھانا نہیں ملتا، جن کا کاروبار اچھا نہیں ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے تجھے اتنا پیسہ دیا ہے کہ تو عزت سے زندگی گزارتا ہے اور تیرے دماغ پر ایسا فتور سوار ہو گیا کہ تو اللہ تعالیٰ کے اس فرض کو ادا کرنے کیلئے تیار نہیں۔

نہ تو خدا سے مانگے، رمضان کا مہینہ ہے اور نہ تو زکوٰۃ ادا کرے، کتنے پیسوں کی زکوٰۃ نکالی ہے آپ نے، زیورات کا حساب کرلیا ہے، چاندی کا حساب کرلیا ہے، پیسے کا حساب کرلیا ہے، کاروباری سامان کا حساب کرلیا ہے، کوٹھیوں کے حساب ہو گئے ہیں، دولت کا حساب جمع ہو گیا ہے، کاروبار تو آپ نے اکٹھا کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرض کتنا بنتا ہے۔

زکوٰۃ کے معنی ومفہوم

زکوٰۃ عربی لفظ ہے، اس کے دو معنی ہیں، زکوٰۃ کا معنی ہے مال مفت دینا، اور زکوٰۃ کا دوسرا معنی ہے کہ مال کا بڑھنا، آپ زکوٰۃ دیتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ آپ کا مال بڑھ رہا ہے۔ آپ زکوٰۃ دیتے ہیں کہ گویا کہ مال مفت دیتے ہیں، یعنی آپ کسی کو زکوٰۃ دے کر یہ نہیں چاہتے کہ میری شہرت ہو، مجھے لوگ اچھا کہیں، اگر آپ نے یہ کہا کہ میری شہرت ہو اس پیسے کے بدلہ میں، تو آپ نے وہ مال مفت کیسے دیا، آپ نے تو شہرت کے بدلہ میں مال دیا ہے۔

تو مال مفت دینے کو زکوٰۃ کہتے ہیں اور زکوٰۃ ایسے ادا کریں کہ محلے کو بھی پتہ نہیں چلے اور کسی کو بھی پتہ نہ چلے اور زکوۃ دینے کیلئے ضروری ہے کہ جب آپ زکوٰۃ دے رہے ہیں تو آپ کی نیت ہو کہ یہ زکوٰۃ ہے، اس کیلئے آگے بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ زکوٰۃ ہے، لیکن اگر آپ مدرسے کو زکوۃ دیں تو مدرسے والوں کو بتانے کی ضرورت ہے کہ یہ زکوٰۃ ہے، کہیں وہ پیسہ مسجد کو نہ لگالیں، لیکن اگر کسی غریب کو، کسی بیوہ عورت کو، یتیم بچے کو آپ زکوٰۃ دے رہے ہیں تو ان کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ زکوٰۃ ہے، آپ کی اپنی نیت ہونی چاہئے کہ یہ زکوٰۃ ہے، ساڑھے سات تولے سونا، یا باون تولے چاندی آپ کی ملکیت میں ہو، یا آپ کے پاس چار تولے سونا ہو یا چاندی اتنی ہو کہ یہ دونوں ملا کر ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر بن جاتا ہے، تو اس کو کہتے ہیں کہ اصل نصاب، اصل زر، تو یہ جو ساڑھے سات تولے سونے کی ملکیت ہے اس پر زکوٰۃ ہے، تو ساڑھے باون تولے چاندی کی ملکیت کے پیسے ہوں تو اس پر آپ کی ملکیت پر ایک سال گزر جائے اور ایک سال آپ اتنی مالیت کے مالک رہے تو آپ پر زکوٰۃ فرض ہے، کپڑے پر زکوٰۃ نہیں، مکانوں پر زکوٰۃ نہیں، آپ نے کاروبار کیلئے مکان رکھے ہوں، کاروبار کیلئے دکانیں رکھی ہوئی ہوں، کاروبار کے لئے مشینری رکھی ہوئی ہو، تو اس پر زکوٰۃ آئے گی، لیکن اگر آپ نے اپنے استعمال کیلئے دس مکان بھی بنا لئے تو اس پر زکوٰۃ نہیں، اپنے استعمال کیلئے دس لاکھ کا کپڑا بھی رکھ لیا تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔

لیکن اگر آپ نے کپڑا استعمال کیلئے نہیں، کاروبار کیلئے رکھا ہے، جانور کاروبار کیلئے رکھے ہیں اور پیسہ کاروبار کیلئے رکھا ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے اور اڑھائی فیصد زکوٰۃ ادا کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اگر آپ کے پاس سو روپیہ ہے تو اڑھائی روپے، اگر ایک ہزار روپیہ ہے تو ۲۵ روپے، یہ فرض ہے۔ اگر ایک لاکھ روپیہ ملتے تھے تو اور کاروباری مال ایک لاکھ کا ہے تو آپ اس پر اڑھائی ہزار فرض ادا کریں گے، تو اس فرض کی آپ نے کوتاہی نہیں کرنی۔

رمضان کے تین کام

تین کام آپ نے رمضان میں کرنے ہیں۔ ایک روزے رکھنے ہیں، تراویح

پڑھنی ہے اور نماز ادا کرنی ہے، تیسرے نمبر پر ایک ایک پائی آپ نے زکوٰۃ کی ادا کرنی ہے، یہ آپ پر ذمہ داری ہے، آپ پر فرض ہے۔

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کے راستے میں خیرات کرنا اور غریب لوگوں کو دینا، یتیموں کو دینا، بیواؤں کو دینا، غریب عورتوں کو دینا یہ بہت بڑا اجر ہے، آپ کے گلی محلے میں کوئی بیوہ عورت رہتی ہے، آپ کو پتہ ہے کہ اس کا دنیا میں کوئی سہارا نہیں ہے، تو آپ پر فرض ہے کہ آپ اس کو جا کر زکوٰۃ کا حصہ دیں، آپ کے محلے میں کچھ یتیم رہتے ہیں تو آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ ان کو زکوٰۃ ادا کریں، لیکن یہ بات نہیں کہ رمضان کا مہینہ آ گیا تو آپ کہیں کہ میں نے روزے رکھ لئے اور زکوٰۃ اسی میں ادا ہو گئی اور سب کچھ اسی میں ہو گیا۔ ہر فرض علیحدہ علیحدہ ہے۔ ہر فرض کو علیحدہ علیحدہ ادا کرنا ضروری ہے۔

اللہ روزے، تراویح اور زکوٰۃ کی ادائیگی کی توفیق بخشے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

......☆......

خطباتِ رمضان المبارک

① ......رمضان کس طرح گزاریں؟

② ......قرآن اور صاحبِ قرآن

③ ......اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

④ ......سیرت وکردار سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ

⑤ ......جمعۃ الوداع

......☆......

رمضان کس طرح گزاریں؟

(از: حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ)

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه، ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضلّ له ومن يضلله فلا هادى له، ونشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريک له ونشهد أن سيدنا ومولانا محمد عبده ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وعلى اٰله واصحابه وبارک وسلم تسليما كثيرا.

امابعد! فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. شهر رمضان الذى انزل فيه القران هدى للناس وبينت من الهدى والفرقان فمن شهد منكم الشهر فليصمه. (سورۃ البقرۃ: ۱۸۵)

اٰمنت بالله صدق الله مولانا العظيم، وصدق رسوله النبى الكريم، ونحن على ذلک من الشاهدين والشاكرين، والحمد لله رب العلمين.

رمضان، ایک عظیم نعمت

بزرگان محترم و برادران عزیز! یہ رمضان المبارک کا مہینہ اللہ جل شانہ کی بڑی عظیم نعمت ہے۔ ہم اور آپ اس مبارک مہینے کی حقیقت اور اس کی قدر کیسے جان سکتے ہیں، کیونکہ ہم لوگ دن رات اپنے دنیاوی کاروبار میں الجھے ہوئے ہیں اور صبح سے شام تک دنیا ہی کی دوڑ دھوپ میں لگے ہوئے ہیں اور مادیت کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم کیا

جانیں کہ رمضان کیا چیز ہے؟ اللہ جل شانہ جن کو اپنے فضل سے نوازتے ہیں اور اس مبارک مہینے میں اللہ جل شانہ کی طرف سے انوار و برکات کا جو سیلاب آتا ہے اس کو پہچانتے ہیں۔ ایسے حضرات کو اس مہینے کی قدر ہوتی ہے۔ آپ نے یہ حدیث سنی ہوگی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رجب کا چاند دیکھتے تو دعا فرمایا کرتے تھے کہ:

﴿اللّٰھم بارک لنا فی رجب وشعبان وبلغنا رمضان﴾

(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۶۵)

اے اللہ، ہمارے لئے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دیجئے۔ یعنی ہماری عمر اتنی دراز کر دیجئے کہ ہمیں اپنی عمر میں رمضان کا مہینہ نصیب ہو جائے۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ رمضان آنے سے دو ماہ پہلے رمضان کا انتظار اور اشتیاق شروع ہو گیا اور اس کے حاصل ہو جانے کی دعا کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ مہینہ نصیب فرما دے۔ یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جس کو رمضان المبارک کی صحیح قدر و قیمت معلوم ہو۔

عمر میں اضافے کی دعا

اس حدیث سے یہ پتہ چلا کہ اگر کوئی شخص اس نیت سے اپنی عمر میں اضافے کی دعا کرے کہ میری عمر میں اضافہ ہو جائے تا کہ اس عمر کو میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق صحیح استعمال کرسکوں اور پھر وہ آخرت میں کام آئے، تو عمر کے اضافے کی یہ دعا کرنا اس حدیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا یہ دعا مانگنی چاہئے کہ یا اللہ! میری عمر میں اتنا اضافہ فرما دیں کہ میں اس میں آپ کی رضا کے مطابق کام کرسکوں اور جس وقت میں آپ کی بارگاہ میں پہنچوں تو اس وقت آپ کی رضا کا مستوجب بن جاؤں لیکن جو لوگ اس قسم کی دعا مانگتے کہ "یا اللہ اب تو اس دنیا سے اٹھا ہی لے" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی دعا کرنے سے منع فرمایا ہے اور موت کی تمنا کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ ارے تم تو یہ سوچ کر موت کی دعا کر رہے ہو کہ یہاں (دنیا میں) حالات خراب ہیں جب وہاں چلے جائیں گے تو وہاں اللہ میاں کے پاس سکون مل جائے گا۔ ارے یہ تو جائزہ لو کہ تم نے وہاں کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ کیا معلوم کہ اگر اس وقت موت آجائے تو خدا جانے کیا حالات پیش آئیں۔ اس لئے ہمیشہ یہ دعا

کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ عافیت عطا فرمائے اور جب تک اللہ تعالیٰ نے عمر مقرر کر رکھی ہے، اس وقت تک اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

زندگی کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کی دعا

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

﴿اللهم احيني ما كانت الحياة خيرا لي وتوفني اذا كانت الوفاة خيرا لي﴾

اے اللہ! جب تک میرے حق میں زندگی فائدہ مند ہے، اس وقت تک مجھے زندگی عطا فرما اور جب میرے حق میں موت فائدہ مند ہو جائے اے اللہ! مجھے موت عطا فرما۔

لہٰذا یہ دعا کرنا کہ یا اللہ! میری عمر میں اتنا اضافہ کر دیجئے کہ آپ کی رضا کے مطابق اس میں کام کرنے کی توفیق ہو جائے، یہ دعا کرنا درست ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اس دعا سے مستفاد ہوتی ہے کہ اے اللہ! ہمیں رمضان تک پہنچا دیجئے۔

رمضان کا انتظار کیوں؟

اب سوال یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اشتیاق اور انتظار کیوں ہو رہا ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ آجائے اور ہمیں مل جائے؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کا اپنا مہینہ بنایا ہے، ہم لوگ چونکہ ظاہر بین قسم کے لوگ ہیں، اس لئے ظاہری طور پر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ رمضان المبارک کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ روزوں کا مہینہ ہے، اس میں روزے رکھے جائیں گے اور تراویح پڑھی جائیگی اور بس۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بات یہاں تک ختم نہیں ہوتی بلکہ روزے ہوں یا تراویح یا رمضان المبارک کی کوئی اور عبادت ہو، یہ سب عبادات ایک اور بڑی چیز کی علامت ہیں، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو اپنا مہینہ بنایا ہے تاکہ وہ لوگ جو گیارہ مہینے تک مال کی دوڑ دھوپ میں لگے رہے اور ہم سے دور رہے اور اپنے دنیوی کاروبار میں الجھے رہے اور خواب غفلت میں مبتلا رہے، ہم ان لوگوں کو ایک مہینہ اپنے قرب کا عطا فرماتے ہیں، ان سے کہتے ہیں کہ تم ہم سے بہت دور

چلے گئے تھے اور دنیا کے کام دھندوں میں الجھ گئے تھے، تمہاری سوچ، تمہاری فکر، تمہارا خیال، تمہارے اعمال، تمہارے افعال، یہ سب دنیا کے کاموں میں لگے ہوئے تھے، اب ہم تمہیں ایک مہینہ عطا کرتے ہیں، اس مہینے میں تم ہمارے پاس آجاؤ اور اس کو ٹھیک ٹھیک گزار لو، تو تمہیں ہمارا قرب حاصل ہو جائے گا، کیونکہ یہ ہمارے قرب کا مہینہ ہے۔

انسان کی پیدائش کا مقصد

دیکھئے! انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر ارشاد فرمایا:

﴿وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون﴾ (الذاریات:۵٦)

یعنی میں نے جنات اور انسان کو صرف ایک کام کے لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔ انسان کا اصل مقصد زندگی اور اس کے دنیا میں آنے اور دنیا میں رہنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ جل شانہ کی عبادت کرے۔

کیا فرشتے عبادت کے لئے کافی نہیں تھے؟

اب اگر کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ اس مقصد کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پہلے ہی پیدا فرما دیا تھا، اب اس مقصد کے لئے دوسری مخلوق یعنی انسان کو پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتے اگرچہ عبادت کے لئے پیدا کئے گئے تھے، لیکن وہ اس طرح پیدا کئے گئے تھے کہ خلقتاً عبادت کرنے پر مجبور تھے، اس لئے کہ ان کی فطرت میں صرف عبادت کا مادہ رکھا گیا تھا، عبادت کے علاوہ گناہ اور معصیت اور نافرمانی کا مادہ رکھا ہی نہیں گیا تھا۔ لیکن حضرت انسان اس طرح پیدا کئے گئے کہ ان کے اندر نافرمانی کا مادہ بھی رکھا گیا، گناہ کا مادہ بھی رکھا گیا، اور پھر حکم دیا گیا کہ عبادت کرو۔ اس لئے فرشتوں کے لئے عبادت کرنا آسان تھا لیکن انسان کے اندر خواہشات ہیں، جذبات ہیں، محرکات ہیں، اور ضروریات ہیں، اور گناہوں کے دواعی ہیں، اور پھر حکم یہ دیا گیا کہ گناہوں کے ان دواعی سے بچتے ہوئے اور ان جذبات کو کنٹرول کرتے ہوئے اور گناہوں کی خواہشات کو کچلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

عبادت کی دو قسمیں

یہاں ایک بات اور سمجھ لینی چاہئے جس کے نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض اوقات گمراہیاں پیدا ہو جاتی ہیں، وہ یہ کہ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ مؤمن کا ہر کام عبادت ہے، یعنی اگر مؤمن کی نیت صحیح ہے اور اس کا طریقہ ٹھیک ہے، اور وہ سنت کے مطابق زندگی گزار رہا ہے تو پھر اس کا کھانا بھی عبادت ہے، اس کا سونا بھی عبادت ہے۔ اس کا ملنا جلنا بھی عبادت ہے، اس کا کاروبار کرنا بھی عبادت ہے، اس کا بیوی بچوں کے ساتھ ہنسنا بولنا بھی عبادت ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح ایک مؤمن کے یہ سب کام عبادت ہیں، اسی طرح نماز بھی عبادت ہے، تو پھر ان دونوں عبادتوں میں کیا فرق ہے؟ ان دونوں کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے اور اس فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض لوگ گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

پہلی قسم: براہِ راست عبادت

ان دونوں عبادتوں میں فرق یہ ہے کہ ایک قسم کے اعمال وہ ہیں جو براہِ راست عبادت ہیں، اور جن کا مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی کے علاوہ کوئی دوسرا مقصد نہیں ہے اور وہ اعمال صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لئے ہی وضع کئے گئے ہیں جیسے نماز ہے، اس نماز کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کے آگے سر نیاز جھکانا ہے، اس نماز کا کوئی اور مقصد اور مصرف نہیں ہے، لہٰذا یہ نماز اصلی عبادت اور براہِ راست عبادت ہے۔ اسی طرح روزہ، زکوٰۃ، ذکر، تلاوت، صدقات، حج، عمرہ، یہ سب اعمال ایسے ہیں کہ ان کو صرف عبادت ہی کے لئے وضع کیا گیا ہے، ان کا کوئی اور مقصد اور مصرف نہیں ہے، یہ براہِ راست عبادتیں ہیں۔

دوسری قسم: بالواسطہ عبادت

ان کے مقابلے میں کچھ اعمال وہ ہیں جن کا اصل مقصد تو کچھ اور تھا، مثلاً اپنی دنیاوی ضروریات اور خواہشات کی تکمیل تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مؤمن سے کہہ دیا کہ اگر تم اپنے دنیاوی کاموں کو بھی نیک نیتی سے، ہماری مقرر کردہ حدود کے اندر اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق انجام دو گے تو ہم تمہیں ان کاموں پر

بھی ویسا ہی ثواب دیں گے جیسے ہم پہلی قسم کی عبادات پر دیتے ہیں۔ لہٰذا یہ عبادات براہِ راست نہیں ہیں بلکہ بالواسطہ عبادت ہیں اور یہ عبادات کی دوسری قسم ہے۔

''حلال کمانا'' بالواسطہ عبادت ہے

مثلاً یہ کہہ دیا کہ اگر تم بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے جائز حدود کے اندر رہ کر کماؤ گے اور اس نیت کے ساتھ رزق حلال کماؤ گے کہ میرے ذمے میری بیوی کے حقوق ہیں، میرے ذمے میرے بچوں کے حقوق ہیں، میرے ذمے میرے نفس کے حقوق ہیں، ان حقوق کو ادا کرنے کے لئے میں کما رہا ہوں، تو اس کمائی کرنے کو بھی اللہ تعالیٰ عبادت بنا دیتے ہیں۔ لیکن اصلاً یہ کمائی کرنا عبادت کے لئے نہیں بنایا گیا، اس لئے یہ کمائی کرنا براہِ راست عبادت نہیں بلکہ بالواسطہ عبادت ہے۔

براہِ راست عبادت افضل ہے

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جو عبادت براہِ راست عبادت ہے، وہ ظاہر ہے کہ اس عبادت سے افضل ہوگی جو بالواسطہ عبادت ہے اور اس کا درجہ زیادہ ہوگا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا کہ ''میں نے جنات اور انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا تاکہ وہ میری عبادت کریں'' اس سے مراد عبادت کی پہلی قسم ہے جو براہِ راست عبادت ہیں۔ عبادت کی دوسری قسم مراد نہیں جو بالواسطہ عبادت ہیں۔

ایک ڈاکٹر صاحب کا واقعہ

چند روز پہلے ایک خاتون نے مجھ سے پوچھا کہ میرے شوہر ڈاکٹر ہیں۔ انہوں نے اپنا کلینک کھول رکھا ہے مریضوں کو دیکھتے ہیں، اور جب نماز کا وقت آتا ہے تو وہ وقت پر نماز نہیں پڑھتے، اور رات کو جب کلینک بند کر کے گھر واپس آتے ہیں تو تینوں نمازیں ایک ساتھ پڑھ لیتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ گھر آ کر ساری نمازیں اکٹھی کیوں پڑھتے ہیں۔ وہیں کلینک میں وقت پر نماز ادا کر لیا کریں تاکہ قضا نہ ہوں۔ جواب میں شوہر نے کہا کہ میں مریضوں کا جو علاج کرتا ہوں یہ خدمتِ خلق کا کام ہے اور خدمتِ خلق بہت بڑی

عبادت ہے اور اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اس لئے میں اس کو ترجیح دیتا ہوں، اور نماز پڑھنا چونکہ میرا ذاتی معاملہ ہے، اس لئے میں گھر آکر ساری نمازیں پڑھ لیتا ہوں۔ تو وہ خاتون مجھ سے پوچھ رہی تھیں کہ میں اپنے شوہر کو اس دلیل کا کیا جواب دوں؟

نماز کسی حال معاف نہیں

حقیقت میں ان کے شوہر کو یہاں سے غلط فہمی پیدا ہوئی کہ ان دونوں قسم کی عبادتوں کے مرتبے میں جو فرق ہے اس فرق کو نہیں سمجھے۔ وہ فرق یہ ہے کہ نماز کی عبادت براہِ راست ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم جنگ کے میدان میں بھی ہو اور دشمن سامنے موجود ہو تب بھی نماز پڑھو، اگرچہ اس وقت نماز کے طریقے میں آسانی پیدا فرمادی، لیکن نماز کی فرضیت اس وقت بھی ساقط نہیں فرمائی۔ چنانچہ نماز کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ:

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا.

(النساء:۱۰۳)

"بے شک نماز اپنے مقررہ وقت پر مؤمنین پر فرض ہے"۔

اب بتایئے کہ جہاد سے بڑھ کر اور کیا عمل ہوگا، لیکن حکم یہ دیا کہ جہاد میں بھی وقت پر نماز پڑھو۔

خدمت خلق دوسرے درجے کی عبادت ہے

حتیٰ کہ اگر ایک انسان بیمار پڑا ہوا ہے اور اتنا بیمار ہے کہ وہ کوئی کام انجام نہیں دے سکتا، اس حالت میں بھی یہ حکم ہے کہ نماز مت چھوڑو، نماز تو ضرور پڑھو، لیکن ہم تمہارے لئے یہ آسانی کر دیتے ہیں کہ کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھ لو، بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ کر پڑھ لو اور اشارہ سے پڑھ لو، وضو نہیں کر سکتے تو تیمم کر لو، لیکن پڑھو ضرور، یہ نماز کسی حال میں بھی معاف نہیں فرمائی، اس لئے کہ نماز براہِ راست اور مقصود بالذات عبادت ہے اور پہلے درجے کی عبادت ہے، اور ڈاکٹر صاحب جو مریضوں کا علاج کرتے ہیں یہ خدمت خلق ہے، یہ بھی بہت بڑی عبادت ہے، لیکن یہ دوسرے درجے کی عبادت

ہے، براہ راست عبادت نہیں۔لہٰذا اگر ان دونوں قسموں کی عبادتوں میں تعارض اور تقابل ہو جائے تو اس صورت میں اس عبادت کو ترجیح ہوگی جو براہ راست عبادت ہے۔ چونکہ ان ڈاکٹر صاحب ان دونوں قسم کی عبادتوں کے درمیان فرق تو نہیں سمجھا، اس کے نتیجے میں اس غلطی کے اندر مبتلا ہو گئے۔

دوسری ضروریات کے مقابلے میں نماز زیادہ اہم ہے

دیکھئے! جس وقت آپ مطب میں خدمت خلق کے لئے بیٹھتے ہیں، اس دوران آپ کو دوسری ضروریات کے لئے بھی تو اٹھنا پڑتا ہے، مثلاً اگر بیت الخلاء جانے کی یا غسل خانے میں جانے کی ضرورت پیش آجائے تو آخر اس وقت بھی تو آپ مریضوں کو چھوڑ کر جائیں گے، اسی طرح اگر اس وقت بھوک لگی ہوئی ہے اور کھانے کا وقت آگیا ہے، اس وقت آپ کھانے کے لئے وقفہ کریں گے یا نہیں؟ جب آپ ان کاموں کے لئے اٹھ کر جاسکتے ہیں، تو اگر نماز کا وقت آنے پر نماز کے لئے اٹھ جائیں گے تو اس وقت کیا دشواری پیش آجائے گی؟ اور خدمت خلق میں کون سی رکاوٹ پیدا ہو جائیگی؟ جب دوسری ضروریات کے مقابلہ میں نماز زیادہ اہم ہے۔ دراصل دونوں عبادتوں میں فرق نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی۔ یوں تو دوسری قسم کی عبادت کے لحاظ سے ایک مؤمن کا ہر کام عبادت بن سکتا ہے اگر ایک مؤمن نیک نیتی سے سنت کے طریقے پر کام کرے تو اس کی ساری زندگی عبادت ہے، لیکن وہ دوسرے درجے کی عبادت ہے۔ پہلے درجے کی عبادت نماز، روزہ حج، زکوٰۃ، اللہ کا ذکر وغیرہ، یہ براہ راست اللہ کی عبادتیں ہیں اور اصل میں انسان کو اسی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

انسان کا امتحان لینا ہے

انسان کو اس عبادت کے لئے اس لئے پیدا فرمایا تاکہ یہ دیکھیں کہ یہ انسان جس کے اندر ہم نے مختلف قسم کے داعیے اور خواہشات رکھی ہیں، ہم نے اس کے اندر گناہوں کے جذبات اور ان کا شوق رکھا ہے، ان تمام چیزوں کے باوجود یہ انسان ہماری طرف آتا ہے اور ہمیں یاد کرتا ہے یا یہ گناہوں کے داعیے کی طرف جاتا ہے اور ان جذبات کو اپنے اوپر

غالب کر لیتا ہے۔ اس مقصد کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا۔

یہ حکم بھی ظلم نہ ہوتا

جب یہ بات سامنے آ گئی کہ انسان کا مقصودِ زندگی عبادت ہے، لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو یہ حکم دیتے کہ چونکہ تم دنیا کے اندر عبادت کے لئے آئے ہو اور تمہاری زندگی کا مقصد بھی عبادت ہے، تو اب صبح سے شام تک تمہارا اور کوئی کام نہیں، بس ایک ہی کام ہے، اور وہ یہ کہ تم ہمارے سامنے ہر وقت سجدے میں پڑے رہو اور ہمارا ذکر کرتے رہو، اور جہاں تک ضروریاتِ زندگی کا تعلق ہے تو چلو ہم تمہیں اتنی مہلت دیتے کہ درمیان میں اتنا وقفہ کرنے کی اجازت ہے کہ تم درمیان میں دو پہر کا کھانا اور شام کا کھانا کھا لیا کرو تا کہ تم زندہ رہ سکو، لیکن باقی سارا وقت ہمارے سامنے سجدہ میں رہتے ہوئے گزار دو۔ اگر اللہ تعالیٰ یہ حکم جاری کر دیتے تو کیا ہم پر کوئی ظلم ہوتا؟ ہرگز نہیں۔ ہمیں پیدا ہی اسی کام کے لئے کیا گیا ہے۔

ہم اور آپ بکے ہوئے مال ہیں

لہٰذا ایک طرف تو عبادت کے مقصد سے پیدا فرمایا دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾
(التوبہ : ۱۱۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہاری جانیں اور تمہارا مال خرید لیا ہے اور اس کی قیمت جنت لگادی ہے۔ لہٰذا ہم اور آپ تو بکے ہوئے مال ہیں، ہماری جان بھی بکی ہوئی ہے اور ہمارا مال بھی بکا ہوا ہے۔ اب اگر ان کو خریدنے والا جس نے ان کی اتنی بڑی قیمت لگائی ہے یعنی جنت، جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے، وہ خریدار اگر یہ کہہ دے کہ تمہیں صرف اپنی جان بچانے کی حد تک کھانے پینے کی اجازت ہے اور کسی کام کی اجازت نہیں ہے، بس ہمارے سامنے سجدے میں پڑے رہو، تو اسے یہ حکم دینے کا حق تھا، ہم پر کوئی ظلم نہ ہوتا، لیکن یہ عجیب خریدار ہے جس نے ہماری جان اور مال کو خرید لیا اور اس کی اتنی بڑی قیمت بھی لگادی اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ ہم نے تمہاری جان بھی خرید لی اور اب تمہیں واپس کر دیتے

ہیں، تم ہی اپنی جان سے فائدہ اٹھاؤ اور ساری زندگی اس سے کام لیتے رہو۔ کھاؤ، کماؤ تجارت کرو، ملازمت کرو اور دنیا کی دوسری جائز خواہشات پوری کرو سب کی تمہیں اجازت ہے بس اتنی بات ہے کہ پانچ وقت ہمارے دربار میں آ جایا کرو، اور تھوڑی سی پابندی لگاتے ہیں کہ یہ کام اس طرح کرو اس طرح نہ کرو۔ بس ان کاموں کی پابندی کرلو، باقی تمہیں کھلی چھوٹ ہے۔

انسان اپنا مقصد زندگی بھول گیا

اب جب اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو اس کی جان اور اس کا مال واپس دے دیا اور یہ کہہ دیا کہ تمہارے لئے تجارت بھی جائز، ملازمت بھی جائز، زراعت بھی جائز۔ جب سب چیزیں جائز کر دیں تو اب اس کے بعد جب یہ حضرت انسان تجارت کے لئے اور ملازمت کرنے کے لئے، زراعت کرنے اور کھانے کمانے کے لئے نکلے تو وہ یہ بھول گئے کہ ہم اس دنیا میں کیوں بھیجے گئے تھے؟ اور ہمارا مقصد زندگی کیا تھا؟ کس نے ہمیں خریدا تھا؟ اور اس خریداری کا کیا مقصد تھا؟ اس نے ہم پر کیا پابندیاں لگائی تھیں؟ اور کیا احکام ہمیں دیئے تھے؟ یہ سب باتیں تو بھول گئے، اور اب خوب تجارت ہو رہی ہے، خوب پیسہ کمایا جا رہا ہے اور آگے بڑھنے کی دوڑ لگی ہوئی ہے اور اسی کی فکر ہے اور اسی میں دن رات لگا ہوا ہے۔ اور اگر کسی کو نماز کی فکر ہوئی بھی تو حواس باختہ حالت میں مسجد میں حاضر ہوگیا، اب دل کہیں ہے، دماغ کہیں ہے اور جلدی جلدی جیسی تیسی نماز ادا کی اور پھر واپس جا کر تجارت میں لگ گیا۔ اور کبھی مسجد میں بھی آنے کی توفیق نہیں ہوئی تو گھر میں پڑھ لی، اور کبھی نماز ہی نہ پڑھی اور قضا کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دنیاوی اور تجارتی سرگرمیاں انسان پر غالب آتی چلی گئیں۔

عبادت کی خاصیت

عبادت کا خاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کا رشتہ جوڑتی ہے، اس کے ساتھ ایک تعلق قائم کرتی ہے، جس کے نتیجے میں انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

رحمت کا خاص مہینہ

تو چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ جو انسان کے خالق ہیں وہ جانتے تھے کہ یہ حضرت انسان جب دنیا کے کام دھندے میں لگے گا تو ہمیں بھول جائے گا، اور پھر ہماری عبادات کی طرف اس کا اتنا انہماک نہیں ہوگا جتنا دنیاوی کاموں کے اندر اس کو انہماک ہوگا، تو اللہ تعالیٰ نے اس انسان سے فرمایا کہ ہم تمہیں ایک موقع اور دیتے ہیں اور ہر سال تمہیں ایک مہینہ دیتے ہیں، تاکہ جب تمہارے گیارہ مہینے ان دنیاوی کام دھندوں میں گزر جائیں اور مادے کے اور روپے پیسے کے چکر میں الجھے ہوئے گزر جائیں تو اب ہم تمہیں رحمت کا ایک خاص مہینہ عطا کرتے ہیں، اس ایک مہینہ کے اندر تم ہمارے پاس آجاؤ تاکہ گیارہ مہینوں کے دوران تمہاری روحانیت میں جو کمی واقع ہوگئی ہے اور ہمارے ساتھ تعلق اور قرب میں جو کمی واقع ہوگئی ہے، اس مبارک مہینہ میں تم اس کمی کو دور کرلو۔ اور اس مقصد کے لئے بھی ہم تمہیں یہ ہدایت کا مہینہ عطا کرتے ہیں کہ تمہارے دلوں پر جو زنگ لگ گیا ہے اس کو دور کر لو، اور ہم سے جو دور چلے گئے ہو اب قریب آجاؤ، اور جو غفلت تمہارے اندر پیدا ہوگئی ہے اس کو دور کر کے اپنے دلوں کو ذکر سے آباد کرلو۔ اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے رمضان کا مہینہ عطا فرمایا۔ ان مقاصد کے حاصل کرنے کے لئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب پیدا کرنے کے لئے روزہ اہم ترین عنصر ہے، روزہ کے علاوہ اور جو عبادات اس ماہ مبارک میں مشروع کی گئی ہیں وہ بھی سب اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے اہم عناصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ دور بھاگے ہوئے انسان کو اس مہینے کے ذریعہ اپنا قرب عطا فرمادیں۔

اب قرب حاصل کرلو

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (البقرة: ۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔ گیارہ مہینوں تک تم جن کاموں میں مبتلا رہے ہو۔ ان کاموں نے تمہارے تقویٰ کی خاصیت کو کمزور کر دیا، اب روزے کے ذریعہ اس

تقویٰ کی خاصیت کو دوبارہ طاقت ور بنالو۔ لہٰذا بات صرف اس حد تک ختم نہیں ہوتی کہ روزہ رکھ لیا اور تراویح پڑھ لی، بلکہ پورے رمضان کو اس کام کے لئے خاص کرنا ہے کہ گیارہ مہینے ہم لوگ اپنی اصل مقصد زندگی سے اور عبادت سے دور چلے گئے تھے، اس دوری کو ختم کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ رمضان کے مہینے کو پہلے ہی سے زیادہ عبادات کے لئے فارغ کیا جائے اس لئے کہ دوسرے کام دھندے تو گیارہ مہینے تک چلتے رہیں گے، لیکن اس مہینے کے اندر ان کاموں کو جتنا مختصر سے مختصر کر سکتے ہو کرلو اور اس مہینے کو خالص عبادات کے کاموں میں صرف کرلو۔

رمضان کا استقبال

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ رمضان کا استقبال اور اس کی تیاری یہ ہے کہ انسان پہلے سے یہ سوچے کہ میں اپنے روزمرہ کے کاموں میں سے مثلاً تجارت، ملازمت، زراعت وغیرہ کے کاموں میں سے کن کن کاموں کو مؤخر کر سکتا ہوں، ان کو مؤخر کر دے، اور پھر ان کاموں سے جو وقت فارغ ہو اس کو عبادت میں صرف کرے۔

رمضان میں سالانہ چھٹیاں کیوں؟

ہمارے دینی مدارس میں عرصہ دراز سے یہ رواج اور طریق چلا آرہا ہے کہ سالانہ چھٹیاں اور تعطیلات ہمیشہ رمضان المبارک کے مہینے میں کی جاتی ہیں۔ ۱۵ شعبان کو تعلیمی سال ختم ہو جاتا ہے اور ۱۵ شعبان سے لے کر ۱۵ شوال تک دو ماہ کی سالانہ چھٹیاں ہو جاتی ہیں۔ شوال سے نیا تعلیمی سال شروع ہوتا ہے۔ یہ ہمارے بزرگوں کا جاری کیا ہوا طریقہ ہے۔ اس طریقہ پر لوگ اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دیکھو! یہ مولوی صاحبان رمضان میں لوگوں کو اس بات کا سبق دیتے ہیں کہ آدمی رمضان کے مہینے میں بیکار ہو کر بیٹھ جائے، حالانکہ صحابہ کرام نے تو رمضان المبارک میں جہاد کیا اور دوسرے کام کئے خوب سمجھ لیں کہ اگر جہاد کا موقع آجائے تو بیشک آدمی جہاد بھی کرے، چنانچہ غزوہ بدر اور فتح مکہ رمضان المبارک میں ہوئے۔ لیکن جب سال کے کسی مہینے میں چھٹی کرنی ہی ہے تو اس کے

لئے رمضان کے مہینے کا انتخاب اس لئے کیا تا کہ اس مہینے کو زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی براہ راست عبادت کے لئے فارغ کر سکیں۔

اگرچہ ان دینی مدارس میں پورے سال جو کام ہوتے ہیں وہ بھی سب کے سب عبادت ہیں، مثلاً قرآن کریم کی تعلیم، حدیث کی تعلیم، فقہ کی تعلیم وغیرہ، مگر یہ سب بالواسطہ عبادات ہیں۔ لیکن رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ اس مہینے کو میری براہ راست عبادات کے لئے فارغ کرلو۔ اس لئے ہمارے بزرگوں نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ جب چھٹی کرنے ہی ہے تو بجائے گرمیوں میں چھٹی کرنے کے رمضان میں چھٹی کرو تا کہ رمضان کا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کی براہِ راست، عبادات میں صرف کیا جاسکے۔ لہٰذا رمضان المبارک میں چھٹی کرنے کا اصل منشا یہ ہے۔

بہر حال، رمضان المبارک میں چھٹی کرنا جن کے اختیار میں ہو وہ حضرات تو چھٹی کرلیں اور جن حضرات کے اختیار میں نہ ہو وہ کم از کم اپنے اوقات کو اس طرح مرتب کریں کہ اس کا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کی براہِ راست عبادت میں گزر جائے۔ اور حقیقت میں رمضان کا مقصود بھی یہی ہے۔

حضور ﷺ کو عبادات مقصود کا حکم

میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ دیکھو قرآن کریم کو سورۃ الم نشرح میں اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ. وَ إِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾

(سورۃ الم نشرح)

یعنی جب آپ (دوسرے کاموں سے جن میں آپ مشغول ہیں) فارغ ہوجائیں تو (اللہ تعالیٰ کی عبادت میں) تھکئے۔ کس کام کے کرنے میں تھکئے؟ نماز پڑھنے میں، اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے میں، اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے میں تھکئے اور اپنے رب کی طرف رغبت کا اظہار کیجئے۔ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تم ذرا سوچو تو سہی کہ یہ خطاب کس ذات سے ہو رہا ہے؟ یہ خطاب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

سے ہو رہا ہے، اور آپ سے یہ کہا جا رہا ہے کہ جب آپ فارغ ہو جائیں، یہ تو دیکھو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کن کاموں میں لگے ہوئے تھے جن سے فراغت کے بعد تھکنے کا حکم دیا جا رہا ہے؟ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی کاموں میں لگے ہوئے تھے؟ نہیں بلکہ آپ کا تو ایک ایک کام عبادت ہی تھا، یا تو آپ کا تعلیم دینا تھا یا تبلیغ کرنا تھا یا جہاد کرنا تھا یا تربیت اور تزکیہ تھا، تو آپ کا تو اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کے علاوہ کوئی کام نہیں تھا لیکن اس کے باوجود آپ سے کہا جا رہا ہے کہ جب آپ ان کاموں سے فارغ ہو جائیں یعنی تعلیم کے کام سے اور تبلیغ کے کام سے اور جہاد کے کام سے فارغ ہو جائیں تو اب آپ ہمارے سامنے کھڑے ہو کر تھکئے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری ساری رات نماز کے اندر اس طرح کھڑے ہوتے کہ آپ کے پاؤں پر ورم آ جاتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن کاموں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مشغول تھے وہ بالواسطہ عبادت تھی اور جس عبادت کی طرف اس آیت میں آپ کو بلایا جا رہا تھا وہ براہ راست عبادت تھی۔

مولوی کا شیطان بھی مولوی

ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مولوی کا شیطان بھی مولوی ہوتا ہے، یعنی شیطان مولویوں کو علمی انداز سے دھوکے دیتا ہے۔ چنانچہ مولوی کا شیطان مولوی صاحب سے کہتا ہے کہ یہ جو کہا جا رہا ہے کہ تم گیارہ مہینے تک دنیاوی کاموں میں لگے رہے، یہ ان لوگوں سے کہا جا رہا ہے جو تجارت اور کاروبار میں لگے رہے اور معیشت کے کاموں میں اور دنیاوی دھندوں اور ملازمتوں میں لگے رہے، لیکن تم تو گیارہ مہینے تک دین کی خدمت میں لگے رہے، تم تو تعلیم دیتے رہے، تبلیغ کرتے رہے، وعظ کرتے، تصنیف اور فتویٰ کے کاموں میں لگے رہے اور یہ سب دین کے کام ہیں۔ حقیقت میں یہ شیطان کا دھوکا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ گیارہ مہینے تک تم جن عبادات میں مشغول تھے وہ عبادت بالواسطہ تھی اور اب رمضان المبارک براہ راست عبادت کا مہینہ ہے، یعنی وہ عبادت کرنی ہے جو براہ راست عبادت کے کام ہیں۔ اس عبادت کے لئے یہ مہینہ آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مہینہ کو اس عبادت میں استعمال کرنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

چالیس مقاماتِ قرب حاصل کرلیں

اب آپ اپنا ایک نظام الاوقات اور ٹائم ٹیبل بنائیں کہ کس طرح یہ مہینہ گزارنا ہے، چنانچہ جتنے کاموں کو مؤخر کرسکتے ہیں ان کو مؤخر کردو۔ اور روزہ تو رکھنا ہی ہے اور تراویح بھی انشاء اللہ ادا کرنی ہی ہے، ان تراویح کے بارے میں حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب قدس اللہ سرہ بڑے مزے کی بات فرمایا کرتے تھے کہ یہ تراویح بڑی عجیب چیز ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو روزانہ عام دنوں کے مقابلے میں زیادہ مقاماتِ قرب عطا فرمائے ہیں، اس لئے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں جن میں چالیس سجدے کئے جاتے ہیں اور ہر سجدہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا اعلیٰ ترین مقام ہے کہ اس سے زیادہ اعلیٰ مقام کوئی اور نہیں ہوسکتا، جب انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرتا ہے اور اپنی معزز پیشانی پر ٹیکتا ہے اور زبان پر "سبحان ربی الاعلیٰ" کے الفاظ ہوتے ہیں تو یہ قرب خداوندی کا وہ اعلیٰ ترین مقام ہوتا ہے جو کسی اور صورت میں نصیب نہیں ہوسکتا۔

ایک مؤمن کی معراج

یہی مقام قرب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے موقع پر لائے تھے، جب معراج کے موقع پر آپ کو اتنا اونچا مقام بخشا گیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ میں اپنی امت کے لئے کیا تحفہ لے کر جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ امت کے لئے یہ "سجدے" لے جاؤ، ان میں سے ہر سجدہ مؤمن کی معراج ہے۔ فرمایا "الصلوٰۃ معراج المؤمنین" یعنی جس وقت کوئی مؤمن بندہ اپنی پیشانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زمین پر رکھ دے گا تو اس کو معراج حاصل ہوجائیگی۔ لہٰذا یہ سجدہ مقام قرب ہے۔

سجدہ میں قربِ خداوندی

سورۃ اقراء میں اللہ تعالیٰ نے کتنا پیارا جملہ ارشاد فرمایا یہ آیت سجدہ ہے لہٰذا تمام حضرات سجدہ بھی کرلیں۔ فرمایا کہ:

﴿واسجد واقترب﴾ (سورۃ علق: ١٩)

سجدہ کرو اور ہمارے پاس آجاؤ۔ معلوم ہوا کہ ہر سجدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب کا

ایک خاص مرتبہ رکھتا ہے، اور رمضان کے مہینے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں چالیس سجدے اور عطا فرما دیئے، جس کا مطلب یہ ہے کہ چالیس مقاماتِ قرب ہر بندے کو روزانہ عطا کئے جا رہے ہیں۔ یہ اس لئے دیئے کہ گیارہ مہینے تک تم جن کاموں میں لگے رہے، اس دوری کو ختم کرنے کے لئے روزانہ چالیس مقاماتِ قرب دے کر ہم تمہیں قریب کر رہے ہیں، اور وہ ہے "تراویح" لہٰذا اس تراویح کو معمولی مت سمجھو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو آٹھ رکعت تراویح پڑھیں گے، بیس نہیں پڑھیں گے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرما رہے ہیں کہ ہم تمہیں چالیس مقاماتِ قرب عطا فرماتے ہیں، لیکن یہ حضرات کہتے ہیں کہ نہیں صاحب، ہمیں تو صرف سولہ ہی کافی ہیں، چالیس کی ضرورت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے ان مقاماتِ قرب کی قدر نہیں پہچانی، جبھی تو اسی باتیں کر رہے ہیں۔

تلاوت قرآن کریم کی کثرت کریں

بہرحال، تو روزہ تو رکھنا ہے اور تراویح تو پڑھنی ہی ہے، اس کے علاوہ بھی جتنا وقت ہو سکے عبادات میں صرف کرو۔ مثلاً تلاوت قرآن کریم کا خاص اہتمام کرو، کیونکہ اس رمضان کے مہینے کو قرآن کریم سے خاص مناسبت ہے، اس لئے اس میں زیادہ سے زیادہ تلاوت کرو۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں روزانہ ایک قرآن کریم دن میں ختم کیا کرتے تھے اور ایک قرآن کریم رات میں ختم کیا کرتے تھے اور ایک قرآن کریم تراویح میں ختم فرماتے تھے، اس طرح پورے رمضان میں اکسٹھ قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ رمضان کے دن اور رات میں ایک قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔ بڑے بڑے بزرگوں کے معمولات میں تلاوت قرآن کریم داخل رہی ہے۔ لہٰذا ہم بھی رمضان المبارک میں عام دنوں کی مقدار کے مقابلے میں تلاوت کی مقدار کو زیادہ کریں۔

نوافل کی کثرت کریں

دوسرے ایام میں جن نوافل کو پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی، ان کو رمضان المبارک میں پڑھنے کی کوشش کریں۔ مثلاً تہجد کی نماز پڑھنے کی عام دنوں میں توفیق نہیں ہوتی، لیکن رمضان المبارک میں رات کے آخری حصے میں سحری کھانے کے لئے تو اٹھنا ہوتا ہی ہے،

تھوڑی دیر پہلے اٹھ جائیں اور اسی وقت تہجد کی نماز پڑھ لیں اس کے علاوہ اشراق کی نوافل، چاشت کی نوافل، اوّابین کی نوافل، عام ایام میں اگر نہیں پڑھی جاتیں تو کم از کم رمضان المبارک میں تو پڑھ لیں۔

صدقات کی کثرت کریں

رمضان المبارک میں زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقات بھی زیادہ سے زیادہ دینے کی کوشش کریں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا دریا ویسے تو سارے ہی موجزن رہتا تھا، لیکن رمضان المبارک میں آپ کی سخاوت ایسی ہوتی تھی جیسے جھونکیں مارتی ہوئی ہوائیں چلتی ہیں، جو آپ کے پاس آیا اس کو نواز دیا۔ لہٰذا ہم بھی رمضان المبارک میں صدقات کی کثرت کریں۔

ذکر اللہ کی کثرت کریں

اس کے علاوہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کریں۔ ہاتھوں سے کام کرتے رہیں اور زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہے۔ سبحان اللہ والحمد لله و لا اله الاالله و الله اکبر. سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم. لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم ۔ ان کے علاوہ درود شریف اور استغفار کی کثرت کریں، اور ان کے علاوہ جو ذکر بھی زبان پر آجائے بس چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہیں۔

گناہوں سے بچنے کا اہتمام کریں

اور رمضان المبارک میں خاص طور پر گناہوں سے اجتناب کریں اور اس سے بچنے کی فکر کریں۔ یہ طے کرلیں کہ رمضان المبارک کے مہینے میں یہ آنکھ غلط جگہ پر نہیں اٹھے گی۔ انشاء اللہ۔ یہ طے کرلیں کہ رمضان المبارک میں اس زبان سے غلط بات نہیں نکلے گی۔ انشاء اللہ۔ یہ جھوٹ غیبت، یا کسی کی دل آزادی کا کوئی کلمہ نہیں نکلے گا۔ رمضان المبارک کے مہینے میں اس زبان پر تالا ڈال لو۔ یہ کیا بات ہوئی کہ روزہ رکھ کر حلال چیزوں کے کھانے

سے تو پرہیز کرلیا، لیکن رمضان میں مردہ بھائی کا گوشت کھا رہے ہو۔ اس لیے کہ غیبت کرنے کو قرآن کریم نے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے برابر قرار دیا ہے۔ لہٰذا غیبت سے بچنے کا اہتمام کریں جھوٹ سے بچنے کا اہتمام کریں۔ اور فضول کاموں سے، فضول مجلسوں سے اور فضول باتوں سے بچنے کا اہتمام کریں۔ اس طرح یہ رمضان کا مہینہ گزارا جائے۔

دعا کی کثرت کریں

اس کے علاوہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی خوب کثرت کریں۔ رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، رحمت کی گھٹائیں جھوم جھوم کر برس رہی ہیں۔ مغفرت کے بہانے ڈھونڈنے جا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز دی جا رہی ہے کہ کوئی مجھ سے مانگنے والا جس کی دعا میں قبول کروں۔ لہٰذا صبح کا وقت ہو یا شام کا وقت ہو یا رات کا وقت ہو، ہر وقت مانگو۔ وہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ افطار کے وقت مانگ لو، ہم قبول کرلیں گے۔ رات کو مانگ لو، ہم قبول کرلیں گے۔ روزہ کی حالت میں مانگ لو، ہم قبول کرلیں گے۔ آخر رات میں مانگ لو، ہم قبول کرلیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا ہے کہ ہر وقت تمہاری دعائیں قبول کرنے کے لئے دروازے کھلے ہوئے ہیں، اس لئے خوب مانگو۔ ہمارے حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ مانگنے کا مہینہ ہے اس لئے ان کا معمول یہ تھا کہ رمضان المبارک میں عصر کی نماز کے بعد مغرب تک مسجد ہی میں بیٹھ جاتے تھے اور اس وقت کچھ تلاوت کرلی۔ کچھ تسبیحات اور مناجات مقبول پڑھ لی، اور اس کے بعد باقی سارا وقت افطار تک دعا میں گزارتے تھے، اور خوب دعائیں کیا کرتے تھے۔ اس لئے جتنا ہو سکے اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں کرنے کا اہتمام کرو۔ اپنے لئے، اپنے اعزہ اور احباب کیلئے، اپنے متعلقین کے لئے، اپنے ملک وملت کے لئے، عالم اسلام کے لئے دعائیں مانگو۔ اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت سے ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس رمضان کے قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے اوقات کو صحیح طور پر خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

قرآن اور صاحبِ قرآن

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O بسم اللہ الرحمن الرحیم O
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا مُشِيْرَ لَهٗ وَلَا مُعِيْنَ لَهٗ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ اَلْمَبْعُوْثُ اِلٰى كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا. قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِىْ كَلَامِهِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ النَّبِىُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

ایک اک آیتِ قرآں کی تلاوت کرنا
جان پر کھیل کر اظہار صداقت کرنا
جھنگ والے نے بتایا بزبانِ جرأت
زندگی کیا ہے؟ تمنائے شہادت کرنا
اس نے جو لفظ سر سینۂ صحراء لکھا
مٹ سکے گا نہ ہواؤں سے کچھ ایسا لکھا
اس نے ایماں سے چمکتی ہوئی پیشانی پر

خون سے اپنے ، صحابہؓ کا قصیدہ لکھا

میرے واجب الاحترام! قابل صد احترام علمائے کرام! جامع مسجد قطب الدین جھنگ صدر کے غیور نوجوانو اور دوستو! آج یہاں ۲۶ رمضان المبارک، ختم قرآن کے موقع پر یہ عظیم الشان تقریب منعقد ہو رہی ہے۔ میں اس پروگرام میں زیادہ لمبی چوڑی گفتگو آپ کے سامنے پیش نہیں کرنا چاہتا، ختم قرآن کا موقع ہے تو مجھے یہ چاہئے کہ اسی عنوان پر آپ کے سامنے گفتگو کروں، کیونکہ قرآن ایک سمندر ہے، اور اس سمندر سے میں کچھ موتیوں کو چنوں اور آپ کی جھولی میں ڈال دوں...... قرآن ایک سمندر ہے، اور میرا جی چاہتا ہے کہ میں اس سمندر میں میں غوطہ لگاؤں، اور وہاں سے کچھ موتی نکال کر آپ کی جھولی میں ڈال دوں۔ یہ ختم قرآن کا موقع ہے۔

قرآن اور صاحب قرآن میں فرق

قرآن اور صاحب قرآن...... یہ دو علیحدہ علیحدہ موضوع ہیں، اگر میں یہ کہوں کہ دونوں ایک ہیں، تو اس میں کلام نہیں ہے کہ قرآن بھی وہی ہے اور صاحب قرآن بھی وہی ہے، فرق کیا ہے؟ فرق یہ ہے کہ......

قرآن علم ہے، نبی عمل ہے......

قرآن متن ہے، نبی تشریح ہے......

قرآن اجمال ہے، نبی تفصیل ہے......

قرآن کتاب میں اللہ کا کلام ہے...... محمدؐ چلتا پھرتا اللہ کا کلام ہے......

قرآن بے مثال ہے، کیوں......؟ اس لئے کہ جس پیغمبر پر اترا وہ پیغمبر بھی بے مثال ہے......

قرآن لازوال ہے، جس نبیؐ پر اترا وہ نبی بھی لازوال ہے......

قرآن کو پڑھ کر کوئی تھکتا نہیں ہے، محمدؐ کو دیکھ کر کوئی تھکتا نہیں ہے۔

قرآن کو ایک مرتبہ پڑھے یا چالیس مرتبہ پڑھے مزہ وہی!

قرآن پڑھتے جاؤ دنیا میں جتنی کتابیں پڑھتے ہو، ایم۔اے کی کتاب، بے۔

اے کی کتاب، اور اس طرح پرائمری نصاب ہے، ایک آدمی کہتا ہے کہ یہ تیسری جماعت کی کتاب میں نے پڑھی ہوئی ہے، ایک آدمی کہتا ہے کہ نہیں حضور کی سیرت کی کتاب پڑھو، دوسرا کہتا ہے نہیں جغرافیہ کی کتاب پڑھو، تیسرا کہتا ہے کہ نہیں تاریخ اسلام پڑھتا ہوں، چوتھا کہتا ہے کہ نہیں، میں نے تو یہ کتاب پڑھ رکھی ہے، ایک کتاب کو تو پڑھتا ہے، دوسری مرتبہ تیرا جی نہیں چاہتا، دو مرتبہ پڑھتا ہے تیسری دفعہ اسے لائبریری میں بند کر دیتا ہے۔ تو لائبریری میں جاتا ہے، کرایہ خرچ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے ایک کتاب چاہیے، جب تو پڑھ لیتا ہے اس کو واپس کر دیتا ہے، وہ کتاب دوبارہ نہیں پڑھتا، تیرا جی نہیں چاہتا، دنیا کی کوئی کتاب دوبارہ تو نہیں پڑھتا، سہ بارہ نہیں پڑھتا...... لیکن ایک ہی ایسی کتاب ہے......

جس کا پہلی مرتبہ بھی وہی مزا ہے......

اور چالیس مرتبہ پڑھے پھر بھی وہی مزہ ہے......

ایک رات میں پڑھ لے مزہ وہی ہے......

ساری رات پڑھے مزہ وہی ہے......

اور سارا دن پڑھے مزہ وہی ہے......

تراویح میں سنے تو مزہ وہی ہے......

نفلوں میں سنے تو مزہ وہی ہے......

منبر پر سنے تو مزہ وہی ہے......

اور تسبیح میں سنے تو مزہ وہی ہے......

قاری پڑھے تو مزہ وہی ہے حافظ پڑھے تو مزہ وہی ہے......

قرآن پڑھتا جا مزے میں کوئی تبدیلی نہیں......

چالیس مرتبہ بھی پڑھے گا تو عرش سے خدا بولے گا، کہ دنیا کی کسی کتاب پر اتنا ثواب نہیں ملتا...... جتنا ثواب اس کتاب پہ ہے...... ایک پوری کتاب پڑھے...... کوئی ثواب نہیں قرآن کا ایک لفظ پڑھے...... دس نیکیاں ملیں گی...... دس گناہ معاف ہوں گے...... دس درجے بلند ہوں گے......

یہ تو پڑھنے والے کی بات ہے، میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں......

تو قرآن نہیں پڑھتا ہے، قرآن سنتا ہے تو تجھے تب بھی ثواب ہے......

قرآن دیکھتا ہے، تجھے تب بھی ثواب ہے......

جو بچہ قرآن پڑھتا ہے تو اس بچے کو سینے لگائے گا، تجھے تب بھی ثواب ہے......

اس بچے سے محبت کرے گا، تجھے تب بھی ثواب ہے......

تو بچے کو بھی چھوڑ دے جس تپائی پر قرآن رکھا ہے تپائی بنا کر تو بچے کو دے دے گا تجھے تب بھی ثواب ہے......

تو غلاف بنائے گا، تب بھی ثواب ہے......

ارے! قرآن مسجد میں پڑھا جاتا ہے، تو مسجد میں قرآن سننے کے لئے گلی میں کھڑا ہو جاتا ہے تب بھی ثواب ہے......

قرآن پڑھنا بھی ثواب ہے، دیکھنا بھی ثواب ہے!

قرآن لاریب کتاب ہے

قرآن بے مثال ہے اور ایک اور بات کہتا ہوں قرآن لاریب ہے، اور یہ لاریب میں نے نہیں کہا، خود قرآن نے کہا ہے...... کہ میں لاریب ہوں، قرآن کھولو، قرآن نے سب سے پہلے یہ کہا کہ لوگو! مجھے پڑھتے ہو میں بتاؤں میں کون ہوں......؟ میرا تعارف پوچھنے سے پہلے ..... پوچھو کہ میری حیثیت کیا ہے......؟ یہ قرآن کہتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ پورا قرآن پڑھ جاؤ، بعد میں پتہ چلا کہ یہ تو بدل دیا گیا تھا...... بعد میں پتہ چلے کہ اسے تو شرابیوں نے لکھا تھا...... بعد میں پتہ چلے کہ اس کا تو سارا حصہ بدل دیا گیا...... بعد میں پتہ چلے کہ اس کے تو کئی حصے نکال دیے گئے...... اس لئے ایک سو چودہ سورتوں میں جو پہلی سورت ہے، پہلا لفظ......الٓمٓ...... پڑھنے کے بعد قرآن اپنی حیثیت کو متعین کرتا ہے، تاکہ پہلے میری حیثیت کو پڑھ کر، پھر آگے چل تاکہ شک کوئی باقی نہ رہے، قرآن نے کیا کہا ہے......؟

الٓمٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ......

اور الٓمٓ کیا ہے الف کیا ہے......؟ لام کیا ہے......؟ میم کیا ہے......؟ اس پر تم غور نہیں کرتے ہو......

الف سے اللہ ہے، اللہ نے فرمایا میں بھیج رہا ہوں۔

لام سے جبرئیل ہے، جبرئیل نے کہا میں لا رہا ہوں۔

میم سے محمدؐ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں میرے سینے پہ اترا ہے۔

میں اور بھی بڑی باتیں کر سکتا ہوں، لیکن ختم قرآن کی رات ہے، میں اور آپ مل کر آج قرآن کی باتیں کریں، کیونکہ قرآن سے بڑی کوئی بات نہیں۔

الف...... اللہ! لام...... جبرئیل! میم...... محمدؐ!...... الٓـمّ Code Word ہے۔ Short Short Happend شارٹ شارٹ ہیپنڈ ہے۔ خدا نے کوڈ ورڈ اپنی کتاب کے پہلے صفحہ پر لکھا ہے...... کیوں لکھا......؟ تاکہ راوی کا ذکر بھی پتہ چل جائے۔ بھیجنے والے کا بھی پتہ چل جائے جس کے پاس بھیجا گیا...... اس کا بھی پتہ چل جائے۔ اور کیا کہا؟

الف۔ لام۔ میم

اگر شک کتاب میں کرنا ہے تو الف میں کر......

اگر شک کتاب میں کرنا ہے...... تو لام میں کر......

اگر شک کتاب میں کرنا ہے...... تو میم پر شک کر......

الف پہ شک کرتے گا...... دھریہ بن جائے گا،

لام پہ شک کرے گا...... کافر بن جائے گا۔

میم پہ شک کرے گا...... محمدؐ کا منکر بن جائے گا۔

تو تین شکوک سے گزر کر شک آگے بڑھے گا......؟

قرآن جیسی بے مثال کتاب کوئی نہیں

جب شک آگے نہیں بڑھے گا تو پھر قرآن جیسی بے مثال کتاب کوئی نہیں......

الٓـمّ...... یہ ایک لفظ ہے، اس لفظ پر سینکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس پر بڑی تحقیق کی گئی ہے۔ صرف الف...... لام پر ہی میں الحمدللہ بڑی تقریر کر سکتا ہوں، ساری رات گزار سکتا ہوں۔ آپ کو بتا سکتا ہوں راوی کو دیکھو، ایک آدمی کہتا ہے، یہ جو بند ہے، خدانخواستہ دریا کا پانی ٹوٹ گیا، بند کے پاس آگیا ہے، بند ٹوٹنے والا ہے، یہ آدمی چوک میں کھڑا ہو کر کہتا ہے، لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ یہ آدمی سچا ہے، یہ آدمی جھوٹا ہے، لوگ کسیاں اٹھاتے ہیں، بند کی

طرف مڑ کر جاتے ہیں، کیونکہ ایک آدمی نے کہا...... بند ٹوٹ گیا ہے۔ پانی شہر کی طرف آ گیا ہے لیکن سارا آدمی کے کہنے پر یقین کرتا ہے اور الف...... لام...... میم...... پر یقین نہیں کرتا۔ طبری نے کہا یہ واقعہ ہوا ابن ہشام نے کہا یہ واقعہ ہوا شاہ ولی اللہ کا واقعہ کتاب میں ہے شک نہیں کرتا......

ہیر رانجھا کا واقعہ کتاب میں ہے شک نہیں کرتا......

ہیر رانجھا کا ذکر حدیث میں نہیں، تاریخ نے بتایا ہے اس میں شک نہیں کرتا......

خواجہ علی ہجویری کا ذکر تاریخ میں ہے، قرآن میں نہیں اس میں کوئی شک نہیں......

بابا فرید الدین گنج شکر کا ذکر قرآن میں نہیں ہے، صرف تاریخ میں ہے اس میں کوئی شک نہیں......

پیر کا ذکر تاریخ میں ہو اشک کوئی نہیں......

اولیاء کا ذکر تاریخ میں ہو شک کوئی نہیں......

بزرگوں کا ذکر تاریخ میں ہو شک کوئی نہیں......

جس تاریخ کو تو نے لکھا ہے اس میں کوئی شک نہیں......؟

جس الف کو خدا نے بھیجا ہے، میں شک کرتا ہے......؟

الف ہے...... لام ہے...... میم ہے...... مجھے کہنے دے کہ اللہ نے محمدؐ اور اپنے درمیان واسطہ جبرائیل کا کیوں رکھا......؟ اس لئے ہے کہ جبرائیل فرشتوں کا سردار ہے اور قرآن نے خود کہا ہے......

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ.

جو شخص جبرائیل کا دشمن ہے، وہ محمدؐ کا بھی دشمن ہے۔ میرا بھی دشمن ہے......

اللہ نے کتنی وضاحت کے ساتھ فرمایا ہے......

الٓمٓ. ذٰلِكَ الْكِتٰبُ.

اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے۔

اور بھی بڑی کتابیں آئیں، کسی کتاب کا آغاز اس بات سے نہیں ہوا کہ اس میں کوئی شک نہیں، جتنی بڑی کتابیں آئیں، میٹرک کا نصاب ہے، بی۔ اے کا نصاب ہے،

ایم۔اے کا نصاب ہے۔دنیا کی کتابیں ہیں،کوئی کتاب دکھاؤ،جس کا آغاز اس بات سے ہوا ہو کہ اس میں کوئی شک نہیں......؟ کیونکہ شک پوری کتاب پڑھ کر آدمی کو پڑ سکتا ہے۔ لیکن خدا نے پوری کتاب کا نچوڑ تین لفظوں میں لکھا ہے۔ الف میں۔ لام میں۔میم میں۔......کہہ دیا راوی اللہ ہے،راوی جبرئیل ہے،راوی محمدؐ ہے......

اللہ سے سچا کوئی نہیں......

جبرائیل سے سچا کوئی نہیں......

محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سچا کوئی نہیں......

بھیجنے والا تیرا خالق ہو،لانے والا فرشتوں کا سردار ہو،اور جس پر اترے وہ نبیوں کا سردار ہو،اب جھوٹا کس کو کہے گا......خدا کو کہے گا،یا جبرئیل کو کہے گا،یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہے گا۔ جب خدا سچا،جبرائیل سچا،محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچا تو پھر مجھے کہنے دے جو کتاب خداتعالیٰ نے بھیجی،جبرائیل کے ہاتھ سے بھیجی،محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے پر اتاری......وہ بھی ہے،لاشک ہے،اس لئے قرآن نے کہا......

الم ذالک الکتاب لاریب فیہ

اس میں کوئی شک نہیں۔

یہ آغاز کیوں کیا......؟ خدا کو پتہ تھا کہ پورا قرآن صحابہ کی شان میں ہے،اس کو جھٹلایا جائے گا۔اس کو جھوٹا کہا جائے گا۔اس کو برا کہا جائے گا اس کو شرابیوں کی کتاب کہا جائے گا۔اس کو زیر وزبر میں تبدیلی کے لئے کہا جائے گا،میں آج عرش پہ فیصلہ کر کے دنیا میں اتاروں کہ اے لوگو!

الم ذالک الکتاب لاریب فیہ

جس طرح مجھ میں کوئی شک نہیں......جبرائیل میں شک نہیں......محمدؐ میں شک نہیں......اس طرح اس کتاب میں شک نہیں۔

قرآن مخزن علوم ہے

قرآن میں کیا ہے......؟ قرآن میں اٹھارہ ہزار علوم ہیں،سائنس قرآن میں ہے،جغرافیہ قرآن میں ہے،آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں جغرافیہ کہاں ہے،آؤ میں تمہیں بتاتا

ہوں سائنس کہاں ہے؟

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ...... یہ سائنس ہے

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ...... یہ جغرافیہ ہے۔

لاؤ تو سہی! جغرافیہ قرآن میں نہ ہے سائنس قرآن میں ہے۔

عیسائی کو چیلنج

میں نے برطانیہ میں گلاسکو کے ایک شہر میں، ایک عیسائی مارٹن سے گفتگو کی، مارٹن عیسائی تھا۔ میں نے اسے چیلنج کیا، میں نے کہا اسلام سائنس کا بانی ہے۔ اس نے کہا نہیں مولویو! تم پیچھے رہ گئے ہو سائنس آگے نکل گئی ہے۔

مولویو! تم پیچھے رہ گئے ہو...... سائنس چاند پر پہنچ گئی ہے۔ ستاروں پہ پہنچ گئی ہے...... تم پیچھے رہ گئے ہو۔

کہاں اسلام! اسلام کو کیا پتہ......؟ اسلام کون سا مذہب ہے......؟

میں نے اس کے سامنے ایک بات کہی، پڑھے لکھے لوگوں کی توجہ کیلئے کہتا ہوں میں نے اسے کہا کہ سائنس کا بانی اسلام ہے۔ میں نے کہا کہ پتہ ہے سائنس کہتے کس کو ہیں؟

سائنس اور سیاست کی تعریف

سائنس...... یہ عربی زبان کا لفظ ہے، انگریزی کا لفظ نہیں ہے۔ سائنس اصل میں سائس ہے، سائس کا معنی توڑنا...... Research ریسرچ کرنا، ٹھیک کرنا، سائس کا معنی چھان پھٹک کرنا، اسی سے سیاست ہے، سائنس اور سیاست کا مادہ...... ایک ہے۔ سیاست کا معنی انتظام کرنا اور لغوی معنی ہے بھیڑوں کی رکھوالی کرنا...... یہ سیاست کا معنی ہے اور سائنس کا معنی توڑنا، پھوڑنا اور توڑ پھوڑ کر اندر دیکھنا...... اسے سائنس کہتے ہیں۔ میں نے کہا اس کا بانی اسلام ہے، اور اسلام بھی قرآن ہے......

اس نے کہا یہ کیسے......؟

میں نے کہا میں چیلنج کرتا ہوں مجھے بتاؤ! محمدؐ کے آنے سے پہلے تم نے جہاز کیوں نہیں بنائے......؟ عیسائیت تو حضور سے پہلے بھی تھی......!

حضورؐ کے آنے سے پہلے ٹیکنالوجی کیوں نہیں تھی......؟

حضورؐ کے آنے سے پہلے مشینری کیوں نہیں تھی......؟

حضورؐ کے آنے سے پہلے وائرلیس کیوں نہ تھی......؟

حضورؐ کے آنے سے پہلے......ریڈیو، ٹیلی ویژن کیوں نہیں تھا......؟

حضورؐ کے آنے سے پہلے لوہے کو مسخر کیوں نہیں کیا گیا......؟

حضورؐ کے آنے سے پہلے بحری، وہوائی جہاز کیوں نہیں بنائے گئے......؟

جواب دو بتاؤ! وہ خاموش ہے، مارٹن عیسائی...... نامور پادری......گلاسکو کا اس کے ساتھ ایک یہودی بیٹھا تھا جیمس (Jamus) مجھے اس نے کہا آپ اگر بتائیں ہماری معلومات میں اضافہ ہوگا۔ میں نے کہا اسلام اور قرآن سائنس کا بانی ہے۔ وہ کہتا ہے وہ کیسے......؟ میں نے کہا سائنس کا معنی توڑنا ہے۔ چھان پھٹک کرنا ہے۔ Research کرنا، یہ سائنس کا معنی ہے۔ اور جن چیزوں کو تم توڑتے ہو، پھوڑتے ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے لوگ ان کو خدا کہتے تھے، پتھر کو توڑنا یہ سائنس ہے۔ پتھر کو تو خدا کہتے تھے توڑا کیسے جائے......؟ درخت کو خدا کہتے تھے......توڑا کیسے جائے......؟ چاند کو سجدہ ہوتا تھا......Research کیسے کی جائے؟

سورج کو سجدہ کیا جاتا تھا ریسرچ کیسے کی جائے......؟ تاروں کو سجدہ کیا جاتا تھا ریسرچ کیسے کی جائے؟

ریسرچ کا معنی توڑنا، چھان پھٹک کرنا......اور جن سے تم نے سائنس بنائی ہے ان کو تو لوگ سجدہ کرتے تھے، ان کو توڑا کیسے جائے۔ ان کو پھوڑا کیسے جائے......؟ سب سے پہلے قرآن اترا قرآن نے آ کر کہا......

درخت خدا نہیں ہے......ستارہ خدا نہیں ہے......سورج خدا نہیں ہے......اور ستارے یہ خدا نہیں ہیں......پتھر خدا نہیں ہے......اسلام نے آ کر، قرآن نے آ کر، ان کی خدائی کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ دیا۔ ان کی خدائی ختم ہوگئی اب ان کو توڑنا بھی تم نے شروع کیا، پھوڑنا بھی تم نے شروع کیا۔

اگر یہ خدا رہتے......ریسرچ نہ ہوتی......

اگر یہ خدا رہتے...... ان پر تحقیق نہ ہوتی......

اگر یہ خدا رہتے ان کو توڑا نہ جاتا......

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر بتایا کہ سجدے کے لئے سورج نہیں ہے، ستارہ نہیں ہے، چاند نہیں ہے۔ چاند بھی تیرا نوکر ہے، سورج بھی تیرا نوکر ہے، درخت بھی تیرا نوکر ہے، پتھر بھی تیرا نوکر ہے۔ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری چیزوں کو تیرا نوکر بنایا اب تو نے ریسرچ شروع کی......اور سائنس کا آغاز ہوا......

میں نے کہا قرآن کہتا ہے......

الم ذالک الکتاب لاریب فیہ.

اس میں کوئی شک نہیں، میں نہیں کہتا......خدا کہتا ہے۔

قرآن ناطق ہے

اور یہ قرآن ناطق ہے، ناطق کا معنی بولنے والا ہے۔ قرآن بولتا ہے، قرآن سے پوچھو اے قرآن! تو کون ہے......؟ اے قرآن تو کس پر اترا......؟ تو قرآن کہتا ہے......

نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ......میں محمد پر اترا!

قرآن تو بتا تجھے لایا کون ہے......؟ قرآن کہتا ہے......

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ......مجھے روح الامین لایا!

اے قرآن تو بتا تیری حفاظت کا ذمہ کس نے لیا......؟ قرآن نے کہا......

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ.

قرآن کی طرف سے کفار کو تین چیلنج

اور جھنگ کے لوگو! ایک بات کہتا ہوں......دنیا میں ایک اللہ کا قرآن ہے، جس نے پوری کائنات کے غیر مسلموں کو تین چیلنج کیے، قرآن نے کیا کہا......؟ قرآن نے کہا......جب مکے کے مشرکوں نے کہا یہ اپنی بنائی ہوئی کتاب ہے، تو قرآن نے چیلنج کر دیا......

قرآن نے کہا

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ......

قرآن نے یہ کہا...... تین چیلنج کیے، پہلا چیلنج کہ قرآن جیسی کتاب لاؤ، امراء القیس جیسا شاعر، عربی کا فصیح وبلیغ شاعر تم میں موجود ہے، اگر تم کہتے ہو یہ انسان کا کلام ہے......تو لاؤ، اس قرآن جیسی کتاب لاؤ، جب یہ نہ لا سکو تو قرآن نے چیلنج کیا......

فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ......

سارا قرآن نہ لاؤ، دس سورتیں لے آؤ، جب دس بھی نہ لے آئے......تو آخری چیلنج قرآن نے کیا......

فاتوا بسورة من مثله......

ایک سورۃ لے آؤ! انا اعطینک الکوثر جیسی......اور یہ چیلنج محمد مصطفیٰ نے لکھا، سورۃ کوثر لکھ کر، کعبے کی دیوار پر لگادی، اور یہ سورۃ کئی مہینے تک لٹکی رہی، لیکن کوئی قرآن کے چیلنج کا جواب نہ دے سکا اور میں نے عیسائیوں سے کہا کہ عیسائیو تم نے ستارے مسخر کیے، چاند پر پہنچے...... میں نے کہا عیسائیو! بتاؤ......تم نے جہاز بنائے، تم نے ٹیلی ویژن بنایا تم نے وائرلیس بنائی، ٹھیک ہے، کارخانے بنائے......ٹھیک ہے۔

قرآن کے علاوہ کسی کتاب کا حافظ نہیں مل سکتا

تم نے کتنی ریسرچ کی ہے...... بڑی ریسرچ کی ہے، لیکن پوری دنیائے عیسائیت جس کی آبادی ایک ارب ہے، ساری دنیا کو مسخر کیا، لیکن ایک انجیل کا حافظ نہ بنا سکے، میں نے ان کو چیلنج کیا، میں نے کہا یہودیو! تم نے کتنی ترقی کی......؟ لیکن دنیا پوری میں جاؤ ایک تورات کا حافظ نہیں ہے۔

عیسائیو! پوری دنیا پھرو ایک زبور کا حافظ نہیں ہے۔ لیکن تم میرے ساتھ آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں، تمہارے ملک میں...... میں ان کو برطانیہ میں کہا، تمہارے ملک تمہارے محلے میں، میرے قرآن کے حافظ ہیں، اس نے کہا کہاں ہیں......؟ میں نے کہا...... یہ مسجد ہے، جاؤ اس مسجد کے اندر پوچھو کہ حافظ قرآن کتنے ہیں، وہ میرے ساتھ گیا تو پتہ چلا وہاں سترہ قرآن حافظ موجود ہیں، برطانیہ کی ایک مسجد میں سترہ قرآن کے قاری اور ان سترہ قاریوں میں ایک بچہ چھ سال کا بھی تھا۔ لاؤ تو سہی ہے کوئی تم میں سے......؟ میں نے کہا انجیل بدل دی گئی، زبور بدل دی گئی تورات بدل دی گئی، قرآن نہیں بدلا...... کیونکہ......

ذالک الکتاب لاریب فیه

نہیں بدلا، میں نے کہا چلو میں تم پر چھوڑتا ہوں۔ چیلنج کے الفاظ پر غور کریں، میں نے انہیں کہا، بائبل انجیل کا خلاصہ۔ تم نے بائبل کے نام پہ چھاپا۔

جو بائبل امریکہ میں چھپی، وہ لندن میں نہیں......

جو لندن میں ہے، وہ گلاسکو میں نہیں......

جو گلاسکو میں ہے، وہ پیرس میں نہیں......

جو پیرس میں ہے وہ ہالینڈ میں نہیں......

جو ہالینڈ میں ہے، وہ پولینڈ میں نہیں...... تمہاری بائبل تمہاری کتاب اور میرے ساتھ افغانستان کے پہاڑوں پہ جو قرآن ہے، وہ بھی لاؤ، اور انڈیا کے دریاؤں میں جو قرآن ہے، وہ بھی لاؤ۔ افریقہ کے جزیروں میں جو قرآن ہے...... وہ بھی لاؤ

امریکہ کی بستیوں میں جو قرآن ہے...... وہ بھی لاؤ،

گلاسکو میں جو قرآن ہے...... وہ بھی لاؤ۔

آؤ! الٓمٓ سے قرآن شروع ہوگا والناس پہ ختم ہوگا۔

یہی قرآن برطانیہ میں......

یہی امریکہ میں...... یہی افریقہ میں...... یہی انڈیا میں...... یہی پاکستان میں ف یہی چالیس عرب ملکوں میں......

پوری دنیا میں...... میں نے کہا یہ تو قرآن لکھا ہوا ہے۔ چلو اس کو بھی چھوڑو، افغانستان میں آٹھ سال کا بچہ قرآن کا حافظ ہے۔ اسے ایک جگہ کھڑا کرو، برطانیہ میں آٹھ سال کا بچہ...... اسے ایک جگہ کھڑا کرو، انڈیا میں آٹھ سال کا بچہ پوری دنیا میں انٹرنیشنل حافظوں کو جمع کرو پوری دنیا کے ایک سو اسی ملکوں کے ایک سو اسی قرآن کے قاری جمع کرو، ان کو کھڑا کرو علیحدہ، علیحدہ کر کے سنو!

ایک بچے کو اس کمرے میں کھڑا کرو، دوسرے کو اس کمرے میں کھڑا کر دو...... ہر بچہ الٓمٓ سے شروع کرے گا، والناس تک پڑھتا چلا جائے گا۔ اگر کسی ایک رکوع میں تبدیلی ہوگی تو میں مذہب بدل لوں گا۔

ایک سورۃ میں تبدیلی ہوگی...... تو میں مذہب بدل لوں گا۔
میں نے تو یہ چیلنج عیسائیت اور یہودیت کی دنیا کو کیا تھا، لیکن رافضیت نے محمد کا قرآن بدل ڈالا۔ رافضیت نے محمد کا قرآن بدل ڈالا، رافضیت نے پیغمبر کے دین کو بدل ڈالا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عیسائیت میری چیلنج کا جواب نہ دے سکی، یہودیت نہ دے سکی، لیکن......

ذالک الکتاب لاریب فیه

کہ اصلی قرآن کی آیتیں سترہ ہزار ہیں، لیکن قرآن کی آیتیں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ ہیں، اس لئے جو لفظ میرے قائد حق نواز نے کہا تھا کہ شیعہ یہودیوں سے عیسائیوں سے، صابئیوں سے بڑا کافر ہے۔ اسی دلیل سے ہے کہ عیسائی تو قرآن کو لازوال کہتا ہے۔ شیعہ تبدیل شدہ کہتا ہے اور قرآن لاریب کتاب ہے۔ شیعہ سے بڑا کائنات میں کافر کوئی نہیں!

قرآن اور صاحبِ قرآن کا اعزاز

جھنگ کے لوگو! ایک بات کہتا ہوں، توجہ ہے......؟ اس لفظ پہ غور نہیں کرتے دیکھئے یہ قرآن ہے، اترنے کو تو انجیل بھی اتری، زبور بھی اتری، تورات بھی اتری ایک سو ستائیس صحیفے آسمانوں سے اترے بڑی کتابیں چار اتریں، کیسے اتریں؟ قرآن کیسے اترا؟

تورات اترنے لگی، تو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ موسیٰ! طور پہ جاؤ، وہاں تمہیں تورات ملے گی، موسیٰ چل کر تورات لینے گئے۔

اور زبور کا وقت آیا تو داؤد علیہ السلام سے کہا اس عبادت خانے میں بیٹھ جاؤ یہاں زبور ملے گی۔

انجیل کا وقت آیا تو عیسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا کہ اپنے عبادت خانے سے باہر نہیں جانا...... میں انجیل اتار رہا ہوں۔

تورات اتری...... موسیٰ علیہ السلام لینے گئے۔

انجیل اتری...... عیسیٰ علیہ السلام لینے گئے......

زبور اتری...... داؤد علیہ السلام لینے گئے، لیکن دیکھو تو سہی......!!

ذالک الکتاب جب اتری یہ کتاب جب اتری تو کون لینے گیا......؟ اس کے دینے کو تو دیکھو، کہ اس کو لینے کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں گئے۔ بلکہ......

پیغمبر کے میں تھا قرآن کے میں بھیج دیا......

نبی مدینے میں تھا قرآن مدینے میں بھیج دیا......

نبی بدر میں، قرآن بدر میں......

نبی اُحد میں قرآن اُحد میں......

نبی خندق میں قرآن خندق میں......

نبی غزوۂ تبوک میں قرآن غزوہ تبوک میں......

حتیٰ کہ نبی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بستر پر قرآن بھی عائشہؓ کے بستر پر......

ہمیں دین قرآن نے سکھایا

اور رمضان کا مہینہ قرآن نے بتایا...... غریبوں سے اچھا سلوک قرآن نے بتایا...... ہمسائے کا حق قرآن نے بتایا...... اور مسکرانا قرآن نے سکھایا...... سلام قرآن نے سکھایا...... عظمت قرآن نے سکھائی...... اب اسی قرآن سے پوچھتے ہیں کہ اے قرآن! تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف پیش کر تو قرآن کہتا ہے۔

الم یجدک یتیما فاوی

پیغمبر کی رحمت کا ذکر کر کے قرآن کہتا ہے۔

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین

جب پیغمبر کی زلفوں کا ذکر آیا...... تو قرآن واللیل کہتا ہے۔

نبی کے چہرے کا ذکر آیا...... تو قرآن والضحیٰ کہتا ہے۔

پیغمبر کے ہونٹوں کا ذکر آیا...... تو قرآن **لا تحرک به لسانک لتعجل به** کہتا ہے۔

نبی کے دانتوں کا ذکر آیا...... تو قرآن یٰسٓ کہتا ہے۔

پیغمبر کی آنکھوں کا ذکر آیا...... تو قرآن **مازاغ البصر وما طغی** کہتا ہے۔

پیغمبر کی سنت کا ذکر آتا ہے..... قرآن مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا کہتا ہے۔

نبی کے زمانے کا ذکر آیا، قرآن والعصر کہتا ہے۔

پیغمبر کے شہر کا ذکر آیا قرآن لا اقسم بھذا لبلد کہتا ہے......

پیغمبر کی صفتوں کا ذکر آیا، قرآن انا ارسلنک شاھدا کہتا ہے مبشرا کہتا ہے نذیرا کہتا ہے داعیا الی اللّٰہ کہتا ہے، باذنہ وسراجًا منیرا کہتا ہے......

نبی کی ختم نبوت کا ذکر آیا قرآن ما کان محمّدٌ اَبَا اَحَدٍ من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیّین کہتا ہے......

نبی کی بیویوں کا ذکر آیا..... قرآن یا ایھا النبی قل لّازواجک وبناتک ونسآء المومنین کہتا ہے......

پیغمبر کے صحابہؓ کا ذکر آیا قرآن اولئک ھم المفلحون کہتا ہے۔

اولئک ھم الفائزون کہتا ہے۔

اولئک کتب فی قلوبھم الایمان کہتا ہے

الذی جآء بالصدق وصدق بہ کہتا ہے۔

یبشرھم ربھم برحمۃ منہ کہتا ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کہتا ہے۔

رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ کہتا ہے۔

اور خالدا فیھا ابدا کہتا ہے۔

قرآن صحابہ کی تعریف کرتا ہے......

نبی چلتا ہے..... قرآن بولتا ہے۔

نبی مسکراتا ہے..... قرآن بولتا ہے۔

نبی اشارہ کرتا ہے..... قرآن بولتا ہے۔

نبیؐ مکے میں آیا..... قرآن بولا!

نبیؐ مدینے میں آیا..... قرآن بولا!

نبیؐ مسکرایا..... قرآن بولا!

نبیؐ نے گفتگو کی..... قرآن بولا!

صدیقؓ قدموں میں آیا..... قرآن بولا!

عمرؓ قدموں میں آیا..... قرآن بولا!

عثمانؓ نے تلاوت کی..... قرآن بولا!

دحیہ کلبی کا حسن چمکا..... قرآن بولا!

نبیؐ نے ستارہ توڑ دیا..... قرآن بولا!

نبیؐ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیے..... قرآن بولا!

پیغمبرؐ مسکرائے..... تو قرآن بولا!۔

نبیؐ ہاتھ اٹھائے..... تو قرآن بولے

نبیؐ سجدہ کرے..... تو قرآن بولے!

نبیؐ اٹھ کر کھڑا ہو..... تو قرآن بولے!

حتیٰ کہ نماز کے دوران دل میں خیال آئے کہ اے اللہ! کعبہ بیت المقدس کی بجائے، اگر خانہ کعبہ بنا دیا جائے تو اے اللہ مجھے خوشی ہوگی..... یہ سوچنے کی دیر تھی، کہ عرش سے قرآن بولا فلنولینک قبلة ترضها..... یہ قرآن بولتا ہے، یہ قرآن کی شان ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور یہودی پادری کا ایک واقعہ

قرآن لاریب ہے، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے بڑے عالم گذرے ہیں۔ اتنے بڑے عالم! توجہ کیجئے کتب خانے میں بیٹھے ہیں۔ ایک آدمی بھاگا ہوا آیا۔ اس نے کہا شاہ جی! اسلام کے ناک کٹ گئی۔ کیسے کٹ گئی.....؟ انہوں نے کہا فنڈر پادری دلی کے چوک میں کھڑا ہے وہ کہتا ہے کہ مسلمانو! آؤ اگر تم سچے ہو تو میرا مقابلہ کرو۔ میرے ہاتھ میں بائبل ہے، انجیل ہے میں اس کی جلتی ہوئی آگ میں پھینکتا ہوں اگر تم سچے ہو تو لاؤ اپنا قرآن آگ میں ڈالو! میں اپنی بائبل ڈالتا ہوں تم اپنا قرآن ڈالو!

وہ آدمی کہنے لگا شاہ جی چوک میں دنیا کا اجتماع ہے۔ لوگ بڑے جمع ہیں اسلام کی ناک کٹ گئی ہزاروں کا اجتماع ہے۔ چوک میں اجتماع ہے۔ اس نے کہا کہ آگ جل

رہی ہے۔سچے جل رہا ہے۔آسمانوں سے شعلے باتیں کرر ہے ہیں۔میں اپنی بائبل یعنی انجیل اس آگ میں ڈالتا ہوں۔تم قرآن ڈالو! شاہ جی اٹھ کر چل پڑے اس نے کہا قرآن تو اپنے ہاتھوں میں لے لو! شاہ عبدالعزیزؒ نے کہا...... بغیر قرآن کے بات بن جائے گی۔شاہ عبدالعزیزؒ وہاں پہنچے شاہ صاحب نے فرمایا......تو کیا کہتا ہے۔اس پادری نے کہا چیلنج کرتا ہوں آگ جل رہی ہے۔آگ میں قرآن ڈالو میں انجیل ڈالتا ہوں۔

شاہ عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ قرآن اپنے ہاتھوں سے آگ میں ڈالوں میں......؟ میں کوئی شیعہ ہوں......؟ اس نے کہا پھر آپ جھوٹے ہیں۔پھر آپ جھوٹے ہیں۔آگ میں قرآن ڈالو،ابھی فیصلہ ہوگا،جو سچا ہوگا...... بچ جائے گا۔جھوٹا ہوگا جل جائے گا۔

شاہ عبدالعزیزؒ نے فرمایا میں فیصلہ کرتا ہوں تم اس طرح کرو کہ اس انجیل کو سینے سے لگاؤ۔میں قرآن کو سینے سے لگاتا ہوں۔تم بھی چھلانگ لگاؤ میں بھی چھلانگ لگاتا ہوں۔تمہاری کتاب سچی ہوگی تجھے بچالے گی۔میری کتاب سچی ہوگی مجھے بچالے گی! قرآن بے مثال ہے۔

جب شاہ عبدالعزیزؒ نے یہ بات کہی تو عیسائی لاجواب ہوگیا۔بھاگنے لگا لوگوں نے پکڑ لیا۔کہاں جاتا ہے......؟ کہنے لگا بائبل پر تو میں نے مسالہ لگایا ہوا تھا۔اپنے جسم پر تو کوئی مسالہ نہیں تھا......

میرے بھائیو! جب تک امتوں نے قرآن کو سینے سے لگایا......اس وقت تک خود قرآن کہتا ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ......

یہ قرآن قوموں کو اونچا کرتا ہے۔یہ سر بلند کرتا یہ انسانوں کو اونچا کرتا ہے۔

مدارس عربیہ اور خدمت قرآن

میرا دعویٰ ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں سب سے زیادہ قرآن کے قاری دارالعلوم دیو بند نے پیدا کیے۔ہمیں اس بات پر فخر ہے،علمائے بریلوی نے بڑا دین کا کام کیا ہوگا۔علمائے اہلحدیث نے بڑا دین کا کام کیا ہوگا۔اس میں کوئی شک نہیں۔لیکن آپ مدارس عربیہ کی تعداد دیکھیں، مدارس عربیہ کی تعداد کا میں معائنہ کرانا چاہتا ہوں۔اس وقت

ہندوستان میں اٹھارہ ہزار دینی مدارس ہیں علمائے دیوبند کے، جن اٹھارہ ہزار دینی مدارس میں ساڑھے ۳۲ لاکھ بچے قرآن حفظ کررہے ہیں۔

یہ قرآن کا اعجاز ہے، پاکستان میں گیارہ ہزار دینی مدارس ہیں۔ بریلوی علماء کے مدارس، اہلحدیث علماء کے مدارس اس کے علاوہ ہیں۔ گیارہ ہزار قرآن کے مدارس ہیں۔ قرآن پڑھا جارہا ہے۔ قرآن دیکھا جارہا ہے۔ قرآن سنا جارہا ہے۔

ایسی بھی کوئی سورۃ ہے، سورۃ دخان ہے، جو شخص دس آٹھ دنوں میں ایک مرتبہ سورۃ دخان پڑھتا ہے۔ ستر ہزار فرشتے پورا ہفتہ اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

لاؤ کوئی ایسی کتاب، یہ قرآن ہے......

قرآن بے مثال ہے......

تلاوت بے مثال ہے...... قرأت بے مثال ہے...... مفہوم بے مثال ہے۔

ابوحنیفہؒ نے قرآن کو کیسا پایا

ابوحنیفہؒ سے پوچھا...... ابوحنیفہؒ تو نے قرآن کو کیسے پایا؟ ابوحنیفہؒ نے کہا قرآن پاک سے میں نے نوے ہزار مسائل نکالے ہیں۔ احمد بن حنبلؒ سے پوچھا...... انہوں نے کہا کہ ہزاروں مسائل پر چار جلدیں مکمل ہو چکی ہیں۔ لیکن قرآن کا معنی مکمل نہیں ہوا۔

امام غزالیؒ نے قرآن کو کیسا پایا؟

امام غزالیؒ سے پوچھا گیا کہ قرآن کے بارے میں بتاؤ قرآن کیا ہے۔ تو امام غزالیؒ نے ایک بڑی عجیب بات کہی۔ امام غزالیؒ نے کہا لوگو! قرآن اتنا آسان ہے کہ آٹھ سال کے بچے کے سینے میں اتر جاتا ہے۔ مشکل اتنا ہے کہ چودہ سو سال سے علماء اس میں غوطے لگارہے ہیں۔ موتیوں کو پا نہیں سکے۔

احمد بن حنبلؒ کو خواب میں خدا کی زیارت

امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا...... امام بتاؤ قرآن کے بارے میں کوئی بات بتاؤ! تو امام کہتا ہے، کیا بتاؤں......؟ ایک دن خواب میں اللہ کا دیدار ہوا...... میں نے اللہ سے پوچھا اے اللہ! تجھے سب سے زیادہ کون سی چیز پسند ہے۔ تو اللہ نے جواب میں فرمایا

قرآن! احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ اے اللہ! قرآن کے بارے میں کیا حکم ہے......؟

سمجھ کر پڑھوں تب تجھے پسند ہے یا بے سوچے سمجھے پڑھوں تب تجھے پسند ہے۔ تو

جواب میں اللہ نے فرمایا......

فَهْمًا اَوْ كَانَ بِلَا فَهْمٍ ......

احمد سمجھ کر پڑھے تب بھی مجھے پسند ہے۔ بغیر سمجھ کر پڑھے تب بھی مجھے پسند ہے۔

پڑھو تو سہی!

منشی رحمت علی کا واقعہ

منشی رحمت علی ایک بڑے بزرگ تھے۔ دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا، منشی رحمت علی نانوتہ کی بستی سے روانہ ہو کے دیوبند کی بستی میں آئے۔ راستے میں ایک گاؤں آیا ہے صبح کا وقت ہے۔ دس بجے کا وقت ہے، گاؤں میں لوگ جمع ہیں۔ لوگ جمع ہیں۔ منشی رحمت علی کھڑے ہو گئے، انہوں نے کہا منشی صاحب آپ جنازہ پڑھائیں۔ منشی صاحب نے کہا میں تو نہیں پڑھاتا۔ تو گھر سے پیغام آیا کہ منشی رحمت علی کو بلاؤ، جنازہ وہ پڑھائیں۔

لوگوں نے اس آدمی کی بیوی سے پوچھا کہ منشی رحمت علی کا نام تم نے کیوں لیا......؟ تو وہ عورت کہتی ہے یہ جو آدمی فوت ہوا، اس آدمی نے فوت ہونے سے پہلے کہا تھا میں مر جاؤں تو میرا جنازہ منشی رحمت علی پڑھائے۔

لوگوں نے کہا آج وہ اتفاق سے آئے ہوئے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ ہماری بات پوری ہو گئی۔ منشی رحمت علی نے جنازہ پڑھایا، وہ ملازمت پر روزانہ دفتر میں جاتے تھے۔ ملازم تھے، اللہ کے ولی تھے۔ تو انہوں نے کہا کہ کچھ وقت اس بزرگ کے پاس گزاروں، بڑا نیک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ جنازہ پڑھایا، قبر میں اتارنے کا وقت آیا۔ منشی رحمت علی نے اپنے ہاتھوں سے اس میت کو قبر میں اتارا دفن کر دیا۔ چلے گئے دفتر میں پہنچے بڑی عجیب بات ہے۔ جیب میں دیکھا جو ملازمت کا کارڈ تھا غائب تھا۔

خیال آیا کہ جب میں نے اس بزرگ کو قبر میں اتارا......تو وہ کارڈ قبر میں اتر گیا، میری زندگی کا سوال ہے، ملازمت کا مسئلہ ہے۔ اسی وقت واپس آئے لوگوں کو جمع کیا اور جمع کر کے کہا۔ کہ ابھی ان کو دفن کیا ہے۔ گھنٹہ نہیں گذرا ہوگا۔ میری زندگی کا مسئلہ ہے۔ تھوڑا سا

قبر کو ہٹاؤ۔ مٹی کو ہٹاؤ، مٹی کو ہٹانے کے بعد وہ میرا کارڈ یہاں موجود ہے۔ سب لوگ جمع ہو گئے۔ انہوں نے منشی رحمت علی ولی اللہ ہے، کوئی بات نہیں، ابھی دفن کیا ہے۔ مٹی کو ہٹایا جب اس کے کفن کے قریب پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں...... اس کی ساری قبر گلاب کے پھولوں سے بھری پڑی ہے۔

منشی رحمت علی کو اپنی ملازمت بھول گئی، سیدھے اس عورت کے گھر گئے، اور جا کر کہا کہ اماں بتاؤ! یہ جو بزرگ تھا اس کا عمل کیا تھا۔ ساری زندگی یہ کیا کرتا تھا۔ تو بوڑھی عورت نے جواب میں بڑی عجیب بات کہی اس نے کہا یہ تو ان پڑھ تھا، زبانی اس نے چند سورتیں یاد کر رکھی تھیں، لیکن لکھنا نہ آتا تھا، نہ پڑھنا آتا تھا، بھائی قرآن نہیں پڑھتا تھا، تو بوڑھی عورت کیا کہتی ہے...... اس نے کہا قرآن بھی نہیں آتا تھا، تو پھر عمل کیا تھا......؟

تو اس عورت نے کہا...... پچاس سال ہو گئے مجھے اس کے نکاح میں آئے ہوئے ایک کام یہ روزانہ کرتا تھا۔ ایک ناغہ میں نے اس کا پوری زندگی میں نہیں دیکھا تھا، کام کیا تھا کہ جب صبح کی نماز پڑھ کر فارغ ہو جاتا...... تو قرآن سامنے رکھ لیتا اور قرآن سامنے رکھ کر قرآن کی سطروں کے اوپر انگلی رکھ کر کہتا اے اللہ تو نے یہ بھی سچ کہا تو نے یہ بھی سچ کہا، تو نے یہ بھی سچ کہا تو نے یہ بھی سچ کہا......!!

میرے بھائیو! آؤ تو سہی قرآن کے طرف، قرآن نے کہا......

ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم

یہ قرآن وہ کتاب ہے جو گری ہوئی انسانیت کو بلند کرتی ہے۔ کرتی ہے یا نہیں کرتی......؟ (کرتی ہے) اللہ پاک ہم سب کو قرآن پاک کی عظمت اور قرآن پاک کی شان کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن.

اُم المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه، ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضلّ له ومن يضلله فلا هادى له، ونشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد أن سيدنا وسندنا ونبينا ومولانا محمد عبده ورسوله. صلى الله تعالىٰ عليه وعلى اله واصحابه وبارك وسلم تسليما كثيرا.

امابعد! فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ اُولٰئِكَ مُبَرَّءُ وْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ. (سورۃ نور)

امنت بالله صدق الله مولانا العظيم.

محترم ومکرم حاضرین! تاریخ اسلام میں رمضان المبارک کے دوران پیش آمدہ واقعات میں بہت اہم واقعہ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی وفات حسرت آیات کا آتا ہے۔ آپ بہت ہی اعلیٰ مقام ومرتبہ پر فائز ہیں۔ ازواجِ مطہرات میں آپ کوئی لحاظ سے خصوصیتیں حاصل ہیں۔

آپ ؓ کا نام عائشہ اور القاب صدیقہ، ام المومنین، اور حمیرا ہیں۔ آنحضرت ﷺ آپ رضی اللہ عنہا کو بنت الصدیق سے بھی یاد فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں، جنابہ اُم رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب کے بطن سے جنم لیا، آپ والد ماجد کی طرف سے قریشیہ تیمیہ اور ماں کی طرف سے کنانیہ تھیں۔ آٹھویں پشت میں آپ کا نسب آنحضرت ﷺ کے نسب سے مل جاتا ہے۔

آپ کی والدہ حضرت اُم رومان کا پہلا نکاح عبداللہ یزدی سے ہوا تھا۔ ان کے انتقال کے بعد آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کے دو بچے عبدالرحمٰن اور حضرت عائشہؓ پیدا ہوئے۔ کسی بھی مستند تاریخ میں حضرت عائشہ کی تاریخ ولادت کا ذکر نہیں ملتا۔ تاہم امام محمد بن سعد نے اپنی طبقات میں لکھا ہے کہ آپ کی ولادت نبوت کے چوتھے سال کی ابتدا میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وائل کی بیوی نے دودھ پلایا تھا۔ وائل کے بھائی افلح حضرت عائشہؓ کے رضاعی چچا کے طور پر کبھی کبھی آپؓ سے ملنے آیا کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ کی اجازت سے آپؓ اُن کے سامنے آتی تھیں۔

حضرت عائشہؓ کی ذہانت

حضرت عائشہ بچپن ہی سے نہایت ذہین وفطین اور عمدہ ذکاوت کی مالک تھیں۔ لڑکپن میں آپ کھیل کود کی بہت شوقین تھیں۔ محلہ کی لڑکیاں ہر وقت ان کے پاس جمع رہتیں وہ اکثر ان کے ساتھ کھیلا کرتیں لیکن اس لڑکپن میں بھی آنحضرت ﷺ کا ادب ہر لحاظ سے ملحوظ رہتا۔ ایک مرتبہ عائشہ گڑیا گڑیا کھیل رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے۔ گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کے دائیں بائیں دو پَر بھی لگے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا عائشہؓ یہ کیا ہے؟ جواب دیا کہ یہ گھوڑا ہے۔ آپؐ نے فرمایا گھوڑوں کے تو پَر نہیں ہوتے۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیوں؟ حضرت سلیمانؑ کے گھوڑوں کے پَر تھے، آپ اس بے ساختہ پن پر مسکرا دیئے۔ (مشکوٰۃ)

اس واقعہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فطری ذہانت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ رقمطراز ہیں:

"عموماً ہر زمانہ کے بچوں کا وہی حال ہوتا ہے جو آج کل کے بچوں کا ہے کہ سات

آٹھ برس تک تو انہیں کسی بات کا مطلق ہوش تک نہیں ہوتا اور نہ وہ کسی کی بات کی تہ تک پہنچ سکتے ہیں۔لیکن حضرت عائشہؓ لڑکپن کی ایک ایک بات یاد رکھتی تھیں۔ان کی روایت کرتی تھیں،ان سے احکام مستنبط کرتی تھیں۔لڑکپن کے کھیل کود میں کوئی آیت کانوں میں پڑ جاتی تو اسے بھی یاد رکھتی تھیں۔ہجرت کے وقت ان کا سنِ عمر آٹھ برس تھا لیکن اس کم سنی اور کم عمری میں ہوش مندی اور قوتِ حافظہ کا یہ حال تھا کہ ہجرتِ نبوی کے تمام واقعات بلکہ تمام جزدی باتیں ان کو یاد تھیں۔ان سے بڑھ کر کسی صحابی نے ہجرت کے واقعات کو اسی تفصیل کے ساتھ نقل نہیں کیا ہے۔

حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی زوجیت کا شرف

آنحضرت ﷺ کی سب سے پہلی شادی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد سے ہوئی۔اس وقت آپ کی عمر پچیس برس اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس برس تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہجرت سے تین سال قبل ۶۵ سال کی عمر میں فوت ہوئیں۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قربانیوں اور پریشان کن حالات میں آنحضرت ﷺ کی خدمت کی سعادت کا جو حصہ وافر آپ کے پاس تھا،اس کی مثال نہیں۔ہر دکھ اور پریشانی میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے لئے غمگسار مونس کا کام دیتی رہیں۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو آپ کی طبیعت پر ان کی جدائی کا بہت بڑا صدمہ تھا۔آپ پریشان رہتے تھے کہ ایک روز عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا آپ کے پاس آئیں اور عرض کی،یا رسول اللہ آپ دوسرا نکاح کر لیں۔آپؐ نے فرمایا کس سے؟ خولہ نے کہا کہ بیوہ اور کنواری دونوں لڑکیاں موجود ہیں،بس آپ پسند کریں۔فرمایا وہ کون ہیں؟ خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا بیوہ تو سودہ بنت زمعہ ہیں اور کنواری ابوبکرؓ کی لڑکی عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ارشاد ہوا تم ان کی نسبت گفتگو کرو۔انہی دنوں آنحضرت ﷺ نے خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر کوئی چیز آپ کے سامنے پیش کر رہا ہے۔پوچھا کیا ہے؟ جواب دیا آپ کی بیوی ہے۔آپؐ نے کھول کر دیکھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آنحضرت ﷺ سے نکاح ارادۂ مشیت الٰہی میں مقدر ہو

چکا تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آنحضرت ﷺ سے نکاح ہوگیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۶ برس تھی۔ تاہم رخصتی ۹ برس کی عمر میں ہوئی۔ عرب کی گرم آب و ہوا میں نو دس سال کی لڑکیاں جوان ہو جاتی تھیں۔ اتنی کمسنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آنحضرت ﷺ کے گھر آنا گہری حکمتوں اور دینی فوائد سے خالی نہیں۔ بقول حضرت سید سلیمان ندویؒ، کم سنی کی اس شادی کا منشا نبوت اور خلافت کے درمیان تعلقات کی مضبوطی بھی تھی۔ حضرت عطیہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا واقعہ اس سادگی سے بیان کرتی ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا لڑکیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں ان کی نانی آئی ان کو لے گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آ کر نکاح پڑھایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب میرا نکاح ہوا تو مجھ کو خبر تک نہ ہوئی کہ میرا نکاح ہو گیا ہے۔ جب میری والدہ نے باہر نکلنے سے روک دیا اس کے بعد میری والدہ نے مجھے سمجھایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نکاح کے بعد تین برس تک اپنے والدین کے گھر رہیں۔ دو برس تین ماہ مکہ میں اور مدینہ میں سات مہینے ہجرت کے بعد اپنے گھر میں رہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کاشانۂ نبوت میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ میں سات ماہ گزارے، اسی اثنا میں آپ بیمار ہوگئیں۔ بیماری کی شدت کی وجہ سے سر کے بال گر گئے۔ صحت بحال ہوتے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا، یارسول اللہ! آپ اپنی بیوی کو اپنے گھر کیوں نہیں بلا لیتے۔ آپؐ نے فرمایا اس وقت میرے پاس مہر ادا کرنے کی رقم نہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ میری دولت قبول ہو۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ نے بارہ اوقیہ قرض لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھجوا دیئے۔ اس کے بعد مدینہ کی عورتیں دلہن کو لینے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئیں۔ حضرت اُم رومان رضی اللہ عنہا نے بیٹی کو آواز دی وہ جھولا جھول رہی تھیں۔ ماں نے منہ دھلایا، بال سنوارے، تھوڑی دیر کے بعد آنحضرت ﷺ بھی تشریف لائے۔ اس وقت آپ ﷺ کی ضیافت دودھ سے کی گئی۔ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک سہیلی کہتی ہیں اس وقت میں اس شادی میں موجود تھی۔ آپ ﷺ نے تھوڑا سا دودھ پی کر باقی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف

بڑھایا، وہ شرمانے لگیں۔ میں نے کہا رسول اللہ ﷺ کا عطیہ واپس نہ کرو۔ انہوں نے شرماتے شرماتے لے لیا اور تھوڑا سا دودھ پی لیا۔ اس کے بعد آپ کی رخصتی عمل میں آئی۔ یہ شوال ۱ھ کا واقعہ ہے۔ حضرت عائشہؓ کی آنحضرت ﷺ کے ساتھ شادی کے اس واقعہ میں سادگی کا یہ تاریخ ساز واقعہ پوری امت کے لیے عظیم اسوۂ حسنہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی بھی شوال میں ہوئی اور رخصتی بھی شوال میں ہوئی۔

آپؓ کی تعلیم وتربیت اور گھریلو زندگی

آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قبل مردوں میں بھی تعلیم وتعلم کا رواج نہ تھا، عورتوں میں کیسے ہوتا۔ اسلام کے آغاز کے وقت قریش کے سارے قبیلہ میں صرف سترہ آدمی پڑھے لکھے تھے، ان میں شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا صرف ایک عورت تھی۔ اسلام کی اشاعت میں انسانوں پر دوسرے احسانات کے ساتھ یہ احسان بھی ہوا کہ عرب میں لکھنے پڑھنے کا عام رواج پڑ گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی اولاد کی تربیت میں اس قدر سخت تھے کہ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو اس جرم پر کہ انہوں نے مہمان کو جلد کھانا کیوں نہیں کھلایا، مارنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شادی کے بعد بھی لغزشوں کے باعث اپنے والد گرامی سے بہت ڈرتی تھیں۔ کئی موقعوں پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو سخت تنبیہ کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعلیم وتربیت کا اصلی زمانہ رخصتی کے بعد شروع ہوتا ہے۔ انہوں نے اسی زمانہ میں لکھنا پڑھنا سیکھا۔ قرآن ناظرہ اسی زمانہ میں آپ ﷺ سے پڑھا۔ احادیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے ان کا غلام ذکوان قرآن لکھتا تھا۔ آپ نے تاریخ وادب کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی تھی۔ طب کا فن وفودِ عرب سے سیکھا تھا۔ اطبائے عرب جو نسخے آنحضرت ﷺ کو بتاتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کو یاد کر لیتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کسی اور کالج اور یونیورسٹی میں داخلہ کی ضرورت نہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کا گھر دنیا کے سب سے بڑے معلم شریعت ﷺ سے آراستہ تھا یہی درسگاہ اور تعلیم گاہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم وفضل کا سب سے بڑا ذریعہ تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جس گھر میں دلہن بن کر آئی تھیں وہ کسی عالیشان بلڈنگ یا

اعلیٰ درجے کی بلند و بالا عمارت پر مشتمل نہ تھا۔ مسجد نبویؐ کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے متعدد حجرے تھے ان ہی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مسکن تھا۔ یہ حجرہ مسجد کی شرقی جانب تھا۔ اس کا ایک دروازہ مسجد کے اندر کھلتا تھا۔ گویا حجرہ کا صحن ہی مسجد نبوی کا صحن تھا۔ (آج کل اسی حجرہ میں آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما آرام فرما ہیں) آنحضرت ﷺ اسی دروازے سے ہو کر مسجد میں تشریف لے جاتے۔ جب آپ مسجد میں اعتکاف کرتے تو سر مبارک حجرے کے اندر کر دیتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی جگہ بالوں کو کنگھا کر دیتی تھیں۔

حجرہ کی وسعت چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھی۔ دیواریں مٹی کی تھیں، چھت کو کھجوروں کی ٹہنیوں سے ڈھانک کر اوپر سے کمبل ڈال دیا گیا تھا کہ بارش کی زد سے محفوظ رہے۔ بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہوتا تو ہاتھ چھت کو لگ جاتا۔ گھر کی کل کائنات ایک چار پائی، ایک چٹائی، ایک بستر، ایک تکیہ (جس میں کھجوروں کی چھال بھری ہوئی تھی)، آٹا اور کھجوریں رکھنے کے لئے دو برتن تھے، پانی کے لئے ایک بڑا برتن اور پانی پینے کیلئے ایک پیالہ تھا۔ کبھی کبھی راتوں کو چراغ جلانا بھی استطاعت سے باہر تھا۔ چالیس چالیس راتیں گزر جاتیں اور گھر میں چراغ نہیں جلتا تھا۔

اُم المومنین رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ایک عظیم ابتلاء

جب منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹا بہتان والزام لگایا تو اللہ تعالیٰ نے شانِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں یہ آیتیں نازل فرمائیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کی حفاظت کی خاطر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کا ذکر فرمایا:

ان اللذین جآء و بالا فک عصبۃ منکم.

"یعنی ایک دو آدمیوں نے نہیں بلکہ ایک پوری جماعت نے اس تہمت میں حصہ لیا"

اس عمل میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول پیش پیش تھا، کیونکہ سارا پروپیگنڈہ اسی کا کیا ہوا تھا کہ بعض مسلمانوں کے ذہن بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ انہوں نے بھی ایسی باتیں کہنا شروع کر دیں اور دوسرے لوگ بھی اس کو ممکن قرار دینے لگے،

تقریباً ایک مہینے تک یہی صورت حال رہی، پھر قرآن کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

واقعہ کی حقیقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی

صحیح احادیث میں اس واقعہ کی تفصیل موجود ہے۔ امام احمدؒ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ تہمت بازوں نے ان کو جو کچھ کہنا تھا کہا پھر اللہ تعالیٰ نے برأت نازل فرمادی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے متعلق فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازوج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرمایا کرتے تھے تو جس کے حصہ میں قرعہ نکلتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سفر میں اپنے ہمراہ لے جاتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں جانا چاہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرعہ اندازی فرمائی تو وہ قرعہ میرے حصہ میں نکل آیا اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں چل پڑی اور اس وقت پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا، میں اپنے محمل میں بیٹھی رہتی اور جب قافلہ کہیں پڑاؤ ڈالتا تو میرا محمل اتار لیا جاتا، حتیٰ کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سے فارغ ہو گئے اور واپس لوٹے، مدینہ منورہ کے قریب آئے تو رات کے وقت کوچ کا اعلان کیا گیا، میں قضائے حاجت کے لئے نکلی اور لشکر سے دور جا کر قضائے حاجت کر کے واپس لوٹی لشکر کے مقام کے قریب آ کر میں نے اپنے سینے کو ہاتھ لگایا تو ہار گم تھا، میں واپس اس کی تلاش میں نکلی، ادھر یہ ہوا کہ لشکر روانہ ہو گیا، جو لوگ میرا محمل اٹھاتے تھے انہوں نے یہ سمجھا کہ میں اس کے اندر ہی ہوں، اس لئے محمل اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا اور چل پڑے۔ ان دنوں عورتیں بھاری بدن کی نہ تھیں اور نہ ہی کچھ زیادہ کھاتی پیتی تھیں، اس لئے میرا محمل اٹھانے والوں کو میرا بالکل علم نہ ہوا، اور میں اس وقت نو عمر ہی تو تھی۔ چنانچہ وہ لشکر روانہ ہو گیا، الغرض تھوڑی دیر کے بعد میرا ہار مجھے مل گیا، جو میں یہاں پہنچی تو کسی آدمی کا نام و نشان تک نہ تھا، نہ کوئی پکارنے والا اور نہ کوئی جواب دینے والا نظر آیا۔ میں اسی جگہ میں پہنچی جہاں ہمارا اونٹ بٹھایا گیا تھا، اور یہ خیال کرنے لگی کہ آگے چل کر ان کو میری گمشدگی کا پتہ چلے گا تو مجھے تلاش کرنے کے لئے یہیں آئیں گے، مجھے بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی۔

اتفاق سے حضرت صفوان بن المعطل السلمی الزکوانی رضی اللہ عنہ جو لشکر کے پیچھے رہتے تھے اور پچھلی رات کو چلے تھے صبح کے وقت یہاں پہنچ گئے، چنانچہ انہوں نے ایک سوتے ہوئے انسان کا سواد دیکھا، غور کیا تو فوراً پہچان گئے، کیونکہ پردہ کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ ان کی زبان سے اناللہ نکلا، ان کی آواز کو سنتے ہی میں بیدار ہوگئی اور چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا، خدا کی قسم! انہوں نے کوئی بات نہیں کہی، اور اناللہ پڑھنے کے سوا میں نے ان سے کوئی کلمہ نہیں سنا، بہرحال انہوں نے فوراً اونٹ بٹھایا اور اس اونٹ کی ٹانگ پر پاؤں رکھا، میں اٹھی اور اونٹ پر سوار ہوگئی، پھر وہ اونٹ کو ہانکتے ہوئے چلے، دوپہر کے قریب ہم اپنے قافلہ سے مل گئے۔

بس اتنی سی بات کا ہلاک ہونے والوں نے بتنگڑ بنا دیا، ان کا سرغنہ عبداللہ بن ابی سلول تھا۔ مدینہ منورہ آتے ہی میں بیمار ہوگئی، اور مہینہ بھر بیمار رہی۔ لوگوں کا حال یہ تھا کہ وہ چہ میگوئیاں کر رہے تھے، اور میں اس سے محض بے خبر تھی، البتہ میرے دل میں یہ خیال بسا اوقات گزرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف وکرم میں کمی کی کیا وجہ ہے؟ بیماری میں شفقت وہمدردی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے ساتھ ہوتی تھی، وہ اس دفعہ نہ پائی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف تشریف لاتے، سلام کرتے اور دریافت فرماتے کہ تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ اور کوئی بات نہ فرماتے، اس سے مجھے صدمہ ہوتا، میں اس بہتان سے بالکل بے خبر تھی۔

ام المومنین کو سازش کا علم اور رنج والم

اس وقت تک گھروں میں بیت الخلائیں بنی ہوئی نہ تھیں، عرب کی عادت کے مطابق ہم لوگ میدان میں قضائے حاجت کے لئے جایا کرتے تھے، عورتیں عموماً رات کو جایا کرتی تھیں، گھروں میں بیت الخلاء بنانے میں عام طور پر نفرت کی جاتی تھی۔ بہرحال، حسب عادت میں ام مسطح بنت ابی رھم بن المطلب بن عبدالمطلب بن عبدمناف کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے نکلی، اس وقت میں بہت کمزور ہو رہی تھی، یہ ام مسطح میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں، ان کی والدہ صخر بن عامر کی بیٹی تھیں۔ ان

کے بیٹے کا نام مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب تھا، جب ہم فارغ ہو کر واپس آرہے تھے کہ ام مسطح کا پاؤں چادر کے دامن میں الجھا اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا، مسطح غارت ہو، مجھے یہ بات بہت بری لگی، میں نے کہا، تم نے بہت برا کلمہ کہا، کیا تم ایسے شخص کو برا بھلا کہتی ہو جو غزوہ بدر میں شریک ہو چکا ہے؟ اس وقت ام مسطح نے کہا، ارے بھولی! تجھے کیا معلوم، اس نے کیا کہا؟ میں نے کہا، کیا بات ہے؟ پھر ام مسطح نے بہتان بازوں اور تہمت لگانے والوں کا بتایا تو اس صدمہ سے میری بیماری بڑھ گئی۔

جب گھر پہنچی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے، سلام کیا اور پوچھا، کیا حال ہے؟ میں نے کہا، آپ اجازت دیں تو میں اپنے والدین کے ہاں ہو آؤں؟ مجھے ان سے واقعہ کی تحقیق کرنی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی۔ میں والدین کے ہاں آئی تو میں نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ اماں جان! لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا، بیٹی! اپنے دل کو مضبوط رکھ، کسی شخص کی اچھی بیوی ہو جو اس کو محبوب بھی ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو وہاں ایسی باتیں ہوا ہی کرتی ہیں۔ میں نے کہا، سبحان اللہ! کیا واقعی لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں؟ فرماتی ہیں کہ میں نے پھر اس رات جو رونا شروع کیا تو واللہ صبح تک ایک لمحہ کے لئے بھی میرے آنسو نہیں تھمے، ساری رات روتی رہی یہاں تک کہ اسی حال میں صبح ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مشورہ کے لئے بلایا، وحی میں تاخیر ہو رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے مشورہ کیا کہ مجھے الگ کر دیں یا نہیں؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے تو کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کی اہلیہ میں کوئی برائی نہیں جانتے، ہمارے دلوں میں تو ان کی محبت موجود ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بالکل بے گناہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب فرمانے لگے یا رسول اللہ! اللہ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں رکھی، عورتیں ان کے علاوہ بہت ہیں۔ اگر آپ گھر کی خادمہ سے پوچھیں تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح واقعہ بتا سکتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا، اور اس سے فرمایا، اے بریرہ! اگر تم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں کوئی بات شک وشبہ والی

دیکھی ہو تو بتاؤ؟ بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے میں نے ان میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی، ہاں البتہ یہ بات ہے کہ کم عمری کی وجہ سے کبھی ایسا ہو جاتا ہے کہ گوندھا ہوا آٹا کبھی یونہی رکھا رہتا ہے اور آپ سو جاتی ہیں تو بکری آ کر کھا جاتی ہے، چنانچہ اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور عبداللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں عذر خواہی کی (کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سزا دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق بجانب سمجھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی جائے)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چینی

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا، اے مسلمانوں کی جماعت! مجھے اس شخص کی ایذاء سے کون بچائے گا جس نے مجھے ایذائیں پہنچاتے پہنچاتے اب میری گھر والی کی وجہ سے بھی مجھے ایذائیں پہنچانا شروع کر دیں؟ واللہ! جہاں تک میں جانتا ہوں مجھے اپنی گھر والی میں خیر و بھلائی کے سواء کچھ معلوم نہیں، اور جس آدمی کا لوگ نام لے رہے ہیں۔ میرے علم میں تو اس کے متعلق بھی بھلائی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ وہ میرے ساتھ ہی میرے گھر آیا کرتا تھا۔ یہ سنتے ہی حضرت سعد بن معاذ الانصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے، اور فرمانے لگے، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں، اگر وہ قبیلہ اوس کا آدمی ہے تو ابھی ہم اس کی گردن اڑا دیتے ہیں، اور اگر وہ ہمارے خزرج بھائیوں میں سے ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو حکم دیں ہم تعمیل کریں گے۔ یہ سن کر حضرت سعید بن عبادہ جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے کھڑے ہو گئے، یہ بڑے نیک و صالح تھے، مگر اس وقت ان کی قومی حمیت (غیرت) آ گئی، اور قوم کی طرف داری کرتے ہوئے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے، تو نے جھوٹ کہا، خدا کی قسم! نہ تو اسے قتل کرے گا اور نہ ہی اسے قتل کرنے کی طاقت رکھتا ہے، اگر وہ تیرے قبیلہ کا ہوتا تو تو اس کا قتل کیا جانا پسند نہ کرتا۔

یہ سن کر حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے، یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچازاد تھے، وہ کہنے لگے اے سعد بن عبادہ! تم جھوٹ کہتے ہو، ہم اسے ضرور قتل کر دیں گے، آپ منافق ہیں، منافقوں کی طرف داری کر رہے ہیں۔ اب دونوں

قبیلے ایک دوسرے کے مقابل آ گئے اور قریب تھا کہ اوس وخزرج کے یہ دونوں قبیلے آپس میں لڑ پڑیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منبر سے ہی سمجھانا اور چپ کرانا شروع کیا، حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہو گئے۔ یہ تو وہاں کا حال تھا، میرا حال یہ تھا کہ یہ سارا دن بھی رونے دھونے میں گزرا، رونے کی وجہ سے میرے آنسو نہیں تھم رہے تھے، اور میں سو بھی نہیں سکتی تھی اور میرے والدین یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ میرا یہ رونا میرا کلیجہ پھاڑ دے گا۔

دونوں حیرت زدہ مغموم بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی کہ انصار کی ایک عورت آئی اور وہ بھی میرے ساتھ رونے لگ گئی، ہم یونہی بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، سلام کیا اور بیٹھ گئے، خدا کی قسم! جب سے یہ بہتان بازی شروع ہوئی آج تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس کبھی نہ بیٹھے تھے، مہینہ گزر چکا تھا کہ میرے متعلق کوئی وحی نہیں آئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھتے ہی تشہد پڑھا پھر اما بعد کے بعد فرمایا، اے عائشہ! تیری نسبت مجھے ایسی ایسی خبر پہنچی ہے، اگر تو واقعی پاک دامن ہے تو اللہ تعالیٰ تیری پاک دامنی ضرور ظاہر کر دیں گے اور اگر تو واقعی کسی گناہ میں آلودہ ہو گئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لو اور توبہ کر لو، کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔

اُم المومنین رضی اللہ عنہا کا اپنا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات ارشاد فرما کر خاموش ہو گئے تو سنتے ہی میرا رونا دھونا سب جاتا رہا، حتیٰ کہ میں نے آنسو کا ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کیا۔ میں نے اول تو اپنے والد سے کہا، آپ رضی اللہ عنہ ہی میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجئے، لیکن انہوں نے کہا، میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں؟ پھر میں نے والدہ سے کہا، آپ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجئے، لیکن انہوں نے بھی یہی کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کیا جواب دوں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، آخر میں نے ہی جواب دینا شروع

کیا، میری عمر کچھ زیادہ نہ تھی اور میں قرآن بھی زیادہ نہیں پڑھتی تھی، میں نے کہا، آپ سب نے ایک بات سنی اور اسے دل میں بیٹھالیا، گویا اس کو سچ سمجھ لیا، اب اگر میں کہوں گی کہ میں اس سے بالکل بری ہوں اور خدا خوب جانتا ہے کہ میں واقعتاً اس سے بری ہوں، لیکن تم لوگ نہیں مانو گے۔ ہاں اگر میں کسی امر کا اعتراف کرلوں حالانکہ خدا خوب جانتا ہے کہ میں اس کام سے بری ہوں، تو تم ضرور مان لو گے۔ میری اور تمہاری مثال بالکل حضرت یوسف علیہ السلام کے اس قول جیسی ہے:

"فصبرٌ جمیل واللّٰہ المستعان علٰی ماتصفون"

"یعنی پس صبر ہی اچھا ہے جس میں کوئی شکوہ نہ ہو اور تم جو باتیں بناتے ہو ان میں اللہ ہی میری مدد کرے۔"

اللہ نے خود صفائی پیش کردی

بس یہ کہہ کر میں نے کروٹ پھیر لی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ خدا کی قسم! مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ضرور بری اور بے گناہ قرار دے گا، لیکن یہ تو میرے خیال وگمان میں بھی نہ تھا کہ میرے بارے میں قرآن کی آیتیں نازل ہوں گی، میں اپنے آپ کو اس سے بہت کمتر جانتی تھی کہ میرے بارے میں خدا تعالیٰ کی آیتیں اتریں، ہاں مجھے زیادہ سے زیادہ یہ خیال ہوتا تھا کہ خواب میں اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میری برات دکھادے۔ خدا کی قسم! ابھی نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے ہٹے تھے اور نہ گھر کا کوئی فرد گھر سے باہر نکلا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونا شروع ہوگئی اور چہرے پر وہی نشان ظاہر ہوئے جو وحی کے وقت ظاہر ہوتے تھے، اور پیشانی مبارک سے موتیوں جیسے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگے، سردی کے موسم میں بھی وحی کے ثقل کی وجہ سے یہی کیفیت ہوا کرتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب وحی نازل ہوچکی تو ہم نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ شگفتہ ہونے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلی بات یہ فرمائی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا! خوش خبری ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہاری برأت نازل فرمادی، اس وقت میری والدہ نے مجھ سے کہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے سامنے کھڑے ہو جاؤ، میں نے کہا، خدا کی قسم! نہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑی ہوں گی اور نہ خدا کے سوا کسی کی تعریف کروں گی۔ اسی نے تو میری برأت نازل فرمائی، چنانچہ "ان الذین جاءو ا بالافک" سے لے کر دس آیتیں نازل فرمائیں۔

جب میری برأت پر آیتیں نازل ہو گئیں تو چونکہ اس واقعہ میں حضرت مسطح بن اثاثہ بھی شریک تھے اور انہیں میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی محتاجی اور قرابت داری کی وجہ سے کچھ دیتے رہتے تھے، اب انہوں نے فرمایا:

جب اس نے میری بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے میں حصہ لیا تو اب میں اس پر کچھ بھی خرچ نہیں کروں گا اور اس کو کچھ نہیں دوں گا، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

"ولا یاتل اولوا الفضل "الخ

"یعنی تم میں سے جو لوگ وسعت والے ہیں انہیں نہیں چاہئے کہ قرابت داروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ کے مہاجروں سے حسن سلوک نہ کرنے کی قسم کھائیں، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرمائے، اللہ تعالیٰ تو بخشنے والے اور مہربان ہیں۔" (النور:۲۲)

اسی وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "خدا کی قسم! میں تو خدا کی بخشش کا خواہاں ہوں، چنانچہ اسی وقت حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کا وظیفہ جاری کر دیا جو وہ پہلے ان کو دیا کرتے تھے، اور فرمادیا: خدا کی قسم! اب میں اس سے کبھی بھی اس کو نہیں چھینوں گا۔

سیدہ عائشہؓ کی عظمت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفائی میں قرآنی آیات کا اترنا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت اسلامی تاریخ کا حصہ بن گئی۔ اسی طرح غزوۃ الرقاع کے موقع پر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے تیمم کا قرآنی حکم نازل ہوا۔

"اگر تم بیمار ہو، یا سفر میں ہو، یا حاجت ضروری سے فارغ ہوئے ہو یا عورت سے مقاربت کی ہے اور تم پانی نہیں پاتے تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اس سے کچھ منہ اور ہاتھ پر پھیر لو۔ اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔"

اس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کے احسان سے اُمت محمد یہ قیامت تک سبکدوش نہیں ہوگی۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قصۂ افک کے علاوہ دوسرے فضائل نہ ہوتے تب بھی قصۂ افک ان کی فضیلت اور بزرگی کے مرتبہ کے لئے کافی ہوتا۔ اس لئے کہ اس کے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے جو قیامت تک تلاوت ہوتا رہے گا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا موقف

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میرے اس مسئلہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ مطہرہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ سے بھی دریافت فرمایا تھا کہ اے زینب رضی اللہ عنہا! تم کیا جانتی ہو؟ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے کانوں کو اور اپنی نگاہ کو محفوظ رکھتی ہوں، میں خدا کی قسم! اس کے متعلق خیر کے سوا کچھ نہیں جانتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نیکی اور پرہیزگاری میں میرے مقابلہ کی تھیں، اور ان کی بہن حضرت حمنہ بنتِ جحش نے انہیں بہت کچھ بہلاوے بھی دیئے بلکہ ان سے لڑیں بھی لیکن انہوں نے میری برائی میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ ہاں ان کی بہن نے تو زبان کھولی اور ہلاک شدگان میں شامل ہوگئی۔

رئیس المنافقین کے لئے عذاب

ارشاد الٰہی ہے:

"والذی تولی کبرہٗ منھم لہٗ عذابٌ عظیم"

"یعنی جس نے اس کے بہت بڑے حصہ کو سرانجام دیا اس کے لئے عذاب بھی بہت بڑا ہے۔"

بعض کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے اس بات کی ابتداء کی تھی۔

بعض کہتے ہیں، جو شخص اس بات کو ادھر ادھر پھیلاتا تھا اور لگائی بجھائی کرتا تھا۔ اس سے مراد

عبداللہ بن ابی بن سلول ملعون ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لولا إذ سمعتموهُ ظن المومنون والمومنٰت بانفسهم خيرًا.

(النور:۱۲۔۱۳)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ادب کی تعلیم دے رہے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں جو الفاظ اپنی زبان سے نکالے وہ ان کی شایانِ شان نہیں تھے۔ بلکہ انہیں چاہئے تھا کہ ایسی بات سنتے ہی کم از کم ایسے خیال کرتے جو وہ اپنے بارے میں کرتے ہیں، جب وہ خود اپنے آپ کو ایسے کام کے لائق نہیں سمجھتے تو ام المومنین رضی اللہ عنہ کی شان کو اس سے بہت بلند بالا جانتے۔ الغرض مومنوں کو پاک باطن رہنا چاہئے تھا، بلکہ زبان سے بھی اس کی تردید اور تکذیب کرنی چاہئے تھی۔ اس لئے کہ جو واقعہ ہوا اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش بھی نہ تھی، ام المومنین رضی اللہ عنہا کھلے بندوں سواری پر سوار ہو کر دن دوپہر کو بھرے لشکر میں پہنچیں، خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود ہیں، اگر کوئی شبہ کی بات ہوتی تو اس طرح کھلم کھلا عام مجمع میں نہ آتے، بلکہ خفیہ طور پر شامل ہو جاتے۔ پس معلوم ہوا کہ بہتان بازوں نے جو بہتان بازی کی وہ محض جھوٹ اور افتراء تھا جس سے انہوں نے بڑے گھاٹے کا سودا کیا اور اپنے ایمان اور عزت سب کو تباہ کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ولو لا فضل الله عليكم ورحمتهٗ فى الدنيا والاخرة"

(النور:۱۴۔۱۵)

مطلب یہ ہے کہ اے لوگو! جنہوں نے شان عائشہ رضی اللہ عنہا میں اپنی زبان کو حرکت دی اگر خدا تعالیٰ کا فضل وکرم تم پر نہ ہوتا کہ اس نے دنیا میں تمہاری توبہ قبول فرمالی اور تمہیں تمہارے ایمان کی وجہ سے معاف کر دیا تو تمہیں بڑا بھاری عذاب ہوتا۔ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جن کے دلوں میں ایمان تھا جس کے سبب اللہ نے توبہ قبول فرمائی جیسے حضرت مسطح، حسان، زینب بنت جحش کی ہمشیرہ حمنہ بنتِ جحش رضی اللہ عنہا۔ لیکن جن کے دل ایمان سے خالی تھے اور جو اس طوفان کو برپا کرنے والے تھے جیسے عبداللہ بن ابی بن

سلول وغیرہ منافقین، یہ لوگ اس آیت میں مراد نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس نہ ایمان تھا اور نہ ہی اعمالِ صالحہ جو اس کے معادل یا معارض ہو سکتے۔

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

وتحسبونهٗ هيّنًا وهو عند الله عظيم.

مطلب یہ ہے کہ تم اس امر کو معمولی بات سمجھتے رہے۔ حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی۔ یعنی جب کسی عام عورت کی نسبت ایسی تہمت عظیم جرم ہے تو سید المرسلین اور خاتم النبیین کی زوجہ مطہرہ کی نسبت ایسی تہمت کس قدر عظیم جرم اور گناہ ہو گی۔ اسی لئے رب تعالیٰ کی غیرت اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے جوش میں آئی اور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ کی پاکیزگی ظاہر فرمائی۔ جب ہر پیغمبر کی زوجہ کو اللہ تعالیٰ نے اس برائی سے دور رکھا، تو یہ کیسے ممکن تھا کہ تمام نبیوں کی بیویوں سے افضل اور ان کی سردار اور تمام اولادِ آدم کے دنیا و آخرت میں مطلقاً سردار یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اس کی مرتکب ہو؟ ایسے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا تم اس بات کو گو بے وقعت خیال کرو، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ صحیحین میں ہے "انسان بعض اوقات خدا کی ناراضگی کا کوئی کلمہ کہہ دیتا ہے جس کی اس کے نزدیک کوئی وقعت نہیں ہوتی، لیکن اس کی وجہ سے وہ دوزخ کے اتنے نیچے طبقے میں پہنچ جاتا ہے کہ جتنا بُعد زمین و آسمان میں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ نیچے جاتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

ولو لآ اذ سمعتموهُ قلتم ما يكونُ لنا ان نتكلم بهذا.

(النور: ۱۶۔۱۴)

اس سے پہلے نیک گمانی کا ادب سکھایا، اب یہاں سے ایک اور ادب سکھایا جا رہا ہے کہ نیک لوگوں کے متعلق بلا تحقیق نہیں کرنی چاہئے، برے خیالات اور شیطانی وساوس سے اپنے آپ کو دور رکھنا چاہئے، کبھی بھی ایسی باتیں زبان پر نہیں لانی چائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی ہے: "اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں پیدا ہونے والے خیالات کو درگزر فرما دیا ہے جب تک کہ وہ ان کو زبان پر نہ لائیں یا ان پر عمل نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ولا یاتل اولوا الفضل منکم وَالسَّعۃِ اَنْ یُّؤْتُوْٓا اولی القربٰی والمساکین والمھاجرین...... (النور: ۲۲)

مطلب یہ ہے کہ تم میں سے جو بزرگی اور کشادگی والے ہیں، انہیں اس بات کی قسم نہیں کھانی چاہئے کہ وہ اپنے قرابت داروں، مسکینوں اور مہاجروں کے ساتھ صلہ رحمی نہیں کریں گے، پھر انہیں انتہائی ملاطفت اور نرمی کے انداز میں فرمایا: "ولیعفوا ولیصفحوا" یعنی اگر ان کی طرف سے کوئی کوتاہی بھی سرزد ہو جائے تو ان کو معاف کر دینا چاہئے اور اس سے درگزر کر دینا چاہئے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق کے ساتھ حلم وکرم اور لطف ورحم ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو حسن سلوک کا ہی حکم دیتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ پر بہتان طرازی کفر ہے

یہ آیت مبارکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی قسم کا نیک سلوک کرنے سے قسم کھالی تھی۔ کیونکہ وہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تہمت میں شریک تھے، جب اللہ تعالیٰ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت ظاہر فرمادی اور مسلمانوں کے دل خوش ہو گئے، مسلمانوں کی توبہ قبول ہوگئی اور بعضوں کو تہمت لگانے پر شرعی حد لگ چکی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ فرمایا جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد تھے، اور مسکین آدمی تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ان کے اخراجات اٹھاتے تھے اور یہ مہاجر بھی تھے، مگر ان سے لغزش ہوگئی تھی اور ان پر تہمت کی حد بھی لگائی جا چکی تھی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سخاوت مشہور تھی، کیا اپنے اور کیا غیر آپ سب کے ساتھ عام سلوک کرتے تھے، آیت ہذا کے جب یہ الفاظ ان کے کان میں پڑے:

"الا تحبون ان یغفر اللّٰہ لکم" (الآیۃ)

"یعنی کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرمادے؟"

تو آپ کی زبان سے بے ساختہ نکلا "بلی و اللّٰہ انا نحب" یعنی کیوں نہیں خدا

کی قسم! اے ہمارے رب! ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ آپ ہماری بخشش فرمادیں، پھر اسی وقت مسطح رضی اللہ عنہ کو جو کچھ دیا کرتے تھے دینا شروع کر دیا۔ اور اب کی بار عہد کر لیا کہ واللہ! میں اس سے کبھی بھی اس کا مقرر وظیفہ نہ روکوں گا۔ واقعی صدیق ﷺ، صدیق ہی تھے۔

سات ہلاک کر دینے والی چیزیں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ......" (النور: ۲۳)

جب عام مسلمان عورتوں پر بہتان باندھنے والوں کی یہ سزا ہے تو امہات المومنین پر بہتان لگانے والوں کی سزا کیا ہوگی؟ پھر خصوصاً اس خاتون پر جو ان آیات کے نزول کا سبب ہیں یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ آیات برأت کے نزول کے بعد اب جو شخص بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام تراشی کرے وہ کافر ہے، کیونکہ وہ قرآن کا مخالف و منکر ہے، دیگر ازواج مطہرات کے متعلق دو قول ہیں، لیکن صحیح ترین قول یہی ہے کہ وہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مثل ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے اجتناب کرو، دریافت کیا گیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ سات مہلک امور کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کے ساتھ دوسرے کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، اس شخص کو قتل کرنا جس کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا اور پاک دامن بھولی بھالی ایمان دار عورتوں پر تہمت لگانا۔

(تفسیر ابن کثیر، مظہری، معارف القرآن، قصص القرآن)

حضرت عائشہؓ کی نو خصوصیات

مفسر قرآن امام بغویؒ، صاحب تفسیر مظہریؒ، مفسر قرطبیؒ اور بعض دیگر نے یہ

روایت بیان کی ہے کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھے نو خصوصیات عطا فرمائی ہیں۔ پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے میری تصویر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے نکاح سے پہلے دکھادی تھی، چنانچہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے کہ عائشہ تیری تصویر مجھے جبرئیل علیہ السلام نے ریشم کے ٹکڑے پر خواب میں دکھائی تو میں نے اس خواب کی یہی تعبیر نکالی کہ ایسا ہو کر رہے گا، چنانچہ ہجرت سے پہلے آپ کا نکاح حضرت صدیقہؓ سے ہو گیا جب کہ اس وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سات سال تھی، البتہ رخصتی تین سال بعد مدینہ منورہ میں جا کر ہوئی، نکاح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خود کیا۔

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میری دوسری خصوصیت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات میں سے صرف میں دوشیزہ ہوں، باقی سب پہلے سے ایک یا دو دفعہ شادی شدہ ہیں، فرمایا میری تیسری خصوصیت یہ ہے کہ جب اللہ کے رسول کا اس دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آیا تو اس وقت آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا، یہ پھر انتہائی قرب کی علامت ہے۔ چوتھی خصوصیت یہ بیان کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک بھی میرے گھر میں بنی، اس گھر میں فرشتوں کا ہمیشہ ہجوم رہتا ہے، آپکی زندگی میں بھی اور اس کے بعد بھی، پھر فرمایا کہ پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ بسا اوقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی حالت میں وحی نازل ہوتی کہ میں آپ کے ساتھ ایک ہی لحاف میں ہوتی، یہ خصوصیت بھی کسی دوسری بیوی کو حاصل نہیں ہوئی۔ چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ میں حضور علیہ السلام کے خلیفہ اول اور آپ کے صدیق کی بیٹی ہوں۔ فرمایا ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ میری برأت میں اللہ نے پورے دو رکوع کی سولہ آیات نازل فرمائیں۔ آٹھویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے مجھے پاک پیدا کیا ہے اور پاک ہستی کے پاس ہی رکھا ہے، اُمہات المومنین کے متعلق قرآن کی عمومی شہادت بھی یہی ہے ﴿انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرًا﴾ اللہ نے نبی کی تمام بیویوں کو ظاہری اور باطنی نجاست سے پاک رکھا ہے، اور آخر میں نویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے مجھے اس اتہام سے بری فرما کر مغفرت اور عزت والی روزی کا

وعدہ فرمایا ﴿لهم مغفرة ورزق كريم﴾۔

(معالم العرفان جلد ۱۳ ص ۷۴۳ ـ ۷۴۲)

آیتِ تیمم کا نزول...... سیدہ عائشہؓ کی خصوصی برکت

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برکات میں سے ایک آیت تیمم کا نزول بھی ہے جو انہی کے سبب مسلمانوں کی آسانی کے لئے نازل ہوا۔ امام بخاریؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں:

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں تھے جب ہم ''بیداء مقام'' یا ذات الجیش پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ڈھونڈنے کے لئے قافلہ روک لیا، سب لوگ رک گئے، وہاں پانی بھی نہیں تھا اور نہ ہی لوگوں کے پاس تھا۔ تو لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کے پاس آ کر کہا کہ: ''آپ دیکھ رہے ہیں کہ عائشہؓ نے کیا کیا ہے؟ اس نے نبی کریم ﷺ سمیت سب لوگوں کو رکوا لیا ہے اور نہ یہاں پانی ہے اور نہ ہی لوگوں کے پاس ہے۔'' یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ میرے پاس آئے اور آنحضرت ﷺ میری ران پر سر رکھے سو رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے مجھے خوب ڈانٹا اور کہا: ''خوب! کیا کہنے تمہارے'' اور انہوں نے مجھے پہلو میں کونچیں بھی ماریں مگر رسول اللہ ﷺ کے آرام فرمانے کی وجہ سے میں ہلنے سے باز رہی۔ پھر آنحضرت ﷺ بیدار ہوئے صبح ہو گئی اور پانی نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔ (صحیح بخاری ج ۶ ص ۶۲ مزید دیکھئے تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۱۔ سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۷۰۔ الفتح الربانی ج ۲۲ ص ۱۲۳)

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے رخصت نازل فرمائی تو سیدنا ابو بکرؓ تشریف لائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہوئے:

''خدا کی قسم میری بیٹی تو بہت مبارک ہے۔''

تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس روکنے کی برکت سے مسلمانوں کو کیا برکت اور آسانی میسر فرمائی ہے۔

حضرت اسید بن حضیرؓ نے اس موقع پر تاریخی کلمات ادا کئے، فرمانے لگے:

''اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے تم میں برکت عطا فرمائی ہے اے آل ابی بکر! تم لوگ

مسلمانوں کے لئے برکت ہی برکت ہو۔"

اور جب آیتِ تخییر (جس میں اُمہات المومنین کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا یا رسول اللہ ﷺ میں سے کسی ایک کو چننے کا اختیار دیا تھا) نازل ہوئی تو اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کردار برکت، قناعت اور پاک دامنی کو ظاہر کرنے والا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی سے پوچھنے کی ابتدا کی (یہ ان کے مرتبہ اور بزرگی کی وجہ سے تھا) آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک بات کہنے لگا ہوں تم اس کا جواب دینے میں جلدی نہ کرنا۔ حتیٰ کہ اپنے والدین سے مشورہ کرلو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی اپنی ازواج سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دے کر رخصت کردوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور دارِ آخرت کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے بھلائی کرنے والیوں کے لئے اجرِ عظیم تیار کررکھا ہے۔" (الاحزاب)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے انہیں کہا کہ میں کس بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ میں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اختیار کرتی ہوں۔ پھر فرماتی ہیں کہ باقی ازواج نے بھی یہ کیا جو میں نے کیا تھا۔

محبوب کی جدائی

برکت اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کے تمام ادوار میں موجود رہی خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزاری ہوئی زندگی میں انہیں عظیم شرف حاصل ہوا اور وہ شرف آنحضرت ﷺ کی خدمت اور آخری مرض میں ان کے حجرے میں ہونا، جو تمام دوسری ازواج مطہرات کی اجازت کے ساتھ تھا، انہوں نے اجازت دے دی تا کہ آپ جہاں پسند فرمائیں وہاں مقیم رہیں۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات بھی انہی کے حجرے ہی میں ہوئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وفاتِ نبی کو روایت کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور شرف میں سے مجھے ایک یہ شرف نصیب ہوا کہ رسول اللہ ﷺ میرے حجرے میں میرے دن میں میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے فوت

ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات کے وقت ان کے اور میرے تھوک کو جمع فرما دیا، وہ یوں کہ میرے ہاں عبدالرحمٰن (حضرت عائشہؓ کے بھائی) آئے، ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور آپ ﷺ مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ مسواک کی جانب دیکھ رہے ہیں تو میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ مسواک کرنا چاہ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا میں مسواک لوں؟ تو آنحضرت ﷺ نے اشارے سے ہاں کہی، میں نے مسواک لی تو وہ آپ ﷺ کو سخت محسوس ہوئی۔ میں نے پوچھا اسے نرم کردوں؟ آپ ﷺ نے اشارے سے "ہاں" فرمایا تو میں نے انہیں نرم کر کے دی اور میرے سامنے ایک پانی سے بھرا کٹورا تھا، آپ اس میں بار بار ہاتھ ڈال کر گیلے ہاتھ کو چہرے پر لگاتے، فرماتے: **لا الٰہ الا اللّٰہ انّ للموتِ سکرات**...... کہ موت کے اثرات ہوتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ہاتھ اونچا فرمایا اور ارشاد فرمایا "**فی الرّفیق الاعلٰی**"...... حتیٰ کہ روح قبض ہوگئی اور ہاتھ نیچے ہوگیا۔

یہ حدیث بخاری شریف میں ہے اور دیکھئے البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۴۰۔ دلائل النبوۃ بیہقی ج ۷ ص ۲۰۷

نبی کریم ﷺ کی وفات ایسا سانحہ تھا جس نے عقلوں کو بیکار کر دیا اور دل پھٹنے لگا اور نفوس اپنی حالت کھو بیٹھے اور لوگ ان کی حالت کے بارے میں متحیر ہو گئے۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ثابت القلب اور ہوش میں رہیں، اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ثابت القلب اور ہوش مند رہے اور ان دونوں صدیقین کا کردار نا قابل فراموش ہے۔

نبی کریم ﷺ "بیتِ صدیقہ" میں مدفون ہوئے تو انہیں دونوں جہانوں کا شرف حاصل ہوگیا اور ان کا حجرہ قیامت تک کے لئے نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنے آنے والوں کے لئے قبلہ بن گیا۔

ان فضائل میں سے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت تھے یہ ہے کہ آپ نے خواب دیکھا کہ تین چاند ٹوٹ کر ان کے حجرے میں آن گرے ہیں۔ تو اس پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تیرا خواب سچا ہوا تو تیرے گھر میں اہل زمین میں سے سب سے افضل لوگ دفن ہوں گے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (دفن کے بعد) انہیں فرمایا کہ "یہ ان چاندوں میں سے ایک ہے اور سب سے

افضل ہے۔" (انساب الاشراف ص ۵۷۲)

پھر اس کے بعد خود حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اس میں دفن ہوئے، یوں تین چاند پورے ہوگئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ہونے والی برکات میں ایک یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر اور حجرے کو پسند فرماتے تھے۔ اسی بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ "ہر نبی کی اپنی محبوب ترین جگہ پر وفات ہوتی ہے۔" اور یہی ہوا۔

حضرت عائشہؓ اور حدیثِ رسول اللہ ﷺ

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اتنے فضائل ہیں جن کا شمار نہیں، یہ ان سات افراد میں شامل ہیں جن سے حدیثِ رسول اللہ ﷺ بہت زیادہ تعداد میں مروی ہیں۔ انہوں نے براہِ راست آنحضرت ﷺ سے حدیث حاصل کی اور آنحضرت ﷺ کی فعلی نقل کرنے میں ان کا بڑا حصہ ہے اور اسی طرح ان کی تعلیم میں۔

اسی طرح ان کا حجرہ دنیا میں حدیث شریف کی تعلیم کا پہلا مدرسہ شمار کیا جاتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود نبی کریم ﷺ سے برکتوں والا پاکیزہ علم حاصل کیا اور اسی طرح حضرت ابوبکر ؓ، حضرت عمر ؓ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت سعد ؓ، حضرت حمزہ ؓ بن عمرو الاسلمی اور جدامہ بنت وہب سے ان علوم کو حاصل کیا اور خود ان سے ایک کثیر مخلوق نے جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا علم کی خوشہ چینی کی۔ امام ذہبیؒ نے ان روایات کی تعداد ذکر کی ہے جو صحابہ، تابعین، اہل بیت اور خدام بیتِ نبوی پر مشتمل ہے اور وہ تقریباً سو تک جا پہنچتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرویات کی تعداد دو ہزار دو سو دس ہے۔ بخاری و مسلم نے ان کی ایک سو پچھتر روایات پر اتفاق کیا ہے اور صرف بخاریؒ چون (۵۴) احادیث میں منفرد ہیں اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اُنہتر روایات اکیلے ذکر کی ہیں۔

اور آنحضرت ﷺ سے کثرت سے روایات نقل کرنے والے صحابہ کا ذکر فائدے سے خالی نہ ہوگا۔ یہ وہ ہیں جن کی روایات ہزاروں میں ہیں:

۱۔ سیدنا ابو ہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر الدوسی رضی اللہ عنہ...... ان سے پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث مروی ہیں۔

۲۔ سیدنا عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ...... ان سے دو ہزار چھ سو تیس احادیث مروی ہیں۔

۳۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ...... ان سے دو ہزار دو سو چھیاسی احادیث مروی ہیں۔

۴۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا...... ان سے دو ہزار دو سو دس احادیث مروی ہیں۔

۵۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ...... ان سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ احادیث مروی ہیں۔

۶۔ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ...... ان سے ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث مروی ہیں۔

۷۔ سیدنا سعد بن مالک یعنی حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ...... ان سے بھی ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث مروی ہیں۔

حضرت عائشہ کا تفقہ اور علم

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ امت مسلمہ کی خواتین میں علی الاعلان سب سے زیادہ فقیہ تھیں۔

اور یہ بات حقیقت پر ہی مبنی ہے کیونکہ ان کی نشو ونما سچائی کے گھر میں ہوئی اور زندگی نبوت کے گھر میں گزری اور یہ نبوت کے صاف اور خالص چشمے سے سیراب ہوئیں۔ اسباب نزول قرآن کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کا حجرہ میں وحی اُترنے کی جگہ تھی۔ تو اس میں کوئی تعجب نہیں کہ وہ امت کی خواتین میں سب سے زیادہ فقیہ ہوں۔ اسی وجہ سے ان کا علم پھیلا اور ان کا فضل شہروں میں پھیلا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرائض (وراثت) سنن اور فقہ کی معرفت میں سب سے فوقیت لے گئیں۔

امام مسروق رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا حضرت عائشہ فرائض (وراثت) کے مسائل بخوبی جانتی تھیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری

جان ہے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے مشائخ کو ان سے وراثت کے مسائل پوچھتے دیکھا ہے۔

اور حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ (جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے) کے بارے میں حضرت قبیصہ بن ذویبؒ نے رشک کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہونے میں ہم پر غلبہ رکھتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب سے بڑی عالمہ تھیں۔

ان کا زہد اور کرم

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زہد کے اعلیٰ درجات پر دنیا سے اعراض اور عبادات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی وجہ سے فائز ہو چکی تھیں اور وہ ایسی ہی تھیں جیسا کہ ابونعیم اصبہانی نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں لکھا ہے کہ وہ دنیا سے بیزار اور اس کی رنگینیوں سے بے خبر اور اپنی محبوب چیز یعنی اعمال کے کھونے پر رونے والی تھیں۔

وہ زہد میں ضرب المثل تھیں جس طرح سخاوت میں ضرب المثل تھیں۔ دیکھا کہ ان کی پیشانی عرق آلود ہے اور ان کے پسینے سے نور پھوٹ رہا ہے۔ تو انہوں نے ابوکبیر الہذلی شاعر کے کلام سے اس کی مثال دی:

واذا نظرتُ الی اسرّۃ وجھہٗ

برقت بروق العارض المتھلل

''اور جب میں اس کے چہرے کے خدوخال پر نظر ڈالتا ہوں تو وہ چمکتے بادل کی روشنی ہوتا ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام و مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے معلوم ہو سکتا ہے، اور یہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے انعامات میں سے شمار کیا جا سکتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود ان نعمتوں کے بارے میں فرماتی ہیں کہ:

''اللہ نے مجھے بہت ساری خصوصیات دیں، ان میں سے ایک یہ کہ آنحضرت ﷺ کی وفات میرے حجرے میں میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے ہوئی۔''

(یہ حدیث بھی متفق علیہ ہے)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بہت سی خصوصیات ہیں اور انہی خصوصیات کی بناء پر رسول اللہ ﷺ کے ہاں ان کا مرتبہ بہت بلند تھا اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہی فضیلت بتلاتے ہوئے فرمایا کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے۔ (مسلم شریف)

نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں ارشاد فرمایا کہ عائشہؓ کی فضیلت دوسری عورتوں پر ایسی ہے جیسے کہ ثرید کی فضیلت دوسرے کھانوں پر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بنی قریظہ میں تھیں، وہاں جبریل علیہ السلام نے انہیں سلام پیش کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"اے عائشہ! یہ جبریل ہیں اور یہ تمہیں سلام کہہ رہے ہیں۔"

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا، وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ۔ یا رسول اللہ! آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل محدود نہیں ہیں اور ان کے لئے یہ فضیلت کافی ہے کہ قرآن خاص طور سے انہی کی وجہ سے بھی نازل ہوتا رہا، اس سے بڑی فضیلت ہو ہی نہیں سکتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت ﷺ کی محبت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بے پناہ محبت رکھتے تھے اور یہ تمام صحابہ کرامؓ کو معلوم تھا۔ چنانچہ لوگ قصداً زیادہ ہدیئے اور تحفے بھیجتے تھے جس روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آپؐ کے قیام کی باری ہوتی تو ازواج مطہرات کو اس کا ملال ہوتا لیکن کوئی ٹوکنے کی ہمت نہ کرتی۔ آخر سب نے مل کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو راضی کیا۔ وہ پیام لے کر گئیں کہ آپؐ دوسری بیویوں کے مقابلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف زیادہ میلان رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، لختِ جگر جس کو میں زیادہ چاہتا ہوں کیا تم اس کو نہیں چاہو گی۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے اس قدر ہی کافی تھا۔ وہ واپس چلی

آئیں۔ ایک مرتبہ یہی بات حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہی تو آپ ﷺ نے فرمایا، عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مجھے دق نہ کرو کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور بیوی کے لحاف میں مجھ پر وحی نہیں آئی۔

حضرت عائشہؓ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے ادوار میں

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں ان کے شایانِ شان مرتبہ حاصل تھا اور فقہی، تشریعی معاملات میں ان سے رجوع کیا جاتا تھا، اسی طرح مسلمانوں کی زندگی میں مختلف طبقہ ہائے زندگی کے مسائل میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مرجع ومرکز تھیں اور آپ مسلمانوں میں پیش آنے والے واقعات سے اپنی کم وبیش ستر سالہ زندگی میں دور نہیں رہیں اس بارے میں ان کے اہم کردار وواقعات بہت مشہور ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد پیش آنے والے سیاسی اور اجتماعی حالات میں آپ کا کردار معروف واہم ہے۔

اور تاریخ میں ایسے بے شمار واقعات ہیں جن میں اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان حالات کی بہترین تصویر اور واضح جھلک چھوڑی ہے۔

وفات حسرت آیات

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آخری حصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا اخیر زمانہ ہے۔ اس وقت ان کی عمر سڑسٹھ برس کی تھی۔ ۵۸ھ میں رمضان کے مہینہ میں بیمار ہوئیں۔ چند روز تک علیل رہیں، کوئی خیریت پوچھتا تو فرماتیں اچھی ہوں۔ جو لوگ عیادت کو آتے بشارت دیتے، فرماتیں اے کاش! میں پتھر ہوتی، اے کاش میں جنگل کی جڑی بوٹی ہوتی۔ مرض الموت میں وصیت کی کہ اس حجرہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ مجھے دفن نہ کرنا۔ مجھے دیگر ازواج مطہراتؓ کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کرنا، اور رات ہی کو دفن کردی جاؤں صبح کا انتظار نہ کیا جائے۔

۵۸ھ تھا اور رمضان کی سترہ تاریخ بمطابق ۱۳ رجون ۶۷۸ء تھی کہ نماز وتر کے بعد شب کے وقت وفات پائی۔ جنازہ میں اتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا گیا۔ بعض روایتوں

میں ہے کہ عورتوں کا اژدھام دیکھ کر روزِ عید کے ہجوم کا دھوکا ہوتا تھا۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نوحہ سن کر بولیں، عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے جنت واجب ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پیاری بیوی تھیں۔ یہ حاکم کی روایت ہے، مسند طیالسی میں ہے کہ انہوں نے کہا خدا ان پر رحمت بھیجے کہ وہ آپ کو سب سے محبوب تھیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان دنوں مدینہ کے قائم مقام حاکم تھے انہوں نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ قاسم بن محمد ابی بکرؓ، عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، عبداللہ بن عتیق عروہ بن زبیرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ بھتیجوں اور بھانجوں نے قبر میں اتارا۔ اور حسب وصیت جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بعد کچھ متروکات چھوڑے جن میں ایک جنگل بھی تھا۔ یہ اُن کی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے حصہ میں آیا، جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تقریباً اس کو ایک لاکھ درہم میں خریدا۔ اس کثیر رقم کو حضرت اسماءؓ نے عزیزوں میں تقسیم کر دیا۔

سیرت وکردار سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ

(از: حضرت مولانا ابوریحان فاروقی رحمہ اللہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا مُشِيْرَ لَهٗ وَلَا مُعِيْنَ لَهٗ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ الْمَبْعُوْثِ اِلٰى كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا. قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كَلَامِهِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا.

(پارہ ۲۹ سورۃ الدھر آیت: ۸)

وقال فی موضع اخر...... وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ز سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ج وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ج كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ط

(پ ۲۶ فتح: ۲۹)

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم...... اَمَا تَرْضٰى يَا عَلِيُّ اَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى......

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم...... اَلْفَاطِمَۃُ بِضْعَۃٌ مِّنِّیْ مَنْ اٰذَاھَا فَقَدْ اٰذَانِیْ...... اوکما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم......

صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

میرے بھائیو! حضرت علیؓ کی شخصیت اسلام کے حوالہ سے تاریخی شخصیت ہے۔ حضرت علیؓ کا مرتبہ آپ کے ساتھ اور آپ کا کردار، بہادری، جرأت، فصاحت، بلاغت، تاریخی اہمیت کے واقعات ہیں۔

حضرت علیؓ جیسا فصیح و بلیغ، حضرت علیؓ جیسا شستہ بیان کرنے والا، حضرت علیؓ جیسا فیصل، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی نہیں ہے، ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ خصوصیات ہیں، لیکن حضرت علیؓ کی خصوصیات ہیں وہ کسی اور میں نہیں اور جو حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ کی خصوصیات ہیں وہ اور کسی میں نہیں، جو عثمان غنیؓ کو مرتبہ حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں۔

تو حضرت علی المرتضیٰؓ کی شہادت اور فضیلت پر آج کے اس مختصر سے خطبے میں بیان ہوگا۔

لفظ علی کا معنی اور سیدنا علیؓ سے مطابقت

حضرت علیؓ کا نام ہی نرالا ہے، علیؓ کا معنی ہے بلند اور علیؓ واقعی بلند تھے۔ کردار میں بھی بلند تھے، گفتار میں بھی بلند تھے اور فیصلوں میں بھی بلند تھے، قرآن پاک میں جتنی آیات صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں ہیں ان میں حضرت علیؓ بھی شامل ہیں۔

خاندانِ نبوت کی سخاوت

حضرت علیؓ کے پاس کھانے پینے کو کچھ بھی نہ تھا۔ ایک دودھ کا پیالہ آیا۔ ایک روٹی کہیں سے آئی اور گھر میں کسی نے کھانا نہیں کھایا اور وہ روٹی بھی فقیر کو دے دی۔ جب اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اے آلِ رسول، اے خاندان نبوت، میں نے کچھ کھایا پیا نہیں تو حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سارا سامان اسے دے دیا اور اس پر یہ آیت

یہ درست نہیں ہے۔ ابوطالب نبی ﷺ کے سرپرست تھے اور پرورش کنندہ تھے۔ حضرت ابوطالب غریب آدمی تھے۔ ان کے اپنے بچے دوسروں کے گھروں میں تھے۔ علی کو حضور ﷺ کے گھر بھیجا اور عقیل کو حضرت عباسؓ کے گھر بھیجا اور حضرت جعفرؓ کو کسی اور کے گھر بھیجا اور ان کے اپنے بچے دوسروں کے گھروں میں تھے، لیکن بچپن سے سہارا اور سرپرستی ابوطالب کرتے تھے، اس میں کوئی شک نہیں ہے اور ابوطالب کا ہی قول علماء نے کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ شعر ہے ابوطالب کا، بہت بڑے شاعر تھے:

ان دین محمد خیر أدیان البریۃ

''میرے بھتیجے محمد ﷺ کا دین ساری دنیا کے دینوں کا سردار ہے''

یہ کہا، لیکن جب حضور ﷺ نے فرمایا کہ چچا تمہاری وفات کا وقت قریب ہے میرا کلمہ پڑھو میں قیامت کے دن حجت پوری کر دوں گا کہ آج اگر تم میرا کلمہ پڑھ لوگے تو میں اللہ تعالیٰ سے سفارش کرالوں گا، تمہارا آخری وقت ہے کلمہ پڑھو۔

تو ابوطالب نے کہا تھا کہ بھتیجے میں تیرا کلمہ نہیں پڑھ سکتا...... اختــرت النــار علی العار ...... میں آگ کو پسند کر سکتا ہوں، عار کو پسند نہیں کر سکتا، اس پر قرآن کی یہ آیت اتری...... اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ...... اے میرے محمد مصطفیٰ ﷺ ہدایت کی کنجیاں تیرے پاس نہیں میرے پاس ہیں۔ ہدایت کے خزانے میرے پاس ہیں تو اگر عطا کرتا ہوں تو حبشہ کے بلال کو تیرے قدموں میں بٹھا دیتا ہوں، غلام بنا دیتا ہوں اور اگر نہیں دیتا تو تیرے گھر میں رہتے ہوئے تیرے چچا کو تیرے کلمے سے محروم کرتا ہوں...... انک لا تھــدی ...... تو ہدایت نہیں دے سکتا...... مــن احبــبت ...... جس کو تو پسند کرتا ہے کہ اسے ہدایت آجائے اور اللہ چاہے کہ نہ آئے تو تو اسے ہدایت نہیں دے سکتا تو مختار کل کہاں گئے؟

لوگ کہتے ہیں کہ نبی مختار کل ہوتا ہے، ہر چیز کا اختیار ہوتا ہے ہر چیز کا اختیار ہے تو یہاں اختیار کہاں گیا؟

میں نے کہا کہ بتاؤ نبی ﷺ چچا کو کلمہ دل سے پڑھانا چاہتے تھے یا اوپر اوپر سے؟ (دل سے) ایک چیز پیغمبر دل سے چاہتا ہے نہیں ہوتی، کیوں نہیں ہوا؟ کیونکہ اختیارات

کے سارے خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور کسی کے پاس نہیں، عقیدے کی اصلاح ضروری ہے۔

آپ نمازیں پڑھو......روزے رکھو......حج کرو......زکوٰۃ ادا کرو...... جو مرضی کرو، لیکن آپ کا اگر عقیدہ ہی درست نہ ہوا، آپ یہ عقیدہ رکھیں کہ اللہ کے سوا بھی کوئی...... حاجت روا ہے......مشکل کشاء ہے......مختار کل ہے......کوئی اور بگڑی بنا سکتا ہے......آپ کی نماز نماز نہیں، آپ کا روزہ روزہ نہیں، توحید کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھو کہ خدا خدا ہوتا ہے نبی نبی ہوتا ہے۔

''پنجتن پاک'' کی حقیقت

حضرت علی المرتضیٰؓ ان کی عظمت اور رفعت شان سننے سے پہلے ایک بات یاد رکھیں کہ شرک پیدا ہوتا ہے نیک آدمیوں کا نام لے کر ہمیشہ اور بدعت پیدا ہوتی ہے نیکی کا نام لے کر۔

اس پر غور کریں یہ آدمی بڑا اچھا ہے اس کی قبر پر سجدے میں کوئی حرج نہیں، نیک آدمی کا نام لیا، اس کا نام لے کر شرک کیا۔

اور آپ حیران ہوں گے کہ مسلمان یہ شرک کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ ہیں۔ حضرت حسنؓ ہیں، حضرت حسینؓ ہیں، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں، ان کا نام اس لئے لیا کہ یہ پنجتن پاک ہیں اور پنجتن پاک کا نام لے کر باقی صحابہ رضی اللہ عنہم کو رد کیا جائے یہ روافض کی اصطلاح ہے، پنجتن پاک، اس لئے کہ ان کے نزدیک ایک لاکھ چوالیس ہزار سارے صحابہ رضی اللہ عنہم میں اور خاندان میں صرف پانچ تن پاک تھے باقی ناپاک تھے۔ یہ ان کا نقطہ نظر ہے۔ اللہ تعالیٰ اور پانچ تن پاک، لفظ شیعہ کا ہے، اب آیا سنیوں میں، یہ پانچ تن پاک ہیں یا سارے تن پاک ہیں؟ (سارے تن پاک ہیں) حضرت محمد، فاطمہؓ، علیؓ، حسن، حسینؓ، پاک ہیں تو ابوبکرؓ و عمرؓ کیا ہیں؟ یہ پاک ہو گئے اور باقی سارے صحابہؓ؟ پانچ تن پاک کا لفظ تو شیعہ کا ہے اس کا استعمال سنیوں نے کیا اور اگر رد کو تو کہتے ہیں کہ یہ ولیوں کو نہیں مانتے، یہ نہ ماننے کی بات ہے، پانچ تن پاک اور باقی؟ باقی کہاں گئے؟ ابوبکرؓ و عمرؓ

کہاں گئے؟ سارا خاندان نبوت کہاں گیا؟ یہ کوئی بات ہے۔ سوچو، غلط الفاظ استعمال کرتے سے رکو، اور باطل اور گمراہ فرقوں کی بنائی ہوئی اصطلاحات سے رکنا مسلمان کا فرض ہے۔

من گھڑت رسمیں...... من گھڑت باتیں...... من گھڑت اصطلاحات...... ان چیزوں نے دین کا حلیہ بگاڑ دیا......

سیدنا علیؓ اور مسلمانوں کا عقیدہ:

حضرت علی المرتضیٰؓ شیر خدا کے نام پر کتنے لوگوں نے شرک کے دروازے کھولے، ایک آدمی ہے، حضرت علی المرتضیٰؓ کون ہیں؟ عظمتوں والے، رفعتوں والے، ابھی ان کی عظمت میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں، کتنا اونچا مرتبہ اور کتنا اونچا مقام، لیکن ان کا نام لے کر شرک پیدا ہوا، یا علی مدد، اے علی تو مدد کر، مدد حضرت علیؓ سے مانگی گئی، اور خود حضرت علی المرتضیٰؓ سے پوچھو کہ شیر خدا جب تجھ پر مشکل آئی تھی تو تو نے مدد کس سے مانگی؟ اے علی آپ بتاؤ؟ قاتل مسجد میں تمہارے پیچھے ہے اور اس قاتل کا پتہ نہیں ہے اور اگر غیب کا علم آئمہ کو ہوتا جیسا کہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ امام کو ذرے ذرے کا علم ہوتا ہے تو اگر یہ بات صحیح ہے تو پیچھے قاتل کھڑا ہے اور اس کے پاس خنجر ہے اور اس کا کیوں نہیں پتہ چلا؟

تم خدا کا مقابلہ کرتے ہو کچھ تو انسان کو اس کا خیال کرنا چاہئے۔ نماز پڑھتے ہو، روزہ رکھتے ہو، حج کرتے ہو، زکوٰۃ ادا کرتے ہو اور بات شرک کی کرتے ہو، قرآن کہتا ہے...... وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ...... کہ اللہ کے سوا کوئی مدد نہیں دے سکتا، جیسا کہ گزشتہ جمعہ میں نے بتایا...... اور جس وقت حضرت علیؓ خیبر کے میدان میں گئے اور انہوں نے اللہ کا نام لیا، اللہ کا نام بلند کر کے آگے آئے اور علی المرتضیٰؓ کی مدد تو اللہ کرے اور جب کربلا کی وادی میں نواسہ رسول گئے اور حضرت حسینؓ کربلا میں شہید کر دیئے گئے تو وہاں نجف اشرف قریب تھا جہاں حضرت علیؓ دفن تھے، نجف اشرف سے حضرت علیؓ اپنے بیٹے کی مدد کرنے کے لئے نہیں آئے۔ بیٹے شہید ہو گئے، بچے شہید ہو گئے، بچیاں شہید ہو گئیں، بہتر تن قربان ہو گئے نواسے شہید ہو گئے، حضرت علیؓ اپنے بچوں کی مدد کرنے کے لئے تو نہیں گئے، جناب پاکستان میں تیری مدد کرنے ضرور آئیں گے۔ یا علی مدد کتاب میں لکھا ہے۔

امام بخشے میں لکھا ہے، گاڑیوں پر لکھا ہے کچھ تو حیاء کرنا چاہئے کہ مدد اللہ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا، جب خدا مدد کرتا ہے جب قرآن کا فیصلہ ہے...... وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ...... کہ اللہ کے سوا کوئی مدد نہیں کرتا، لیکن تو روافض کے دھوکے میں آ کر علی سے مدد مانگتا ہے، علی کو تو مدد خود اللہ نے دی ہے، ولیوں کو مدد اللہ نے دی ہے اور تم علی کا نام لے کر مدد کے لئے پکارتے ہو، تیری نمازوں کا کیا بنے گا، تیرے روزے کا کیا بنے گا، جب تک تیرا عقیدہ درست نہیں، تیرا ایمان کامل نہیں، تو جب تک خدا کو مشکل کشا نہیں مانتا تیری عبادت کیسی، تیری ریاضت کیسی نمازوں کا کیا ہوگا، عبادات کا کیا ہوگا؟

مجھے بتاؤ حضرت حسینؓ کربلا میں شہید ہوئے یا نہیں ہوئے؟ (ہوئے) ظلماً مارے گئے کہ نہیں؟ (مارے گئے) ان کے ساتھ زیادتی ہوئی کہ نہیں ہوئی؟ (ہوئی) اس دن مدد کا مستحق کون تھا؟ کہ جن کو پیاسے ذبح کر دیا گیا، چھریوں سے جن کے تنوں کو بقول مؤرخین کے کاٹ دیا گیا، وہاں تو حضرت علی نہیں پہنچے اور یہاں تیرے پاس آئیں گے ضرور، کچھ انسان کو سوچنا چاہئے، خدا کا مقابلہ تو نہ کرو، اللہ کے مقابلے میں اس کے بندوں کو کھڑا نہ کرو، اللہ کے مقابلے میں اللہ کی مخلوق کو نہ لاؤ۔ ایسے ظلم تو نہ کرو، خدا خدا ہوتا ہے، نبی نبی ہوتا ہے، ولی ولی ہوتا ہے۔

بچوں میں سب سے پہلے اسلام کس نے قبول کیا؟

حضرت علی عظمت والے تھے دو سال کی عمر میں رسول اللہ ﷺ کے گھر آئے۔ دو سال کی عمر سے ۲۹ سال کی عمر تک یعنی ستائیس سال تک حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ دیکھا، ستائیس سال تک حضرت علیؓ پیغمبر ﷺ کے گھر رہے۔ ۲۷ سال تک علیؓ نے پیغمبر علیہ السلام کی زیارت کی ۲۷ سال تک جہاں جہاں آرائے نبوت کا حضرت علیؓ نے دیدار کیا۔ بچوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ نے نبی ﷺ کا کلمہ پڑھا، چھ سال کی عمر تھی یا سات سال کی عمر تھی۔

جب نبی ﷺ دنیا میں آخری نبی ﷺ مبعوث ہوئے سر پر نبوت کا تاج رکھا گیا۔ ابو طالب کو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرا کلمہ پڑھو تو حضرتؓ کے والد نے کہا کہ میں آپ کا کلمہ

نہیں پڑھ سکتا، یہ مجھ سے نہیں ہوتا، یہ جو تم نماز پڑھتے ہو، سجدہ کرتے ہو، یہ تم کیا کرتے ہو، سجدے میں آدمی جاتا ہے تو آدمی اچھا نہیں لگتا، نعوذ باللہ، یہ ابوطالب نے کہا۔

یہاں ایک ضمنی بات کہتا ہوں تا کہ عقیدے کی اصلاح ہو جائے، ابوطالب کے چار لڑکے تھے۔ ایک لڑکے کا نام طالب تھا جس کی وجہ سے ان کو ابوطالب کہتے ہیں، طالب کے باپ، وہ بچپن میں فوت ہو گیا، دوسرے لڑکے کا نام عقیل ابن ابی طالب، تیسرے لڑکے کا نام جعفر ابن ابی طالب، چوتھے کا نام علی ابن ابی طالب، حضرت علی المرتضیٰؓ سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ ابوطالب کے۔

اور دوسری بات ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان سے ہوا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابوطالب مسلمان ہوئے۔ یہ بالکل غلط روایت ہے، اس کا اسلام کی ہسٹری میں کوئی وجود نہیں ہے۔ شیعہ کا نقطۂ نظر ہے کہ ابوطالب مسلمان ہوئے، اور ابوطالب نے کلمہ پڑھا یہ روایت درست نہیں۔

افضلیتِ علیؓ نبی کی زبانی

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے علیؓ! تو میرے لئے ایسے ہے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام تھے۔ یہ حضور ﷺ کی حدیث ہے، تو شیعہ یہ کہتے ہیں کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام تھے اور حضور ﷺ کے بعد حضرت علیؓ کا درجہ ہے۔ اس حدیث کے مطابق کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کا بھائی ہارون تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہارون علیہ السلام کا درجہ تھا۔ اسی طرح میرے بعد تیرا درجہ ہے، چنانچہ شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانشین حضرت ہارون علیہ السلام بنے۔ اس طرح حضور ﷺ کے بعد حضرت علیؓ کو جانشین بننا چاہئے۔ اس کا جواب بھی انشاء اللہ ہو گا۔

ایک بات اور یاد رکھیں کہ حضور ﷺ جس کو کلمہ پڑھاتے تھے تو اس کا اگر نام شرکیہ ہوتا تھا تو اس کا نام بدل دیتے، جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا نام تھا، عبدالکعبہ یعنی کعبہ کا بندہ

یہ شرکیہ نام ہے اللہ کا بندہ ہوتا ہے کعبہ کا نہیں، تو حضور ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو جب کلمہ پڑھایا تو سب سے پہلے ان کا نام تبدیل کر کے عبدالکعبہ سے عبداللہ رکھا۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ کا نام تھا عبدالشمس، یعنی سورج کا بندہ تو یہ بھی شرکیہ نام ہے، تو اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت ابوہریرہؓ کو کلمہ پڑھایا تو ان کا نام رکھا عبداللہ، اللہ کا بندہ۔

تو جس کو بھی آپ کلمہ پڑھاتے اگر اس کا نام شرکیہ ہوتا تو سب سے پہلے آپ اس کا نام تبدیل کرتے، شرکیہ نام بدل دیتے، اگر ابوطالب نے کلمہ پڑھا ہے تو ابوطالب کا نام تھا عبدمناف اور عبدمناف شرکیہ نام ہے عبدمناف بت کا بندہ۔

اگر ابوطالب مسلمان ہو گئے تھے تو جس کا یہ عقیدہ ہے کہ ابوطالب مسلمان ہو گئے تھے اس سے سوال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبدمناف سے اس کا نام تبدیل کیوں نہیں کیا؟ اگر رکھا تو کون سا نام رکھا؟ تو اس بنیاد پر یہ بات ہے کہ ابوطالب نے نبی ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھا تھا لیکن پیغمبر ﷺ کی سرپرستی آخری وقت تک رہی۔ پیغمبر ﷺ کی سرپرستی کرتے رہے۔ ابوطالب پیغمبر ﷺ سے شفقت کرتے تھے ابوطالب سے رسول اللہ ﷺ کو محبت تھی۔ آخری وقت میں جب ابوطالب دنیا سے رخصت ہوئے تو پیغمبر اسلام بڑے پریشان تھے۔

ابوطالب کی بیوی کا نام تھا فاطمہ بنت اسد، یہ حضرت علیؓ کی والدہ ہیں اور حضور ﷺ کے ساتھ بچوں کی طرح شفقت کرتی تھیں۔

حضرت علی کی والدہ کا ایک انوکھا اعزاز

فاطمہ بنت اسد کون تھیں علماء کہتے ہیں کہ وہ خاتون ہیں کہ جن کی قبر میں رسول اللہ ﷺ خود اترے، بلکہ فاطمہ بنت اسد کی قبر میں آپ لیٹے اور لیٹ کر آپ نے کہا کہ فاطمہ بنت اسد کی قبر تو بڑی فراخ ہے، بڑی کھلی ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھا تھا حضرت علیؓ کی والدہ مسلمان ہوئی تھیں۔

میرے بھائیو! حضرت علیؓ فاطمہ بنت اسد کے بطن سے پیدا ہوئے۔ پیدا کہاں ہوئے، اس میں کئی قول ہیں کہ شیعہ کہتے ہیں حضرت علیؓ کعبہ میں پیدا ہوئے اور کعبہ میں پیدا ہونا اس کی کیا حیثیت ہے اسلام میں، کہ ایک بچہ کعبہ میں پیدا ہوا، یہ بات قابل غور ہے؟

تمام مؤرخین کی اکثریت یہ کہتی ہے کہ حضرت علیؓ کعبہ میں پیدا نہیں ہوئے، اہل سنت کا یہ مؤقف ہے لیکن شیعہ کہتے ہیں کہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ میں ایک منٹ کے لئے مان لیتا ہوں کہ کعبہ میں پیدا ہوئے، لیکن کعبہ میں پیدا ہونا یہ کہاں کی دلیل ہے کہ جو کعبہ میں پیدا ہو وہی خلیفہ اوّل ہے؟ شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ چونکہ کعبہ میں پیدا ہوئے، اس لئے خلیفہ اوّل ہیں۔ اگر کعبہ میں پیدا ہونے سے پہلے خلافت ملتی ہے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھانجے حضرت حکیم بن حزام وہ بھی حضرت علیؓ سے پندرہ سال پہلے کعبہ میں پیدا ہوئے پھر ان کو پہلا خلیفہ ہونا چاہئے تھے۔

طبری میں جہاں حضرت علیؓ کی ولادت کعبہ میں ہونے کا ذکر ہے وہاں حکیم بن حزام کی ولادت کعبہ کا ذکر ہے یہ بھی کعبہ میں پیدا ہوئے۔ جب حضرت علیؓ کعبہ میں پیدا ہوئے اس وقت کعبہ کی کیا حیثیت تھی؟ کعبہ میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے حضرت علیؓ کی والدہ کسی کام سے وہاں آئیں اور وہاں بچہ پیدا ہو گیا۔ یہ اتفاقی واقعہ ہے یہ اتفاق ہے، آج کسی مسجد میں عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے تو یہ اتفاقی واقعہ ہے۔

اگر یہ بات کہ کعبہ میں پیدا ہونا یہ عظمت کی بات ہے تو اللہ اپنے پیغمبر ﷺ کو بھی کعبہ میں پیدا کرتے۔ کعبہ عبادت خانہ ہے ولادت خانہ نہیں ہے۔ کعبہ ولادت خانہ نہیں، خانہ کعبہ عبادت کی جگہ ہے کہ یہاں بچے ہوتے ہیں اور جناب یہ میٹرنٹی ہال ہو، کہ کعبہ اس لئے نہیں بنایا گیا تھا کہ کعبہ میں پیدا ہونا یہ اتفاقی واقعہ ہے اور اہل سنت کا نقطہ نظر یہ ہے کہ حضرت علیؓ فاطمہ بنت اسد کے گھر میں پیدا ہوئے۔

میرے بھائیو! حضرت علیؓ نے چھ سال کی عمر میں نبی ﷺ کا کلمہ پڑھا اور حضرت علیؓ واحد نبی ﷺ کے صحابیؓ ہیں اور حضرت ابو بکرؓ واحد پیغمبر ﷺ کے صحابیؓ ہیں اور میں حضرت عثمانؓ کو بھی ان میں شامل کرتا ہوں کہ جنہوں نے ہر جنگ میں نبی ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی اور ہر سریہ میں شرکت کی۔

جنگوں میں شریک نہ ہونے کے باوجود شرکت کا اعزاز کن کو ملا؟

دو صحابی ایسے ہیں کہ جنہوں نے دو جنگوں میں شرکت نہیں کی، لیکن ان کو جنگوں

میں شریک رسول اللہ ﷺ نے شمار کیا، مثلاً حضرت عثمان غنیؓ ہیں یہ جنگ بدر میں نہیں گئے اور مجھے ایک رافضی نے پوچھا کہ جنگ بدر اسلام کا پہلا معرکہ ہے، حضرت عثمانؓ تو اس میں نہیں گئے، حضرت عثمانؓ جنگ بدر میں نہیں گئے کہ جنگ بدر کے شرکاء کے متعلق قرآن میں ہے کہ یہ سارے جنتی ہیں تو اس جنگ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نہیں گئے؟ تو کیسے پھر ان کی فضیلت ہے؟ کیوں نہیں گئے؟

میں نے کہا کہ حضرت عثمان غنیؓ جنگ میں نہیں گئے اس کا جواب میں بعد میں دوں گا، پہلے تم یہ بتاؤ کہ حضرت علی المرتضیٰؓ جنگ تبوک میں کیوں نہیں گئے؟

میں نے کہا کہ حضرت عثمانؓ جنگ بدر میں نہیں گئے پیغمبر ﷺ کے حکم کی وجہ سے اور حضرت علیؓ تبوک میں نہیں گئے حضور ﷺ کے حکم کی وجہ سے۔

میں نے کہا کہ حضرت عثمانؓ جنگ بدر میں جانے لگے تو حضور ﷺ کو پتہ چلا کہ حضور ﷺ کی بیٹی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا جو عثمان غنیؓ کی بیوی ہیں وہ بیمار ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ عثمان تم میری بیٹی کی تیمارداری کرو، اللہ تعالیٰ تمہارا نام شرکاء بدر میں خود شامل کرلے گا اور حضرت عثمانؓ جنگ بدر میں نہیں گئے اور جس وقت جنگ بدر ختم ہوگئی۔ حضور ﷺ واپس آئے تو حضرت عثمانؓ اپنی بیوی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر مٹی ڈال رہے تھے۔ پیغمبر کی بیٹی فوت ہو چکی تھیں۔ حضور ﷺ قبر پر کھڑے ہو کر آنسو بہاتے رہے اور پیغمبر ﷺ دکھ کا اظہار کرتے رہے اور جب بدر کے شرکاء میں غنیمت کا مال تقسیم کیا گیا تو جتنا حصہ شرکاء بدر کو ملا اتنا حصہ حضرت عثمان غنیؓ کو ملا تو حضرت عثمان غنیؓ کو پیغمبر ﷺ نے شرکاء بدر میں شامل کیا۔

اور اسی طرح جنگ تبوک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں گئے اور کیوں نہیں گئے؟......

حضور ﷺ کی حدیث ہے، شیعہ اس سے غلط استدلال کرتا ہے اس کا جواب دینا چاہتا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا...... اما ترضیٰ یا علی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی ...... کہ اے علیؓ تیری مثال ایسے ہے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام کی مثال ہے اے علی تو میرے ساتھ ایسے ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام کی مثال تھی۔

شیعہ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہارون علیہ السلام کا مرتبہ ہے، اسی

روایت کے مطابق حضور ﷺ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے۔ میں نے کہا کہ یہ استدلال غلط ہے۔

پہلے تو یہ سمجھیں کہ حضور ﷺ نے یہ حدیث کب فرمائی اور کیوں فرمائی؟ اگر اس کے پس منظر پر غور کریں تو یہ استدلال باطل ہونے کا پتہ دیتا ہے۔

حضور ﷺ جب جنگ تبوک میں جانے لگے تو حضور ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کو فرمایا اے علی! میں تبوک میں جا رہا ہوں اور میں تجھے اپنا قائم مقام بنا کر جا رہا ہوں۔ تم مدینہ میں میرے قائم مقام ہو، حضرت علیؓ مدینہ میں ٹھہر گئے اور حضور ﷺ تبوک میں تشریف لے گئے تیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کا لشکر تھا۔ اڑھائی لاکھ رومیوں سے مقابلہ تھا۔ جب لشکر روانہ ہوا تو یہ چونکہ تاریخ اسلام کا عظیم لشکر تھا، تو عورتیں حضرت علیؓ کے پاس آئیں اور آ کر کیا کہا؟ اے علی تم بڑے بہادر ہو، جنگ جو ہو، کیا وجہ ہے کہ تم عورتوں اور بچوں میں رہ گئے، اور اتنی بڑی جنگ میں تمہیں جانا چاہئے تھا تم بڑے جنگ جو ہو اور پیغمبر ﷺ تمہیں یہاں چھوڑ گئے، اور اس جنگ میں تمہارا جانا ضروری تھا۔ عورتوں نے حضرت علیؓ میں اتنا جذبہ جہاد پیدا کیا کہ حضرت علیؓ ان کی باتیں سن کر مدینہ سے چل پڑے، مدینہ سے نکلے اور اس مقام پر پہنچے جہاں حضور ﷺ نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ لشکر اسلام موجود تھا۔ تبوک کے سفر میں آپ جا رہے تھے۔ رات کو آپ نے راستے میں قیام کیا اور صبح حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو دیکھا اور حضرت علیؓ کو دیکھ کر کہا اے علیؓ تم کیوں آئے؟ میں نے تجھے مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا تھا۔

تو حضرت علیؓ نے آگے سے کیا جواب دیا، حضرت علیؓ نے فرمایا تھا اے پیغمبر! آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر آ گئے، یہ بہت بڑی جنگ ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اس جنگ میں شریک ہوں، حضور ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا! اے علیؓ......

اما ترضی یا علی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ ...... اے علیؓ تو میرے ساتھ ایسے ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پہاڑ پر گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو قوم کے پاس قائم مقام بنا کر گئے، اسی طرح میں بھی تجھے اپنا سمجھ کر تبوک میں جا رہا ہوں اور اپنا

قائم مقام بنا کر جا رہا ہوں۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور کے موقع پر قائم مقام بنایا تھا۔ اسی طرح تبوک کے موقع پر میں تجھے قائم مقام بنا رہا ہوں۔

اب آپ بتائیں کہ حضرت علیؓ کو حضور ﷺ کے بعد ان کو خلیفہ اوّل مانتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی مشابہت طور پہاڑ کے موقع پر تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے بعد میں ان کے جانشین بھی نہیں بنے، تو اس حساب سے حضرت علیؓ حضور ﷺ کے بعد خلیفہ اوّل کیسے، وہ تو اس موقع کے ساتھ خاص تھا۔

واقعہ فتح خیبر

میرے بھائیو! حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کی زندگی میں ۲۷ جنگوں میں سے ۲۶ جنگوں میں شرکت کی ہے اور ہر جنگ میں بہادری کے جوہر دکھائے کہ جن کی مثال کوئی نہیں۔ جنگ بدر میں بڑے بڑے کفار حضرت علیؓ کی تلوار سے جہنم رسید ہوئے۔ حضرت علیؓ نے غزوۂ اُحد میں کفار کے رؤسا قتل کئے اور بڑی بڑی جنگوں میں بہادری کے جوہر دکھائے اور جنگ خیبر میں تو خیبر کا قلعہ فتح کرنے کے لئے بڑے لوگوں نے زور لگایا اور حضور ﷺ نے شام کو فرمایا کہ کل میں یہ پرچم اس آدمی کے ہاتھ دوں گا کہ جس کے ہاتھوں خیبر فتح ہو جائے گا اگلے دن صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کس کے ہاتھ پرچم آتا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ علیؓ کہاں ہے؟ تو بتایا گیا کہ علیؓ خیمے میں ہے اور ان کی آنکھوں میں درد ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ علیؓ کو بلاؤ، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میری آنکھوں میں تکلیف ہے حضور ﷺ نے نبوت والا لعاب علیؓ کی آنکھوں پر لگایا تو آنکھیں ایسی ہو گئیں کہ جیسے درد کبھی نہیں ہوا۔

حضور ﷺ نے پرچم حضرت علیؓ کو دیا اور حضرت علیؓ کے ہاتھوں خیبر کا قلعہ فتح ہوا۔ فتح کیسے ہوا کہ وہ پہلوان تھا قریشیوں کا، جس کا نام تھا مرحب، حضرت علیؓ جوان تھے، تھوڑی عمر تھی ۲۰، ۲۵ سال کے قریب عمر ہو گی اور مقابلہ مرحب کے ساتھ تھا جس کی ۵۵ سال عمر تھی، حضرت علیؓ اور اس کی لڑائی ہوئی کشتی بھی ہوئی، حضرت علیؓ نے اس موقع پر فرمایا......

انا الذی سمتنی امی حیدرہ

کلیث غابات کریہ المنظرہ

اے مرحب میں وہ علی ہوں کہ جس کی ماں نے جس کا نام حیدر رکھا ہے، حیدر کا معنی وہ شخص جس کو شکست کبھی نہ آئے۔ حیدر کا معنی وہ آدمی جو بہادر ہو، حضرت علیؓ نے تلوار اٹھائی اور کہا...... انا الذی سمتنی امی حیدرہ کلیث غابات کریہ المنظرہ ...... میں وہ آدمی ہوں جس کی ماں نے پیدا ہوتے ہی اس کا نام حیدر رکھا ہے۔ جب وہ نیچے گرا تو اس نے شعر کہے اس کا ترجمہ کسی نے کیا ہے اس نے نیچے گر کر کہا!

یہ شکست فاش مجھ کو آج پہلی بار ہے
لگتا ہے کہ تو یہی حیدر کرار ہے

حضرت علیؓ اس کے سینہ پر بیٹھ کر کہنے لگے اے اللہ! تیری محبت میں، تیری توحید کے لئے، تیرے سب سے بڑے دشمن کو علیؓ نے زمین پر گرا کر تیرے دین کو بلند کیا اور دنیا کو بتا دیا کہ میں اس پر ایسے چھاتا ہوں کہ شیر جیسے کچھار سے نکل کر دشمن کی قطاروں کو توڑ دیتا ہے، اے اللہ! میں نے آج شرک کے پوپ کو گرا کر توحید کا پرچم بلند کر دیا ہے۔

میرے بھائیو! حضرت علیؓ عظمت والے تھے، بلندی والے تھے، رفعت والے تھے۔ علماء نے حضرت علیؓ کے فضائل میں بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ حضرت علیؓ پر ابھی تازہ کتاب مولانا نافع صاحب کی آئی ہے۔ تقریباً سات سو صفحے کی کتاب ہے ''علیؓ ابن ابی طالب'' میں آج یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ علی المرتضیٰؓ پر آج تک کوئی اتنی عظیم کتاب نہیں چھپی۔ عربی میں کتب ہیں، لیکن یہ عظیم کتاب ہے جو نافع صاحب نے لکھی ہے اور مولانا جھنگ کے ہیں اور مولانا محمد انور شاہ کاشمیریؒ کے شاگردوں میں سے ہیں، یہ ان کی یادگار تصنیف ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جو طبقہ حضرت علیؓ کا نام لے کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھونکتا ہے ان کے ہاں بھی کوئی کتاب ایسی نہیں چھپی اور بھی بڑی بڑی کتابیں آئیں لیکن یہ لاجواب کتاب ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشکل کشا کون؟

میرے دوستو! ایک داتا بنا۔ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام،

حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر تمام انبیاء کرام، حتیٰ کہ خود آمنہ کا دُرِیتیم ہے۔ خدا کے دروازے میں سجدے میں پڑا ہے، اور رو کر کہتا ہے..... اللّٰھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لا تعبد فی الارض ...... بدر کے میدان میں میرے پیغمبر ﷺ نے داتا خدا کو بنایا اور اُحد میں داتا خدا کو بنایا، فاران کی چوٹی پر داتا خدا کو بنایا،

زکریا علیہ السلام کو بچہ مانگنے کی ضرورت پڑی تو خدا کو داتا بنایا،

ابراہیم علیہ السلام کو دیکھو، بیٹا مانگنے کی ضرورت پڑی تو داتا خدا کو بنایا،

یعقوب علیہ السلام کو اپنا گم شدہ بیٹا مانگنا پڑا تو خدا کو داتا بنایا

ہر نبی کا داتا خدا ہے، لیکن تیرا داتا ٹالی شاہ...... تیرا داتا کیکر شاہ...... تیرا داتا لسوڑی شاہ...... تیرا داتا بھینس شاہ...... تیرا داتا گھوڑے شاہ...... جب تک ان داتاؤں کو ایک طرف کر کے ایک خدا کو اپنا داتا نہیں بناتا، کلمہ پڑھتا جا، قرآن پڑھتا جا، تیرے قرآن کا کوئی اعتبار نہیں ہے، کلمے کا کوئی اعتبار نہیں۔

میرے دوستو! حضرت علی شیر خدا، علی کو اسد اللہ کا لقب حضور ﷺ نے دیا لیکن شیر خدا کے ساتھ ساتھ علی کو مشکل کشاء کہتا ہے یا علی مدد کے نعرے لگاتا ہے۔

ایک پہاڑ پر حضرت علی المرتضیٰؓ کے دو اونٹ چر رہے تھے۔ اس وقت شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔ حضرت حمزہؓ نشے کی حالت میں تھے اور ان اونٹوں کے گلے پر چھری چلائی۔ اونٹ ذبح کر دیئے، اونٹ ذبح ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے دیکھا کہ میرا تو سارا سرمایہ یہی اونٹ تھے۔ حضرت علیؓ روتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس آئے کہ یا رسول اللہ ﷺ چچا حمزہؓ نے اونٹوں کو ذبح کر دیا۔ حضور ﷺ خود پہاڑ پر تشریف لے گئے اور آپ نے دیکھا کہ حمزہؓ وہاں موجود ہیں آپ وہاں سے دیکھ کر واپس آ گئے۔

حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے تو چچا کو کچھ نہیں کہا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حمزہؓ نشے میں تھا۔ اگر میں کچھ کہتا نشے میں وہ میری بات رد کر دیتا، ایمان کی روشنی سے خالی ہو جاتا۔

میرے دوستو! علی المرتضیٰؓ روتے ہوئے پیغمبر ﷺ کے پاس آئے۔ حدیث میں موجود ہے، تاریخ میں موجود ہے، اونٹوں کے ذبح کرنے کے بعد حضرت علیؓ روئے ہیں'

مشکل کشاء بھی کبھی رویا ہے، داتا بھی کبھی روتا ہے اور جو رو پڑے وہ مشکل کشاء ہوتا ہے؟ اونٹ ذبح ہوگئے۔

مشکل کشاء تھا اونٹوں کو زندہ کر دیتا

مشکل کشاء تھا روتا نہ

مشکل کشاء تھا حمزہؓ کو روک دیتا

مشکل کشاء تھا پیغمبر ﷺ کے پاس روتا ہوا نہ آتا!

میرے دوستو! حضرت علی المرتضیٰؓ کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ خیبر کی لڑائی میں، حضور ﷺ نے بلایا اور فرمایا علیؓ تیرے ہاتھ میں جھنڈا دینا چاہتا ہوں، علیؓ نے عرض کیا کہ میری آنکھوں میں تکلیف ہے۔ حضور ﷺ نے اپنا لعاب حضرت علیؓ کی آنکھوں میں لگا دیا اور یہ لعاب مبارک لگانا، یہ پیغمبر ﷺ کا معجزہ تھا۔

علیؓ مشکل کشاء ہوتا، اپنی اس مشکل کو حضور ﷺ کے سامنے پیش کیوں کرتا؟ اور خود مشکل کشائی کر لیتا، نبی ﷺ نے لعاب دہن لگایا، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آنکھیں ایسی ہو گئیں کہ جیسے آنکھوں میں کبھی تکلیف آئی ہی نہیں، یہ پیغمبر ﷺ کا معجزہ ہے۔

میرے دوستو! تو تم آج کہتے ہو کہ علیؓ مشکل کشاء ہے۔ علیؓ حاجت روا ہے۔ علیؓ میری مشکل کو حل کرے گا۔ علیؓ میری مدد کو آئے گا۔ کربلا کے میدان میں حضرت حسینؓ شہید ہوئے، کربلا کے میدان میں چھوٹے چھوٹے بچے شہید ہوئے، کربلا کے میدان میں بہتر تن شہید ہوئے، کربلا کے میدان میں گردنیں علیحدہ ہیں، کربلا کے میدان میں کپڑے خون آلود ہیں۔ عورتوں کے بچوں کے، جوانوں کے، علی المرتضیٰؓ اس وقت کہاں تھے؟ حضرت حسینؓ شہید ہو گئے۔ حضرت حسینؓ پر قیامت ٹوٹی ہے۔ کربلا کے میدان میں نجف اشرف پر قیامت ٹوٹی ہے۔ کربلا کے میدان میں نجف اشرف تو کربلا کے قریب تھا۔ نجف اشرف میں علی المرتضیٰؓ کی قبر تھی۔ جب حضرت حسینؓ کی گردن کاٹی گئی اور علیؓ ان کی مشکل کشائی کے لئے نہیں پہنچے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کی مشکل کشائی کے لئے نہیں پہنچے، جو علیؓ اپنے بیٹے کی مشکل کشائی کے لئے نہیں آسکا، وہ آج پاکستان میں بھی تیری مشکل کشائی کے لئے نہیں آ سکتا، مشکل کشا صرف ایک ہے۔

شیر خدا کی توہین کے مرتکب:

شیعہ کہتے ہیں کہ سنی علیؓ کو نہیں مانتے، علیؓ ہے ہی سنیوں کا، علیؓ امام ہی سنیوں کا ہے، شیعہ کا تعلق علیؓ سے کوئی نہیں، جو تصویر علیؓ کی شیعہ نے پیش کی ہے، وہ تصویر علیؓ کی ہے ہی نہیں کہ شیعہ کہتا ہے کہ علیؓ مشکل کشاء ہے، علیؓ حاجت روا ہے، علیؓ سے مدد مانگی جا سکتی ہے، میں حیران ہوتا ہوں، ادھر علیؓ کو کہتا ہے کہ مشکل کشاء ہے اور ادھر یہ کہتا ہے کہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جس وقت باغ فدک کا حصہ لینے کے لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں تشریف لے گئیں تو حضرت ابوبکرؓ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حصہ نہیں دیا۔ ابوبکرؓ سے ناراض ہو کر فاطمہ رضی اللہ عنہا واپس آ گئیں، اور بعض ان کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ابوبکرؓ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دھکا دیا، اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ساری زندگی ابوبکرؓ سے کلام نہیں کیا، ادھر کہتے ہیں کہ علی مشکل کشاء ہیں ادھر کہتے ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ابوبکرؓ کی کچہریوں کے چکر لگاتی رہیں اور ابوبکرؓ سے حصہ مانگتی رہیں، ابوبکر صدیقؓ نے حصہ نہیں دیا اور مایوس ہو کر واپس آ گئیں۔

میں کہتا ہوں کہ کوئی آج میری بیوی کو دھکا دے، میری غیرت گوارہ نہیں کرتی۔ میں اس کو گولی سے اڑا دوں گا۔ اس لئے کہ اس نے میری غیرت پر ہاتھ ڈالا ہے اور ادھر رافضی کہتا ہے کہ

علیؓ مشکل کشاء ہے

علیؓ اسد اللہ الغالب بھی ہے

علیؓ سے مدد بھی مانگی جا سکتی ہے

اور ادھر علیؓ کی بیوی ہے، پیغمبر ﷺ کی بیٹی ہے، وہ ابوبکرؓ کی کچہریوں کے چکر بھی لگاتی ہے اور اس کے بعد بھی اس کو حصہ نہیں ملتا، بلکہ دھکے بھی مارے جاتے ہیں اور علیؓ خاموش ہے۔ علیؓ کی بہادری کہاں گئی...... علیؓ کی مشکل کشائی کہاں گئی......؟

اور اگر کل قیامت کے دن میرے پیغمبر ﷺ نے علیؓ سے پوچھ لیا، اگر علیؓ واقعی مشکل کشاء تھا۔ حاجت روا تھا، پیغمبر ﷺ نے پوچھ لیا کہ اے علیؓ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا تیرے سپرد کی تھی۔ یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تیری عزت بنائی تھی، اس کی حرمت تیرے ہاتھ

میں تھی، بتا جب اس کو صدیقؓ نے دھکا دیا، تیری غیرت کہاں تھی؟ تیری بہادری کہاں تھی؟ تیری عظمت کہاں تھی؟ اور تو اتنا بہادر بنا پھرتا ہے جنگوں کا فاتح بنا پھرتا ہے، بتا اس وقت تیری بہادری کہاں تھی؟

میں آج پاکستان کے رافضی سے پوچھتا ہوں کہ اگر قیامت کے دن پیغمبر ﷺ نے علیؓ سے یہ پوچھ لیا، علیؓ کیا جواب دیں گے؟ یہ تیرا علیؓ ہوگا کہ جو دھکے برداشت کرے، یہ تیرا علیؓ ہوگا جو بزدل بن کر گھر میں بیٹھ گیا، یہ تیرا علیؓ ہوگا، جس میں غیرت نہ رہی ہو۔

میرا علیؓ وہ ہے جو فاتح خیبر ہے
میرا علیؓ وہ ہے جو حسنین کا والد ہے
میرا علیؓ وہ ہے جو فاطمہؓ کا شوہر ہے
میرا علیؓ وہ ہے جو خدا کو داتا کہے
میرا علیؓ وہ ہے جو خدا کو مشکل کشاء کہے
میرا علیؓ وہ ہے جو مصطفیٰ ﷺ کا امتی ہے
میرا علیؓ وہ ہے جو شیر خدا ہے

تمہارا علیؓ بزدل ہوگا، محمد مصطفیٰ ﷺ کا علیؓ بزدل نہیں ہے، ادھر کہتے ہیں کہ شیر خدا ہیں اور ادھر کہتے ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حصہ لینے کے لئے گئیں اور ابوبکرؓ نے حصہ نہیں دیا۔ اس سے بڑا جھوٹ اور اس سے بڑا افراڈ دنیا میں کوئی نہیں۔ یہ غلط روایت ہے ہم ہر ایسی روایت کو ماننے کے لئے تیار نہیں، اگر باغ فدک کا حصہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بنتا تھا، ابوبکرؓ نے حصہ نہیں دیا، علیؓ کو چاہیے تھا کہ عمر فاروقؓ سے مانگتے، عمر فاروقؓ نے باغ فدک کا حصہ نہیں دیا تو عثمان غنیؓ کے دور میں عثمان غنیؓ سے مانگتے، اگر عثمانؓ نے بھی حصہ نہیں دیا، خود علیؓ کا دور آیا تھا پونے پانچ سال تک علی المرتضیٰؓ خلیفہ رہے تھے تو اپنے دور خلافت میں وہ حصہ لے کر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بچوں کو دے دیتے۔ وہ حصہ لے کر اپنے خاندان کو دے دیتے۔ اگر حصہ بنتا ہوتا علیؓ لے لیتا، حصہ تو بنتا نہ تھا۔

اس لئے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہم جتنے بھی نبی ہیں ہماری وراثت دنیا کا مال نہیں ہوتا، دنیا کا پیسہ نہیں ہوتا، بلکہ ہماری وراثت علم و حکمت ہے اور اس فیصلے کو علیؓ نے تسلیم

کر لیا تھا۔

لیکن تو ایسا علیؓ کا دشمن ہے کہ علیؓ نے تو ابوبکرؓ کا فیصلہ مان لیا لیکن آج تو ابوبکرؓ سے دشمنی کر کے علیؓ کا فیصلہ نہیں مانتا، یاد رکھ اگر تیرا تعلق ابوبکرؓ سے نہیں ہے تو تیرا تعلق علیؓ سے بھی نہیں ہے، حسینؓ سے بھی نہیں ہے۔

امامت صدیق اور اقتدار علی:

میرے دوستو! حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں ابوبکر صدیقؓ کو مصلے پر کھڑا کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا...... مروا ابابکر فلیصل بالناس ......جمع الفوائد کی روایت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ابوبکر صدیقؓ کو بلاؤ، ابوبکر میرے مصلے پر نماز پڑھائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا...... ان ابانی قد سقیم ...... میرے والد ابوبکر بیمار ہیں۔ آپ عمرؓ کو کہہ دیں کہ عمرؓ آ کر نماز پڑھائیں۔ حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا، ابوبکرؓ کو بلاؤ، وہی آ کر میرے مصلے پر نماز پڑھائے، تو تینوں مرتبہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میرے باپ ابوبکرؓ بیمار ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا، عائشہ! یابی اللہ الا ابابکر ...... میں کیا کروں میرا خدا ابوبکرؓ کے علاوہ اور کسی کو میرے مصلے پر کھڑا کرنے کے لئے راضی نہیں ہوتا۔

چنانچہ ابوبکرؓ تشریف لائے۔ ابوبکر صدیقؓ نے حضور ﷺ کی زندگی میں ۱۷ نمازیں حضور ﷺ کے مصلے پر پڑھائیں اور وہ سترہ نمازیں ابوبکرؓ کے پیچھے علی المرتضیٰؓ نے پڑھیں وہ سترہ نمازیں حسنینؓ نے پڑھیں۔

میرے دوستو! اگر ابوبکرؓ پر تجھے اعتراض ہے تو اعتراض پہلے علیؓ پر کر، علیؓ سے پوچھ کہ یہ سترہ نمازیں تو نے ابوبکرؓ کے پیچھے کیوں پڑھیں۔ اگر تو کہتا ہے کہ ابوبکرؓ کے پیچھے علیؓ نے نماز نہیں پڑھی، تو مجھے بتا کہ علیؓ کہاں تھے؟ علیؓ نے کوئی علیحدہ مسجد بنائی تھی، علیحدہ جماعت کرائی تھی، گھر میں نماز پڑھی تھی، اس کا ثبوت کو پیش کر۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ کس نے پڑھایا:

اور جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں مجھے بتا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کرنے والا کون تھا؟ فاطمہ جب فوت ہو گئیں تو غسل دینے والا کون تھا؟

جنازہ پڑھانے والا کون تھا؟

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کا زمانہ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی بیوی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کرنے کے لئے گئیں۔ چار دن تک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کرتی رہیں۔ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا دنیا سے رخصت ہوگئیں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیوی نے سیدہ کو غسل دیا۔ ابوبکر صدیقؓ کی بیوی نے سیدہ کو کفن پہنایا۔ ابوبکر صدیقؓ کی بیوی نے سیدہ کا جنازہ تیار کیا۔

اور جب جنازہ تیار ہوگیا، تو جنازہ اٹھا کر مسجد نبوی کے دروازے کے باہر لا کر رکھا گیا، جنازہ پڑھانے کا وقت ہے، ابوبکرؓ کی خلافت کا زمانہ ہے۔ علیؓ بھی موجود ہیں، حسنؓ بھی موجود ہے، حسینؓ بھی موجود ہے تو تحفۃ العوام شیعہ کی کتاب میں لکھا ہے جلاء العیون کی روایت ہے کہ جب جنازہ مسجد نبوی کے سامنے رکھا گیا، تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا علیؓ یہ بیوی آپ کی ہے، بیٹی پیغمبر ﷺ کی ہے، اس کا جنازہ آپ پڑھائیں تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ اے ابوبکرؓ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے حضور ﷺ نے فرمایا......

لاینبغی لقوم فیھم ابابکر ان یؤمھم غیرہ...... کہ جس قوم میں ابوبکرؓ موجود ہوں کسی اور کے لئے جائز نہیں کہ مصلے پر کھڑا ہو۔

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت علیؓ کی بیان کردہ اس حدیث کے بعد جو ترمذی شریف میں بھی موجود ہے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پڑھایا اور صدیقؓ کی بیوی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دے، یہ اعتراض علیؓ پر کر کہ تو نے صدیقؓ کی بیوی کو گھر میں آنے کیوں دیا؟ اور جب جنازہ پڑھا گیا اعتراض علیؓ پر کر کہ تو نے اے علیؓ ابوبکرؓ سے جنازہ کیوں پڑھایا؟ اور جب جنازے کی نیت ابوبکرؓ نے باندھی تو

علیؓ بھی پیچھے کھڑا ہے
حسنؓ بھی کھڑا ہے
حسینؓ بھی کھڑا ہے

عباسؓ بھی کھڑا ہے

بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم پیچھے کھڑے ہیں

اگر اعتراض ابوبکرؓ پر ہے تو پہلے اعتراض علیؓ پر کر، علیؓ سے پوچھ کہ تو علیؓ کھڑا کیوں ہوا؟ حسنؓ تو نے اپنی ماں کا جنازہ صدیقؓ کے پیچھے کیوں پڑھا؟ اے حسینؓ تو نے اپنی ماں کا جنازہ صدیقؓ کے پیچھے کیوں پڑھا؟

اے دشمن ابوبکرؓ، تیری دشمنی ابوبکرؓ سے بعد میں ہے، پہلے تو دشمن علیؓ کا ہے، پہلے تو دشمن حسینؓ کا ہے، پہلے تو دشمن حسنؓ کا ہے، اگر واقعی تیرا اعتراض ابوبکرؓ پر ہے تو بتا یہ اعتراض ابوبکرؓ پر بنتا نہیں، ابوبکرؓ تو مصلے پر، امامت پر، علیؓ نے کھڑا کیا ہے، تو علیؓ سے دشمنی رکھتا ہے تیرے سے بڑا علیؓ اور حسینؓ کا دشمن دنیا میں کوئی نہیں۔

خلفاء ثلاثہ کی سیدنا علی سے محبت:

ان کا آپس میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ ان کی آپس میں کوئی لڑائی نہ تھی۔ ان کا آپس میں کوئی جھگڑا نہیں تھا، اگر ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم درمیان سے نکال دیں، جس طرح رافضیوں کی کتابوں میں لکھا ہے میں نے ان کی سات کتابوں میں پڑھا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابوبکر وعمر اسلام سے خارج ہیں، ابوبکر وعمر کے اسلام کا اعتماد نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ تم ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم کو درمیان سے نکال دو، نکال کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی ثابت نہیں کر سکتے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو علیؓ کے گھر میں بھیجنا ثابت نہیں کر سکتے۔

مجھے بتاؤ کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت علیؓ سے شادی ہوئی۔ اس کی تحریک کس نے چلائی، اس کا آغاز کس نے کیا؟ ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم ایک مجلس میں بیٹھے ہیں، ابوبکرؓ نے کہا اے علیؓ، فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا پیغمبر ﷺ کے گھر میں موجود ہے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ مانگو نبی ﷺ سے۔

اس زمانے میں کسی کی بیٹی کا رشتہ مانگنا کوئی عیب نہیں تھا اور یہ عیب ہونا بھی نہیں چاہئے کہ کوئی کسی کے گھر میں جا کر اس کی بیٹی کا رشتہ مانگے، یہ کوئی عیب نہیں۔

حضرت علی المرتضیٰؓ سے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ پیغمبر ﷺ کے گھر میں بیٹی موجود ہے اور آپ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ مانگیں، علیؓ تشریف لے گئے اور جا کر سلام کر کے بڑے ادب سے جا کر کہا یا رسول اللہ ﷺ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے جب حضرت علیؓ کی بات سنی، تو پیغمبر ﷺ کو جلال نہیں آیا، نبی ﷺ کو غصہ نہیں آیا، پیغمبر ﷺ نے علیؓ کی بات سنی اور سننے کے بعد فرمایا...... **اھلاو سھلامر حبا**...... یہ لفظ بولے اور علی المرتضیٰؓ نے یہ لفظ سنے اور یہ لفظ سن کر واپس آئے، ان کی مجلس میں، علیؓ نے آ کر سارا ماجرا سنایا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم سے، کہ حضور ﷺ نے جواب میں یہ فرمایا تو ابوبکرؓ نے کہا علیؓ تجھے مبارک ہو، پیغمبر ﷺ نے تیرے لئے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ منظور کر لیا ہے، یہ تأویل...... **اھلاو سھلامر حبا**...... کی ابوبکرؓ نے بتائی کہ تیرے لئے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ منظور ہو چکا ہے۔

اب جناب رشتہ تو منظور ہو گیا، دو چار دس دنوں کے بعد حضور ﷺ نے علیؓ کو بلایا اور بلا کر فرمایا علی تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ علیؓ نے فرمایا کہ میرے پاس دو چیزیں ہیں، ایک تلوار ہے ایک زرہ ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ تلوار جہاد کے لئے ہے اور زرہ کو بازار میں لے جا کر بیچ دو، تا کہ اس زرہ کے خرچے سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں تیرے ساتھ کر سکوں، فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے سامان خریدا جائے۔

حضرت علیؓ وہ زرہ لے کر مدینہ کے بازار میں آئے اور مدینہ کے بازار میں زرہ لے کر جا رہے ہیں۔ عثمان غنیؓ سے ملاقات ہو گئی عثمان غنیؓ نے فرمایا! علیؓ کس طرح آئے ہو، تو فرمایا کہ نبی ﷺ کی بیٹی سے شادی کا وقت قریب آ گیا ہے اور میں یہ زرہ بیچنے آیا ہوں، تا کہ اس خرچے سے شادی ہو جائے، عثمان غنیؓ نے فرمایا کتنے پیسے زرہ کے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا ۴۸۰ درہم، اور ایک کتاب میں ہے ۵۰۰ درہم، قیمت مقرر ہو گئی، عثمان غنیؓ نے پانچ سو یا پونے پانچ سو درہم علی المرتضیٰؓ کے سپرد کئے اور زرہ لے لی، جب حضرت علیؓ چلنے لگے تو عثمان غنیؓ نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ نبی ﷺ کی بیٹی کی شادی کے اخراجات میں، میں بھی حصہ ڈالوں، اس لئے زرہ بھی واپس لے لو، عثمانؓ نے زرہ کے پیسے دے دیئے تھے، لیکن جب حضرت علیؓ چلنے لگے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں حصہ ڈالنے کے لئے عثمانؓ نے

زرہ بھی واپس دے دی۔

حضرت علیؓ نے فرمایا! زرہ واپس کیوں دیتا ہے؟ عثمانؓ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ رشتہ پیغمبر ﷺ کی بیٹی کا ہو اور خرچہ سارا عثمان غنیؓ کا ہو۔ حضرت عثمان غنیؓ نے زرہ بھی واپس دے دی، کتابوں میں موجود ہے۔ تاریخ کہتی ہے کہ جب حضور ﷺ کے پاس جا کر علی المرتضیٰؓ نے یہ واقعہ سنایا کہ عثمان غنیؓ نے مجھے اس طرح زرہ بھی واپس دے دی ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا اے اللہ میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا، اس وقت حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔

میرے دوستو! شادی کی تاریخ طے ہوگئی حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کو بلایا اور بلا کر فرمایا کہ یہ پیسے ہیں اور اس سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے کپڑے خریدو سامان خریدو۔

اب دیکھو یہ جہیز کا سامان ہے، خریدنے کے لئے پیغمبر ﷺ نے کس کو بلایا؟ ابوبکرؓ کو، عمرؓ کو، ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز کا سامان خریدنے کے لئے جائیں اور حضرت عثمانؓ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں اخراجات برداشت کریں۔

سیدنا علیؓ کی شادی اور گواہ:

جب شادی کا دن آیا تاریخ متعین ہوگئی، تو شادی کے وقت سے پہلے حضور ﷺ نے فرمایا علیؓ جاؤ، باراتی بلالو، باراتی ابوبکرؓ ہیں، عمرؓ ہیں، عثمانؓ ہیں، سعد بن عبادہؓ ہیں، عبدالرحمٰن ابن عوفؓ ہیں، سعد ابن ابی وقاصؓ ہیں اور بڑے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کو پیغمبر ﷺ نے بلایا، مجلس لگ گئی، نکاح کی مجلس ہے۔

ابوبکرؓ موجود ہے......

عمرؓ موجود ہے......

دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم موجود ہیں......

حضور ﷺ نے اس موقع پر جو خطبہ نکاح ارشاد فرمایا، اس خطبہ سے پہلے نکاح پیغمبر ﷺ نے کیسے پڑھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اے اللہ! تو گواہ رہنا میں اپنی بیٹی فاطمہ رضی

اللہ عنہا کا رشتہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم کو گواہ بنا کر علیؓ کے ساتھ کر رہا ہوں، پانچ سو درہم کے بدلہ میں۔

میرے بھائیو! فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علیؓ کے ساتھ ہو گیا اور جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا گواہ ابوبکرؓ ہے، گواہ عمرؓ ہے، آج کا رافضی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم کا دشمن ہے، ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم کو دائرہ اسلام سے خارج کہے، عثمانؓ کو کافر کہے، اے رافضی ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم سے دشمنی رکھ کر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو علیؓ کے گھر نہیں بھیج سکتا، فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ثابت نہیں کر سکتا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی اس مجلس کو برقرار نہیں رکھ سکتا۔

میرے دوستو! آپس میں اتنی محبت ہے کہ خرچہ دینے والا عثمان غنیؓ ہے، گواہ بننے والا ابوبکر وعمرؓ ہے، اور جس وقت نکاح ہو گیا، اب گھر میں فاطمہ رضی اللہ عنہا موجود ہے، فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رخصتی کے لئے تیار کرنا ہے، رخصتی کے لئے تیار کرنے والا کون ہے؟ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا گھر میں موجود ہے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا گھر مین موجود ہے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کپڑے سنوارے

عائشہ رضی اللہ عنہا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رخصت کرنے کے لئے گٹھڑی باندھے

عائشہ رضی اللہ عنہا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رخصت کرنے کے لئے چکی کا سامان تیار کرے......

عائشہ رضی اللہ عنہا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رخصت کرنے کے لئے سامان تیار کرے......

اور سامان کیا ہے؟ ایک توا ہے، ایک مصلےٰ ہے، ایک لوٹا ہے، باقی تھوڑا سا سامان ہے، ایک گدہ ہے، کھجوروں کی چھال کا، ایک تکیہ ہے کھجوروں کی چھال کا، مجھے بتا!

تو عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی برا کہے

تو ابوبکرؓ کو بھی برا کہے

اور عائشہ رضی اللہ عنہا گھر میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سنوارے اور ابوبکرؓ فاطمہ رضی

اللہ عنہا کے نکاح کا گواہ ہو، تو ان کو برا کہو کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی علیؓ سے کر ہی نہیں سکتا ہے، تیری دشمنی اگر ابوبکرؓ سے ہے، تو نہیں ابوبکرؓ سے دشمنی بعد میں ہے، فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پہلے ہے، علیؓ سے پہلے ہے، علیؓ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دشمنی کا اظہار کر، اس لئے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم سے دشمنی حقیقت میں علیؓ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دشمنی ہے۔

تیرے جیسا منحوس اور ملعون کائنات میں کوئی پیدا نہیں ہوا ہے کہ جو خاندان نبوت سے محبت کرے اور خاندان نبوت کے متوالوں اور نکاح کے گواہوں کو کافر کہے ایسا ذلیل اور ایسا کمینہ اور کافر روئے زمین میں کوئی نہیں کہ جو علیؓ سے محبت کا اعلان کرے اور صدیق وعمر رضی اللہ عنہم سے دشمنی رکھے۔

نکاح کوئی ثابت کر سکتا ہے؟ (نہیں) یہ رخصتی ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر میں موجود ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سر پر نبوت نے ہاتھ رکھا اور فرمایا بیٹی میں تجھے آج ایک ایسے آدمی کے سپرد کروں گا کہ جو مدینہ میں بہت بڑا علم والا ہے یہ حضرت علیؓ کی فضیلت ہے۔

شوہر کے آداب:

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا آج میں تجھے ایسے آدمی کے گھر میں بھیجنا چاہتا ہوں کہ جو زہد میں بہت بڑا ہے، جو علم میں بہت بڑا ہے، فاطمہ رضی اللہ عنہا اگر علی تجھ سے ناراض ہو گیا، نکاح کے بعد، تو پیغمبر ﷺ کے گھر میں تیرے لئے کوئی جگہ نہیں، یہ ادب ہے، یہ آداب ہیں شوہر کے جو پیغمبر ﷺ نے اپنی بیٹی کو سکھائے ہیں۔

والدہ کی یاد پر آنسو:

اب نبی ﷺ رخصت کرنے لگے ہیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ مکرمہ تھیں۔ وہ زندہ نہیں تھیں۔ دنیا میں موجود نہیں تھیں۔ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کا وقت آیا تو ام سلمٰی رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے کان میں کہہ دیا کہ اے کاش! اس وقت خدیجہ رضی اللہ عنہا فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اماں زندہ ہوتیں، یہ بات کہنے کی دیر تھی، نبوت کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے، پیغمبر ﷺ کی آنکھوں قطاریں لگ

گئیں، جب گھروں میں بیٹیوں کی رخصتی کا وقت آتا ہے تو باپ کو پتہ ہوتا ہے، بھائیوں کو پتہ ہوتا ہے کہ کتنی قیامت ہوتی ہے اور ماں موجود ہو، تو ماں بیٹی کو پھر کس طرح رخصت کرتی ہے، وہ ماں کو پتہ ہوتا ہے۔

ام سلمٰی رضی اللہ عنہا نے کہہ دیا اگر خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ ہوتی تو حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو آ گئے، فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی رونے لگیں اور صبر کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔

میرے بھائیو! یہ دیکھو حضرت علی المرتضیٰؓ جو دولہا بن کر حضور ﷺ کے گھر آیا تھا اور بارات نبی ﷺ کے گھر میں موجود ہے، اس بارات کے باراتیوں کو کوئی چھوڑ سکتا ہے، کوئی نظر انداز کر سکتا ہے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پیار کرنے والی، عائشہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ سکتا ہے۔

خلیفہ اول اور آئمہ کرام

میرے دوستو! جو آدمی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم کا دشمن ہے حقیقت میں وہ علیؓ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا دونوں کا دشمن ہے۔ ایک بات اور ذہن میں رکھیں، میں کہا کرتا ہوں کہ ابوبکرؓ کو درمیان سے نکال کر شیعہ لوگ اپنے بارہ امام ثابت نہیں کر سکتے، ابوبکر صدیقؓ کے تین لڑکے تھے اور تین لڑکیاں تھیں۔

بڑے لڑکے کا نام عبدالرحمٰنؓ

دوسرے لڑکے کا نام عبداللہؓ

تیسرے لڑکے کا نام محمدؓ

بڑی لڑکی کا نام اسماء رضی اللہ عنہا

دوسری لڑکا کا نام عائشہ رضی اللہ عنہا

تیسری لڑکی کا نام ام کلثوم رضی اللہ عنہا

یہ تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لڑکے عبدالرحمٰنؓ کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی اس لڑکی کا نام حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اپنی

بڑی بہن کے نام پر اسماء رکھا۔ سب سے چھوٹے لڑکے محمد کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا، انہوں نے اپنے لڑکے کا نام قاسم رکھا۔ یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا پوتا لگا اور وہ اسماء حضرت ابوبکر صدیقؓ کی پوتی لگی اس پوتے اور پوتی کا نکاح ہوا۔ اس نکاح کے نتیجے میں ایک لڑکی پیدا ہوئی اس لڑکی کا نام تھا ام فروئی۔

اس لڑکی کا نکاح کس سے ہوا؟ حضرت علی المرتضیٰؓ شیر خدا کے صاحبزادے کا نام حضرت حسینؓ ہے۔ حضرت حسینؓ کے صاحبزادے کا نام زین العابدینؓ ہے۔ زین العابدینؓ کے لڑکے کا نام امام باقرؒ ہے اس امام باقرؒ کے ساتھ ابوبکرؓ کی اس پڑپوتی اور دھوتی ام فروئی کا نکاح ہوا اور اس ام فروئی کے بطن سے امام جعفر صادق پیدا ہوئے۔

حضرت جعفر اور خلیفہ اول کی رشتہ داری:

اسی لئے امام جعفر صادقؒ فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکرؓ نے مجھے دو دفعہ جنا، ابوبکرؓ میرا ددھیال ہے۔ ابوبکرؓ میرا ننھیال ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ تم ابوبکرؓ کو کافر کہو، ابوبکرؓ کے گھر والوں کو کافر کہو اور امام جعفرؒ کو اپنا امام کہو، تیرے سے بڑا ابوبکرؓ کا دشمن کون ہے؟ ابوبکرؓ کی تعریف تو امام جعفرؒ کرے۔ امام جعفرؒ کہے کہ روئے زمین پر ابوبکرؓ سے بہتر کوئی نہیں، پیغمبر ﷺ کے بعد امام جعفرؒ کا قول ہے امام جعفرؒ کہے کہ ابوبکرؓ میرا ددھیال ہے، ابوبکرؓ میرا ننھیال ہے، ابوبکرؓ میرا پیشوا ہے، ابوبکرؓ میرا مقتدا ہے، ابوبکرؓ میرا امام ہے، ابوبکرؓ میرا بڑا ہے' ابوبکرؓ روئے زمین پر پیغمبر ﷺ کا پہلا جانشین ہے۔

امام جعفرؒ ابوبکرؓ کو اپنا امام کہے، ابوبکرؓ کو پیشوا کہے اور امام جعفرؒ کو پیشوا مان کر صدیق اکبرؓ کو برا کہے تیرے سے بڑا امام جعفرؒ کا دشمن دنیا میں کوئی نہیں، اس عشق کو دیکھو علیؓ سے محبت کرنے کا دعویٰ کرنے والو، ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ یہ رشتہ داری ہے۔

دشمن کا اعتراض اور اس کا جواب

حضرت علیؓ کی دوسری رشتہ داری حضرت عمرؓ سے تھی۔ علماء تشریف فرما ہیں، میں ایک بات کہتا ہوں، حضرت علیؓ کی آٹھ بیویاں تھیں یکے بعد دیگرے آٹھ بیویوں سے حضرت علیؓ کی شادی ہوئی اور آٹھ بیویوں کے پندرہ لڑکے اور اٹھارہ لڑکیاں تھیں۔

ایک رافضی مجھے کہنے لگا کہ جب میں نے کہا کہ ابوبکر صدیقؓ کی چار بیویاں تھیں، یکے بعد دیگرے، اس نے کہا کہ ابوبکرؓ کا ایک بیوی پر گزارہ نہیں ہوتا تھا، میں نے کہا ابوبکرؓ کی چار پر اعتراض ہے، علی المرتضیٰؓ کی آٹھ ہیں اور بیک وقت ابوبکرؓ کی چار نہیں تھیں، ایک سے زائد صدیقؓ نے کسی سے شادی نہیں کی۔ ایک فوت ہو جاتی تو دوسری شادی ہوتی۔ اگر چار صدیقؓ اکٹھی بھی کرتے تو جائز تھا۔ علی المرتضیٰؓ نے چار اکٹھی رکھیں۔ پانچ نہیں کیں۔

ابوبکر صدیقؓ کی چار بیویاں تھیں، حضرت عمر فاروقؓ کی چھ بیویاں تھیں، عثمان غنیؓ کی آٹھ اور ایک روایت کے مطابق سات بیویاں تھیں۔ عمر فاروقؓ کے سات لڑکے تھے اور چھ لڑکیاں تھیں۔ عثمان غنیؓ کے سات لڑکے تھے اور سات لڑکیاں تھیں اور علی المرتضیٰؓ کی بیویاں آٹھ تھیں، لڑکے پندرہ تھے، لڑکیاں اٹھارہ تھیں۔

میں نے کہا کہ دیکھو اگر تم کہتے ہو، علیؓ کا ابوبکرؓ سے اختلاف تھا، عمرؓ سے اختلاف تھا، عثمانؓ سے اختلاف تھا، چلو خلافت پر بقول تمہارے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم نے زبردستی قبضہ کر لیا بقول تمہارے زبردستی چھین لیا، لیکن یہ تو مجھے بتاؤ کہ علی المرتضیٰؓ کے پندرہ لڑکوں میں تین لڑکوں کا نام ابوبکرؓ تھا، ایک فوت ہو جاتا تو دوسرے کا نام ابوبکرؓ رکھ دیتے۔

تین لڑکوں کا نام ابوبکر

تین لڑکوں کا نام عمر

دو لڑکوں کا نام عثمان

ایک لڑکے کا نام طلحہ

علی کی ایک لڑکی کا نام عائشہ

علی کی ایک لڑکی کا نام حفصہ

علی کی ایک لڑکی کا نام میمونہ

تو کہتا ہے کہ علیؓ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی دشمنی تھی، تو کہتا ہے کہ علیؓ اور ابوبکرؓ کی دشمنی تھی، تو کہتا ہے کہ علیؓ اور عمرؓ کی دشمنی تھی۔

میں سوال کرتا ہوں کہ کوئی آدمی اپنے دشمن کے نام پر بچے کا نام رکھتا ہے؟ اپنے دشمن کے نام پر بچی کا نام رکھتا ہے، دشمنی اگر ہوتی تو علیؓ اپنے بیٹے کا نام ابوبکرؓ نہ رکھتے۔ علیؓ

اپنے بیٹے کا نام عمرؓ نہ رکھتے، علیؓ اپنے بیٹے کا نام عثمانؓ نہ رکھتے، عائشہ، حفصہ، میمونہ اپنی بیٹیوں کا نام نہ رکھتے، ان کی دشمنی کوئی نہ تھی، یہ بغض وعداوت، یہ کفر وشرک، یہ غلاظت یہ بکواس یہ حسد، یہ دشمن صحابہ کے دل میں ہے، علیؓ ابوبکرؓ کا محب تھا اور ابوبکرؓ علیؓ کا محب تھا، خاندان نبوت سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔

دشمن کی غلط ذہنیت:

ایک رافضی مجھے کہنے لگا کہ علیؓ نے اپنے بچوں کا نام اپنے دشمنوں کے ناموں پر اس لئے رکھا تا کہ دشمن ہر وقت سامنے رہے، کتنی بڑی جہالت ہے کہ دشمن کے نام پر بچوں کا نام اس لئے رکھا کہ دشمن ہر وقت سامنے رہے۔

میں نے کہا کہ پھر تم اس طرح کرو کہ اپنے کسی بیٹے کا نام شمر رکھو، کسی کا نام یزید رکھو، کسی کا نام ابن زیاد رکھو، تمہارے دشمن ہر وقت تمہارے سامنے رہیں، صبح وشام تک ان کی پٹائی بھی کرتے رہو اور اپنا غصہ بھی ٹھنڈا کرتے رہو۔

حدیث کا غلط مفہوم:

ایک آدمی کہنے لگا کہ حضور ﷺ نے فرمایا......

من کنت مولاہ فعلی مولاہ......

جس کا میں مولا اس کا علی مولا......

میں نے کہا کہ بالکل ٹھیک ہے، میں نے کہا کہ دیکھو، اس سے خلافت اوّل کیسے ثابت ہوئی۔

دمادم مست قلندر
علی دا پہلا نمبر

حضور ﷺ نے فرمایا......من کنت مولاہ فعلی مولاہ ......جس کا میں مولا اس کا علی مولا...... میں نے کہا کہ یہ عربی کا مولا ہے، یہ پنجابی کا مولا جٹ نہیں ہے۔ عربی میں مولا کے انتیس معنی آتے ہیں۔ آپ کہتے ہو کہ مولا کا معنی خلیفہ اوّل، یہ تو ان انتیس معنی میں کوئی معنی نہیں ہے۔

مولا کا معنی آقا...... مولا کا معنی سید...... مولا کا معنی دوست...... مولا کا معنی دوست...... مولا کا معنی رشتہ دار...... مولا کا معنی خالہ زاد بھائی...... مولا کا معنی ماموں زاد بھائی...... مولا کا معنی صبح کا ساتھی...... مولا کا معنی دوپہر کا ساتھی...... مولا کا معنی شام کا ساتھی...... مولا کا معنی پڑوس کا ساتھی...... مولا کا معنی ہر وقت کا ساتھ رہنے والا...... مولا کا معنی بچپن کا ساتھی...... مولا کے انتیس معنی ہیں۔

ان انتیس معنوں میں کوئی معنی خلیفہ بلافصل کا نہیں آتا ہے اور یہاں مولا کا معنی کیا ہے؟ آپ کہتے ہو کہ خلیفہ اوّل، میں کہتا ہوں کہ مولا کا معنی چچازاد بھائی...... من کنت مولاہ فعلی مولاہ...... میں علیؓ کا چچازاد بھائی، علیؓ میرا چچازاد بھائی، اس سے خلافت اوّل کیسے ثابت ہوگئی۔

میں علم نبوت کا شہر اور علی دروازہ:

اس نے کہا کہ چلو یہ تو ٹھیک ہے حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ...... انا مدینۃ العلم وعلی بابھا...... میں علم نبوت کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے، میں نے کہا کہ بالکل حضور ﷺ نے فرمایا، لیکن حضور ﷺ سے اتنی حدیث نہیں ہوئی کہ میں علم نبوت کا شہر ہوں اور شہر تو عمارت کو کہتے ہیں اور شہر کس کو کہتے ہیں؟ رونق، پیغمبر ﷺ نے رونق کا ذکر کیا اور بعد میں دروازے کا ذکر کر دیا یہ تو پیغمبر ﷺ کے اعجاز کلام کے خلاف ہے کہ پیغمبر ﷺ عمارت کے بغیر دروازے کا ذکر کریں۔

پنڈی کے دوستو! تم بتاؤ، بغیر عمارت کے کہیں دروازہ کھڑا دیکھا؟ شاید آپ کے علاقے میں بغیر عمارت کے دروازہ کھڑا ہوتا ہو، پیغمبر ﷺ نے فرمایا...... انا مدینۃ العلم وعلیٌّ بابُھا...... اگر چھٹی یا ساتویں ہجری میں رافضیت کے پروپیگنڈے کی وجہ سے حدیث شریف کے شروع مشکوٰۃ میں درج نہیں ہو سکے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ پیغمبر ﷺ کی حدیث ہی اتنی ہے؟ تفسیر جمل میں پوری حدیث موجود ہے تفسیر عزیزی میں پوری حدیث موجود ہے۔

حضور ﷺ سے کسی نے پوچھا آپ کی امت میں ابوبکرؓ کا کیا مقام ہے، عمرؓ کا کیا

مقام ہے، عثمانؓ کا کیا مقام ہے؟ علیؓ کا کیا مقام ہے؟ حضور ﷺ نے ترتیب وار تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقام بتلائے۔

اگر میں ایک منٹ کے لئے مان لوں کہ حدیث صرف اتنی ہے کہ جتنی تم بیان کرتے ہو کہ...... اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا...... میں علم نبوت کا شہر ہوں اور علیؓ اس شہر کا دروازہ ہے اور تم کہتے ہو کہ دروازے کی اجازت کے بغیر اندر کوئی نہیں جا سکتا۔ علیؓ دروازے پر کھڑا ہے تو میں سوال کرتا ہوں کہ دو آدمی چودہ سو سال پہلے اندر چلے گئے تھے، وہ ابوبکرؓ و عمرؓ دروازے سے ہی گزر کر اندر گئے تھے۔ اگر علیؓ دروازہ ہے تو یہ بتاؤ وہ دونوں جو اندر گئے تھے وہ علیؓ سے پوچھ کر گئے تھے یا زبردستی چلے گئے تھے۔ اگر وہ علیؓ سے پوچھ کر گئے تو میں ملنگ سے پوچھتا ہوں کہ تجھے کیا تکلیف ہے اگر وہ علی ؓ سے پوچھ کر ہمیشہ کے لئے نبی کے پاس چلے گئے تو پھر ملنگ کو کیا تکلیف ہے اور اگر یہ زبردستی چلے گئے تو پھر ان کو چاہئے کہ آج کے بعد علیؓ کو مشکل کشا نہ کہیں اور یہ تو اس وقت ہے کہ جب حدیث کا آخری ٹکڑا مانا جائے۔

لیکن آپ کو میں پوری حدیث سنانا چاہتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا......

اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَاَبُوْبَکْرٌ اَسَاسُهَا......

میں علم نبوت کا شہر ہوں، ابوبکرؓ اس شہر کی بنیاد ہے......

وَاَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعُمَرُ جِدَارُهَا......

میں علم نبوت کا شہر ہوں عمرؓ اس شہر کی دیواریں ہیں......

وَاَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعُثْمَانُ سَقْفُهَا......

میں علم نبوت کا شہر ہوں اور عثمانؓ اس شہر کی چھت ہے......

وَاَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا......

میں علم نبوت کا شہر ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہے۔

میں نے کہا کہ دروازہ چوتھے نمبر پر ہوتا ہے۔ علیؓ کا چوتھا نمبر ہے، بنیاد پہلے صدیقؓ پہلے، دیوار دوسرے نمبر پر، عمرؓ دوسرے نمبر پر، چھت تیسرے نمبر پر، عثمانؓ تیسرے نمبر پر، دروازہ چوتھے نمبر پر علیؓ چوتھے نمبر۔

مولودِ کعبہ اور خلافت:

ایک آدمی نے کہا کہ حضرت علیؓ مولود کعبہ ہیں۔ میں نے کہا کہ کعبہ میں پیدا ہونا عظمت کی دلیل نہیں، اگر عظمت کی دلیل ہوتا تو اللہ اپنے نبی ﷺ کو کعبہ میں پیدا کرتا اور حضرت علیؓ سے پہلے حضرت حکیم بن حزامؓ بھی کعبہ میں پیدا ہوئے تھے۔

حکیم بن حزام کی خیرات:

حضرت حکیم بن حزامؓ نے ایک محل بنایا دمشق میں جس پر اَسّی لاکھ درہم خرچہ آیا۔ پھر اس محل کو فروخت کرنے کا پروگرام بنا تو وہ محل ۶۰ لاکھ درہم میں فروخت ہوا۔ اس کو خریدنے والا امیر معاویہ بن ابوسفیانؓ تھا۔ جب حضرت معاویہؓ ۶۰ لاکھ درہم دے کر چلے گئے، تو حکیم بن حزامؓ کے پاس لوگ افسوس کرنے آگئے کہ حکیم بن حزامؓ آپ نے ساٹھ لاکھ درہم کا محل دے کر گویا کہ مفت دے دیا۔ اس کی قیمت اَسّی لاکھ درہم تھی۔ امیر معاویہؓ فائدے میں رہے۔

جب لوگ افسوس کرنے لگے تو حضرت حکیم بن حزامؓ نے علاقے میں اعلان کر دیا کہ سارے غرباء اور فقراء جمع ہوں، جب وہ لوگ جمع ہو گئے تو امیر معاویہؓ سے لی ہوئی رقم فقیروں اور غرباء میں بانٹ دی، اور بانٹ کر کہا کہ اب بتاؤ میں نفع میں رہا یا معاویہؓ نفع میں رہا۔ یعنی ساٹھ لاکھ درہم خیرات کر کے ان کو پتہ تھا کہ دس گنا دنیا میں ملے گا اور ستر گنا آخرت میں ملے گا تو انہوں نے کہا کہ اب بتاؤ میں نفع میں رہا یا معاویہؓ نفع میں رہا؟ یہ حکیم بن حزامؓ کی عظمت ہے۔

کہتے ہیں کہ کعبہ میں ولادت عظمت کی دلیل ہے، مسجد میں شہادت رفعت کی دلیل ہے، تو میں نے کہا کہ اگر مسجد میں شہادت بلندی کی دلیل ہے تو تم عمرؓ کو گالیاں دیتے ہو، حضرت علیؓ تو کوفہ کی جامع مسجد کے دروازے پر شہید ہوئے، لیکن حضرت عمرؓ تو مدینہ میں شہید ہوئے۔

مدینہ میں نہیں مسجد نبوی میں
مسجد نبوی میں نہیں پیغمبر ﷺ کے مصلے پر
مصلے پر نہیں نبی ﷺ کے محراب میں
محراب میں نہیں نماز فجر کی حالت میں

......اس عمرؓ کو گالیاں دیتے ہو......

فاطمہ حضور ﷺ کے جگر کا ٹکڑا:

شیعہ کا ایک اہم سوال ہے وہ کہتے ہیں کہ دیکھو، حضور ﷺ نے فرمایا......
اَلْفَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّيْ مَنْ اَذَاهَا فَقَدْ اَذَانِيْ ...... فاطمہ رضی اللہ عنہا محمد ﷺ کے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی، اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضور ﷺ نے ابوبکرؓ کے لئے فرمائی کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہؓ کو تنگ کیا اس نے مجھے تنگ کیا۔

میں نے ایک رافضی سے پوچھا کہ حضور ﷺ نے یہ حدیث ابوبکرؓ کے لئے کیوں فرمائی؟ اس نے کہا کہ اس لئے حضرت ابوبکرؓ کا حضور ﷺ کو پتہ تھا کہ اس نے میری بیٹی کو تنگ کرنا ہے۔ نعوذ باللہ، اس نے میری بیٹی کو دھکے دینے ہیں، اس لئے حضور ﷺ نے ابوبکرؓ کے لئے فرمایا کہ جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تنگ کیا اس نے مجھے تنگ کیا۔

میں نے کہا پاگل کہیں کے، تو دشمنی اور بغض کو کہاں تک لے گیا۔ میں نے کہا کہ میں تجھے بتاتا ہوں کہ یہ حدیث حضور ﷺ نے کس کے لئے فرمائی۔ اگر حضور ﷺ نے ابوبکرؓ کے لئے حدیث فرمائی تھی تو حضور ﷺ ابوبکرؓ کو بلا کر کہہ دیتے کہ ابوبکرؓ دیکھنا میری بیٹی کو تنگ نہ کرنا۔ صبح و شام تو ابوبکرؓ نبی ﷺ کے ساتھ رہتے تھے علیحدہ حدیث بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

میں نے کہا کہ آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تاریخ کی کتابیں کہتی ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ حدیث اس موقع پر فرمائی کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا روتی ہوئی علی المرتضیٰؓ کے گھر سے نبی ﷺ کے گھر آئی۔ حضور ﷺ نے پوچھا بیٹی کیوں روتی ہے؟ تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا یا رسول اللہ! ابا جان میں اس لئے روتی ہوں کہ تمہارے چچا زاد بھائی علیؓ نے ابوجہل کی لڑکی عکرمہ کی بہن سے شادی کا ارادہ کرلیا ہے اور باقاعدہ منگنی ہوچکی ہے میں اس لئے روتی ہوں کہ جس گھر میں محمد ﷺ کی بیٹی ہوگی اس گھر میں محمد ﷺ کے دشمن کی بیٹی کیسے آئے گی؟

حضور ﷺ نے جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بات سنی، اسی وقت علیؓ کو بلایا اور علی المرتضیٰؓ کو بلا کر کہا اے علیؓ تجھے پتہ نہیں:

الفاطمہ بضعۃ منی من اذاھا فقد اذانی......

فاطمہ محمد ﷺ کے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہ کو تنگ کیا اس نے مجھے تنگ کیا۔

اور فرمایا کہ تو فاطمہ کو تنگ کرتا ہے؟ حضرت علی المرتضیٰؓ نے اسی وقت اسی مجلس میں اعلان کر دیا کہ میں نے ابوجہل کی لڑکی سے شادی کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔

یہ حدیث حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کے لئے فرمائی، لیکن تو ابوبکرؓ کی دشمنی میں آ کر حدیث کو غلط جگہ فٹ کرتا ہے تجھے شرم آنی چاہئے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام لیتے ہو......سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تو مثالی کردار یہ ہے کہ سیدہ کا آخری وقت ہے فرماتی ہیں کہ علیؓ میرا جنازہ رات کو اٹھے، فرمایا، تیرے جنازے میں چکوں کے لوگ شامل ہوں گے، فرمایا! علیؓ میں وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہوں کہ جس کے چہرے کو یا مصطفیٰ ﷺ نے دیکھا ہے یا مرتضیٰؓ نے دیکھا ہے، میں چاہتی ہوں کہ میرے کفن پر بھی کسی کی نظر نہ پڑے۔

علی سب سے بہتر:

میرے بھائیو! حضور ﷺ نے فرمایا کہ......**اقضاھم**......علیؓ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے بارے میں فرمایا تھا......

لولاعلی لھلک عمر ......آج اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا، تو میں نے کہا کہ یہی بات حضرت معاذؓ کے بارے میں بھی فرمائی ہے......**لولامعاذ لھلک عمر**......آج اگر معاذؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔

حضرت علیؓ کا حیران کن فیصلہ

حضرت علیؓ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہیں۔ ایک آدمی کا گزر ہوا پولیس اس کو گرفتار کر کے لے جارہی ہے، حد لگانے کے لئے کوڑوں کی، وہ نوجوان لڑکا تھا۔ اس نے کہا کہ مجھے بے گناہی کے باوجود سزا مل رہی ہے حضرت علیؓ نے پوچھا کہ تجھے کیسے سزا مل رہی ہے؟ اس لڑکے نے کہا کہ یہ جو عورت سامنے آرہی ہے۔ یہ عورت میری ماں ہے، جب اس لڑکے نے کہا کہ یہ عورت میری ماں ہے، تو وہ عورت چیخ کر کہنے لگی اے علیؓ میں اس کی ماں نہیں ہوں، میری تو ابھی تک شادی نہیں ہوئی، اس عورت کا بھائی کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اس

نے کہا کہ یہ میری ماں ہے یہ لڑکا جھوٹ بولتا ہے، ہماری بہن کی تو ابھی شادی نہیں ہوئی۔ ہماری بہن ابھی تک کسی کے گھر گئی نہیں، یہ لڑکا کیسے پیدا ہوگا، تو گویا کہ اس لڑکے نے ہماری بہن پر ناجائز تہمت لگائی ہے، کسی آدمی سے ملنے کی، اس ناجائز تہمت کی وجہ سے اس لڑکے کو اسی کوڑوں کی سزا مل رہی ہے۔

حضرت علیؓ بڑے حیران ہوئے کہ یہ لڑکا کہتا ہے کہ یہ میری ماں ہے اور عورت کہتی ہے کہ میری ابھی تک شادی نہیں ہوئی، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ بڑی عجیب بات تھی۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کی غیرت کی انتہا نہ رہی۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کی غیرت کی انتہا نہ رہی۔ حضرت علی المرتضیٰؓ اسی وقت اُٹھے اور جا کر حضرت فاروق اعظمؓ سے کہا، اس کیس کی تفتیش مجھے دے دی جائے، حضرت علیؓ نے اس کیس کی تفتیش اپنے ذمہ لے لی اور تفتیش لینے کے بعد حضرت علیؓ دونوں فریقین کو لے کر مسجد نبوی میں آگئے، مسجد نبوی کے ایک کونے میں آکر کہا کہ جو فیصلہ میں کروں وہ تجھے منظور ہے؟ اس نے کہا منظور ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایک کاغذ پر لکھ دے، اس عورت نے لکھ دیا، کہ جو فیصلہ علی المرتضیٰؓ کریں وہ مجھے منظور ہے پھر اس کے بعد اس لڑکے سے کہا کہ فیصلہ میں کروں وہ تجھے منظور ہے؟ لڑکے نے بھی کہا کہ مجھے منظور..... تو دونوں نے لکھ دیا۔

لکھوانے کے بعد اب حضرت علی المرتضیٰؓ نے دوبارہ تفتیش شروع کی، شیر خدا نے فرمایا لڑکے سے، کہ تو واقعی اس عورت کا لڑکا ہے؟ اس نے کہا کہ واقعی یہ میری ماں ہے، علیؓ نے فرمایا کہ تیرے پاس اس کا کوئی گواہ ہے، اس لڑکے نے کہا کہ اس کا میرے پاس کوئی گواہ ہے، یہ میرے ماموں ہیں، یہ میری ماں ہے، گواہ میرا اور کون ہوتا، ماموں گواہ ہوتے ہیں، میرا باپ فوت ہو چکا ہے، اور میرا چچا کوئی نہیں۔

اس عورت سے کہا کہ واقعی یہ تیرا لڑکا نہیں، کہا کہ میرا لڑکا نہیں، اس نے کہا کہ میری تو ابھی تک شادی نہیں ہوئی۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کہ اس بات کے گواہ ہیں، اس نے کہا کہ ہاں بالکل یہ میرے بھائی گواہ ہیں کہ میری ابھی تک شادی نہیں ہوئی، بڑی عجیب بات ہے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ کی ذہانت اور عقل کا اندازہ کریں، حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا اچھا اب میں فیصلہ کرنے لگا ہوں۔ تم دونوں نے لکھا ہے کہ منظور ہے۔ عورت سے کہا کہ تیری شادی واقعی نہیں ہوئی؟ (نہیں جی) لڑکے سے کہا کہ واقعی تیری ماں ہے؟ (جی میری

ماں ہے) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے تصدیق کی کہ میری شادی نہیں ہوئی۔

حضرت علی المرتضیٰؓ نے اس لڑکے کا ہاتھ پکڑا اس مجلس میں لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر اس عورت کے ہاتھ کے قریب کرتے ہوئے کہا کہ اے عورت میں نے تیرا نکاح اس لڑکے کے ساتھ ۵۰۰ درہموں کے بدلہ میں کر دیا۔

اور لڑکے کو حکم دیا کہ اس بیوی کو لے کر چلے جاؤ اور آٹھ دن کے بعد آ کر مجھے بتانا کہ میاں بیوی کے تعلقات ٹھیک ہیں یا نہیں۔ اپنے گھروں میں زندگی گزارو، بس اس کے بعد تمہارا فیصلہ ہوگا۔ جب اس لڑکے کے ہاتھ میں اس عورت کا ہاتھ آیا اور وہ لڑکا اس عورت کو لے کر جانے لگا، تو وہ عورت چیخ کر کہنے لگی کہ ماں کے ساتھ بیٹے کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ اس نکاح نے یہ ثابت کر دیا، عورت کو بولنے پر مجبور کر دیا کہ واقعی میں اس لڑکے کی ماں ہوں اور ماں کے ساتھ بیٹے کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا تو نے یہ جھوٹ کیوں بولا کہ یہ میرا لڑکا نہیں ہے تو وہ عورت کہنے لگی، میرا خاوند جس سے یہ لڑکا ہے وہ فوت ہو چکا ہے اس کی بہت بڑی جائیداد ہے اور میرے بھائی میرا کسی اور جگہ رشتہ کرنا چاہتے ہیں اور اس جائیداد پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے مجھے زور دیا کہ تو انکار کر دے کہ میری اولاد کوئی نہیں، تاکہ یہ جائیداد ہمیں مل جائے اس لئے میں نے جھوٹ بولا۔

میرے دوستو! جب یہ سارا واقعہ حضرت عمرؓ کے پاس آ کر کھولا گیا تو حضرت فاروق اعظمؓ نے علی المرتضیٰؓ کی ذہانت وفطانت کو دیکھ کر کہا:......

لولا علی لھلک عمر......

آج اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔

شہر علم کا تاجدار انہی کو کہتے ہیں۔ تقویٰ کے ساتھ علوم کی گہرائی اسی کو کہتے ہیں، لیکن مقام ہر ایک کا اپنی جگہ پر ہے۔

حضرت علیؓ کا ایک اور اہم فیصلہ:

میرے بھائیو! حضرت علی المرتضیٰؓ کے بارے میں یہ بات حضرت عمر فاروقؓ نے فرمائی تھی ایک دفعہ...... **لولا علی لھلک عمر......** کہ آج اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک

ہو جاتا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ ایک واقعہ ایسا پیش آیا کہ اس واقعہ کی وجہ سے حضرت عمر فاروقؓ کو یہ بات کہنی پڑی، ایک آدمی کو حضرت عمر فاروقؓ کی عدالت نے سزائے موت سنائی، کس جرم میں؟...... کہ اس نے اپنے مالک کو قتل کیا تھا۔

حضرت علیؓ بازار سے گزر رہے تھے۔ فیصلہ اس لڑکے کے خلاف ہو چکا تھا کہ مالک کے قتل کے بدلہ میں اس کو قتل کر دیا جائے اور اسے قتل کرنے کے لئے سپاہی لے جا رہے تھے۔ راستے میں حضرت علی المرتضیٰؓ ملے، اس لڑکے نے کہا کہ اے علیؓ! میں بے گناہ ہوں، مجھے بغیر جرم کے مارا جا رہا ہے میری سزا قتل نہیں بنتی۔

حضرت علیؓ کھڑے ہو گئے، سپاہیوں سے کہا کہ ٹھہرو، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تو کیسے بے گناہ ہے؟ اور حضرت علیؓ نے سپاہیوں سے پوچھا کہ اس کا جرم کیا ہے؟ انہوں نے کہا اس نے مالک کو قتل کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا کہ تو نے واقعی قتل کیا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں قتل کیا ہے۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ پھر تو بے گناہ کیسے ہے؟ اس لڑکے نے کہا کہ میرا مالک مجھ سے زیادتی کرنا چاہتا تھا۔ بدفعلی کرنا چاہتا تھا۔ تو میں نے اپنی عزت بچانے کے لئے اسے مارا ہے۔ اگر عزت بچانے کے لئے کوئی کسی کو مارے تو اس کی سزا قتل نہیں ہے۔ میں نے عزت کو بچانے کے لئے اسے قتل کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں تیرے پاس کوئی گواہ ہے کہ اس نے تیرے ساتھ بدفعلی کا ارادہ کیا اور اس وجہ سے تو نے اسے مارا؟ اس نے کہا کہ کوئی گواہ نہیں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس نے میرے ساتھ برائی کا ارادہ کیا اور مجھ سے بدفعلی کرنے لگا تو میں نے اسے جان بچانے کے لئے قتل کیا۔

حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ اس آدمی کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے لیکن اس فیصلے پر نظر ثانی کے لئے مجھے اجازت دی جائے تو میں اس قتل کی تفتیش کروں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اجازت دے دی۔ جب حضرت علیؓ اس قاتل کو لے کر اور سپاہیوں کو لے کر چلے تو حضرت علیؓ نے پوچھا کہ تیرے مالک کی قبر کہاں ہے؟ یہ دنیا کی تاریخ کا انوکھا واقعہ ہے کہ حضرت علیؓ نے پوچھا کہ تیرے مالک کی قبر کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ قبرستان میں، قبرستان چلے، مالک کو قتل ہوئے سات دن گزر چکے تھے، مالک کی قبر پر پہنچے، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس کی قبر کو کھولو، مالک کی قبر کھولی گئی جب قبر کھولی تو وہ مردہ

موجود نہیں۔

اس مالک کے رشتہ داروں کو بلایا۔ اور رشتہ داروں سے پوچھا کہ اس کے مالک کی قبر یہی ہے، انہوں نے کہا کہ یہی ہے۔ تصدیق ہوگئی کہ مالک اسی قبر میں ہے، اور قبر میں مالک نہیں تھا۔ حضرت علیؓ واپس آئے حضرت عمر فاروقؓ سے کہا کہ لڑکا بے گناہ ہے اس کو چھوڑ دو۔

حضرت عمر فاروقؓ نے پوچھا کیسے؟ انہوں نے حضور ﷺ کی ایک حدیث پیش کی، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک حکم ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی لڑکوں کے ساتھ بدفعلی، غیر فطری فعل کا مرتکب ہوگا جب وہ مرے گا، اس کو دفن کیا جائے گا تو دفن کرنے کے ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر اس کی لاش کو قوم لوط کے قبرستان میں پہنچا دیا جائے گا۔ یہ حضور ﷺ کی حدیث ہے، سات دن ہوگئے اس کی قبر کو کھولا یہ اس قبر میں موجود نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی لاش کو قوم لوط کے قبرستان میں پہنچا دیا گیا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ واقعی وہ بدفعلی کا ارادہ کرتا تھا اس لئے اس لڑکے نے اپنی عزت بچانے کے لئے مالک کو قتل کیا۔

اے امیر المومنینؓ اس کو قتل کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت علیؓ کے استدلال کو سن کر اور پیغمبر ﷺ کی حدیث سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا...... لولا علی لھلک عمر...... آج اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ایک بے گناہ کو قتل کر کے ہلاک ہو جاتا۔

میرے بھائیو! حضرت علی المرتضیٰؓ کی ذہانت، فطانت، مسلمہ حقیقت ہے۔ حضرت علیؓ کے بارہ میں علماء نے لکھا ہے کہ روحانیت کے چاروں سلسلہ کے بانی حضرت علیؓ ہیں۔

حضرت علیؓ روحانی سلسلوں کے بانی ہیں

حضرت علیؓ فاتح خیبر ہیں

حضرت علیؓ صاحب الاسرار ہیں

حضرت علیؓ صاحب ذوالفقار ہیں

حضرت علیؓ اس تلوار ذوالفقار کے مالک ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں دی تھی۔

حضرت علیؓ عظمت والے ہیں

حضرت علیؓ بیان والے ہیں

حضرت علیؓ فقیہہ ہیں

حضرت علیؓ ۲۶ علوم کے ماہر ہیں

حضرت علیؓ بلندیوں والے ہیں

حضرت علیؓ رفعتوں والے ہیں

حضرت علیؓ قاضی ہیں

اَقْضَاهُمْ عَلِیٌّ ...... حضور ﷺ نے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا علی ابن طالب ہے، علی المرتضیٰؓ ہیں۔

میرے بھائیو! نام علیؓ ہے، لقب مرتضیٰؓ ہے، نام علیؓ ہے لقب اسد اللہ الغالب بھی ہے، نام علیؓ ہے لقب ابوالحسن ہے...... نام علیؓ ہے کنیت ابوتراب بھی ہے...... نام علیؓ کنیت ابوالحسن بھی ہے...... علیؓ کی کنیت ابوالحسنین بھی ہے...... علیؓ کی کنیت ابوزید بھی ہے...... یہ حضرت علیؓ کی کنیتیں ہیں۔

میرے بھائیو! حضرت علیؓ حضور ﷺ کے رشتہ دار ہیں ایک تو حضور ﷺ کے چچازاد بھائی اور ایک پیغمبر ﷺ کی بیٹی اور چہیتی بیٹی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت علی المرتضیٰؓ اتنی عظیم ہستی ہے، کتنے بلند ہیں کتنے اعلیٰ مقام والے ہیں، لیکن اس علیؓ کو دیکھو کہ اتنی بلندی والا علیؓ ہے، اتنی عظمتوں والے علیؓ ہیں، حضور ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے بارے میں فرمایا کہ اے علیؓ تیری مثال میری امت میں حضرت عیسیٰ ابن مریم کی ہے کہ عیسیٰ ابن مریم کی وجہ سے پچھلی قوموں کے دو طبقات گمراہ ہو گئے اور اے علیؓ تیری وجہ سے میری امت کے دو طبقات گمراہ ہوں گے۔

تین طبقات اور کامیابی:

حضور ﷺ نے فرمایا کہ تیری مثال عیسیٰ ابن مریم کی ہے۔ ان سے یہودیوں نے بغض رکھا۔ عیسیٰ اللہ کے سچے نبی تھے۔ یہودی ان کی دشمنی میں اتنے آگے چلے گئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو برا کہتے ہوئے حدود کراس کر گئے۔ وہ یہودیوں کا طبقہ گمراہ ہوا۔

اور ایک طبقہ عیسائیوں کا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنانے لگا، وہ بھی گمراہ ہو گیا، یعنی ایک طبقہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بغض رکھا وہ بھی گمراہ ہوا ایک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنایا وہ بھی گمراہ ہوا۔

اے علیؓ! میری امت میں تیری مثال عیسیٰ ابن مریم کی ہے کہ تیرے ساتھ ایک طبقہ اتنی محبت کرے گا کہ وہ تجھے خدا کہے گا، تجھے مشکل کشاء کہے گا، تیرے نام کے نعرے لگائے گا، یا علی مدد کے کتبے لگائے گا، یعنی تجھے خدا کی جگہ پر بٹھا دے گا، وہ طبقہ بھی گمراہ ہو گا اور ایک طبقہ تجھ سے نفرت کرے گا خارجیوں والا طبقہ، جو حضرت علیؓ کی توہین کرتا ہے کراچی میں بھی وہ طبقہ ہے، وہ خارجی گروہ ہے، شیعہ حضرت علیؓ کو خدا کی مسند پر بٹھاتا ہے اور خارجی حضرت علیؓ سے نفرت کرتا ہے۔

میرے پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے دو طبقات گمراہ ہوئے کہ ایک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا وہ بھی گمراہ ہوا، ایک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نفرت کی وہ بھی گمراہ ہوا۔ تیسرا طبقہ مسلمانوں کا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا نبی مانتا ہے خدا نہیں مانتا۔ اللہ کا بندہ مانتا ہے خدا نہیں مانتا۔ وہ مسلمانوں کا طبقہ ہے، وہ کامیاب ہوا۔

اسی طرح میری امت میں اے علیؓ! تجھے خدا کی مسند پر بٹھائے گا، وہ بھی گمراہ ہو گا، ایک طبقہ تجھ سے نفرت کرے گا وہ بھی گمراہ ہو گا، تیسرا طبقہ سچا ہو گا جو تجھے تیری حیثیت میں رکھے گا اور وہ اہل سنت والجماعت ہو گا۔

رافضی حضرت علیؓ کو خدا کی مسند پر بٹھاتا ہے اور خارجی ان سے نفرت کا اظہار کرتا ہے میرے پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے دو طبقات گمراہ ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نفرت کرنے والا بھی گمراہ ہوا اور وہ طبقہ گمراہ ہوا اور محبت میں غلو کر کے ابن اللہ بنانے والا بھی گمراہ ہے اور سچا طبقہ اہل سنت کا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

جمعۃ الوداع

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه، ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضلّ له ومن يضلله فلا هادى له، ونشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريک لـه ونشهد أن سيدنا وسندنا ونبينا ومولانا محمد عبده ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وعلى اله وأصحابه وبارک وسلم تسليما كثيرا كثيرا.

امابعد! فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. ولتكملوا العدة ولتكبروا الله علىٰ ما هدكم ولعلكم تشكرون. (البقرہ:۱۸۵)

امنت بالله صدق الله مولانا العظيم، وصدق رسوله النبى الكريم، ونحن على ذلک من الشاهدين والشاكرين، والحمد لله رب العلمين.

مبارک مہینہ

بزرگان محترم و برادران عزیز! اللہ جل شانہ کا بڑا انعام و کرم ہے کہ اس نے ہمیں اور آپ کو ایک رمضان کا مہینہ اور عطا فرمایا، یہ وہ مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی گھٹائیں بندوں پر جھوم جھوم کر برستی ہیں، جس میں اللہ جل شانہ کی رحمت بندوں کی مغفرت کے لئے بہانے ڈھونڈتی ہے، چھوٹے چھوٹے عمل پر اللہ جل شانہ کی طرف سے رحمتوں اور

مغفرتوں کے وعدے ہیں۔ یہ مبارک مہینہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا، اور آج اس مبارک مہینے کا آخری جمعہ ہے، اور اس مبارک مہینے کے ختم ہونے میں چند دن باقی ہیں۔

آخری جمعہ اور خاص تصورات

اس آخری جمعہ کے بارے میں بعض لوگوں کے ذہنوں میں کچھ خاص تصورات ہیں جن کی اصلاح ضروری ہے۔ عام طور پر ہمارے معاشرے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ آخری جمعہ جس کو "جمعۃ الوداع" بھی کہتے ہیں، یہ کوئی مستقل تہوار ہے اور اس کے کچھ خاص احکام ہیں، اس کی کوئی خاص عبادتیں ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمائی ہیں۔ اور لوگوں نے اس دن عبادت کرنے کے مختلف طریقے گھڑ رکھے ہیں، مثلاً جمعۃ الوداع کے دن اتنی رکعتیں نوافل پڑھنی چاہئے اور ان رکعتوں میں فلاں فلاں سورتیں پڑھنی چاہیے۔

جمعۃ الوداع کی کوئی تہوار نہیں

خوب سمجھ لیجئے کہ اس قسم کی کوئی ہدایت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دی، جمعۃ الوداع بحیثیت جمعۃ الوادع کوئی تہوار نہیں، نہ اس کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی احکام الگ سے عطا فرمائے، نہ اس دن میں عبادت کا کوئی خاص طریقہ بتلایا، نہ اس دن میں کسی خاص عمل کی تلقین فرمائی جو عام دنوں میں نہ کیا جاتا ہو۔ بلکہ یہ عام جمعوں کی طرح ایک جمعہ ہے، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ یسے تو رمضان المبارک کا ہر لمحہ ہی قابل قدر ہے لیکن رمضان کا جمعہ بڑا قابل قدر ہے۔ حدیث شریف کے بیان کے مطابق رمضان "سید الشہور" ہے، یعنی تمام مہینوں کا سردار ہے، اور جمعہ "سید الایّام" ہے، یعنی تمام دنوں کا سردار ہے لہٰذا جب رمضان المبارک میں جمعہ کا دن آتا ہے تو اس دن میں دو فضیلتیں جمع ہو جاتی ہیں، ایک رمضان کی فضیلت، اور دوسری جمعہ کی فضیلت، اس لحاظ سے رمضان کا ہر جمعہ بڑا قابل قدر ہے۔

یہ آخری جمعہ زیادہ قابل قدر ہے

اور آخری جمعہ اس لحاظ سے زیادہ قابل قدر ہے کہ اس سال یہ مبارک دن دوبارہ نہیں ملے گا، سارے رمضان میں چار یا پانچ جمعے ہوتے ہیں، تین جمعے گزر چکے ہیں اور یہ اب

یہ آخری جمعہ ہے، اب اس سال یہ نعمت میسر آنے والی نہیں، اللہ تعالیٰ نے اگر زندگی دی تو شاید آئندہ سال یہ نعمت دوبارہ مل جائے، اس لئے یہ ایک نعمت ہے جو ہاتھ سے جارہی ہے، اس کی قدر و منزلت پہچان کر انسان جتنا بھی عمل کرلے، وہ کم ہے۔ بس اس جمعۃ الوداع کی یہ حقیقت ہے ورنہ یہ نہ تو کوئی تہوار ہے، نہ اس کے اندر کوئی خاص عبادت اور خاص عمل مقرر ہے۔

جمعۃ الوداع اور جذبہ شکر

البتہ جب جمعۃ الوداع کا دن آتا ہے تو دل میں دو قسم کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ہر مؤمن کے دل میں یہ جذبات پیدا ہونے چاہییں، ایک مسرت اور شکر کا جذبہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں رمضان المبارک عطا فرمایا، اور رمضان المبارک میں روزے رکھنے کی، تراویح پڑھنے کی اور تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائی، یہ بات قابل شکر اور قابل مسرت ہے، اس پر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اس لئے کہ نہ جانے کتنے اللہ کے بندے ایسے ہیں جو گزشتہ سال ہمارے ساتھ روزوں میں تراویح میں شریک تھے لیکن اس سال وہ زمین کے نیچے جاچکے، ان جانے والوں سے اس رمضان کے ایک ایک لمحے کی قدر و قیمت پوچھئے کہ وہ یہ حسرت کررہے ہیں کہ کاش کہ ان کو رمضان کے کچھ لمحات اور مل جاتے تو وہ اپنے اعمال میں اضافہ کرلیتے، لیکن ان کا وقت ختم ہوچکا، اب حسرت کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رمضان المبارک کے یہ لمحات عطا فرمارکھے ہیں۔

غافل بندوں کا حال

اور اس لحاظ سے اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ بہت سے بندے ایسے ہیں کہ جن کو یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ کب رمضان آیا تھا اور کب چلا گیا، العیاذ باللہ العلی العظیم۔ نہ ان کو روزے رکھنے سے کوئی غرض، نہ تراویح پڑھنے سے کوئی مطلب۔ اللہ بچائے! آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں، رمضان کے آنے پر ان کے نظام الاوقات میں، ان کے کھانے پینے کے اوقات میں اور ان کے سونے اور جاگنے کے اوقات میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ایسے غافل لوگوں میں شامل نہیں فرمایا، اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اے اللہ! آپ نے ہمیں روزہ رکھنے کی توفیق بخشی، تراویح

پڑھنے کی توفیق بخشی، اگر ہم بھی ان میں شامل ہو جاتے تو نہ جانے ہمارا کیا حشر ہوتا، اس لئے شکر ادا کرنے اور مسرت کا موقع ہے۔

نماز روزے کی ناقدری مت کرو

ہمارے ذہنوں میں بعض اوقات جو خیالات آتے ہیں کہ ہم نے روزہ تو رکھ لیا، لیکن روزے کا حق ادا نہیں کیا، تراویح تو پڑھ لی لیکن اس کا صحیح حق ادا نہ ہو سکا، تراویح میں نہ خشوع تھا اور نہ خضوع تھا، دل کہیں تھا، دماغ کہیں تھا، اسی حالت میں ہم نے تراویح ادا کرلی۔ یہ خیال لا کر بعض لوگ اس روزے کی اور تراویح کی ناقدری کرتے ہیں۔ اے بھائی! یہ ناقدری کی چیز نہیں، یہ نماز کیسی بھی ہو، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے دربار میں حاضری کی توفیق عطا فرمادی، یہ توفیق بذات خود نعمت ہے، پہلے اس توفیق پر شکر ادا کرو، اس حاضری کی ناقدری مت کرو، یہ نہ کہو کہ ہم نے نماز کیا پڑھی، ہم نے تو ٹکریں مارلیں اور اٹھک بیٹھک کرلی۔ ارے اللہ جل شانہ کو تمہارے ساتھ کچھ خیر ہی کا معاملہ کرنا تھا۔ اس لئے تمہیں مسجد کے دروازے پر لے آئے، اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ خیر مقصود نہ ہوتی تو تمہیں ان لوگوں میں شامل کر دیتے جنہوں نے کبھی مسجد کی شکل تک نہیں دیکھی، اس لئے ان عبادات کی ناقدری نہ کرو بلکہ ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

سجدہ کی توفیق عظیم نعمت ہے

ہم نے جیسی تیسی نماز پڑھ لی، نہ اس میں خشوع تھا اور نہ خضوع تھا، وہ نماز بے جان اور بے روح سہی، لیکن

قبول ہو کہ نہ ہو پھر بھی ایک نعمت ہے
وہ سجدہ جسے ترے آستاں سے نسبت ہے

یہ سجدہ جسے اللہ تعالیٰ کے آستانے پر کرنے کی توفیق ہوگئی، یہ بھی ایک نعمت ہے، پہلے اس کا شکر ادا کرلو۔ بیشک ہم اس کا حق ادا نہیں کر پائے، بیشک ہماری طرف سے اس میں کوتاہیاں رہیں، لیکن ان کوتاہیوں کا علاج یہ نہیں کہ ان عبادات کی ناقدری شروع کردو، بلکہ ان کوتاہیوں کا علاج یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرو، استغفار کرو، اور یہ کہو کہ اے اللہ!

آپ نے مجھے عبادت کی توفیق عطا فرمائی، اس پر آپ کا شکر ہے، لیکن مجھ سے اس عبادت میں کوتاہی ہوئی، اے اللہ! میں اس پر استغفار کرتا ہوں۔

استغفر الله ربی من کل ذنب واتوب الیه.

اس استغفار کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان کوتاہیوں کا ازالہ فرمادیں گے۔

آج کا دن ڈرنے کا دن بھی ہے

لہٰذا آج کا دن ایک طرف تو خوشی کا اور شکر ادا کرنے کا دن ہے، دوسری طرف یہ ڈرنے کا دن ہے۔ اس بات کا ڈر جس کا بیان ایک حدیث میں آیا ہے، وہ حدیث یہ ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف لائے تا کہ جمعہ کا خطبہ دیں۔ آپ ﷺ اپنے منبر پر خطبہ دیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا منبر تین سیڑھیوں پر مشتمل تھا، آپ ﷺ سب سے اوپر والی سیڑھی پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے سوچا کہ سب سے اوپر والی سیڑھی پ خطبہ دینا ادب کے خلاف ہے، کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، چنانچہ انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں دوسری سیڑھی پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا شرور کر دیا۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہو گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے سوچا کہ میرے لئے تو اس دوسری سیڑھی پر بھی کھڑے ہو کر خطبہ دینا ادب کے خلاف ہے جس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں تیسری اور آخری سیڑھی پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا شرور کر دیا۔ اس کے بعد سے آج تک یہ معمول چلا آرہا ہے کہ خطبہ تیسری سیڑھی پر خطبہ دیتے چلے آرہے ہیں۔

تین دعاؤں پر تین مرتبہ آمین

بہر حال! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لئے تشریف لائے، اس دن صحابہ کرامؓ نے یہ عجیب منظر دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا ''آمین'' جب دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو پھر

فرمایا "آمین" جب تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو پھر فرمایا "آمین" صحابہ کرامؓ کو تعجب ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا تو کوئی نہیں مانگی، لیکن تینوں سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہوئے "آمین" فرمایا۔ بعد میں صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہوئے تین مرتبہ "آمین" فرمایا، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ جب میں منبر پر چڑھنے کے لئے آیا اور پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرئیل علیہ السلام نے میرے سامنے آئے، انہوں نے ایک دعا کی اور میں نے اس دعا پر "آمین" کہی، جب میں نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو اس وقت انہوں نے دوسری دعا کی، میں نے اس پر "آمین" کہی جب میں نے تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو انہوں نے تیسری دعا کی میں نے اس پر "آمین" کہی۔

ان دعاؤں کی اہمیت کے اسباب

آپ ان دعاؤں کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ دعا مانگنے والے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام اور اس پر "آمین" کہنے والے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جو سید الاولین والآخرین ہیں، اور جمعہ کا دن، خطبہ کا وقت و مقام بھی مسجد نبوی، اس دعا کی قبولیت میں کسی بھی انسان کو شک نہیں ہوسکتا، بلکہ یہ دعا ضرور قبول ہوگی۔ مگر ڈرنے کی بات یہ ہے کہ یہ دعا درحقیقت "بددعا" تھی، حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے بددعا مانگی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر "آمین" کہی۔ وہ بددعائیں کیا تھیں؟

والدین کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کرنا

جس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا اس وقت حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے یہ بددعا کی اس کی ناک خاک آلود ہوجائے۔ یعنی وہ شخص تباہ ہوجائے جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا پھر بھی اپنی مغفرت نہ کرا سکا۔ یعنی جس شخص کے والدین بڑھاپے کی حالت میں پہنچ چکے ہوں، اس کے لئے جنت حاصل کرنا، آسان ہے، کیونکہ اگر وہ ایک قدم بھی والدین کی خدمت میں اٹھالے گا اور ان کے دل کو خوش کردے گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہونا شروع ہوجائیں گی۔ حدیث

شریف میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مرتبہ محبت کی نگاہ سے والدین کو دیکھ لے تو اس کے لئے ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب لکھا جائے گا۔ لہٰذا جب ایک نگاہ ڈالنے کا یہ ثواب ہے تو ان کی خدمت اور اطاعت کرنے کا کیا اجر و ثواب ہوگا، اس کا اندازہ آپ لگائیں۔ اور والدین انسان کی دنیا و آخرت کی صلاح و فلاح کے ضامن ہیں۔ اور ماں باپ کا معاملہ یہ ہے کہ ان کو ذرا خوش کر دو تو وہ تمہیں ڈھیروں دعائیں دیتے ہیں، اس لئے والدین کی خدمت اور اطاعت کر کے جنت حاصل کرنا بہت آسان ہے۔ لیکن جس شخص نے والدین کو ان کے بڑھاپے کی حالت میں پانے کے باوجود اپنی مغفرت کا سامان نہیں کیا، وہ شخص برباد ہو جائے۔

حضور ﷺ کا نام سن کر درود شریف نہ پڑھنا

پھر جس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو اس وقت حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے یہ بددعا فرمائی کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جائے یعنی وہ شخص تباہ ہو جائے جس کے سامنے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا گیا، مگر اس نے آپ ﷺ درود نہیں بھیجا۔ ظاہر بات ہے کہ اس کائنات میں ایک صاحب ایمان کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا محسن کوئی اور نہیں ہو سکتا، پوری انسانیت کے لئے آپ ﷺ سے بڑا محسن کوئی پیدا نہیں ہوا۔ آپ ﷺ نے قربانیاں دے کر، فقر و فاقہ اٹھا کر تنگیاں اور مصیبتیں جھیل کر لڑائی لڑ کر تمہارے لئے ایمان کی دولت چھوڑ گئے، اب تمہارے دل میں اس احسان کا اتنا بھی احساس نہ ہو کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آنے پر آپ ﷺ پر درود ہی نہ بھیجے، یہ کتنی بڑی ناشکری اور احسان فراموشی ہے، جس پر جبرئیل امین علیہ السلام نے بددعا دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "آمین" کہی۔

درود پڑھنے میں بخل نہ کریں

درود شریف کا کوئی بھی صیغہ پڑھ لینے سے یہ فریضہ ادا ہو جاتا ہے اور "صلی اللہ علیہ وسلم" بھی ان میں سے ایک درود ہے۔ اس لئے مسلمانوں کا یہ معمول رہا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا ہے تو اس پر "صلی اللہ علیہ وسلم" ضرور کہتے ہیں، الحمد للہ اب بھی یہ معمول جاری ہے، لہٰذا صلی اللہ علیہ وسلم کہنے سے بھی یہ فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔ البتہ

ہمارے ہاں جو یہ رواج چل پڑا ہے کہ لکھتے وقت پورا ''صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھنے کی بجائے صرف ''صلعم'' لکھدیا یا صرف ''ؐ'' لکھدیا، اس طریقے سے یہ فریضہ ادا نہیں ہوتا۔ یہ سارا ا بخل کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرنا ہے؟ یہ طریقہ قابل ترک ہے، اس کے بجائے بولنے میں بھی اور لکھنے میں بھی پورا ''صلی اللہ علیہ وسلم'' ادا کرنا چاہیے، ورنہ اس بات کا خطرہ ہے کہ کہیں ہم اس بددعا کے مستحق نہ بن جائیں۔

رمضان گزر جانے کے باوجود مغفرت نہ ہونا

جب تیسری سیڑھی پر آپ ﷺ نے قدم رکھا تو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے یہ بددعا فرمائی کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جائے یعنی وہ شخص تباہ ہو جائے جس پر پورا رمضان المبارک کا مہینہ گزر جائے اور وہ اپنی مغفرت نہ کرالے۔ لہٰذا آج کا دن ڈرنے کا ہے اس بات سے کہ خدا نہ کرے، کہیں ہم اس حدیث کی وعید کے مصداق نہ بن جائیں کہ سارا رمضان گزر جائے اور ہم اپنی مغفرت نہ کرالیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کا مہینہ تمہارے گناہ دھونے کے لئے اور تمہارا میل کچیل صاف کرنے کے لئے عطا فرمایا تھا، اور تمہارے گناہوں کو مغفرت کے تالاب میں ڈبو کر پاک صاف کرنے کے لئے دیا تھا اس مہینے میں مغفرت کرانا کوئی مشکل نہیں تھا، ساری رات اللہ کا منادی آواز لگا رہا تھا کہ ہے کوئی مغفرت مانگنے والا جس کی میں مغفرت کروں؟ ہے کوئی رزق مانگنے والا جس کو میں رزق دوں؟ ہے کوئی مبتلائے آزار جس کی آزاری اور مصیبتوں کو میں رفع کروں؟ رات بھر اللہ کا منادی یہ ندائیں لگا رہا تھا۔

مغفرت کے بہانے

اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم روزے رکھ لو گے تمہارے پچھلے گناہ معاف کر دیں گے، تراویح کا اہتمام کرلو گے تو تمہارے پچھلے گناہ معاف کر دیں گے، تراویح کا اہتمام کرلو گے تو تمہارے پچھلے گناہ معاف کر دیں گے، کسی اللہ کے بندے کو افطار کرا دو گے تو اس پر تمہاری مغفرت کر دیں گے، جو روزہ تم نے رکھا ہے، اس کے لمحے لمحے پر عبادت لکھی جا رہی ہے اور تمہارے گناہوں کی مغفرت ہو رہی ہے۔ بہر حال! اللہ تعالیٰ نے تو تمہاری مغفرت کے لئے اتنے بہانے بنا رکھے تھے، لہٰذا مغفرت حاصل کرنے کا اس سے زیادہ اچھا

موقع نہیں تھا، جس نے یہ موقع گنوادیا، اس کے لئے جبرئیل امین علیہ السلام نے یہ بددعا فرمائی، اس لئے یہ ڈرنے کا دن ہے۔

اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھو

لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید یہ رکھو کہ انشاء اللہ ہم اس بددعا میں شامل نہیں، جب اس ذات نے روزے رکھنے کی توفیق بخشی اور یہ وعدہ فرمایا کہ جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے روزے رکھے گا، میں اس کے سارے پچھلے گناہ بخش دوں گا، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہی توقع اور امید رکھنی چاہیے کہ انشاء اللہ ہماری بھی مغفرت فرمادیں گے۔ البتہ اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے ضرور ڈرتے رہو، اس کا نام ایمان ہے۔ ''الایمان بین الخوف والرجاء'' یعنی ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔

عیدگاہ میں سب کی مغفرت فرمانا

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب مسلمان سارے مہینے روزہ رکھنے اور تراویح پڑھنے کے بعد عید کی نماز ادا کرنے کے لئے عیدگاہ میں جمع ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس وقت اپنے فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! تم تو کہتے تھے کہ ابن آدم زمین پر جا کر فساد مچائے گا، آج اس ابن آدم کو عیدگاہ کے میدان میں دیکھو، اور مجھے بتاؤ کہ ایک مزدور جس نے اپنی مزدوری پوری کر لی ہو، اس کو کیا صلہ ملنا چاہیے؟ جواب میں فرشتے فرماتے ہیں کہ اے اللہ! جس مزدور نے اپنا کام پورا کرلیا ہو، اس کا صلہ یہ ہے کہ اس کو پوری پوری مزدوری دیدی جائے، اس میں کوئی کمی نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں، یہ بندے جو میرے سامنے ہیں، ان پر رمضان میں جو فریضہ عائد کیا تھا وہ انہوں نے پورا کردیا، اب یہ مجھے پکارنے کے لئے عیدگاہ میں جمع ہوئے ہیں اور مجھ سے دعا کرنے کے لئے آئے ہیں، میں اپنی عزت وجلال کی اپنی بادشاہت اور اپنے کرم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج کے دن میں ان سب کی دعائیں قبول کروں گا اور ان کو میدان عید سے اس طرح واپس بھیجوں گا کہ ان سب کی مغفرت ہوچکی ہوگی اور ان کی سیئات کو بھی حسنات سے بدل دوں گا۔

ورنہ توفیق کیوں دیتے؟

اگر میدان عید میں بلا کر یہ نوازش مقصود نہ ہوتی، ہماری اور آپ کی مغفرت کرنی مقصود نہ ہوتی تو پھر رمضان میں روزے رکھنے اور تراویح پڑھنے کی توفیق ہی کیوں دیتے؟ مسجد میں آنے کی اور تلاوت کرنے کی توفیق ہی کیوں دیتے؟

جب انہوں نے ان عبادات کی توفیق دی ہے تو ان کی رحمت سے امید یہ ہے کہ انہوں نے ہمارے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا ہے، مغفرت کا ارادہ فرمایا ہے۔ لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تو ہماری مغفرت کا ارادہ فرما رہے ہیں اور ہم اس فکر میں لگے ہوئے ہوں کہ کسی طرح اور گناہوں کے اندر اضافہ کرلیں، اس لئے کہ ہم تو گناہ کرنے پر لگے ہوئے ہیں اور اپنے اعمال کے ذریعہ اس بات کا اظہار کر رہے ہیں کہ ہمیں مغفرت نہیں چاہیے۔

عید کے دن گناہوں میں اضافہ

چنانچہ جیسے ہی عید کا دن آیا، بس گناہوں کا سیلاب امڈ آیا، نہ اللہ کا کوئی خیال، نہ اللہ کے رسول ﷺ کی کوئی فکر، نہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس۔

اس عید کے دن گناہوں پر گناہ ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کی جارہی ہیں، گانا بجانا جو کافروں کا خوشیاں منانے کا طریقہ تھا وہ ہم نے اختیار کرلیا، خواتین نے بے پردگی اور بے حیائی اختیار کرلی اور اللہ تعالیٰ کے ایک ایک حکم کی خلاف ورزی کر کے عید کا دن منایا جا رہا ہے۔ یہ کیسی عید ہوئی؟ وہ تو مغفرت کا ارادہ فرما رہے ہیں، لیکن ہم نے گناہ کر کے جہنم میں جانے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس انجام سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

مسلمانوں کی عید اقوام عالم سے نرالی ہے

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو عید عطا فرمائی ہے وہ سارے اقوام عالم کی عیدوں سے نرالی ہے۔ ساری دنیا میں جو عیدیں منائی جاتی ہیں، وہ کسی تاریخی واقعہ کی یاد میں منائی جاتی ہیں، مثلاً عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم پیدائش پر ''کرسمس'' کا دن مناتے ہیں، یہ پیدائش ایک واقعہ ہے، یقینی طور پر یہ ثابت نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۲۵ ر

دسمبر کو پیدا ہوئے تھے، بلکہ ان کے جانے کے تین سو سال بعد لوگوں نے یہ تاریخ مقرر کر لی۔ اس طرح دنیا بھر کے جتنے ادیان ہیں، ان کے تہوار ماضی کے کسی نہ کسی واقعہ سے وابستہ ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو تہوار عطا فرمائے ہیں، وہ ماضی کے کسی واقعہ سے وابستہ نہیں ہیں، بلکہ یہ تہوار اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر عطا فرمائے جس موقع پر ہر سال مسلمانوں کے لئے خوشی کا واقعہ پیش آتا ہے، چنانچہ عید الفطر اس موقع عطا فرمائی جب مسلمان روزے کی عظیم الشان عبادت کی تکمیل کرتے ہیں، اس طرح ہر سال یہ نعمت مل رہی ہے اور خوشی حاصل ہو رہی ہے اور اس پر شکر کے طور پر عید آ رہی ہے، اور عید الاضحیٰ اس موقع پر عطا فرمائی جب مسلمان دوسری عظیم الشان عبادت یعنی حج کی تکمیل کرتے ہیں۔

عید کی خوشی کا مستحق کون؟

لہٰذا تم نے چونکہ رمضان المبارک کے روزے رکھے ہیں، اور تم نے تراویح پڑھی ہیں، اس لئے تم اس عید الفطر کے انعام کے مستحق ہو اور تم نے چونکہ حج کی عبادت انجام دی ہے، اس لئے اس عید الاضحیٰ کے انعام کے مستحق ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خوشی منانے کا جو طریقہ عطا فرمایا ہے، وہ بھی دنیا کی ساری قوموں سے نرالہ ہے، وہ یہ کہ عید کی نماز کے لئے میدان میں آ جاؤ، دوسرے ایام میں تو مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے، لیکن عید کے دن نوازش اور رحمت کی بارش کرنے کے لئے میدان میں بلایا، اور میدان میں آنے سے پہلے صدقۃ الفطر ادا کر دو تاکہ جو لوگ غریب ہیں، جن کے چولہے ٹھنڈے ہیں، ان کو کم از کم اس دن یہ فکر نہ ہو کہ کھانا کہاں سے آئے گا؟ خوشی منانے کا یہ نرالہ انداز عطا فرمایا لیکن ہم نے یہ طریقہ چھوڑ کر کافروں کا طریقہ اختیار کر لیا، جس طرح وہ لوگ گانے بجاتے ہیں، اور فحاشی اور عریانی میں اپنے تہواروں کے اوقات صرف کرتے ہیں، ہم نے بھی اس طرح شروع کر دیا، اللہ تعالیٰ تو مغفرت فرمانا چاہتے ہیں، لیکن ہم نے گناہ کے کام کرنے شروع کر دیئے، یہ بالکل مناسب نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو صحیح فکر عطا فرمائے اور رمضان کی برکات عطا فرمائے اور عید کی صحیح خوشیاں عطا فرمائے اور گناہوں، نافرمانیوں اور معصیتوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

خطباتِ شوال المکرّم

①......حج ایک عاشقانہ عبادت

②......حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تعمیر بیت اللہ

③......سیرت النبی ﷺ

④......قرابت نبوی ﷺ کا فائدہ

⑤......رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں

......☆......

حج ایک عاشقانہ عبادت

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرورِ انفسنا ومن سیّئات اعمالنا. من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ واشھد ان لّا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد انّ سیّدنا ونبیّنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلّم تسلیمًا کثیرًا.

امّا بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا.

(آل عمران: ۹۷)

اٰمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النّبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشاھدین والشّاکرین والحمدُ للّٰہ ربّ العالمین.

اشہر حج

بزرگانِ محترم اور برادرانِ عزیز! رمضان المبارک گزر جانے کے بعد شوال کا مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ شوال کا مہینہ ان مہینوں میں شمار ہوتا ہے جن کو اللہ جل شانہٗ نے "اشہر الحج" یعنی حج کے مہینے کہا ہے۔ کیونکہ شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن کو اللہ تعالیٰ نے حج کے مہینے قرار دیے ہیں۔

رمضان المبارک سے لے کر ذی الحجہ تک کے ایام اللہ تعالیٰ نے ایسی عبادتوں

کے لئے مخصوص فرمائے ہیں جو خاص انہی ایام میں انجام دی جاسکتی ہیں۔ چنانچہ رمضان کا مہینہ اللہ تعالیٰ نے روزے کے لیے اور تراویح کے لئے مقرر فرمایا اور شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے مہینے حج کے لئے اور قربانی کے لئے مقرر فرمائے۔ حج اور قربانی ایسی عبادتیں ہیں جو ان ایام کے علاوہ دوسرے ایام میں نہیں انجام دی سکتیں۔ گویا کہ عبادات کا ایک سلسلہ ہے جو رمضان المبارک سے شروع ہوتا ہے اور ذی الحجہ پر جا کر ختم ہوتا ہے، اس لئے ان مہینوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا تقدس حاصل ہے۔

ماہِ شوال کی فضیلت

رمضان المبارک تو تمام مہینوں میں مبارک مہینہ ہے، شوال کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شوال کے مہینے میں چھ روزے رکھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کو سارے سال روزے رکھنے کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ کیونکہ ہر نیکی کا ثواب اللہ تعالیٰ دس گنا عطا فرماتے ہیں لہٰذا جب ایک شخص نے رمضان المبارک میں تیس روزے رکھے تو اس کا دس گنا تین سو ہو گیا اور چھ روزے جب شوال میں رکھے تو ان کا دس گنا ساٹھ ہو گیا۔ اس طرح تمام روزوں کا ثواب مل کر تین سو ساٹھ روزوں کے برابر ہو گیا اور سال کے تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے رمضان کے ساتھ شوال میں چھ روزے رکھ لیے تو گویا اس نے پورے سال روزے رکھے۔ شوال کے چھ روزوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب عطا فرماتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ یہ چھ روزے عید الفطر کے فوراً بعد رکھ لیے جائیں، لیکن اگر فوراً نہ رکھ سکیں تو شوال کے مہینے کے اندر اندر پورے کر لیں۔

ماہِ شوال اور امورِ خیر

اسی شوال کے مہینے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا اور اسی مہینے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔ لہٰذا اس ماہ میں برکتوں کے بہت سارے اسباب جمع ہیں۔

ماہِ ذیقعدہ کی فضیلت

اسی طرح ذیقعدہ کا اگلا مہینہ بھی "اشہر الحج" میں شامل ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران حج کے علاوہ چار عمرے ادا فرمائے، یہ چاروں عمرے ذیقعدہ کے مہینے میں ادا فرمائے۔ اس لحاظ سے بھی اس ماہ کو تقدس حاصل ہے۔

ماہ ذیقعدہ منحوس نہیں

ہمارے معاشرے میں ''ذیقعدہ'' کے مہینے کو جو منحوس سمجھا جاتا ہے اور اس کو ''خالی'' کا مہینہ کہا جاتا ہے یعنی یہ مہینہ ہر برکت سے خالی ہے، چنانچہ اس ماہ میں نکاح اور شادی نہیں کرتے اور کوئی خوشی کی تقریب نہیں کرتے، یہ سب فضولیات اور توہم پرستی ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ بہرحال یہ مہینے حج کے مہینے ہیں، اس لئے خیال ہوا کہ آج حج کے بارے میں تھوڑا سا بیان ہو جائے۔

حج اسلام کا اہم رکن ہے

یہ حج اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔ اسلام کے چار ارکان ہیں یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج۔ ان چاروں ارکان پر اسلام کی بنیاد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے عبادت کے جو مختلف طریقے تجویز فرمائے ہیں، ان میں سے ہر طریقہ نرالی شان رکھتا ہے۔ مثلاً نماز کی الگ شان ہے، روزہ کی الگ شان ہے، زکوٰۃ کی الگ شان ہے، حج کی الگ شان ہے۔

عبادت کی تین اقسام

عام طور پر عبادتوں کو تین حصوں پر تقسیم کیا جاتا ہے، ایک ''عبادات بدنیہ'' جو انسان کے بدن سے تعلق رکھتی ہیں اور بدن کے ذریعہ ان کی ادائیگی ہوتی ہے، جیسے نماز بدنی عبادت ہے۔ دوسری ''عبادات مالیہ'' جس میں بدن کو دخل نہیں ہوتا بلکہ اس میں پیسے خرچ ہوتے ہیں، جیسے زکوٰۃ اور قربانی۔

تیسری عبادات وہ ہیں جو بدنی بھی ہیں اور مالی بھی ہیں۔ ان کے ادا کرنے میں انسان کے بدن کو بھی دخل ہوتا ہے اور مال کو بھی دخل ہوتا ہے، جیسے حج کی عبادت۔ حج کی عبادت میں انسان کا بدن بھی خرچ ہوتا ہے اور اس کا مال بھی خرچ ہوتا ہے، اس لئے یہ

عبادت بدن اور مال دونوں سے مرکب ہے، اور اس حج کی عبادت میں عاشقانہ شان پائی جاتی ہے، کیونکہ حج میں اللہ تعالیٰ نے ایسے ارکان رکھے ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے عشق ومحبت کا اظہار ہوتا ہے۔

اِحرام کا مطلب

جب یہ حج کی عبادت شروع ہوتی ہے تو سب سے پہلے اِحرام باندھا جاتا ہے۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ چادریں باندھنا ہی اِحرام ہے، حالانکہ محض ان چادروں کا نام احرام نہیں بلکہ "احرام" کے معنی ہیں "بہت سی چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لینا"۔ جب انسان حج یا عمرہ کی نیت کرنے کے بعد تلبیہ پڑھ لیتا ہے تو اس کے بعد اس کے اوپر بہت سی چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ مثلاً سِلا ہوا کپڑا پہننا حرام، خوشبو لگانا حرام، جسم کے کسی بھی حصے کے بال کاٹنا حرام، ناخن کاٹنا حرام اور اپنی بیوی کے ساتھ جائز نفسانی خواہشات پوری کرنا حرام...... اسی وجہ سے اس کا نام "اِحرام" رکھا گیا ہے۔

اے اللہ! میں حاضر ہوں

اور جب انسان حج یا عمرہ کی نیت کر کے یہ تلبیہ پڑھتا ہے:

"لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ"

جس کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ کیوں حاضر ہوں؟ اس لئے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر فرمائی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم فرمایا کہ:

اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ (الحج: ۲۷)

اے ابراہیم! لوگوں میں یہ اعلان فرما دیں کہ وہ اس بیت اللہ کے حج کے لئے آئیں، پیدل آئیں اور سوار ہو کر آئیں، دور دراز سے اور دنیا کے چپے چپے سے یہاں پہنچیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک پہاڑ پر چڑھ کر یہ اعلان فرمایا تھا کہ اے

لوگو! یہ اللہ کا گھر ہے، اللہ کی عبادت کے لئے یہاں آؤ۔ یہ اعلان آپ نے پانچ ہزار سال پہلے کیا تھا، آج جب کوئی عمرہ کرنے والا یا حج کرنے والا حج یا عمرہ کا ارادہ کرتا ہے تو وہ درحقیقت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے اعلان کا جواب دیتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ:

لبیک اللّٰھم لبیک ......

اے اللہ! میں حاضر ہوں اور بار بار حاضر ہوں۔ اور جس وقت بندہ نے یہ کہہ دیا کہ میں حاضر ہوں، بس اسی وقت سے اِحرام کی پابندیاں شروع ہو گئیں۔ چنانچہ اب سِلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا، بال نہیں کاٹ سکتا، ناخن نہیں کاٹ سکتا اور اپنی جائز نفسانی خواہشات بھی پوری نہیں کرسکتا۔

احرام کفن یاد دلاتا ہے

گویا اللہ جل شانہٗ کی پکار پر ایک عاشق بندے نے اپنے پروردگار کے عشق میں دنیا کی آسائشیں اور راحتیں سب چھوڑ دیں، اب تک وہ سلے ہوئے کپڑے پہنا ہوا تھا، وہ سب اُتار دیئے، اب وہ دو چادریں پہنا ہوا ہے جو اسے اس کے کفن کی یاد دلا رہی ہیں کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ جب تو دنیا سے رخصت ہو رہا ہوگا تو اس وقت تیرا یہی لباس ہوگا۔ چاہے وہ بادشاہ ہو، چاہے سرمایہ دار ہو، چاہے فقیر ہو، سب آج دو چادر پہنے ہوئے ہیں اور انسانی مساوات کا ایک منظر پیش کر رہے ہیں۔ جس شخص کو دیکھو وہ آج دو چادروں میں ملبوس نظر آ رہا ہے۔

''طواف'' ایک لذیذ عبادت

پھر وہاں بیت اللہ کے پاس پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں، اس ''طواف'' میں ایک عاشقانہ شان ہے، جس طرح ایک عاشق اپنے محبوب کے گھر کے گرد چکر لگاتا ہے، اسی طرح یہ اللہ کا بندہ اللہ تعالیٰ کے گھر کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ اور یہ چکر لگانا اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب ہے کہ اس طواف میں ایک ایک قدم پر ایک ایک گناہ معاف ہو رہا ہے اور ایک ایک درجہ بلند ہو رہا ہے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے طواف کرنے کا موقع عطا فرمایا ہے وہ میری اس بات کی تصدیق کریں گے کہ شاید روئے زمین پر طواف سے زیادہ لذیذ عبادت کوئی اور نہ ہو۔

اظہارِ محبت کے مختلف انداز

انسان کی فطرت یہ چاہتی ہے کہ وہ اپنے مالک کے ساتھ عشق ومحبت کا اظہار کرے، اس کے گھر کا چکر لگائے، اس کے دروازے کو چومے اور اس سے لپٹ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت کے اس تقاضے کی تکمیل کے سارے اسباب اس بیت اللہ میں جمع فرمادیے ہیں۔ جب آپ کسی سے محبت کرتے ہیں تو آپ کا دل چاہتا ہے کہ اس کو گلے لگاؤں، اس کے پاس رہوں، اب اللہ تعالیٰ سے محبت تو ہے لیکن اس کو گلے سے نہیں لگا سکتے، براہ راست اللہ تعالیٰ کی قدم بوسی نہیں کر سکتے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے بندو! تم یہ کام براہ راست تو نہیں کر سکتے، اس لئے تم ایسا کرو کہ یہ میرا گھر ہے، تم اس گھر کے چکر لگاؤ اور اس کے اندر میں نے ایک حجر اسود رکھ دیا ہے، تم اس حجر اسود کو چومو، یہ تمہارا حجر اسود کو چومنا یہ تمہارے عشق ومحبت کا اظہار ہوگا اور اگر مجھ سے لپٹنے کو دل چاہتا ہے تو میرے اس گھر کے دروازے اور حجر اسود کے درمیان جو دیوار ہے جس کو ملتزم کہتے ہیں، اس دیوار سے لپٹ جاؤ اور یہاں لپٹ کر تم جو کچھ مجھ سے مانگو گے میرا وعدہ ہے کہ میں تمہیں دوں گا۔ یہ عاشقانہ شان اللہ تعالیٰ نے اس حج کی عبادت میں رکھی ہے، آدمی کو اپنے جذبات کے اظہار کا اس سے بہتر موقع کہیں اور نہیں مل سکتا جیسا وہاں موقع ملتا ہے۔

دینِ اسلام میں انسانی فطرت کا خیال

ہمارے دین اسلام کی بھی عجیب شان ہے کہ ایک طرف بُت پرستی کو منع کر دیا اور اس کو شرک اور حرام قرار دے دیا اور کہہ دیا کہ جو شخص بُت پرستی کرے گا وہ اسلام کے دائرے سے خارج ہے۔ اس لئے کہ یہ بُت تو بے جان پتھر ہیں، نہ ان کے اندر نفع پہنچانے کی صلاحیت ہے اور نہ ہی نقصان پہنچانے کی صلاحیت ہے، لیکن دوسری طرف چونکہ انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ اپنے محبوب کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کرے، اس محبت کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو ایک نشان بنادیا اور ساتھ میں یہ بتادیا کہ بیت اللہ کی ذات میں کچھ نہیں رکھا، لیکن چونکہ ہم نے اس کو اپنی طرف منسوب کر کے یہ کہہ دیا کہ یہ ہمارا گھر ہے اور ہم نے ہی اس کے اندر پتھر رکھ دیا ہے تاکہ تمہارے جذبات کی تسکین ہو جائے، اب نسبت کے بعد اس گھر کے چکر لگانا اور اس پتھر کو چومنا عبادت ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حجر اسود سے خطاب

اسی وجہ سے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حج کے لئے تشریف لے گئے اور حجر اسود کے پاس جا کر اس کو بوسہ دینے لگے تو اس حجر اسود کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے حجر اسود! میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ سنت جاری فرمادی، اس لئے اس کا چومنا اور بوسہ دینا عین عبادت بن گیا۔

ہرے ستونوں کے درمیان دوڑنا

طواف کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگائے جا رہے ہیں اور جب سبز ستون کے پاس پہنچے تو دوڑنا شروع کر دیا، جسے دیکھو دوڑا جا رہا ہے، بھاگا جا رہا ہے، اچھے خاصے سنجیدہ آدمی، پڑھے لکھے، تعلیم یافتہ، جن کو کبھی بھاگ کر چلنے کی عادت نہیں، مگر ہر ایک دوڑا جا رہا ہے، چاہے بوڑھا ہو، جوان ہو، بچہ ہو...... یہ کیا ہے؟ یہ اس لئے دوڑا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سنت قرار دیا ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے یہاں دوڑ لگائی تھی، اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ قیام قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کے لئے یہ ضروری قرار دے دیا کہ جو حج کرنے آئے گا۔ وہ صفا مروہ کے درمیان چکر لگائے گا اور دوڑے گا۔

اب مسجد حرام کو چھوڑ دو

جب ۸/ذی الحجہ کی تاریخ آ گئی تو اب یہ حکم آیا کہ مسجد حرام کو چھوڑ دو اور منیٰ میں جا کر پانچ نمازیں ادا کرو، حالانکہ اطمینان سے مکہ میں رہ رہے تھے اور مسجد حرام میں نمازیں ادا کر رہے تھے جہاں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر مل رہا تھا، لیکن اب یہ حکم آ گیا کہ اب مکہ سے نکل جاؤ اور منیٰ میں جا کر قیام کرو اور پانچ نمازیں وہاں ادا کرو۔ کیوں؟ اس حکم کے ذریعہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ نہ مسجد حرام میں اپنی ذات کے اعتبار سے کچھ رکھا ہے اور نہ بیت اللہ میں اپنی ذات کے اعتبار سے کچھ رکھا ہے، جو کچھ ہے وہ ہمارے حکم

میں ہے۔ جب تک ہمارا حکم تھا کہ مکہ مکرمہ میں رہو، اس وقت تک مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر مل رہا تھا اور اب ہمارا حکم یہ ہے کہ یہاں سے جاؤ، تو اب اس کے لئے یہاں رہنا جائز نہیں۔

اب عرفات چلے جاؤ

منیٰ کے قیام کے بعد اب ایسی جگہ تمہیں لے جائیں گے جہاں حدِ نگاہ تک میدان پھیلا ہوا ہے۔ کوئی عمارت نہیں اور کوئی سایہ نہیں، ایک دن تمہیں یہاں گزارنا ہوگا۔ یہ دن اس طرح گزارنا کہ ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ادا کر لینا اور پھر اس کے بعد سے لے کر مغرب تک کھڑے ہو کر ہمیں پکارتے رہنا اور ہمارا ذکر کرتے رہنا، ہم سے دعائیں کرنا اور تلاوت کرنا اور مغرب تک یہاں رہنا۔

اب مزدلفہ چلے جاؤ

اور عرفات میں تو تمہیں خیمے لگانے کی اجازت تھی، اب ہم تمہیں ایسے میدان میں لے جائیں گے جہاں تم خیمہ بھی نہیں لگا سکتے، وہ ہے "مزدلفہ" لہٰذا غروبِ آفتاب کے بعد مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور رات وہاں گزارو۔

مغرب کو عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھنا

عام دنوں میں تو یہ حکم ہے کہ جیسے ہی غروبِ آفتاب ہو جائے تو فوراً مغرب کی نماز ادا کرو، لیکن آج یہ حکم ہے کہ مزدلفہ جاؤ اور وہاں پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ ادا کرو۔ ان احکام کے ذریعہ یہ بتایا جا رہا ہے کہ جب تک ہم نے کہا تھا کہ مغرب کی نماز جلدی پڑھو، اس وقت تک جلدی پڑھنا تمہارے ذمے واجب تھا، اور جب ہم نے کہا کہ تاخیر سے پڑھو تو اب تاخیر سے پڑھنا تمہارے ذمے ضروری ہے، لہٰذا کسی وقت کے اندر کچھ نہیں رکھا جب تک ہمارا حکم نہ ہو۔

کنکریاں مارنا عقل کے خلاف ہے

قدم قدم پر اللہ تعالیٰ عام قانونوں کو توڑ کر بندے کو یہ بتا رہے ہیں کہ تیرا کام تو

ہماری عبادت کرنا اور ہمارا حکم ماننا ہے، اور کوئی چیز اپنی ذات میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی جب تک ہمارا حکم نہ ہو۔ اب مزدلفہ سے پھر واپس منیٰ آؤ اور تین دن یہاں گزارو، اب یہاں تین دن کیوں گزاریں؟ یہاں کیا کام ہے؟ یہاں تمہارا کام یہ ہے کہ یہاں منیٰ میں تین ستون ہیں جن کو جمرات کہا جاتا ہے، ہر آدمی روزانہ تین دن تک ان کو سات سات کنکریاں مارے۔ ذرا اس عمل کو عقل وخرد کے ترازو میں تول کر دیکھو تو یہ عمل فضول اور بیکار نظر آئے گا۔ گزشتہ سال پچیس لاکھ مسلمانوں نے حج کیا اور یہ پچیس لاکھ انسان تین دن تک منیٰ میں پڑے ہوئے ہیں جن پر کروڑوں اور اربوں روپے خرچ ہو رہے ہیں اور ان میں ہر ایک کو یہ دُھن ہے کہ میں ان جمرات کو سات سات کنکریاں ماروں، اچھے خاصے پڑھے لکھے، تعلیم یافتہ، معقول آدمی ہیں، مگر جس کو دیکھو وہ کنکریاں ڈھونڈتا پھر رہا ہے اور پھر ان جمرات کو مار کر خوش ہو رہا ہے کہ میں نے یہ عمل پورا کر لیا۔

ہمارا حکم سب پر مقدم ہے

کیا یہ کنکریاں مارنے کا عمل ایسا ہے جس پر اربوں روپیہ خرچ کیا جائے؟ بات یہ ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ کسی کام میں عقل وخرد کی بات نہیں، جب ہمارا حکم آ جائے تو وہی کام جس کو تم دیوانگی سمجھ رہے تھے، وہی عقل کا کام بن جاتا ہے، جب ہمارا حکم آ گیا کہ ان پتھروں کو مارو تو تمہارا کام یہ ہے کہ مارو۔ اسی میں تمہارے لیے اجر و ثواب ہے۔ اسی عمل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تمہارے درجات بلند کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہم نے اپنے دلوں میں عقل وخرد کے جو بت تعمیر کیے ہوئے ہیں، اس حج کی عبادت کے ذریعہ قدم قدم پر اللہ تعالیٰ ان بتوں کو توڑ رہے ہیں اور یہ بتا رہے ہیں کہ ان بتوں کی کوئی حقیقت نہیں اور یہ بتا رہے ہیں کہ اس کائنات میں کوئی چیز قابلِ تعمیل ہے تو وہ ہمارا حکم ہے، جب ہمارا حکم آ جائے تو وہ حکم عقل میں آئے تو، عقل میں نہ آئے تو، تمہیں اس حکم کے آگے سر جھکانا ہے اور اس پر عمل کرنا ہے۔ پورے حج کے اندر یہی تربیت دی جا رہی ہے۔

اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حج کی بڑی فضیلت بیان فرمائی کہ اگر کوئی شخص حج مبرور کر کے آتا ہے تو وہ ایسا گناہوں سے پاک صاف ہوتا ہے جیسے آج وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عبادت کا یہ مقام رکھا ہے۔

حج کس پر فرض ہے؟

یہ حج کس پر فرض ہوتا ہے؟ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا جو ابھی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی:

وِلِلّٰہِ علی الناس حِجُّ البیتِ من استطاع إلیه سبیلًا.

یعنی اللہ کے لئے لوگوں پر فرض ہے کہ وہ بیت اللہ کا حج کریں اور یہ ہر اس شخص پر فرض ہے جو وہاں جانے کی استطاعت اور صلاحیت رکھتا ہو، یعنی اس کے پاس اتنے پیسے ہوں کہ وہ سواری کا انتظام کر سکے۔ فقہاء کرام نے اس کی تشریح میں فرمایا کہ جس کے پاس اتنا مال ہو کہ اس کے ذریعہ وہ حج پر جا سکے اور وہاں حج کے دوران اپنے کھانے پینے اور رہنے کا انتظام کر سکے اور اپنے پیچھے جو اہل وعیال ہیں، واپس آنے تک ان کے کھانے پینے کا انتظام کر سکے، ایسے شخص پر حج فرض ہو جاتا ہے۔

لیکن آج کل لوگوں نے حج کرنے کے لئے اپنے اوپر بہت سی شرطیں عائد کر رکھی ہیں جن کی شریعت میں کوئی بنیاد نہیں۔ ان کے بارے میں آئندہ جمعہ انشاء اللہ تفصیل سے عرض کروں گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تعمیر بیت اللہ

(از:۔ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ)

الحمدلله نحمد و نستعينه ونستغفره و نومن به ونتوكل عليه، ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له، ونشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له، و نشهد ان سيدنا و نبينا و مولانا محمداً عبده و رسوله . صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ آله واصحابه و بارک وسلم تسليما كثيراً كثيرا

اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم واذ يرفع ابراهيم القواعد من البيت واسمعيل، ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم ربنا واجعلنا مسلمين لک ومن ذريتنا امة مسلمة لک، وارنا منا سكنا وتب علينا انک انت التواب الرحيم، ربنا وابعث فيهم رسولا منهم يتلوا عليهم ايتک ويعلمهم الكتب والحكمة ويزكيهم انک انت العزيز الحكيم (البقره : ۱۲۷ . ۱۲۹)

امنت بالله صدق الله مولانا العظيم ، وصدق رسوله النبى الكريم، ونحن على ذلک من الشاهدين والشاكرين والحمدلله رب العلمين.

بزرگان دین محترم و برادران عزیز! یہ ہم سب کیلئے بڑی عظیم سعادت اور خوش

نصیبی کا موقع ہے کہ اللہ جل شانہ نے ہمیں آج ایک مسجد کی تاسیس اور اس کی سنگ بنیاد کی مبارک تقریب میں شرکت کا موقع عطا فرمایا۔ اس موقع پر مجھ سے فرمائش کی گئی کہ کچھ گزارشات آپ حضرات کی خدمت میں پیش کروں، الحمدللہ اس مبارک محفل میں میرے بہت سے بزرگ جو مجھ سے کہیں زیادہ علم وفضل اور فلاح وتقویٰ کے حاملین ہیں، اسی اسٹیج پر تشریف فرما ہیں اور ان کی موجودگی میں مجھ ناکارہ کی لب کشائی ایک جسارت اور جرات معلوم ہوتی ہے لیکن ساتھ ہی اپنے بزرگوں سے ہمیشہ یہ سنا کہ جب کوئی بڑا کسی بات کا حکم دے تو چھوٹے کا یہی کام ہے کہ اس حکم کی تعمیل کرے اس میں چوں وچرا کی مجال نہ ہونی چاہئے اس لئے تعمیل حکم کی خاطر یہ مشکل فریضہ انجام دے رہا ہوں کہ اپنے ان بزرگوں کی موجودگی میں آپ حضرات کے سامنے خطاب کرنے کیلئے بیٹھا ہوں۔ اللہ جل شانہ سے دُعا ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم سے ایسی بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس کی رضا کے مطابق ہو، اور اس سے مجھے اور سننے والوں کو فائدہ پہنچے۔ آمین!

دین کی جامعیت

میں سوچ رہا تھا کہ اس موقع پر دین کی کون سی بات آپ حضرات کی خدمت میں پیش کروں کیونکہ ہم اور آپ جس دین کے پیروکار ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو ایسا عظیم الشان بنایا کہ اس کا ہر گوشہ اس کا ہر پہلو ایک مستقل موضوع بنانے کے قابل ہے اور اس کیلئے ایک مستقل وقت درکار ہے۔

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است

دین کے ہر پہلو کا حال یہ ہے جب اس کی طرف نگاہ کی جاتی ہے تو خیال ہوتا ہے کہ اسی کو موضوع سخن بنایا جائے۔ اس لئے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا بات آپ حضرات کی خدمت میں عرض کروں۔ لیکن اس مسجد کی سنگ بنیاد کے عظیم الشان موقع پر شرکت کرتے وقت اور حصہ لیتے وقت خیال آیا کہ آج کی گفتگو کا موضوع اسی مسجد کی تعمیر کی مناسبت سے قرآن کریم کی ان آیات کو بنایا جائے جو ابھی میں نے آپ حضرات کی خدمت میں پیش کیں۔ ان آیات کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک عظیم الشان واقعہ بیان فرمایا ہے۔

تعمیر بیت اللہ کا واقعہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جلیل القدر فرزند حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی معیت میں اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر فرمایا۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کو بڑے عجیب وغریب اور بڑے والہانہ انداز میں بیان فرمایا اور پوری امت کیلئے قیام قیامت تک اس کو اپنی مقرب کتاب کا حصہ بنا کر پوری امت مسلمہ کیلئے اس کو ہمیشہ کیلئے محفوظ فرما دیا۔ اور اس بات کی دعوت دی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ کو بار بار تازہ کیا جائے خیال آیا کہ آج اس محفل میں مختصر ان آیات کی تھوڑی سی تفسیر اور اس دُعا کی تھوڑی سی تفصیل آپ حضرات کی خدمت میں پیش کروں جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اللہ کا گھر تعمیر کرتے وقت مانگی تھی۔ اور جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تفصیل کے ساتھ سورۂ بقرہ میں ذکر فرمایا سب سے پہلے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسماعیل (البقرہ: ۱۲۷)

اس وقت کو یاد کرو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند فرما رہے تھے، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی (ان کے ساتھ شامل تھے) ''واذ'' یہ عربی زبان میں بیان کرنے کا خاص اسلوب ہے جس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے کہ جو بات آگے بیان کی جارہی ہے۔ وہ اس لائق ہے کہ ہر آن اور ہر لمحے اس کو اپنی آنکھوں کے سامنے مستحضر رکھا جائے۔

اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ بیت اللہ اگرچہ پہلے سے موجود تھا۔ اس کی بنیادیں موجود تھیں حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے یہ دنیا کے اندر چلا آتا تھا لیکن مرور ایام سے اس کی عمارت موجود نہ رہی تھی۔ بنیادیں باقی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بنیادوں پر اس بیت اللہ کی تعمیر فرمائی۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اس عمل میں ان کے ساتھ شریک تھے۔

مشترکہ کارنامہ کو بڑے کی طرف منسوب کرنا

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ روزانہ جب قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتے تھے تو تلاوت کے دوران ہی قرآن کریم کی

آیتوں میں تدبر بھی کرتے تھے۔ کبھی کبھی ہم لوگوں میں سے کوئی یا حضرت کے خدام میں سے کوئی موجود ہوتا تو جو بات تلاوت کے دوران ذہن میں آئی اس کے بارے میں اس کے سامنے ارشاد بھی فرمایا کرتے تھے ایک روز حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ قرآن کریم کی تلاوت فرمارہے تھے، میں قریب بیٹھا ہوا تھا جب اس آیت پر پہنچے "واذیرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسماعیل" تو تلاوت روک کر مجھ سے فرمایا کہ دیکھو: قرآن کریم کی اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک عجیب اسلوب اختیار فرمایا اللہ تعالیٰ یوں بھی فرما سکتے تھے کہ "واذ یرفع ابراھیم و اسماعیل القواعد من البیت" (البقرہ 127) یعنی اس وقت یاد کرو جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ دونوں بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس طرح بیان نہیں فرمایا، بلکہ پہلے ابراہیم علیہ السلام کا نام لیکر جملہ مکمل کر دیا کہ اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور اسماعیلؑ بھی۔ اسماعیل علیہ السلام کا آخر میں علیحدہ ذکر فرمایا والد صاحبؒ نے فرمایا۔ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی بیت اللہ کی تعمیر کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اس عمل میں برابر کے شریک تھے۔ پتھر اٹھا کر لا رہے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دے رہے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان پتھروں سے بیت اللہ کی تعمیر فرما رہے تھے لیکن اس کے باوجود قرآن کریم نے اس تعمیر کو براہ راست حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب فرمایا۔ پھر والد صاحب نے فرمایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ اگر کوئی بڑا اور چھوٹا دونوں مل کر ایک کام انجام دے رہے ہوں تو ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کام کو بڑے کی طرف منسوب کیا جائے اور اس کے ساتھ چھوٹے کا ذکر یوں کیا جائے کہ چھوٹا بھی اس کے ساتھ موجود تھا نہ یہ کہ چھوٹا اور بڑے دونوں کو ہم مرتبہ قرار دیکر دونوں کی طرف اس کام کو برابر منسوب کر دیا جائے۔

حضرت عمرؓ اور ادب

اسی بات کو حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور واقعہ کے ذریعہ سمجھایا، فرمایا کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا عام معمول تو یہ تھا کہ عشاء کے بعد زیادہ کسی کام میں مشغول نہیں ہوتے تھے آپ فرماتے تھے کہ عشاء کے بعد قصے کہانیاں کہنا اور زیادہ فضول گوئی میں مشغول رہنا اچھی بات نہیں ہے۔ تاکہ صبح کی نماز پر

اثر نہ پڑے لیکن ساتھ ہی فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی حضور اقدس ﷺ عشاء کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ سے مسلمانوں کے معاملات میں مشورہ فرمایا کرتے تھے اور میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تھا دیکھئے جب فاروق اعظمؓ نے اس واقعہ کا تذکرہ فرمایا تو یوں نہیں کہا کہ مجھ سے اور ابوبکرؓ سے مشورہ کیا کرتے تھے بلکہ فرمایا کہ ابوبکرؓ سے مشورہ کرتے تھے اور میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تھا۔ یہ ہے چھوٹے کا ادب کہ جب چھوٹا کسی بڑے کے ساتھ کوئی کام کر رہا ہو تو وہ کام اپنی طرف منسوب نہ کرے بلکہ بڑے کی طرف منسوب کرے کہ بڑے نے یہ کام کیا اور میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ لہٰذا قرآن کریم نے بھی وہی اسلوب اختیار فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں بلند کر رہے تھے اور اسماعیل علیہ السلام بھی ان کے ساتھ شامل تھے یہاں تعمیر بیت اللہ کی اصل نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کی گئی اور اسماعیل علیہ السلام کو ان کے ساتھ شامل کیا گیا۔ یہ تو ایک نکتہ تھا جو حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہ کے حوالے سے یاد آ گیا۔

عظیم الشان واقعہ

غرض سمجھنے کی بات یہ ہے کہ یہ واقعہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی، یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ بلکہ تاریخ انسانیت کا اور تاریخ ادیان کا عظیم الشان واقعہ ہے، عبادت گاہوں کی تاریخ میں اس سے زیادہ عظیم الشان واقعہ کوئی اور نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ اللہ کا گھر تعمیر کیا جا رہا تھا اس واقعہ میں بے شمار تفصیلات تھیں، مثلاً یہ کہ پتھر کہاں سے لائے گئے؟ گارہ کہاں سے جمع کیا گیا؟ کون پتھر اٹھا رہا تھا؟ کون چنائی کر رہا تھا کتنی بلندی پر تعمیر کیا گیا؟ کتنی لمبائی اور کتنی چوڑائی تھی؟ کتنا وقت اس تعمیر پر لگا؟ کتنا روپیہ اس پر خرچ ہوا؟ یہ ساری تفصیلات تھیں لیکن قرآن کریم نے ان تفصیلات میں سے کوئی تفصیل ذکر نہیں فرمائی۔ بس اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ اس کے بعد یہ بیان فرمایا جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر کر رہے تھے اس وقت ان کی زبان مبارک پر کیا دعائیں تھیں؟ وہ کیا الفاظ کہہ رہے تھے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ سے کیا مناجات کر رہے تھے؟ اس سے معلوم ہوا کہ وہ سارا عمل ایک طرف اور اس عمل کے ساتھ جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنے والی

دُعائیں زبان مبارک پر تھیں۔ وہ ایک طرف، اللہ تعالیٰ کو سارے عمل کے مقابلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعائیں اتنی پسند آئیں کہ اس کو قیام قیامت تک کیلئے قرآن کا حصہ بنا دیا۔ چنانچہ فرمایا جب وہ بیت اللہ کی تعمیر کا کام کر رہے تھے تو زبان مبارک پر یہ دعا تھی:

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

''کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے اس خدمت کو اپنی فضل و کرم سے اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرما بلاشبہ آپ بہت سننے والے اور بہت جاننے والے ہیں۔'' جو بات اللہ رب العزت کو پسند آئی، جو ادا اللہ تبارک وتعالیٰ کو بھائی وہ یہ کہ کام تو اتنا عظیم الشان انجام دے رہے ہیں کہ اس روئے زمین پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف منسوب پہلا اور آخری گھر تعمیر کر رہے ہیں جو قیامت تک کیلئے ساری انسانیت کے واسطے ایک مقناطیس بننے والا ہے جس کی طرف لوگ کھنچ کھنچ کر جانے والے ہیں وہاں پر عبادتیں کرنے والے ہیں وہ بیت اللہ کہ جس کی بنیادیں نامعلوم ہو چکی تھیں وہ بیت اللہ جس کی تعمیر ختم ہو چکی تھی اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اٹھا رہے تھے لیکن زبان اور دل پر کوئی فخر نہیں، کوئی ناز نہیں، کوئی غرور بھی نہیں کہ میں اتنا بڑا کام انجام دے رہا ہوں اور اس کام کو انجام دیتے وقت سینہ تنا ہوا نہیں ہے، گردن اکڑی ہوئی نہیں ہے اور کسی قسم کے فخر اور تکبر کے جذبات نہیں بلکہ دل میں یہ جذبات ہیں کہ یا اللہ میری خدمت اور یہ میرا عمل اس لائق تو نہیں ہے کہ آپ کی بارگاہ میں شرف قبول حاصل کرے، لیکن اے اللہ آپ اپنے فضل و کرم اور اپنی رحمت سے اسے قبول فرما لیجئے۔

دل میں بڑائی نہ ہو

اس دعا میں اشارہ اس بات کی طرف کر دیا کہ انسان اللہ کا بندہ ہے وہ خواہ کتنا ہی بڑا کارنامہ انجام دے رہا ہو کتنی بڑی خدمت انجام دے رہا ہو، لیکن اس کے دل میں کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہونا چاہئے کہ میں کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دے رہا ہوں یا یہ کہ میں اللہ کے دین کی کوئی بہت بڑی خدمت کر رہا ہوں۔ اس کے دل میں یہ جذبہ ہونا چاہئے کہ میرا عمل میری ذات کے لحاظ سے تو اس لائق نہیں کہ اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور یہ التجا ہے کہ یا اللہ اس چھوٹے عمل کو اور اس ادھورے عمل کو اپنے فضل و کرم

سے قبولیت کا شرف عطا فرما دیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس دُعا سے یہ سبق سکھا دیا کہ دنیا کا دستور یہ ہے کہ بڑے بڑے کام جو شخص انجام دیتا ہے تو اس کا نفس اور اس کی نفسانی خواہشات اس کو فخر پر ابھارتی ہیں دوسروں کے سامنے شیخی بھگارنے کی طرف مائل کرتی ہیں۔ لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام نے اپنی سنت سے یہ طریقہ بتایا کہ اگر تم نے کوئی نیک کام کیا اور اس نیک کام سے تمہارے دل میں کوئی فخر اور تکبر پیدا ہوگیا تو وہ اس عمل کو ملیامیٹ کرڈالے گا۔ اس کے بجائے جب تم کوئی عمل کرو تو یہ سوچو کہ مجھے تو اللہ کی بارگاہ میں جیسا عمل پیش کرنا چاہئے تھا ویسا عمل پیش نہیں کرسکا اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائے۔ آمین!

فتح مکہ اور آپ کی انکساری

حضور نبی کریم سرور دو عالم محمد مصطفیٰ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر جب فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہو رہے تھے، اکیس سال کی محنت کا ثمرہ مکہ مکرمہ کی فتح کی صورت میں سامنے آرہا تھا اس مکہ میں فاتحانہ شان سے داخل ہو رہے تھے جس میں رہنے والوں نے آپ ﷺ کو اذیتیں پہنچانے، تکلیفیں دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی جہاں آنحضرت ﷺ کے خلاف سازشیں تیار کی گئیں، قتل کے منصوبے بنائے گئے، مسلمانوں کو لا الہ الا اللہ کہنے کی پاداش میں ظلم وستم کا کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا، اس موقع پر کوئی اور ہوتا تو اس کا سینہ تنا ہوا ہوتا، گردن اکڑی ہوئی ہوتی اور انا و لا غیری کے نعرے لگاتا ہوا داخل ہوتا، اور مکہ مکرمہ کی گلیاں خون سے لالہ زار ہو جاتیں۔ لیکن یہ رحمۃ اللعالمین ﷺ ہیں چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے وہ منظر آج بھی اس طرح یاد ہے، جیسے اس وقت دیکھ رہا ہوں کہ سرکار دو عالم ﷺ معلی کی طرف سے مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے ہیں اور اپنی اونٹنی "ناقہ قصویٰ" پر سوار ہیں اور اونٹنی پر سوار ہونے کی حالت میں گردن جھکی ہوئی ہے یہاں تک کہ ٹھوڑی مبارک سینے سے لگی ہوئی ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور زبان مبارک پر یہ آیات ہیں۔

انا فتحنا لک فتحا مبینا (سورۃ الفتح ۱)

کہ یا اللہ یہ جو کچھ نصرت ہوئی یہ آپ ہی کی طرف سے ہے میری قوت بازو کا کرشمہ نہیں یہ آپ کے فضل وکرم سے ہے کہ آپ نے مجھے فاتحانہ شان سے یہاں داخل فرمایا لہٰذا اب فاتح کی شان یہ ہے کہ اس کی گردن تننے کے بجائے جھک جائے اور سینہ

مبارک سے لگ جائے انبیاء کرام علیہم السلام کی یہی سنت تھی اور یہی نبی کریم ﷺ کی سنت ہے اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت ہے۔

توفیق منجانب اللہ ہوتی ہے

جب اللہ تعالیٰ کسی اچھے عمل کی توفیق عطا فرمائے تو یادرکھو یہ توفیق بھی اس کی طرف سے ہے، اگر عمل کی توفیق نہ ہوتی تو تم سے یہ کام بن نہیں سکتا تھا یہ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے تمہیں اس خدمت پر لگادیا۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمیں کنی
منت شناس کہ اورا بخدمت گزاشتن

کہ یہ احسان کرنے کا موقع نہیں کہ میں نے بڑی نمازیں پڑھ لیں، میں نے بڑے روزے رکھ لئے، میں نے بڑا ذکر کرلیا، میں نے بڑی عبادتیں انجام دے لیں، میں نے بڑی خدمت دین انجام دیں، میں نے بڑی کتابیں لکھیں، میں نے بڑی تقریریں کیں، میں نے بڑے فتوے لکھے یہ کوئی فخر کی بات نہیں، ارے یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ ایک ذرے سے جو چاہے کام لے۔ یہ دُعا کرو کہ وہ نیک کام کرنے کی توفیق دے اور جو کچھ عمل کرنے کی توفیق ہو تو ایک بندے کا کام یہ ہے کہ سب سے پہلے اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اور اللہ کے سامنے اس کے قبولیت کی دُعا مانگے کہ اے اللہ! اس کو اپنے فضل وکرم سے قبول فرما یہ بڑے پست حوصلہ انسان کا کام ہے کہ تھوڑے سے عمل کی توفیق اللہ نے دے دی تو اس پر اترانے لگا، اس کے اوپر فخر وناز میں مبتلا ہوگیا اور لوگوں کے سامنے تکبر کرنے لگا جیسے عربی زبان کی ایک مثال ہے کہ

صلی الحائک رکعتین وانتظر الوحی.

ایک جولاہے نے ایک مرتبہ دو رکعت نماز پڑھی، نماز پڑھنے کے بعد انتظار میں بیٹھا ہے کہ کب میرے اوپر وحی نازل ہو، یہ سمجھ رہا ہے کہ دو رکعت نماز پڑھنا اتنا عظیم الشان کام ہے کہ مجھے براہ راست نبوت ملنی چاہئے تو یہ کم ظرف اور کم حوصلہ انسان کا کام ہے۔ ایک بندہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اس کا کام یہ ہے وہ ڈرتا رہے، کام بھی کررہا ہے اور ساتھ ساتھ اللہ سے ڈر بھی رہا ہے کہ یہ کام تو اس کے شایان شان تو نہیں ہے جیسا کہ اس کا حق

ہے۔ لیکن اللہ رب العزت سے دُعا کر رہا ہے کہ اسکو اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے۔

تو سب سے پہلی بات جو اللہ تعالیٰ کو تعمیر کعبہ میں پسند آئی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ ادا تھی کہ کعبہ تعمیر کر رہے ہیں، اور اتنا عظیم الشان کام انجام دے رہے ہیں، لیکن کوئی فخر نہیں، کوئی غرور نہیں، کوئی تکبر نہیں۔

حقیقی مسلمان کون؟

آگے دُعا کا دوسرا حصہ عجیب و غریب ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ تعمیر فرما رہے تھے اس وقت دوسری دُعا یہ فرمائی

ربنا واجعلنا مسلمین لک

اے پروردگار! ہم دونوں کو یعنی مجھے بھی اور میرے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو مسلمان بنا دیجئے۔ اب یہ عجیب دُعا ہے کہ کیا وہ مسلمان نہیں تھے؟ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام مسلمان نہ ہوں تو پھر دنیا میں کون مسلمان ہوگا؟ لیکن دُعا یہ فرما رہے ہیں کہ ہمیں مسلمان بنا دیجئے بات اصل میں یہ ہے کہ عربی زبان میں "مسلم" کے معنی ہیں: تابعدار، فرمانبردار، جھکنے والا آپ فرما رہے ہیں کہ اے اللہ مجھے اور میرے بیٹے کو اپنے آگے جھکنے والا بنا دیجئے تاکہ میری پوری زندگی اور میرے بیٹے کی زندگی آپ کے تابع فرمان ہو جائے پوری زندگی آپ کی فرماں برادری میں گزر جائے، کیونکہ ویسے تو آدمی جیسے ہی کلمہ پڑھتا ہے "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ" وہ مسلمان ہو جاتا ہے چاہے ستر برس کا کافر بھی کیوں نہ ہو، لیکن صرف کلمہ طیبہ پڑھ لینا مومن کا کام نہیں بلکہ کلمہ طیبہ کے بعد پوری زندگی کو اللہ کے تابع فرمان بنائے بغیر انسان مکمل مسلمان نہیں بنتا، اسی لئے قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا

یایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ.

اے ایمان والو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ یہاں خطاب کیا گیا ہے ایمان والوں کو جو پہلے سے ایمان والے ہیں اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ یہ ایمان والے اب کس میں داخل ہو جائیں؟ اشارہ اس بات کی طرف فرما دیا کہ ایمان لے آنا ایک عمل ہے اور اس کے بعد اسلام میں داخل ہونا دوسرا عمل ہے اور اسلام کے معنی یہ ہیں

کہ اپنے وجود کو، اپنی زندگی کو، اپنی نشست و برخاست کو، اپنے فکر وانداز کو اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان بنائے جب تک یہ نہیں کرو گے اسلام میں پوری طرح داخل نہیں ہو گے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ دُعا فرما رہے ہیں کہ اے پروردگار، مجھے اور میرے بیٹے کو صحیح معنوں میں مسلمان بنائیے یعنی اپنا تابع فرمان بنائیے۔

تعمیر مسجد کا مقصد

یہاں صرف ایک بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اس آیت میں اشارہ اس بات کی طرف معلوم ہوتا ہے واللہ سبحانہ اعلم کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مسجد تو بنا رہے ہیں اللہ کا گھر تو تعمیر کر رہے ہیں جو بہت بڑا عظیم الشان کام ہے لیکن یہ مسجد کی تعمیر درحقیقت ایک علامت ہے، مسجد کی تعمیر بذات خود مقصود نہیں ہے، بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس مسجد کی تعمیر کے بعد اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان بنالیا جائے جب تک یہ نہ ہوگا تو محض تعمیر مسجد تنہا کافی نہیں اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ ہمیں اپنا تابع فرمان اس طرح بنالیجئے کہ اپنی زندگی کا ہر کام آپ کے حکم کے مطابق ہو جائے یہ ہیں مسلمین کے معنی اور اگر یہ مقصد حاصل نہیں ہوا تو پھر وہ مسجد اس شعر کا مصداق بن جائیگی۔

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایمان کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

مسجد تو بڑی عالیشان تعمیر ہوگئی لیکن اس میں کوئی نماز پڑھنے والا نہیں، اللہ کا ذکر کرنے والا نہیں اور خدا نہ کرے اور وہ کیفیت ہو جائے جو حضور علیہ السلام نے آخری زمانے کی مساجد کے بارے میں فرمایا کہ "عامرۃ وھی خراب" کہ مسجدیں باہر سے بڑی اچھی، شاندار، بڑی مزین، بڑی آراستہ ہونگی، لیکن اندر سے ویران ہونگی اس کے اندر کوئی نماز پڑھنے والا موجود نہ ہوگا۔ کہیں ایسا نہ ہو اس لئے فرمایا اے اللہ ہمیں مسلمان بنا دیجئے۔ ساتھ ساتھ اپنا تابع فرماں بنا دیجئے۔

دین نماز اور روزے میں منحصر نہیں

بعض مرتبہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ خیال آتا ہے کہ مسلمانی کا تقاضا یہ ہے کہ

مسجد میں جا کر نماز پڑھ لی اور پانچ وقت حاضری دیدی۔ روزہ رکھ لیا اور زکوۃ ادا کردی، عبادات انجام دے لیں بس ہو گئے مسلمان۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا میں ایک اشارہ اس طرف بھی ہے کہ یہ مسجد کی تعمیر کرنا، مسجد کے اندر جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا، نمازیں پڑھنا، ذکر کرنا یہ سب بھی دین کا حصہ ہیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ اسی کو سب کچھ سمجھ کر باقی چیزوں کو نظر انداز کردو، آج ہمارا یہ حال ہے کہ جب تک مسجد میں ہیں تو مسلمان ہیں نمازیں بھی ہو رہی ہیں، ذکر بھی ہو رہا ہے، عبادت بھی انجام دی جا رہی ہے۔ لیکن جب بازار میں پہنچے تو وہاں سارے معاملات اللہ کے حکم کے خلاف ہو رہے ہیں۔ دفتروں میں پہنچے تو وہاں مسلمان نہیں، حکومت کے ایوانوں میں پہنچے تو وہاں مسلمان نہیں، بس دین نام رکھ لیا عبادتوں کے انجام دینے کا، نماز پڑھ لی، روزہ رکھ لیا، زکوۃ دے دی، حج کر لیا، اللہ اللہ خیر سلا، یاد رکھو! دین درحقیقت پانچ شعبوں کا مجموعہ ہے۔ عقائد کی درستی، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق ان سب کے مجموعے سے اسلام بنتا ہے، اسلام یہ نہیں کہ مسجد میں تو مسلمان ہیں گھر میں جا کر کافر ہو گئے (معاذ اللہ) مسلمان وہ ہے جو پورا کا پورا مسلمان ہو، اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا

یاایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ.

اے! ایمان والو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، یہ نہیں کہ بس مسجد میں چلے گئے، اور عبادات بھی کریں مگر معاملات خراب، معاشرت خراب، اخلاق خراب یہ ساری چیزیں اسلام میں داخل ہونے کیلئے ضروری ہیں۔

مسجد کے حقوق میں یہ بات بھی داخل ہے کہ جس کو مسجد میں جا کر سجدہ کر رہے ہو بازار میں بھی جا کر اسی کے حکم کی اطاعت کرو۔ یہ نہیں کہ مسجد میں نماز پڑھی اور بازار میں جا کر رشوت دیدی۔ یہ نہیں کہ نماز پڑھنے کے بعد سود کھا لیا بلکہ اخلاق و معاشرت کو بھی شریعت کے مطابق بنالو، ہمارے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اس بات سے بھرے ہوئے ہیں کہ جس طرح عبادت ضروری ہے اسی طرح معاشرت درست کرنا بھی ضروری ہے، اخلاق درست کرنا بھی ضروری ہے اور معاملات درست کرنا بھی ضروری ہیں۔ آج کی دنیا اس بات کو فراموش کر بیٹھی ہے اور دین صرف نماز روزے کا نام رکھ لیا ہے یہ غلط فہمی دور کر لینی چاہئے۔

اولاد کی اصلاح کرنا واجب ہے

پھر آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ جملہ فرمایا کہ

ومن ذریتنا امة مسلمة لک.

اے اللہ ہماری آنے والی نسل کو بھی مسلمان بنایئے، اس کو بھی اپنے تابع فرمان بنایئے۔ اس میں اشارہ اس بات کی طرف کر دیا کہ ایک مسلمان کا کام صرف خود مسلمان بن کر ختم نہیں ہوتا، اس کے فرائض میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اپنی اولاد کی فکر کرے، آج ہم مسلمانوں کے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جو خود تو نماز کے پابند، صف اول کے پابند، تلاوت قرآن کے پابند، لیکن ان کے ذہنوں میں کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ اولاد کہاں جا رہی ہے وہ تیزی سے الحاد کے راستے پر، بے دینی کے راستہ پر، اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے راستے پر، جہنم کے راستے پر جا رہی ہے لیکن کبھی خیال نہیں آتا ہے کہ ان کو کس طرح بچایا جائے، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس دعا میں اس طرف اشارہ کر دیا کہ مسلمان کیلئے صرف اپنی اصلاح کر لینا کافی نہیں بلکہ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ

یا یھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا

اے ایمان والو! اپنے آپ کو بھی آگ سے بچاؤ اور اپنے گھر والوں کو بھی بچاؤ، اپنے بچوں کو بھی بچاؤ جس طرح خود مسلمان بننا فرض اسی طرح آنے والی نسل کو بھی مسلمان بنانا اور ان کی اصلاح کی فکر کرنا بھی فرض ہے۔

آگے فرمایا:

وتب علینا انک انت التواب الرحیم

یہ نہیں فرمایا کہ اس عمل پر مجھے ثواب عطا فرما، اس لئے میرا یہ عمل ثواب کے لائق تو کیا ہوتا بلکہ خطرہ یہ ہے کہ میرے اس عمل میں کس قسم کی کوتاہیاں شامل نہ ہو گئی ہوں جس کی وجہ سے یہ عمل غارت ہو جائے، اے اللہ اگر ایسی کوتاہیاں ہوئی ہوں تو ہماری توبہ قبول فرما۔

یہ بھی عمل کی توفیق کا حصہ ہے کہ سب سے پہلے اس کے اوپر اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی دعا کرے اور پھر استغفار کرے کہ اے اللہ اس عمل میں جو کوتاہیاں ہوئی ہوں اس کو اپنے فضل وکرم سے معاف فرما، یہ کام ہے مومن کا۔

نماز کے بعد استغفار کیوں؟

حدیث میں آتا ہے کہ جب نبی کریم سرور دو عالم ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو نماز ختم ہوتے ہی آپ تین مرتبہ فرماتے تھے استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ اب یہ اس وقت استغفار کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لئے کہ استغفار تو اس وقت ہوتا ہے جب انسان سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ استغفار کرے کہ یا اللہ مجھے معاف کر دے تو بظاہر نماز کے بعد استغفار کا موقع نہیں، بلکہ نماز تو اللہ کے حضور حاضری ہے، اس کے بعد استغفار کیوں؟ بات دراصل یہ ہے کہ نماز تو ہم نے پڑھ لی مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کبریائی کا جو حق تھا وہ نماز میں ادا نہ ہوا۔

ما عبدناک حق عبادتک.

اے اللہ ہم آپ کی بندگی کا حق ادا نہ کر سکے، تو نماز کے بعد یہ استغفر اللہ اس واسطے ہے کہ جو حق تھا وہ تو ادا ہوا نہیں، اے اللہ اپنی رحمت سے ان کوتاہیوں کو دور فرما، قرآن کریم میں بھی نیک بندوں کی تعریف کرتے ہوئے سورہ ذاریات میں باری تعالیٰ نے فرمایا۔

کانوا قلیلا من اللیل ما یھجعون وبالا سحارھم یستغفرون

اللہ کے بندے وہ ہیں جو رات کو بہت کم سوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں اللہ کے حضور حاضر ہیں اور دُعا مانگ رہے ہیں، پوری رات عبادت میں گزاری، لیکن جب سحری کا وقت ہوتا ہے تو اس وقت استغفار کرتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ نے حضور نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ یہ کونسا استغفار کا موقع ہے؟ ساری رات تو عبادت کرتے رہے کوئی گناہ نہیں کیا، جو استغفار کریں؟ حضور اقدس ﷺ نے جواب میں فرمایا: درحقیقت وہ اس بات پر استغفار کرتے ہیں کہ اے اللہ جو عبادت رات کو کی ہے وہ اس لائق تو نہیں کہ آپ کی بارگاہ میں پیش کی جائے۔ اس واسطے اے اللہ ہم ان کوتاہیوں سے استغفار کرتے ہیں۔ جو نماز کے اندر ہوئیں تو ایک بندے کا کام یہ ہے کہ جو نیک عمل بھی کرے نیکی کے جس کام کی جو توفیق ہو اس پر غرور میں مبتلا ہونے کے بجائے اس کی کوتاہیوں پر استغفار کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر کرے اور اس کی قبولیت کی

دُعا مانگے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

جامع دعا

پھر یہ ساری دُعائیں کرنے کے بعد آخر میں یہ زبردست دعا فرمائی:

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتک ویعلمھم الکتب والحکمۃ ویزکیھم

کہ اے پروردگار یہ کعبہ تعمیر کر لینا کافی نہیں اے اللہ جو کعبہ کے پاس رہنے والے ہیں ان میں اپنے فضل وکرم سے ایک ایسا رسول بھیجئے جو ان کے سامنے آپ کی آیتوں کی تلاوت کرے۔ اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے۔ اور ان کا تزکیہ کرے اور ان کو پاک صاف کرے، ان کے اخلاق ان کے اعمال پاک صاف کرے۔

یہ دعا بیت اللہ کی تعمیر کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمارہے ہیں اشارہ اس بات کی طرف کر دیا کہ خواہ اللہ کے کتنے گھر دوبارہ تعمیر ہو جائیں کتنی مساجد بن جائیں۔ لیکن یہ مسجد اس وقت تک اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک محمد رسو اللہ ﷺ کی تعلیمات اس کے ساتھ موجود نہ ہوں اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دُعا فرمائی، اور اس دعا کے اندر فرمایا کہ وہ پیغمبر آپ کی آیتوں کی تلاوت کرے اس میں اشارہ اس طرف کر دیا کہ آیات کی تلاوت بذات خود ایک مقصد ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنا بذات خود ایک انسان کی بہت بڑی کامیابی ہے اور وہ پیغمبر صرف تلاوت نہیں کریگا۔ بلکہ وہ کتاب کی تعلیم بھی دیگا۔

قرآن کیلئے حدیث کے نور کی ضرورت

اس سے اشارہ اس بات کی طرف فرمادیا کہ کتاب یعنی قرآن محض مطالعہ سے حاصل ہونے والی چیز نہیں کہ اس کا مطلب ہم مطالعہ سے حاصل کرلیں، آج کل قرآن کی اسٹڈی کرنے کا بڑا رواج ہے، صرف اسٹڈی کے ذریعہ اس کو حل کرنے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، اس لئے اس آیت میں اشارہ کر دیا کہ یہ قرآن خود بیٹھ کر اسٹڈی کرنے کی چیز

نہیں جب تک محمد ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں اسکو نہیں پڑھا جائے اس وقت تک قرآن کا مطلب سمجھ میں نہیں آئیگا اس لئے اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا کہ

لقد جآء کم من اللہ نور و کتب مبین

فرمایا کہ جیسے آپ کے پاس ایک کتاب ہو لیکن روشنی نہ ہو اندھیرا ہو، اب کتاب تو موجود ہے لیکن روشنی کے بغیر آپ اس کتاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ حسین اشارہ فرمایا کہ تمہارے پاس ہم نے کتاب بھی بھیجی اور اس کے ساتھ اس کتاب کو پڑھ کر سمجھنے والا نور بھی بھیجا اور وہ محمد ﷺ کی تعلیمات کا نور ہے اس کی روشنی میں پڑھو گے تو کامیابی حاصل ہوگی اس سے ہٹ کر اگر پڑھنے کی کوشش کرو گے تو وہ شخص ایسا ہی ہے جیسا کہ اندھیرے میں کتاب پڑھنے والا۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں پھر آخر میں فرمایا کہ وہ پیغمبر تعلیم پر ہی اکتفا نہیں کریگا، بلکہ ان کو غلط اخلاق سے غلط اعمال سے صاف کریگا انکا تزکیہ کریگا اشارہ اس بات کی طرف فرمادیا کہ تعلیم بھی زبانی کافی نہیں بلکہ اس کیلئے تربیت اور صحبت کی ضرورت ہوگی جب تک کہ یہ نہیں ہوگی اس وقت تک انسان کے اعمال اور اخلاق صحیح معنوں میں درست نہیں ہونگے بہر حال، حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے جو دُعائیں تعمیر کعبہ کے وقت مانگی تھیں یہ اس کی تھوڑی سی تفصیل تھی، اس دعا میں پورا دین سما گیا ہے دین کے سارے شعبے اس کے اندر آگئے ہیں اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہمیں اس کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس مسجد کی تعمیر اور اس کی تاسیس کی برکت عطا فرمائے اس کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

سیرت النبی ﷺ

(حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہ اللہ)

الحمد لله وكفىٰ وسلام على عباده الذين اصطفىٰ. اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. وَمَآ اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ. صدق الله العظيم.

اولی ثناء است اولی را
کہ کرد مظہر اول زجلہ اولی را
نبی امی وام الکتاب درس وادے
نخواندہ مصحف وکشاف رمز اولی را
یتیم مکہ و کرسی نشین نزد عرش
زجبرئیل سبق بردہ تجلی را

درود شریف...... بزرگان ملت برادران عزیز محترم ومکرم ماؤ اور بہنو اور بیٹیو اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سننے اور عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ حق کا لفظ زبان پر آسان ہے اور اس کی تاریخ مشکل ہے۔ از آدم تا ایں دم جس نے بھی حق کہا اس کی رات آرام سے نہیں گزری۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

گفتار صدق مایہ آزار مے شود
چوں حرف حق بلند شود دارے شود
دیدار متاع عشق براور فروشند
گل نیست کہ درکوچہ وبازار فروشند

اگر میں اہل حق کی سیرت کو شروع کروں میری زندگی ختم ہو جائے گی ان کی سیرت کا ایک باب بھی ختم نہیں ہوگا۔ میں نے ایک چھوٹی سی آیت شریفہ پڑھی ہے۔ ارشاد ربانی ہے وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ ہماری دینی اصطلاح میں عالم چار ہیں۔ عالم ارواح، عالم اجساد، عالم برزخ، عالم آخرت، عالم برزخ میں سوال ہوا تھا الست بربکم قالوا بلی جب عالم ارواح میں ارواح بنی آدم سے سوال ہوا تو تمام ارواح کی قیادت وسیادت اور راہنمائی روح مصطفیٰ کے حصہ میں آئی۔ سب سے پہلے جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا کہ تو ہمارا رب ہے۔ حضور عالم ارواح میں انسانیت کے لئے رحمت...... عالم اجساد میں ہیں ہم گزر رہے ہیں میں بھی حضورؐ رحمت...... نبی سب آئے اور برحق آئے لیکن جتنے آئے کوئی کسی ٹکڑے کے لئے آیا۔ کوئی کسی خطے کے لئے آیا کوئی کسی رنگ کے لئے آیا۔ کوئی کسی محفل کے لئے آیا۔ کوئی بنی اسرائیل کی بھولی ہوئی بھیڑوں کو راستہ دکھلانے کے لئے آیا۔ ایک آیا جو سب کے لئے آیا؟ کس وقت آیا؟ کیا لے کر آیا ... کس وقت آیا۔ جب خدا بنائے جاتے تھے۔ اور جو بنائے جائیں وہ خدا نہیں ہوتے جو خود حاجت مند ہوں وہ حاجت روا نہیں ہوتے۔ جو خود مشکلوں میں پھنسیں وہ مشکل کشا نہیں ہوتے میرے آقا کے آنے سے پہلے خدا بنائے جاتے تھے۔ ایک آیا۔ اس نے کہا۔

کوئی اپنے مندر کے اندر ہے شاداں
کہ جلوہ خدا کا اسی میں ہے پنہاں
نہیں اس پر کچھ بھی الزام مگر ہاں
سمجھ دار یہ کہہ کر ہوتا ہے حیراں
جو بندے بتوں کو خدا مانتے ہیں
خدا کو خدا جانے کیا جانتے ہیں
ہم ایسے خداؤں پر حیران بڑے ہیں
جو سنگین مزاج اور دل کے کڑے ہیں
کھڑے ہیں کھڑے ہیں پڑے ہیں پڑے ہیں

جو ماپو تو بندے خدا سے بڑے ہیں
پرستش کہیں آگ کی ہو رہی ہے
پجاری سمجھتا ہے کہ بس حق یہی ہے
میرے قلب میں آگ سی لگ رہی ہے
یہ یزداں پرستی ہے یا دل لگی ہے
یہ رونے کی جا ہے یا ہنسنے کی جا ہے
کہ ہنڈیا تو چولھے پہ نیچے خدا ہے
پتھر لگاؤ تو پیدا خدا ہو روٹی پکاؤ تو پیدا خدا ہو
چلم بھر کے لاؤ تو پیدا خدا ہوارے او پلے جلاؤ تو پیدا ہو
لنڈھاؤ ان پر تھوڑا سا پانی
تو مخلوق باقی ہے اللہ ہے فانی

ایک اور آیا اس نے پانی کے دھارے کو دیکھا۔ گنگا کی تیزی کو دیکھا۔ جمنا کی طغیانی کو دیکھا شملہ کی موجوں کو دیکھا سندھ کی طغیانی کو دیکھا۔ ماتھا پھینک دیا کہ یہ خدا ہے۔

اگر جا پھنسیں یہ کسی کے شکم میں
بنے ٹھہر کر اس کے ناک میں دم میں
بڑے پاک تھے آپ پہلے جنم میں
مگر اب گرفتار ہیں کس دم میں
گئے پاک نکلے تو ناپاک نکلے
خدا بھی نکلے تو کیا خاک نکلے
گڑھوں میں پڑے ہیں کہیں سوکھ جاتے
طہارت کے ہیں کہیں یہ کام آتے
یہ رو رو کے کوئی جدا کہہ رہا ہے
کہ بدرو میں میرا خدا بہہ رہا ہے

ایک نے آگ کو خدا بنایا ایک نے پانی کو خدا بنایا تم نے ملن کا تماشہ دیکھا۔ تم نے

انسانوں کی کشتیاں دیکھی ہوں گی میں تمہیں انسان کے بنائے ہوئے خداؤں کی کشتیاں دکھلاؤں گا جس نے پانی کا خدا بنایا اس کا خدا دیکھی میں آیا۔ جس نے آگ کو خدا بنایا نیچے جلایا۔ نیچے والا خدا اگر تیز ہوا تو اوپر والا خدا غائب اور اگر اوپر والا لڑھک گیا تو نیچے والا خدا غائب ایک لڑھک گیا اور ایک بجھ گیا۔

قرآن پاک نے کہا: والعصر ان الانسان لفی خسر زمانہ گواہی دے رہا ہے کہ انسان خسارے میں مبتلا ہو گیا۔ انسان آگ کو خدا بنائے انسان پانی کو خدا بنائے؟

کوئی یوں بھی ہے گرم مہری دکھلاتا
کہ سورج کو ہے دریا پہ جب چڑھاتا
جو پوچھو اس کو خدا ہے بتلاتا
اور خدا کی اس پر دلیلیں ہے لاتا
چلو ہم نے اس کو ہے اللہ مانا
چلو ہم بھی بنے داتا
مگر تمہیں ہم کو یہ ہے بتلانا
کہ خدائی ہے یا کھیل ہے مہربانا
ذرا ابر آیا تو اللہ غائب
اندھیرا جو چھایا تو اللہ غائب
سویڈن اور ناروے میں تو جاؤ
وہاں اک اک دن چھ مہینے کا پاؤ
ٹھہرو ایک منٹ اتنا تو بتلاؤ
اگر سورج خدا ہے تو یہ پوچھ آؤ
کہیں تو لگاتے ہو چھ ماہ ڈیرے
اور کہیں رات دن کے ہیر پھیرے

یہ سورج رب نہیں بلکہ میرے رب کا دیا ہوا ایک بونجا ہے۔ دانے بھونتا ہے نہ دانے کو کچا رہنے دیتا ہے اور اتنے ڈھیرے ڈھیرے بھونتا ہے اور نہ ہی کالا ہونے دیتا ہے۔

یہ رب نہیں بلکہ میرے رب کا غلام ہے دوسروں پر ہنسنے والو اپنی بھی سن لو

کہیں نخل مرقد کی چھاؤں میں سجدے
کہیں مرنے والے کے پاؤں میں سجدے
اشاروں میں سجدے نگاہوں میں سجدے
ادھر اور ادھر خانقاہوں میں سجدے
تشخص پرستی کا پامال سجدہ
مزاروں پر جاجا کے ہر جا سجدے

جو پتھر کی پوجا کرے مومن یا کافر؟ کافر! پتھر کی پوجا کرے سونے کی پیتل کی چاندی کی پوجا کرے وہ بھی کافر۔ جو ان بتوں کو پوجے وہ بھی کافر۔ جو لکڑی اور کاغذ کا بنالے وہ مومن؟ جو بت کے سامنے جھکے وہ کافر اور جو بت کو کاندھے پر اٹھائے وہ مومن؟ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔ تمہیں چھٹی ہے تم جو چاہو کرو۔ بت صرف پتھر کے نہیں ہوتے بت عزت کا۔ شہرت کا بت دولت کا بت، ہوس کا بت، حسب کا بت نسب کا بت، پیشے اور پیسے کا بت اقبال کہتا ہے۔

براہمی نظر پیدا بڑی مشکل سے ہوتی ہے
ہوائیں چھپ چھپ کے سینے میں بنالیتی ہے تصویریں

جو بناوٹی بت کو پوجے وہ کافر اور جو طاقت کے بت کو پوجے وہ مومن جو اقتدار کے بت کو پوجے وہ مومن تم ساری عمر دوسروں کے عیب گنتے رہو اپنے گریبانوں میں نہ جھانکنا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دور میں گھر گھر میں کئی کئی خدا تھے۔ گویا خداؤں کا اصطبل بنایا ہوا تھا۔ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو موقع ملا انہوں نے خداؤں کا تیا پانچا کر دیا اور سب کو توڑ پھوڑ کر کلہاڑا بڑے حضرت کے کندھے پر رکھ دیا۔ جب قوم نے خداؤں کی مٹی خوار دیکھی تو لگے سوچنے کہ یہ کس کا کام ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ کام (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کا ہے۔ حکومت بھی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی مخالف تھی۔ کیونکہ بادشاہ نے آپ سے مناظرہ میں شکست کھائی تھی۔ حق والوں کا حال یہی ہوتا ہے۔ نہ قوم راضی ہوتی ہے اور نہ حکومت الحمد للہ ثم الحمد للہ اس فقیر پر راضی نہیں) میں گھر سے باہر نکلتا ہوں تو اہلکار

آجاتے ہیں تمہارے دو دو فرشتے ہیں اور میرے چار۔ دو پروردگار کی طرف سے اور دو سرکار کی طرف سے کل صغیرو کبیر مستطر (سی۔آئی۔ڈی کے رپورٹروں کی طرف سے اشارہ کرتے ہوئے کہا) ٹھیک ٹھیک لکھ دیجئے میں بھی راضی خدا بھی راضی۔ لکھنے کا بھی انداز ہوتا ہے۔

واقعہ

ایک اللہ، والا گزر رہا تھا۔ ایک چھابڑی فروش آواز لگا رہا تھا اچھے "سنگترے" فقیر زاروقطار رونے لگا الا اللہ۔ الا اللہ۔ خادم نے کہا حضرت اس میں رونے کی کیا بات ہے وہ تو سنگترے بیچ رہا ہے۔ فرمایا وہ سنگترے تھوڑے بیچ رہا ہے بلکہ وہ تو پیغام دے رہا ہے۔ وہ کہہ رہا ہے۔ "اچھے سنگ ترے" اچھے سنگ تر گئے یعنی بیڑہ پار ہو گیا۔

لطیفہ

ایک صاحب جا رہے تھے انہوں نے جلسہ کا اشتہار دیکھا اور کہا دیکھو جی مولوی بڑے عیاش ہوتے ہیں پوچھا کیسے بتلایا کہ اشتہار کے آخر میں نوٹ لکھا ہوا ہے۔ (مستورات کے لئے خاص انتظام ہوگا) اس نے کہا کہ "مستو" رات کے لئے خاص انتظام ہوگا۔ لکھنے اور چھاپنے والے کی یہ نیت نہیں جو یہ لے رہا ہے۔ بلکہ اس کی اپنی فطرت خبیثہ ہے اچھے لفظوں سے برے معنی نکال رہا ہے۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ادھر قوم ناراض اور ادھر حکومت ناراض فیصلہ ہوا آگ میں ڈالو آگ میں ڈالے گئے۔ کالے رنگ کی چڑیا پانی کی چونچ بھر کر جاتی تھی اور خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے تیار کی گئی آگ پر ڈال دیتی تھی۔ گرگٹ نیچے سے پھونکیں مارتا تھا تا کہ آگ جلے اور تیز ہو۔ گرگٹ سے آگ بڑھتی نہیں اور چڑیا کی چونچ سے آگ گھٹتی نہیں۔ کسی نے پوچھا چڑیا تیری چونچوں سے آگ بجھ جائے گی۔ کہنے لگی بجھے نہ بجھے حق یاری تو ادا کر رہی ہوں۔ خلیل کو ڈالا گیا قدرت نے حکم دیا۔ یا نار کونی بردا وسلاما حکم ہوا اے آگ تو جل جا اور خلیل کے نہیں جلنا۔ معلوم ہوا کہ آدمی صحیح ہو تو نار گلزار بن جاتی ہے۔ خلیل کو آگ میں ڈالا گیا خلیل تو حکم خداوندی سے بچ گئے اور اللہ میاں کی غیرت جوش میں آئی اور اللہ میاں نے اپنا لشکر بھیجا شیر یا ہاتھی؟ لوگوں نے کہا مچھر (لوگ ہنسنے لگے تو آپ نے فرمایا) کمینے انسانوں سے مچھر افضل

ہے۔ مچھر جب آتا ہے حملہ کرنے تو اطلاع دے کر آتا ہے بعض انسان تو مچھر سے بھی گندے ہیں کہ پیٹھ پیچھے بیٹھ کر حملہ کرتے ہیں۔ جس کو وہ ٹیکہ کرتا جائے وہ مرتا جائے بستیاں ختم، شہر ختم، ضلع ختم۔ حتیٰ کہ صوبے ختم۔ نمرود نے اپنی کابینہ کا اجلاس طلب کر لیا کہ وہ بلا کیا ہے؟ جس سے موتیں واقع ہو رہی ہیں میرے مالک وخالق نے لنگڑے مچھر کو حکم دیا کہ تو جا۔ کیونکہ سالم مچھر جائے تو میری خدائی کی توہین ہے۔ اس لئے لنگڑے کو بھیجو۔ اللہ تعالیٰ لنگڑے کی ایک ٹانگ سے بچائے۔ وہ جا کر نمرود کے گھٹنے پر بیٹھا جب نمرود نے پوچھا کہ وہ ہے کیا بلا؟ تو ایک وزیر نے کہا یہی ہے۔ اتنے میں وہ نمرود کے ناک میں داخل ہو گیا۔ اور کھوپڑی تک پہنچ گیا تو نمرود نے کہا مارو۔ نمرودیوں نے کہا کہ ہمیں تو حیا آتی ہے کہ ابھی خدا کہلوا رہے تھے۔ اب کیسے ماریں۔ ابھی تو خدا کے مقابلے میں تو خود خدا بنا تھا۔ اب خود ہی ہاتھ بھی اپنا اور جسم بھی اپنا۔ جنہوں نے خدا کے مقابلے میں اور خدا بنائے انہیں خداوند قدوس نے انہیں کے ہاتھ سزا دلوائی ہاتھ بھی اپنے اور سینہ اور جسم بھی اپنا۔ میرا دروازہ چھوڑ کر اور خدا بناتے ہو تو میرا نام خدا نہیں ہے کہ تمہارے جسموں کو تمہارے ہاتھوں سے نہ پٹواؤں۔

دعا کرو اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری امت کو اس عذاب سے بچائے۔ یہ اس نبی کی سیرت کا جلسہ ہے کہ جس کے مقابلہ میں کافر آتا ہے آپ پر حملہ آور ہوتا ہے آپ بچ جاتے ہیں۔ آپ اپنی تلوار عمر کو دیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ تو اسے قتل کر کیونکہ نبی کا قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جاتے ہیں۔ میرے ہاتھ سے قتل ہوا تو ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ میں جہنم سے نکالنے سے آیا ہوں ڈالنے نہیں آیا۔ ہم اس نبی کے غلام ہیں۔ جن پر مکہ کی گلیاں تنگ کر دی گئیں تو آپ خانہ کعبہ کی چوکھٹ کو پکڑ کر فرماتے میرا اللہ تیرے مکے کی زمین مجھ پر تنگ کر دی گئی۔ میں تیری توحید بیان کرتا ہوں اور یہ پتھر مارتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یا اللہ! اگر میں کبھی بتقاضائے بشریت ان کے خلاف دعا مانگوں جو میں نے نہیں مانگی۔ میں مانگوں اور تجھ سے مانگوں تو میرا اللہ میرے ساتھ وعدہ فرما کہ تو میری وہ دعا قبول نہ کرنا۔ کیونکہ میں ہلاکت کے لئے نہیں آیا بلکہ ہدایت کے لئے آیا ہوں۔ نمرود کہے کہ کوئی سخت شئی مارو سرائیکی میں کہتے ہیں ''کھلا'' یہ وہیں سے شروع ہوا ہے کڑی سزا ہے اللہ تعالیٰ پوری انسانیت کو بچا لے۔ ہم دوسروں کے بت دیکھ کر

ہنستے ہیں ہم اپنے گریبانوں میں نہیں جھانکتے کہ ہمارے اندر کتنے بت موجود ہیں۔عزت کا بت طاقت کا بت۔ پیشے کا بت۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے اپنے نعلین مبارکین (جوتوں) کو ٹانکا لگانا شروع کر دیا۔ایک صحابی نے عرض کیا کہ آپ اپنا جوتا بھی خود گانٹھتے ہیں۔فرمایا کہ میں جوتا نہیں گانٹھ رہا بلکہ بت توڑ رہا ہوں کہ پیشے کے لحاظ سے کوئی ذلیل نہیں ہوتا بلکہ کریکٹر کے لحاظ سے ہوتا ہے اور فرمایا کہ آئندہ میری امت میں سے جوتا گانٹھنے والوں کو کوئی نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔

گورنر کا بیٹا ہے اور ہمارے نبیؐ سے بیزار ہے وہ ہمارے لئے مردار ہے اور اگر موچی، حجام، تیلی، لوہار، کمہار، حقیر اور غلیظ پیشے والے کا بیٹا اور دیگر پیشوں سے تعلق رکھنے والا اور آقائے نامدارؐ کا خادم ہے تو وہ ہمارا سردار ہے۔ کیونکہ اسلام میں اصل معیار ایمان، عقیدہ اور عمل کا ہے ذات پات کا نہیں سیدنا نوح علیہ السلام کا بیٹا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا باپ ہے۔ سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں جو حضرت یوسف علیہ السلام کو لے گئے خود۔ کرتا اتارا خود۔ کرتے کو اٹھایا اور اس کا جھنڈا خود بنایا اور جین کئے خود کنویں میں ڈالا۔ ان کے کرتا کو بناوٹی لہو لگایا۔ یہ بناوٹی خون اسی زمانے سے چلا آرہا ہے اور یہ برادران یوسفؑ کی پرانی سنت ہے۔ جوتا اتارا اور اسے بھی بناوٹی خون لگایا۔ اور شام کو جب واپس آئے قرآن گواہی دیتا ہے۔ وجاوا اباہم عشاء یبکون اور شام کو روتے پیٹتے، ماتم کرتے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے بلایا، خود، شہید کیا خود ماتم کیا خود۔ تعزیہ بناتے بھی ہیں خود اٹھاتے بھی ہیں خود۔ توڑتے بھی ہیں خود۔ اور ڈبوتے بھی ہیں۔ دعا کرتے ہوئے فرمایا یا اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کے نقش قدم پر چلا اور یوسف علیہ السلام کے ان بھائیوں کے نقش قدم پر نہ چلا۔ ہدایت نصیب فرما۔ برے عقیدے اور صحبت وغیرہ سے بچا۔ یا اللہ حضرت نوح علیہ السلام کے نقش قدم پر چلا۔ ان کی بیوی اور بیٹے کے نقش قدم پر نہ چلا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم پر چلا ان کے والد کے نقش قدم پر نہ چلا۔ یا اللہ حضرت لوط علیہ السلام کے نقش قدم پر چلا۔

کل کوئی یہ نہ کہے کہ قاضی صاحب کہہ گئے تھے کہ نبی کی بیوی نافرمان بھی ہوتی ہے۔اس کے نقش قدم پر نہ چلا ہاں ہاں اگر نبی کی بیوی نافرمان ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ساتھ نہیں رہنے دیتا اور اگر ساتھ رہے تو معلوم ہوا کہ نافرمان اور زبان دراز نہیں ہوگی نافرمان اور فرمان بردار اکٹھے نہیں رہتے اور اگر ساتھ رہیں تو نافرمان نہیں ہوتے۔ جب سیدہ طاہرہ، طیبہ، عائشہ، صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگا تو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت "عمر" (رضی اللہ عنہ سے فرمایا) (حضرت) عائشہ پر الزام لگا ہے تمہارا کیا خیال ہے (واہ عمر سارے صحابہؓ میرے نبی کے مرید عمرؓ میرے نبی کی مراد۔ عمر دعائے پیغمبر۔ عمر مرادِ رسولؐ) حضرت عمرؓ نے عرض کیا آقا میں بعد میں جواب دوں گا پہلے حضورؐ جواب دیں کہ یہ رشتے آپ نے خود کئے ہیں یا خدا نے چن کر دیئے۔

(واہ عمرؓ...... آقا نے فرمایا تھا عمرؓ! تیرے سایہ سے شیطان بھاگتا ہے۔ ایسے ہی شیطان کی ذریت بھی بھاگتی ہے پہلے تو شیطان کی ذریت کعبے نہیں جاتی اور چلی جائے تو مدینے نہیں جاتی کیونکہ آگے عمرؓ سویا ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ عمرؓ کے سایہ سے اب بھی شیطان بھاگتا ہے) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمرؓ میں تو دیکھتا بھی نہیں جب تک ادھر سے منظوری نہ آئے۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی میں تو ماتھے پر بل نہیں ڈال سکتا۔ اگر میں ماتھے پر بل ڈالوں تو حکم ہوتا ہے۔ عبس وتولیٰ ان جاءہ الاعمیٰ۔

میں تو دیکھ بھی نہیں سکتا یہ رشتے خدا نے مجھے چن کر دیئے ہیں۔ تو عمرؓ نے عرض کیا آقا خدا نے آپ کو معصوم پیدا کیا۔ صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے پاک اور رشتے پلید چن کر دے؟ عائشہ صدیقہؓ کے دوپٹے پہ داغ لگے تو خدا کے انتخاب پر داغ لگے گا۔

حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگی تو دودھ پیتے بچے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے گواہی دی۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تو دودھ پیتے بچے نے گواہی دی۔ جب اماں عائشہؓ پر تہمت لگی تو گواہی خود خدا نے دی: اَلطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ......!!

(نعرہائے تکبیر) "اللہ اکبر"

خداوند قدوس نے سورہ نور میں اٹھارہ آیتیں اتار کر آپ کی عظمت اور پاکیزگی کی گواہی دی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں عائشہ اٹھ اور حضور کا شکریہ ادا کر۔ آپؓ نے

ناز کے انداز میں کہا کہ آپ کا شکریہ نہ ادا کروں جس نے میری پاکدامنی کی گواہی دی ہے۔

''نعرہائے تکبیر'' اللہ اکبر''

میں ایک بات دینی طالب علموں سے پوچھتا ہوں میدان بدر میں حضور کے ہاتھوں جھنڈا کونسا تھا؟ سنیو والطیبون للطیبت مجھے تم پر حیرت ہے کہ لوگوں نے افسانے بنا بنا کے دین بنا دیا اور تم نے حقیقتوں کو نظروں سے اوجھل کر دیا) وہ حضرت عائشہ صدیقہ کا دوپٹا تھا جس کے نیچے اللہ تعالیٰ کے ہزاروں فرشتے جہاد کرنے آئے تھے۔ یہ شرف سوائے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔ تم نے کبھی اپنی مساجد میں، محلوں میں چوکوں میں برادری میں سیرت عائشہؓ کا جلسہ کیا ہے؟ اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو درمیان سے نکال دیا جائے تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا آدھا حصہ ختم ہو جائے گا۔ کسی نے حضرت رابعہ بصریہ کے سامنے کہا کہ عورتیں اگر کسی قابل ہوتیں تو نبی بنتیں، فرمایا عورتیں نبی جنتی نہیں جنتی ہیں۔

یا اللہ ہمیں فرعون کی بیوی حضرت آسیہ (رضی اللہ عنہا) کے نقشِ قدم پر چلا (علماء کرام) مساجد میں توحید بیان کرنا آسان ہے۔ لاؤڈ سپیکر، قمقمے لگے ہوئے ہوں لوگ ہاتھ چومتے ہوں، اس وقت دین بیان کرنا آسان۔ لیکن خدائی کے مدعی فرعون کے گھر توحید بیان کرنا بڑا مشکل یا اللہ ہمیں فرعون کے نقشِ قدم پر نہ چلا۔ یا اللہ ہمیں سید دوعالم سرور دوعالم فخر دوعالم رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلا اور آپ کے چچاؤں کے نقشِ قدم نہ چلا۔ آپ کا چچا ابولہب اتنا حسین وجمیل کہ اس کے چہرے سے شعلے نکلتے محسوس ہوتے۔ وطن مکہ۔ نسب بنو ہاشم رنگ گورا۔ ٹھکانہ جہنم۔ نہ رنگ نے بچایا۔ نہ نسب حسب نے بچایا۔ نہ مکہ کا رہائشی ہونا کام آیا۔ کوئی چیز کام نہ آئی۔

اس کے برعکس رنگ کالا۔ وطن حبشہ نسب غلام جو محمد عربیؐ کے قدموں سے جڑ گیا عرش بریں پر پہنچ گیا۔ جو آپ کے قدموں سے ہٹ گیا جہنم میں پہنچ گیا۔

نعرہائے تکبیر اللہ اکبر''

عقیدہ صحیح رکھو خداوند قدوس کو کافر بھی مانتے ہیں۔ کافر بھی خدا کی عبادت کرتے ہیں کافر خدا سے بھی مدد مانگتے ہیں۔ اکبر الہ آبادی کہتا ہے۔

مندر میں کسی نے راگ گایا تیرا
مندر میں کسی نے جلوہ پایا تیرا
یعنی طیش سے کیا یاد تجھے
انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا
مانا نہیں جس نے تجھے جانا ہے ضرور
ہر بھٹکے ہوئے دل میں بھی ہے کھٹکا تیرا

خدا کو سب کافر مانتے ہیں بلکہ خدا کی عبادت بھی کرتے ہیں۔ خدا سے مدد بھی مانگتے ہیں اور مومن خدا کی ہی عبادت کرتے ہیں اور خدا سے ہی مدد مانگتے ہیں جھگڑا ''بھی'' اور ''ہی'' کا ہے۔ سمجھانے کے لئے کہتا ہوں جو چکلے میں رہتی ہے وہ بھی عورت اور جو گھر میں رہتی ہے وہ بھی عورت اور بناؤ سنگھار چکلے والی گھر والی سے زیادہ کرتی ہے۔ چکلے والی جھک جھک کر پانی پیش کرے گی۔ آداب بجالائے گی۔ ناز ونخرے بھی کرے گی۔ کیوں کہ اس نے دین بھی لوٹنا ہے اور دنیا بھی لوٹنی ہے۔

اور گھر والی سخت ست بھی کہے گی، کپڑے لتے کا مطالبہ بھی کرے گی۔ اور ہر چیز مانگے گی۔ کیونکہ اس نے خاوند ہی سے ہر چیز مانگنی ہے۔ گھر والی نے ساری فرمائشیں کرنی ہیں گھر والی اور چکلے والی میں فرق یہ ہے...... چکلے والی کہتی ہے میں تیری ''بھی'' ہوں اور گھر والی کہتی ہے میں تیری ''ہی'' ہوں۔ ''بھی'' والی کی نسل حرامی اور ''ہی'' والی کی نسل حلالی۔ پہلے عقیدہ صحیح کرو۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور بنانے ہوں بنا کے دیکھ لو؟ خدا کا انکار کر کے دیکھ لو جیسے روس نے کر کے دیکھ لیا۔ جس کو الٹا کر دو تو ''سور'' طلاق پہلے اور منظوری بعد میں۔ سزا پہلے اور قصور بعد میں یہ لوٹا ہے۔ بھنگی کہتے ہیں عیسٰی علیہ السلام اپنی امت کے جرائم کی وجہ سے سولی پر چڑھ گیا۔ گویا سزا پہلے اور قصور بعد میں۔ یہ مذہب ہے کہ افیونی کا لوٹا (یہ مثال کسی اور خطبہ میں موجود ہے)

سہارن پور میں ایک پادری اور عالم دین کے درمیان مناظرہ ہو رہا تھا۔ پادری کہنے لگا مولوی صاحب تم کہتے ہو کہ ہمارے نبی خداوند تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ذبح ہو گئے اور خدا نے مدد نہ کی تو مولوی صاحب نے کہا کہ

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تشریف لے گئے دیکھا تو اللہ تعالیٰ رو رہا ہے (نعوذ باللہ) تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا کیسے آئے؟ عرض کی میرے نواسے ذبح ہو رہے ہیں مدد کر۔ تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں کہا کہ میرا اکلوتا بیٹا لوگوں نے پھانسی دے دیا میں اس کی مدد نہ کر سکا۔ میں تمہارے نواسوں کی کیسے امداد کروں۔

ابنیتِ مسیح پر مناظرہ ہو رہا تھا تو پادری نے کہا مسیح علیہ السلام خدا کا بیٹا تھا۔ ایک دیہاتی نے کہا مولوی صاحب آپ چپ رہیں اس پادری سے پوچھا کہ خدا کے کتنے بیٹے ہیں کہا ایک کہا کہ تمہارے خدا سے تو میں اچھا۔ میرے دس بیٹے ہیں۔ اگر بیٹا ہونا وجہ کمال ہے تو خدا کے اتنے ہونے چاہیں کہ مخلوق میں اس کی نظیر نہ ملے۔ یا ایک بھی نہیں ہونا چاہئے۔ یہ دلیل دوسری جگہ بھی آئے گی۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آنا وجہ کمال ہے تو اتنے آنے چاہیں اتنے پہلے نہیں آئے یا ایک بھی نہیں ہونا چاہئے۔

ایک واقعہ

میں ملتان سے رحیم یار خان آ رہا تھا ڈبے میں دو فوجی سیویلین دو ہم ایک فوجی نے پوچھا۔ مولانا یہ حدیث کی کتابیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نہیں لکھیں۔ میں نے کہا نہیں لکھیں اور قرآن پاک بھی آپ نے نہیں لکھا جن ہاتھوں سے قرآن آیا انہیں ہاتھوں سے حدیث آئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کا حق ادا کر سکتا ہے تو خدا کر سکتا ہے مثلاً پرائمری والے کی تعریف کا حق ادا کر سکتا ہے تو ایم اے والا کر سکتا ہے۔ پرائمری والا ایم اے کی شان کو کیا جانے۔ مجھے ایک نعت کا شعر بہت پسند ہے۔

آقا تیری معراج کہ تو لوح وقلم تک پہنچا
اور میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

میں نے کہا نبی کتابیں لکھنے نہیں آتے لیکن ہمارے پنجاب کی بات اور ہے کہ اس میں مرزا غلام احمد قادیانی جیسے بدبخت نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

ایک بوڑھا کھجور کا پودا لگا رہا تھا کہ ایک بادشاہ جا رہا تھا اس نے کہا او بڈھے منہ

میں دانت، پیٹ میں آنت نہیں کھجور بو رہا ہے۔ اس بوڑھے نے پوچھا کہ تم نے کبھی کھجوریں کھائیں؟

بادشاہ نے کہا "لاکھوں مرتبہ" بوڑھے نے کہا بوئیں تھیں؟ کہنے لگا نہیں۔ بابا جی نے کہا کہ کوئی بو گیا، تو نے کھائیں، میں بوڑھا ہوں کوئی تو کھائے گا۔ کچھ عرصہ کے بعد یہی بابا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے پوچھا کیسے آئے؟ کہنے لگا۔ اور لوگوں کی کھجوروں کو سال میں ایک مرتبہ پھل لگتا ہے جب کہ میری کھجوروں کو دو مرتبہ۔ بادشاہ نے کہا کہ اسے کچھ دو ورنہ یہ خزانے خالی کر دے گا۔ فرمایا تم کسی کے لئے بخشش کی دعا کرو تمہارے لئے کوئی اور کرے گا۔

میں نے کہا کہ نبی دنیا میں کتابیں لکھنے کے لئے نہیں آئے۔ دنیا کے کسی خطے، کسی کرے، کسی طبقے کسی ملک اور شہر میں کسی نبی کی لکھی ہوئی کتاب دکھلاؤ سیدنا آدم سے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی نبی کی لکھی ہوئی کتاب موجود نہیں۔ کیونکہ نبی کتابیں لکھنے نہیں آتے۔ نبیوں پر کتابیں نازل ہوتی ہیں۔ نبی کتب فروش نہیں ہوتے اور جو کتب فروش ہو وہ نبی نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ شرک فی التوحید اور شرک فی النبوت دونوں سے بچائے۔ آمین۔ ہمارا نبی عالم ارواح میں رحمت اور عالم اجساد میں بھی رحمت آپ نے زندگی کا ایک ایک شعبہ بتلایا۔ زندگی کا کوئی شعبہ بتلاؤ تو اس میں حضورؐ کی تعلیمات موجود ہوں گی۔ ایک صحابیؓ سعد الاسود ہیں آپ نے ان سے پوچھا کہ شادی کی؟ عرض کیا میں کالے رنگ والا ہوں مجھے کون لڑکی دے گا؟ فرمایا تیرے خاندان میں کوئی رشتہ موجود ہے؟

کہنے لگا چچا کی بیٹی موجود ہے۔ فرمایا جاؤ اور چچا کو میرا پیغام دو۔ وہ خوشی سے اچھلتا ہوا جاتا ہے اور کہتا ہے "چچا" سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش کی ہے کہ آپ بیٹی کا رشتہ مجھ سے کر دیں۔ چچا خاموش۔ اس کے کالے رنگ، موٹے ہونٹ، چپٹا ناک اس کی شکل کو دیکھ کر خاموش ہے نہ ہاں کرتا ہے اور نہ ناں کرتا ہے۔ وہ لڑکی جس کی شادی کا پیغام لے کر گیا ہے۔ وہ کھڑی سن رہی ہے کہ میرا باپ نہ ہاں کرتا ہے اور نہ ناں، وہ آ کر کہنے لگی کہ میں نے تجھے قبول کیا اور اپنا جسم تیرے سپرد کیا۔ تو میرا خاوند تُو تیری بیوی باپ نے کہا بیٹی تو نے اس کی شکل دیکھی ہے بیٹی کہنے لگی میں اس کی بدصورتی کو دیکھوں یا سید دو

عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کو۔ حضور پسند کریں میں انکار کروں میں خدا کو کیا منہ دکھلاؤں گی۔ پڑھوں نبی کا حکم اور آپ کے حکم کے بعد سوچ میں پڑ جاؤں۔

فرمایا یہاں ایک عقیدہ تم کو بتلا دوں۔ تمہارے لئے کھلی چھٹی ہے تم سور کھاؤ۔ شراب پیو سود کھاؤ۔ زنا کرو۔ تمہارے لئے کھلی چھٹی ہے۔ جب کلمہ پڑھ لیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر چارہ کار نہیں ہوگا۔

مثال آپ نے کہا کسی کے پاس سکے والا روپیہ ہے۔ ایک آدمی نے پیش کیا۔ فرمایا کہ یہ ایک روپیہ ہے اور سکے کا ہے۔ اگر میں خالص چاندی کا بناؤں اس پر کلمہ طیبہ بھی لکھ دوں۔ درود شریف بھی لکھ دوں چلے گا؟ لوگوں نے کہا نہیں، اور اگر حکومت کو پتہ چل جائے تو فوراً گرفتاری اور عدالت میں چالان ہوگا۔ میں عدالت میں پیش ہو کر کہوں سرکار تمہارا لوہے کا تھا۔ یا سکے کا تھا جب کہ میں نے چاندی کا بنایا۔ میں نے کلمہ شریف اور درود شریف لکھا۔ خلفاء راشدین کا نام لکھا ہے۔ عدالت جواب دے گی ہم یہ نہیں جانتے کہ تم نے سونے کا بنایا ہے یا چاندی کا چلو سات سال سزا تجھے کیا حق حاصل ہے کہ تو سکہ بنائے۔ سکہ بنانا حکومت کا کام ہے۔ خواہ ٹھیکری کا بنائے۔ کاغذ کا بنائے۔ چمڑے کا بنائے۔ تمہیں یہ حق کس نے دیا تھا؟ سکہ بنانا کام تھا حکومت کا۔ اور دین بتلانا تھا کام نبوت کا معروف اور منکر کا تعین کام نبوت کا۔ معروف اور منکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین کر دیا۔ اب نیا معروف نہیں بن سکتا۔ نئی نیکی نہیں گھڑی جا سکتی۔ میں سکہ بناؤں تو کیا ملے گی؟ جیل اور دین میں کمی بیشی کی تو ملے گی جہنم۔ دین میں کمی بیشی کا کسی کو حق نہیں۔

تیمور لنگ کی دربار میں ایک اندھی گلوکارہ گئی۔ تیمور نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا دولت۔ تیمور نے کہا کہ دولت اندھی بھی ہوتی ہے؟ تو اس نے کہا کہ اندھی نہ ہوتی تو لنگڑے کے پاس کیسے آتی اس کو دو آنکھوں کا خاوند نہیں ملتا تھا۔

اس دور میں رزق حلال مشکل ہو گیا ہے۔ اگر میرے کرتے پر لہو لگی ہوئی ہو تو میری نماز ہوگی؟ دیوبندیوں کے ہاں۔ بریلویوں کے ہاں اہلحدیثوں کے ہاں۔ شیعوں کے ہاں۔ لوگوں نے کہا؟ ؟نہیں ہوگی"...... تو فرمایا کہ اگر یہ لوگوں کا لہو نچوڑ کر خریدا گیا ہو پھر نماز ہو جائے گی؟ نہیں نہیں! یہ سمگلنگ کے پیسے سے، رشوت کے پیسے سے۔ بلیک

مارکیٹنگ کے پیسے سے۔سود کے پیسے سے بنایا گیا ہو تو نماز ہوگی۔لوگوں نے کہا نہیں ہوگی۔نہیں ہوتی اس کا کون فکر کرے گا۔کون قوم کو بچائے گا۔پوری قوم کی روزی حرام کی ہوگئی ہے۔"الا ماشاء اللہ"

میں علماء کرام سے کہوں گا کہ قوم کو رزق حلال کھانے کی ترغیب دو۔اگر کسی دعوت پر جاؤ تو دیکھ لیا کرو کہ سود خور۔رشوت خور ذخیرہ اندوز۔زانی۔شرابی کی دعوت تو نہیں۔قوم کو بھی رزق حلال کھانے کی فکر نہیں اور اگر کوئی اصلاح کی بات کرتا ہے تو وہ برداشت نہیں ہوتی۔یہ دور پرفتن دور ہے۔کہیں قرآن پاک کا انکار ہے اور کہیں حدیث کا انکار اور کہیں صحابہ کرام پر طعن و تشنیع اور کہیں کیمونزم کی لعنت دعا کرو اللہ تعالیٰ ان تمام فتنوں سے حفاظت فرمائیں۔ایک جملہ کہاں دوں کہ خدا نہیں ملتا مصطفیٰ کے بغیر اور مصطفیٰ نہیں ملتے صحابہ کرام کے بغیر صحابہ کو چھوڑ دو تو نبی نہیں ملتا اور اگر نبی کو چھوڑ دو تو خدا نہیں ملتا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کون صدیق؟ سیدنا علی المرتضیٰ ،سید فاطمۃ الزہراء کا جنازہ رکھ کر کھڑے ہو گئے علی آگے نہیں آئے کہ صدیق اکبرؓ خلیفۃ الرسولؐ بلافصل ہیں۔آپ جنازہ پڑھائیں گے اور حضرت صدیق اکبر خاموش ہیں کہ علی "ولی" ہیں وہ خود جنازہ پڑھائیں۔چنانچہ علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ تقدم یا ابا بکر ابو بکر جنازہ پڑھایئے فرمایا وانت شاہد یا علی "علی" تیرے ہوتے ہوئے میں آگے بڑھوں۔حضرت علیؓ نے جواب دیا قدمک رسول اللہ من انا الذی یوخرک تجھے نبی بھی آگے بڑھاتا ہے اور تجھے علیؓ بھی آگے بڑھاتا ہے۔اگر ابو بکر صدیقؓ کا رتبہ پوچھنا ہے تو سیدنا علیؓ سے پوچھا

ویسے ایک مقام پر جبریل و بوبکر
پوچھتے تھے فضائل اصحاب کا مظہر
روح الامین نے حضرت صدیقؓ سے کہا
بعد از نبی بزرگ توئی قصہ مختصر

حضرت سعد الاسودؓ عرض کرتے ہیں حضورؐ میرے پاس تو پیسے نہیں ہیں میں شادی کیسے کروں؟ فرمایا۔مسلمان کی شادی کے لئے پیسوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔عرض کیا حضورؐ دوستوں کو ولیمہ کھلاتا ہے۔آپؐ نے فرمایا میں جو ہوں۔چنانچہ فجر کی نماز کے بعد آپ

نے فرمایا کہ اپنے اپنے گھروں سے روٹیاں لے کر آؤ کسی گھر سے دال آ گئی اور کسی گھر سے کھجور۔ فرمایا مل کر کھاؤ اس جوڑے کے لئے دعا کرو خدا انہیں برکت دے۔ ادھر شادی ہوئی اور ادھر منادی ہوئی کہ جہاد کے لئے نکلو سعد الاسود گھر نہیں آیا۔ سیدھا جہاد کے لئے نکل کھڑا ہوا اور جاتے ہی شہید ہو گیا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ سعد شہید ہو گیا۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی لاش پر لے چلو (دنیا مصطفیٰ کی زیارت کے لئے آئے اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید کی زیارت کے لئے)

رتبے شہیدِ عشق کے گر جان جایئے
قربان جانے والے پہ قربان جایئے

آپ تشریف لائے اور دیکھا کہ سعد شہید ہو گیا ہے آپ نے اس کا سر اٹھا کر اپنی جھولی میں رکھ دیا۔ اور فرمایا صدیقؓ بہشت کی حوریں اس کی زیارت کر رہی ہیں۔

میرے نبی نے شادی بتلائی۔ آپؐ نے غمی بتلائی۔ آپ کا صاحبزادہ ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہو گیا آپ رو رہے ہیں۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا حضور آپ بھی رو رہے ہیں۔ فرمایا ہاں۔

عینان تدمعان والقلب یحزن وَانا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون.

یعنی رونا جائز لیکن بَین کرنا ناجائز، فرمایا آپ نے یہ بھی تعلیم دی کہ جس گھر میں مرگ ہو جائے گھر میں روٹی نہ پکنے دو، بلکہ خود پکا کر کھلاؤ ان کے گھر کی نہ کھاؤ۔ لیکن ہمارے ہاں اس کے برعکس رواج ہے۔ جس کا مر جائے اس کے گھر تیجا ساتواں، دسواں، چالیسواں کرتے ہیں اور مولوی صاحب ختم پڑھتے ہیں۔ "بلکہ ختم کرتے ہیں"۔ آج کی رات لیلۃ القدر (شب قدر) یعنی گناہوں سے بری ہونے اور بخشوانے کی رات...... قبرستانوں میں جانے کی رات...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس رات جنت البقیع میں تشریف لے جاتے، یعنی آج جلوے کی رات ہے۔ کسی نے نکتہ ہٹا دیا اور کہا کہ حلوے کی رات...... میں نے کہا یہ حلوا کہاں سے نکالا؟ تو مولوی صاحب نے کہا کہ جنگ اُحد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہو گیا، آپ نے زیتون کے تیل والا حلوہ کھایا تھا۔ میں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے پہلے دانت تڑوایئے پھر حلوہ کھایئے۔ حلوہ کھانا تو یاد رہ گیا لیکن خدا کے دین کے لئے دانت تڑوانے یاد نہ رہے۔ وعدہ کرو کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کریں گے اور ہاتھ کھڑے کر کے وعدہ کرو۔(لوگوں نے ہاتھ کھڑے کئے) فرمایا: اب ہاتھوں کو چہروں پر پھیر لو۔ آج تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (داڑھی) پسند نہیں، کل قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے مجھے یہ پسند نہیں، کہاں جاؤ گے؟ اور کس کے دروازے پر جاؤ گے؟ کلمہ مدینے والے کا اور فیشن فرنگی کا، تمہیں کون سمجھائے؟ اگر اپنے مستقبل کو بدلنا چاہتے ہو تو اپنی زندگیوں کو بدلو۔

ہمارا مسلک اہل السنت والجماعت ہے۔ کون سی جماعت؟ یعنی جماعتِ صحابہؓ، یعنی سنت و جماعت والے۔

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے اُمید بہار رکھ

مدینہ طیبہ میں ایک مسجد قبلتین ہے۔ حضور مسجد قبلتین میں بیت المقدس کی طرف منہ کے نماز پڑھا رہے ہیں۔ نماز میں خیال آیا، میرا مولا پہلے نبیوں کا منہ بھی بیت المقدس کی طرف اور میرا منہ بھی بیت المقدس کی طرف؟ میرے بعد تو کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ماں نبی جنے گی نہیں۔ آئے گا تو سہی...... یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے پاس ایک پادری آیا اور کہا کہ ایک سوال کرتا ہوں، اس کا جواب نقل سے نہیں یعنی تورات، زبور، انجیل، قرآن وحدیث سے نہیں، عقل سے جواب دو اور اس نے دو تین مرتبہ عقل عقل کہا۔ تو فرمایا: تم عقل کا وظیفہ چھوڑو، سوال کرو۔ اس نے کہا کہ "ایک آدمی جنگل میں پھر رہا ہے کوئی راہی نہیں ملتا۔ رہبر نہیں ملتا۔ رہرو نہیں ملتا۔ پھرتا پھراتا گیا دیکھا کہ ایک آدمی سویا ہوا ہے اور دوسرا بیٹھا ہوا ہے۔ شاہ صاحب خدا واسطے عقل سے سوچ کر جواب دو کہ وہ راہ پوچھنے والا راہ کس سے پوچھے؟ سونے والے سے یا جاگتے ہوئے سے؟ تو عقل کا جواب ہوگا بیٹھے ہوئے سے۔ شاہ صاحب نے سوچا، اگر کہتا ہوں کہ بیٹھے ہوئے سے، تو ایمان گیا کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر تشریف فرما ہیں یعنی بیٹھے ہیں اور سرورِ دو عالم سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں اپنے روضہ اطہر میں آرام فرما ہیں۔ تو اگر آپ فرماتے ہیں بیٹھے ہوئے سے تو وہ کہتا ہے کہ اسلام کا دامن چھوڑ کر عیسائی بن، کیونکہ تمہارا نبیؐ سویا ہوا ہے

اور ہمارا نبی جاگ رہا ہے۔

شاہ صاحبؒ نے فرمایا: عقل سے جواب دوں؟ کہنے لگا، ہاں! فرمایا کہ یہ راستہ پوچھنے والا بیٹھنے والے کے ساتھ آ کر بیٹھ جائے، جب سویا ہوا جاگ کر اٹھے گا تو دونوں کو راستہ لگا دے گا۔ اگر بیٹھنے والا جانتا ہوتا تو منزل مقصود پر پہنچ گیا ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی کے انتظار میں بیٹھا ہے کہ یہ جاگے اور مجھے راہ بتلائے۔ فرمایا کہ آئندہ یہ نہ کہا کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی نہیں آئے گا، بلکہ یہ کہا کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی نہیں بنے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال آیا کہ وہ قبلہ جس کا معمار میرے ابا اسماعیل علیہ السلام نے دعویٰ تھا اور اینٹیں میرے دادا ابراہیم علیہ السلام نے لگائی تھیں، اسے کون آباد کرے گا؟

ادھر آپ کے دل میں یہ خیال آیا اور تمنا پیدا ہوئی، ادھر سے حکم ہوا:

قد نری تقلب وجھک فی السمآء فلنولینک قبلة ترضھا.

یعنی آپ کے دل میں یہ تمنا ہے تو اب منہ قبلہ خانہ کعبہ کی طرف پھیر لے۔ آپ نے خانہ کعبہ کی طرف منہ پھیرا تو پیچھے جماعت صحابہؓ نے بھی منہ پھیر لیا۔ گویا جماعت صحابہؓ نے کہا کہ ہم قبلہ کو نہیں جانتے بلکہ قبلہ نما کو جانتے ہیں۔ جدھر ہمارے قبلہ نما کا رخ ہمارا رخ بھی ادھر۔ آپؐ جو پھر گئے تو جماعت بھی پھر گئی۔ ہم اہل السنت والجماعت ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی تابعدار اور حضور علیہ السلام کی اس جماعت کے بھی تابعدار۔ دعا کرو خدا اسی جماعت کے تابعداروں میں زندہ رکھے اور اسی جماعت کے تابعداروں کے ساتھ ہمارا حشر ونشر کرے۔

ہمارا نبی عالم ارواح میں بھی رحمت، عالم اجساد میں بھی رحمت، عالم برزخ میں بھی رحمت اور عالم آخرت میں بھی رحمت...... جب قیامت کے دن ساری کائنات نفسی نفسی کہہ رہی ہوگی تو شفاعت کبریٰ کا تاج آپ ﷺ کے سر پر سجایا جائے گا۔ اور فرماتے ہیں کہ میں اللہ سے ایسی دعائیں مانگوں گا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دریا جوش میں آئے گا اور حکم ہوگا:

!ارفع راسک یا محمد سل تعط اشفع تشفع......

مانگ جو کچھ مانگتا ہے دیا جائے گا، جس کے لئے سفارش کریں گے قبول کی جائے گی۔ آپ فرمائیں گے یارب اُمتی اُمتی......

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

قرابت نبوی ﷺ کا فائدہ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

کیا حال ہے ان لوگوں کا جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا رشتہ قیامت کے دن نفع نہیں دے گا، کیوں نہیں؟ اللہ کی قسم! بے شک میرا رشتہ بدتک ملایا گیا ہے، دنیا میں اور آخرت میں اور بے شک میں اے لوگو! تمہارا پیشوا ہوں گا قیامت کے دن حوض پر، اور بے شک جب تم آؤ گے، ایک آدمی کہے گا: یا رسول اللہ! میں فلاں بن فلاں ہوں اور دوسرا کہے گا: میں فلاں بن فلاں ہوں۔ میں کہوں گا کہ نسب کو تو میں جانتا ہوں، لیکن تم نے میرے بعد نئی نئی باتیں ایجاد کیں اور تم الٹے پاؤں لوٹ گئے تھے''۔

یہ مسند احمد کی روایت ہے، اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ کا خطبہ ذکر کیا گیا ہے، اور اس میں دو مضمون ہیں۔

دنیا و آخرت میں آپ ﷺ کا رشتہ کام آئے گا

پہلا مضمون: یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو یہ اطلاع پہنچی کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا رشتہ قیامت کے دن کام نہیں آئے گا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ: کیا بات ہے کہ بعض لوگ یوں باتیں کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا رشتہ قیامت کے دن کام نہیں دے گا۔ حالانکہ میرا رشتہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ملایا گیا ہے۔ جس کو ہم ''صلہ رحمی'' کہتے ہیں۔

"رحم" کہتے ہیں رشتہ کو اور "صلہ" کے معنی ہیں ملانا، رشتہ کو جوڑنا، یا یہ کہ رشتہ کی رعایت کرنا، اس کے حقوق بجالانا، اس کو "صلہ رحمی" کہتے ہیں، تو مطلب یہ ہوا کہ میرے رشتے کے حقوق کی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی رعایت رکھی جائے گی اور ان کو بجالایا جائے گا۔

آپ ﷺ کے رشتہ کے کام نہ آنے کا مطلب

جن حضرات نے یہ کہا کہ آنحضرت ﷺ کا رشتہ قیامت کے دن کام نہیں دے گا، ان کی بات اپنے اعتبار سے ٹھیک تھی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے صفا پر خطبہ ارشاد فرمایا تھا جس میں آپ ﷺ نے لوگوں کو دعوت دی تھی، اور اس میں فرمایا تھا کہ "لا اغنی عنکم من اللہ شیئا" یعنی میں قیامت کے دن تمہارے کوئی کام نہیں آؤں گا، اور اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ: "اے صفیہ بنت عبدالمطلب! قیامت کے دن میں تیرے کام نہیں آؤں گا"۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ: "اے فاطمہ بنت محمد! جو کچھ مانگنا چاہتی ہے، مجھ سے مانگ، میں دوں گا، لیکن قیامت کے دن میں تیرے کام نہیں آؤں گا"۔ (مشکوٰۃ)

تو اس حدیث شریف کا یہی مقصد ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رشتہ قیامت کے دن کام نہیں دے گا، اور یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے، لیکن مطلقاً نہیں، بلکہ ایک قید کے ساتھ۔ وہ یہ کہ جو شخص اپنے عمل یا کفر کی وجہ سے مستحق نار ہو، اس کو آنحضرت ﷺ کا رشتہ کوئی کام نہیں دے گا، جو شخص کافر مرا، وہ رسول اللہ ﷺ کا رشتہ دار تھا یا آپ کی فرض کر و اولاد میں سے تھا (نعوذ باللہ) ایمان پر خاتمہ نہیں ہوا، اس کو آنحضرت ﷺ کا رشتہ کوئی کام نہیں دے گا۔

اسی طرح جو شخص بدکردار ہو، اور آنحضرت ﷺ کا رشتہ دار ہو، تو اس کے بارے میں بھی مسئلہ کچھ گڑبڑ ہی ہے، مسلمان ہو، لیکن بدکردار ہو، اللہ تعالیٰ اس کو معاف کردیں تو دوسری بات ہے۔ اس کے علاوہ جو شخص مسلمان ہو اور اپنے طور پر نیکی کی بھی کوشش کرتا ہو، اس کو قیامت کے دن ان شاء اللہ، رسول اللہ ﷺ کا رشتہ کام دے گا۔

صرف نسب سے نہیں ایمان و عمل سے مغفرت ہوگی

یہاں پر دو چیزوں کی اصلاح ضروری ہے۔

ایک یہ کہ بعض لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے رشتہ کے معاملہ میں اتنا غلو کیا ہے کہ اس کے بعد وہ کسی عمل کی ضرورت نہیں سمجھتے، اگر سید نہ ہوں تو زبردستی سید بن بیٹھتے ہیں اور شیطان نے یہ پٹی پڑھا رکھی ہے کہ بس تم آل رسول ﷺ ہو، تمہیں عمل کی کیا ضرورت ہے؟ بخشے بخشائے ہو، یہ نہایت غلط بات ہے، اور بہت سے لوگوں میں تو یہ چیز گمراہی کا سبب بنی ہوئی ہے۔

داڑھی منڈے ایرانیوں سے آپ ﷺ کا اعراض

ایران کے سفیر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کی داڑھی مونڈھی ہوئی تھی، یہ بات ہماری کتابوں میں بھی موجود ہے، "البدایہ والنہایہ" میں اور سیرت کی دوسری کتابوں میں موجود ہے، اور میرا چھوٹا سا رسالہ ہے "داڑھی کا مسئلہ" اس میں بھی میں اپنی کتابوں کے حوالے سے نقل کر چکا ہوں، لیکن یہاں شیعوں سے گفتگو ہو رہی تھی، تو میں نے ملا باقر مجلسی کی کتاب سے یہی واقعہ نقل کیا کہ ایران کے دو سفیر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے تھے، یہ اصل میں ایرانی نہیں تھے، بصرہ کے تھے، جب آنحضرت ﷺ کا گرامی نامہ شاہ ایران پرویز کو پہنچا ہے، تو اس نے بصرہ کے گورنر کو خط لکھا کہ: میرے پاس (یثرب) مدینہ سے ایک صاحب کا خط آیا ہے اور اس نے میری شان میں یہ گستاخی کی ہے۔ میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ دو آدمی بھیجو اور اس کو پکڑ کر لاؤ، گرفتار کر کے لاؤ۔ تو بصرہ کے گورنر نے دو آدمی بھیجے، جب یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی داڑھیاں مونڈھی ہوئی تھیں اور مونچھیں بڑی بڑی تھیں، جیسے ہمارے ہاں خان صاحبوں کی ہوتی ہیں، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ: "ویلکما!" تمہارا ناس ہو جائے! یہ تم نے اپنی شکل کیوں بگاڑ رکھی ہے؟ انہوں نے کہا: "قد امرنا ربنا!" یعنی کسریٰ ہمارے رب نے یعنی شاہ کسریٰ نے اس کا حکم دیا ہے کہ داڑھی صاف کر کے رکھا کرو اور مونچھیں بڑی بڑی رکھا کرو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: "لیکن میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں داڑھی بڑھاؤں اور مونچھیں کٹواؤں" پھر فرمایا کہ: "میری مجلس سے اٹھ جاؤ، میں تم سے بات نہیں کرتا، میرا نمائندہ تم سے بات کرے گا، بالواسطہ بات کروں گا"۔

کسریٰ و پرویز کا قتل

یہ دونوں صاحب واپس آئے کسریٰ کے پاس، گرفتار انہوں نے کیا کرنا تھا، جب انہوں نے کہا کہ ہمیں آپ کو گرفتار کر کے لے جانے کا حکم دیا گیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کل جواب دوں گا، اگلے دن آئے تو ارشاد فرمایا کہ: رات تمہارا طاغیہ ختم کر دیا گیا ہے، اس کو اس کے لڑکے شیرو ے نے قتل کر دیا ہے، تو یہ دونوں واپس آئے۔

شاہ بصریٰ کا ایمان لانا

آنحضرت ﷺ نے شاہ بصریٰ کے نام جو شاہ ایران کا گورنر تھا، خط لکھا کہ وہ تو مر دار ہو گیا ہے، میں اللہ کا رسول ہوں، تم ایمان لے آؤ! اور یہ علاقہ تمہارے سپرد رہے گا، تم اس کے گورنر رہو گے، اور اگر تم مسلمان نہ ہوئے تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ تمہاری سب کی سب سلطنت ختم ہو جائے گی۔ یہ دونوں قاصد واپس شاہ بصریٰ کے پاس گئے انہوں نے حالات بتلائے، اس نے کرید کرید کر رسول اللہ ﷺ کے حالات معلوم کئے اور وہ مسلمان ہو گیا، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ یا رسول اللہ! مجھے آپ کا گرامی نامہ ملا ہے، میں آپ پر ایمان لاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے توفیق عطا فرمائے تو میں حاضر خدمت ہونے کی بھی کوشش کروں گا۔

آپ ﷺ کی رشتہ داری کے کام نہ آنے پر دلائل

الغرض ایک طرف تو رسول اللہ ﷺ کی رشتہ داری کے معاملہ میں یہ غلو کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف رد عمل ہے، اس کی خشکی، وہ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے، اور دلائل بڑے مضبوط پیش کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں ہے:

"ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم" (الحجرات: ۱۳)

ترجمہ: "بے شک اللہ کے نزدیک معزز متقی ہے"۔

وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کی رُو سے رشتہ داری کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اللہ پاک نے خود اصول بیان فرمایا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"کلم بنوا آدم و آدم من تراب" (مجمع الزوائد)

کسریٰ و پرویز کا قتل

یہ دونوں صاحب واپس آئے کسریٰ کے پاس، گرفتار انہوں نے کیا کرنا تھا، جب انہوں نے کہا کہ ہمیں آپ کو گرفتار کر کے لے جانے کا حکم دیا گیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کل جواب دوں گا، اگلے دن آئے تو ارشاد فرمایا کہ: رات تمہارا طاغیہ ختم کر دیا گیا ہے، اس کو اس کے لڑکے شیرِ دے نے قتل کر دیا ہے، تو یہ دونوں واپس آئے۔

شاہ بصریٰ کا ایمان لانا

آنحضرت ﷺ نے شاہ بصریٰ کے نام جو شاہ ایران کا گورنر تھا، خط لکھا کہ وہ تو مر دار ہو گیا ہے، میں اللہ کا رسول ہوں، تم ایمان لے آؤ! اور یہ علاقہ تمہارے سپرد رہے گا، تم اس کے گورنر رہو گے، اور اگر تم مسلمان نہ ہوئے تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ تمہاری سب کی سب سلطنت ختم ہو جائے گی۔ یہ دونوں قاصد واپس شاہ بصریٰ کے پاس گئے انہوں نے حالات بتلائے، اس نے کرید کرید کر رسول اللہ ﷺ کے حالات معلوم کئے اور وہ مسلمان ہو گیا، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ یا رسول اللہ! مجھے آپ کا گرامی نامہ ملا ہے، میں آپ پر ایمان لاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے توفیق عطا فرمائے تو میں حاضر خدمت ہونے کی بھی کوشش کروں گا۔

آپ ﷺ کی رشتہ داری کے کام نہ آنے پر دلائل

الغرض ایک طرف تو رسول اللہ ﷺ کی رشتہ داری کے معاملہ میں یہ غلو کیا جارہا ہے اور دوسری طرف ردِ عمل ہے، اس کی خشکی، وہ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے، اور دلائل بڑے مضبوط پیش کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں ہے:

"ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم" (الحجرات: ۱۳)

ترجمہ: "بے شک اللہ کے نزدیک معزز متقی ہے"۔

وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کی رُو سے رشتہ داری کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اللہ پاک نے خود اصول بیان فرمایا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"کلم بنوا آدم و آدم من تراب" (مجمع الزوائد)

ترجمہ: "تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں"۔

یہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں، اللہ اور رسول کا فرمان ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سے ہے، ہمیں یہ بات محقق طور پر معلوم ہے تو کیا رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے ہمارے دل میں اس کی کچھ قدر ہوگی یا نہیں؟ یقیناً ہوگی!! مقتضائے عقل ہے، عقل یہی کہتی ہے۔

آنحضرت ﷺ سے محبت کی وجہ؟

آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

"اللہ سے محبت رکھو، اس لئے کہ وہ تم کو غذا دیتا ہے، اور مجھ سے محبت رکھو اللہ کی محبت کی وجہ سے (کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں)" (اتحاف)

یہاں پر یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے احسان کا حوالہ نہیں دیا، حالانکہ آنحضرت ﷺ کی ذاتِ عالی کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں، لیکن اپنی محبت کے لئے اللہ کی محبت کا حوالہ دیا، اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کے ہم پر جو احسانات ہیں، ان کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سے محبت ہوگی ہی، لیکن یہ اپنے نفس کے لئے ہوگی کہ ہم پر احسان ہے۔

آنحضرت ﷺ کی گستاخی پر غصہ کی وجہ؟ اکابر رحمہم اللہ کا ذوق

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی مجلس میں ایک دفعہ تذکرہ آیا، حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی، حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی، مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہم اللہ بلکہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ان سب کے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمہ اللہ استاذ ہیں، تذکرہ آیا، حضرتؒ نے پوچھا کہ: "میاں! اگر کوئی رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرے، تم لوگوں کو غصہ کیوں آتا ہے؟ کہنے لگے کہ: حضرت! یہ بات بھی کوئی پوچھنے کی ہے؟ غصہ آنا چاہئے! فرمایا: آنا تو چاہئے، مگر میں وجہ پوچھتا ہوں کہ کیوں آتا ہے؟ پھر فرمایا کہ: ہمیں غصہ اس لئے آتا ہے کہ ہمارے رسول کی گستاخی کر رہے ہیں، تو اپنی طرف نسبت ہوگی، یہ تو اخلاص نہ ہوا، غصہ اس لئے آنا چاہئے کہ اللہ کے رسول کو

کہہ رہے ہیں، اور پھر فرمایا کہ: آنحضرت ﷺ کی شان میں کوئی آدمی ایسا لفظ کہے تو ہمیں غصہ آتا ہے، گر ایسا ہی غصہ ہمیں دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین و بے ادبی سن کر آئے تو پھر یہ دلیل ہے اخلاص کی ہے، اور اگر دوسرے انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں تو سن کر کوئی غصہ نہیں آتا، اپنے نبی کے بارہ میں سن کر غصہ آتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ بھی پارٹی بازی ہوئی، اخلاص تو نہ ہوا۔ بہت ہی دقیق بات ہے۔

آنحضرت ﷺ کے احسانات

تو میں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کے بے شمار احسانات ہیں، ہمارا ایک ایک بال آنحضرت کے احسانات میں جکڑا ہوا ہے، اور یہ راز ہے کہ جب ہم "التحیات" پڑھتے ہیں، "التحیات" میں بیٹھتے ہیں (پہلے قعدہ میں) تو حکم ہے کہ "عبدہ ورسولہ" پڑھ کر اٹھ جاؤ، ابھی تمہارے ذمہ کچھ کام باقی ہے، لیکن گر آخری قعدہ ہو تو "التحیات" پڑھ کر پھر درود شریف پڑھو، اور پھر دُعائیں پڑھو، مانگو کیا مانگتے ہو؟ تم نے اللہ کی عبادت کر لی، اللہ کو سجدہ کر لیا، اللہ سے تعلق قائم کر لیا، اللہ کی بارگاہ سے رخصت ہو رہے ہو، "السلام علیکم ورحمة اللہ" کہہ کر نماز سے باہر نکل رہے ہو، گویا کمرے سے باہر جا رہے ہو، اب ذرا اطمینان سے بیٹھو، مانگو کیا مانگنا چاہتے ہو؟ بولو! اللہ میاں تم سے پوچھ رہے ہیں: کیا مانگتے ہو؟ اب مانگ لو جو مانگنا ہے، میری عبادت تو عبادت ہی کیا ہے، پوری کائنات کی عبادت وہ اللہ کے لئے ہے، "التحیات للہ والصلوات والطیبات" تحیات کا معنی زبانی عبادتیں، صلوات کا معنی بدنی عبادتیں، اور طیبات کا معنی مالی عبادتیں، یہ سب اللہ کے لئے ہیں، نظر پڑی اوہ! آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہیں، وہی تو پکڑ کر لائے تھے ہمیں اللہ کے دربار میں، کہ چلو، اللہ کے دربار میں پہنچو، بے ساختہ ہماری زبان سے نکلا:

"السلام علیک ایھا النبی ورحمة الله وبرکاته"

اور پھر آنحضرت ﷺ کے طفیل میں

"السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین"

سلام ہو ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر۔

صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ: "جب تم کہو گے:

''السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین'' تو اللہ کے جتنے نیک بندے ہیں آسمان میں یا زمین میں زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں، سب کو سلام پہنچ جائے گا'' (صحیح مسلم) یہ چھوٹا سا لفظ سب کو پہنچ جائے گا، سب کو حصہ مل جائے گا، اب اپنی بندگی کا اقرار کیا: ''اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمداً عبدہٗ ورسولہ'' یہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی، اپنی عبدیت کا اقرار کیا اور بیچ میں رسول اللہ ﷺ بھی آ گئے تھے، حضور ﷺ کو بھی سلام کر دیا، اور چونکہ رسول اللہ ﷺ کے طفیل میں باقیوں کو بھی محروم نہیں رکھنا چاہئے، لہٰذا تمام نبی، صحابی، تابعی، اولیاء، اتقیاء اور آسمان والے، زمین والے سب کو شامل کر کے کہہ دیا: ''السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین'' اندازہ کرو کیسے جامع الفاظ رکھے گئے ہیں نماز میں، معمولی نہیں ہیں۔

اب اس کے بعد عبدیت کا اقرار کرلیا، اللہ کی حمد وثنا کرلی، تمہیں مانگنا ہے اللہ تعالیٰ سے، اس لئے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھو۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جو شخص یہ چاہے کہ ہم پر یعنی آل محمد ﷺ پر پیمانہ بھر کر درود بھیجے، بھرے ہوئے پیمانہ سے، بڑے سے بڑا پیمانہ اور وہ بھی بھر کر، اس کو چاہئے یہ درود ابراہیمی پڑھے۔'' اب تم نے درود شریف پڑھ لیا، اب مانگو جو مانگنا ہے، لیکن یاد رکھو کہ حدیث شریف میں ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ غافل اور لہو ولعب میں مبتلا دل کی دُعا کو قبول نہیں فرماتے ہیں'' (مشکوٰۃ)

زبان سے کہہ رہے ہو، لیکن یہ معلوم نہیں کہ کہاں پھر رہے ہو؟ تم اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہو، اللہ کی طرف متوجہ ہو، مانگو کیا مانگنا ہے؟ مگر اللہ کی طرف متوجہ ہو کر مانگو، غفلت کیساتھ نہیں۔

حدیث شریف میں ہے: ''ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ چن چن کر جامع دُعائیں کیا کرتے تھے، اور یہ جو دوسری دُعائیں ہوتی تھیں اس کو چھوڑ دیا کرتے تھے'' (مشکوٰۃ)

جامع دُعائیں کرو (تو خیر یہ درمیان میں بات آئی تھی)

التحیات میں آپ ﷺ کے تذکرہ کی حکمت!

میں نے یہ عرض کیا کہ ''التحیات'' میں رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ لانے کا کیا مطلب

ہے؟ اس کا راز بزرگ یہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اللہ کی حمد وثنا کر رہے تھے کہ اچانک نظر پڑی رسول اللہ ﷺ پر اوہ! ہمارا ہاتھ پکڑ کر تو آپ لائے ہیں، بڑی قدر ناشناسی ہوگی، بڑی بے مروتی ہوگی کہ ہم اللہ تعالیٰ سے باتیں کریں اور رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ نہ ڈھونڈیں اور آپ کا تذکرہ نہ کریں اور آپ کو سلام بھی نہ کریں، اس لئے بے ساختہ کہا: "السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" حالانکہ کسی کے ساتھ بات کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، نماز میں بھی صرف اللہ سے بات ہوتی ہے کسی اور سے نہیں، مگر یہاں رسول اللہ ﷺ سے بات کر دی، اس لئے کہ یہ بات اس جہاں کی نہیں ہو رہی، یہ بات بارگاہ الٰہی کی ہو رہی ہے، اس وقت گویا معنوی طور پر آپ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز میں محو ہیں، درمیان میں کوئی نہیں، ترجمان نہیں ہے، آپ خود باتیں کر رہے ہیں، کیونکہ آنحضرت ﷺ وہاں پہلے سے تشریف فرما ہیں اور ہمارے محسن ہیں، لازم ہوا کہ ان کا تذکرہ کیا جائے اور ان کو بھی یاد کیا جائے اور ان کو بھی سلام ہو۔

میں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں، لیکن آپ ﷺ ان احسانات کا حوالہ نہیں دیتے، بلکہ حوالہ کیا دیتے ہیں کہ مجھ سے محبت رکھو، اللہ کی محبت کی وجہ سے، اس لئے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میری آل سے محبت رکھو میری محبت کی وجہ سے۔

قرابت نبوی ﷺ کی پاسداری

صحیح بخاری شریف میں (غالباً ج:۱ص:۵۲۶) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقولہ نقل کیا گیا ہے، انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ: "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، مجھے رسول اللہ ﷺ کے اہل قرابت کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اپنے اہل قرابت سے زیادہ محبت ہے"۔

یہ مؤمن کا ایمان ہے، اور اسی صفحہ پر امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ:

"آنحضرت ﷺ کی آل کے معاملہ میں حضور ﷺ کا لحاظ رکھا کرو"۔

یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں، تو آنحضرت ﷺ کا لحاظ رکھنا یہ

بڑی بے مروتی کی بات ہے، ادھر اگر غلو ہے تو ادھر کوتاہی ہے۔

گناہ گار سید...... بھی قابل احترام ہے

ہمارے حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ ارشاد فرماتے تھے کہ: ''بھائی! سید اگر گناہ گار ہو تب بھی واجب الاحترام ہے'' حضرتؒ نے عجیب مثال دی، فرمایا کہ: اگر کوئی قرآن کریم کا نسخہ غلط چھپ گیا ہو تو اس کو پڑھنا تو جائز نہیں، مسجد میں تو نہ رکھیں گے، کیونکہ لوگ غلط پڑھیں گے، بے چارے انجان ہیں، لیکن اس کی بے ادبی بھی جائز نہیں، بلکہ ادب کے ساتھ اس کو دفن کروادیں گے۔ فرمایا کہ سید اگر غلط راہ ہو اس کی اقتداء جائز نہیں ہے، اس کے پیچھے مت چلو، لیکن توہین بھی درست نہیں۔ کیونکہ نسبت رسول ﷺ سے ہے۔ تو آنحضرت ﷺ کا رشتہ اور آپ کا تعلق یہ دنیا میں بھی کام دیتا ہے اور آخرت میں بھی کام دے گا، ان شاء اللہ!

نکاح ام کلثومؓ سے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے، آپ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا۔ خلفاء ثلاثہ: حضرات ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ان کا رشتہ آنحضرت ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تو وہ ہے جو خون اور گوشت کا رشتہ ہوتا ہے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''ھما بمنزلة سمعی وبصری'' یہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما میرے کان اور آنکھیں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی وفاطمہ رضی اللہ عنہما کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ سے عقد کیا تھا، اوران سے حضرت کے صاحبزادے زیدؒ بن عمرؓ پیدا ہوئے۔

ام کلثومؓ سے نکاح عمرؓ کی وجہ؟

غرض یہ کہ حضرت عمرؓ نے خطبہ دیا، فرمایا کہ: لوگو! مجھے تم جانتے ہو، میں بوڑھا ہو گیا ہوں، موت کے قریب ہوں، مجھے شادی کی ضرورت نہیں، مجھے بیوی کا شوق نہیں ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے، آپ نے بھی سنا ہے:

''تمام کے تمام رشتے اور تمام کے تمام علاقہ نسبی رشتہ ہو یا دامادی رشتہ ہو، یعنی

بیوی کی طرح سے جو رشتے آتے ہیں، یہ سارے کے سارے کٹ جائینگے سوائے میرے رشتہ کے"۔ (مجمع الزوائد)

تو میں چاہتا ہوں کہ میرا رسول اللہ ﷺ سے رشتہ رہے، صرف یہ لالچی ہے تو قیامت کے دن بھی رسول اللہ ﷺ کے رشتہ کا لحاظ رکھا جائے گا، اور لحاظ رکھنا بھی چاہئے، اس لئے مطلقاً نفی کرنا غلط ہے، اعتدال کا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔

آنحضرت ﷺ کے یہ تعلق والے ہیں، ان سے محبت رکھنا، ان کا اکرام کرنا آنحضرت ﷺ کی وجہ سے لازم ہے، خاتون جنت آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اکرام لازم ہے۔

حضور ﷺ کی چار صاحبزادیاں

حضور ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں، حضرت زینبؓ یہ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے بیاہی گئی تھیں۔ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن یکے بعد دیگرے دونوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں، اور اسی بناء پر ان کو "ذوالنورین" کہا جاتا ہے، یعنی دو نوروں والے۔

حضرت عثمانؓ سے آپ ﷺ کی محبت

جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: عثمان! یہ جبرائیل کھڑے ہیں (حضور ﷺ کو نظر آرہے تھے ان کو نہیں) اور مجھے کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تم سے ام کلثوم کا عقد کردوں، اسی مہر پر جس مہر پر رقیہ کا عقد کیا تھا۔ وہ عقد اللہ کے حکم سے ہوا، جبرائیل امین کی آمد سے ہوا، وحی سے ہوا، اور جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا بھی حضور ﷺ کی زندگی ہی میں انتقال ہوا گیا تو آنحضرت ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ: "عثمان کی بیوی کا انتقال ہو گیا ہے۔ لوگوں سے کہا کہ عثمان کو اپنی لڑکیاں دو، اللہ کی قسم! اگر میرے پاس اور لڑکی ہوتی تو وہ بھی عثمان سے بیاہ دیتا، وہ مر جاتی اور لڑکی ہوتی تو وہ عثمان سے بیاہ دیتا۔ ان کو کیا کمی تھی، یہ صرف حضور ﷺ نے اظہار محبت فرمایا۔

فاطمہ، علی اور حسنین رضی اللہ عنہم ہمارے اکابر ہیں

بہر حال ہمارے بہت سے سنی مسلمان حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وہ اکرام نہیں کرتے، جیسا کہ کرنا چاہئے، یہ تو ہمارے اکابر ہیں، حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہمارے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے ہیں، ان کا دعوئ محبت غلط ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے ہیں، عیسائیوں کے نہیں، عیسائیوں کا دعویٰ غلط ہے۔

ہمارے دل کا سرور

اسی طرح حضرت علی اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم اور دوسرے بزرگ جن کو یہ حضرات ''ائمہ معصومین'' کہتے ہیں، وہ ہمارے اکابر ہیں، آنکھوں کا نور، دل کا سرور، ایمان کا جزء اور ان کی محبت عین ایمان ہے۔

حضرت علی اور حسنین رضی اللہ عنہم کے فضائل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''حسن و حسین جوانان جنت کے سردار ہوں گے'' (مشکوٰۃ)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ:

''وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتے ہیں، اور اللہ اور اس کا رسول ان سے محبت رکھتے ہیں''۔ (مشکوٰۃ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بارہ میں فرمایا کہ ''مجھ سے صرف مومن محبت رکھے گا اور مجھ سے صرف منافق بغض رکھے گا'' (مشکوٰۃ)

اہل بدعت کو حضور ﷺ منہ نہیں لگائیں گے

- اس کے بعد حضور ﷺ نے ایک دوسری بات ارشاد فرمائی کہ قیامت کے دن تم آؤ گے اور اپنا تعارف کراؤ گے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں، میں کہوں گا کہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ تم فلاں بن فلاں ہو، نسب کو تو میں بھی جانتا ہوں، لیکن بات یہ ہے کہ تم نے میرے بعد دین بدل دیا تھا، بدعات ایجاد کر دی تھیں اور تم کفر کی طرف لوٹ گئے تھے، اس کا کیا

علاج ہے؟ یہ بات ارشاد فرمائی کہ آنحضرت ﷺ حوض کوثر پر ہوں گے اور تمام لوگ اپنی پیاس کا علاج کرنے کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے، لیکن اہل بدعت کو حضور ﷺ منہ نہیں لگائیں گے، کیوں؟ خود فرمایا، صحیح بخاری، باب الحوض کی حدیث میں ہے کہ: کچھ لوگوں کو لایا جائے گا، "ثم لیختلجن دونی" فرشتے ان کو میرے آنے تک روک دیں گے کہ تم نہیں جا سکتے ہو، میں کہوں گا کہ یہ میرے لوگ ہیں! فرمایا جائے گا کہ: "انک لا تدری ما احدثوا بعدک" آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا، کیا ہے؟ اور کیا کیا بدعات گھڑی تھیں، تو میں کہوں گا کہ "فسحقا! سحق! لمن غیر بعدی" (بخاری) پھٹکار! پھٹکار! ان لوگوں پر جنہوں نے میرے بعد دین کو بدل دیا۔

دین کو نہ بدلو!

حضور ﷺ کے دین کو نہ بدلو، حضور ﷺ کا دین جیسا آرہا ہے اس کو ویسے ہی آگے چلنے دو، لوگ ہمیں مشورہ دیتے ہیں کہ: جی! ''اجتہاد'' سے کام لینا چاہئے۔ ''اجتہاد'' کا معنی دین کو بدلو، لاحول ولاقوۃ الا باللہ! خیر اس وقت اس پر گفتگو کرنے کا موقع نہیں، میرے کہنے کا مدعا یہ ہے کہ دین کو اسی طرح چلنے دو، دین تو کسوٹی ہے کہ کون صحیح ہے اور کون غلط ہے؟

دین بدلنے والوں پر اللہ کے نبی نے پھٹکار کی ہے

حضرت محمد ﷺ کے دین کو اسی طرح چلنے دو، اس میں کوئی تغیر و ترمیم مت کرو، اس میں بدعات کی پیوند کاری نہ کرو، باقی بھائی آپ مجھے دیکھتے ہیں کہ میں دین پر صحیح عمل نہیں کر رہا تو میں گناہگار ہوں، آپ صحیح عمل نہیں کر رہے تو آپ گناہ گار ہیں، گناہ گار تو ہم سارے ہی ہیں، دین پر عمل نہیں ہو رہا تو گناہ گار ہیں، مگر اللہ کے لئے دین کو تو چلنے دو، آنحضرت ﷺ نے گناہگاروں پر پھٹکار نہیں فرمائی، ان کے لئے فرمایا کہ: "شفاعتی لاھل الکبائر من امتی" (مشکوۃ) میری شفاعت ملے گی میری امت کے اہل کبائر کو جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہو کر آئے، ان کو بھی حضور ﷺ کے دامن میں پناہ ملے گی، لیکن جو دین کو بدلنے والے ہیں، ان کو کہیں گے پھٹکار! پھٹکار! اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے، آمین ثم آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O بسم اللہ الرحمن الرحیم O
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مُشِیْرَ لَہٗ وَلَا مُعِیْنَ لَہٗ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ اَلْمَبْعُوْثِ اِلٰی کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا.
قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ کَلَامِہِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ.
صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

ہم نے ہر دور میں تقدیس رسالتؐ کے لیے
وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
توڑ کر سلسلۂ رسم سیاست کا فسوں
اک فقط نام محمدؐ سے محبت کی ہے

میرے واجب الاحترام! قابل صد احترام! علمائے کرام! گلزار صادق بہاول پور میں...... یہ عظیم الشان بنات رسول کانفرنس جو آج گیارہ مئی ۱۹۹۴ء میں...... سپاہ صحابہ کے

زیر اہتمام منعقد ہو رہی ہے۔ اس میں آپ حضرات کی ہزاروں کی تعداد میں شرکت باعث سعادت ہے اور مجھے بڑی خوشی ہے کہ آپ حضرات نے انتہائی نظم وضبط کے ساتھ اور انتہائی اطمینان اور عافیت کے ساتھ اس عظیم الشان جلسہ عام کی تیاری کی ہے۔ میں سپاہ صحابہ بہاول پور کو اس پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

میرے بھائیو! جیسا کہ کانفرنس کا عنوان ہے...... بنات رسول کانفرنس...... آپ حضرات کو میری عادت کا اور مزاج کا علم ہے...... کہ میں اشتہار میں دیے ہوئے عنوان پر ہی گفتگو کرنا پسند کرتا ہوں۔ تو اس لئے ہم آج مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کا تذکرہ کریں گے۔ پیغمبرؐ کے خاندان کا تذکرہ کریں گے...... اور حضور علیہ السلام کی ان چہیتی صاحبزادیوں کا تذکرہ کریں گے...... کہ جن کو گود میں بٹھا کر پیغمبرؐ پیار کیا کرتے تھے...... جن میں بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ جب فوت ہوئی...... تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی قبر پر کھڑے ہو کر روتے ہوئے دیکھا گیا......۔

پردے کی آیتوں پر عمل

میرے بھائیو! قرآن پاک کا فیصلہ ہے...... اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے......

یآایھا النبی...... اے نبیؐ!

قل لازواجک...... اپنی بیویوں سے کہو......

یہ پردے کی آیتیں ہیں، جو قرآن کے بائیسویں پارے میں ہیں کہ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی بیویوں سے کہو،

وبناتک...... اور اپنی بیٹیوں سے کہو......

اگر بیٹی ایک ہوتی تو بیٹیوں کا لفظ نہ بولا جاتا...... یہ قرآن کی نص ہے۔ کہ نبی کی ایک بیٹی نہیں، اے پیغمبرؐ! اپنی بیویوں سے کہو اور اپنی بیٹیوں سے کہو......

یہاں یہ بھی سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ پوری کائنات انسانی میں تمام مسلمان عورتیں رسول اللہ کی بیٹیاں ہیں...... لیکن اللہ نے ان کا علیحدہ ذکر کیا...... فرمایا......

ونسآء المومنین......

اور پوری امت کی عورتوں سے کہو کہ...... جب گھروں سے باہر نکلا کریں اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا کریں۔

یدنین علیھن من جلابیبھن...... اپنے چہروں پہ پردہ کرلیا کریں۔

یہ پردے کی آیتیں ہیں، ان آیتوں کے اترنے کے بعد...... صحابہ کرامؓ میں کسی عورت نے منہ کھول کر بازار کو نہیں دیکھا......۔

سرور کائنات کی صاحبزادیوں کے نام

میرے بھائیو! قرآن کی اس نص نے......دلالت نے...... یہ بات واضح کردی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی ایک بیٹی نہیں...... نبی کی بیٹیاں ایک سے زیادہ ہیں اور پیغمبر علیہ السلام کی بے شمار احادیث ہیں...... کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہیں، چار صاحبزادیوں میں......

ایک صاحبزادی حضرت زینبؓ ہے......!

اور ایک صاحبزادی حضرت رقیہؓ ہے......!

ایک صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ ہے...... !

اور ایک صاحبزادی حضرت فاطمہؓ ہے......!

یہ پیغمبر علیہ السلام کی چار صاحبزادیاں ہیں، یہ رسول اللہ کا خاندان ہے، پیغمبر علیہ السلام کے جگر کے ٹکڑے ہیں، گوشۂ جگر، گوشہائے پیغمبر ہیں۔ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی محبت ہے، بڑا پیار ہے۔لیکن ایک ایسا طبقہ ہے...... کہ جنہوں نے...... پیغمبر کی بیٹیوں کو دوسروں کی بیٹیاں کہا...... کہ نبی کی ایک بیٹی ہے...... باقی تین بیٹیاں (نعوذ باللہ) نبی کی نہیں ہیں، بلکہ کیا کہا......! کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے...... جو پہلے خاوند تھے...... ابوہالہ...... یہ ان کی لڑکیاں ہیں۔

بہاولپور کے مسلمانو! جو تمہاری بیٹی ہو وہ تو تمہاری کہلائے...... لیکن تیرے رسولؐ کی بیٹیاں اس ملک میں لاوارث ہو گئیں......؟ کہ وہ غیروں کی بیٹیاں کہلائیں۔میری بیٹی ہو...... اسے کوئی دوسرا اپنی حقیقی بیٹی نہیں کہہ سکتا...... قرآن کہتا ہے......

ادعوھم لآبآء ھم...... اولادوں کو ان کے باپ کے ساتھ پکارو۔

زینبؓ بنت محمدؐ کہیں گے...... رقیہؓ بنت محمدؐ کہیں گے...... ام کلثومؓ بنت محمدؐ کہیں گے......اور فاطمہؓ بنت محمدؐ کہیں گے......۔

طیب رسولؐ کی طیبہ بیٹیاں

میرے بھائیو!...... نبیؐ کی بیٹیاں عظمت والیاں ہیں! نبیؐ کی بیٹیاں رفعت والیاں ہیں! نبیؐ کی بیٹیاں بلندی والیاں ہیں! نبیؐ کی بیٹیاں کمالات والیاں ہیں! نبیؐ کی بیٹیاں راتوں کو جاگنے والیاں ہیں! نبیؐ کی بیٹیاں چکی پیسنے والیاں ہیں! نبیؐ کی بیٹیاں ساری رات مصلے پہ رونے والیاں ہیں! نبیؐ کی بیٹیاں تہجد گزار ہیں! نبیؐ کی بیٹیاں سیرتِ پیغمبرؐ کی شاہکار ہیں! نبیؐ کی بیٹیاں پیغمبرؐ کی عظمت کی آئینہ دار ہیں! نبیؐ کی بیٹیاں رسول اللہ ﷺ کی تہجد اور پیغمبرؐ کی آہ وزاری کا نمونہ ہیں!...... نبی ﷺ کی بیٹیاں عظمت والی، رفعت والی، بلندی والی...... پیغمبرؐ کی کوئی بیٹی ایسی نہیں ہے کہ جس کے دامن پہ کوئی داغ ہو،...... پوری کائنات کے ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ زینبؓ بھی بے مثال، رقیہؓ بھی بے مثال، ام کلثومؓ بھی بے مثال، فاطمہؓ بھی بے مثال......!!

نبیؐ کی صاحبزادیوں کے اسماء کے معانی

حضور علیہ السلام کی زینبؓ سب سے بڑی صاحبزادی ہے، زینبؓ کا معنی ہے...... استغفار کرنے والی، لغت میں زینبؓ حالانکہ اسم جامد ہے...... اور اسم ہے، لیکن بعض علماء نے کہا ہے...... کہ یہ زینب عبارت ہے۔ اس بات سے کہ استغفار کرنے والی! جو گناہ سے بچنے کا عہد کرے...... زینبؓ کا معنی استغفار والی...... اور...

رقیہؓ کا معنی خاوند کی خدمت کرنے والی! اور...

ام کلثومؓ کا معنی ہے بچوں کی تربیت کرنے والی! اور......

فاطمہؓ کا معنی ہے دوزخ سے آزاد ہونے والی!

نبیؐ کی بیٹیاں بے مثال ہیں۔ میں تو پیغمبرؐ کی صاحبزادیوں کی سیرت کو دیکھتا ہوں...... تو میں ششدر اور حیران رہ جاتا ہوں کہ ایسی سیرت اور کہاں ہوگی......!

حضرت فاطمہؓ کی وفات کے وقت آخری وصیت

فاطمۃ الزہراءؓ کی وفات کا وقت آیا تو حضرت علی پریشان تھے...... تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا علیؓ! جب میرا جنازہ اٹھے تو رات کے وقت اٹھانا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا...... فاطمہؓ! تو نبی کی لخت جگر ہے...... اور حضورؐ نے فرمایا کچھ جنازے ایسے ہوتے ہیں...... کہ جو آدمی ان جنازوں میں شریک ہو وہ بخشا جاتا ہے۔ کچھ جنازے ایسے ہوتے ہیں...... کہ پڑھنے سے میت بخشی جاتی ہے اور کئی جنازے ایسے ہوتے ہیں کہ میت تو بخشی ہوئی ہوتی ہے...... لیکن پڑھنے والا بخشا جاتا ہے۔

فاطمہؓ! تیرا جنازہ ایسا کہ پڑھنے والے بخشے جائیں گے...... اس لئے تو رات کو جنازہ اٹھانے کا کہتی ہے، تو چکوک اور گاؤں کے لوگ کیسے آئیں گے...... ؟ فاطمہؓ نے جواب دیا کہ اے علیؓ! تیری بات ٹھیک ہے کہ چکوک کے لوگ نہیں آسکتے...... لیکن میں وہ فاطمہؓ ہوں کہ جس کے چہرے کو یا مصطفیٰؐ نے دیکھا ہے...... یا مرتضیٰؓ نے دیکھا ہے...... فاطمہؓ نے فرمایا میں چاہتی ہوں کہ میرا جنازہ اٹھے تو رات کو اٹھے...... جس طرح میرے چہرے پہ کسی نے نظر نہیں ڈالی...... اس طرح میں چاہتی ہوں کہ میرے کفن پہ بھی کسی غیر محرم کی نظر نہ پڑے۔

او فاطمہؓ کا نام لے کر لوگوں کو گمراہ کرنے والو! تمہاری عورتوں نے تو کبھی پردہ ہی نہیں کیا، کس فاطمہؓ کی بات کرتے ہو...... ؟ کس فاطمہؓ کا نام لیتے ہو......؟ کس فاطمہؓ کا احترام کرتے ہو...... ؟

میرے بھائیو! صرف حضرت فاطمہؓ پر ہی بہت لمبی گفتگو ہو سکتی ہے، لیکن میں آپ کو پیغمبرؐ کی چاروں صاحبزادیوں کے بارے میں کچھ باتیں عرض کروں گا۔

میرے بھائیو! حضور علیہ السلام کی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ ہیں...... حضرت زینبؓ کا نکاح حضور علیہ السلام کی بیوی حضرت خدیجہؓ کے حقیقی بھانجے...... حضرت قاسم ابوالعاص ابن ربیع اموی سے ہوا اور حضرت زینبؓ کے بطن سے تین بچے پیدا ہوئے...... جن میں دو لڑکے تھے اور ایک لڑکی...... سب سے بڑا لڑکا تھا، لڑکے کا نام حضرت زینبؓ نے علی رکھا۔

خانہ کعبہ میں بت گرانے والا علیؓ کون تھا......؟

یہ علیؓ کون تھا......؟ حضور علیہ السلام کا نواسہ...... حضورؐ کے سب سے بڑے نواسے کا نام علی بن ابوالعاصؓ ہے۔ یہ پیغمبرؐ کے سب سے بڑے نواسے ہیں...... علامہ بلاذری نے لکھا ہے...... یہ وہ علیؓ ہے کہ جو علیؓ...... حضور علیہ السلام جب خانہ کعبہ کے بت گرانے کے لئے گئے...... تو یہی علیؓ پیغمبرؐ کی سواری پر سوار تھا۔ جسے بخاری شریف نے صرف یہ کہا کہ ایک ردیف تھا، ردیف اس بچے کو کہتے ہیں کہ جو کسی سواری پر پیچھے سوار ہو، اسے عربی میں ردیف کہتے ہیں۔ پیغمبرؐ جب مدینہ سے چلے...... تو ایک سات سال کا بچہ پیغمبرؐ کی سواری پہ تھا...... نام نہیں لکھا، نام بلاذری نے لکھا...... یا طبقات ابن سعد میں امام محمد بن سعد نے لکھا...... کہ وہ علی پیغمبر کا سب سے بڑا نواسہ تھا۔ لیکن آپ کے دشمن نے اس نواسے کا ذکر اس لئے نہیں کیا...... اگر وہ نواسہ نبی کا یاد رہتا تو نبی کی بیٹی زینبؓ کو بھی یاد رکھنا پڑتا۔ اس لیے آپ سے وہ نواسہ بھلا دیا۔ نام نہیں تاریخ میں لکھا گیا۔ حالانکہ یہ پیغمبرؐ کا پہلا نواسہ تھا۔ حضورؐ کی سواری پہ سوار تھا۔ جب حضورؐ خانہ کعبہ کے بت گرانے لگے...... تو اس نواسے علی بن ابوالعاص کو...... اپنے کندھے پر پیغمبرؐ نے بٹھایا اور اس علی نے پیغمبرؐ کے کندھوں پر بیٹھ کر...... ایک چھڑی کے ساتھ خانہ کعبہ میں...... تین سو ساٹھ بت گرائے...... تو تین سو ساٹھ بت گرانے والا علی...... چوتھا خلیفہ نہیں تھا۔ پیغمبرؐ کا پہلا نواسہ تھا۔ تو حضور علیہ السلام کی سب سے بڑی صاحبزادی کا نام زینبؓ ہے اور حضرت زینبؓ کے دو بڑے فضائل ہیں...... صرف حضرت زینبؓ پر ہی ساری رات تقریر ہو سکتی ہے۔

علی بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ نواسۂ رسولؐ کی شہادت

میری بات سنیں! دو چار باتیں میں کہنا چاہتا ہوں ان پہ غور کریں...... تو یہ علی بن ابوالعاص حضورؐ کے سب سے بڑے نواسے تھے۔ مورخین نے لکھا ہے...... کہ اس علیؓ کی شہادت جنگ یرموک میں ہوئی۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور کے آغاز میں...... ایک جنگ ہوئی...... جس میں دو دفعہ حملہ ہوا۔ ایک صدیق اکبرؓ کے دور میں...... ایک فاروق اعظمؓ کے دور میں...... تو فاروق اعظمؓ کے دور میں جو جنگ یرموق ہوئی...... اس جنگ میں یہ علی بن ابوالعاصؓ شہید ہوئے...... ان کی بڑی خدمات ہیں۔ یہ علی بن ابوالعاصؓ اس جنگ میں

شہید ہوئے تو حضورؐ کے یہ سب سے بڑے اور پہلے نواسے تھے، اور دوسرا بچہ حضرت زینبؓ کا نام رکھے بغیر فوت ہو گیا..... دو بچے ہو گئے .....اور تیسری بچی پیدا ہوئی..... جس کا نام حضرت زینبؓ نے امامہ رکھا۔ اسی امامہ کی وجہ سے قاسم ابوالعاصؓ ابن ربیع اموی کو ابوامامہ بھی کہا جاتا ہے۔ تو امامہ کی وجہ سے ان کی کنیت تبدیل ہو گئی۔

امامہ کون تھی......؟

یہ امامہ کون سی امامہ ہے .....؟ توجہ کریں! حضور علیہ السلام جس وقت بدر کا مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے..... تو حضورؐ کی گود میں ایک بچی بیٹھی تھی اور غنیمت کے مال میں ایک ہار آیا.....اور وہ ہار کس کا تھا .....؟ وہ ہار قاسم ابوالعاص ابن ربیع اموی کے سامان سے آیا تھا اور قاسم ابوالعاص ابن ربیع اموی حضورؐ کے داماد تھے۔ لیکن وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے اور اسلام کے اندر جو غیر مسلموں سے نکاح کی آیتیں ہیں..... اس کے اترنے سے پہلے ان کا نکاح حضرت زینبؓ سے ہو چکا تھا اور جنگ بدر میں وہ کافروں کی طرف سے تھے..... اور جب ان کا سامان غنیمت میں آیا .....اور سامان کھولا گیا..... تو اس سامان میں وہ ہار بھی آیا..... جو ہار رسول اللہ نے اپنی بیٹی زینبؓ کو شادی میں دیا تھا۔ اس ہار کو دیکھ کر رسول اللہؐ رو پڑے، اس ہار کو دیکھ کر پیغمبر کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے..... حضورؐ نے فرمایا..... صحابیو! اگر اجازت دو تو میں اپنی بیٹی کا ہار اس امامہ کے گلے میں ڈال دوں، چنانچہ حضرت امامہ کے گلے میں وہ ہار ڈالا گیا..... اور یہ امامہ رسول اللہ کی گود میں کھیلتی رہی۔ یہ امامہ کون تھی.....؟ میں آپ کو اس کا ایک ایسا تعارف کراتا ہوں..... کہ جس سے یہ امامہ آپ کو کبھی بھول نہیں سکتی..... حضرت فاطمہؓ کی وفات کا جب وقت آیا..... تو حضرت علیؓ رو پڑے..... مشکل کشا بھی رویا کرتا ہے.....؟ او جس کے لئے یا علی مدد! کا لفظ لکھتے ہو..... جس سے مدد مانگتے ہو، وہ خود بھی رویا کرتا ہے.....؟ تو حضرت علیؓ فاطمۃ الزہراءؓ کی بیماری پر روئے. ساری کتابوں میں یہ واقعہ ہے۔ یہ نہیں کہ فلاں کتاب میں نہیں ہے، ہر کتاب میں ہے..... ! کہ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کے سرہانے بیٹھ کر روئے تھے اور کہتے تھے کہ فاطمہؓ! تیرے سے اچھی کوئی عورت مجھے نہیں ملے گی، اگر تو دنیا سے چلی گئی تو میرا کیا بنے گا.....؟ تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا..... علیؓ! میری وفات ہو جائے تو ایک ایسی لڑکی کی نشاندہی میں کرتی

ہوں..... کہ میری وفات کے بعد اس سے شادی کرنا..... وہ تیری خدمت میری طرح کرے گی تو حضرت علیؓ نے فرمایا..... وہ کون سی لڑکی ہے.....؟ تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا..... وہ میری بھانجی ہے، میری بہن زینبؓ کی لڑکی امامہ ہے۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد..... حضرت علیؓ کی شادی پیغمبر کی نواسی امامہ کے ساتھ ہوئی۔

امامہ کے بطن سے علی المرتضیٰؓ کی اولاد

جن کے بطن سے دو بچے پیدا ہوئے..... گویا کہ حضرت علیؓ کے ہاں دو بچے زید ابن علیؓ اور یحییٰ بن علیؓ یہ امامہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ شیعوں سے پوچھئے..... کہ شیعو! اگر بیٹی پیغمبر کی ایک تھی..... تو امامہ جو علیؓ کی دوسری بیوی تھی..... اس کی ماں کون تھی.....؟ اس کی نانی کون تھی.....؟ اس کا نانا کون تھا.....؟ اس کا ابا کون تھا.....؟

بتاؤ شیعو! اگر بیٹی پیغمبر کی ایک فاطمہؓ تھی..... تو امامہ کس کی بیٹی تھی.....؟ حضرت علیؓ کی دوسری بیوی پیغمبر علیہ السلام کی بیٹی زینبؓ کی لڑکی ہیں۔ اس رشتے سے شیر خدا کو کیا ملا؟ توجہ کریں..... ! حضور کی ایک بڑی بیٹی زینبؓ..... اور چھوٹی بیٹی فاطمہؓ..... تو علی المرتضیٰؓ کے لئے بڑی بیٹی ماں بنی..... کیونکہ ساس ماں ہوتی ہے..... ! پیغمبر کی بڑی لڑکی علیؓ کی ماں بنی..... نبی کی چھوٹی لڑکی علیؓ کی بیوی بنی..... علیؓ کی بیوی کو یاد رکھتے ہو، ماں کو بھلاتے ہو..... ؟ زینبؓ علیؓ کی ماں لگتی ہے!

زینبؓ کی فضیلت میں ساقیٔ کوثر کا بیان:

اور ایک حدیث مجھے یاد آئی ہے..... حضرت زینبؓ کی فضیلت میں رسول اللہؐ نے فرمایا:

خیر البناتی زینب اصیبت فیّ

پیغمبر کی حدیث ہے..... کہ میری بیٹیوں میں سب سے بہترین بیٹی زینبؓ ہے۔

اصیبت فیّ..... جس کو میری وجہ سے تکلیف دی گئی جس کو میری وجہ سے مارا گیا۔

حضرت فاطمہؓ کے بارے میں ختم الرسلؐ کا فرمان

خیر البناتی..... ایک بات ہے۔ آپ کو بھی چلو معلوم ہو جائے..... یہ علمی بات ہے۔ حضرت فاطمہؓ کے بارے میں رسول اللہؐ نے فرمایا.....

افضل البناتی فاطمہ......

کہ فاطمہ میری بیٹیوں میں سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والی ہے۔

لیکن زینبؓ کے بارے میں فرمایا......

خیر البناتی زینب......

کہ سب سے بہترین بیٹی زینبؓ ہے۔ اب دو لفظ فرمائے......ایک افضلیت ملی فاطمہؓ کو......خیریت ملی زینبؓ کو......افضلیت فاطمہؓ کو ملی لیکن خیر ہونا یعنی سب سے بہترین ہونا...... یہ زینب رضی اللہ عنہا کو ملا۔

خیریت متعدی اور افضلیت لازمی ہے

اور خیریت جو ہوتی ہے...... یہ متعدی ہے، کیا مطلب...... ؟ یعنی ایسی بھلائی جو دوسروں تک پہنچے اور افضلیت لازمی ہے...... ذاتی ہے۔ یعنی فاطمہؓ کو جو فضیلت حاصل ہے...... وہ ان کی ذات میں خاص ہے اور جو زینبؓ کو بھلائی ہے...... وہ امت تک خاص ہے اور کیسے خاص ہے......؟ توجہ کریں! کہ حضرت زینبؓ کی وجہ سے ان کے بیٹے جو علی بن ابو العاصؓ تھے......علی بن ابو العاصؓ نے کعبے کے بت گرائے تو یہ بھلائی حضرت زینبؓ کی طرف سے آئی تھی اور علی کے راستے سے...... پوری کائنات کے...... مسلمانوں تک پہنچی...... کہ ان کا بیٹا کعبہ کے بت گرا رہا ہے۔ اور دوسری بھلائی کہ امامہ علی المرتضیٰؓ کے گھر میں آئی، تو امامہ کے راستے سے یہ بھلائی آگے آئی اور امامہ علی المرتضیٰؓ کی بیوی بنی......تو گویا کہ جو بھلائی...... پیغمبر کی بیٹی زینب کی طرف سے آئی اور آگے تک پہنچی ......اور پوری دنیا تک پھیلی......۔

اب دیکھیں پیغمبر کی بیٹیاں کتنی ہوئیں؟ چار! نواسے ابھی دو ہوئے اور تیسری نواسی امامہ...... یہ زینبؓ کی بچی ہے اور دوسری حضورؐ کی بیٹی ہے رقیہؓ!

سیدہ زینبؓ کی اور فضیلت

حضرت زینبؓ کی یہ بھی فضیلت ہے...... کہ زینبؓ جب فوت ہوئی تو رسول اللہ زینبؓ کی قبر پر اترے......اور پیغمبرؐ نے لیٹ کر قبر میں...... فرمایا...... میری بیٹی کی قبر فراخ

ہے۔ اس لیے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے ... اور ہاتھ اٹھا کر فرمایا...... اے اللہ! میں زینبؓ سے راضی ہوں تو بھی زینبؓ سے راضی ہو جا ! جو نبی کی ایک ایک بیٹی کا نوکر ہو وہ فسادی جو تین بیٹیوں کا انکار کر کے ایک کا دعویٰ کرے وہ عاشق کیسے ٹھہرا ؟ عاشق وہ ہے جو پیغمبرؐ کے خون کے ایک ایک قطرے کا چوکیدار ہے ۔

نبیؐ کی بیٹیاں کتنی ہیں ؟ چار! اور بڑی بیٹی زینبؓ کے دو بچے ہیں اور ایک بچی ہے۔ اگر کوئی آدمی کہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے گھر میں جو بیٹی فاطمہ تھی ... صرف وہی نبی کی بیٹی تھی تو ان سے یہ سوال ضرور کرو کہ علیؓ کے گھر میں جو دوسری بیوی تھی امامہ !وہ کس کی لڑکی تھی !اس امامہ کا نانا کون تھا؟ اس امامہ کا خاندان کیا تھا ... ؟ یہ ضرور پوچھنا چاہیے۔

سیدہ رقیہؓ کی شادی اور ان کی اولاد

حضرت زینبؓ کے بعد دوسری بیٹی ہے رقیہؓ ... ! رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمان غنیؓ سے ہوا اور جب رقیہؓ کے نکاح کا وقت آیا تو حضورؐ نے حضرت عثمان غنیؓ کو بلا کر کہا...... عثمانؓ! یہ میرے پاس جبرائیل آیا ہے اور یہ جبرائیل آ کر کہتا ہے...... کہ میں اپنی بیٹی رقیہؓ تیرے نکاح میں دے دوں ...... یہ جبرائیل ہے، یہ دیکھو جبرائیل ہے۔ چنانچہ رقیہؓ حضرت عثمان غنیؓ کے نکاح میں دے دی گئی اور کچھ عرصہ بعد رقیہؓ کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہوا...... جس کا نام عبداللہ رکھا، یہ عبداللہ حضورؐ کا کیا لگا ....؟ نواسہ ... ! اس کے بارے میں کئی کتابوں میں ہے کہ یہ جو عبداللہ ہے، یہ آٹھ سال کی عمر میں فوت ہو گیا...... اس کی آنکھ میں ایک مرغ نے چونچ ماری، بیماری پھیل گئی، لیکن بعض مورخین نے یہ بھی لکھا...... کہ یہ عبداللہ بڑا ہو، جوان ہوا اور اس بیماری میں فوت نہیں ہوا، بلکہ جوان ہونے کے بعد اس عبداللہ کا نکاح حضرت معاویہؓ کی درمیانی لڑکی جو صفیہ سے چھوٹی تھی...... اس رملہ کے ساتھ حضور علیہ السلام کے اس نواسے کا نکاح ہوا۔ تو پیغمبرؐ کے ساتھ امیر معاویہؓ کی یہ پانچویں رشتہ داری ہے۔ جو پیغمبرؐ کے ایک نواسے کا نکاح امیر معاویہؓ کی لڑکی رملہ کی وجہ سے ہوا۔ تو گویا کہ رسول اللہؐ کے نواسے کتنے ہوئے ؟

ایک تو بچہ علی کا تھا ایک فوت ہو گیا زینبؓ کا اور ایک بچہ یہ عبداللہ ہے ...
تو نواسے کتنے ہوئے ؟ تین!

اور نواسی ایک امامہ...... اب یہ جو رقیہؓ ہے...... یہ فوت ہوگئی...... اور یہ رقیہؓ حضرت عثمان غنیؓ کی بیوی تھی۔

سیدہ رقیہؓ کی وفات میں ایک تاریخی واقعہ:

یہ بھی آپ کو یاد ہونا چاہیے...... یہ ایک تاریخی واقعہ ہے...... کہ رقیہؓ کیسے فوت ہوئی......؟ کہ بڑی بیمار تھیں، ادھر سے جنگ بدر کا اعلان ہوگیا...... حضور علیہ السلام جب بدر میں جانے لگے تو حضرت عثمان غنیؓ بھی بدر کے شرکاء میں تھے۔ حضورؐ نے فرمایا عثمانؓ! میری بیٹی رقیہؓ بیمار ہے، تم ٹھہر جاؤ اور میری بیٹی کی خدمت کرو۔

حضرت عثمانؓ نے کہا...... میں بدر کے پہلے لشکر میں کیسے شریک ہوں گا...... ؟

حضورؐ نے فرمایا میری بیٹی کی خدمت کرنا تیرا کام ہے...... اور بدر کے شرکاء میں تیرا نام لکھنا خدا کا کام ہے۔

چنانچہ حضرت رقیہؓ کی خدمت حضرت عثمان غنیؓ کرتے رہے اور جب جنگ بدر ختم ہوگئی...... فتح ہوگئی، حضورؐ مدینے میں پہنچے...... تو جب پیغمبرؐ مدینے پہنچے...... تو حضرت عثمان غنیؓ حضرت رقیہؓ کی قبر پر مٹی ڈال رہے تھے۔ حضور علیہ السلام جا کر اپنے گھر میں بیٹھے بھی نہیں...... کہ پتہ چلا کہ رقیہ فوت ہوگئی ہے...... حضورؐ سیدہ کی قبر پر آئے اور آپ نے ہاتھ اٹھائے، حضور کی آنکھوں سے صحابہ نے آنسو دیکھے...... رقیہؓ کی قبر پہ حضورؐ نے فرمایا......

اے اللہ! میری یہ وہ بیٹی ہے۔ جو راتوں کو قیام کرتی تھی...... جو سجدے کرتی تھی، جو روزہ رکھتی تھی، اے اللہ! میں محمدؐ اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہوجا...... یہ رقیہ حضور کی دوسری بیٹی تھی۔

سرور کائنات کا عثمانؓ کو بلا کر دوسری صاحبزادی کا دینا:

میرے بھائیو! جب یہ رقیہ فوت ہوگئی...... تو تھوڑے سے دنوں کے بعد...... کچھ عرصے کے بعد حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان غنیؓ کو بلایا...... اور بلا کر کہا کہ...... جبرائیل دوبارہ آئے ہیں اور جبرائیل کہتے ہیں کہ میں رقیہؓ کی بہن ام کلثومؓ بھی تجھے دے دوں۔ چنانچہ ام کلثومؓ کا نکاح بھی حضرت عثمان غنیؓ سے ہوا اور ام کلثومؓ...... بعض علماء کہتے ہیں کہ

ڈھائی سال اور بعض کہتے ہیں چار سال...... حضرت عثمان غنیؓ کے نکاح میں رہیں......۔

کون ام کلثومؓ...... حضرت ام کلثومؓ حضور علیہ السلام کی تیسری صاحبزادی ہیں، مسلمانو! توجہ کرو یہ پیغمبرؐ کی بیٹی تھی۔ ام کلثومؓ......اللہ سے ڈرنے والی...... راتوں کو قیام کرنے والی...... مصلے پر سجدے کرنے والی ......اللہ کے دروازے پہ رونے والی......ساری ساری رات قرآن کی تلاوت کرنے والی۔

سیدہ فاطمہؓ اور ان کی اولاد:

مسلمانو! توجہ کریں ...... پیغمبرؐ کی چوتھی بیٹی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں، کون فاطمہ ...... !وہ فاطمہ جس فاطمہ کے بارے میں میرے رسولؐ نے فرمایا ......

الفاطمة بضعت منی من اذاھا فقد اذانی......

فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس نے فاطمہ کو تنگ کیا......اس نے مجھے تنگ کیا۔

وہ فاطمہ جس کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں، حضرت فاطمہؓ کے......حضرت علیؓ سے چھ بچے پیدا ہوئے، جن میں تین بیٹیاں...... زینب ......ام کلثوم......رقیہ......

تینوں بہنوں کے نام انہوں نے رکھے اور چوتھی پیغمبرؐ کی نواسی امامہ...... چار نبیؐ کی نواسیاں ہوگئیں۔ اور تین بیٹے حسنؓ...... حسینؓ ...... محسنؓ......

یہ نواسے ہوگئے ...... پہلے تین نواسے اور تین یہ نواسے...... چھ پیغمبرؐ کے نواسے ہو گئے ...... اور چار نواسیاں...... یہ چاروں پیغمبرؐ کی بیٹیوں کی اولاد ہے۔ لیکن ہم نے صرف حسنؓ وحسینؓ کو یاد رکھا اور کسی کو یاد نہیں رکھا ...... اس لیے کہ آپ کا دشمن اتنا چالاک تھا...... کہ اس دشمن نے ...... نبی علیہ السلام کے کسی اور نواسے کا ذکر بھی نہیں ہونے دیا...... ۔

میرے دوستو! حضرت فاطمہؓ کی اتنی فضیلت ہے کہ کتابوں کی کتابیں اور دفتروں کے دفتر بھرے ہوئے ہیں۔ اس تھوڑے سے وقت میں......ان کی فضیلت کیا بیان ہو......؟

حضرت فاطمہؓ کے آخری وقت کی کہانی......حیدر کرارؓ کی زبانی

حضرت فاطمہؓ کے بارے میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں...... کہ جب وہ بیمار تھیں...... میں ان کو بیماری کی حالت میں بستر پہ چھوڑتا تھا......میری آنکھ لگ جاتی......

جب رات کو میری آنکھ کھلتی تو میں دیکھتا..... کہ فاطمہؓ سجدے میں ہے، فاطمہؓ اللہ کے دروازے پہ رورہی ہے۔ فاطمہ ہاتھ اٹھا کر روتی تھی......۔

میرے بھائیو! وہ فاطمہؓ جس کے گھر میں چکی چلتی تھی، وہ چکی پیستی تھی..... عید کا دن تھا..... گھر میں کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں تھا..... بچوں نے کہا اماں! کھانے کے لئے کچھ نہیں، پہننے کے لئے کچھ نہیں..... آج عید کا دن ہے۔ گھر میں تو کچھ آیا نہیں تھا..... تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی نے دروازہ کھٹکھٹایا..... اور کچھ کپڑے گھر دے گیا..... حضرت فاطمہؓ وہ کپڑے لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی..... حضورؐ نے فرمایا فاطمہؓ! یہ دنیا کے کپڑے نہیں..... یہ جنت کے کپڑے ہیں۔

سیدہ فاطمہؓ کی سخاوت کی وجہ سے یہودی سردار مسلمان ہوگیا

میرے بھائیو! وہ وقت بھی آیا کہ حضرت فاطمہؓ کے دروازے پہ ایک فقیر آیا..... کہنے لگا کہ اے آلِ رسولؐ! میں کبھی نبوت کے خاندان کے دروازے سے خالی واپس نہیں گیا..... حضرت فاطمہؓ نے کہا..... میرے گھر میں تو کچھ بھی نہیں ہے..... اس نے کہا میرے گھر میں بڑا فاقہ ہے، تو پیغمبر کی بیٹی فاطمہؓ نے ایک چادر جو رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمائی تھی..... بڑی رنگین چادر تھی..... فرمایا میری یہ چادر لے کر یہودیوں کے سردار شمعون کے پاس جاؤ..... اور جا کر کہو کہ یہ چادر رہن میں رکھ لے..... اور اس کے بدلے میں تیرا قرضہ اتار دے..... جب وہ چادر لے کر شمعون کے پاس گیا..... اس نے چادر کو دیکھ کر کہا..... یہ رسول اللہ ﷺ کی چادر ہے..... یہ آخرالزمان نبی کی چادر ہے، وہ رو پڑا..... اور رو کر کہنے لگا..... کہ ایسا خاندان کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ حضرت فاطمہؓ کی سخاوت کو دیکھ کر یہودی شمعون نے کلمہ نبی کا پڑھ لیا۔

میرے بھائیو! واقعات بڑے عجیب وغریب ہیں، حضرت فاطمہؓ کی سخاوت کے واقعات ہیں۔

ان کی عظمت کے واقعات ہیں..... ان کی بلندی کے واقعات ہیں..... ان کے علم وتقویٰ کے واقعات ہیں..... ان کی فصاحت وبلاغت کے واقعات ہیں..... اور ان کے پیغمبرؐ سے والہانہ عشق کے واقعات ہیں.....!!۔

رسول اللہ ﷺ کی حسنؓ و حسینؓ سے محبت

حسنؓ و حسینؓ سے نبی ﷺ کو بڑی محبت تھی۔ حضور علیہ السلام جب حضرت فاطمہؓ کے گھر کے قریب سے گزرتے...... ایک دن حضور علیہ السلام گھر میں چلے گئے...... فرمایا فاطمہؓ! جب حسنؓ روتا ہے تو میرا دل دُکھتا ہے...... حسنؓ کو نہ رلایا کر حسینؓ کو نہ رلایا کر!

حسنؓ کا چہرہ آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک سے ملتا تھا

میرے بھائیو! حضرت حسنؓ کا چہرہ رسول اللہ ﷺ سے ملتا تھا۔ ایک دن حضرت حسنؓ حضرت علیؓ کے ہاتھوں میں تھے...... حضرت علیؓ حضرت حسنؓ کو لے کر بازار سے گزر رہے تھے...... ابوبکر صدیقؓ آ گئے......

ابوبکر صدیقؓ نے کہا: یہ کس کا بچہ ہے......؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا یہ میرا بچہ ہے!

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا یہ تیرا بچہ نہیں ہے......!

انہوں (حضرت علیؓ) نے کہا...... نہیں! یہ تو میرا بچہ ہے......!

ابوبکرؓ نے فرمایا ...... یہ تیرا بچہ نہیں ہے......!

فرمایا (حضرت علیؓ)...... یہ تو میرا بچہ ہے......!

فرمایا (حضرت ابوبکرؓ)...... تیرا بیٹا نہیں ہے......!

علیؓ نے فرمایا...... اچھا بتاؤ کس کا بیٹا ہے......!

تو صدیق اکبرؓ نے جواب میں کیا فرمایا؟ فرمایا:

ابن لعليّ شبهاً لنبي......

بیٹا علیؓ کا ہے، چہرہ مصطفیٰ کا ہے۔

حیدر کرارؓ کا نکاح فاطمہؓ سے کیسے ہوا......

میرے بھائیو! حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کی شادی حضرت علیؓ سے ہوئی...... آپ کو پتہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ سے شادی کے خواہش مند کچھ اور حضرات بھی تھے......! انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیغام بھجوائے تھے...... لیکن حضورؐ نے کسی کو جواب نہیں دیا اور جب جواب کسی کو نہیں دیا...... تو خود ابوبکرؓ اور عمرؓ نے...... جو چاہتے تھے...... کہ نبیؐ کے

خاندان میں ہماری نئی رشتے داری ہو جائے.....تو جب پیغمبر علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو جواب نہیں دیا، تو حضرت علیؓ کو صدیق اکبرؓ نے مسجد میں کہا.....علیؓ! فاطمہؓ کا رشتہ مانگو، علیؓ نے فرمایا..... کس منہ سے مانگوں.....؟ میرے پاس تو کھانا کھلانے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ تو ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا..... سامان اکٹھا کرنا ہمارا کام ہے، رشتہ مانگنا تیرا کام ہے.....تو علی المرتضیٰؓ گئے.....اس زمانے میں رشتہ مانگنا کوئی عیب نہیں تھا، عرب کا رواج ہے.....آج بھی نہیں ہے عیب.....کہ کوئی آدمی کسی سے رشتہ مانگ لے کہ تو مجھے رشتہ دے تو حضرت علیؓ نے جا کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے بڑے ادب سے کہا.....کہ

یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کا مہمان بننا چاہتا ہوں.....!!

تو جواب میں حضورؐ نے فرمایا.....اھلاً وسھلاً و مرحباً.....

یہی لفظ آ کر حضرت علیؓ نے ابوبکرؓ سے کہہ دیے۔ کہ حضورؐ نے تو رشتے کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا.....صرف یہ کہا.....اھلاً وسھلاً و مرحباً.....

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تجھے مبارک ہو، میں رازدارِ نبوت ہوں، تیرا رشتہ ہو گیا.....!!

بات ہو گئی.....ایک دن، دو دن گزر گئے.....حضرت علیؓ کے پاس نہ رہائش کا مکان تھا، نہ کھانا کھلانے کو کوئی چیز تھی.....کوئی بات بھی نہیں تھی.....حضور علیہ السلام نے فرمایا.....علیؓ! تیرے پاس کوئی چیز ہے.....؟

کہا کچھ نہیں.....!! زرہ ہے، ایک تلوار ہے۔

حضورؐ نے فرمایا تلوار تو جنگوں کے لئے رکھو اور زرہ کو بازار میں بیچ آؤ.....!!

حیدرِ کرارؓ کی بازار میں عثمانؓ سے ملاقات:

اب دیکھو، علی المرتضیٰؓ زرہ بیچنے کے لئے بازار میں گئے.....مورخین کہتے ہیں آگے عثمان غنیؓ سے ملاقات ہو گئی، حضرت عثمانؓ نے فرمایا.....علیؓ! کیا چاہتے ہو.....؟

فرمایا میں زرہ بیچنا چاہتا ہوں.....!!

کتنے کی زرہ ہے.....؟

ساڑھے چار سو (۴۵۰) درہم کی......!!

کس لیے بیچتے ہو......؟

اس لیے کہ فاطمہؓ سے میری شادی ہے اور سامان خریدنے کے لئے کوئی چیز بھی نہیں ہے، تو...... حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا پیسے کتنے لوگے......؟

فرمایا ساڑھے چار سو درہم......!!

عثمانؓ نے ساڑھے چار سو درہم علی المرتضیٰؓ کو دے دیے، زرہ لے لی اور جب علیؓ چلنے لگے تو عثمان غنیؓ نے وہ زرہ بھی واپس دے دی......

شیرِ خدا نے کہا...... زرہ کیوں واپس کرتے ہو......؟

تو عثمان غنیؓ نے کہا اس لیے واپس کرتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ رشتہ نبی کی بیٹی کا ہو......اور خرچ سارا عثمان غنیؓ کا ہو......!!

حیدرِ کرارؓ کی فاطمہؓ سے شادی کا طے ہونا:

میرے بھائیو! جمعرات کا دن طے ہوا...... دس صفر جمعرات کا دن فاطمۃ الزہراءؓ کی علیؓ سے شادی قرار پائی...... اب دیکھو شادی کے لیے بارات کون سی تھی؟ اور بارات چلی کہاں سے؟ بارات کا پہلا مہمان تھا صدیق اکبرؓ! اور اس پہلے مہمان کو دیکھو، حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو بلایا...... اور بلا کر کہا...... بلالؓ! میرے دوستوں کو اطلاع کرو......!! کہ میری بیٹی کی شادی پہ آئیں......! دوستوں کی لسٹ بنائی تو دوستوں کی لسٹ میں......

پہلا نام ابوبکر صدیقؓ کا تھا...... دوسرا نام عمر فاروقؓ کا تھا...... تیسرا نام عثمان غنیؓ کا تھا...... چوتھا نام عبدالرحمان بن عوفؓ کا تھا......

باقی طلحہؓ اور زبیرؓ کا اور سارے صحابہؓ کا...... کہ سب لوگ دس صفر کو جمعرات کے دن صبح مسجد میں آ جائیں...... سب لوگ مسجد میں جمع ہو گئے...... بارات بھی نرالی تھی......اور دولہا بھی نرالا تھا......دلہن بھی نرالی تھی......اور جہیز کا سامان بھی نرالا تھا۔

سیدہ فاطمہؓ کے جہیز کا سامان:

سامان کیا تھا......؟ ایک چکی تھی...... ایک روٹی پکانے کے لیے توا تھا......اور

ایک لکڑی کا پیالہ تھا..... ایک گدیلا تھا، جس میں کھجوروں کی چھال بھری ہوئی تھی..... یہ شہنشاہِ کائنات کی بیٹی کی شادی تھی.....!!

اس شادی کو دیکھو، جہیز کا سامان تو دیکھو، سامان خرید کر کون لایا.....؟ دو دن پہلے رسول اللہ ﷺ نے صدیق اکبر کو بھیجا..... کہ جاؤ! میری بیٹی کا سامان لے کر آؤ۔

ابوبکرؓ سامان لے کر آئے..... عمر فاروقؓ سامان لے کر آئے.. ...

بارات جمع ہو رہی ہے..... دولہا موجود ہے، دلہن موجود ہے..... سب کچھ ہے، اب نکاح رسول اللہ ﷺ نے پڑھایا..... اور حضورؐ نے فرمایا..... کہ اے فاطمہؓ! تیرا نکاح میں ایک ایسے لڑکے سے کر رہا ہوں، جس کا علم پہاڑوں سے بلند ہے، یہ خطبے کے الفاظ ہیں!!

میرے بھائیو! یہ شادی ہو رہی ہے..... حضرت فاطمہؓ کا سامان گھر میں کس نے تیار کیا.....؟ حضرت عائشہؓ ام سلمہؓ نے..... گھر میں سامان عائشہؓ اور ام سلمہؓ تیار کرے اور باہر سے سارا سامان ابوبکر صدیقؓ لائے اور تو کہے کہ ابوبکرؓ کافر، عمرؓ کافر.....!! اگر ابوبکرؓ و عمرؓ کافر ہوں تو علی المرتضیٰؓ کے گھر میں فاطمہؓ کو بھیج کر تو دکھا..... اس بارات کو ذرا چلا کر تو دکھا!!

علیؓ کے نکاح کے گواہ کون؟

او گواہ کون ہیں.....؟ اور سامان لانے والا کون ہے.....؟ جب پیغمبرؐ نے نکاح کیا تو نکاح میں دو گواہ بنائے گئے، ایک ابوبکرؓ اور ایک عمرؓ.....!! سامان خریدنے والا خرید کر ابوبکرؓ و عمرؓ ہو..... گواہ بھی ابوبکرؓ و عمرؓ ہو..... اور خرچہ دینے والا عثمان غنیؓ ہو اور تیری کتاب کہے کہ ابوبکرؓ بھی کافر..... عمرؓ بھی کافر.....!! تو کافر کی بات کرے..... سپاہ صحابہ محبت کی بات کرے.....؟؟ تو کافر کہہ کر بھی امن پسند..... اور میں شادی میں محبت کی بات کہہ کر بھی تخریب کار.....!! میں دہشت گرد.....!! ہم دہشت گرد ٹھہرے..... شادی کی محبت بیان کر کے بھی.....!!

سیدہ فاطمہؓ کی رخصتی کے وقت حضرت خدیجہؓ کی یاد

میرے بھائیو! جب سامان تیار ہو گیا..... سامان کہاں رکھا گیا.....؟ علماء کہتے

ہیں کہ ایک کنڈ الٹکایا گیا تھا.... جس کے اوپر برتن لٹکائے گئے تھے، کچھ کپڑے تھے...... ام سلمہؓ کی زبان سے ایک بات نکل گئی۔ جب رخصتی کا وقت آیا تو ام سلمہؓ کی زبان سے نکل گیا...... اے کاش! اس وقت خدیجۃ الکبریٰؓ زندہ ہوتی...... خدیجہؓ فاطمہؓ کی امی تھیں...... جب فاطمۃ الزہراءؓ کے سامنے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ نام ام سلمہؓ نے لیا...... تو سارے صحابی رونے لگے...... فاطمہ بھی رونے لگی، حضرت عائشہؓ بھی رونے لگی...... رسول اللہ ﷺ بھی رونے لگے اور حضرت ام سلمہؓ نے کہا...... اے کاش! خدیجہؓ زندہ ہوتی...... اپنے ہاتھوں سے اپنی بیٹی کو رخصت کرتی...... حضور علیہ السلام زار و قطار روتے تھے...... اور فاطمہؓ کے سر پہ ہاتھ رکھ کر کہتے تھے...... آج خدیجہؓ کی وہ وفائیں مجھے یاد آتی ہیں...... اے فاطمہؓ! تو نہیں جانتی ساری دنیا نے مجھے دھکا دیا...... اور خدیجہؓ نے مجھے اپنا بنایا......!۔

رسول اللہ ﷺ نے حیدر کرارؓ کو فاطمہؓ کے لیے مکان دیا

میرے بھائیو! نکاح ہوا...... اور حضور علیہ السلام کا ایک مکان تھا...... جو کرائے کا مکان آپ کے پاس تھا، مسجد نبویؐ کے ملحقہ...... آپ نے وہ مکان حضرت علیؓ کو فاطمۃ الزہراءؓ کے لیے دیا، اس مکان کا نام بعد میں دار علیؓ رکھا۔

اس دار علیؓ میں حضور علیہ السلام کی بیٹی کو شادی کے بعد لے جایا گیا، حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کو لے کر...... جب اس مکان میں پہنچے...... تو وہاں ان کا کچھ سامان بھی گھریلو موجود تھا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن.

......☆......

خطباتِ ذیقعدہ

① ......حج میں تاخیر کیوں؟

② ......خطبہ حجۃ الوداع

③ ......حاجیوں کو چند نصیحتیں

......☆......

حج میں تاخیر کیوں؟

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرورِ انفسنا ومن سیّئات اعمالنا. من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ واشھد ان لّا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد انّ سیّدنا ونبیّنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی الہٖ واصحابہٖ وبارک وسلّم تسلیمًا کثیرًا.

امّا بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَیْہِ سَبِیْلًا.

(آل عمران: ۹۷)

امنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النّبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشاھدین والشّاکرین والحمدُ للّٰہ ربّ العالمین.

حج فرض ہونے پر فوراً ادا کریں

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! گذشتہ جمعہ کو اسی آیت پر بیان کیا تھا، اس آیت میں اللہ جل شانہٗ نے حج کی فرضیت کا ذکر فرمایا ہے۔ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے لوگوں پر واجب ہے کہ جو شخص بیت اللہ تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو، وہ حج کرے۔ یہ حج ارکانِ اسلام میں سے چوتھا رکن ہے اور صاحب استطاعت پر اللہ تعالیٰ نے

عمر بھر میں ایک مرتبہ فرض قرار دیا ہے۔ اور جب یہ حج فرض ہو جائے تو اب حکم یہ ہے کہ اس فریضے کو جلد از جلد ادا کیا جائے، بلا وجہ اس حج کو مؤخر کرنا درست نہیں، کیونکہ انسان کی موت اور زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں، اگر حج فرض ہونے کے بعد اور ادائیگی سے پہلے انسان دنیا سے چلا جائے تو یہ بہت بڑا فریضہ اس کے ذمے باقی رہ جاتا ہے، اس لئے حج فرض ہو جانے کے بعد جلد از جلد اس کی ادائیگی کی فکر کرنی چاہئے۔

ہم نے مختلف شرائط عائد کر لی ہیں

لیکن آج کل ہم لوگوں نے حج کرنے کے لئے اپنے اوپر بہت سی شرطیں عائد کر لی ہیں، بہت سی ایسی پابندیاں عائد کر لی ہیں جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک ان کے دنیوی مقاصد پورے نہ ہو جائیں مثلاً جب تک مکان نہ بن جائے یا جب تک بیٹیوں کی شادیاں نہ ہو جائیں، اس وقت تک حج نہیں کرنا چاہئے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے، بلکہ جب انسان کے پاس اتنا مال ہو جائے کہ اس کے ذریعہ حج ادا کر سکے یا اس کی ملکیت میں سونا اور زیور ہے اور وہ اتنا ہے کہ اگر اس کو وہ فروخت کر دے تو اس کی رقم اتنی وصول ہو جائے گی جس کے ذریعہ حج ادا ہو جائے گا، تب بھی حج فرض ہو جائے گا۔ لہٰذا حج فرض ہو جانے کے بعد اس کو کسی چیز کے انتظار کرنے کی ضرورت نہیں۔

حج مال میں برکت کا ذریعہ ہے

لہٰذا یہ سوچنا کہ ہمارے ذمے بہت سارے کام ہیں، ہمیں مکان بنانا ہے، ہمیں اپنی بیٹیوں یا بیٹوں کی شادی کرنی ہے، اگر یہ رقم ہم حج میں صَرف کر دیں گے تو ان کاموں کے لئے رقم کہاں سے آئے گی؟ یہ سب فضول خیالات اور فضول سوچ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حج کی خاصیت یہ رکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حج ادا کرنے کے نتیجے میں آج تک کوئی شخص مفلس نہیں ہوا۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

لیشھدوا منافع لھم۔۔۔ (الحج: ۲۸)

یعنی ہم نے حج فرض کیا ہے، تا کہ اپنی آنکھوں سے وہ فائدے دیکھیں جو ہم نے ان کے لئے حج کے اندر رکھے ہیں۔ حج کے بے شمار فائدے ہیں، ان کا احاطہ کرنا بھی ممکن

نہیں ہے ان میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رزق میں برکت عطا فرمادیتے ہیں۔

آج تک حج کی وجہ سے کوئی فقیر نہیں ہوا

حج بیت اللہ کا سلسلہ ہزاروں سال سے جاری ہے، آج تک کوئی ایک انسان بھی ایسا نہیں ملے گا جس کے بارے میں یہ کہا جا سکے کہ اس شخص نے چونکہ اپنے پیسے حج پر خرچ کردیے تھے، اس وجہ سے یہ مفلس اور فقیر ہوگیا۔ البتہ ایسے بے شمار لوگ آپ کو ملیں گے کہ حج کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق میں برکت عطا فرمائی اور وسعت اور خوشحالی عطا فرمائی۔ لہٰذا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ وہ جب تک دنیا کے فلاں فلاں کام سے فارغ نہ ہو جائیں، اس وقت تک حج نہیں کریں گے۔

حج کی فرضیت کیلئے مدینہ کا سفر خرچ ہونا بھی ضروری نہیں

چونکہ مدینہ منورہ کا سفر حج کے ارکان میں سے نہیں ہے اور فرض و واجب بھی نہیں ہے، اگر کوئی شخص مکہ مکرمہ جا کر حج کرلے اور مدینہ منورہ نہ جائے تو اس کے حج میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ مدینہ منورہ کی حاضری عظیم سعادت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مومن کو عطا فرمائے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

لہٰذا چونکہ مدینہ منورہ کا سفر حج کے ارکان میں سے نہیں ہے، اس لئے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس اتنے پیسے ہیں کہ وہ مکہ مکرمہ جا کر حج تو ادا کرسکتا ہے لیکن مدینہ منورہ جانے کے پیسے نہیں ہیں، تب بھی اس کے ذمے حج فرض ہے۔ اس کو چاہئے کہ حج کرکے مکہ مکرمہ ہی سے واپس آجائے، حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی حاضری ایسی عظیم نعمت ہے کہ انسان ساری عمر اس کی تمنا کرتا رہتا ہے۔ لہٰذا یہ خیال کہ اس حج کو فلاں کام ہونے تک مؤخر کردیا جائے یہ خیال درست نہیں۔

والدین کو پہلے حج کرانا ضروری نہیں

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک ہم والدین کو حج نہیں کرادیں گے، اس وقت

تک ہمارا حج کرنا درست نہیں ہوگا۔ یہ خیال اتنا عام ہوگیا ہے کہ کئی لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں حج پر جانا چاہتا ہوں لیکن میرے والدین نے حج نہیں کیا، لوگ مجھے یہ کہتے ہیں کہ اگر والدین کے حج سے پہلے تم حج کرلو گے تو تمہارا حج قبول نہیں ہوگا۔ یہ محض جہالت کی بات ہے، ہر انسان پر اس کا فریضہ الگ ہے۔ جیسے والدین نے اگر نماز نہیں پڑھی تو بیٹے سے نماز ساقط نہیں ہوتی، بیٹے سے اس کی نماز کے بارے میں الگ سوال ہوگا اور ماں باپ سے ان کی نمازوں کے بارے میں الگ سوال ہوگا۔ یہی معاملہ حج کا ہے۔ اگر ماں باپ پر حج فرض نہیں ہے تو کوئی حرج نہیں، اگر وہ حج پر نہیں گئے تو کوئی بات نہیں، لیکن اگر آپ پر حج فرض ہے تو آپ کے لئے حج پر جانا ضروری ہے اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ پہلے والدین کو حج کرائے اور پھر خود کرے۔ یہ سب خیالات غلط ہیں۔ ہر انسان اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے اعمال کا مکلف ہے۔ اس کو اپنے اعمال کی فکر ہونی چاہئے۔

حج نہ کرنے پر شدید وعید

ہم میں سے بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو ذاتی ضروریات اور ذاتی کاموں کی خاطر لمبے لمبے سفر کرتے ہیں، یورپ کا سفر کرتے ہیں، امریکہ اور فرانس اور جاپان کا سفر کرتے ہیں، لیکن اس بات کی توفیق نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ کے گھر پر حاضری دے دیں، یہ بڑی محرومی کی بات ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لئے بڑی سخت وعید بیان فرمائی ہے جو صاحب استطاعت ہونے کے باوجود حج نہ کرے، چنانچہ آپ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جس شخص پر حج فرض ہوگیا ہو اور پھر بھی وہ حج کئے بغیر مر جائے تو ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔ لہٰذا یہ معاملہ اتنا معمولی نہیں ہے کہ انسان اس حج کے فریضے کو ٹلاتا رہے اور یہ سوچتا رہے کہ جب فرصت اور موقع ہوگا تو حج کرلیں گے۔

بیٹیوں کی شادی کے عذر سے حج مؤخر کرنا

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بیٹیوں کی شادیاں کرنی ہیں، جب تک بیٹیوں کی شادیاں نہ ہو جائیں، اس وقت تک حج نہیں کرنا۔ لہٰذا پہلے بیٹیوں کی شادی کریں گے پھر حج

کریں گے۔ یہ بھی بیکار بات ہے، یہ بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ جب بیٹی کی شادی ہو جائے گی تو اس کے بعد نماز پڑھوں گا۔ بھائی! اللہ تعالیٰ نے جو فریضہ عائد کیا ہے وہ فریضہ ادا کرنا ہے، وہ کسی اور بات پر موقوف نہیں۔

حج سے پہلے قرض ادا کریں

البتہ حج ایک چیز پر موقوف ہے، وہ یہ کہ اگر کسی شخص پر قرضہ ہے تو قرض کو ادا کرنا حج پر مقدم ہے۔ قرض کو ادا کرنے کی اللہ تعالیٰ نے بڑی سخت تاکید فرمائی ہے کہ انسان کے اوپر قرض نہیں رہنا چاہئے۔ جلد از جلد قرض کو ادا کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ لوگوں نے اپنی طرف سے بہت سے کام حج پر مقدم کر رکھے ہیں۔ مثلاً پہلے میں اپنا مکان بنالوں یا پہلے مکان خریدلوں، یا پہلے گاڑی خریدلوں، پھر جا کر حج کروں گا۔ اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔

حج کیلئے بڑھاپے کا انتظار کرنا

بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ جب بڑھاپا آ جائے گا تو اس وقت حج کریں گے، جوانی میں حج کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ حج کرنا تو بوڑھوں کا کام ہے، جب بوڑھے ہو جائیں گے اور مرنے کا وقت قریب آئے گا تو اس وقت حج کرلیں گے۔ یاد رکھئے! یہ شیطانی دھوکہ ہے، ہر وہ شخص جو بالغ ہو جائے اور اس کے پاس اتنی استطاعت ہو کہ وہ حج ادا کر سکے تو اس پر حج فرض ہو گیا اور جب حج فرض ہو گیا تو اب جلد از جلد اس فریضے کو انجام دینا واجب ہے، بلاوجہ تاخیر کرنا جائز نہیں، کیا پتہ کہ بڑھاپے تک وہ زندہ بھی رہے گا یا نہیں۔ بلکہ درحقیقت حج تو جوانی کی عبادت ہے، جوانی میں آدمی کے قویٰ مضبوط ہوتے ہیں، وہ تندرست ہوتا ہے، اس وقت وہ حج کی مشقت کو آسانی کے ساتھ برداشت کر سکتا ہے، لہٰذا یہ سمجھنا کہ بڑھاپے میں حج کریں گے، یہ بات درست نہیں۔

حج فرض ادا نہ کرنے کی صورت میں وصیت کردیں

یہاں یہ مسئلہ بھی عرض کردوں کہ اگر بالفرض کوئی شخص حج فرض ہو جانے کے باوجود اپنی زندگی میں حج ادا نہ کر سکا تو اس پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی میں یہ وصیت کرے

کہ اگر میں زندگی میں حج فرض ادا نہ کرسکوں تو میرے مرنے کے بعد میرے ترکے سے کسی کو میری طرف سے حج بدل کے لئے بھیجا جائے۔ کیونکہ اگر آپ یہ وصیت کردیں گے تب تو آپ کے وارثین پر لازم ہوگا کہ وہ آپ کی طرف سے حج بدل کرائیں ورنہ نہیں۔

حج صرف ایک تہائی مال سے ادا کیا جائے گا

اور وارثین پر بھی آپ کی طرف سے حج بدل کرانا اس وقت لازم ہوگا جب حج کا پورا خرچہ آپ کے پورے ترکے کے ایک تہائی کے اندر آتا ہو۔ مثلاً فرض کریں کہ حج کا خرچ ایک لاکھ روپے ہے اور آپ کا ترکہ تین لاکھ روپے بنتا ہے یا اس سے زیادہ، تو اس صورت میں یہ وصیت نافذ ہوگی اور ورثاء پر لازم ہوگا کہ آپ کی طرف سے حج بدل کرائیں ورنہ نہیں۔

حج بدل کرانا کب فرض ہوگا؟

اور وارثین پر بھی آپ کی طرف سے حج بدل کرانا اس وقت لازم ہوگا جب حج کا پورا خرچہ آپ کے پورے ترکے کے ایک تہائی کے اندر آتا ہو۔ مثلاً فرض کریں کہ حج کا خرچ ایک لاکھ روپے ہے اور آپ کا ترکہ تین لاکھ روپے بنتا ہے یا اس سے زیادہ، تو اس صورت میں یہ وصیت نافذ ہوگی اور ورثاء پر لازم ہوگا کہ آپ کی طرف سے حج بدل کرائیں، لیکن اگر حج کا خرچ ایک لاکھ روپے ہے اور آپ کا پورا ترکہ تین لاکھ سے کم ہے تو اس صورت میں ورثاء پر یہ لازم نہیں ہوگا کہ آپ کی طرف سے حج بدل ضرور کرائیں، کیونکہ شریعت کا یہ اصول ہے کہ یہ مال جو ہمارے پاس موجود ہے، اس مال پر ہمارا اختیار اس وقت تک ہے جب تک ہم پر مرض الموت طاری نہیں ہو جاتا۔ ہم اس مال کو جس طرح چاہیں استعمال کریں، لیکن جیسے ہی مرض الموت شروع ہو جاتا ہے، اس وقت اس مال پر سے ہمارا اختیار ختم ہو جاتا ہے اور یہ مال وارثوں کا ہو جاتا ہے البتہ اس وقت صرف ایک تہائی مال کی حد تک ہمارا اختیار باقی رہ جاتا ہے۔

تمام عبادات کا فدیہ ایک تہائی سے ادا ہوگا

لہٰذا اگر ہمارے ذمے نمازیں رہ گئی ہیں تو ان نمازوں کا فدیہ اس ایک تہائی سے

ادا ہوگا، اگر روزے چھوٹ گئے ہیں تو ان روزوں کا فدیہ بھی اسی ایک تہائی سے ادا ہوگا، اگر زکوٰۃ باقی رہ گئی ہے تو اس کی ادائیگی بھی اسی ایک تہائی سے ہوگی، اگر حج رہ گیا ہے تو وہ بھی اسی ایک تہائی سے ادا ہوگا اور ایک تہائی سے باہر کی وصیت وارثوں کے ذمہ لازم نہیں ہوگی۔ اس لئے زندگی میں حج ادا نہ کرنا بڑا خطرناک ہے، کیونکہ اگر ہم وصیت بھی کر جائیں کہ ہمارے مال سے حج ادا کرا دیا جائے لیکن ترکہ اتنا نہ ہو جس کے ایک تہائی سے حج ادا ہو سکے تو ان کے ذمے اس وصیت کو پورا کرنا لازم نہیں ہوگا۔ اگر حج کرا دیں تو یہ ان کا ہم پر احسان ہوگا اور اگر حج نہ کرائیں تو ان پر آخرت میں کوئی گرفت نہیں ہوگی۔

حج بدل مرنے والے کے شہر سے ہوگا

بعض لوگ حج بدل کراتے وقت یہ سوچتے ہیں کہ اگر ہم یہاں کراچی سے حج بدل کرائیں گے تو ایک لاکھ خرچ ہوگا، اس لئے ہم مکہ مکرمہ میں ہی کسی کو پیسے دے دیں گے، وہ وہیں سے حج ادا کر لے گا۔ یاد رکھئے! اس بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ شدید مجبوری کے بغیر اس طرح حج بدل ادا نہیں ہوتا۔ اگر میں کراچی میں رہتا ہوں اور میرے ذمے حج فرض ہے تو اگر میں کسی کو اپنی طرف سے حج بدل کے لیے بھیجوں تو وہ بھی کراچی جانا چاہیئے، یہ نہیں کر سکتا کہ مکہ مکرمہ سے کسی کو پکڑ کر دو سو روپے میں حج کرا لیا، چونکہ میں کراچی میں رہتا ہوں، اس لئے میرے وطن سے ہی حج بدل ہوگا، مکہ مکرمہ سے نہیں ہوگا۔

عذر معقول کی وجہ سے مکہ سے حج کرانا

یہ اور بات ہے کہ ایک آدمی دنیا سے چلا گیا اور اس نے ترکہ بالکل نہیں چھوڑا، اب اس کے ورثاء نے سوچا کہ اور کچھ نہیں ہو سکتا تو کم از کم اتنا تو ہو جائے کہ کسی کو مکہ مکرمہ ہی بھیج کر اس کی طرف سے حج کرا دیں۔ تو قانون کے اعتبار سے تو وہ حج بدل نہیں ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول کر لیں تو یہ ان کا کرم ہے اور نہ ہونے سے یہ صورت بہرحال بہتر ہے۔ لیکن اصول اور قانون وہی ہے کہ جس شخص کے ذمے حج واجب ہے، حج بدل والے کو اسی شخص کے شہر سے جانا چاہیے۔

قانونی پابندی عذر ہے

آج کل یہ حال ہے کہ حج کرنا اپنے اختیار میں نہیں رہا، کیونکہ حج کرنے پر بہت ساری قانونی اور سرکاری پابندیاں عائد ہیں، مثلاً پہلے درخواست دو پھر قرعہ اندازی میں نام آئے وغیرہ۔ لہٰذا جب کسی شخص پر حج فرض ہو گیا اور اس نے حج پر جانے کی قانونی کوشش کر لی اور پھر بھی جا نہ سکا تو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں معذور ہے، لیکن اپنی طرف سے کوشش کرے اور حج پر جانے کے جتنے قانونی ذرائع ہو سکتے ہیں ان کو اختیار کرے، لیکن آدمی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے اور جانے کی فکر ہی نہ کرے تو یہ گناہ کی بات ہے۔

حج کی لذت حج ادا کرنے سے معلوم ہوگی

جب آپ ایک مرتبہ حج کر کے آئیں گے تو اس وقت آپ کو پتہ چلے گا کہ اس عبادت میں کیا چاشنی ہے؟ کیسی لذت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس عبادت میں عجیب ہی کیف رکھا ہے۔ حج کے اندر سارے کام عقل کے خلاف ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس عبادت میں عشق کی جو شان رکھی ہے، اس کی وجہ سے اس عبادت کی خاصیت یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی عظمت، اس کے ساتھ عشق انسان کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے اور جب وہ حج سے واپس آتا ہے تو ایسا ہو جاتا ہے جیسے وہ آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

حج نفل کیلئے گناہ کا ارتکاب جائز نہیں

اور جب آدمی ایک مرتبہ حج کر کے واپس آتا ہے تو اس کی پیاس اور زیادہ بڑھ جاتی ہے اور پھر بار بار جانے کو دل چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ نے بار بار جانے پر کوئی پابندی بھی نہیں لگائی، فرض تو زندگی میں ایک مرتبہ کیا ہے، لیکن دوبارہ جانے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ جب بھی موقع ہو، آدمی نفلی حج پر جا سکتا ہے۔ مگر اس میں اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ نفلی عبادتوں کی وجہ سے کسی گناہ کا ارتکاب نہ کرنا پڑے، کیونکہ نفلی عبادت کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کو نہ کریں تو کوئی گناہ نہیں اور دوسری طرف گناہ سے بچنا واجب تھا، مثلاً جب حج کی درخواست دی جاتی ہے تو اس میں یہ لکھنا پڑتا ہے کہ میں نے اس سے پہلے حج نہیں کیا، یہ

آپ نے جھوٹ بولنے کا گناہ کرلیا اور جھوٹ بولنا حرام ہے، جھوٹ سے بچنا فرض ہے، گویا کہ آپ نے نفلی عبادت کے لئے جھوٹ کا ارتکاب کرلیا اور شریعت میں نفلی عبادت کے لئے جھوٹ کے ارتکاب کی کوئی گنجائش نہیں، ایسا جھوٹ بولنا ناجائز اور حرام ہے۔

حج کیلئے سودی معاملہ کرنا جائز نہیں

اسی طرح اگر اسپانسر شپ کے تحت حج کی درخواست دینی ہو تو اس کے لئے باہر سے ڈرافٹ منگوایا جاتا ہے، بعض لوگ یہاں سے خرید لیتے ہیں جس کے نتیجے میں سودی معاملہ کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے۔ اب حج نفل کے لئے سودی معاملہ کر کے جانا، شرعاً اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

حج نفل کے بجائے قرض ادا کریں

اسی طرح ایک شخص کے ذمے دوسروں کا قرض ہے تو قرض کی ادائیگی انسان پر مقدم ہے، اب وہ شخص قرض تو ادا نہیں کر رہا ہے لیکن ہر سال حج پر جا رہا ہے، گویا کہ فرض کام کو چھوڑ کر نفل کام کی طرف جا رہا ہے، یہ حرام اور ناجائز ہے۔

حج نفل کے بجائے نان ونفقہ ادا کریں

اسی طرح ایک شخص خود تو نفلی حج اور نفلی عمرے کر رہا ہے، جبکہ گھر والوں کو اور جن کا نفقہ اس شخص پر واجب ہے ان کو نفقہ کی تنگی ہو رہی ہے، یہ سب کام ناجائز ہیں یہ افراط ہے۔

بلکہ اگر کسی شخص کو یہ محسوس ہو کہ فلاں کام میں اس وقت خرچ کی زیادہ ضرورت ہے تو ایسی صورت میں نفلی حج اور نفلی عمرے کے مقابلے میں اس کام پر خرچ کرنا زیادہ باعث ثواب ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا حج نفل چھوڑنا

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ بڑے اونچے درجے کے محدثین اور فقہاء میں سے ہیں اور صوفی بزرگ ہیں، یہ ہر سال حج کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ اپنے قافلے کے ساتھ حج پر جا رہے تھے تو راستے میں ایک بستی کے پاس سے گزر ہوا، بستی کے قریب ایک

کوڑے کا ڈھیر تھا، ایک بچی بستی سے نکل کر آئی اور اس کوڑے میں ایک مردار مرغی پڑی ہوئی تھی، اس بچی نے اس مردار مرغی کو اٹھایا اور جلدی سے اپنے گھر کی طرف چلی گئی۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ یہ بچی ایک مردار مرغی کو اٹھا کر لے جارہی ہے، چنانچہ آپ نے آدمی بھیج کر اس بچی کو بلوایا کہ تم اس مردار مرغی کو کیوں اٹھا کر لے گئی ہو؟ اس بچی نے جواب دیا کہ بات دراصل یہ ہے کہ ہمارے گھر میں کئی روز سے فاقہ ہے اور ہمارے پاس اپنی جان بچانے کا کوئی راستہ اس کے سوا نہیں ہے کہ ہم اس مردار مرغی کو کھالیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر بڑا اثر ہوا اور آپ نے فرمایا کہ ہم حج کا یہ سفر ملتوی کرتے ہیں اور تمام ساتھیوں سے فرمایا کہ اب ہم حج پر نہیں جائیں گے، جو پیسہ ہم حج پر خرچ کرتے، وہ پیسہ ہم اس بستی کے لوگوں پر خرچ کریں گے تاکہ ان کی بھوک پیاس اور ان کی فاقہ کشی کا سدِّ باب ہو سکے۔

تمام عبادات میں اعتدال اختیار کریں

لہٰذا یہ نہیں کہ ہمیں حج کرنے اور عمرہ کرنے کا شوق ہوگیا ہے، اب ہمیں اپنا یہ شوق پورا کرنا ہے چاہے اس کے نتیجے میں شریعت کے دوسرے تقاضے نظر انداز ہو جائیں۔ بلکہ شریعت نام ہے توازن کا، کہ جس وقت میں اور جس جگہ میں جو ہم سے مطالبہ ہے، اس مطالبے کو پورا کریں اور یہ دیکھیں کہ اس وقت میرے مال کا زیادہ صحیح مصرف کیا ہو سکتا ہے جس کی اس وقت میں زیادہ ضرورت ہے؟ نفلی عبادتوں میں ان باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے اور آپ کو حج کے انوار و برکات عطا فرمائے اور اپنی رضا کے مطابق اس کو قبول فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خطبہ حجۃ الوداع

شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين وعلىٰ آله واصحابه وازواجه وبناته واتباعه اجمعين. امابعد

محترم بزرگو، دوستو، بھائیو اور قابل صد احترام ماؤ، بہنو، بیٹیو!

جناب سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، شفیع المذنبین، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وتباعہ وسلم کا ہر ایک ارشاد، ہر جملہ اور ہر لفظ اہمیت کا حامل ہے۔ ہر ایک لفظ میں ہر ایک جملے میں ہمارے لئے ہدایت اور راہنمائی کے بہت سے پہلو ہیں۔ لیکن جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہزاروں ارشادات عالیہ میں جن چند ارشادات کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے، ان میں حجۃ الوداع کا خطبہ بھی شامل ہے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آخری حج کیا، اسے دو حوالوں سے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ ایک اس حوالہ سے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری حج وہی کیا، اور اس حوالے سے بھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس خطبہ میں ارشاد فرمایا: لعلی لا القاکم بعد عامی هذا ۔ یہ میری تم سے آخرت اجتماعی ملاقات ہے، شاید اس مقام پر اس کے بعد تم مجھ سے نہ مل سکو۔ یعنی حضورؐ کے ذہن میں یہ بات تھی کہ میں اپنے صحابہؓ سے آخری اجتماعی ملاقات کر رہا ہوں۔ آپؐ نے بطور خاص فرمایا کہ مجھ سے باتیں پوچھ لو، سیکھ لو، جو سوال کرنا ہے، سوال کرلو، شاید اس سال کے بعد میں تم لوگوں سے اس طرح کی ملاقات نہ کرسکوں۔ گویا حضور خود بھی الوداع کہہ رہے تھے۔ اس مناسبت سے اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد ایک ہی حج کیا اور وہ حج بھی تھا۔ ہجرت سے پہلے جب مکہ مکرمہ میں حضورؐ کا اپنا قیام تھا، ۵۳ سال کی عمر تک آپؐ حج کرتے رہے۔ تعداد ذکر نہیں ہے۔ محدثین یہ فرماتے ہیں کہ جب سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہوش سنبھالا، مکہ میں رہے تو ظاہر ہے کہ ہر سال حج میں شریک ہوتے رہے ہوں گے۔ روایت میں یہ ذکر آتا ہے کہ حج کے موقع پر جو اجتماع ہوتا تھا، منیٰ میں عرفات میں، لوگ دنیا کے مختلف حصوں سے حج کے لئے آتے تھے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اجتماع سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ آپ مختلف خیموں میں جاتے تھے، لوگوں سے ملتے تھے اور دعوت دیتے تھے۔ چنانچہ انصار مدینہ کے دونوں گروہوں اوس اور خزرج کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو رابطہ ہوا، وہ حج ہی کے موقع پر ہوا۔ ان دونوں قبائل کے لوگ حج کے لئے آئے ہوئے تھے، حضور مختلف خیموں میں جا کر دعوت دے رہے تھے، تو انہوں نے آپ کی بات توجہ سے سنی اور قبولیت کا اظہار کیا۔

حجۃ الوداع کی پیشگی تیاری

رمضان المبارک ۸ھ میں مکہ فتح ہوا۔ ۹ھ میں مسلمانوں نے اجتماعی طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امارت میں پہلا حج ادا کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حج میں خود تشریف نہیں لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے امیرِ حج بنا کر بھیجا اور ان کے ذریعے حج کے موقع پر کچھ اعلانات کروائے۔ ان کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھیجا، کچھ اعلانات ان کے ذریعے کروائے اور آئندہ سال اپنے حج کے لئے تیاری کی۔۔ (بخاری، رقم ۳۵۶) اس تیاری میں دو تین باتیں اہم تھیں۔ مختلف عرب قبائل کے ساتھ معاہدات تھے۔ کچھ کو باقی رکھنے کا فیصلہ کرنا تھا اور کچھ کو ختم کرنے کا۔ اور ایک بات یہ تھی کہ آئندہ سال اپنے حج سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے ماحول میں کچھ صفائی چاہتے تھے۔ مثلاً پہلے ہر قسم کے لوگ حج کے لئے آجاتے تھے۔ آپؐ نے اعلان کروا دیا کہ آج کے بعد کوئی غیر مسلم یہاں نہیں آئے گا۔ یہ بیت اللہ ابراہیمی ہے اور ابراہیم علیہ السلام کی ملت کے لئے مخصوص ہے۔

دوسری بات یہ کہ پہلے بہت سے لوگ حج کے لئے آتے تو ننگے طواف کرتے، مرد بھی عورتیں بھی۔عورتوں نے معمولی سا لنگوٹی طرز کا کوئی کپڑا پہن رکھا ہوتا تھا اور کہتے تھے کہ یہ بیچ رہے کہ ہم دنیا میں بھی ننگے آئے تھے۔اس لئے ہم اللہ کے دربار میں ننگے پیش ہوں گے۔بعض روایات (مسلم، رقم ۵۳۵۳) میں ذکر ہے کہ مرد تو تلبیہ پڑھتے تھے، لیکن عورتیں کچھ اشعار پڑھتی تھیں۔مثلاً:

اليوم يبدو بعضه او كله

فما بدا منه فلا احله

جن کا مطلب یہ تھا کہ ہم اللہ کے دربا میں اس کیفیت (ننگی حالت) میں پیش ہیں۔ہمارا ستر سارا یا اس کا کچھ حصہ دکھائی دے گا۔لیکن ہم اپنے آپ کو کسی پر حلال نہیں کرتیں کہ وہ ہماری طرف دیکھے۔اس طرح کے اشعار پڑھتی ہوئی طواف کرتی تھیں۔تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اعلان بھی کروا دیا کہ آج کے بعد کوئی شخص ننگا طواف نہیں کرے گا۔عورتیں تو مکمل لباس میں ہوں گی اور مرد بھی اپنا جسم مکمل طور پر ڈھانپیں گے لیکن دو چادروں سے۔مردوں کے لئے دو چادریں مخصوص ہوں گی جبکہ عورتیں پورے لباس میں باحیاء اور باوقار طریقہ سے آکر طواف کریں گی۔

یہ دو اعلان حضورؐ نے اگلے سال کے لئے کروا دیے کہ اگلے سال کوئی غیر مسلم حج کے لئے نہیں آئے گا اور کوئی ننگا طواف نہیں کرے گا۔اس کے علاوہ اور بھی متفرق اعلانات کروائے کہ آج کے بعد حج میں یہ ہوگا اور یہ نہیں ہوگا۔پھر اس اہتمام کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورا سال مختلف قبائل میں پیغامات بھیجے کہ آئندہ سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کے لئے تشریف لے جارہے ہیں۔لوگوں تک یہ پیغام پہنچتا رہا کہ جس مسلمان نے حضورؐ کی رفاقت حاصل کرنی ہے معیت حاصل کرنی ہے، جس نے آپؐ سے کوئی بات پوچھنی ہے تو وہ حج پر پہنچے۔چنانچہ پورے اہتمام کے ساتھ جزیرۃ العرب کے مختلف علاقوں سے لوگ حج کے لئے آئے۔ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حجۃ الوداع کے موقع پر جمع ہوئے۔یہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں صحابہ کا سب سے بڑا اجتماع تھا۔حضورؐ کی حیات میں

اس سے بڑا صحابہ کا اجتماع نہیں ہوا۔ صحابہ کرام مختلف علاقوں سے آئے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج ادا کیا۔

حجۃ الوداع کے خطبات

اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سی ہدایت فرمائیں۔ خطبہ حجۃ الوداع جسے کہتے ہیں۔ یہ حضور کی مختلف ہدایات کا مجموعہ ہے۔ ان میں دو بڑے خطبے ہیں۔ ایک خطبہ حضورؐ نے عرفات میں ارشاد فرمایا۔ یہی خطبہ سنتِ رسولؐ کے طور پر اب بھی ۹ ذی الحجہ کی دوپہر کو عرفات کے میدان میں پڑھا جاتا ہے۔ ایک خطبہ ہے جو حضورؐ نے منیٰ میں ارشاد فرمایا۔ یہ دو تو باقاعدہ خطبے ہیں جبکہ امام قسطلانیؒ نے ''المواہب اللدنیۃ'' میں حضرت امام شافعیؒ کے حوالہ سے چار خطبات کا ذکر کیا ہے۔ صحابہ کرامؓ لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطبات سنے، جس کو جو باتیں یاد رہیں اس نے وہ آگے نقل کر دیے۔ اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سے سوالات پوچھے گئے۔ حضورؐ نے ان کے جوابات دیے۔ حضورؐ نے حج کے مختلف مسائل کے بارے میں بھی ہدایات دیں۔ صحابہ کرام کو عرفات اور منیٰ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ فرمایا، صحابہ کرامؓ نے جو جو بات یاد رکھی اور وہ آگے منتقل کی، اس کو محدثین نے محفوظ کیا۔ ان سب کا مجموعہ محدثین کی اصطلاح میں حجۃ الوداع کا خطبہ کہلاتا ہے۔ اس میں عرفات ومنیٰ کے دو خطبے بھی شامل ہیں اور مختلف مواقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر عمومی خطابات بھی شامل ہیں۔

یہ حجۃ الوداع کا خطبہ بیسیوں بلکہ اس سے بھی زیادہ سینکڑوں روایات میں نقل ہوا ہے۔ وہ زمانہ لکھنے پڑھنے کا زمانہ نہیں تھا، یادداشت کا زمانہ تھا۔ یادداشت پر لوگ اعتماد کرتے تھے۔ اس حجۃ الوداع کے خطبہ پر محدثین نے مختلف ادوار میں کام کیا ہے۔ حجۃ الوداع کی اہمیت کی بات تو یہ ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں صحابہ کا سب سے بڑا اجتماع تھا۔ اور پھر یہ کہ حضورؐ نے خود اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ شاید یہ میری تمہاری آخری اجتماعی ملاقات ہو۔ پھر ایک بہت اہمیت والی بات یہ ہے کہ اس موقع پر ہی آیت تکمیل دین نازل ہوئی۔

دین کی تکمیل کا تاریخی اعلان

بخاری شریف (رقم: ۴۴۰۷) کی روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ سے ان کے دورِ خلافت میں ایک یہودی عالم نے کہا: یا حضرت آپ کے قرآن میں ایک آیت ایسی ہے وہ آیت اگر ہم پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم آیت کے نازل ہونے کے دن کو عید بنا لیتے۔ ہم باقاعدہ ڈے مناتے اس پر کہ فلاں دن یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کون سی آیت؟ اس نے کہا: الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم ورضیت لکم الاسلام دینا. (المائدہ: ۵،۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے دین کو مکمل کر دیا ہے۔ اپنی نعمت تمام کر دی ہے۔ تکمیل کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے وحی کا نزول شروع ہوا تھا۔ اس کے بعد مختلف پیغمبروں کے ذریعے ہدایت و احکام نازل ہوتے رہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک وحی کا یہ سلسلہ چلتا رہا۔ احکام آتے بھی رہے، منسوخ بھی ہوتے رہے۔ ان میں ترامیم بھی ہوتی رہیں۔ یہ ایک ارتقاء اور تدریج کا عمل تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے وحی کا کام مکمل کر دیا۔ اب قیامت تک کوئی وحی نہیں ہوگی اور نہ احکام میں ردوبدل ہوگا اور نہ کوئی نیا حکم آئے گا۔ تو تکمیل کا معنی یہ ہے کہ وہ وحی جو آدم علیہ السلام پر نازل ہونا شروع ہوئی تھی وہ تدریج اور ارتقاء کے مراحل طے کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکمل ہوئی ہے۔

چنانچہ جب غلبۂ دین مکمل ہوا تو حجۃ الوداع اس کا سب سے بڑا مظہر تھا کہ اتنی شان و شوکت اس سے پہلے مسلمانوں کو کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر اعلان فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم، اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے۔ ورضیت لکم الاسلام دینا. اور میں تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں۔ آج کے بعد میں کسی انسان سے اسلام ہی کا دین قبول کروں گا اور کوئی دین قبول نہیں کروں گا۔ تو اس یہودی عالم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یا امیر المومنین یہ آیت اگر ہم پر تورات میں نازل ہوئی ہوتی تو ہم آیت کے نزول والے دن کو عید بنا لیتے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اللہ کی قدرت ہے کہ ہم پر یہ آیت نازل ہی عید والے دن ہوئی ہے۔ تم تو عید بنا لیتے۔ ہماری پہلے سے عید ہے۔ فرمایا یوم النحر کو منیٰ میں یہ آیت نازل ہوئی تھی اور میں اس موقع پر

موجود تھا۔ یوم النحر یعنی عیدالاضحیٰ اور قربانی کا دن۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہماری تو دو عیدیں تھیں۔ سالانہ عید بھی تھی اور ہفتہ وار عید بھی تھی، یعنی وہ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔

دورِ جاہلیت کا خاتمہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر بہت اہم اعلانات فرمائے: مثلاً آپؐ نے ایک بڑی اہم اور تاریخی بات یہ فرمائی کہ یاد رکھو، جاہلیت کا دور ختم ہوگیا ہے اور اسلام کا دور شروع ہوگیا ہے۔ فرمایا: کل امر الجاھلیۃ موضوع تحت قدمی۔ آج جاہلیت کی ساری قدریں میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔ ایک مسئلہ آج کل دنیا میں چلتا ہے روشن خیالی اور تاریک خیالی کا، دورِ علم کا اور دورِ جاہلیت کا، ہمیں تلقین ہوتی ہے کہ دورِ علم اختیار کریں اور دورِ جاہلیت چھوڑیں۔ جاہلیت کی بات چھوڑیں اور علم کا راستہ اختیار کریں۔ اب روشن خیالی سے کون انکار کرے گا؟ کوئی عقل مند اور دانش ور آدمی روشن خیالی اور علم کی بات سے انکار نہیں کرسکتا اور جاہلیت کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ لیکن اصطلاحات کا فرق ہے۔ روشن خیالی کسے کہتے ہیں، تاریخ خیالی کسے کہتے ہیں۔ جاہلیت کا دور کون سا ہے اور علم کا دور کون سا ہے؟ اپنی اپنی اصطلاحات اور تعریفات ہیں۔ دو تین بنیادی فرق ہیں جن کو اس کشمکش میں سمجھنا ضروری ہے اور اس میں بنیادی کردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ادا کرتا ہے کہ آج جاہلیت کی ساری قدریں میرے ان پاؤں کے نیچے ہیں۔

مغرب کی روشن خیالی اور اسلام

مغرب کی روشن خیالی میں اور ہماری روشن خیالی میں تین فرق بنیادی فرق ہیں۔

پہلا بنیادی فرق یہ ہے کہ مغرب کی روشن خیالی کی عمر تقریباً دو یا سوا دو سو سال ہے جبکہ ہماری روشن خیالی کی عمر تقریباً چودہ سو سال ہے۔ مغرب کی روشن خیالی کا آغاز انقلاب فرانس سے ہوتا ہے۔ جب بھی مغرب میں روشن اور تاریک دو کی بات ہوتی ہے تو حد فاصل انقلاب فرانس قرار پاتی ہے۔ مغرب کے ہاں اس سے پہلے کا دور جاہلیت اور جبر کا دور کہلاتا ہے اور اس کے بعد کا دور ترقی اور روشن خیالی کا دور کہلاتا ہے۔ ان سے آپ پوچھ لیں کہ یہ قرون وسطیٰ، قرون مظلمہ، تاریک دور (Dark ages) کسے کہتے ہیں تو وہ آپ کو بتائیں

گے کہ یہ انقلاب فرانس سے پہلے کی دو چار صدیاں ہیں۔ اور انقلاب فرانس اٹھارہویں صدی کے آخر میں ہوا۔ جس طرح مغرب کی حلقوں میں یہ بات معروف ہے کہ فلاں بات تاریک دور کی بات ہے اور فلاں بات روشن دور کی ہے۔ اسی طرح ہمارے ہاں بھی ایک اصطلاح معروف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے کا کوئی واقعہ ذکر کرنا مقصود ہو تو کہا جاتا ہے کہ یہ دورِ جاہلیت کی بات ہے۔ تو یہ ٹرمینالوجی ہمارے ہاں بھی ہے کہ حضورؐ سے پہلے کا دور جاہلیت کا دور تھا اور حضورؐ کے آنے سے علم کا، روشنی کا دور شروع ہوا۔

دوسرا بنیادی فرق مغرب کی اور ہماری روشن خیالی میں یہ ہے کہ مغرب نے روشن خیالی کے نام پر جاگیرداری سے نجات حاصل کی، یعنی وحی کی بالادستی سے دستبردار ہو گئے اور کہا کہ ہم کسی کی ڈکٹیشن نہیں مانتے۔ ہم آزاد ذہن سے فیصلے کرتے ہیں۔ مغرب نے اپنے تمام تر فلسفے، عقائد اور فیصلوں کی بنیاد انسانی سوسائٹی کی خواہشات پر رکھی ہے۔ ہر چیز کی بنیاد اس پر ہے کہ سوسائٹی کیا چاہتی ہے۔ جمہوریت تو سوسائٹی کی خواہش معلوم کرنے کا ذریعہ ہے، لیکن اصل بنیاد سوسائٹی کی خواہشات پر ہے۔ سوسائٹی کیا سوچتی ہے اور سوسائٹی کیا چاہتی ہے۔ یہی حلال وحرام کی بناد ہے۔ یہی جائز وناجائز کی بنیاد ہے اور یہی قانون اور لاقانونیت کی بات ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ مغرب نے آسمانی تعلیمات سے دستبرداری اختیار کی اور انسانی سوسائٹی کی خواہشات کو اپنے تمام تر معاملات کی بنیاد بنایا اور کہا کہ یہ روشن خیالی ہے۔

قرآن کریم نے روشن خیالی کا اور معنیٰ بیان کیا ہے۔ قرآن کریم نے بیسیوں مقامات پر اس کے متعلق بیان فرمایا ہے، لیکن ایک آیت ذکر کرتا ہوں۔ فرمایا: احکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواء ھم واحذرھم ان یفتنوک عن بعض ما انزل اللہ الیک (المائدہ ۵: ۴۹) جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن پاک نے حکم دیا کہ لوگوں کے معاملات وحی کے مطابق طے کیجئے اور وحی کے مقابلے میں ان خواہشات کی طرف مت دیکھئے۔ مطلق خواہشات کی نفی نہیں ہے۔ ایسی خواہشات کی نفی ہے جو وحی یعنی اللہ کے نازل کردہ احکامات وہدایت کے مقابلے پر آئیں۔ اگر سوسائٹی کوئی جائز بات چاہتی ہے تو کوئی حرج کی بات نہیں لیکن بالادستی وحی کی ہے۔ فرمایا جہاں ما

انزل اللہ اللہ کی ہدایت کا مسئلہ آئے وہاں لا تتبع اھوائھم ان کی خواہشات کی طرف مت دیکھیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ بھی فرمایا کہ واحذرھم ان یفتنوک عن بعض ما انزل اللہ الیک، اس بات سے آپ ڈرتے رہیں کہ سوسائٹی کی خواہشات کے پیچھے آپ چلیں گے تو یہ اللہ کے احکام کے بارے میں آپ کو فتنے میں ڈال دیں گے۔

تو ہمارے نزدیک روشن خیالی نام ہے سوسائٹی کی خواہشات سے نکل کر وحی کی پیروی کا، اور مغرب کے نزدیک روشن خیالی نام ہے وحی کے دائرے سے نکل کر انسانی خواہشات کی پیروی کا۔ چنانچہ جو چیز ہمارے نزدیک علم ہے، مغرب کے نزدیک جہالت ہے اور جو چیز ہمارے نزدیک تاریکی اور جہالت ہے، مغرب کے نزدیک روشن خیالی ہے۔ یہ ایک جوہری فرق ہے مغرب کی اور ہماری اصطلاح میں۔ اور اس بات کا ہم نے بیسیوں بار تجربہ کیا ہے کہ کسی بھی مسلم ملک میں قرآن کریم کے کسی حکم یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی ارشاد کے بطور قانون نفاذ کا مطالبہ کیا جائے کہ یہ قرآن پاک کا حکم ہے۔ اس لئے اسے ملک کا قانون بنایا جائے تو مغرب اور مغرب زدہ حلقوں سے ہمیں ایک بات مشترکہ طور پر جواب میں ملتی ہے کہ یہ لوگ تاریکی کے دور کی طرف واپس جانا چاہتے ہیں۔ یہ قرونِ مظلمہ کی طرف واپس جانا چاہتے ہیں۔

جاہلی قدروں کی طرف واپسی

ایک اور فرق مغرب اور ہماری روشن خیالی میں یہ ہے کہ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا جس کا میں نے حجۃ الوداع کے خطبہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ کل امر الجاہلیہ موضوع تحت قدمی، جاہلیت کی ساری قدریں آج میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔ گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں کہ جاہلیت کا دور ختم ہوا اور میں جاہلیت کی ساری قدریں اپنے پاؤں کے نیچے روند کر نسل انسانی کو علم کے دور کی طرف لے کر آگے بڑھ رہا ہوں۔ اس سے ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قدموں کے نیچے کون کون سی قدریں پامال ہوئیں؟ ہمیں اس کا ذرا تجزیہ کر لینا چاہئے کہ وہ کون سی قدریں تھیں جو حضورؐ کے اعلان نبوت سے پہلے عرب معاشرہ میں موجود تھیں لیکن اعلان تکمیل نبوت تک مٹ چکی تھیں۔

ان قدروں میں ایک قدر تھی شرک یہ بیس سال پہلے پورے عروج پر تھا اور حضورؐ نے مکہ مکرمہ میں لوگوں کو اپنی دعوت کا بنیادی پیغام یہ بتایا تھا کہ یا ایھا الناس قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا (مسند احمد، رقم ۱۵۴۴۸) لیکن اب جزیرۃ العرب میں کوئی بت خانہ باقی نہیں تھا۔ ایک قدر تھی، نسل پرستی۔ عرب معاشرے میں عرب اور عجم، کالے اور گورے کا فرق تھا۔ حضورؐ نے ختم کر دیا۔ شراب تھی، لاٹری اور جوا تھا، سود تھا، بے حیائی اور زنا تھا، ہم جنس پرستی تھی۔ یہ ساری قدریں بیس سال پہلے اپنے پورے عروج پر تھیں۔ جب حضورؐ نے فرمایا کہ یہ ساری قدریں میرے پاؤں کے نیچے ہیں تو ان قدروں کا عرب میں کوئی وجود باقی نہیں رہا تھا۔ اور جو سوسائٹی حضورؐ نے متعارف کروائی، وہ حقیقی انسانی قدروں سے مالا مال تھی۔ چنانچہ حضورؐ نے صرف ان جاہلی قدروں کو ختم کرنے کا اعلان ہی نہیں کیا بلکہ دنیا کو ایک ایسی سوسائٹی بنا کر دکھادی جس میں شرک، زنا، شراب، سود، ناچ گانا، فحاشی، جوا، نجوم پرستی اور نسل کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اور جب اپنے اعلان نبوت کے بائیس تیئیس سال بعد منیٰ کے مقام پر کھڑے ہو کر حضورؐ نے اپنی دعوت کے نتیجے کا اعلان کیا کہ: کل امر الجاہلیہ موضوع تحت قدمی تو اس کا مطلب یہ تھا کہ اللہ نے جو کام آپ کو دے کر بھیجا تھا، آپ اس میں کامیاب ہو کر جا رہے ہیں۔

تاریخ میں اور کوئی شخصیت شاید آپ کو ایسی نہ ملے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ میں اپنا کام، اپنا مشن مکمل کر کے جا رہا ہوں۔ تاریخ انسانی میں حضورؐ وہ واحد شخصیت ہیں جن کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے اپنا مشن پورا کیا۔ نہ صرف پورا کیا بلکہ تکمیل پر اپنے صحابہ کو اس پر گواہ بنایا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا: وانتم تسئلون عنی قیامت کے روز تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا۔ جب قیامت کا دن ہوگا۔ اللہ کی عدالت ہوگی تو اللہ تم لوگوں سے پوچھے گا کہ تمہاری طرف ایک پیغمبر کو مشن دے کر، پیغام دے کر بھیجا تھا۔ اس نے اپنا فرض ادا کیا یا نہیں۔ تو تم لوگ کیا جواب دو گے؟ اس پر صحابہؓ نے اجتماعی آواز سے کہا: بلغت وادیت ووفیت۔ آپ نے پیغام پہنچا دیا اور پہچانے کا حق پوری طرح ادا کر دیا۔ حضورؐ نے اس پر آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا: اللھم اشھد یا اللہ تو بھی گواہ رہنا۔

آج جب ہم روشن خیالی اور تاریک خیالی کی بحث میں پڑتے ہیں تو میں ایک سوال کیا کرتا ہوں کہ مغرب نے روشن خیالی کے نام پر ان قدروں میں کون سی قدر کا اضافہ

کیا ہے؟ یہ تو وہی پامال قدریں ہیں جنہیں آج سے چودہ سو سال پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پاؤں تلے روند ڈالا تھا۔ میں تو کہتا ہوں کہ مغرب ایک بہت اچھا بیوٹی پارلر ہے جس نے پرانی اور گھسی پٹی قدروں کو بیوٹی پارلر سے گزار کر نئے میک اپ کے ساتھ دنیا کے سامنے نئی تہذیب بنا کر پیش کر دیا ہے جبکہ حقیقت میں یہ وہی جاہلیت قدیمہ ہے جو ابوجہل کے حوالے سے منسوب ہو تو وہ جاہلی قدر کہلاتی ہے اور آج مغرب کے حوالے سے منسوب ہو تو اسے آرٹ اور کلچر کا نام دیا جاتا ہے۔

سوسائٹی کی خواہشات یا آسمانی تعلیمات؟

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر یہ ایک تاریخی اعلان فرمایا کہ جاہلیت کا دور ختم ہو گیا ہے اور علم کا دور شروع ہو رہا ہے۔ حضورؐ نے علم کس چیز کو قرار دیا؟ وحی کو آسمانی تعلیمات کو انبیاء کو کتاب اللہ اور سنت رسول کو، آج بھی دنیا میں جھگڑا اسی بات کا ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ کلچرل وار ہے، سولائزیشن کی جنگ ہے اور تہذیب وثقافت کی جنگ ہے۔ اصل میں بنیادی اختلاف اسی پر ہے کہ ہم نے اپنی خواہشات پر چلنا ہے یا آسمانی تعلیمات کی بالادستی قبول کرنی ہے۔ اس کو عنوان آپ کچھ بھی دے دیں جھگڑا دراصل یہی ہے۔ یہ پچھلے سال کارٹونوں کا مسئلہ چلا تھا۔ ڈنمارک کے صحافی فلیمنگ روز نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین پر مبنی کے کارٹون چھاپے تھے۔ اس پر بڑی بحث چلی تھی اور خود فلیمنگ روز کا ایک بڑا لمبا مضمون چھپا تھا۔ اس مضمون میں چند ایک باتیں اس گفتگو سے متعلق ہیں۔ میں وہ عرض کرتا ہوں۔ اس نے کہا کہ ہم میں اور مسلمانوں میں فکری، ثقافتی یا تہذیبی طور پر کیا فرق ہے۔ اس نے کہا کہ ہم نے تو خدا رسول اور کتاب کا حوالہ اپنے ذہنوں سے اتار دیا ہے۔ ہم کوئی فیصلہ کرتے وقت یہ نہیں دیکھتے کہ بائبل میں کیا لکھا ہے۔ کوئی قانون طے کرتے وقت یہ نہیں دیکھتے کہ خدا کیا کہتا ہے۔ کوئی بات کہتے وقت عیسیٰ کا حوالہ نہیں دیتے کہ انہوں نے اس بارے میں کیا کہا تھا۔ ہم آزاد ذہن سے فیصلے کرتے ہیں۔ پھر کہا کہ مسلمانوں نے ابھی تک خدا، رسول اور کتاب کا حوالہ اپنے ذہنوں پر مسلط رکھا ہوا ہے۔ یہ فرق ہے کہ ہم میں اور مسلمانوں میں ایڈجسٹمنٹ نہیں ہو رہی۔

اس کی یہ بات ٹھیک بھی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم مسلمان کتنے ہی بے عمل، بد عمل کیوں نہ ہوں لیکن آج کے زمینی حقائق میں یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے کہ رسول کے ساتھ ہماری کمٹمنٹ آج بھی قائم ہے۔خدا اور رسول کا حوالہ ہمارے ذہنوں سے اترا نہیں ہے۔ یہ بات ہمارے لئے تو خوشی کا باعث ہے۔لیکن دنیا کے لئے پریشانی کا باعث ہے۔اور یہ حوالہ اتنا مضبوط ہے کہ دنیا کے کسی خطے میں بھی بدعمل سے بدعمل اور بے عمل سے بے عمل مسلمان کو بھی اگر آپ نے خطاب کرنا ہے تو آپ کو خدا اور رسول کے حوالے سے بات کرنا ہوگی، ورنہ آپ کی بات نہیں سنی جائے گی۔ یہاں تک کہ مسلمانوں میں بھی وہ لوگ جو سراسر قرآن وسنت کے خلاف بات کرتے ہیں۔ وہ حوالہ خدا اور رسول کا ہی دیں گے۔ وہیں سے کوئی بات تاویل کر کے نکالیں گے۔اگر یہ حوالہ نہیں دیں گے تو اس معاملہ میں ان کی بات نہیں سنی جائے گی۔

آسمانی تعلیمات کس کے پاس ہیں؟

تو مغربی صحافی نے یہ تشویش ظاہر کی کہ ہم نے تو یہ حوالہ چھوڑ دیا لیکن مسلمان یہ حوالہ کیوں نہیں چھوڑ رہے۔میں بھی لکھنے پڑھنے کے شعبہ کا آدمی ہوں، کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا ہوں۔اس پر میں نے فلیمنگ روز سے ایک مضمون میں سوال کیا کہ تمہارے پاس تھا کیا جو تم نے چھوڑا ہے؟ تم کس بات کا رعب جماتے ہو ہم پر؟ لیکن ہمارے پاس تو کتاب اللہ موجود ہے۔ یہ بہت بڑا بنیادی فرق ہے۔اور میں ایسے ہی گپ شپ نہیں کر رہا۔ زمینی حقائق کی بنیاد پر بات کر رہا ہوں۔میرا دعویٰ ہے کہ دنیا کا کوئی یہودی، دنیا کے کسی حصے میں، تورات کے کسی نسخے پر ہاتھ رکھ کر یہ بات کہے کہ یہ وہ تورات ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور دنیا کا کوئی عیسائی دنیا کے کسی حصے میں انجیل کے کسی نسخے پر ہاتھ رکھ کر یہ بات کہے کہ یہ وہ انجیل ہے جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی ،کوئی یہودی،کوئی عیسائی یہ ہمت نہیں کر سکتا۔اور دنیا کا ہر مسلمان دنیا کے کسی بھی خطے میں قرآن کریم کے کسی بھی نسخے پر ہاتھ رکھ کر پوری تسلی کے ساتھ یہ کہہ دے گا کہ یہ وہ قرآن ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔میں نے کہا کہ ہمارے پاس تو یہ موجود ہے۔

مغرب کی ایک فضول خواہش

تو میں نے فلیمنگ روز کے جواب میں لکھا کہ تمہارے پاس تھا کیا جو تم نے چھوڑا جبکہ ہمارے پاس تو یہ موجود ہے۔اس پر میں نے ایک لطیفہ لکھا کہ دو دوست آپس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ایک نے دوسرے سے کہا کہ اللہ تمہیں اگر دو گاڑیاں دے دے تو تم کیا کرو گے؟ دوسرے نے کہا ایک تمہیں دے دوں گا۔ پہلے نے پھر کہا تمہیں اللہ دو مکان دے دے تو کیا کرو گے؟ دوسرے نے کہا ایک تمہیں دے دوں گا۔ پہلے نے پھر کہا تمہیں اللہ دو گائیں دے دے تو کیا کرو گے؟ دوسرے نے جواب دیا بھائی صاحب، وہ میرے پاس پہلے سے موجود ہیں ان پر نظر مت رکھو۔

تو بھئی ہمارے پاس وحی بھی ہے، قرآن کریم بھی ہے۔حضورؐ کی تعلیمات بھی ہیں، بالکل اصل حالت میں ہیں۔کسی شبہ کے بغیر ہیں۔اگر دنیا کا کوئی آدمی ہم سے یہ توقع رکھتا ہے کہ ہم چھوڑ دیں گے تو بہت بڑا بے وقوف ہے۔اسے اپنی عقل کا علاج کروانا چاہیے۔ذرا خود سوچیے کہ جو لوگ واشنگٹن میں ماسکو میں، لندن میں بیٹھ کر سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں قرآن کریم پڑھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے ایک ایک جزو کو بیان کرتے اور سنتے سناتے ہیں، حضورؐ کا ایک ایک ارشاد نقل کرتے ہیں، ان سے کوئی یہ توقع رکھے کہ وہ یہ سب کچھ چھوڑ دیں گے تو اس سے بڑا بے وقوف کون ہوگا۔

بات میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے اعلانات میں ایک بڑا اعلان کیا کہ: کل امر الجاھلیۃ موضوع تحت قدمی۔ جاہلیت کی ہر قدر آج میرے پاؤں کے نیچے ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ تہذیبی کشمکش میں، ثقافتوں کی جنگ میں اور دور جاہلیت و دور علم کی نشان دہی میں حضورؐ کا یہ ارشاد بہت بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ہمارے لیے راہنما ہے۔اسی سے ہم رہنمائی حاصل کریں گے۔

یہی بات جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدِ فاصل قرار دیا، حجۃ الوداع کے موقع پر حضورؐ نے اسی حوالے سے ہمیں ایک تنبیہ فرمائی۔ بظاہر ہم سنتے سناتے رہتے ہیں لیکن جب اس کے پس منظر میں یہ بات دیکھیں گے تو بات ٹھیک طور پر سمجھ میں آئے گی۔ فرمایا: لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض، لا ترجعوا

بعدی ضلالا یضرب بعضکم رقاب بعض. گویا آپ فرمارہے ہیں کہ تمہیں دورِ جاہلیت سے نکالنے کے لئے میں نے بڑی محنت کی ہے۔ بڑے مقابلے کیے ہیں، بڑی تکالیف اٹھائی ہیں وہ کفر، ضلالت اور گمراہی کا دور تھا۔ اس دور کی طرف کہیں واپس نہ چلے جانا۔ اس کی سب سے بڑی علامت کیا ہوگی؟ دورِ جاہلیت کی اقدار میں سب سے مکروہ قدر کی نشاندہی کرتے ہوئے حضورؐ نے فرمایا: یضرب بعضکم رقاب بعض ایک دوسرے کی گردنیں نہ شروع کر دینا۔ فرمایا کہ ایسا کرنا جاہلیت کے دور کی طرف واپس جانا ہوگا اور اس امت پر اس کیفیت کو امت پر خدا کے عذاب کی سب سے خوفناک شکل قرار دیا۔

قرآن کریم میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔

قل هو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا ویذیق بعضکم بأس بعض.

(الانعام ٦:٦٥)

آپ ان سے کہہ دیجئے میں کئی قسم کے عذاب نازل کیا کرتا ہوں۔ اوپر آسمان سے بھی اور نیچے زمین سے بھی۔ پہلی امتوں پر یہ عذاب آتے رہے ہیں۔ آسمان سے پتھر برسے ہیں اور زمین پر زلزلے اور سیلاب آئے ہیں۔

عذاب کی کئی شکلیں ہیں۔ ایک شکل اس آیت میں یہ بیان فرمائی کہ تمہارے لئے یہ عذاب بھی ہوسکتا ہے کہ خود تمہیں ایک دوسرے کے لئے عذاب بنادوں۔ عذاب کی سب سے خوفناک صورت یہ ہے کہ نہ اوپر سے عذاب آئے نہ نیچے سے بلکہ او یلبسکم شیعا. تمہیں گروہوں میں تقسیم کر دے۔ ویذیق بعضکم باس بعض. اس محاورے کا ترجمہ میں نے یہ کیا ہے کہ تمہیں خانہ جنگی، باہمی قتل اور خونریزی کی صورت میں ایک دوسرے کے لئے عذاب بنادے۔ فرمایا یہ جاہلیت کے دور کی طرف واپس جانا ہوگا۔

چنانچہ جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دورِ جاہلیت کے خاتمے کا اور دورِ علم کے آغاز کا اعلان فرمایا۔ یہ بھی فرمایا کہ دیکھنا کہیں میرے بعد کفر کی طرف واپس نہ پلٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنا شروع کر دو۔ اپنے دین پر مضبوطی سے قائم رہنا۔ یہ تمہارے لئے روشنی کا راستہ ہے۔ علم کا راستہ اور انسانیت کا راستہ ہے۔

ختم نبوت کا اعلان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر ایک اعلان یہ فرمایا:

لا نبی بعدی ولا امۃ بعد کم فاتقو اللہ واعبدوا ربکم وصلوا خمسکم وصوموا شھرکم وادوا زکوٰۃ اموالکم طیبۃ بھا انفسکم تحجون بیت ربکم واطیعو امرائکم تدخلو جنۃ ربکم.

میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور پانچ نمازیں پڑھو اور اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو اور اپنے امراء کی اطاعت کرو، اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

فرمایا: ایھا الناس اے لوگو! انه لا نبی بعدی ولا امة بعدکم. یادرکھو میں آخری نبی ہوں، میں آخری پیغمبر ہوں، میرے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور تم انبیاء کی امت میں سے آخری امت ہو، تمہارے بعد اب کوئی امت نہیں ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بنیادی عقیدہ قرار دیا۔ عقیدۂ ختم نبوت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قیامت تک کسی پر نئی وحی، نبوت نہیں آئے گی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی یہ اعلان فرمایا گیا اور دیگر بہت سے ارشادات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وضاحت فرمائی کہ میرے بعد قیامت تک کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ تکمیل دین کا معنیٰ ہی یہ ہے فرمایا: الیوم اکملت لکم دینکم. اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور تمہارے لئے نعمت تمام کر دی۔ اس کے بعد اب کسی اور چیز کی ضرورت باقی نہیں رہی، اور وہی وحی قیامت تک حجت ہے۔

نسلی اور لسانی تفاخر کا خاتمہ

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اہم اعلانات فرمائے اس میں ایک اعلان یہ بھی تھا کہ جاہلیت کے دور میں عرب معاشرہ، نسل، زبان اور رنگ کے تفاخر کا معاشرہ تھا۔ قریشی غیر قریشیوں کو برابر نہیں سمجھتے تھے۔ عرب غیر عربوں کو برابر نہیں سمجھتے تھے۔ یہ سلسلہ آج بھی ہے۔ بے شک اس پر جتنی مرضی لیپا پوتی کی جائے، لیکن رنگ

اور نسل کی بنیاد پر تفاخر اور برتری کا یہ جذبہ آج بھی صاف جھلکتا ہے، نظر آتا ہے۔ ہمارے درمیان بھی ہے، باقی دنیا میں بھی ہے۔ علاقائی سطح پر بھی ہے، عالمی سطح پر بھی ہے۔ یہ بات اس زمانے میں عروج پر تھی۔ آپ اس سے اندازہ کیجئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کرنے کے بعد جب کعبہ کا کنٹرول سنبھالا، چابیاں منگوائیں، کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔ تو حضورؐ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بیت اللہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دو۔

یہ اعلان ایک طوفان تھا اس معاشرہ میں، کہ کیا یہ بھی ہو سکتا ہے! بلالؓ ایک تو آزاد کردہ غلام ہیں، ایک کالے رنگ کے ہیں، عربی نہیں ہیں، حبشی ہیں، یہ بیت اللہ کی چھت پر کھڑا ہو کر اذان دے گا! وہاں طوفان بچ گیا۔ لیکن اعلان چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا تو کس کی مجال ہے کہ کچھ کہے۔ لیکن ایک قریشی سردار نے یہ منظر دیکھا تو اس نے کہا، اس کا جملہ تاریخ والے یوں نقل کرتے ہیں کہ ''اے میرے باپ تو بڑا خوش قسمت ہے۔ کہ تو یہ منظر دیکھنے کے لئے آج زندہ نہیں ہے۔'' بعد میں یہ قریشی سردار صحابیؓ ہو گئے۔ لیکن اس وقت جب یہ منظر دیکھا تو کہتے ہیں کہ آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا اور اپنے باپ کا نام لے کر کہا کہ میرے باپ تو بڑا خوش قسمت ہے، اس منظر کو دیکھنے سے پہلے دنیا سے چلا گیا۔ تو یہ منظر دیکھنے کے لئے زندہ نہیں ہے۔ کہ ایک کالے رنگ کا آدمی غیر عرب حبشی بیت اللہ کی چھت پر کھڑا ہے اور اللہ کا نام بلند کر رہا ہے۔

عام رواج یہ تھا کہ قریش اور غیر قریش کا خون برابر نہیں سمجھا جاتا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ قریشی اگر کسی غیر قریشی کو قتل کر دیتا تو جواب میں قریشی قتل نہیں ہوتا تھا۔ اور غیر قریشی اگر کسی قریشی کو قتل کرتا تو بدلے میں دو آدمی ہوتے۔ اور پھر عرب و غیر عرب کا بھی فرق تھا۔ عربوں کو اپنی زبان پر بڑا فخر تھا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عربی زبان واقعی فخر کی چیز ہے۔ لیکن اتنا بھی فخر کیا کہ دوسروں کو گونگا ہی کہنا شروع کر دیں۔ عجمی کا معنی گونگا ہے۔ ہمیں عجمی کہتے تھے، کہ یہ گونگے ہیں، ان کو زبان نہیں آتی۔ عرب فصیح کو کہتے ہیں۔ عرب کا معنی فصیح، بلیغ عمدہ گفتگو کرنے والا۔ اور عجمی کا معنی گونگا کہ جس کے منہ میں زبان نہ ہو جو بول نہ سکتا ہو، تو باقی ساری دنیا کو وہ عجمی کہتے تھے۔ کہ زبان اگر ہے تو ہمارے پاس ہے۔ چنانچہ یہ لسانی تفاخر تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ پر اس رسم کو توڑا،

سب کو برابر کھڑا کیا۔ اور حجۃ الوداع کے موقع پر اس کی تاکید فرمائی فرمایا یاد رکھو! ان ربکم واحد وان اباکم واحد کلکم من آدم و آدم من تراب ، لافضل لعربی علی عجمی، ولا لا حمر علی اسود او کمال قال صلی اللہ علیہ وسلم. فرمایا: میں آج تمام قسم کے نسلی اور لسانی تفاخرات کا خاتمہ کرنے کا اعلان کر رہا ہوں، تم میں سے کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے اور کسی سرخ کو کالے پر فضیلت نہیں ہے۔ صرف یہ اعلان نہیں فرمایا بلکہ ایک ایسی سوسائٹی قائم کی کہ واقعتاً لوگوں نے دیکھا کہ یہ سارے امتیازات ختم ہو گئے تھے۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاہلیت کے جتنے امتیازات تھے وہ ختم کئے اور حجۃ الوداع کے موقع پر خاص اس کا اعلان فرمایا، قرآن پاک میں بھی ہے:

یا ایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثیٰ وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عندا للہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر.

اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں قبائل اور برادریوں میں تقسیم کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔

قرآن پاک نے بنیادی اصول بیان فرمایا کہ دیکھو ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا، آدم اور حوا سے۔ ہاں قبائل اور برادریاں ہم نے بنائی ہیں تعارف کے لئے۔ پہچان کے لئے قبائل کا ان کی شاخوں کا، خاندانوں کا وجود بھی ہے، قوموں کا وجود بھی ہے، لیکن تفاخر کے لئے نہیں، تعارف کے لئے ہے۔ اگر یہ فطری تقسیم نہ ہو تو مشکل ہو جائے گا۔ اگر یہ پتہ نہ ہو کہ یہ امریکی ہے، یہ افریقی ہے، یہ فلاں نسل کا ہے یہ فلاں قوم کا ہے، تو پھر نمبرنگ کرنی پڑے گی جو کہ مشکل ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ایسا کیا ہے قبائل بھی درست ہیں برادریاں بھی درست ہیں لیکن ان کا مقصد صرف باہمی تعارف ہے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ یہ عزت اور تفاخر کی بنیاد نہیں ہے۔ ان اکرمکم عندا للہ اتقکم. اللہ کے ہاں عزت کس کی ہے؟ تقویٰ کی۔ تقویٰ کو یوں سمجھ لیجئے کہ اللہ کے یہاں عزت کریکٹر کی ہے، کردار کی ہے، ایمان اور عمل صالح کی ہے۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اس اصول کی بطور خاص وضاحت فرمائی۔ فرمایا: ایھا الناس ! ان ربکم واحد، اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے۔ وابــاکــم واحــد، اور تمہارا باپ بھی ایک ہے، آدم کی اولاد ہو سارے۔ الا لفضل لعربی علی عجمی، کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے۔ ولا لعجمی علی عـربی اور کسی عجمی کو عربی پر فضیلت نہیں ہے۔ ولا لا سـود عـلی احمر۔ کسی کالے کو سرخ پر فضیلت نہیں ہے۔ ولا لا حـمـر عـلی اسود، کسی سرخ کو کالے پر فضیلت نہیں ہے۔ ہاں! الا بالتقوی. وہی جو قرآن پاک نے بتایا: ان اکـرمـکـم عنداللہ اتقاکم (الحـجـرات: ۴۹، ۱۳) کہ ایمان، تقویٰ، کردار اور عمل صالح کی بنیاد پر فضیلت ہے۔

ایک اور جگہ پر قرآن کریم یہ ذکر کرتا ہے کہ لـقـد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددنـاہ اسـفـل سـافـلین. (التین ۹۵: ۴، ۵) کہ احسن تقویم بھی یہی ہے اور اسفل سافلین بھی یہی ہے۔ سب سے اوپر کا نمبر بھی اسی کا ہے اور سب سے نیچے کا نمبر بھی اسی کا ہے۔ لیکن کس بنیاد پر؟ ایمان، تقویٰ، کردار، اور عمل صالح کی بنیاد پر۔

انتقام اور انتقام کی قبائلی رسم کا خاتمہ

پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں جاہلیت کے دور کے خاتمے کا اعلان فرمایا کہ جاہلیت کی رسمیں میں نے ختم کر دی ہیں۔ ایک عمومی اعلان تھا کہ کل امر الجاہلیۃ موضوع تحت قدمی۔ جاہلیت کی ساری قدریں آج میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔ لیکن دو کا آپؐ نے بطور خاص ذکر کیا۔ فرمایا: دماء الجاہلیۃ موضوعۃ، جاہلیت کے دور میں جو بدلے اور خون کا رواج تھا، وہ میں نے ختم کر دیا ہے۔ قبائل میں بدلہ در بدلہ کا رواج تھا۔ قبائل میں یوں ہوتا ہے کہ ایک قبیلہ کا آدمی قتل ہوا تو بدلے میں قاتل قبیلہ کا ایک آدمی قتل ہوگا۔ اور ضروری نہیں کہ قاتل ہی قتل ہو، بس اس قبیلہ کا کوئی آدمی مارا جائے گا۔ وہ مرا ہے تو اب پھر اس پہلے قبیلے کا آدمی مرے گا اور پھر یہ سلسلہ چلتا جاتا تھا۔

حرب بعاث دو قبیلوں کی ایک مشہور جنگ تھی جو ایک سو بیس سال چلتی رہی۔ بات شروع کہاں سے ہوئی تھی؟ کہتے ہیں، بات یہاں سے شروع ہوئی کہ ایک آدمی کا درخت تھا جس پر کبوتری نے گھونسلا بنا رکھا تھا۔ انڈے دے رکھے تھے، تو کسی نے اسے

پتھر مار کر گھونسلہ اور انڈے توڑ دیے۔ پہلے آدمی نے کہا کہ اچھا میری زمین پر، میرے درخت پر اس نے یہ کر دیا، یہ تو میری توہین ہوئی ہے۔ کبوتری کا انڈا نہیں ٹوٹا، یہ تو میری ناک کٹ گئی ہے۔ یہ ناک بڑی خطرناک شے ہے۔ اس نے پتھر مارنے والے کو قتل کر دیا۔ بس پھر دونوں کے درمیان ایک سو بیس سال تک جنگ رہی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک بڑی عجیب بات فرماتی ہیں کہ اوس اور خزرج کے درمیان کئی نسلوں تک جنگ رہی ہے، یہ دونوں انصار کے قبیلے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کے جوان قتل کر دیے، بہت بربادی ہوئی۔ پھر تنگ آکر بڑے بوڑھے اکٹھے ہوئے کہ بھائی کوئی راستہ نکالو، آخر ہم کب تک لڑیں گے۔ اب جب اس طرح کی جنگ ہو تو پھر آپس میں ایک دوسرے پر اتفاق نہیں ہوتا۔ طے ہوا کہ تیسرا آدمی تلاش کیا جائے جس پر ہم دونوں اکٹھے ہو جائیں۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اوس اور خزرج کے لوگوں کو حج کے موقع پر منیٰ میں ان کے خیموں میں دعوت دینے آئے تو انہوں نے آپس میں کھسر پھسر کی اور کہا کہ بھئی، یہ آدمی ٹھیک ہے۔ ان کو جگہ کی ضرورت ہے، ہمیں آدمی کی ضرورت ہے۔ تو یہ تھی شروعات، یعنی کوئی قبیلہ ہامی بھرے تو میں وہاں جاؤں اور اس کے لئے آپ خیموں میں جا کر مختلف قبائل کو دعوت دے رہے تھے۔ ادھر اوس اور خزرج اس تلاش میں تھے کہ کوئی ایسا آدمی ملے جس پر ہم اکٹھے ہو جائیں۔ چنانچہ یہ دو باتیں اکٹھی ہو گئیں اور ان قبائل نے کہا کہ ہم تیار ہیں، آپ ہمارے ہاں تشریف لے آئیں، پھر اگلے سال بیعت عقبہ اولیٰ ہوئی۔ پھر اس سے اگلے سال عقبہ ثانیہ، پھر سارے معاہدات ہوئے، پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ ہجرت کر جائیں۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر یہ بات خاص طور پر ارشاد فرمائی کہ میں تمہیں دو کمزوروں کے بارے میں بطور خاص وصیت کرتا ہوں، ایک یتیم کے بارے میں اور دوسرا عورت کے بارے میں۔

عورت کی مظلومیت

عورت کا مسئلہ بھی یہی ہے۔ اس زمانے میں بھی تھا اور آج بھی مختلف حوالوں سے ہے۔ میں تاریخ کا طالب علم ہوں اور اس مسئلہ کو اپنی نگاہ سے دیکھتا ہوں، عورت کا ایک

مسئلہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ آج دوطرفہ ظلم ہو رہا ہے۔ ہمارے ہاں شاید دس فیصد عورتوں کو وراثت ملتی ہے جبکہ نوے فیصد کو سرے سے وراثت ملتی ہی نہیں۔ میں اپنے پاکستان کے معاشرے کی بات کر رہا ہوں۔ چند سال پہلے کی بات ہے کہ مجھے ایک خاتون کا فون آیا، شاید اخبارات میں میرے مضمون پڑھتی رہتی ہوگی۔ اس حوالہ سے جانتی ہوگی۔ کسی کالج کی لیکچرار تھی۔ کہنے لگی کہ میرے والد فوت ہو گئے ہیں اور ان کی چھوڑی ہوئی جائیداد میں سے میرا وراثت کا حصہ بنتا ہے۔ اس لحاظ سے ایک بازار میں کوئی سات آٹھ دکانیں میرے حصے میں آتی ہیں۔ میں نے اپنے بھائیوں سے اپنا حصہ مانگا ہے کہ یہ میرا حق ہے مجھ ملنا چاہیے تو بھائی کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے۔ ہم دکانیں تو دے دیتے ہیں لیکن پھر زندگی بھر کے لئے تمہارے ساتھ ہمارا تعلق ختم، مرنا جینا ختم، یا دکانیں لے لو یا تعلق باقی رکھو۔ اب آپ بھی اس معاشرے کو جانتے ہیں، وہاں عورت جائیداد کی قربانی تو دے سکتی ہے، بھائیوں کی قربانی نہیں دے سکتی۔ پتہ نہیں زندگی میں کیا مراحل پیش آئیں گے۔ وہ مجھ سے مشورہ لے رہی تھی کہ میں دکانیں لوں یا بھائیوں کو رکھوں؟ میں نے کہا بی بی یہ دونوں مسئلے نازک ہیں اور میں آپ کے علاقے کے ماحول سے میں واقف نہیں ہوں، اس لئے وہاں کے مقامی علماء سے مشورہ لیں، وہ زیادہ بہتر آپ کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔

ہمارے ہاں پچھلے سال اسمبلی میں عورتوں کے حقوق کے نام سے ایک معاملہ چل رہا تھا۔ حقوق نسواں بل پر بحث ہوتی رہی۔ حکومت اور اپوزیشن نے علماء کی ایک کمیٹی بنائی، اس میں میں بھی تھا۔ اس کمیٹی کو غیر جانبدار کہا گیا۔ ہم اس دوران اسلام آباد میں بیٹھے رہے اور مذاکرات کرتے رہے۔ حدود آرڈیننس میں کچھ ترمیمات پر بھی بات چل رہی تھی، کافی لمبا مسئلہ تھا۔ ہم نے حکومت اور اپوزیشن والوں سے کہا کہ بھئی بات یہ ہے کہ بل کا عنوان رکھا گیا ہے ''تحفظ حقوقِ نسواں'' یعنی عورتوں کے حقوق کے تحفظ کا بل، لیکن ہماری پاکستان کی سوسائٹی میں عورتوں کے جو حقوق عملاً متاثر ہو رہے ہیں۔ ان میں سے کسی کا بھی اس بل میں ذکر نہیں ہے۔

• ہم نے کہا کہ عورت کو یہاں وراثت نہیں ملتی، بل میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ عورت کو طے کردہ مہر نہیں ملتا۔ میرا تجزیہ یہ ہے کہ نوے فیصد عورتوں کو وراثت نہیں ملتی اور

تقریباً پچھتر فیصد عورتوں کو مہر نہیں ملتا۔ مختلف حیلوں بہانوں نے ہم مہر ہڑپ کر جاتے ہیں۔ میرے والد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر، اللہ انہیں سلامت رکھیں۔ ان کے پاس ایک صاحب آئے۔ انہوں نے اپنی گفتگو کے دوران ذکر کیا کہ میرا مہر تو بیوی نے مجھے معاف کر دیا۔ والد صاحب نے پوچھا، بھائی معاف کیسے کیا؟ اس کو دیا تھا اور پھر اس نے واپس کر دیا یا ویسے ہی زبانی معاف کر دیا؟

تو ہم نے حکومت اور اپوزیشن کو بتایا کہ ہمارے معاشرے میں عورت کی مظلومیت کے حوالے سے عملی مسائل کیا ہیں۔ عورت کو وراثت میں حصہ نہیں ملتا۔ عورت کو مہر نہیں ملتا۔ ہمارے معاشرے میں عورت کی جبری شادی کر دی جاتی ہے۔ جوان بچی کی اس کا باپ اس کی مرضی کے بغیر شادی کر رہا ہے۔ وہ بے چاری بے بس ہے۔ اس بات کی شریعت قطعاً اجازت نہیں دیتی۔ ہم نے پوچھا کہ بھئی جبری شادی کے بارے میں آپ لوگوں نے کیا کیا؟

ہم نے کہا کہ ہمارے معاشرے میں عورت باقاعدہ بکتی ہے۔ بعض علاقوں میں باپ اپنی بیٹی کی قیمت وصول کرتا ہے، لیکن آپ کے بل میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ لوگ لڑکی کے باپ کو پیسے دے کر خریدتے ہیں۔ ہمارے بعض جاگیردار علاقوں میں لڑکی کی قرآن سے شادی کر دی جاتی ہے اور یہ بات قرآن کریم کی توہین بھی ہے کہ قرآن کریم سے شادی کے مقدس عنوان پر اپنی بیٹی کے حصے کی جائیداد اپنے قبضے میں رکھنے کے لئے ایسا کیا جاتا ہے۔ یعنی ایک جاگیردار اپنی بیٹی کی شادی اگر کرے گا تو قانونی و شرعی طور پر اسے اپنی جائیداد کا ایک حصہ اس کے نام کرنا پڑے گا، چنانچہ وہ اس کی شادی قرآن سے کر دیتا ہے۔ سندھ کے کچھ علاقوں میں اب بھی یہ رواج ہے۔ باقاعدہ تقریب کر کے قرآن کریم اس کی جھولی میں رکھ دیتے ہیں کہ بیٹی ہم نے تمہاری قرآن کریم سے شادی کر دی ہے۔ اب تم نے ساری زندگی قرآن پڑھنا ہے۔ تمہیں خرچہ ورچہ کھانا وانا سب ملے گا۔ بس اب تمہارا باقی کی زندگی یہی کام ہے۔ یعنی قرآن کریم کے مقدس نام کو عورت کو شادی سے محروم کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے اس لئے کہ جائیداد تقسیم نہ ہو جائے، دو چار چھ مربع زمین نہ کسی کو دینی پڑ جائے۔ ہم نے کہا کہ تمہارے بل میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

ہم نے کہا کہ عنوان تو اس بل کا حقوقِ نسواں ہے، لیکن عورتوں کی مظلومیت کا ایک عملی مسئلہ بھی اس میں ذکر نہیں کیا گیا۔ خیر وہ بل تو انہوں نے ایسے ہی منظور کر لیا لیکن بعد میں ایک الگ بل ہماری تجاویز کے مطابق لے کر آئے اور منظور کیا۔ عورت کی مظلومیت ہمارے پاکستان کے حوالے سے تو یہ ہے۔

مغرب میں عورت کے ساتھ دھوکہ

اب یہاں مغرب کے حوالہ سے بھی عورت کی مظلومیت دیکھ لیں۔ ایک سوال میں اکثر کیا کرتا ہوں، آپ بھی اس پر غور فرمالیں۔ ہماری بہنیں بھی بیٹھی ہوئی ہیں۔ یہاں یہ کہا جاتا ہے کہ عورتوں کو ہم نے برابر حقوق دیے ہیں۔ اس بات کا بھانڈا پھوڑا ہے روس کے ایک سابق وزیر اعظم گورنر باچوف نے۔ اس نے پروسٹرائیکا میں اس کی پوری تفصیل لکھی ہے۔ اس نے یورپ کی بات کرتے ہوئے کہا کہ اصل بات یہ ہوئی ہے کہ پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے دوران قتل عام ہوا، لاکھوں کروڑوں افراد مارے گئے۔ افرادی قوت کا خلا پیدا ہو گیا۔ فیکٹریاں بند ہو گئیں۔ دفتر خالی ہو گئے، سکول ویران ہو گئے۔ گورباچوف کے الفاظ ہیں کہ ہم نے اپنی افرادی قوت کے خلا کو پر کرنے کے لئے عورت سے یہ کہا کہ تمہیں ہم برابر کے حقوق دیتے ہیں، تم گھر سے باہر نکلو اور فیکٹری میں، دفتر اور سکولوں میں آؤ اور ہمارے لئے کام کرو، یعنی گھر کا کام بھی کرو اور باہر کا بھی، ہم عورت کو ورغلا کر گھر سے باہر لائے۔ ہم نے یہ کام کر کے اپنی افرادی قوت کے خلا کو تو پر کر لیا لیکن ہمارا فیملی سسٹم تباہ ہو گیا۔ گورباچوف کہتا ہے کہ اب ہم چاہتے ہیں کہ وہ واپس گھر چلی جائے اور اپنے گھر کا نظام سنبھالے، لیکن ہمیں کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا۔

مغرب نے بے چاری عورت کے ساتھ کیا کیا؟ میرا ایک بہت سنجیدہ سوال ہے۔ عورت کے جو فطری فرائض ہیں، وہ تو اسی کے کھاتے میں ہیں۔ بچہ جننا بھی عورت نے ہے اور پالنا بھی اسی نے ہے۔ ایک خاص عمر تک بچے کی عورت نے ہی پرورش کرنی ہے۔ مرد یہ کام نہیں کر سکتا، یہ اس کے بس کی بات ہی نہیں ہے۔ قدرت کی تقسیم تو بالکل فطری ہے کہ گھر کا نظام عورت کی ذمہ داری ہے اور گھر کے باہر کے معاملات کا انتظام مرد کے سپرد ہے۔ یہ قدرت کی تقسیم کار ہے، اس میں کوئی حقارت یا عظمت کا پہلو نہیں ہے۔ لیکن مغرب

نے کیا کیا؟ عورت کو کارخانے اور دفتر میں لا کر اس کے حقوق میں اضافہ کیا یا فرائض میں؟ یعنی مغرب کے مرد نے عورت کے ساتھ یہ ظلم کیا ہے کہ اس کی کسی ڈیوٹی میں شیئر کیے بغیر اسے اپنے ساتھ اپنی ڈیوٹی میں شامل کر لیا ہے۔ اس کی کسی نیچرل ڈیوٹی میں مرد نے شیئر نہیں کیا۔ اور نہ ہی وہ کر سکتا ہے لیکن اپنی ڈیوٹی میں اسے ساتھ ملا لیا کہ ہمارے ساتھ مل کر کام بھی کرو۔ اور عورت بجائے اس بات کو سمجھنے کے کہ دونوں کی ڈیوٹی میرے کھاتے میں پڑ گئی ہے اس عنوان پر خوش ہے کہ ہمارے حقوق برابر ہو گئے ہیں۔

تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے حوالے سے میں عرض کر رہا تھا کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں دو کمزوروں کے بارے میں خاص وصیت کرتا ہوں کہ وہ خود تو اپنا حق وصول کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتے، اس لئے تم ان کا ضرور خیال رکھنا۔ ایک یتیم اور دوسرا عورت۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضورؐ کا یہ ارشاد جیسے اس سوسائٹی کے لئے بہت اہمیت رکھتا تھا، ہماری آج کی سوسائٹی کے لئے بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یتیم اور عورت آج بھی مظلوم اور بے بس ہیں۔

عورت کا حق رائے دہی

عورت کے حقوق کے حوالے سے ایک روایت بخاری میں ہے۔ میں اس کا بھی یہاں ذکر کر دیتا ہوں۔ روایت یوں ہے کہ بریرہؓ ایک خاندان کی لونڈی تھیں۔ خاندان والوں سے بات کی کہ مجھ سے پیسے لے کر مجھے آزاد کر دو۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ طے ہوا کہ اتنی رقم ہو گی اور قسط وار نو سال میں ادا ہو گی۔ جب پیسے پورے ہو جائیں گے تو تم آزاد ہو جاؤ گی۔ بریرہؓ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں آئیں اور گزارش کی کہ اماں جان! میں نے اپنے مالکوں سے اپنی آزادی کا سودا کر لیا ہے۔ اب نو سال تک قسطیں دے کر آزاد ہو جاؤں گی۔ آپ میری اس معاملہ میں کچھ مدد کریں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اپنے مالکوں سے بات کرو کہ میں سارے پیسے دے کر تمہیں آزاد کرانے کے لئے تیار ہوں لیکن ایک شرط کے ساتھ کہ ولا میری ہو گی۔

یہ ولا ایک مستقل مسئلہ ہے۔ یہ وراثت کا آخری درجہ ہے، کوئی آدمی فوت ہو جائے، اگر اس کا کوئی بھی رشتہ دار نہ ہو تو وراثت کسے ملے گی؟ غلام عام طور پر ایسے ہی

ہوتے تھے، کیونکہ وہ باہر سے آتے تھے، اس لئے ان کا کوئی رشتہ دار، کوئی برادری نہیں ہوتی تھی۔ اب اگر کوئی غلام فوت ہوگیا ہے اور اس کا کوئی رشتہ دار نہیں ہے تو اس کا ترکہ کس کو ملے گا؟ یہ آزاد کرنے والے کو ملے گا۔ یہ وراثت کا آخری درجہ ہے۔ اس کو حق ولا کہتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں سارے پیسے دے دیتی ہوں۔ لیکن حق ولا میرا ہوگا۔ بریرہؓ گئی اور جا کر اپنے مالکوں سے بات کی، لیکن وہ حق ولا دینے پر نہ مانے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ خرید لو الولاء لمن اعتق، جس نے آزاد کرایا ہے ولا اس کی ہے۔ شرطیں لگانے سے ولا نہیں بدلتی۔ یہ شریعت کا قانون ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے بریرہؓ کو خرید لیا (بخاری، رقم ۴۳۶)

اب بریرہؓ آ تو گئی حضرت عائشہؓ کی خدمت میں، لیکن ایک مسئلہ پیدا ہوگیا۔ اس کی ایک نوجوان مغیثؓ سے شادی ہو چکی تھی۔ غلامی کے مسائل میں ایک مسئلہ یہ تھا کہ اگر مالک نے اپنی لونڈی کی شادی کسی سے کردی ہے تو آزاد ہونے پر اب اس کو حق حاصل ہے کہ آیا وہ خاوند کے نکاح میں رہنا چاہتی ہے یا نہیں رہنا چاہتی۔ وہ جو آزادی کی صورت میں ایک لڑکی کا نکاح کے وقت ہوتا ہے کہ وہ اسے تسلیم کرے یا نہیں۔ وہ اب بحال ہوگیا۔ اسے کہتے ہیں خیارِ عتق یعنی آزادی کی وجہ سے حاصل ہونے والا حق۔ چنانچہ بریرہؓ جب آزاد ہو کر حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ان کے گھر آگئیں تو انہوں نے اپنا حق استعمال کرتے ہوئے مغیث صاحب کی چھٹی کرادی۔ مغیثؓ پریشان ہوگئے۔ حضور کی خدمت میں عرض کیا، حضورؐ نے کہا کہ اس کا حق ہے، میں کیا کر سکتا ہوں۔ اب مغیثؓ مختلف لوگوں سے سفارش کراتے پھر رہے ہیں کہ کوئی میری بریرہؓ سے صلح کرادے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ مغیثؓ گلیوں میں روتا ہوا بریرہؓ کے پیچھے پھر رہا ہے اور اس کے آنسو اس کی داڑھی پر بہہ رہے ہیں۔ حضورؐ نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے کہا کہ اس کی محبت دیکھو کہ بیچارہ گلیوں میں روتا پھر رہا ہے اور اس کا نام نہیں سننا چاہتی۔ مغیث کی درخواست پر حضورؐ نے بریرہؓ سے بات کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ بریرہؓ بطور خادمہ حضرت عائشہؓ کے پاس رہتی تھیں۔ حضورؐ نے بریرہؓ سے پوچھا کہ مغیث کا کیا قصہ ہے؟ یا رسول اللہ! میں نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ فرمایا، وہ تو بے چارہ

گلیوں میں روتا پھرتا ہے۔ کہا یارسول اللہ! میں نے تو اپنا حق استعمال کیا ہے۔ حضورؐ نے پوچھا، کیا تم اپنے فیصلے پر نظرثانی کر سکتی ہو؟ آخر وہ تمہارے بچوں کا باپ ہے۔ حضورؐ نے مغیث کی سفارش کی۔ اب آپ خیال فرمائیے کہ سفارش کون کر رہا ہے؟ وہ لڑکی بھی بہت سمجھدار تھی، حدود سمجھتی تھی، معاملہ کو بھانپ گئی۔ آخر حضرت عائشہؓ کے گھر میں رہتی تھی۔ پوچھا یارسول اللہ! حکم فرما رہے ہیں یا مشورہ دے رہے ہیں؟ مطلب یہ تھا کہ اگر تو یہ حکم ہے تو پھر کسی مسلمان کی کیا مجال ہے؟ حضورؐ نے فرمایا، حکم نہیں ہے بلکہ مشورہ ہے، تو فوراً کہتی ہ: لا حاجة لی به، پھر مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے فیصلہ کر لیا، بس کر لیا۔ بات ختم ہوگئی۔ (بخاری، رقم ۴۸۷۵، ابوداؤد، ۱۹۰۴)

آج دنیا میں یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ اسلام عورت کو رائے کا حق دیتا ہے یا نہیں؟ میں اس کا جواب دیا کرتا ہوں کہ اسلام عورت کو رائے حق دیتا ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشورہ قبول کرنے سے انکار کر دیتی ہے۔ اس کے بعد بریرہؓ اسی گھر میں رہی ہیں، حضورؐ نے پھر کبھی بات دہرائی بھی نہیں کہ بریرہ تم نے میری بات نہیں مانی۔

ماتحتوں اور غلاموں کے حقوق

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسرا طبقہ غلاموں کا بتلایا۔ اس زمانے میں غلام تھے۔ پھر آہستہ آہستہ ختم ہو گئے۔ آج دنیا میں غلامی کا وجود بھی نہیں ہے اور غلامی کے اسباب بھی موجود نہیں ہیں، لیکن آج کے بعد جب بھی دنیا میں کہیں ایسے حالات پیدا ہوں کہ غلامی دوبارہ وجود میں آئے تو اسلام کے احکام اس سلسلے میں موجود ہیں۔ حضورؐ کے زمانہ میں غلام تھے، چنانچہ آپؐ نے ان کے حقوق اور معاشرتی مقام کے حوالے سے بڑی واضح باتیں ارشاد فرمائیں۔

حضورؐ نے غلاموں کے بارے میں بطور خاص یہ وصیت کی کہ تمہارے اور ان کے معیار زندگی میں فرق نہیں ہونا چاہئے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ اخوانکم خولکم تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔ یہ بھی آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، یہ بھی انسان ہیں، ان کی بھی تمہاری طرح ضروریات ہیں، یہ بھی تمہاری طرح انسانی عزت وشرف کے مستحق ہیں۔ جعلهم الله تحت ایدیکم. تو بس اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ یہ

تمہارے ہاتھ کے نیچے آ گئے ہیں۔ان کو بھی وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور جیسا لباس تم خود پہنتے ہو، ان کو بھی ویسا ہی پہناؤ۔آپؐ نے مزید فرمایا کہ ان سے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لو۔اگر کوئی کام ان کی اہمیت سے زیادہ ہے تو فاعینوھم ، ان کا ہاتھ بٹاؤ، خود ساتھ مل کر کام کرو۔(بخاری، رقم ۲۹)

دین کی بات دوسروں تک پہنچانا

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ہدایت دی ہیں، ہمیں اپنی معاشرتی انفرادی واجتماعی زندگیاں گزارنے کے طریقے بتائے ہیں۔سلیقہ بتایا ہے۔اصول بتائے ہیں، چنانچہ ایک بات یہ بتائی کہ میں جو کچھ تم سے کہہ رہا ہوں، یہ تم تک محدود نہیں رہنا چاہئے۔لیبلغ الشاھد الغائب، جو شخص میری باتیں سن رہا ہے، وہ ان باتوں کو اپنے تک محدود نہ رکھے۔وہ اسے دوسروں تک پہنچائے۔اسلام دعوت اور اجتماعیت کا دین ہے۔ اسے دوسروں تک پہنچانا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔سب سے پہلا دائرہ تو گھر کا ہے۔ ایک دین کی بات علم اور سمجھ میں آئی ہے، اسے آگے پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے۔خود عمل کر کے مطمئن ہو جانا کافی نہیں ہے۔قرآن کریم نے اس کا پہلا دائرہ یہ بیان فرمایا: یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ (تحریم ۶:۶۶) فرمایا اپنے آپ کو بھی آگ سے بچاؤ اور اپنے گھر والوں کو بھی اور یہ وہ آگ ہے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

حضورؐ نے فرمایا کہ جو مجھ سے سنتے ہو، اسے اپنے تک محدود نہ رکھو بلکہ آگے اور لوگوں تک پہنچاؤ۔اس کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ دین کی بات عام ہوگی۔دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے تم سے وہ بات سننے والا تم سے زیادہ سمجھدار ہو اور وہ اس بات سے زیادہ فائدہ اٹھائے اور لوگوں کو زیادہ فائدہ پہنچائے۔یہ بات پہنچانا، دعوت دینا اور دین کا مسئلہ لوگوں میں عام کرنا، یہ بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داریوں میں سے ہے۔

منہ بولے رشتوں کا خاتمہ

جاہلی قدروں میں سے ایک جاہلی قدر جس کے خاتمے کا جناب نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے اعلان ان الفاظ کے ساتھ فرمایا: من ادعی الی غیر ابیہ وانتمیٰ الی غیر موالیہ فعلیہ لعنۃ اللہ التابعۃ الی یوم القیامۃ او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم. ترجمہ بعد میں کروں گا، پہلے اس کا پس منظر عرض کرتا ہوں۔ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ زبان سے رشتے طے ہو جاتے تھے۔ کہ یہ میرا باپ ہے یہ میرا بیٹا ہے۔ بس باپ بیٹا بن گئے۔ یعنی زبان سے معاہدہ کر کے رشتے طے ہو جاتے تھے۔ بھائی بھائی کہہ دیا تو بھائی ہو گئے، باپ بیٹا کہہ دیا تو بس یہ رشتہ بن گیا۔ کسی کو ماں کہہ دیا تو وہ ماں ہو گئی کسی عورت نے کسی کو بیٹا بنا لیا تو بس یہ رشتہ قائم ہو گیا۔ یہ زبان سے اور معاہدے سے رشتہ دار بننا جاہلیت کے زمانے میں تھا اور اس کو معاشرہ میں تسلیم کیا جاتا تھا۔ آج بھی بہت سے معاشروں میں اسے تسلیم کیا جاتا ہے۔

رشتوں کے شرعی اسباب

شریعت نسب کے حوالے سے صہر کے حوالے سے اور رضاعت کے حوالے سے رشتہ تسلیم کرتی ہے۔ یہ تین اسباب ہیں شریعت میں رشتہ قائم ہونے کے۔ پہلا نسب کا ہے کہ جس کے ہاں کوئی پیدا ہو۔ اس حوالے سے باقی رشتے قائم ہو جاتے ہیں، جیسے باپ، ماں، بھائی، چچا، پھوپھی، ماموں وغیرہ، دوسرا سبب صہر کا ہے۔ صہر کہتے ہیں سسرال کو، یعنی سسرال کا رشتہ اب جس عورت کے ساتھ اس کی شادی کی جائے تو اس عورت کی ماں اس کی ماں بن گئی ہے۔ وہ اس پر حرام ہے، اب وہ اس عورت کی ماں سے شادی نہیں کر سکتا، اس کی بیٹی سے شادی نہیں کر سکتا۔ اسے صہر کا یعنی سسرالی رشتہ کہتے ہیں۔ تیسرا سبب رضاعت کا رشتہ ہے جو ہمارے ہاں اکثر نظر انداز ہو رہا ہے۔ رضاعت کا رشتہ یہ ہے کہ ایک بچے نے دودھ کی عمر میں اپنی حقیقی ماں کے علاوہ کسی عورت کا دودھ پی لیا ہے تو بس وہ اس کی ماں بن گئی ہے۔ قرآن کریم نے اسے اس طرح ذکر کیا ہے: امھاتکم الاتی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ (نساء ۴: ۲۳) جہاں قرآن کریم نے محرمات کا ذکر کیا ہے کہ فلاں فلاں عورت سے تمہاری شادی جائز نہیں ہے وہاں یہ بھی ذکر کیا کہ امھاتکم الاتی ارضعنکم۔ وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے، اب وہ تمہاری ماں بن گئی ہے۔

واخواتکم من الرضاعۃ ۔ان کی بیٹیاں تمہاری بہنیں بن گئی ہیں۔

ہمارے احناف کے ہاں دودھ کی عمر میں کسی بچے نے کسی کا دودھ پی لیا ہے تو وہ ماں بیٹا بن گئے ہیں۔اس کا خاوند اس کا باپ بن گیا ہے، اس کی بیٹیاں اس کی بہنیں بن گئی ہیں، اس کے بیٹے اس کے بھائی بن گئے ہیں، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب (بخاری، رقم ۲۴۵۱) جو رشتے نسب میں حرام ہیں، رضاعت میں بھی حرام ہیں۔جس عورت کا دودھ پیا ہے، اس کی بہن اب اس کی خالہ بن گئی ہے۔نسب کی خالہ سے شادی حرام ہے تو رضاعت کی خالہ سے بھی حرام ہے۔جس عورت کا دودھ پیا ہے اس کا خاوند اس کا باپ ہے اور خاوند کا بھائی اس کا چچا ہے۔چچا نسب میں بھی حرام ہے اور رضاعت میں بھی حرام ہے۔تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب میں حرام ہیں، لیکن ہمارے ہاں اس سے اکثر لا پرواہی برتی جاتی ہے اور اس کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔اس سلسلہ میں بے شمار روایات ہیں۔

پردے کے احکام آنے سے پہلے رشتہ دار وغیرہ گھر میں آتے جاتے تھے۔ شریعت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں تھی، تو لوگ بھی ایسی کوئی پابندی نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب پردے کا حکم آیا کہ کوئی غیر محرم سامنے نہیں آئے گا تو ایک صاحب آئے، حضرت عائشہؓ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔خاندان کے آدمی تھے، بتایا کہ میں افلح ہوں۔حضرت عائشہؓ نے کہا کہ نہیں بھئی! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھوں گی کہ تمہیں اندر آنے کی اجازت دے سکتی ہوں کہ نہیں۔چنانچہ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ وہ افلح آئے تھے تو میں نے اجازت نہیں دی، آپؐ نے فرمایا، کہ آنے دیتی، وہ تمہارا چچا لگتا ہے۔یارسول اللہ! وہ میرا چچا کدھر سے لگتا ہے؟ فرمایا اس کے بھائی کی بیوی کا تم نے دودھ نہیں پیا؟ یارسول اللہ پیا ہے۔فرمایا تو بس وہ تمہارا چچا لگا۔حضرت عائشہؓ مذاق سے کہتی ہیں یارسول اللہ! دودھ تو میں نے عورت کا پیا ہے۔فرمایا: ہاں عورت کا ہی پیا ہے، لیکن عورت کا خاوند تمہارا باپ ہے اور باپ کا بھائی تمہارا چچا ہے۔(بخاری، رقم ۴۸۲۸) تو جیسے دوسرا چچا گھر آ سکتا ہے یہ رضاعت کا چچا بھی آ سکتا ہے۔

انصار اور مہاجرین میں مؤاخاۃ

تو میں عرض کر رہا تھا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاہلیت کی جن رسموں کے خاتمے کا اعلان فرمایا، ان میں ایک رسم یہ تبنی اور تآخی کی بھی تھی۔ یہ حضورؐ کے زمانے میں بھی ابتداء میں رہی ہے۔ باپ بیٹا بننے کی رسم حضورؐ نے اپنائی ہے اور بھائی بھائی بننے کی رسم بھی انصار مدینہ کو حضورؐ نے مہاجرین کا بھائی بنایا۔ اسی پرانی رسم کے مطابق مواخات کروائی۔ اس وقت تک وراثت اور دیگر اس طرح کے تفصیلی احکامات نہیں آئے تھے۔ جب مہاجر مدینہ منورہ آئے ہیں تو سینکڑوں کی تعدا میں تھے۔ سینکڑوں کو سنبھالنا اجتماعی طور پر مشکل تھا۔ چنانچہ حضورؐ نے آسان حل نکالا اور ایک ایک مہاجر ایک ایک انصاری خاندان کے حوالے کر دیا اور کہا کہ تم بھائی بھائی ہو۔ اسے مواخات کہتے ہیں۔ جو کہ سیرت کے واقعات میں یہ ایک بہت بڑا واقعہ ہے۔

امت مسلمہ کا اخلاقی بحران

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باہمی حقوق کے حوالے سے ایک بات اور ارشاد فرمائی۔ دورِ جاہلیت میں تو اخلاقیات کا بہت بڑا بحران تھا۔ کوئی کسی کے ہاتھ سے اور کسی کی زبان کے شر سے محفوظ نہیں تھا۔ کسی کے پاس کسی کا مال یا امانت آگئی تو ہڑپ ہوگئی۔ اگر اسے غیر متعلقہ بات نہ سمجھیں تو یہاں ایک بات ذرا سخت سی کہنے لگا ہوں۔ ہمارے آج کے مسلم معاشروں کا سب سے بڑا بحران بھی اخلاقیات کا ہی ہے۔ اگر ہم اس طرف ذرا توجہ دے سکیں تو ہماری آپس کی اخلاقیات کا بھی برا حال ہے اور دوسری اقوام کے ساتھ معاملات بھی ایسے ہی ہیں۔ ہمارے ہاں وہی شخص داؤ نہیں لگاتا جس کا داؤ لگتا نہیں ہے۔ اور جس شخص کا داؤ لگتا ہے وہ معاف نہیں کرتا، لا ماشاء اللہ۔ افراد کی بات نہیں کر رہا، افراد ہمیشہ مستثنیٰ رہے ہیں اور افراد کی استثنا سے ہی نظام چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کی برکت سے معاملات چلاتے رہتے ہیں۔ میں اپنے مجموعی حالات کی بات کر رہا ہوں کہ ہمارے ہاں آج کا سب سے بڑا بحران اخلاقیات کا ہے۔ آج ہماری بین الاقوامی سطح پر تجارتوں میں ناکامی کے اسباب میں ایک بڑا سبب بھی یہی ہے کہ ہم اخلاقیات اور دیانت

کی پاسداری نہیں کر پاتے۔ہم مال میں لین دین میں، معاملات میں اور معاہدات میں مار کھاجاتے ہیں۔ہم کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں، بتاتے کچھ ہیں اور دیتے کچھ ہیں۔

ایک دفعہ ذہن میں آیا ہے، پتہ نہیں ذکر کرنا مناسب ہے یا نہیں۔بہر حال یہ اخلاقیات کے حوالے سے ہی ہے، ذکر کر دیتا ہوں۔پاکستان کا ذکر کر رہا ہوں۔ایک جگہ گزشتہ سال ایک بڑی یونیورسٹی میں مجھے لیکچر کے لئے بلایا گیا اور لیکچر بھی اخلاقیات پر تھا۔چنانچہ میں نے وہاں لیکچر دیا۔ان کا طریقہ ہے کہ وہ آنے والے مہمانوں کو کرایہ وغیرہ دیتے ہیں۔انہوں نے پوچھا مولانا صاحب آپ کیسے آئے ہیں۔میں نے بتایا کہ بھائی میں پبلک ٹرانسپورٹ پر آیا ہوں۔پوچھا آپ کرائے کی گاڑی نہیں لائے؟ میں نے جواب دیا کہ نہیں، میں تو نہیں لایا۔کہنے لگے کہ مولوی صاحب! گاڑی کا کوئی فرضی سا نمبر لکھ دیں، ہم یونیورسٹی کی مد سے آپ کو ٹیکسی کا کرایہ دے دیتے ہیں۔تو میں نے کہا کہ خدا کا خوف کرو بھئی! میں ایک گھنٹہ کس چیز پر لیکچر دیتا رہا ہوں؟ یعنی میرے اخلاقیات پر ایک گھنٹہ بولنے کا نتیجہ یہ نکلا ہے؟ میں پبلک ٹرانسپورٹ سے آیا ہوں اور اسی سے جاؤں گا، میں کوئی ٹیکسی ویکسی نہیں لایا۔تو یہ ہماری آج کی اخلاقی حالت ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہم جو دنیا کی دوسری اقوام کا مقابلہ نہیں کر پا رہے، اس کے ظاہری اسباب میں ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ہم اخلاقیات کے بہت خوفناک بحران کا شکار ہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان ہدایات میں ایک بات یہ بھی ارشاد فرمائی۔جہاں یہ فرمایا کہ دھوکہ نہیں دو گے، خیانت نہیں کرو گے، غیبت نہیں کرو گے، ایک دوسرے پر ظلم نہیں کرو گے، وہاں یہ بھی فرمایا: **الا لا تظلموا ، الا لا تظلموا، الا لا تظلموا.** تین دفعہ فرمایا ظلم کے راستے پر نہ چلنا، ظلم کے راستے پر نہ چلنا، ظلم کے راستے پر نہ چلنا، اور یہ کہہ کر پھر فرمایا: **اسمعوا منی تعیشوا**۔اللہ اکبر، اس محاورہ کا ترجمہ کروں گا ''میری بات سن لو زندگی پا جاؤ گے'' زندگی اسی میں ہے کہ ظلم کا راستہ اختیار نہ کرنا، کسی پر زیادتی نہ کرنا، کسی کے ساتھ ناانصافی نہ کرنا۔اس کے بعد پھر بالخصوص فرمایا: **الالا تظلموا** عمومی طور پر بھی ظلم کا راستہ اختیار نہ کرنا اور بالخصوص آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا۔ناانصافی، ظلم اور زیادتی چھوڑ دو گے تو سوسائٹی کی زندگی اسی میں ہے۔معاشرے کی حیات اس میں ہے۔تو فرمایا: **اسمعوا منی تعیشوا**، میری بات سن لو زندگی پا جاؤ گے۔

ننگے طواف کرنے کی جاہلی رسم

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رسم اور بھی توڑی۔ اس کا اعلان تو پہلے ہی فرما دیا تھا۔ قریش نے اپنا ایک اور امتیاز قائم رکھا ہوتھا۔ وہ یہ تھا کہ بہت سے قبائل کے لوگ اس زمانے میں بیت اللہ کا طواف کرنے آتے تو ننگے طواف کرتے۔ مرد بھی اور عورتیں بھی، عورتوں نے برائے نام سے کوئی لنگوٹی پہنی ہوتی تھی جبکہ مرد بالکل ننگے ہوتے تھے۔ دلیل ان کی یہ ہوتی تھی کہ ہم نیچرل حالت میں جا رہے ہیں۔ انہوں نے شاید اسے کوئی نیچرل کلب سمجھ رکھا تھا۔ کہتے تھے کہ جس حالت میں ہم دنیا میں آئے تھے، اسی حالت میں ہم اللہ کے گھر کا طواف کرتے ہیں۔ قریش جس کو چاہتے تھے لباس پہنا دیتے تھے۔ قریشیوں نے اپنا یہ اعزاز رکھا ہوا تھا کہ وہ جس کو کرتا، چادر دے دیں وہ پہن لیتا تھا جبکہ باقی بغیر کپڑوں کے ہی رہتے تھے۔ اس بات کو بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا کہ مجھے قریش نے لباس پہنایا ہے۔ بہر حال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ننگی حالت میں طواف کرنے کو ختم ہی کر دیا تھا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ذریعے اس کا اعلان اس سے پچھلے سال ۹ ہجری کو ہی کروا دیا تھا کہ اگلے سال کوئی مرد یا عورت اس حالت میں طواف نہیں کرے گا۔ عورت کے لئے پورا لباس ضروری ہوگا جبکہ مرد کے لئے دو چادریں ہوں، تو یہ رسم بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کے موقع پر توڑ دی۔

اسلام کا نظامِ سیاست

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں حجۃ الوداع کے موقع پر اور ہدایات فرمائیں اور ان میں ایک ہدایت یہ بھی تھی کہ آپ نے فرمایا: اسمعوا و اطیعوا وان امر اعلیکم عبد حبشی مجدع اقام فیکم کتاب الله. بات سنو اور بات مانو، یہ نہ دیکھو کہ تمہارا امیر کون ہے، کالا ہے، گورا ہے، عربی ہے، عجمی ہے، اپنے امیر کی بات مانو۔ اگر چہ تم پر ناک کٹا حبشی غلام امیر بنا دیا جائے تو اس کی اطاعت کرو۔ یہ ناک کٹا ہوا ایک محاورہ ہے۔ ہاں شرط یہ ہے: اقام فیکم کتاب الله، اگر کتاب اللہ کے مطابق تم پر حکومت کرتا ہے تو تم پر اس کی اطاعت لازم ہے۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اصول بیان فرمایا کہ امیر کے لئے کتاب اللہ کا پابند ہونا ضروری ہے۔ باقی جو لوگوں کے

امتیازات ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور یہ ایک بہت بڑی تبدیلی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیدا کی۔ علمائے سیاسیات اس پر بڑی بحث کرتے ہیں۔ حضورؐ حکمران بھی تھے، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد کیا سسٹم دیا ہے؟ اس کو خلافت کا سسٹم کہتے ہیں۔ خلافت کا لفظی معنی نیابت ہے۔ لیکن یہ خلافت نیابت کس کی؟ بڑا لطیف اور بڑا باریک فرق ہے۔ اللہ کا خلیفہ یا رسول اللہ کا خلیفہ؟ دونوں میں بڑا اور بنیادی فرق ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ایک شخص نے کہہ دیا: یا خلیفة الله، اے اللہ کے خلیفہ! فرمایا لست بخليفة الله ولكني خليفة رسول الله (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۷۰۴۸) نہیں بھئی، میں اللہ کا خلیفہ نہیں ہوں میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوں۔

اللہ کا خلیفہ ہونے کا مطلب ہے کہ بندہ اللہ کا نمائندہ بن کر حکومت کرے۔ اسی کو تھیا کریسی کہتے ہیں۔ جس طرح کسی زمانے میں پاپائے روم کی حکومت ہوتی تھی۔ یعنی اللہ کا نمائندہ، وہ جو کہہ دے، وہ خدا کی طرف سے سمجھا جائے، امام کے اللہ کا نمائندہ ہونے کا بھی یہی مطلب ہے۔ یعنی اس کا اللہ سے جوڑ ہے، وہ جو کہے گا وہ اللہ کی طرف سے کہا تسلیم ہوگا اور اسے چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دو باتیں بڑی وضاحت سے کہیں۔ پہلی بات یہ کہ لست بخليفة الله ولكني خليفة رسول الله . میں اللہ کا خلیفہ نہیں ہوں بلکہ میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوں۔ مجھے کوئی خدائی اختیارات حاصل نہیں ہیں۔ دوسری بات یہ کہ میں تم پر امیر بنا دیا گیا ہوں لست بخير كم، میں تم میں سے بہتر نہیں ہوں، تمہارے جیسا ہی ہوں۔ یہ ان کی عاجزی اور تواضع تھی۔ امرت عليكم تم پر امیر بنا دیا گیا ہوں، میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق چلوں گا۔ اگر میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کے مطابق تو میرا ساتھ دو۔ وان انا زغت فقومونی ۔ اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دو۔ (طبرانی المعجم الاوسط، رقم ۸۵۹۷)

میں خدا کا نمائندہ نہیں ہوں، رسول اللہ کا نمائندہ ہوں۔ حضورؐ کا خلیفہ ہوں، قرآن کریم اور سنت رسولؐ کا پابند ہوں۔ اگر اس کے مطابق چلوں تو تمہاری ذمہ داری ہے کہ میرا ساتھ دو۔ وان انا زغت، اور اگر ٹیڑھا ہو جاؤں، صحیح راستہ سے ہٹ جاؤں، قرآن کریم اور سنت رسولؐ کی پابندی نہ کر سکوں، فقومونی. بڑا عجیب جملہ فرمایا۔ حضرت صدیق اکبرؓ

نے یہ نہیں کہا کہ مجھے بتادو کہ میں غلطی پر ہوں، کہا مجھے سیدھا کر دو۔

اسلامی ریاست میں رائے عامہ کا کردار

مطلب یہ ہے کہ رائے عامہ کو یہ اختیار اور قوت حاصل ہے کہ وہ حاکم وقت کو قانون اور دستور کے خلاف نہ چلنے دے۔ گویا خلافت اسلامی شخصیت کی بجائے دلیل اور قانون کی حکومت کا نام ہے۔ یہاں اصولیین بہت سے اصول اخذ کرتے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ اسلام کی حکومت پبلک کے سامنے جواب دہ ہے۔ پبلک کو حاکم کے احتساب کا حق حاصل ہے۔ حاکم اپنی مرضی کا مختار نہیں ہے بلکہ قانون اور دستور کا پابند ہے۔ وہ قرآن وسنت کے دائرہ میں رہے گا۔ اگر وہ اس دائرہ میں نہیں رہے گا تو کسی کو بھی حق حاصل ہے کہ وہ اس سے پوچھے کہ کیا کر رہے ہو بھائی؟

آج اصل صورت حال کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت سی باتیں کہی جاتی ہیں۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا جانشین نامزد نہیں کیا۔ ارشادات بہت کئے، مصلے پر کھڑا کیا، حج کا امیر بنایا، لیکن جب نامزد کرنے کی باری آئی تو بخاری شریف کی روایت ہے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں ابوبکرؓ کو بلاؤں اور ان کے بارے میں وصیت کردوں لیکن پھر میں نے سوچا کہ: یأبی اللہ والمومنون الا ابا بکر (بخاری رقم ۵۲۳۴) اللہ بھی ابوبکر کے سوا کسی کو نہیں بنائے گا اور مسلمان بھی ابوبکر کے سوا کسی کو منتخب نہیں کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اہل السنۃ والجماعۃ کی تو بنیاد ہی اس پر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اپنا خلیفہ نامزد نہیں کیا اور اپنے جانشین کا انتخاب کس پر چھوڑ دیا۔ اگر حضورؐ اپنا خلیفہ نامزد کر دیتے تو پھر اس کے بعد نامزدگی ہی چلتی رہتی۔

حجۃ الوداع کے موقع پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے امیر کی اطاعت کرو۔ لیکن امیر کی اطاعت تب کرو جب وہ تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق اور میری سنت کے مطابق حکومت کرے۔ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا دوسرا پہلو ذکر کیا۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اگر مسلمان حاکم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کے مطابق حکومت کرتا ہے تو اس کی اطاعت کرو، تمہارا مفاد

اگر مجروح ہوتا ہے تب بھی اس کی اطاعت کرو، تم پر ظلم کر رہا ہے تب بھی اطاعت کرو، صبر کرو اور برداشت کرو تاوقتیکہ فساد نہ پیدا ہو۔ ہاں اگر کفر کا ارتکاب کرتا ہے تو پھر اطاعت واجب نہیں ہے۔ (بخاری، رقم ۶۵۳۲) اس کی پھر الگ تفصیل ہے جس کا اس وقت موقع نہیں۔

قرآن وسنت کے ساتھ بے لچک وابستگی

حضورؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر جہاں ہمیں اور بہت سی نصیحتیں فرمائیں ہدایات فرمائیں، وہاں یہ فرمایا کہ: فاعقلوا ایھا الناس! واسمعوا قولی۔ لوگو میری بات سنو اور میری بات سمجھو۔ انی قد بلغت، میں نے اللہ کا پیغام تمہیں پہنچا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو پیغام تمہارے لئے دیا تھا، وہ پیغام میں نے تم لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔ اور اب میں تم میں دو باتیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ترکت فیکم ما ان تمسکتم به فلن تضلوا ابدا. میں تم میں دو چیزیں ایسی چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر ان چیزوں کو مضبوطی سے تھام لو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ وہ چیزیں کون سی ہیں؟ فرمایا: کتاب اللہ وسنة نبیه اللہ کا قرآن اور اللہ کے پیغمبر کی سنت۔ فرمایا کہ قیامت تک کے لئے تمہیں یہ راہنما دے کر جا رہا ہوں۔ ایک دوسرے مقام پر اپنے وصال سے چند دن پہلے بھی یہ جملہ ایک موقع پر بھی فرمایا: انی ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ سنة نبیه (موطا امام مالک، رقم ۱۳۹۵) میں دو چیزیں تم میں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک ان دو چیزوں کو تم مضبوطی سے تھامے رکھو گے، گمراہ نہیں ہو گے۔ گمراہ اسی وقت ہو گے جب ان کو چھوڑ دو گے۔ قرآن کریم اور سنت رسول۔

ایک اور روایت میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات ایک اور انداز سے بیان فرمائی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یاتی علی الناس الزمان، ایک زمانہ آئے گا، لا تطاق المعیشة فیه الا بالمعصیة، گناہ کے بغیر زندگی بسر کرنا کسی کی طاقت میں نہیں ہوگا۔ ہر طرف گناہ کا دور دورہ ہوگا۔ زندگی گزارنے کا جو طریقہ بھی اختیار کرو گے۔ گناہ اس کا گھیرا ڈالے ہوئے ہوگا۔ فرمایا: فاذا کان کذالک الزمان فعلیکم بالھرب۔ جب ایسا زمانہ آجائے تو تم بھاگ جانا، لفظی ترجمہ یہی ہے۔ ھرب بھاگنے کو کہتے ہیں۔ اگر زمانہ آجائے تو تم پر لازم کہ بھاگ جاؤ۔ اب بھاگ کر کدھر جائیں؟ خرابی اگر کسی شہر میں ہو تو

شہر چھوڑ جائیں، ملک میں ہو تو ملک چھوڑ جائیں ایک براعظم میں ہے تو براعظم چھوڑ دیں، لیکن آپ تو زمانہ فرمار ہے ہیں۔ چلو اگر ایک علاقہ میں ایسی بات ہو تو علاقہ چھوڑ دیں، کیونکہ ہجرت تو اسی کا نام ہے کہ ایک جگہ اسلامی تعلیمات کی رو سے زندگی گزارنا ممکن نہ رہے تو چھوڑ کر دوسرے علاقے میں چلے جائیں۔ لیکن آپ تو فرمار ہے ہیں: اذا کان کذالک الزمان، کہ جب ایسا زمانہ آ جائے، تو آپؐ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ: فعلیکم بالھرب الی اللّٰہ والی کتاب اللہ والی سنۃ نبیہ۔ (الدیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۸۶۸۷) اللہ کی کتاب اور اللہ کے پیغمبر کی سنت کی طرف بھاگ کر جانا۔ یہ تمہاری پناہ گاہ ہو گی۔ فتنوں اور خرابیوں کے زمانے میں، جب ایمان بچانا مشکل ہو جائے گا، جب مسلمان کے لئے اپنا اخلاق بچانا مشکل ہو جائے گا، جب ہر طرف سے فتنے مسلمان کو گھیر لیں گے اور مسلمانوں کے لئے ابتلائیں اور مشکلات ہوں گی تو اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول کی سنت تمہاری پناہ گاہ ہو گی۔ اس طرف بھاگ کر آ ؤ گے تو بچ جاؤ گے ورنہ دنیا میں کہیں پناہ نہیں ملے گی۔

تو یہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایھا الناس واسمعوا قولی، لوگو میری بات سمجھو، میری بات سنو۔ انی قد بلغت، میں نے اللہ کا پیغام تمہیں پہنچا دیا ہے۔ وترکتُ فیکم اور میں نے تم میں ایسی چیز چھوڑی ہے، ان اعتصمتم بہ اگر تم نے انہیں مضبوطی سے تھام لیا، لن تضلوا ابدًا کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ فرمایا: کتاب اللّٰہ وسنۃ نبیہ اللہ کی کتاب اور اللہ کے پیغمبر کی سنت۔

حضرات محترم! جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو ارشادات فرمائے، ان کے کچھ اہم حصے کسی ترتیب کے بغیر چار پانچ مجالس میں، مَیں نے آپ کے سامنے عرض کیے ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر کی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔

انسانی حقوق کا پہلا عالمی منشور

آج دنیا میں انسان کی معاشرتی ذمہ داریوں اور حقوق کے حوالہ سے اقوام متحدہ کا ہیومن رائٹس چارٹر بہت اہمیت رکھتا ہے۔ وہ سیاسی طور پر ایک بڑے سمبل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، اور بعض حوالوں سے وہ سمبل ہے بھی، جبکہ بہت سے حوالوں سے یہ اسلامی تعلیمات سے ٹکراتا بھی ہے۔ لیکن اگر ہم اس ارتقاء کو دیکھیں جو تیرہ چودہ سو سال میں ہوا ہے،

یعنی تیرہ سو سال بعد دنیا جن اصولوں پر آئی ہے، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کی رہنمائی کے یہ اصول تیرہ چودہ سو سال پہلے ہمیں بڑی وضاحت کے ساتھ عطا فرمائے تھے۔ اور یہ انسانی برادری کے حوالے سے تھے کسی علاقائی یا نسلی حوالے سے نہیں تھے۔ آج لوگ گلوبلائزیشن اور انٹرنیشنلزم کا نعرہ لگاتے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ نسل، رنگ، وطن اور قومیت سے بالاتر ہو کر سب سے پہلے جس شخصیت نے دنیا کو خطاب کیا ہے، اس کا نام محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سب سے پہلی دعوت دی تو یہ کہہ کر مخاطب ہوئے: یا ایھا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا (مسند احمد، رقم ۱۵۴۴۸) اے لوگو! کہو اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ آپ کے مخاطب عرب اور مکی تھے۔ یہ بالکل ابتدائی دعوت تھی۔ ابھی دو چار لوگ ہی مسلمان ہوئے تھے۔ اس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ عرب کا ٹائٹل اختیار کیا، نہ قریش کا، نہ علاقے کا، بلکہ کہا نا یھا النـــاس۔ اس لئے میں یہ عرض کیا کرتا ہوں کہ دنیا میں سب سے پہلے گلوبلائزیشن کی بات جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ آپؐ نے قوم، رنگ، نسل اور جغرافیہ سے بالاتر ہو کر نسلِ انسانی کو مخاطب کیا۔ اور صرف مخاطب ہی نہیں کیا بلکہ اس کے اصول بتائے ہیں، اس کے ضوابط بتائے ہیں، اخلاقیات بتائی ہیں اور پھر عملی طور پر ایک سوسائٹی بنا کر دکھائی ہے۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ مبارکہ بین الاقوامیت کا پہلا اور سب سے جامع منشور تھا۔ آج بھی ہمارے لیے اور دنیائے انسانیت کے لئے یہی منشور رہنما منشور ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ہم اس کو پیش کرنے کے قابل ہو جائیں۔ بڑی سخت بات کہہ رہا ہوں۔ ایک یہ ہے کہ شائع کر کے دنیا تک پہنچا دینا، ایک یہ ہے کہ ہم عملی طور پر اس کا نمونہ پیش کر سکیں، حوالہ پیش کر سکیں۔ لوگ ہمیں دیکھ کر سمجھیں کہ یہ لوگ اس منشور پر عمل کرنے والے لوگ ہیں۔ تو پھر آج بھی یہ منشور دنیا کے لیے ہدایت اور امن کا پیغام ہے۔ لیکن یہ موقوف اس پر ہے کہ کس دن ہم اپنے قول، عمل اور کردار کے حوالے سے دنیا کو دعوت دینے کی پوزیشن میں آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیں اور ہماری کمزوریوں اور کوتاہیوں کو معاف فرماتے ہوئے ہمیں قرآن کریم اور سنت رسول پر صحیح طور پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

حاجیوں کو چند نصیحتیں

(مفتی اعظم مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ)

حضرات علماء کرام، بزرگان محترم اور برادران عزیز! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اسلام کا ایک عظیم رکن

حج اسلام کا ایک عظیم اور پانچواں رکن ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے' ایک اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز کو قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرتے رہنا اور بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ جس طرح اس مسجد کے ستون ہیں اور اس کے اوپر چھت ہے اسی طرح یہ پانچ اعمال اسلام کے ستون اور رکن ہیں۔ بیت اللہ کا حج کرنا بھی اسلام کا ایک عظیم الشان رکن ہے۔

حج کی ایک بہت بڑی فضیلت

جو حضرات حج سے واپس آئے ہیں تو ان کیلئے میں ایک حدیث شریف سناتا ہوں کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ ''جو شخص حج کرے اور اس میں نہ تو فحش باتیں کرے نہ گناہ کرے، وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو کر واپس ہوگا، جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنا ہے''۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جس آدمی نے حج کی عبادت ادا کی اور اس میں اس عمل کی باتیں نہ کیں حتیٰ کہ اس نے اپنی بیوی سے بھی حالت احرام میں فحش باتیں نہیں کیں اور ایسا کوئی عمل بھی نہیں کیا جس کو فسق یعنی گناہ کبیرہ کہا جائے تو گناہوں

سے ایسا پاک ہو کر لوٹتا ہے جیسا اس دن پاک تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔

حج کے بعد گناہوں سے بچنے کا اہتمام

جو حضرات حج سے واپس آئے ہیں، میں ان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ان کا حج مبارک کرے اور قبول فرمائے آمین! اللہ تعالیٰ نے حج کرنے والوں کو گناہوں سے پاک کر دیا ہے اور اب اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے آپ کو گناہوں سے بہت زیادہ بچانے کا اہتمام کریں۔ آج جمعۃ المبارک میں ہم نے دھلے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے ہیں جب آدمی نئے یا دھلے ہوئے کپڑے پہنتا ہے تو اسے طبعی طور پر یہ تقاضا ہوا ہے کہ میرے کپڑے میلے نہیں ہونے چاہئیں۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے حج کرنے والوں کو گناہوں سے پاک کر کے واپس بھیجا ہے تو ان کو پہلے سے زیادہ اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کا اہتمام کرنا چاہئے، اس لئے وہ اپنی آنکھوں کو، اپنے کانوں کو، اپنی زبانوں کو، اپنے دل کو، اپنے ہاتھوں کو اور اپنے پاؤں کو اور خصوصی طور پر اپنے پورے سراپا کو گناہوں سے بچانے کا اہتمام کریں۔

آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ گناہوں سے بالکل پاک رہنا تو نبی یا فرشتہ کا کام ہوتا ہے کیونکہ نبی یا فرشتے معصوم ہوتے ہیں اور انسان سے تو کچھ نہ کچھ گناہ ہوتے ہی رہتے ہیں؟ خوب سمجھ لیجئے جو گناہ ہو جائیں ان کی معافی کا راستہ بھی کھلا ہوا ہے اور وہ یہ کہ جب بھی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ واستغفار کر لو۔ آدمی اگر توبہ واستغفار کر لے تو وہ گناہ معاف ہو جائیں گے اور پھر وہ آدمی ایسا ہو جاتا ہے کہ جس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسا کہ اس کا گناہ تھا ہی نہیں“۔

گناہ انسان کو اپنی طرف کھینچتے ہیں

اگر آپ گناہوں سے بچنا چاہتے ہیں تو اس کا راستہ قرآن کریم نے یہ بتلایا ہے کہ ”اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور سچوں کے ساتھ رہو“۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے شروع میں فرمایا ” یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ“

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو) اللہ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ چھوٹے گناہوں سے بھی اور بڑے گناہوں سے بھی بچو۔

اب سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ گناہوں سے بچنا تو مشکل کام ہے، بازار میں نکلے ہیں تو نامحرم عورتیں نظر آتی ہیں اور آنکھ بہک جاتی ہے، جب موسیقی سنائی دیتی ہے تو اس سے لذت اور مزہ آنے لگتا ہے اور کان بہک جاتے ہیں، کبھی زبان سے ناجائز کلمات ادا ہو جاتے ہیں کبھی ہاتھ کسی نامحرم کو چھو دیتا ہے، کبھی دل کا گناہ ہو جاتا ہے تو گناہ طرح طرح کے ہیں سارا ماحول گناہ آلود ہے۔ گناہ انسان کو اپنی طرف کھینچتے ہیں گناہوں میں کشش ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی آزمائش کیلئے گناہوں میں کشش رکھی ہے تو گناہوں سے کیسے بچیں۔

قرآن کریم کا ایک خاص انداز ہے جب وہ کوئی ایسا حکم دیتا ہے کہ جس پر عمل کرنا بظاہر مشکل ہو تو اس کے ساتھ آگے یا پیچھے ایک حکم اور دیدیتا ہے جس سے پہلے کام کو کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اسی لئے آگے فرمایا" وکونوا مع الصدقین " اور سچوں کے ساتھ رہو۔ تم کو گناہوں سے بچنا بڑا مشکل معلوم ہو رہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم آسانی کا راستہ بتا دیتے ہیں کہ سچوں کے ساتھ رہو۔ یعنی ایسے لوگوں کے ساتھ رہو جو عقیدے کے بھی سچے ہیں، زبان کے بھی سچے ہیں، دل کے بھی سچے ہیں اور عمل کے بھی سچے ہیں یعنی تقویٰ والے اور اللہ سے ڈرنے والے ہیں، اگر نیک لوگوں کے ساتھ جڑے رہو گے تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا!

جو لوگ حج سے واپس آئے ہیں اب ان کو اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا ہے اور گناہوں سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ دین دار لوگوں سے اپنا جوڑ قائم کرو۔ ایسے بزرگ تربیت یافتہ اور بقدر ضرورت دین کا علم رکھنے والے ہوں۔ ان سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کرو اگر وہ مجاز بیعت ہیں تو ان سے بیعت ہو جاؤ تو بہت اچھا ہے۔ اگر بیعت نہیں ہو رہے تو ان سے اپنا اصلاحی تعلق تو ضرور قائم کرو۔ ان کے پاس آتے جاتے رہا کرو، ان کی زیادہ سے زیادہ صحبت حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ جب ان سے ملتے رہو گے تو رفتہ رفتہ دل میں گناہوں سے نفرت پیدا ہونے لگے گی اور نیکیوں کی طرف رغبت پیدا ہونے لگے گی۔

ایک روشن مثال

تجربہ شاہد ہے کہ اگر آپ کسی سفر میں جا رہے ہوں اور آپ کے ساتھ جتنے بھی

لوگ ہیں، ان میں سے کوئی بھی نمازی نہیں ہے تو آپ دیکھ لیجئے گا کہ آپ کیلئے وضو کرنا، نماز پڑھنا اور سمت قبلہ معلوم کرنا کتنا مشکل کام ہوگا اور اگر وہ لوگ حلال وحرام کی بھی فکر نہیں کرتے، حلال مل گیا تو وہ بھی کھا لیتے ہیں اور حرام مل گیا تو وہ بھی کھا لیتے ہیں، وہ خنزیر کا اور ذبیحہ کے بغیر جو حرام مردار کا گوشت ملتا ہے وہ بھی کھا لیتے ہیں اور ہر قسم کا گوشت کھا لیتے ہیں تو ایسے لوگوں کے ساتھ حلال گوشت کا کھانا کتنا مشکل ہوگا! اس طرح دین پر عمل کرنا آپ کیلئے مشکل سے مشکل ہوتا چلا جائے گا۔

اس کے برخلاف اگر آپ کے ہم سفر سارے کے سارے نمازی ہیں، وہ گناہوں سے اور حرام سے بچنے والے ہیں تو آپ کیلئے وضو کرنا بھی آسان، نماز پڑھنا بھی آسان، سمت قبلہ معلوم کرنا بھی آسان اور حلال کھانا بھی آسان ہو جائے گا کیونکہ وہ سب کے سب ایک دوسرے کے ساتھ نیک کاموں میں تعاون کرنے والے ہوں گے۔ آپ کیلئے ان کے ساتھ رہ کر گناہ کرنا مشکل ہو جائے گا جب آپ ایسے لوگوں کے ساتھ رہیں گے تو گناہ کرنا بھی چاہیں گے تو نہیں کر سکیں گے کیونکہ نیک لوگوں کے ساتھ رہ کر نیکیاں کرنا آسان ہو جاتی ہیں اور گناہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور برے لوگوں کے ساتھ رہ کر نیکیاں کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور گناہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

تو قرآن کریم نے یہ نسخہ بتا دیا کہ اگر گناہوں سے بچنا ہے تو اس کا آسان راستہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ والوں سے جوڑ کر رکھو تو پھر اس طرح گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا اور اگر پھر بھی کچھ گناہ ہوئے تو فوراً توبہ واستغفار کی توفیق ہو جائے گی اور جب توبہ و استغفار کی توفیق ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے ہاں گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

اگر بزرگوں کی صحبت میسر نہ ہو

الحمدللہ رنگوں میں ماشاء اللہ بزرگوں کے تربیت یافتہ علماء موجود ہیں اگر کوئی ایسی جگہ ہے جو ایسے بزرگوں سے خالی ہے تو ہماری تبلیغی جماعت بہت اچھا کام کر رہی ہے اور یہ بات تجربے سے ثابت ہے کہ جو لوگ تبلیغی جماعت کے ساتھ لگ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے دین کی حفاظت ہو جاتی ہے۔ تو خلاصہ یہ ہے کہ اللہ والوں اور نیک لوگوں

کے ساتھ جڑو اور ایسے لوگوں سے دوستیاں پیدا کرو جو نیک ہوں اور جو لوگ خدا اور آخرت سے بے فکر ہیں ان سے دوستی نہ بڑھاؤ۔ اپنی دوستی ان لوگوں سے بڑھاؤ جن کے پاس رہ کر تمہارے دل میں دین پر عمل کرنے کے جذبات پیدا ہوں۔ اللہ والوں سے جڑنے کا ایک راستہ اور بھی ہے کہ ان کی کتابیں مطالعہ کیلئے اپنے پاس رکھیں (آپ جس زبان میں پڑھ سکتے ہیں اس زبان میں ان کی کتابیں آپ کے پاس ہونی چاہئیں) کیونکہ ہر وقت کوئی بزرگ آپ کو میسر نہیں ہوگا کہ آپ ہر وقت اس کے پاس رہ سکیں تو دوسرے فارغ اوقات میں ان کی کتابوں کا خود بھی مطالعہ کریں اور اپنے بچوں اور گھر والوں کو بھی مطالعہ کروائیں۔ اس طریقے سے بھی بزرگوں کے ساتھ جوڑ مزید مستحکم ہوگا! تو جو حضرات حج کر کے آئے ہیں ان کیلئے تو یہ بطور خاص ایک بات تھی لیکن یہ بات صرف حج کر کے آنے والوں کیلئے نہیں بلکہ سب کیلئے عام ہے کہ گناہوں سے بچیں اور اللہ والوں کی صحبت اختیار کریں۔

کن لوگوں پر حج فرض ہے

بہت سے لوگوں پر تو حج فرض ہی نہیں ہوتا کیونکہ حج فرض ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ اس کے پاس اتنا پیسہ ہو کہ وہ آدمی سواری کر کے حج کو جا سکے اور واپس آسکے اور دوسری یہ کہ اتنی صحت ہو کر وہ اتنا لمبا سفر سواری پر کر سکے۔ اگر کسی کو حج کے زمانے میں کبھی بھی اتنی صحت نہیں ملی تو وہ کتنا ہی مال دار ہو اس پر حج فرض نہیں ہوتا یا کوئی آدمی تندرست تھا مگر کبھی بھی اس کے پاس اتنے پیسے نہیں ہوئے کہ وہ حج کو جا سکے اور واپس آسکے تو اس پر بھی حج فرض نہیں لیکن اگر کسی بالغ شخص کی ملکیت میں کبھی اتنا پیسہ آیا کہ اگر وہ حج کو پانی کے جہاز سے یا ہوائی جہاز سے یا خشکی کے راستے سے جا کر حج کر کے واپس آسکتا ہے اگر چہ اس کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ مدینہ طیبہ بھی جا سکے اس کے پاس صرف اتنی رقم ہے کہ وہ مکہ معظمہ منیٰ مزدلفہ اور عرفات میں حج کر کے سواری پر واپس آجائے اور اس کی صحت بھی اس سفر کے قابل تھی تو ہر ایسے شخص پر حج فرض ہو گیا۔

بہت سے لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ حج فرض ہو جانے کے بعد اگر ہمارے پاس مال نہیں رہا تو ہم پر حج فرض نہیں رہا۔ یہ بڑی غلط فہمی ہے کیونکہ جب ایک مرتبہ کوئی عبادت فرض ہو جائے تو پھر جب تک اس کو ادا نہیں کریں گے تو وہ فرض آپ کے ذمے یوں ہی برقرار رہے

گا۔ فرض کیجئے کہ ایک شخص پندرہ یا اٹھارہ سال کی عمر میں بالغ ہوا اور اس کے پاس شوال سے لے کر ذوالحجہ کے شروع تک اتنے پیسے موجود تھے اور اتنی صحت بھی تھی کہ حج کو چلا جاتا لیکن وہ حج کو نہیں گیا۔ بعد میں جب اس کی عمر بیس پچیس سال ہو گئی اور اب اس کے پاس اتنے پیسے نہیں رہے کہ حج کو جا سکے تو خوب سمجھ لیجئے کہ اگر اب اس کے پاس پیسے نہیں ہیں تب بھی اس پر حج فرض ہے اگر حج ادا نہیں کرے گا تو گناہ گار رہے گا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی پر نماز فرض ہوئی، نماز کا وقت آیا اور گزر گیا اور اس نے نماز نہیں پڑھی لیکن نماز کا فریضہ تو اس کے ذمے رہا تو اس کو چاہئے کہ قضاء نماز پڑھے۔ اسی طرح اگر کسی نے تندرست ہونے کے باوجود رمضان کے روزے نہیں رکھے تو روزوں کا فریضہ اس پر باقی رہا اس کو چاہئے کہ روزوں کی قضا کرے۔ اسی طرح حج فرض ہو جانے کے بعد جب تک وہ حج نہیں کرے گا تو اس کے ذمے یہ فریضہ برقرار رہے گا اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ حج کی ادائیگی فی الفور فرض ہے اگر آدمی کو صحت کے زمانے میں حج کی قدرت ہو جائے تو پھر حج کو مؤخر کرنا گناہ ہے۔

حج فرض سے ٹال مٹول

ہم میں بہت سارے لوگ ہیں کہ ہمارے پاس اتنے پیسے ہیں کہ ہم حج کر سکتے ہیں لیکن ہمارا فلاں فلاں کام باقی ہے، مکان بنوانا ہے، بچوں کی شادیاں کرنی ہیں، کارخانہ اور کاروبار چل رہا ہے، اس کے فلاں فلاں کام ہیں ذرا وہ نمٹ جائیں، اگلے سال چلے جائیں گے تو خوب سمجھ لیجئے کہ اگلے سال کیلئے حج کو سخت مجبوری کے بغیر موخر کرنا جائز نہیں ہے۔ آپ اگلے سال حج کر بھی لیں گے تو بھی تاخیر کرنے کا گناہ ہوگا۔

حج کی فرضیت کے بعد اسکی ادائیگی فی الفور واجب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ ''جو شخص حج کا ارادہ رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ وہ جلدی کرے'' (ابوداؤد)

آج آپ نے ٹال دیا کہ اس سال بیٹی وغیرہ کی شادی ہونی ہے اس لئے اس سال حج نہیں کرتے، اگلے سال کر لیں گے، یہ بھی بڑی غلطی ہے کیونکہ کچھ نہیں پتہ کہ اگلے سال آپ کے پاس پیسے بھی ہونگے یا نہیں ہونگے؟ اتنی صحت بھی ہوگی یا نہیں ہوگی؟ زندہ بھی رہیں گے یا نہیں؟ اس واسطے جیسے ہی کسی پر حج فرض ہو جائے تو اس کو ادا کرنے کی جلد بھرپور کوشش کرنی چاہئے اور اس میں سستی نہیں کرنی چاہئے۔

حج نہ کرنے والوں کیلئے ایک وعید

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ''جس شخص کو حج سے نہ کھلی حاجت مندی روکے، نہ کوئی ظالم حکومت اور نہ کوئی ایسا مرض جس سے وہ سفر کے قابل نہ رہے پھر وہ حج کے بغیر مر جائے (تو اللہ کو پرواہ نہیں ہے چاہے وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر''

جس شخص کو ایسا افلاس اور مجبوری نہیں کہ وہ حج کو نہ جا سکے اور حکومت کی طرف سے بھی ایسی کوئی رکاوٹ نہیں ہے کہ حکومت نے حج پر جانے سے بالکل منع کر رکھا ہو اور اس کو کوئی ایسی بیماری بھی نہیں جو حج کیلئے جانے نہیں دیتی۔ پھر بھی وہ آدمی حج نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں چاہئے وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر مرے۔ قرآن کریم نے یہی مضمون اس انداز میں ارشاد فرمایا ہے کہ '' ان اول بیت وضع '' الخ (آل عمران) '' بے شک سب سے پہلا گھر جو (عبادت کیلئے) مقرر ہوا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو کہ میں ہے اور برکت والا ہے اور ہدایت ہے جہاں بھر کے لوگوں کیلئے اور اس میں نشانیاں ہیں ظاہر جیسے مقام ابراہیم اور جو اس کے اندر آیا وہ امن کا مستحق ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو شخص قدرت رکھتا ہو اس تک پہنچنے کے راستے کی اور جو نہ مانے تو اللہ پرواہ نہیں رکھتا جہاں کے لوگوں کی''۔

حج کا ارادہ کرنے کا فائدہ

جن حضرات پر حج فرض ہے وہ آج ہی سے پکا ارادہ کر لیں اور اس کیلئے کوشش شروع کر دیں جب کوشش کریں گے تو ان شاء اللہ کامیابی مل جائے گی۔ حج کا ارادہ کرنے سے دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ آج ہی سے ارادہ کر لیں گے تو آپ کو آج ہی سے حج کا ثواب ملنا شروع ہو جائے گا۔ حدیث میں آتا ہے کہ ''تمام اعمال کا دارومدار (انسان کی) نیت پر ہے''۔

بیت اللہ شریف کی عجیب شان

جن حضرات پر حج فرض نہیں لیکن ان کا بھی دل چاہتا ہے کہ وہ حج کو جائیں حج کیلئے ہر مسلمان کا دل چاہتا ہے اس کے ایمان کا تقاضا ہے اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف میں ایسی کشش رکھی ہے کہ دور بیٹھا ہوا آدمی بھی اس کی کشش محسوس کرتا ہے اور وہاں پہنچ کر

تو بیت اللہ کی کشش بالکل سامنے آجاتی ہے اور اس کا احساس واضح طور پر ہوتا رہتا ہے۔

بیت اللہ شریف کالے پتھر کا ایک کمرہ ہے' جس میں کھڑکیاں اور روشندان بھی نہیں ہیں اور آرکیٹیکچر کا کوئی بظاہر کمال بھی اس میں نظر نہیں آتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں ایسی کشش رکھی ہے کہ اس کی طرف دل کھچا چلا جاتا ہے اور اسکو دیکھنے سے آنکھیں کبھی سیر نہیں ہوتیں اگر آدمی اس کو جی بھر کر دیکھنا چاہے تو اس کو دیکھنے سے انسان کا دل کبھی نہیں بھرتا اور اس کا دل چاہتا ہے کہ اسے دیکھتا ہی رہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ کی تعمیر کے بعد اللہ تعالیٰ سے جو دُعائیں کی تھی ان میں یہ دُعا بھی تھی کہ "ربنا انی اسکنت الخ (ابراھیم) "

"اے رب میں نے بسایا ہے اپنی ایک اولاد کو (یعنی اسماعیل علیہ السلام کو اور ان کے غصے سے ان کی نسل کو) ایک ایسی وادی میں کہ جہاں کوئی کھیتی نہیں تیرے محترم گھر کے پاس' اے رب ہمارے! تا کہ یہ قائم رکھیں نماز کو تو آپ کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دیجئے اور ان کو ثمرات (ونتائج) سے رزق عطا کیجئے تا کہ یہ شکر کریں"۔

یہ دُعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوئی جس کا مشاہدہ مکہ مکرمہ میں ہر شخص دیکھتا ہے عالم اسلام میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کو شوق ہوتا ہے اور ان کی بھی یہ چاہت ہے کہ ان کو اس کی دولت نصیب ہو جائے ان کیلئے میں دو باتیں عرض کروں گا جس سے مجھ کو بہت فائدہ اور اس نے بہت سے دوسرے لوگوں کو بھی فائدہ ہوا!

بیت اللہ شریف کی حاضری کا نسخہ

بیت اللہ شریف کی حاضری کیلئے کوشش کے ساتھ دُعا کا بھی اہتمام کرنا چاہئے قبولیت دُعائے خاص خاص اوقات میں دُعا کی جائے، ہر فرض نماز کے بعد بھی قبولیت دُعا کا خاص وقت ہے۔ ایک مرتبہ ہمارے مرشد عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے نکتہ کی بات ارشاد فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے لئے اپنی امت سے اذان کے بعد صرف ایک دُعا کیلئے فرمایا: "اے اللہ! اس کامل دُعا کے پروردگار اور قائم

ہونے والی نماز کے پروردگار محمد ﷺ کو توسیلہ اور بزرگی عطا کر اور ان کو مقام محمود پر پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے، آپ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتے"۔ دیکھئے! حضور ﷺ نے اس امت کیلئے کتنی دُعائیں کی ہیں لیکن اپنی امت سے اس ایک دُعا کے بارے میں فرمایا کہ تم میرے لئے یہ دُعا کرو۔ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اس بات کی علامت ہے کہ دُعا کی قبولیت کا خاص وقت ہے تو تم اس موقع پر اپنے لئے بھی دُعا کرلیا کرو۔

ہمارے شیخ نے یہ ہمیں ایسا کر بتلایا کہ الحمد للہ جب اس کی توفیق ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ بڑی بڑی مشکلیں حل کردیتے ہیں، جن حضرات نے ابھی حج نہیں کیا کیونکہ ان کے پاس اتنے پیسے اور ذرائع نہیں اگرچہ ان پر ابھی حج فرض نہیں ہوا لیکن ان کا دل حج کرنے کے لئے تو بہت چاہتا ہے تو اس کیلئے عملی کوشش بھی کریں اور دُعا چلتے پھرتے بھی کرتے رہا کریں، خاص خاص اوقات میں دُعا کا اہتمام کریں اور اذان کے بعد کی دُعا پڑھنے کے بعد بھی بیت اللہ شریف کی حاضری کیلئے دُعا کرلیا کریں۔

حج کیلئے دُعا کی درخواست

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کئی مرتبہ حج کیلئے تشریف لے گئے۔ جب وہاں سے واپس آکر حج کے حالات سناتے تھے تو مجھے بڑی حسرت ہوتی تھی کہ کاش! میں بھی حج کیلئے جاتا مگر اس وقت تک میرے پاس اتنے پیسے ہی نہیں ہوتے تھے کہ میرے اوپر حج فرض ہوتا۔ ایک مرتبہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حج سے واپس تشریف لائے، وہ وہاں کے حالات سنانے لگے تو میں نے عرض کیا کہ میرے لئے دُعا کردیجئے کہ اللہ پاک مجھے بھی حج کرادے۔

حج کیلئے کوشش کرنا بھی ضروری ہے

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے مہربان اور شفیق باپ تھے۔ وہ فقیہ الملت اور ولی اللہ تھے۔ میں نے ان سے دنیا کیلئے دُعا کی درخواست نہیں کی تھی بلکہ حج کیلئے کی تھی۔ اس پر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے حج کی دُعا نہیں کروں گا! اور یہ بات سنجیدہ ہو کر فرمائی، مذاق میں نہیں فرمائی۔ میں سخت پریشان ہو گیا، میں نے ڈرتے ڈرتے وجہ پوچھی تو فرمانے لگے کہ: "تمہیں حج کا شوق نہیں ہے"۔ میں

نے کہا کہ مجھے تو حج کرنے کا بہت شوق ہے، جب آپ سے حج کے حالات سنتا ہوں تو تنہائی میں روتا ہوں۔ اس پر پھر فرمایا کہ نہیں! تمہیں حج کا شوق نہیں ہے۔ اگر تمہیں حج کا شوق ہوتا تو اس کیلئے کچھ تیاری کرتے! بتاؤ تم نے کچھ حج کی تیاری کی! تم نے کتنے پیسے جمع کئے؟ میں نے کہا کہ میں نے تو کوئی پیسے جمع نہیں کئے کیونکہ اس زمانے میں میری ڈیڑھ سو روپے پاکستانی تنخواہ تھی اور میری ایک بچی بھی تھی۔ میں نے عرض کیا ''ان پیسوں میں کیسے تیار کرتا''؟

فرمایا'' کیا تم مہینے میں ایک روپیہ بھی نہیں بچا سکتے تھے''؟

میں نے عرض کیا کہ اتنا تو بچا سکتا تھا۔

فرمایا بتاؤ! تم نے کتنے روپے جمع کئے؟ اگر تمہیں حج کا شوق ہوتا تو تمہاری قدرت تھی اتنے روپے تو ضرور جمع کرتے!

بڑی بہن کے حج کے شوق کا واقعہ

اس کے بعد حضرت والد صاحب رحمہ اللہ علیہ نے ہماری سب سے بڑی بہن کا نام سنایا ان کی زندگی زیادہ تر بڑی غربت اور افلاس میں گزری تھی۔ ان کا اڑتالیس سال کی عمر میں کراچی ہی میں انتقال ہو گیا۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ جب تمہاری بہن کا انتقال ہوا تو اس کے سامان میں ایک بٹوا نکلا۔ اس بٹوے کے اندر پینتیس روپے تھے اور یہ پرچہ پڑا ہوا تھا کہ یہ پیسے حج کیلئے ہیں اس بے چاری کو شادی کے بعد جتنے سال ملے تھے ان میں اس نے ایک ایک دو دو پیسے کر کے یہ پینتیس روپے حج کیلئے جمع کئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا پینتیس روپے میں حج کرا دیا۔ وہ اس طرح کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں پچھلے سال جب حج کیلئے گیا تو اس کے پینتیس روپے ساتھ لے گیا تھا۔ اسکے اوپر حج فرض تو نہیں تھا لیکن حج کا شوق بہت تھا۔ تو اس کا نفلی حج وہیں سے بھی کرایا جا سکتا تھا۔ اس لئے میں نے وہیں مکہ معظمہ کے رہنے والے ایک آدمی کو وہ حج کے لیے دے دیئے کہ تم میری بیٹی کی طرف سے حج کر لو، اس وقت منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کا خرچ پینتیس روپے کے اندر اندر ہو جاتا تھا۔ اس طرح اللہ پاک نے ان کا حج کرا دیا۔

استطاعت نہ رکھنے والے کیا کریں!

جس نے حج کا ارادہ بھی کر رکھا تھا اور کوشش بھی کی ہوئی تھی یعنی اس کے بس میں

جتنی قدرت تھی اس نے پوری قدرت خرچ کر ڈالی تھی۔ اس طریقے سے اللہ تعالیٰ نے اس کے مرنے کے بعد اس کا حج کرا دیا جو شخص پوری کوشش کر لیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو حج سے مایوس نہیں کرتے اور حج کرا دیتے ہیں۔

میں یہ نسخہ ہر سال لوگوں کو سنا دیتا ہوں اور اس نسخہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بہت سارے لوگوں کو اسی طریقہ سے حج کرایا، چنانچہ الحمدللہ میرا خود بھی یہی معاملہ ہوا۔ میں نے اسی نسخہ پر عمل کیا اور اللہ پاک نے اس کے اگلے سال میرا حج کرا دیا۔

نفلی حج کا شوق رکھنے والوں کو مشورہ

حج مقبول کا ایک خاصہ ہے کہ جب ایک آدمی حج کو چلا جاتا ہے تو اس کا بار بار جانے کا جی چاہتا ہے تو ایسے لوگوں کیلئے میرا مشورہ یہ ہے کہ اب وہ حج نفل کریں گے تو انہیں ثواب تو ضرور ملے گا لیکن مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ ان کو اس سے بھی زیادہ ثواب ایک اور طریقے سے مل سکتا ہے۔ وہ یہ کہ ہمارے معاشرے میں بہت سارے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے خود تو اپنا حج فرض ادا کر لیا ہے لیکن ان کی بیوی پر حج فرض ہے اور اس نے ابھی تک حج نہیں کیا۔ بیوی کے پاس اتنے پیسے بھی نہیں ہیں کہ وہ شوہر یا کسی محرم کا خرچہ اٹھا کر اس کو اپنے ساتھ حج کے لئے لے جا سکے تو ایسی بچاری عورتیں حج سے محروم رہ جاتی ہیں۔

آپ ایسے لوگوں کو اپنے نفلی حج کی رقم دے دیں جن کی بیوی نے اپنا حج فرض ادا نہیں کیا یا اس کی کسی اور رشتہ دار محرم خاتون نے اپنا حج فرض ادا نہیں کیا جیسے ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ وغیرہ وہ شخص آپ کی طرف سے نفلی حج بدل ادا کرے گا تو اس طرح سے آپ کو تین حجوں کا ثواب ملے گا، ایک اس عورت کے حج کا ثواب جس پر حج فرض تھا، دوسرا اس شخص کے حج کا ثواب جس کو آپ نے پیسے دے کر بھیجا ہے اور ایک اپنے نفلی حج کا ثواب۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

میں یہ مشورہ اس لئے دیا کرتا ہوں کہ اس طریقے سے بہت سارے لوگوں کی ضرورت پوری ہو جائے گی اور دوسری بات یہ ہے کہ آج کل مکہ مکرمہ میں ہجوم اور رش بڑھتا جا رہا ہے جس کی وجہ سے وہاں کتنی ہی موتیں ہر سال ہو جاتی ہیں۔ اس سال تو الحمدللہ ایسے واقعات پیش نہیں آئے۔ وہاں اتنا ہجوم بڑھ گیا ہے کہ بہت سارے لوگ مزدلفہ پہنچ نہیں پاتے حج فرض ادا کرنے والوں کیلئے حج کرنا مشکل ہو گیا ہے۔

اس طرح اگر آپ آئندہ نفلی حج کیلئے خود جانے کی بجائے کسی ایسی خاتون کے محرم کو اپنے نفلی حج کا خرچہ دے دیں جس کے اوپر حج فرض ہے اور اس خاتون کے پاس اتنا نہیں ہے کہ محرم کو اپنے ساتھ لے جا سکے اور اس محرم سے کہہ دیں کہ وہ آپ کی طرف سے نفلی حج بدل کر دے۔ بشرطیکہ وہ محرم اپنا حج فرض پہلے ادا کر چکا ہو۔ تو اس طرح آپ کی طرف سے نفلی حج ہو جائے گا اور اس خاتون کا حج فرض ادا ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ نیت کر لیں کہ حج فرض ادا کرنے والوں کو سہولت ہو جائے تو اس طرح آپ کو نفلی حج سے کہیں زیادہ ثواب مل جائے گا۔

بیان کا خلاصہ

چار قسم کے حضرات کیلئے میں نے یہ معروضات پیش کی ہیں۔

۱۔ ایک وہ حضرات جو ابھی حج کر کے پاس صاف ہو کر آئے ہیں، وہ گناہوں سے مزید بچنے کا اہتمام کریں اور اللہ والوں کے ساتھ جڑیں۔

۲۔ دوسرے وہ حضرات جن پر حج فرض ہے اور انہوں نے ابھی تک ادا نہیں کیا تو وہ سب کیلئے دُعا بھی کریں اور آج سے ہی عزم کر لیں اور اس کیلئے کوشش شروع کر دیں تو ان کو اس وقت سے ثواب ملنا شروع ہو جائے گا اور کوشش کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کبھی محروم نہیں کرنے دے گا۔

۳۔ تیسرے وہ حضرات بھی اس طریقہ پر عمل کریں جن پر حج فرض نہیں مگر وہ حج کا شوق رکھتے ہیں۔

۴۔ چوتھے وہ حضرات جنہوں نے اپنا حج فرض ادا کر لیا لیکن ان کا نفلی حج کرنے کو دل چاہتا ہے تو وہ کسی ایسی خاتون کے محرم سے اپنا نفلی حج بدل کروالیں جس خاتون پر حج فرض ہے تاکہ وہ خاتون اپنے محرم کے ساتھ اپنا حج فرض ادا کر لے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ محرم اپنا حج فرض پہلے ادا کر چکا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو حج مبرور و مقبول عطا فرمائے۔ آمین!

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

خطبات ذی الحجہ

① ...... عشرہ ذی الحجہ کے فضائل

② ...... قربانی، سنتِ خلیل علیہ السلام

③ ...... سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور بیعت رضوان

④ ...... شہادت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حالات وواقعات کی روشنی میں

...... ☆ ......

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل

(از:۔حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہٗ)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

دس ایام

میرے قابل احترام بزرگو! آج ذی الحجہ کا پہلا دن ہےاور ذی الحجہ کے شروع کے دس دن بڑے مبارک دن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کی بڑی عظمت اور بڑی قدر ہے اور ان دنوں میں کیا ہوا نیک عمل اور کی ہوئی عبادت اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت ہی مقبول، محبوب اور پسندیدہ ہے۔ ایسے مبارک دن رات اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل سے نصیب فرمائے ہیں۔ اب ہمیں چاہیے کہ ہم ان مبارک دنوں اور راتوں کی قدر کریں اور ان دنوں اور راتوں کو اللہ کی یاد میں، اس کی عبادت اور اس کی اطاعت میں لگائیں اور ان دنوں میں گناہوں سے بچنے کا بہت زیادہ اہتمام کریں۔ احادیث طیبہ میں ان دنوں کی خاص خاص فضیلت آئی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان فضیلتوں کو سنیں اور ان کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں۔

ان ایام میں کی ہوئی عبادت کی اہمیت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں ان دس دنوں کے عمل سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا جہاد بھی ان ایام کے عمل کے برابر نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں جہاد بھی ان ایام میں کیے ہوئے عمل کے برابر نہیں مگر ہاں وہ شخص

جو اپنی جان اور اپنا مال دونوں لے کر اللہ کے راستے میں نکلا اور پھر ان میں سے کوئی چیز بھی بچا کر واپس نہیں لایا۔ یعنی جان اور مال دونوں اللہ کے راستے میں قربان کر دیئے اور شہید ہو گیا تو اس شخص کا یہ عمل ان ایام میں کیے ہوئے عمل کے برابر ہو سکتا ہے ورنہ کوئی عمل ان ایام میں کیے ہوئے عمل کے برابر نہیں ہو سکتا۔‘‘

اس حدیث کے اعتبار سے ان دس دنوں کے علاوہ دنوں میں پڑھی ہوئی نمازیں ان دنوں کی نمازوں کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ ان دس دنوں کے علاوہ دنوں میں رکھے ہوئے روزے ان دس دنوں میں رکھے ہوئے روزوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح زکوٰۃ‘ خیرات‘ صدقہ‘ تسبیحات‘ درود شریف اور تلاوت قرآن کریم اور جو بھی نفلی اعمال ان دس دنوں کے علاوہ دنوں میں کیے جائیں وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اتنے محبوب اور پسندیدہ نہیں جتنے وہ نیک اعمال اور نفلی عبادات پسندیدہ ہیں جو ان دس دنوں میں کیے ہیں۔

وہ اللہ کا محبوب بن جائے گا

اور جب عمل محبوب ہوگا تو عمل کرنے والا بھی محبوب ہوگا۔ لہٰذا جو شخص ان دس دنوں میں زیادہ نیک اعمال کی طرف متوجہ ہوگا، فرائض وواجبات کی ادائیگی کی طرف زیادہ توجہ دے گا اور زیادہ سے زیادہ گناہوں سے بچنے کی کوشش اور اہتمام کرے گا، وہ تھوڑے عمل کے نتیجے میں اللہ کا محبوب اور مقرب بن جائے گا۔ اس لیے ہم سب کو چاہیے کہ ان دس دنوں کا بہت ہی اہتمام کریں اور ان دنوں کو زیادہ سے زیادہ اللہ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں اور نیک کاموں کے انجام دینے میں، فرائض و واجبات کو ادا کرنے میں گزاریں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ایام غفلت اور لاپروائی میں اور سستی میں ضائع ہو جائیں۔

نماز باجماعت کا اہتمام

جس میں سے ایک یہ ہے کہ تمام نمازیں باجماعت مع تکبیر اولیٰ کے اعلیٰ کرنے کا اہتمام کریں۔ اگر آج سے پہلے کوتاہی ہو رہی تھی تو اب کوتاہی نہ ہو اور خواتین گھر میں تمام نمازیں اپنے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کریں اور جتنی نفل عبادت جو عام دنوں میں آپ کے معمولات کے اندر داخل ہیں ان دس دنوں میں بھی ان کو اپنے معمول کے اندر داخل کر

دیں اوران کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں، تسبیحات کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں۔

گناہوں سے بچنے کا اہتمام

اور سب سے قابل توجہ چیز ہمارے گناہ ہیں اوراصل بیاری ہمارے اندر یہی ہے کہ عبادت تو کچھ نہ کچھ اللہ کے فضل سے کر ہی لیتے ہیں لیکن گناہوں سے بچنے اوران کو چھوڑنے کی طرف زیادہ توجہ نہیں ہوتی، گناہوں کو چھوڑنے والے بہت کم لوگ ہیں اور زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ گناہوں کو سب سے پہلے چھوڑنے کی کوشش کی جائے اور کم از کم وہ بڑے بڑے گناہ جن کے بارے میں ہم بار بار سنتے رہتے ہیں اور جن کے بارے میں ہمیں علم حاصل ہو چکا ہے تو اب علم ہونے کے باوجود اس کے اندر مبتلا رہنا یہ بڑی غفلت کی بات ہے۔

دو بڑے گناہوں سے بچیے

مثلاً ڈاڑھی منڈوانے کا گناہ ہے۔ کہ یہ گناہ کبیرہ ہے اور ناجائز ہے اور اس گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہر وقت گناہ کے اندر ڈوبا رہتا ہے، ایسے خطرناک، سنگین اور ہمہ وقت ہونے والے گناہ سے تو فوری طور پر آدمی کو بچنے کی فکر ہونی چاہیے۔ اسی طرح شلوار اور پاجامہ کو ٹخنے سے نیچے رکھنے کا گناہ' یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ جس کے گناہ ہونے میں کوئی شک نہیں اور احادیث میں اس پر بڑی سخت وعید آئی ہیں کہ جو شخص اپنی شلوار یا پاجامہ ٹخنے سے نیچے رکھے گا اس کا ٹخنہ جہنم کی آگ میں جلے گا اور جہنم کی آگ کوئی معمولی آگ نہیں ہے اس کے باوجود اس گناہ کے اندر مبتلا رہنا بڑی دلیری کی بات ہے۔ بس یہ ایک بدترین اور دشمن ترین قوم کا فیشن ہے جو مسلمانوں کے سب سے زیادہ دشمن ہیں۔ یعنی انگریزوں کا فیشن ہے جو ہمارے دشمن، ہمارے دین کے دشمن، ہمارے ملک کے دشمن ہیں، ایسے دشمن کا ہم طور طریقہ اختیار کرلیں اور پھر اس میں ہم اپنی عزت سمجھیں اور شلوار کو ٹخنوں سے اوپر کرنے کو اپنے لیے باعث عار سمجھیں، باعث شرم سمجھیں، یہ بڑی تباہی کی بات ہے اور اس گناہ سے بچنا کوئی مشکل بھی نہیں، بہت آسانی سے بچ سکتے ہیں۔

خواتین بے پردگی کے گناہ سے بچیں

اسی طرح خواتین کا بے پردہ باہر نکلنا، یہ گناہ اتنا عام ہوگیا ہے کہ پوری دنیا میں پھیل گیا ہے۔ اب شرعی پردہ کرنے والی خواتین دنیا میں چند گنی چنی نظر آئیں گی۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایک ہزار میں ایک عورت ایسی ہے جو شرعی پردہ کرتی ہے، ایک لاکھ میں بھی ایک عورت مل جائے تو یہ بھی مشکل ہے، لاکھوں میں کوئی عورت ایسی ہوگی جو واقعی شرعی پردہ کرتی ہوگی کیونکہ گھر کے اندر بھی تو شرعی پردہ کے احکام ہیں، گھر کے اندر بھی تو نامحرم مرد رہتے ہیں جیسے: دیور ہے، جیٹھ ہے اور دوسرے رشتے کے بھائی ہیں۔ وہ کثرت سے گھر کے اندر آتے رہتے ہیں ان سے پردہ کرنے والی خواتین کہاں ہیں؟ الا ماشاء اللہ اگر کچھ خواتین پردہ کرتی بھی ہیں تو وہ گھر سے باہر پردہ کرتی ہیں اس کے اندر بھی اکثر کا حال تو یہ ہے کہ ان کا پردہ برائے نام ہوتا ہے، شرعی پردہ نہیں ہوتا حالانکہ شرعی پردہ فرض ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ فرض ہیں اسی طرح نامحرم مردوں سے شرعی پردہ بھی فرض ہے اور بے پردگی حرام اور ناجائز ہے۔

بے پردہ عورت پر اللہ کی لعنت

جس طرح ڈاڑھی منڈوانا حرام اور ناجائز ہے اسی طرح بے پردہ رہنا حرام ہے جس طرح سود لینا، رشوت لینا، جھوٹ بولنا اور شراب پینا حرام ہے اسی طرح نامحرم مردوں کے سامنے آجانا، خواہ گھر کے اندر ہو، خواہ گھر کے باہر ہو یہ بھی حرام اور ناجائز ہے اور جتنی دیر عورت نامحرم کے سامنے بے پردہ رہے گی اتنی دیر وہ عورت برابر بے پردگی کے گناہ کے اندر مبتلا رہے گی اور بے پردہ عورت پر خدا کی لعنت ہے، فرشتوں کی لعنت ہے اور ان کے لیے جہنم کے عذاب کی وعیدیں احادیث میں موجود ہیں۔ لہٰذا خواتین اس گناہ سے بچنے کا پورا اہتمام کریں۔

گانے سننے اور آلات موسیقی کا استعمال

اسی طرح گانا سننا اور سنانا، اس کے حرام اور ناجائز ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن آج ہر گھر، ہر گلی، ہر محلہ گانے باجے سے بھرے ہوئے ہیں اور ٹی وی، وی سی آر کی

لعنت نے ہر گھر کو سینما بنایا ہوا ہے، گانا گانا الگ گناہ ہے اور اس کے ساتھ آلات موسیقی کا استعمال الگ گناہ ہے اور پھر اس میں نامحرم مردوں اور عورتوں کا اختلاط الگ گناہ ہے لیکن آج لوگ بے پردگی، بے حجابی اور بے شرمی میں آگے بڑھتے چلے جارہے ہیں اور گانے سننے سنانے میں آگے بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ چنانچہ پہلے ہمارے معاشرے میں پہلے سینما آیا، اس کے بعد ریڈیو آیا، پھر ٹی وی آیا، پھر وی سی آر آیا، پھر ڈش آگئی، پھر کیبل آئی اور اب انٹرنیٹ آگیا۔ اب پوری دنیا کی ننگی فلمیں انٹرنیٹ پر دیکھی جارہی ہیں اور مسلمان مرد وعورت، ماں باپ، بیوی بچے سب ایک جگہ بیٹھ کر دیکھ رہے ہیں یہ کتنا سنگین گناہ ہے اور یہ گناہ بھی بے پردگی کی طرح عالمگیر گناہ ہے۔

اصل کام گناہ چھوڑنا ہے

ہم لوگ عبادت تو تھوڑی بہت کر لیتے ہیں لیکن ہماری اصل بیماری جو ہے یعنی ان گناہوں سے بچنا، اس کی طرف توجہ نہیں دیتے اور یاد رکھئے! جب تک ہم ان کبیرہ گناہوں سے نہیں بچیں گے اور جب تک ان سے توبہ نہیں کریں گے اس وقت تک نہ ہمارا ایمان مکمل ہوگا نہ ہماری اصلاح ہو سکتی ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے جو عبادت کریں گے اس کا ثواب ملنے کی تو ان شاء اللہ اُمید ہے لیکن گناہوں کے چھوڑے بغیر کبھی بھی ہماری زندگی میں تبدیلی نہیں آسکتی اور ہم یہ جو چاہتے ہیں کہ ہماری زندگی واقعۃً مکمل طور پر مسلمان کی سی زندگی ہو، ہمارا ایمان مکمل ہو جس کے نتیجے میں دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہم پر برسیں اور عافیت اور سلامتی نصیب ہو اور خاتمہ ایمان پر ہو اور آخرت میں بھی ہم قبر اور دوزخ کے عذاب سے بچ جائیں اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ جہاں ہم فرائض وواجبات ادا کریں وہاں مندرجہ بالا گناہوں سے بھی بہت اہتمام سے بچیں۔ اگر گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کریں اور ان گناہوں سے بچنے کی کوشش جاری رکھیں۔

اصل بیماری اور اس کا علاج

ایک حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے سوال کیا کہ کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ تمہاری اصل بیماری کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ

ضرور بتایئے۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری اصل بیماری تمہارے گناہ ہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو تمہاری بیماری کا علاج نہ بتاؤں؟ صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ بتلا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا علاج توبہ اور استغفار ہے۔'' او کمال قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ''

بہرحال یہ دس دن اس لیے ہیں کہ ہم اپنے گناہوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صدق دل سے توبہ کریں، آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کریں تو پھر ان دنوں کی برکات خوب حاصل ہوں گی۔ پھر ان شاء اللہ دنیا اور آخرت دونوں کا فائدہ حاصل ہوگا۔

ان ایام میں چار کلمات کی کثرت

ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رحمت کائنات جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان دس دنوں سے زیادہ عظمت والا دن کوئی نہیں اور ان دنوں کے عمل کے مقابلے میں کسی اور دن کیا ہوا عمل اتنا محبوب نہیں۔ لہٰذا تم ان دنوں میں تسبیح اور تحمید کثرت سے کیا کرو۔'' لہٰذا ان دنوں میں سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کی کثرت کرنی چاہیے کیونکہ جتنے بھی ایسے کلمات ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی جاتی ہے ان سب کے سردار یہ چار کلمات ہیں (۱) سبحان اللہ (۲) الحمدللہ (۳) اللہ اکبر (۴) لا الہ الا اللہ۔ لہٰذا یہ ایام بھی سب سے زیادہ عظمت والے اور ان ایام میں کیا ہوا عمل بھی سب سے زیادہ عظمت والا ہے اور یہ چار کلمات تمام کلمات کے سردار ہیں اور عظمت والے ہیں۔ لہٰذا جو شخص ان کلمات کو ان ایام میں کثرت سے پڑھے گا وہ بھی ان شاء اللہ سردار بن جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ومقبول بن جائے گا کیونکہ ان کلمات کا ثواب بہت ہے۔

اُحد پہاڑ کے برابر عمل

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے سوال کیا کہ کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جو اُحد پہاڑ کے برابر عمل کرلے؟ اُحد پہاڑ مدینہ طیبہ کے

پہاڑوں میں سب سے بڑا پہاڑ ہے۔ صحابہ کرامؓ نے جواب دیا کہ ہم میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے جو اُحد پہاڑ کے برابر عمل کر سکتے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر آدمی عمل کر سکتا ہے۔ صحابہ کرامؓ حیران ہو گئے، کہ ہم میں سے ہر آدمی اُحد پہاڑ کے برابر عمل کر لے؟ یہ کیسے ممکن ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ "سبحان اللہ" کا ثواب اُحد پہاڑ سے زیادہ ہے۔ "الحمدللہ" کا ثواب اُحد پہاڑ سے زیادہ ہے۔ اللہ اکبر کا ثواب اُحد پہاڑ سے زیادہ ہے۔ "لا الہ الا اللہ" کا ثواب اُحد پہاڑ سے زیادہ ہے۔ عمل کتنا ہلکا ہے، دو سیکنڈ میں آدمی "سبحان اللہ" ادا کر لے اور آخرت میں اس کا ثواب اُحد پہاڑ کے برابر اس کے نامہ اعمال میں پہنچ جائے گا۔

سیکنڈوں میں عظیم ثواب کا حصول

فضائل ذکر کی ایک روایت بہت مشہور ہے جو فضائل اعمال میں موجود ہے وہ یہ کہ اگر کوئی شخص سو مرتبہ "سبحان اللہ" کہے تو اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے کہ اس نے سو عربی غلام اللہ کے لیے آزاد کر دیئے اور جس شخص نے سو مرتبہ "الحمدللہ" کہا تو اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے اس نے سو گھوڑے ساز و سامان کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے بھیجے اور سو گھوڑے دینا ایسا ہے جیسے آج کل سو ٹینک دینا کیونکہ اس زمانے میں گھوڑوں پر جہاد ہوتا تھا اور اب ٹینک پر جہاد ہوتا ہے۔ سو مرتبہ "الحمدللہ" کتنا آسان ہے لیکن اس کا ثواب کتنا عظیم ہے، اس میں اللہ کی کتنی بڑی رحمت ہے۔ گویا کہ تم نے نہ کوئی محنت کی، نہ پیسہ خرچ کیا اور ثواب اتنا عظیم مل گیا۔

اللہ اکبر کا ثواب

اگر کسی شخص نے سو مرتبہ "اللہ اکبر" کہا تو اس کو ایسا ثواب ملے گا جیسے اس نے سو اونٹ اللہ کی راہ میں قربان کیے ہوں اور وہ قبول بھی ہو گئے ہوں۔ اب دیکھئے! سو اونٹ کی قربانی آج کل کون کر سکتا ہے؟ اگر ایک مرتبہ کسی نے کر لی تو ہر سال تو نہیں کر سکتا لیکن "اللہ اکبر" کی ایک تسبیح تو روزانہ پڑھ سکتے ہیں بلکہ ہر نماز کے بعد پڑھ سکتے ہیں۔ اب آج کل اونٹ کی قربانی ہوتی تو ہے لیکن اس کی نمائش بہت زیادہ ہوتی ہے اور اس کی قربانی کو دور دور

سے دیکھنے کے لیے لوگ آتے ہیں تو جس عمل میں قصداً ریاکاری یا دکھاوا ہو جائے تو اس کا ثواب ختم ہو جاتا ہے اور وہ عمل مقبول نہیں ہوتا۔ بہر حال کوئی عمل بڑا بھی ہو، مقبول بھی ہو، یہ بات آسان نہیں ہے لیکن سو مرتبہ ''اللہ اکبر'' پڑھنے پر سو اونٹ کی مقبول قربانی کا ثواب اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتے ہیں اور ایک اونٹ میں سات حصے ہوتے ہیں۔ اسی طرح سات سو قربانیوں کا ثواب عطا ہو گیا، یہ کتنا بڑا ثواب ہے۔

واجب قربانی ادا کرنا ضروری ہے

اس میں تو غریب کا بھی قربانی کا مسئلہ حل ہو گیا اگر کسی غریب کے پاس قربانی کے پیسے نہیں ہیں تو ''اللہ اکبر'' کی تسبیح پڑھنا تو اس کے اختیار میں ہے۔ جب چاہے سو مرتبہ ''اللہ اکبر'' پڑھ لے اور اپنے نامہ اعمال میں سو اونٹوں کی مقبول قربانی کا ثواب لکھوا لے۔ لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ اس کے پڑھنے سے ثواب تو ملتا ہے لیکن واجب قربانی ادا نہیں ہوتی۔ کبھی کوئی شخص یہ سمجھے کہ اب گائے خریدنے کون جائے، کون ہزاروں روپے خرچ کرے، بس گھر میں بیٹھ کر ''اللہ اکبر'' کی تسبیح پڑھ لو۔ یہ مطلب نہیں، بس ثواب ملتا ہے قربانی ادا نہیں ہوتی لہٰذا جس پر قربانی واجب ہے وہ اپنی قربانی ضرور کرے اور جس پر قربانی واجب نہیں ہے وہ بھی اگر قربانی کرے گا تو اس کو بھی اس کا ثواب ملے گا۔

لا الہ الا اللہ

اگر کوئی شخص سو مرتبہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھے گا تو حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اتنا ثواب عطا فرماتے ہیں کہ زمین سے لے کر آسمان تک جو خلا ہے وہ اس ثواب سے بھر جاتا ہے۔ ان چاروں کلموں میں یہ کلمہ سب سے زیادہ عظیم ہے اور سب کا سردار ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی عظیم وصیت

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم دو باتوں کو ہمیشہ یاد رکھنا اور ان پر عمل کرتے رہنا اور دو باتوں سے ہمیشہ پرہیز کرنا، ایک یہ کہ شرک سے بچنا اور دوسرے یہ کہ ہمیشہ تکبر سے بچنا اس لیے کہ یہ تمام گناہوں کی جڑ ہیں اور

بہت سنگین گناہ ہیں اور دو باتوں پر عمل کرنا ایک یہ کہ "لا الہ الا اللہ" کثرت سے پڑھنا، دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہنا۔ پھر اس کلمہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو! اس کلمہ کی عظمت اس مثال سے سمجھو کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کا ایک گول کڑا بنایا جائے اور پھر یہ ایک کلمہ اس کڑے پر رکھا جائے تو وہ کڑا دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر ٹوٹ جائے گا، یہ اتنا وزنی کلمہ ہے۔

زندگی کے لمحات قیمتی بنائیں

لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اس کلمہ کو پھول کی پتی سے زیادہ آسان کیا ہوا ہے اور جنت کے حصول کو کتنا آسان کیا ہوا ہے کہ ہم جب چاہیں اپنی زبان سے ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ لیں، نہ زبان تھکے اور نہ ہی وقت زیادہ خرچ ہو، نہ پیسے خرچ ہوں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں سمجھ اور فکر دے دی کہ ہم اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزار دیں اور چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے لا الہ الا اللہ کثرت سے ان دس دنوں میں پڑھتے رہیں۔ دوسرے یہ کہ ہر نماز کے بعد یا نماز سے پہلے "سبحان اللہ" کی ایک تسبیح "الحمدللہ" کی ایک تسبیح "لا الہ الا اللہ" کی ایک تسبیح اور "اللہ اکبر" کی ایک تسبیح تو ضرور پڑھ لیا کریں اور اس سے زیادہ بھی جتنا پڑھ سکیں بہتر ہے۔

ان دس راتوں کی اہمیت اور فضیلت

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان دس ایام کی عبادت سے زیادہ پسندیدہ ہو کیونکہ ان دس دنوں میں ہر دن کا روزہ ثواب کے اعتبار سے ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور ان دس دنوں میں ہر رات کی عبادت شب قدر میں عبادت کرنے کے برابر ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کی عبادت ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ افضل ہے اور ایک ہزار مہینوں میں تیس ہزار راتیں ہوتی ہیں۔ گویا کہ ایک شب قدر میں عبادت تیس ہزار راتوں کی عبادت سے افضل ہے اور شب قدر رمضان شریف میں ایک ہوتی ہے اور وہ بھی آخری عشرہ کی طاق راتوں میں دائر رہتی ہے اور یہاں یہ فرما رہے ہیں

کہ ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے تو اس طرح دس راتیں شب قدر کی عبادت کی مل رہی ہیں۔ لہٰذا ان راتوں کو خوب اللہ کی عبادت میں لگانا چاہیے۔ اس سے ان راتوں اور دنوں کی عظمت کا اندازہ لگائیں۔

رات کی فضیلت حاصل کرنے کا طریقہ

اب سوال یہ ہے کہ اس رات کی فضیلت کس طرح کریں؟ اس کی ترکیب ''تہجد کے بیان'' میں تفصیل سے عرض کردی ہے۔ وہ ترکیب یہاں بھی چل جائے گی جس میں سے ایک اعلیٰ درجہ ہے اور دوسرا ادنیٰ درجہ ہے۔ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ مغرب کی نماز با جماعت مع تکبیر اولیٰ کے ادا کریں، عشاء کی نماز با جماعت مع تکبیر اولیٰ کے ادا کریں اور فجر کی نماز با جماعت مع تکبیر اولیٰ کے ادا کریں اور اس کے ساتھ کچھ رکعات اور اوراد و وظائف میں اضافہ کرلیں تو ان شاء اللہ یہ راتیں باعث اجر و ثواب بن جائیں گی اور شب قدر کا ثواب آسانی سے حاصل ہو جائے گا۔

ان ایام کے روزوں کی فضیلت

ان دنوں کی فضیلت یہ بیان فرمائی کہ ہر دن کا رزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ دس تاریخ کا روزہ رکھنا تو ناجائز ہے، باقی نو دن رہ گئے اگر ان کی قدر کرلیں تو یہ دن کم نہیں ہیں جیسے کسی نے کہا کہ ''ہر شب شب قدر راست گر قدر بدانی'' یعنی ہر شب' شب قدر ہے اگر تم اس کی قدر پہچانو۔ اس لیے جن کو اللہ تعالیٰ ہمت دیں اور توفیق دیں وہ روزہ رکھیں۔

دیکھیے! رمضان شریف کے روزوں کی فضیلت میں یہ بتایا جاتا ہے کہ جو شخص رمضان شریف میں پورے مہینے کے روزے رکھے اور پھر شوال کے چھ روزے رکھے تو اس کو پورے ایک سال کے روزے رکھنے کا ثواب ملتا ہے اور یہاں ان ایام میں ایک رزے پر ایک سال کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ کتنی آسانیاں اللہ تعالیٰ نے فرمادی ہیں۔ لہٰذا جو خواتین ایسی ہیں جن کے ذمے قضا روزے باقی ہیں وہ ان ایام میں قضا روزے بھی رکھ لیں اور ان ایام کی فضیلت حاصل کرنے کی نیت بھی کرلیں تو ان شاء اللہ قضاء روزہ بھی ادا ہو جائے گا اور اس نیت کا ثواب بھی حاصل ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ جس طرح عمل پر ثواب

عطا فرماتے ہیں اسی طرح صحیح نیت پر بھی ثواب عطا فرماتے ہیں اور جن کے ذمے روزے قضا نہیں ہیں وہ نفلی روزہ رکھ لیں، کوئی مشکل کام نہیں ہے، موسم بھی عمدہ ہے، موسم بہار ہے اور موسم بہار کا روزہ بھی بہار والا ہوگا۔

بال اور ناخن نہ کٹائیں

ان ایام کا ایک عمل یہ ہے کہ جس کے ذمے قربانی ہو وہ یکم ذی الحجہ سے قربانی کرنے تک اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے، یہ مستحب ہے واجب نہیں اور اگر کسی شخص پر قربانی واجب نہیں ہے اس لیے کہ وہ صاحب استطاعت نہیں ہے لیکن اس کا دل یہ چاہتا ہے کہ میرے پاس پیسے ہوتے تو میں بھی قربانی کرتا تو اس کے لیے بزرگوں نے ایک طریقہ بیان کیا ہے اور بعض روایتوں سے اس کی تائید ہوتی ہے وہ یہ کہ اگر ان دس دنوں میں بال اور ناخن نہیں کاٹے گا تو ان شاء اللہ اس کا یہ عمل قربانی کے قائم مقام ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس پر بھی قربانی کا ثواب عطا فرمائیں گے۔

حقیقی روزہ رکھیں

بہرحال ان ایام میں روزہ رکھیں لیکن صحیح معنوں میں روزہ رکھنے کی کوشش کر لیں، خالی زبان اور پیٹ کا روزہ نہ ہو بلکہ صحیح روزہ وہ ہوتا ہے جس میں زبان اور پیٹ کے روزے کے ساتھ گناہوں سے بچنے کا بھی روزہ ہو، آنکھوں کو بھی گناہوں سے بچایا جائے کانوں کو بھی گناہوں سے بچایا جائے، زبان کو بھی گناہوں سے بچایا جائے اور ظاہر و باطن کے دوسرے اعضاء کو بھی گناہوں سے بچایا جائے۔ اگر ایسا روزہ رکھا جائے تو وہ ہی باعث اجر و ثواب ہوتا ہے۔

نو تاریخ کے روزے کی اہمیت

پھر نو تاریخ کے روزے کی ایک خاص فضیلت حدیث شریف میں آئی ہے کہ وہ یہ کہ جو شخص یوم عرفہ کا روزہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے تمام صغیرہ گناہوں کا کفارہ فرما دیں گے۔ لہٰذا نو تاریخ کا روزہ آنے والا ہے اس کو رکھنے کا اہتمام کریں۔ اس کے علاوہ دوسرے ایام میں بھی جس کے اندر روزہ رکھنے کی ہمت اور

طاقت ہو وہ بھی جتنے چاہے روزے رکھ لے۔

عیدالاضحیٰ کی رات کی فضیلت

اس کے علاوہ دس ذی الحجہ کی رات اور نو ذی الحجہ کی رات یہ دونوں بڑی بابرکت راتیں ہیں۔ عیدالاضحیٰ کی راتوں کی تو یہ فضیلت ہے کہ جو شخص عیدالاضحیٰ کی راتوں میں جاگ کرے گا تو اللہ جل شانہ قیامت کے دن جب تمام انسانوں کے دل اس دن کی ... سے مردہ ہو جائیں گے اس دن اللہ تعالیٰ اس کا دل زندہ رکھیں گے اور اس دن گھبراہٹ اور بے چینی سے بالکل محفوظ رکھیں گے۔

فضیلت والی پانچ راتیں

حدیث شریف میں آتا ہے کہ سال میں پانچ راتیں ایسی ہیں کہ جو آدمی ان پانچ راتوں کی قدر کر لے گا اور ان میں عبادت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کو واجب کر دیتے ہیں۔ ان سے ایک نو ذی الحجہ کی رات ہے۔ ایک دس ذی الحجہ کی رات ہے۔ ایک عیدالفطر کی رات ہے، ایک شب قدر کی رات ہے اور ایک شب براُت کی رات ہے۔ بہر حال ان میں سے دو راتیں آ رہی ہیں۔ ان کی قدر کر لیں اور ان راتوں میں کم از کم یہ تو کر لیں کہ عشاء کی نماز، مغرب کی نماز اور فجر کی نماز با جماعت مسجد میں ادا کریں اور عشاء کے بعد جاگ کر تھوڑا اساذکر کر لیں۔ اس کے بعد جو جائز اور مباح کام ہو وہ کر کے سو جائے اور اس رات میں گناہ کے عمل سے اپنے کو بچائے۔ بس یہ کام کر لے گا تو ان شاء اللہ وہ شخص اس رات میں عبادت کرنے والوں میں شمار ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

......☆......

قربانی، سنتِ خلیل علیہ السلام

(از:۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بقرہ عید کے دن انسان کے تمام نیک اعمال میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب عمل قربانی کا ہے اور یہ قربانی قیامت کے دن اپنے سینگ، بال اور کھر کے ساتھ (صحیح سالم) آئے گی اور یقیناً (قربانی کا) خون زمین پر گرنے سے پہلے حق تعالیٰ کے یہاں مقبولیت کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ سو قربانی خوش دلی سے کیا کرو''۔ (ترمذی ابن ماجہ)

تمہید: بزرگان محترم! یہ حدیث جو اس وقت آپ کے سامنے تلاوت کی (اور جس کا ترجمہ بھی آپ کو معلوم ہو چکا ہے) احکام قربانی پر مشتمل ہے جو اس وقت تقریر و جلسہ کا موضوع ہے۔ تقریر و مختصر ہوگی اس لیے کہ اول تو یہ مسئلہ جزئی ہے اور جزئیات میں تفصیل نہیں ہوتی کیونکہ بسط و تفصیل تو اصول میں ہوا کرتی ہے۔

اس کے علاوہ یہ ایک عام مسئلہ ہے اور اس سے کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں جو واقف نہ ہو۔ قربانی کا عمل کوئی سال کا عمل نہیں بلکہ صدیوں سے یہ عمل ہوتا چلا آرہا ہے اس لیے بھی اس میں تفصیل کی ضرورت نہیں تو نہ نفس مسئلہ میں تفصیل کی گنجائش، اس کے عام ہونے کی بناء پر نہ تفصیل کی ضرورت۔

اُصول ثلاثہ تکوینیہ

اُصول اول: مسئلہ کی شرح سے پہلے ایک اصول سمجھ لیجئے اور یہ اصول جس طرح

تکوینی ہے اسی طرح تشریعی بھی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کا ذرہ ذرہ دو چیزوں سے ملا کر بنایا ہے۔ ایک روح ایک جسم۔ یعنی ہر چیز کی ایک صورت ہے ایک اس کی حقیقت۔ ایک اس کی ہیئت اور ایک ماہیت۔ یا یوں کہئے کہ ایک اس کا ظاہری حصہ ہے اور ایک باطنی۔ غرض تمام انسان، کل حیوانات، نباتات، جمادات کی جہاں ایک صورت ہے وہاں اس کی ایک حقیقت بھی ہے۔ ایک اس کا بدن اور ایک اس کی روح ہے اور ہر بدن میں خدا تعالیٰ نے اس کے مناسب روح ڈالی ہے۔ جب حق تعالیٰ کی توجہ کائنات کی طاقتوں اور بدن بنانے کی طرف متوجہ ہوئی تو یہی اصول مدنظر تھا۔

سب سے پہلے انسان ہی کو لیجئے کہ اول انسان کا بدن تیار کیا جاتا ہے جس کی ابتداء ''نطفہ'' یعنی ایک گندے قطرہ سے ہوئی ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہے:

''یعنی ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ (یعنی گندے قطرے) سے بنایا۔ پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنا دیا، پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا، پھر ہم نے اس کو ایک دوسری ہی مخلوق بنا دیا۔ سو کیسی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے۔'' (مومنون پ ۱۸، ع ۱)

تو روح ڈالنے سے پہلے ڈھانچہ تیار کیا جاتا ہے جس کی تیاری میں زمین کی قوتیں بھی متوجہ ہوتی ہیں، آسمان کی بھی، آفتاب کی طاقتیں بھی متوجہ ہوتی ہیں اور ہواؤں کی بھی۔

غرض جب کائنات کی ساری قوتیں مل کر ڈھانچہ تیار کر لیتی ہیں تو پھر اس میں روح ڈال دی جاتی ہے۔ یہی صورت سارے جمادات، نباتات اور حیوانات کی ہے۔

دوسرا اصول: جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو ساتھ ہی ساتھ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ اس کائنات کی کوئی چیز باقی نہیں رہ سکتی۔ جب تک بدن اور روح ملے ہوئے نہ ہوں۔ گویا بدن کی بقاء روح پر موقوف ہے اور روح کی بقاء بدن پر۔ اگر آپ نے بدن کو چھوڑ کر خستہ و خراب کر دیا یا وہ خود ہی قدرتی طور پر خراب ہو گیا اور اس میں سکت باقی نہ رہی تو پھر اس میں روح نہیں ٹھہرتی بلکہ پرواز کر جاتی ہے اس لیے کہ بدن ہی روح کو سنبھالے رکھتا ہے۔

غرض انسان میں جب تک روح ہے تو وہ انسان ہے ورنہ لاشہ ہے جو بیکار ہے۔

پھر جس طرح مجموعہ بدن کے لیے مجموعہ روح ہے اسی طرح بدن کے ہر ہر جز کے لیے ایک

روح ہے جو اس کے ساتھ رہ سکتی ہے اگر اس جز کو ختم کر دیا جائے تو یہ روح بھی نہ رہے گی، یہ نہ ہوگا کہ اگر ایک جز کو ختم کر دیں تو اس کی روح کسی دوسرے جز میں پہنچ جائے۔ مثلاً آنکھ ہے اس کی روح قوت بینائی ہے اگر آنکھ پھوڑ دی جائے تو یہ نہیں ہوتا کہ دیکھنے کی قوت مثلاً ناک میں آجائے بلکہ یہ قوت ہی باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح ناک ہے اس میں سونگھنے کی قوت ہے وغیرہ۔

حاصل یہ کہ خداوند تعالیٰ نے جس قدر قوی پیدا کیے ہیں ان میں روح اور قوت بھی ساتھ ساتھ پیدا کر دی ہے اور یہ دونوں مل کر کائنات کا حصہ بنتے ہیں۔ اگر دونوں کو الگ کر دیا جائے تو اسی حقیقت کو ''موت'' کہتے ہیں اور اس علیحدگی سے کائنات کی تمام اشیاء ختم ہو جاتی ہیں۔ ایک دوسرا اُصول اور سمجھ لیجئے جو اسی سے متعلق ہے کہ بدن کے اندر جو قوتیں چھپی ہوئی ہیں ان کی پہچان ان ابدان ہی کے ذریعے سے کی جاتی ہے۔ مثلاً قوت بینائی کی شناخت آنکھ سے کی جاتی ہے اور قوت سامعت کی کان سے۔ غرض یہ صورتیں ان قوتوں کے تعارف کا ایک ذریعہ ہیں۔ اگر یہ صورتیں نہ ہوں تو یہ تعارف ختم ہو جائے۔ اس اُصول کا حاصل یہ ہوا کہ ''بدن روح کی پہچان کا ذریعہ ہے۔''

تیسرا اُصول: سمجھ لیجئے کہ اگر آپ روح تک کوئی اثر پہنچانا چاہیں تو وہ بدن ہی کے ذریعے پہنچا سکتے ہیں۔ اس عالم میں براہ راست روح کو متاثر کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔

مثلاً اگر آپ روح پر گرمی کا عمل کرنا چاہیں تو بدن کو آگ کے سامنے لے جائیں گے۔ جب پہلے بدن گرم ہو جائے گا اس کے بعد روح کو گرمی پہنچے گی اور اگر ٹھنڈک پہنچانا چاہیں تو آپ بدن پر پانی ڈالیں گے یا اس پر برف ملیں گے یا وضو کریں گے وغیرہ۔ غرض ہا تاثیر کے لیے بدن ذریعہ ہے، بغیر بدن کے روح پر اثرات نہیں پہنچ سکتے۔

اُصول ثلاثہ تشریعیہ

تو اب تین اصول معلوم ہوئے کہ بدن سے تین کام لیے جاتے ہیں۔ اول روح کے قرار و قیام کا۔ دوسرے روح کے تعارف اور پہچان کا اور تیسرے تاثیر کا اور یہ تینوں باتیں اس قدر ظاہر ہیں کہ ان پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔

اور یہ تینوں اصول جس طرح تکوینی ہیں اسی طرح تشریعی بھی ہیں۔ یعنی اعمال

شرعیہ میں بھی ایک صورت ہے اور ایک روح اور بغیر صورت کے روح کا باقی رہنا ناممکن ہے۔اسی طرح اگر روح تک کوئی اثر پہنچانا چاہیں تو وہ صورت ہی کے ذریعہ پہنچ سکتا ہے اس کی مثالوں سے شریعت بھری پڑی ہے۔مثال کے طور پر وضو کو لیجئے کہ اس کی ایک صورت ہے اور ایک روح۔اس کی صورت تو وہ خاص ہیئت اور افعال ہیں جو انسان وضو کرنے کے وقت اختیار کرتا ہے یعنی ایک خاص طرح بیٹھ کر اعضاء کا دھونا وغیرہ اور یہی ہیئت اس کے تعارف کا ذریعہ ہے۔چنانچہ آپ وضو کر رہے ہوں تو ہر شخص آپ کو دیکھ کر پہچان لے گا کہ آپ وضو کر رہے ہیں، کھانا نہیں کھا رہے کیونکہ کھانا کھانے والے کی ہیئت اور ہے۔یہ تو اس کی صورت ہے اور ایک اس کی روح ہے یعنی طہارت حاصل کرنا تاکہ انسان دربار الٰہی میں حاضری کے قابل ہو سکے اور ایک اس کی تاثیر ہے یعنی وہ خاص قسم کا انشراح جو انسان کے قلب میں وضو کے بعد پیدا ہوتا ہے تو یہ طہارت اور انشراح بغیر وضو کی صورت اختیار کرکے کبھی بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔اسی طرح غسل کی بھی ایک صورت ہے یعنی تمام جسم کو دھونا اور ایک اس کی روح ہے یعنی طہارت اور صفائی اور اس کی تاثیر فرح وانبساط ہے۔اب اگر کوئی شخص تمام عمر غسل نہ کرے تو اس کو فرح وانبساط کی وہ خاص کیفیت کبھی بھی نصیب نہ ہوگی۔ الغرض ہر چیز کی روح حاصل کرنے کے لیے اس کی صورت کا اختیار کرنا ضروری ہے۔اسی طرح آپ نماز کو لیجئے کہ اس کی صورت نیت باندھ کر کھڑا ہونا اور رکوع وسجود وغیرہ ادا کرنا ہے اور اس کی روح خدا تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا اور اپنی عبدیت و بندگی کا اظہار کرنا ہے۔ اگر آپ نماز کی ہیئت اختیار نہ کریں تو بندگی کی یہ خاص صورت کبھی بھی حاصل نہ ہوگی۔اس طرح زکوٰۃ اور روزہ وغیرہ عبادات ہیں کہ ہر ایک کی ایک روح اور ایک صورت ہے۔

محبوبات نفس کی قربانی

تو یہ جو ''قربانی'' ہے اس کی بھی ایک صورت ہے اور ایک روح۔صورت تو جانور کا ذبح کرنا ہے اور اس کی حقیقت ایثار نفس کا جذبہ پیدا کرنا ہے اور تقرب الی اللہ ہے۔تو ظاہر ہے کہ یہ روح بغیر جانور ذبح کیے کیسے حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ یہ بات پہلے معلوم ہو چکی کہ ہر صورت میں اس کے مطابق روح ڈالی جاتی ہے۔نماز میں نماز کی روح، زکوٰۃ میں زکوٰۃ کی روح اور قربانی میں قربانی کی روح ڈالی جاتی ہے۔غرض خدا تعالیٰ نے اس کی جو

صورت مقرر کر دی ہے وہی اختیار کرنا پڑے گی تب وہ روح اس میں ڈالی جانے گی اگر وہ کسی چیز کی قربانی طلب کریں تو قربانی دینی ہوگی۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون.

''یعنی تم خیر کامل کبھی حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے۔''

اور مال محبوب چیز ہے۔ مال میں سے بھی جانور زیادہ عزیز ہوتا ہے کیونکہ جاندار ہونے کی وجہ سے اس سے زیادہ محبت ہوتی ہے اس لیے کہ اگر کوئی بے جان چیز ضائع ہو جائے تو آدمی دوسری گھڑ کر بنا سکتا ہے بخلاف جاندار کے کہ اگر فنا ہو گیا تو دوسرا نہیں ملتا اور یہ مال تو ایسی چیز ہے کہ فنا ہو کر ہی نفع پہنچاتا ہے۔ اگر کسی کے پاس ایک کروڑ روپیہ رکھا ہوا تو وہ بیکار ہے اس سے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اس کو خرچ نہ کرے تو جب دنیوی منافع اس کو خرچ کیے بغیر نہیں مل سکتے تو ''رضاءِ حق'' جو اعلیٰ ترین نفع ہے وہ محبوبات قربان کیے بغیر کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

اور محبوبات کیا ہیں؟ جان، مال، اولاد، عزت آبرو وغیرہ۔ چنانچہ ارشاد ہے:

ان الله اشترى من المومنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة

''یعنی بیشک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جانوں اور مال کو جنت کے بدلے میں خرید لیا۔''

غرض آپ کو ان میں سے ہر چیز لٹانی ہوگی تب کہیں بندگی کا اظہار ہوگا۔ درحقیقت جنت تو ایمان کے بدلے میں ملے گی اور اعمال تو ایمان کی شناخت کا ذریعہ ہیں جیسے اگر سونا خریدا جائے تو اس کو کسوٹی پر گھسا کر دیکھا جاتا ہے اگر کھرا ہے تو اس کی قیمت ادا کرتے ہیں ورنہ نہیں تو اس جگہ قیمت سونے کی ہوتی ہے لکیروں کی نہیں جو کسوٹی پر پڑ جاتی ہیں۔

بس اسی طرح آخرت کے بازار میں جنت کے عوض ایمان کی قیمت ادا کرنا ہوگی اور یہ ہمارے اعمال ان لکیروں کی طرح ہمارے ایمان کی پختگی کی علامت ہیں اس لیے جنت حاصل کرنے کی غرض سے ہمیں ''محبوبات نفس'' کو قربان کرنا لازمی ہے۔ اگر مال خرچ کرنے کا حکم ہو تو مال خرچ کرو، جان دینے کا حکم ہے جان نثار کرو، عزت کی ضرورت

ہو تو وہ بھی قربان کرو۔ یہی عشق کی پختگی کی علامت ہے۔

ایک صحابی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آپ سے محبت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سوچ کر کہو کیا کہتے ہو؟ انہوں نے پھر یہی عرض کیا اور آپ ﷺ نے پھر وہی فرمایا کہ سوچ کر کہو کیا کہتے ہو؟ انہوں نے تیسری بار بھی یہی عرض کیا کہ مجھے آپ ﷺ سے محبت ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر مصیبتیں جھیلنے کو، فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرنے کو اور آفتیں جھیلنے کو تیار ہو جاؤ اور ظاہر بات ہے کہ عاشق اپنی محبت کا ثبوت اس وقت تک نہیں دے سکتا جب تک مصیبتیں نہ جھیلے۔ اسی لیے ارشاد ہے:

"یعنی کیا لوگوں کا خیال ہے کہ محض "امنا" کہنے سے ان کا چھٹکارا ہو جائے گا اور ان کی آزمائش ہوگی؟ حالانکہ ہم نے آزمایا، ان سے پہلے لوگوں کو پس ضرور معلوم کرلے گا اللہ تعالیٰ سچے لوگوں کو اور ضرور معلوم کرلے گا جھوٹوں کو۔"

روح قربانی اور شبہ کا جواب

غرض اصل بیان یہ تھا کہ جس طرح اعمال کی روح ضروری ہے اسی طرح ان کی صورت بھی مطلوب ہے۔ اس لیے کہ دنیا میں صورت اصل ہے اور روح اس کے تابع اور آخرت میں معاملہ برعکس ہوگا، روح اصل ہوگی اور صورت تابع۔ تو اب یہ بات واضح ہوگئی کہ دنیا میں جس طرح ہر چیز کی روح کی بقاء کے لیے صورت کی ضرورت ہے اسی طرح اعمال شرعیہ کی روح کی بقاء کے لیے ان کے جسم وصورت کی ضرورت ہے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ اعمال میں تو اصل روح ہے اس لیے روح کو لے لو اور صورت کو چھوڑ دو۔ تو اس کو چاہیے کہ یہ عمل پہلے اپنے اوپر جاری کرے کہ اپنے بدن کو ختم کر دے اور خودکشی کرے کہ بس میں تو روح کو باقی رکھوں گا لیکن اگر خود بغیر صورت کے نہیں رہ سکتے تو پھر آخر اعمال شرعیہ میں یہ عمل جراحی کیوں کیا جاتا ہے؟

جیسا کہ شروع میں معلوم ہو چکا کہ کائنات میں جس طرح مجموعہ بدن کے لیے مجموعہ روح ہے اسی طرح ہر ہر جز کی علیحدہ علیحدہ روح بھی ہے۔ جیسے آنکھ میں بینائی کی قوت اس کی روح ہے۔ وغیرہ اسی طرح سارے اعمال شرعیہ کی ایک روح ہے اور پھر ہر ہر عمل کی علیحدہ علیحدہ بھی روح ہے اور اس روح کا نام "تقویٰ" ہے۔ چنانچہ قربانی کے متعلق

ارشاد ہے:

لن ینال اللہ لحومھا ولا دمائوھا ولکن ینالہ التقوی منکمO

(حج: پ۱۷، ع۵)

"یعنی خداتعالیٰ کو قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا لیکن تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔"

تو قربانی کرنے کی کیا ضرورت ہے بلکہ تقویٰ اختیار کرلو، کافی ہوجائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پھر سارے اسلام کو چھوڑ کر بس تقویٰ ہی اختیار کرلو کیونکہ روزہ کے متعلق ارشاد ہے:

کتب علیکم الصیام کما کتب علیٰ الذین من قبلکم لعلکم تتقون O (بقرہ: پ ۲، ع ۲۳)

"تم پر روزوں کا حکم ہوا جیسے تم سے پہلے لوگوں پر حکم ہوا تھا، شاید کہ تم پرہیزگار ہوجاؤ۔"

تو روزہ کا حاصل بھی تقویٰ ہے۔ نماز کے متعلق ارشاد باری ہے کہ:

ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر O

(عنکبوت: پ۲۱، ع۵)

"نماز بے حیائی اور بے کاموں سے روکتی ہے۔"

جس کا حاصل تقویٰ ہے۔ لہٰذا نماز اور روزہ بھی چھوڑیئے۔ پھر ارشاد ہے کہ:

"مشرق اور مغرب کی طرف منہ کرلینا نیکی نہیں ہاں نیکی یہ ہے کہ جو اللہ اور قیامت کے دن اور ملائکہ اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے۔ اس کی محبت پر مال دے، رشتہ داروں کو یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوالیوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور جو لوگ اپنے عہد پورے کریں اور تنگی و سختی میں صبر کرنے والے، یہی لوگ سچے ہیں اور یہی متقی ہیں۔" (بقرہ: پ۲، ع۲۲)

لیجئے سارے اسلام کا حاصل تقویٰ نکلا۔ اس لیے سب کو چھوڑ کر بس تقویٰ اختیار کرلیجئے۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے اس لیے کہ جس طرح ہر ہر جز کی روح علیحدہ ہے اسی طرح ہر عبادت کا تقویٰ جداگانہ ہے تو جو تقویٰ گوشت پوست کے ذریعہ پہنچتا ہے اور حاصل ہوتا

ہے وہ کسی دوسری عبادت، صدقہ وغیرہ سے کیسے حاصل ہوسکتا ہے۔ مثلاً زید کی روح کو گدھے کے قالب میں اگر منتقل کردیا جائے۔ تب بھی وہ زید نہ بنے گا بلکہ گدھا ہی رہے گا، اسی طرح صدقہ صدقہ ہی رہے گا، قربانی کا قائم مقام اسے کیسے کہا جاسکتا ہے تو دنیا میں چونکہ بغیر صورت کے چارہ نہیں، اس لیے قربانی کرنا ہی پڑے گی، ہاں آخرت میں پہنچ کر آپ قربانی نہ کریں کیونکہ وہاں صورت ضروری نہیں لیکن اگر آپ نے دنیا میں اعمال کی صورت کو ترک کردیا تو یقین رکھئے کہ آپ نے اس کی روح کو بھی فنا کردیا۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

الایمان سر والاسلام علانیۃ..

''ایمان پوشیدہ چیز ہے اور اسلام ظاہر''

اور چونکہ قربانی کا قائم مقام صدقہ یا کوئی عبادت نہیں ہوسکتی اس لیے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''بقرعید کے روز سب سے زیادہ محبوب عمل قربانی ہے۔''

تو اس روز سوائے اس عمل کے دوسرا عمل کیسے اس کا قائم مقام ہوسکتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ماھذہ الاضاحی'' یارسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سنۃ ابیکم ابراھیم'' (تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے)

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے استفسار کیا کہ: ''فمالنا فیھا یا رسول اللہ''

یارسول اللہ! اس میں ہمارا کیا نفع ہے؟

''بکل شعرۃ حسنۃ'' (قربانی کے ہر بال پر ایک نیکی ملے گی)

تو یہ اجر وثواب صدقہ وغیرہ پر کیسے مرتب ہوسکتا ہے؟ کیونکہ صدقہ میں بال کہاں ہیں تو بات دراصل وہی ہے کہ ہر صورت میں اس کے مطابق روح ڈالی جاتی ہے۔

قربانی کی حقیقت

اصل میں قربانی کی حقیقت تو یہ تھی کہ عاشق خود اپنی جان کو خدا تعالیٰ کے حضور

میں پیش کرتا مگر خدا تعالیٰ کی رحمت دیکھئے ان کو یہ گوارا نہ ہوا اس لیے حکم دیا تم جانور ذبح کر دو ہم یہی سمجھیں گے کہ تم نے خود اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کی طرف سے خواب کے ذریعے بشارت دی گئی کہ آپ اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی پیش کریں۔ اب دیکھئے کہ یہ حکم اول تو اولاد کے بارے میں دیا گیا اور اولاد بھی کیسی، فرزند اور فرزند بھی ناخلف نہیں بلکہ نبی معصوم ایسے بچے کو قربان کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ حقیقت میں انسان کو اپنی قربانی پیش کرنا آسان ہے مگر اپنے ہاتھ سے اپنی اولاد کو ذبح کرنا بڑا سخت مشکل کام ہے مگر حکم خداوندی تھا اس لیے آپ نے اپنے بیٹے کی محبت کو پس پشت ڈالا اور حکم خداوندی کے سامنے سر جھکا دیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر منیٰ کے منحر میں تشریف لائے اور فرمایا بیٹا! مجھے خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تجھ کو فنا کر دوں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فوراً فرمایا:

"افعل ماتؤمر" جو آپ کو حکم ہوا ہے ضرور کیجئے۔

اگر میری جان کی ان کو ضرورت ہے تو ایک جان کیا اگر ہزار جانیں بھی ہوں تو نثار ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رسیوں سے ان کے ہاتھ پاؤں باندھے، چھری تیز کی، اب بیٹا خوش ہے کہ میں خدا کی راہ میں قربانی ہو رہا ہوں۔ ادھر باپ خوش ہے کہ میں اپنے بیٹے کی قربانی پیش کر رہا ہوں۔ چنانچہ حکم خداوندی کی تعمیل میں اپنے بیٹے کی گردن پر چھری چلائی تو چھری کند ہو گئی اور اس وقت حکم ہوا:

"قد صدقت الرؤیا انا کذلک نجزی المحسنین" (بے شک آپ نے اپنا خواب سچ کر دکھایا ہم نیکوکاروں کو اسی طرح جزا دیا کرتے ہیں)

اب ہم اس کے عوض جنت سے ایک مینڈھا بھیجتے ہیں اور تمہارے بیٹے کی جان کے عوض ایک دوسری جان کی قربانی مقرر کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی دن سے گائے، مینڈھا یا بکری وغیرہ قربانی کے لیے فدیہ مقرر ہو گیا۔

قربانی اور صدقہ میں فرق

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ذبح کا اصل مقصد جان کو پیش کرنا ہے۔ چنانچہ اس سے انسان میں جاں سپاری اور جاں نثاری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور یہی اس کی روح ہے تو یہ

روح صدقہ سے کیسے حاصل ہوگی کیونکہ قربانی کی روح تو جان دینا ہے اور صدقہ کی روح مال دینا ہے۔ پھر اس عبادت کا صدقہ سے مختلف ہونا اس طرح بھی معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ کا کوئی دن متعین نہیں مگر اس کے لیے ایک خاص دن مقرر کیا گیا ہے اور اس کا نام بھی یوم النحر اور عیدالاضحیٰ یعنی قربانی کا دن رکھا گیا۔

جہاں تک قربانی کے مسئلہ کا تعلق ہے تو یہ سلفاً خلفاً ایسی ہی ہوتی چلی آئی ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کا بھی اور اُمت کا بھی اس پر اجماع ہے۔ انبیاء بنی اسرائیل میں سب کے یہاں قربانی تھی۔ آئمہ کرام کا بھی اس پر اجماع ہے یہ اور بات ہے کہ امام شافعی امام احمد بن حنبل اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم کے یہاں قربانی سنت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے۔ یہ اس کے حکم میں اختلاف ہے اور آئمہ کے دقائق ہیں مگر قربانی کی مشروعیت میں سب متفق ہیں اور اگر یہ کوئی غیر شرعی عمل ہوتا تو احادیث میں اس کی صفات وغیرہ کیوں بیان کی جاتیں؟

چنانچہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم کو حضور اقدس ﷺ نے ہدایت فرمائی: ”ہم قربانی کی آنکھ اور کان کو خوب دیکھ بھال لیا کریں، ہم ایسے جانور کی قربانی نہ کریں جس کا کان آگے سے کٹا ہوا ہو اور نہ جس کا کان پیچھے سے کٹا ہوا ہو اور نہ جس کا کان چرا ہوا ہو اور نہ جس کے کانوں میں سوراخ ہو۔“

اس کے علاوہ بھی بعض اوصاف مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے احکام صدقہ سے بالکل جدا ہیں اس لیے اس میں صدقہ کے احکام سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ پھر ساری اُمت آج تک بلا اختلاف اس عمل کو کرتی چلی آرہی ہے اور تعامل اُمت سب سے بڑی دلیل ہے۔

منکرین قربانی پر طریق رد

قربانی کے متعلق تو اب بیان ہو چکا لیکن اگر کہا جاوے کہ آپ تو حدیث سے استدلال پیش کر رہے ہیں حالانکہ ہم حدیث کو حجت ہی نہیں مانتے تو ایسے لوگوں سے پھر قربانی کے مسئلہ میں جھگڑا نہیں بلکہ پھر تو حدیث کے حجت ہونے میں گفتگو ہے۔ یہ ایک

اُصولی اختلاف ہے ایسے لوگوں سے یہ سوال کیا جاوے گا کہ آپ قرآن مجید کو جو کلام اللہ تسلیم کرتے ہیں تو اس کا کلام اللہ ہونا کیسے معلوم ہوا؟

اگر یہ جواب ہے کہ خود قرآن سے معلوم ہوا تو یہ ''مکابرہ'' ہے یعنی جو دعوی ہے وہی دلیل ہے اور یہ صریح غلطی ہے ورنہ پھر یہ بھی تسلیم کر لیجئے کہ حدیث کا کلام رسول اللہ ﷺ ہونا حدیث سے ثابت ہے۔ درحقیقت جو شخص احادیث کا انکار کر رہا ہے وہ قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کا بھی منکر ہے کیونکہ قرآن بغیر حدیث کے حجت نہیں بن سکتا جس طرح کوئی شخص بغیر رسول کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اسی طرح کلام اللہ تک بغیر کلام رسول ﷺ کے رسائی ناممکن ہے کیونکہ لغت کے زور سے اگر کلام اللہ کو حل کیا گیا تو وہ خدا تعالیٰ کی مراد نہ ہوگی بلکہ اس شخص کی اپنی مراد ہوگی۔ جب تک پیغمبر یا پیغمبر کے نائبین کسی آیت کی مراد کو بیان نہ کریں وہ شریعت نہیں بن سکتی کیونکہ کلام کی بعض خصوصیات ایسی ہوتی ہیں جو کاغذ پر نہیں آسکتیں بلکہ لب ولہجہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ میں اس کی مثال اردو کے ایک جملے سے دیا کرتا ہوں وہ جملہ ہے ''کیا بات ہے'' اس کے لب ولہجہ بدلنے سے معنی بدل جاتے ہیں۔ چنانچہ کبھی اس کو استفسار حال کے واسطے استعمال کیا جاتا ہے اور کبھی تعجب کے لیے، کبھی تعظیم شان کے لئے اور کبھی تحقیر کے لیے۔ اب اگر یہ جملہ کاغذ پر لکھ کر کسی کو بھیج دیں تو کیا وہ شخص اس کر پڑھ کر متکلم کی مراد کو سمجھ سکے گا؟ ہرگز نہیں بلکہ جو کچھ وہ سمجھے گا وہ اس کی اپنی مراد ہوگی۔ چنانچہ اگر یہ شخص اس وقت تعجب کی حالت میں ہوگا تو اس کو تعجب کے لیے سمجھے گا اور اگر استفسار حال کا اس پر غلبہ ہوگا تو اسی کے لیے سمجھے گا تو یہ کیفیات کاغذ پر نہیں آسکتیں۔

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش راچاں خواہد کشید

یعنی مصور تو صرف محبوب کی صورت بنا سکتا ہے اس کے ناز وانداز کو کیسے اس میں ڈھال سکتا ہے؟

رد کا دوسرا طریقہ

اس کے علاوہ ایک چیز ''عرف'' ہے یعنی کلام میں بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ اہل عرف کے پاس رہ کر ہی سمجھ میں آسکتی ہیں۔ غیر اہل عرف ان کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔

جب ہماری زبان اور کلام میں محاورات ہیں تو قرآن مجید میں بھی ایسی چیزیں ہیں کہ ان کو وہی سمجھ سکتے ہیں جن کو نبی کریم ﷺ کی صحبت نصیب تھی تو اب جو لوگ قرآن سمجھنا چاہیں ان کو چاہیے کہ اہل عرف کی طرح رجوع کریں۔ یعنی جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف اور جو معنی وہ بتائیں ان کو صحیح سمجھنے کیلئے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

هو الذى بعث فى الامين رسولا منهم يتلوا عليهم ايته ويزكيهم ويعلمهم الكتب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ضلل مبين ○ (الجمعه: پ ۲۸، ع ۱)

''خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان پڑھ لوگوں میں ایک رسول بھیجا جو انہی میں سے ہے ان کو خدا تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کے قلوب کو صاف کرتا ہے اور وہ کتاب اور حکمت کی باتیں تعلیم کرتا ہے حالانکہ وہ لوگ اس سے قبل صریح گمراہ تھے۔''

اب دیکھئے! اس آیت میں خدا تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ کے تین فرائض بیان فرمائے یعنی تلاوت، تزکیہ و تعلیم۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر کا کام صرف آیتیں پڑھ کر پھونک دینا ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کے مطالب و معانی کی تعلیم بھی پیغمبر اسلام کے فرائض میں داخل ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کے قلوب کو پاک کریں تا کہ وہ قرآن کے معانی سمجھنے اور اس کو محفوظ رکھنے کے قابل ہو سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ آیت میں ''تزکیہ'' کی تعلیم پر مقدم کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ تزکیہ حاصل کیے بغیر انسان کو قرآن مجید کے معانی سمجھنے کی استعداد حاصل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قلوب کا ایسا تزکیہ کیا کہ وہ حضرات پھر قرآن کے معانی کو اسی طریقے سے سمجھنے لگے جس طرح حضور ﷺ نے تعلیم فرمائی۔ پھر صحابہؓ نے تابعین کے قلوب کا تزکیہ کیا اور انہوں نے تبع تابعین کا۔ غرض اسی طرح سلسلہ وار آج تک یہ معانی و مطالب محفوظ ہیں اس لیے ہمیں ادنیٰ سے ادنیٰ نکتہ بھی بغیر استاد کے سمجھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ قرآن مجید ہمارے پاس امانت ہے جس طرح ہم لفظوں کے امین ہیں اسی طرح ہم معانی کے بھی امین ہیں اور ہم کیا؟ خود آنحضرت ﷺ بھی الفاظ و معانی دونوں کے امین تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ ﷺ شروع شروع میں آیات کو رٹنے کی کوشش فرماتے تا کہ بھول نہ

جائیں۔اسی لیے وحی نازل ہوئی:

لا تحرک به لسانک لتعجل بهO

”آپ ﷺ قرآن پڑھنے کی خاطر وحی کے دوران میں زبان بھی نہ ہلایئے۔“

اور زبان کیوں نہ ہلایئے اس لیے کہ:

”ان علینا جمعہ،وقرآنہ“(ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کرنا اور آپ سے پڑھوانا)

پھر آپ ﷺ کو کیا کرنا چاہیے؟

فاذ اقرانه فاتبع قرانه ثم ان علینا بیانهO

”جب وحی نازل ہورہی ہو اس وقت سنتے رہیے، پھر ہم ہی اس کا مطلب بیان کریں گے۔“

اس آیت میں حق تعالیٰ صاف صاف فرمارہے ہیں کہ اس کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے۔اگر اس کے مطالب ومعانی خود سمجھ میں آسکتے تو یہ کیوں فرمایا جاتا اور جب نبی کریم ﷺ کی سمجھ میں نہ آسکتے تھے تو کسی اور کا تو کیا منہ ہے؟

یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات صحابہ کسی آیت کے متعلق آپ ﷺ سے سوال کرتے تو آپ ﷺ اس پر غور فرماتے رہتے۔پھر کبھی تو من جانب اللہ آپ ﷺ کے قلب مبارک میں اس کا مطلب ڈال دیا جاتا ورنہ آپ ﷺ حضرت جبریل علیہ السلام سے استفسار فرماتے۔اگر ان کو معلوم ہوتا تو آپ ﷺ سے عرض کردیتے ورنہ وہ فرماتے کہ میں حق تعالیٰ سے پوچھ کر بتاؤں گا تو قرآن مجید کے معانی اس طرح آپ ﷺ کو من جانب اللہ بتائے گئے اور جب صحابہؓ اور خود حضور اکرم ﷺ کو معانی کے متعلق استفسار کی ضرورت پڑی تھی حالانکہ آپ ﷺ اہل زبان بھی تھے۔نور نبوت سے منور بھی تھے، پھر کسی اور کو کیا حق ہے کہ وہ بغیر حدیث کے قرآن فہمی کا دعویٰ کرے؟ غرض آپ ﷺ قرآن مجید کے موجد یا مخترع نہ تھے بلکہ الفاظ ومعانی میں امین تھے جو کچھ خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا وہ آپ ﷺ صحابہ کو تعلیم فرمادیتے۔اس طرح آپ ﷺ صحابہؓ کے قلوب کو مانجھا اور تزکیہ فرمایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد صحابہ بھی مسائل پر اسی طرح غور کرتے جس طرح آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے۔

پھرانہوں نے تابعین کے دلوں کواسی طرح ماجھااورانہوں نے اپنے شاگردوں کواسی طرح تزکیہ باطن سے آراستہ کیااور یہ سلسلہ آج تک اسی طرح جاری ہے۔ ہم کو قرآن مجید کے جومطالب پہنچے ہیں وہ حضورﷺ کے شاگردوں سے پہنچے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے زمانہ میں ہر شخص قرآن مجید کا مفسر نہ بن سکتا تھا۔ جب تک کسی ایسے ہی استاد کا شاگرد نہ ہواور جوشخص قرآن مجید یا حدیث کی تفسیر وغیرہ بیان کرتا اس سے سند پوچھی جاتی تھی اگر وہ شخص مستند ہوااس کی بات قابل قبول سمجھی جاتی تھی ورنہ رد کردی جاتی تھی۔

مگرآج کل چونکہ ناواقفیت کا زمانہ ہے اور خدا کا خوف لوگوں کے دلوں میں کم ہے اس لیے ہر وہ شخص جو ذرا عربی جانتا ہو وہ مفسر قرآن بننے کا مدعی ہے اور لوگ بغیر کسی تحقیق کے اس کی پیروی کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں حالانکہ قرآن مجید کے مطالب صرف ان ہی لوگوں سے حاصل کرنے چاہئیں جو خود صحیح سمجھتے ہوں یعنی بزرگوں کے صحبت یافتہ اور عالموں کے شاگرد ہوں تا کہ ان کے اندر بھی تزکیہ نفس کا وہ وصوف موجود ہو جس کے لیے نبی کریمﷺ کو مبعوث فرمایا گیا۔

حقیقت میں صحابہؓ جو ساری اُمت سے افضل ہیں وہ اسی صحبت کی برکت سے ہیں کہ ان کو نبی کریمﷺ جیسی شخصیت کی صحبت نصیب ہوئی جس سے ان کے دل صاف ہو گئے کہ اس میں صرف حق بات ہی سا سکتی تھی۔ پھرانہوں نے اپنے شاگردوں کواس نہج پر ڈالا اوران کے قلوب کی صفائی وتزکیہ کیا۔

• اولئک اصحاب محمد و اصحاب ابوبکر و اصحاب عمر

غرض یہ حضرات تھے کہ ان پر حق کا رنگ چڑھا ہوا تھا۔

حاصل یہ کہ کتاب اللہ تک ہم بغیر رسول مقبولﷺ کے نہیں پہنچ سکتے اور ہم کو کتاب اللہ کے اندر غور وفکر کرنے کی بھی جبھی اجازت ہے جب کہ پہلے حضورﷺ اس کا مطلب بیان فرمادیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ولعلھم یتفکرونO

(نحل: پ۱۴، ع۶)

''اور ہم نے نازل کیا آپ کی طرف قرآن مجید کو تاکہ آپ بیان فرمادیں لوگوں کے لیے جو ان کی طرف نازل ہوا تاکہ وہ فکر کریں۔''

دیکھئے اس آیت میں خدا تعالیٰ نے "لتبین للناس" فرمایا کہ پہلے آپ ﷺ قرآن مجید کا مطلب بیان کریں اس کے بعد "یتفکرون" ہے یعنی اس کے بعد لوگوں کو غور و فکر کی اجازت ہے تاکہ لوگ غور و فکر کرنے میں شریعت کی حدود سے نہ نکل جائیں۔

درحقیقت اگر ہر شخص اپنی اپنی عقل اور فہم کے مطابق غور کرنا شروع کر دے تو قرآن مجید ایک کھیل تماشا بن جائے۔ اس لیے ضروری تھا کہ اس کے لیے بھی حدود و قیود مقرر کی جائیں۔ چنانچہ کر دی گئیں اب کسی کو بغیر نبی کریم ﷺ کے ''بیان'' کے قرآن مجید کی تفسیر کی اجازت نہیں اور چونکہ کلام اللہ کا مطلب سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں اس لیے ہمیشہ حق تعالیٰ نے ہر کتاب کے ساتھ ایک نبی ضرور بھیجا۔ چنانچہ اگر تورات آئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تشریف لائے۔ صحف آدم علیہ السلام اگر دنیا میں آئے تو آدم علیہ السلام بھی تشریف لائے اور انجیل کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور زبور کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور سب سے آخر میں قرآن مجید کے ساتھ نبی کریم ﷺ کو بھیجا گیا ورنہ اگر صرف عربی دانی اور لغت کے زور سے کلام الٰہی کو حاصل کیا جا سکتا تو حضرات انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری کی کیا ضرورت تھی؟ بلکہ یہ ہوا کرتا کہ ایک کتاب کسی فرشتہ کے ذریعے سے بیت اللہ کی چھت پر رکھوا دی جایا کرتی اور اعلان کرا دیا جاتا کہ لوگو! یہ خدا کی کتاب ہے اس پر عمل کرو مگر ایسا نہیں کیا گیا کیونکہ کتاب کے ساتھ ساتھ اس کو سمجھانے اور پڑھانے کی بھی ضرورت تھی ورنہ ہر شخص قرآن مجید سے اپنے نفس کے مطابق مطلب گھڑ کر استدلال کیا کرتا۔

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت علیؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو خوارج سے مناظرہ کرنے کو بھیجا تو ہدایت فرمائی کہ ان کے سامنے قرآن سے استدلال مت کرنا بلکہ احادیث سے استدلال کرنا۔

حضرت ابن عباسؓ کو تعجب ہوا اور سوال فرمایا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ قرآن مجید کو میں خاص طور پر سمجھتا ہوں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے میرے حق میں دعا فرمائی:

"اللھم علمہ القرآن" (یا اللہ! ابن عباس کو قرآن کا فہم عطا فرما)۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بے شک تم قرآن مجید کو صحیح سمجھتے ہو مگر القرآن ذو وجوہ (یعنی قرآن مجید کے الفاظ سے متعدد مطالب نکل سکتے ہیں) اس لیے تم صحیح مطلب بیان کرو گے اور لوگ اس کا غلط مطلب بیان کر دیں گے اور الفاظ سے کسی ایک کی بات متعین نہ ہوگی اس لیے تم حدیث سے استدلال پیش کرنا کیونکہ حدیث نے قرآن کے معانی متعین کر دیئے ہیں جس میں کسی تاویل اور کید نفس کی گنجائش نہیں رہی۔

یہی وجہ ہے کہ زمانہ سابق میں بھی جب کوئی فرقہ ایسا ہوا کہ اس نے دین میں تحریف کا ارادہ کیا تو اس نے سب سے پہلے حدیث کا انکار کیا کیونکہ حدیث ہوتے ہوئے کسی قسم کی تحریف کا احتمال ہی نہیں رہتا اس لیے اس نے پہلے اس کانٹے کو راہ سے ہٹایا مگر ساری دنیا جانتی ہے کہ آج وہ لوگ ختم ہو گئے اور ان کے ساتھ انکی تحریفات بھی ختم ہو گئیں اور حدیث پر عمل کرنے والے اب بھی باقی ہیں اور قیامت تک باقی رہیں گے۔ الغرض حدیث کے بغیر قرآن نہیں سمجھ میں آسکتا اور عجیب بات ہے کہ علماء صلحاء کا تو قول حجت ہو مگر نبی کا کلام حجت نہ ہو۔

تقریر کا اصل موضوع تو قربانی کا مسئلہ تھا جس میں زیادہ تفصیل نہ تھی مگر درمیان میں چونکہ کچھ اصولی بحث آگئی اس لیے بات ذرا طویل ہوگئی۔ اگرچہ اس اصولی بحث کو بہت مختصر بیان کیا گیا تاہم بحمد اللہ ضروری باتیں آگئیں اور یہ معلوم ہو گیا کہ حدیث پر بھی ایمان ضروری ہے۔ اب پھر اصل مسئلہ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

متعلقات قربانی کی وضاحت

اس جگہ یہ اشکال کہ قربانی کرنے سے جانور ختم ہو جائیں گے؟ اول تو یہ خیال ہی غلط ہے کیونکہ روزانہ جو لاکھوں جانور بطور ذبیحہ کے کاٹے جاتے ہیں عید کے دن وہ ذبح نہیں ہوتے اس طرح کچھ معمولی سا فرق پڑتا ہے جو کسی طرح بھی قابل اعتناء نہیں۔ پھر اس روز بعض ایسے لوگوں کو بھی گوشت پہنچ جاتا ہے جو سال میں ایک آدھ دفعہ ہی کھا سکتے ہیں۔ پھر ان کی ساری کھالیں غرباء و مساکین میں تقسیم ہوتی ہیں۔ غرض بہت سے منافع

اس سے حاصل ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ جو روپیہ قربانی میں صرف ہوتا ہے اس کو مہاجرین وغیرہ کی امداد میں صرف کیا جائے تو بے شک مہاجرین کی امداد ضروری ہے مگر ہر کام کے لیے اسلام کے گلے پر چھری کیوں چلتی ہے۔ کچھ اپنی خواہشات نفس پر بھی تو چھری چلایئے اور غیر شرعی اخراجات کو بند کر کے مہاجرین کی امداد کیجئے۔ مثلاً سینما ہے، شراب ہے اور دوسرے فضول اخراجات ہیں۔

حاصل یہ کہ اب یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ جس طرح کائنات کی ہر چیز میں ایک صورت ہے اور ایک روح ہے اسی طرح اعمال شرعیہ میں بھی ایک روح ہے اور جیسے وہاں ہر صورت کی ایک خاص روح ہے جو دوسری صورت میں نہیں آسکتی اس طرح یہاں بھی ایک روح دوسرے میں نہیں آسکتی۔

سو اب سمجھئے کہ سارے اعمال شرعیہ کا مقصود تقویٰ ہے۔ مثلاً نماز سے عاجزی و انکساری کی صورت میں تقویٰ حاصل ہوتا ہے، روزے میں تزکیہ نفس کی صورت میں، جہاد میں شجاعت کی صورت میں، صدقہ میں انفاق مال کی صورت میں اور قربانی سے جاں نثاری کی صورت میں تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ اب اگر آپ نے قربانی کے بجائے نماز پڑھ لی تو نماز سے عاجزی اور بندگی کا تقویٰ تو ملا مگر قربانی کی صورت میں حاصل ہونے والا تقویٰ نہ ملا۔ پس اگر کوئی شخص قربانی نہ کرے اور صدقہ دے دے تو قیامت کے دن اس کو صدقہ کا ثواب مل جائے گا مگر قربانی کا مطالبہ باقی رہے گا اور یہ سوال ہوگا کہ قربانی کیوں نہیں کی؟ بالکل اسی طرح جیسے کوئی نماز تو پڑھتا رہا اور روزہ نہ رکھا تو روزہ کا مطالبہ ہوگا کہ کیوں نہ رکھا تھا۔ اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے کہ آپ نے ایک نوکر رکھا جس کے سپرد آپ نے کھانا پکانے اور کھانا کھلانے کی خدمت سونپی۔ اب اس نوکر نے یہ کیا کہ کھانا تو پکایا نہیں مگر گھر کو صاف کر کے آئینہ بنا دیا، ہر چیز قرینے سے رکھ دی، جھاڑو بھی دی، فرش بھی دھویا، جالے بھی صاف کیے۔ اب جب آپ گھر پہنچے اور دیکھا کہ ملازم نے گھر کو بہت صاف ستھرا کر رکھا ہے تو یقیناً آپ خوش ہوں گے مگر جب کھانے کے وقت آپ کو معلوم ہوگا کہ اس نے کھانا نہیں پکایا تو یقیناً آپ اس سے باز پرس کریں گے کہ تو نے کھانا کیوں نہیں پکایا؟ تو کیا وہ

ملازم جواب دے سکتا ہے کہ صاحب میں نے گھر تو صاف کر دیا اب کھانے کا مطالبہ کیسا؟ ظاہر ہے کہ اس سے یہی کہا جائے گا کہ یہاں جو کام تیرے سپرد کیا تھا وہ تو تو نے کیا نہیں اور ایک ایسا کام کیا جو فی الجملہ اگر چہ اچھا ہے مگر تیرے سپرد نہ تھا اس لیے تجھ کو یہ کام کھانا کھلانے کے بعد کرنا چاہیے تھا۔ اسی طرح صدقہ و خیرات تو عبادات نافلہ ہیں اور قربانی واجب ہے تو صدقہ دینے سے اس کا مطالبہ باقی رہے گا۔

حاصل یہ کہ آپ جو صورت اختیار کریں گے اسی کی روح اس میں ڈالی جائے گی جیسے انسان کی صورت میں انسان کی روح اور حیوان کی صورت میں حیوان کی، پھر قربانی کی روح صدقہ میں کیونکر آ سکتی ہے؟ اس لیے کہ قیامت میں ہر ایک عمل کی مختلف صورتیں ہوں گی۔ مثلاً جو شخص مسجد بناتا ہے اس کو جنت میں مکان ملتا ہے، روزہ دار کے لیے قیامت کے دن دستر خوان بچھایا جائے گا۔ اسی طرح قربانی کے متعلق ارشاد ہے کہ:

"قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے سینگوں بالوں اور کھالوں کے ساتھ موجود ہوگا۔"

اس جگہ ان اجزاء کا ذکر ہے جن کو ہم بے کار سمجھ کر پھینک دیتے ہیں۔ یعنی اس کے ردی اجزاء پر بھی ثواب دیا جائے گا تو جو اصلی چیز یعنی گوشت ہے اس پر کیوں ثواب نہ ملے؟ پھر آگے ارشاد ہے:

"قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل وہ خدا تعالیٰ کے یہاں مقبولیت کا درجہ حاصل کر لیتا ہے تم اس عمل کو کر کے اپنا دل ٹھنڈا کرو۔"

تو یہ مقبولیت کا درجہ بھی قربانی کے ساتھ خاص ہے۔

مسئلہ کا بیان تو ہو چکا مگر ایسے جزئی مسائل میں جو اجماعی چیزیں ہیں شبہ پیش آنا انتہائی تنزل اور انحطاط کی علامت ہے۔ اب تک علماء کو صرف اُصول کو ثابت کرنے کی ضرورت پیش آتی تھی مگر افسوس اب جزئیات و مسلمات کو بھی ثابت کرنا پڑتا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ علماء کے ذمہ اس کا ثابت کرنا نہیں یہ تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کو ثابت کریں مگر میرا مقصد یہ ہے کہ اگر ہماری یہی رفتار رہی تو کہاں تک جزئیات کو ثابت کیا جائے گا۔ کچھ چیزیں مسلمات سے بھی رہنے دیجئے یہ تو نہ ہو کہ ہر چیز کے لیے دلیل کی ضرورت پڑنے

لگے۔ یہ انتہائی پستی اور تنزلی کی دلیل ہے جس کی وجہ علم دین کی طرف سے لاپرواہی اور بے توجہی ہے جس کا علاج بجز اس کے کہ آپ لوگ علم دین حاصل کرنے کی طرف توجہ کریں، کچھ نہیں اور میرا یہ مطلب نہیں کہ آپ دوسرے علوم وفنون حاصل نہ کریں بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اس کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی حاصل کریں تاکہ روزمرہ کے موٹے موٹے مسائل میں آپ کو شبہات پیش نہ آئیں اور آپ کو ہر شخص اپنی خواہشات کا غلام نہ بنا سکے بلکہ آپ کو خود بھی حق وباطل میں امتیاز کی تھوڑی سی بصیرت حاصل ہو۔ قرآن مجید کا ترجمہ بھی کسی سے تعلیم کے طور پر حاصل کریں۔ خود دیکھنے میں ہزاروں غلطیوں کا احتمال ہے۔

اگر آپ کو کسی مسئلہ میں شبہ ہو اور اس کی وضاحت کی ضرورت ہو تو خود اپنی عقل سے کوئی رائے قائم کرنے کے بجائے علماء کی طرف رجوع کیجئے کہ دین بالکل بے غبار ہے۔ بشرطیکہ آپ سمجھنے کا قصد رکھتے ہوں اور آپ کی بحث کا پیرایہ تحقیقی وتعمیری ہو، ہٹ دھرمی اور ضد کو اس میں ادنیٰ بھی دخل نہ ہو۔

اب میں ختم کرتا ہوں۔ دُعا کیجئے کہ خدا تعالیٰ ہم کو شرور وفتن سے بچائے اور راہ مستقیم پر قائم رکھے اور ایمان پر خاتمہ نصیب ہو۔ (آمین یارب العالمین)

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

……☆……

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور بیعت رضوان

(از:۔ حضرت مولانا ابوریحان فاروقی رحمہ اللہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا مُشِيْرَ لَهٗ وَلَا مُعِيْنَ لَهٗ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ الْمَبْعُوْثِ اِلٰى كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا.

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كَلَامِهِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

میرے واجب الاحترام، قابل صد احترام بزرگو اور ساتھیو! گذشتہ جمعہ آپ کے سامنے حضرت عثمان غنیؓ کے فضائل و مناقب پر خطبہ جمعہ کا آغاز ہوا تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ اسلامی تاریخ کے وہ جلیل القدر انسان ہیں، جن کی مثال دنیا میں کوئی پیش نہیں کر سکتا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کی فضیلت اسلام میں مسلم ہے۔ میں نے گذشتہ جمعہ حضرت عثمانؓ کی زندگی کے ابتدائی واقعات بیان کیے تھے اور وعدہ کیا تھا کہ

بیعت رضوان کا واقعہ آئندہ جمعہ بیان ہوگا۔ گذشتہ جمعہ جو آیت کریمہ پڑھی تھی اس میں حضرت عثمانؓ کے فضائل ومناقب اوران کے بارے میں اسلام کی ایک بے مثال روایت اور حضور ﷺ کی طرف سے ان کے ساتھ والہانہ محبت اوراخوت کا اعلان تھا۔

میرے بھائیو! آپ حضرات کے سامنے حضرت عثمان غنیؓ کی یہ دونوں فضیلتیں کہ آپ کے گھر میں حضور علیہ السلام کی دوصاحبزادیاں، جن کی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے اوراسی طرح آپ کو ذوالہجرتین بھی کہا گیا۔ یہ ایسے فضائل ہیں جن کی بناء پر حضرت عثمان غنیؓ کی امتیازی حیثیت نمایاں ہوتی ہے، ان باتوں میں دنیا کا کوئی شخص آپ کا شریک نہیں۔

میرے بھائیو! اسلامی تاریخ کا یہ شاندار واقعہ جس کا نام بیعت رضوان ہے تفصیل کے ساتھ انشاء اللہ آج بیان ہوگا اور قرآن پاک کی روشنی میں ان حقائق سے میں انشاء اللہ پردہ ہٹاؤں گا جو عام طور پر بیعت رضوان کے عنوان سے بھی بیان نہیں کئے جاتے۔ حضرت عثمانؓ نے سخاوت کے دریا بہادیئے۔ دولت اسلام کے لئے اتنی لٹائی کہ اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرمانا پڑا غزوہ تبوک میں کہ عثمانؓ آج کے بعد اگر کوئی غلطی بھی کرے گا تو وہ عثمان غنیؓ کے نامہ اعمال پر کوئی اثر نہیں کرے گی، یہ اعزاز بھی کسی اور کے حصے میں نہیں آیا۔

بیعت رضوان کا اجمالی خاکہ

میں نے جو آیت آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ...... لقد رضی اللہ ...... اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوگیا...... عن المومنین ...... ان صحابہ کے ساتھ جنہوں نے ...... اذیبایعونک تحت الشجرۃ ...... حدیبیہ کے مقام پر ایک درخت کے نیچے اے پیغمبر ﷺ! آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

فعلم مافی قلوبھم ...... اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو جانتا ہے کہ ان کے دلوں میں عثمانؓ سے کتنی محبت ہے۔

فانزل السکینۃ علیھم ...... اللہ تعالیٰ نے ان پر سکون نازل کیا۔ ان کی گھبراہٹ اوردل کے خوف کو اللہ نے ختم کرڈالا۔

واثابھم فتحاقریبا...... اوران کے لئے بہت جلد بڑی فتح کا فیصلہ کردیا۔

فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ فَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا...... اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اے صحابہ کرام! میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ دنیا کا مال تمہیں دوں گا اور تمہاری غریبی دور ہو جائے گی، چنانچہ بہت کامیابیاں اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمائیں انہیں اور آگے فرمایا...... وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا......

آج تم جن پر قابض نہیں ہو، وہ اللہ تعالیٰ تمہارے قدموں میں ڈال دے گا۔

یہ سب کچھ کیوں ہوگا؟ اس لیے کہ تم نے محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اللہ کو راضی کرلیا، یہ ہے، ان آیات کریمہ کا مفہوم! جن کا خلاصہ میں نے آپ کے سامنے نقل کیا۔

میرے بھائیو! ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک تاریخ ساز واقعہ نقل کیا ہے۔

پیغمبر کا خواب کیا ہوتا ہے؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مدینہ منورہ میں گئے ہوئے چھ سال ہو گئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ تیرہ سال آپ نے مکہ میں تبلیغ فرمائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کو پریشانیوں اور مشکلات میں دیکھا اور مشرکین مکہ نے آپ کو اتنی تکالیف دیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو گیا کہ اے پیغمبر! ہجرت کر کے مدینہ کی طرف چلے جاؤ! اس حکم کی تعمیل میں مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے ہوئے چھ سال گزر گئے۔ حضور ﷺ کے دل میں بڑی تڑپ تھی کہ میں کعبہ کی زیارت کروں میں خانہ کعبہ میں عمرہ کروں۔ طواف کروں، لیکن مکہ پر کافروں کے قبضہ میں تھا۔ مشرکین مکہ کی ایک قوت اور حکومت تھی، پہلے ابوجہل ان کا سردار تھا، پھر ابوسفیان سردار ہوا۔ حضور ﷺ کے دل کی وہ خواہش دل میں رہی، چھ سال جب گزر گئے تو ایک رات حضور ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ میں مدینہ منورہ سے عمرہ کی نیت کر کے مکہ کی طرف جا رہا ہوں اور ساڑھے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کا قافلہ پیغمبر ﷺ نے دیکھا اور آپ کو معلوم رہے کہ نبی ﷺ کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ رات کو خواب آیا، صبح حضور ﷺ نے اعلان فرمایا کہ صحابیو رضی اللہ عنہم! اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مدینہ سے مکہ پہنچوں اور عمرہ کروں۔ کعبۃ اللہ کا طواف کروں، صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ اعلان سنتے ہی جوش وخروش پیدا ہو گیا، چھ سال گزر گئے تھے کعبہ کو دیکھے ہوئے، ہر آدمی خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا، ہر ہر آدمی

نے کپڑے سنبھالے، سواریاں تیار کیں، احرام بنائے اور ساڑھے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت پیغمبر ﷺ کے ساتھ عمرے کی نیت سے چل پڑی، مدینہ سے باہر نکل کر ایک جگہ پر پڑاؤ ڈالا اور احرام باندھ لیے۔

عالم الغیب کون؟

اب آپ یہ بتائیں کہ اتنے لوگ جہاں تشریف فرما ہوں اس وقت جب احرام باندھا گیا حضور ﷺ کو پتہ تھا کہ میں کعبہ میں داخل نہیں ہو سکوں گا۔ پتہ تھا کہ نہیں؟

حضور ﷺ تو اس نیت سے جا رہے ہیں کہ میں خانہ کعبہ کی زیارت کروں گا، طواف اور عمرہ کروں گا، لیکن آپ آگے نہیں جا سکے خانہ کعبہ کا طواف اسی سفر میں نہیں کر سکے، لیکن نیت کیا تھی؟ اگر پیغمبر ﷺ عالم الغیب ہوتے تو آج یہاں سے سفر کرنے کے کیا ضرورت تھی اور احرام باندھنے کی کیا ضرورت تھی؟ احرام تو حرم کعبہ میں داخلے کے لئے باندھا جاتا ہے۔ آپ کو یہ معلوم ہونا چاہئے تھا کہ آپ مکہ میں داخل نہیں ہو سکیں گے تو معلوم یہ ہوا کہ غیب کے سارے خزانے پروردگار عالم کے پاس ہیں غیب بھی اللہ جانتا ہے اور ہر چیز دینے والا بھی اللہ ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا صحابہ کرامؓ سے مشورہ:

میرے بھائیو! ساڑھے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ آپ نے احرام باندھا اور عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ کی طرف چل پڑے، کئی دنوں کا سفر کیا اور مکہ مکرمہ سے آٹھ دس میل پہلے ایک جگہ آتی ہے جس کا نام حدیبیہ ہے، وہاں پر پڑاؤ ڈالا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ مکہ میں داخل کس طرح ہوا جائے، وہاں حکومت ابوسفیان کی تھی، جو امیر معاویہؓ کے والد ہیں۔ اور خود ابوسفیان بھی بعد میں پیغمبر ﷺ کے صحابیؓ بنے اور آپ ہی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، لیکن اس وقت بیعت رضوان کے موقع پر مسلمان نہیں ہوئے تھے، حضور ﷺ نے لشکر کو ایک جگہ جمع کیا اور فرمایا میری رائے یہ ہے کہ ایک وفد ایک سفیر کی قیادت میں مکہ بھیجوں اور ابوسفیانؓ سے عمرہ کی اجازت حاصل کروں۔ حضور علیہ السلام نے جب صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو فرمایا، عمرؓ میری رائے یہ ہے کہ تمہیں اپنا سفیر بنا کر بھیجوں۔

فاروقِ اعظمؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے مکہ جانے سے انکار نہیں ہے لیکن میں بڑا سخت آدمی مشہور ہوں، میں نے مشرکین مکہ سے بڑی لڑائیاں لڑی ہیں۔ میں جب وہاں پہنچوں گا تو میرے کئی دشمن کھڑے ہو جائیں گے اور اگر آپ ﷺ کو اجازت ملنی بھی ہوئی تو میری وجہ سے اجازت نہیں ملے گی۔ بہتر ہے کہ آپ کسی اور کو بھیجیں، حضور ﷺ نے فرمایا کس کو بھیجوں؟

فاروق اعظمؓ نے عرض کیا میں ایک ایسا آدمی بتاتا ہوں آپ ﷺ اسے سفیر بنا کر بھیجیں کہ دشمن بھی جس کی تعریف کرتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا وہ کون شخص ہے؟

حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ عثمان غنیؓ ہے؟

حضور ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو بلایا اور بلا کر فرمایا عثمانؓ! تم میرے سفیر ہو!!

سیدنا عثمانؓ ایک انوکھا سفیر:

کوئی پاکستان کا سفیر ہوگا!...... کوئی امریکہ کا سفیر ہوگا!...... کوئی انڈیا کا سفیر ہوگا!

اور وہ سفیر کسی حکومت سے معاہدہ کرے، حکومت اسے تسلیم کرتی ہے۔ آج کل ملکوں کے سفیروں کی بہت اہمیت ہے، لیکن عثمان غنیؓ محمد مصطفیٰ ﷺ کا سفیر ہے، پیغمبر ﷺ کا سفیر ہے، دنیا کے سب سے بڑے سردار کا سفیر ہے، کائنات کے رسول ﷺ کا سفیر ہے، حضور ﷺ نے فرمایا عثمانؓ! تم میرے سفیر بن کر جاؤ، عثمان غنیؓ سفیر بن کر وہاں پہنچے۔ سردار مکہ ابوسفیان سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں ابوسفیان نے کہا، عثمان! تم بڑے شریف آدمی ہو۔ بڑے اچھے آدمی ہو، تمہاری شرافت پر کسی کو کوئی کلام نہیں ہے۔ لیکن اے عثمانؓ! تمہارے پیغمبر کو میں مکہ داخل ہو کر خانہ کعبہ کے طواف کی اجازت نہیں دے سکتا۔ البتہ تمہیں اجازت ہے جتنا جی چاہے طواف کرو جتنے چاہو عمرے کر لو، حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا عمرہ اور طواف بہت بڑی عبادت ہے سعادت ہے، لیکن میں اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی مرضی کے بغیر یہ عبادت نہیں کر سکتا، یہاں سے ثابت ہوا کہ عبادت بھی وہی ہوتی ہے، جس میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی مرضی شامل ہو۔

ابوسفیانؓ کا اصرار سیدنا عثمانؓ کا انکار:

میرے اور آپ کے عمرہ اور طواف میں حضور ﷺ کی مرضی نہ ہو تو عمرہ اور طواف

فضول ہے فضول! نبی ﷺ کی مرضی شرط ہے عبادت میں، پیغمبر ﷺ کی مرضی نہیں تھی، عثمانؓ نے عمرہ نہیں کیا قبلہ تو ہے مگر قبلہ نما موجود نہیں، جس نے قبلے کا راستہ بتانا اور سمجھانا ہے جب وہی پیغمبر ﷺ موجود نہیں تو میں کعبے کا طواف نہیں کر سکتا، حضرت عثمانؓ سے ابوسفیان نے اصرار کیا کہ آپ طواف کرلیں، لیکن عثمان غنیؓ نے صاف انکار کر دیا۔ چنانچہ اُس نے عثمانؓ کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ حضرت عثمانؓ گرفتار ہو گئے جس حکومت کا سفیر گرفتار ہو جائے اس سے بڑی کوئی بات نہیں ہوتی۔ نبی ﷺ کا سفیر مکہ میں گرفتار ہو گیا۔ باقی ساتھی گرفتار ہوئے۔ لیکن چھوٹ گئے، صرف عثمان غنیؓ گرفتار رہے۔

سیدنا عثمانؓ کی قدر و منزلت نبی ﷺ کی زبانی

اور ادھر حدیبیہ میں غلط خبر مشہور ہو گئی کہ عثمانؓ شہید ہو گئے یہ خبر غلط تھی یا صحیح تھی؟ اگر نبی عالم الغیب ﷺ ہوتا یہاں بھی پیغمبر ﷺ فرماتے کہ یہ خبر غلط ہے، لیکن نبی ﷺ نے یہ نہیں فرمایا، جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پتہ چلا کہ عثمان غنیؓ شہید کر دیئے گئے حدیث میں آتا ہے کہ نبی ﷺ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا، پیغمبر ﷺ پریشان ہو گئے اور پریشانی کی حالت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے سفیر عثمان غنیؓ کے قتل کا بدلہ لئے بغیر واپس نہیں جاؤں گا، میں بدلہ لوں گا۔ مدینے کے لوگو صحابیو، میں عثمانؓ کا بدلہ لوں گا، یہ کوئی معمولی بات نہیں، یہ بہت بڑی سعادت ہے جو عثمانؓ کے حصے میں آئی کہ پیغمبر ﷺ نے یہ عزم کر لیا کہ بدلہ لئے بغیر واپس نہیں ہوؤں گا، حالانکہ حضرت عثمانؓ شہید نہیں ہوئے تھے۔

بیعت رضوان کا آغاز

سمندری کے لوگو! تم جانتے ہو کہ بدلہ لینے میں آدمی خود بھی شہید ہو سکتا ہے، اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، میں بدلہ لوں گا۔ بالفاظ دیگر کیا کہا کہ میں عثمانؓ کے لئے خود شہید ہو جاؤں گا۔ نبی ﷺ کہے کہ عثمانؓ کے لئے میں شہید ہو جاؤں گا۔ ابوبکرؓ کھڑے ہو گئے فرمایا میں بھی شہید ہو جاؤں گا۔ عمرؓ کھڑے ہو گئے فرمایا میں بھی شہید ہو جاؤں گا۔ علیؓ کھڑے ہو گئے فرمایا میں بھی شہید ہو جاؤں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کون کون آدمی عثمانؓ کا بدلہ لینا چاہتا ہے؟ ساڑھے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہاتھ بلند کر دیئے کہ ہم عثمانؓ کا بدلہ لیں

گے، حضور ﷺ نے فرمایا اچھا! سب کے سب عثمانؓ کا بدلہ لو گے! صحابہ نے کہا بات عثمانؓ کی نہیں ہے بات ہے اے پیغمبر! آپ کے سفیر کی! عثمانؓ آپ کے سفیر، آپ کے نمائندہ اور آپ کے ترجمان تھے، حضور ﷺ نے فرمایا پھر ٹھیک ہے، اس مجمع میں جو جو آدمی عثمانؓ کا بدلہ لینا چاہتا ہے، وہ آئے اور میرے ہاتھ پر بیعت کرلے، وہ میرے ہاتھ پہ ہاتھ کر یہ عہد کرے کہ "عثمانؓ کا بدلہ لوں گا، چاہے عثمانؓ کے لئے مجھے اپنی جان قربان کرنی پڑے" ساڑھے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم نے قطاریں بنائی پیغمبر ﷺ درخت کے نیچے بیٹھے ہیں، ایک ایک صحابی پیغمبر ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کہتا تھا کہ "میں عثمانؓ کا بدلہ لوں گا، میں عثمانؓ کے لئے خود کو ذبح کرادوں گا، یہ لفظ کہہ کر آگے بڑھتے جاتے تھے۔

میرے بھائیو! یہاں سے عثمانؓ کی شان عظمت، رفعت اور مرتبت کا پتہ چلتا ہے کہ اللہ کا وہ رسول ﷺ، کائنات کا وہ پیغمبر ﷺ، جس کے پاؤں کی خاک پہ پوری دنیا کو نثار کر دیا جائے، جس کے قدموں کی دھول پہ ساری کائنات کے انسانوں کی جان لٹادی جائیں۔

وہ محمد ﷺ عثمانؓ کے لئے اپنی جان دینے کو تیار ہے۔ وہ پیغمبر ﷺ جس کے چہرے کی قسم قرآن نے کھائی۔ وہ پیغمبر ﷺ جس کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ ہے،

نماز اچھی، روزہ اچھا، حج اچھا، زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

وہ پیغمبر ﷺ! جس کے لئے قیامت تک آنے والا مسلمان اپنی جان کٹانا باعث فخر سمجھتا ہے، وہ پیغمبر ﷺ عثمان غنیؓ کے لئے جان کا نذرانہ دینے کو تیار نظر آتا ہے۔

دینی کارکن کی اہمیت:

میرے بھائیو! ساڑھے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ایک ہی موقف دہرایا کہ ہم عثمانؓ کا بدلہ لیں گے اور پھر رسول اللہ ﷺ یہ بھی تو فرما سکتے تھے کہ اے میرے صحابیو! تم جاؤ عثمانؓ کا بدلہ لو، میری دعائیں اور اللہ کی نصرت تمہارے ساتھ ہے، لیکن نہیں، یہاں تو پیغمبر ﷺ حضرت عثمانؓ کے لئے اپنی جان نچھاور کرنے

کو تیار نظر آتے ہیں، یہ ہے عثمانؓ کی رفعت مرتبہ اور مقام، یہاں سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ کسی دینی جماعت کا کوئی کارکن شہید ہو جائے تو اس جماعت کے قائد کو چاہئے کہ اس کا انتقام لے، تاکہ کارکن کی جان بے توقیر اور بے وقار نہ ہو، یہ کارکن کی اہمیت ہے اسلام میں، یہ کارکن کی قیمت ہے، یہ کارکن کی اہمیت ہے، کارکن بے کار نہیں ہوتا، بے قیمت نہیں ہوتا بلکہ انمول ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ اپنے کارکن کے لئے اپنی جان دینے کو تیار نظر آتے ہیں۔

وہ نبی ﷺ جس نے اپنے چچا کے قاتلوں کو معاف کر دیا، وہ عثمانؓ کے قاتلوں کو معاف کرنے کو تیار نہیں ہیں، میرے پیغمبر ﷺ کے سگے چچا حضرت حمزہؓ کی لاش کے بارہ ٹکڑے ہوئے، لیکن وہی قاتل جو پیغمبر ﷺ کے چچا کا قاتل تھا، جب کلمہ پڑھنے کو آیا تو نبی ﷺ نے اسے ماعاف کر دیا اور فرمایا وحشی بن حرب! میں تمہیں معاف تو کرتا ہوں لیکن تم میری نگاہوں کے سامنے نہ بیٹھا کرو...... تمہیں دیکھ کر مجھے میرا چچا یاد آ جاتا ہے...... تمہیں دیکھ کر مجھے میرا چچا یاد آ جاتا ہے...... تم سامنے بیٹھتے ہو تو مجھے چچا کی لاش کے ٹکڑے یاد آ جاتے ہیں...... اس نبی ﷺ کو دیکھو جو اپنے چچا کے قاتل کو معاف کر رہا ہے، وہ عثمانؓ کے قاتلوں سے لڑ جانے پر ساڑھے چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موت کی بیعت لے رہا ہے۔

...... پیغمبر ﷺ عثمانؓ کا خون معاف کیوں نہیں کر دیتے......؟ لوگو! مجھے بتاؤ پیغمبر ﷺ نے عثمانؓ کا خون معاف کیوں نہیں کیا؟...... حالانکہ ابھی عثمان شہید نہیں ہوئے تھے...... غلط خبر ملی تھی...... پیغمبر ﷺ نے موت کی بیعت کیوں لے لی؟...... سنو سنو! پیغمبر ﷺ اسلام میں عثمانؓ کی اہمیت بتانا چاہتے ہیں کہ آج نہ سہی کل کو اگر عثمانؓ کو کسی موقع پر شہید کر دیا گیا، ایسا اگر پیغمبر ﷺ کی حیات میں ہوا، تب بھی...... اور اگر بعد میں کسی موقع پر ہوا تب بھی...... کم از کم ساڑھے چودہ سو آدمی عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لئے اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار رہے...... اگر یہ بات نہ ہوتی تو بعد میں جب عثمان غنیؓ کے قتل کی خبر جھوٹی ثابت ہوئی پیغمبر ﷺ اس بیعت کو منسوخ کرنے کا اعلان فرما دیتے...... لیکن پیغمبر ﷺ نے یہ بیعت جو کہ قتال اور شہادت کی بیعت تھی منسوخ نہیں فرمائی۔

بیعت رضوان کو عملی جامہ پہنانا:

علماء فرماتے ہیں کہ اللہ کو تو پتہ تھا کہ آج عثمانؓ شہید نہیں ہوئے...... کل کو جب

شہید ہوں گے تو آج کی بیعت کل کو بدلہ لینے کے لئے کام آئے گی چنانچہ جب عثمانؓ شہید ہو گئے تو ان کا بدلہ لینے کے لئے حضرت عائشہؓ نے لشکر تیار کیا اور جب جمل ہوئی۔ اگرچہ حضرت ام المومنین جنگ کے ارادے سے نہیں بلکہ فقط طالب قصاص بن کر گئیں لیکن جب حضرت علیؓ کے لشکر میں گھسے ہوئے منافقین اور قاتلان عثمانؓ نے ابہام و تفہیم کو تا کام بنا کر جنگ کا ماحول پیدا کر دیا تو چشم فلک نے دیکھا کہ بیعت رضوان والے صحابہ کرامؓ قاتلین عثمانؓ سے قصاص لینے کے لئے ٹوٹ پڑے اور خون کی ندیاں بہہ گئیں۔

میرے بھائیو! اس جنگ کو جنگ جمل اس لئے کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہؓ اونٹ پر سوار تھیں۔ عربی میں اونٹ کو جمل کہا جاتا ہے...... یہ جنگ چونکہ حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لئے تھی اور اس جنگ میں وہی لوگ شریک ہوئے جنہوں نے بیعت رضوان کے موقع پر حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی کہ ہم عثمانؓ کا بدلہ ضرور لیں گے...... تو یہ بیعت اس وقت کام آئی اور چونکہ اس نے کام آنا تھا اس لئے اللہ نے اسے برقرار رکھا......!

عثمانؓ کی جگہ پیغمبر نے اپنے آپ کو کیوں شریک کیا؟

میرے بھائیو! حضور ﷺ کو اللہ نے بتا دیا تھا کہ عثمانؓ زندہ ہیں...... جب یہ پتہ چل گیا کہ عثمانؓ زندہ ہیں...... اب دیکھیں...... دائیں ہاتھ پر حضور ﷺ بیعت لے رہے ہیں۔ یہ ہاتھ اس ہاتھ پہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنا ہاتھ رکھتے جا رہے ہیں...... جب پتہ چلا کہ عثمانؓ زندہ ہیں تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا عثمانؓ کو بھی میرے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہئے...... عثمانؓ کو بھی اقرار کرنا چاہئے کہ اگر وہ شہید ہو جائیں تو اس کے شہید ہو جانے کے بعد اس کے خون کا بدلہ لینے میں اس کی اپنی مرضی بھی شامل ہو...... اس لیے عثمانؓ کو بھی بیعت کرنی چاہئے...... اب عثمان کیسے بیعت کریں؟...... وہ تو وہاں موجود ہی نہیں۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا دیکھو...... یہ میرا ہاتھ ہے، اب تم فرض کرو کہ یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے...... اب اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پہ رکھ کے کہا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے......

اب سوچیں کہ عثمانؓ کے ہاتھ کو نبی ﷺ نے اپنا ہاتھ کیوں کہا؟ اس لئے کہ اللہ کو پتہ تھا کہ عثمانؓ وہ شخص ہے جس نے اپنے ہاتھ سے قرآن لکھا ہے...... کاتب وحی ہیں تو اللہ کو پتہ تھا کہ کل کو ایسے لوگ آئیں گے دنیا میں، جو کہیں گے کہ عثمانؓ نے قرآن کو بدل دیا تھا۔

شیعہ کہتے ہیں نا کہ عثمانؓ نے اللہ کا قرآن بدل دیا تو اللہ نے چودہ سو سال پہلے دنیا کو بتا دیا کہ اس ہاتھ نے قرآن لکھا...... اور یہ ہاتھ اتنا دیانت دار ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اسے اپنا ہاتھ قرار دیا...... جس ہاتھ کو نبی ﷺ اپنا ہاتھ قرار دیں وہ قرآن کو تبدیل نہیں کرسکتا۔

میرے بھائیو! یہ ہے وہ عظمت...... یہ ہے وہ بلندی کہ پیغمبر ﷺ کے ہاتھ پر صحابہ رضی اللہ عنہم بیعت کر رہے ہیں...... حالانکہ عثمانؓ ابھی زندہ ہیں...... لیکن اللہ کو عرش پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اللہ نے عرش پر اعلان کر دیا۔

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذیبایعونک تحت الشجرۃ......

درخت کے نیچے عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لئے جن لوگوں نے بیعت کی ہے، میں خدا عرش سے ان کے لئے رضامندی کا اعلان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پہ راضی ہو گئے اور اعلان فرما دیا۔ **یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ** ...... کہ جن لوگوں نے نبی ﷺ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا، ان ہاتھوں کے اوپر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے ہاتھ رکھا۔ **یداللہ فوق ایدیھم** ...... دیکھو! نیچے نبی ﷺ کا ہاتھ، اس پر ساڑھے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہاتھ اور ان سب کے اوپر اللہ کا ہاتھ!...... اللہ نے فرمایا: **یداللہ فوق ایدیھم**...... ان سب ہاتھوں پہ میرا ہاتھ!

جس کا خدا ہو اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا:

اب آپ بتائیں! جن ہاتھوں پہ اللہ کا ہاتھ ہو...... وہ ہاتھ چھوٹ سکتے ہیں؟ ایک آدمی بازار جائے اور اس کے بچے کی انگلی اس کے ہاتھ میں ہو، وہ بچہ چھوٹ سکتا ہے؟ گم ہو سکتا ہے؟ بازار میں بچے کی انگلی تیرے ہاتھ میں ہو تو بچہ نہیں چھوٹ سکتا! نہیں گم ہو سکتا۔ اور جن صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوں، وہ کیسے چھوٹ سکتے ہیں، کیسے گم ہو سکتے ہیں، کیسے گمراہ ہو سکتے ہیں؟ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں آ گئے۔

نیچے نبی ﷺ کا ہاتھ...... اوپر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہاتھ...... ان سب ہاتھوں پر پروردگار کا ہاتھ...... اور یہ سب کچھ کس وجہ سے؟...... عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے...... عثمانؓ تو ابھی زندہ ہیں، اگر عثمانؓ کی شہادت کی خبر نہ ہوتی اور یہ بیعت نہ ہوئی ہوتی تو یہ قرآن کی آیت کیوں نازل ہوتی؟ **لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذیبایعونک تحت الشجرۃ**...... اے پیغمبر! اللہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہو گیا، کیونکہ ان کے دل میں عثمانؓ کی محبت ہے۔

سیدنا عثمانؓ سے بغض رکھنے والے کو سزا

میرے بھائیو! رسول اللہ ﷺ ایک جنازہ میں تشریف لے گئے۔ صحابہؓ نے عرض کی، جنازہ آپ پڑھائیں...... جنازہ تو حضور ﷺ نے پڑھانا ہی تھا...... جب جنازے کے پاس حضور پہنچے اور جنازہ کی نیت فرمانے لگے...... اچانک آپ ﷺ نے پوچھ لیا کہ یہ کس کا جنازہ ہے......؟ لوگوں نے بتایا کہ فلاں آدمی کا جنازہ ہے۔ حضور ﷺ مصلے سے واپس ہٹ گئے...... صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ جنازہ کیوں نہیں پڑھاتے؟ فرمایا میں جنازہ اس لیے نہیں پڑھاتا۔

اِنَّهٗ كَانَ يَبْغَضُ عُثْمَانَ...... اس شخص کے دل میں عثمانؓ کا بغض تھا۔

جس کے دل میں عثمانؓ کا بغض ہے۔ پیغمبر ﷺ نے فرمادیا کہ میں اس کا جنازہ نہیں پڑھاؤں گا، یعنی عثمانؓ کی محبت سے خدا اتنا خوش ہے کہ اس نے اپنی رضامندی کا اعلان کردیا...... نبی ﷺ اتنا خوش ہے کہ رضامندی کا اعلان کردیا...... اور جس کے دل میں بغض ہے عثمانؓ کا نبی ﷺ اس سے اتنے ناراض ہیں کہ ''رحمۃ اللعالمین'' ہونے کے باوجود اس کا جنازہ نہیں پڑھایا۔

سیدنا عثمانؓ کی قرآن سے نسبتیں

ایک اور بات آپ کو بتاؤں کہ آپ نے سنا ہوگا کہ شیعہ حافظ قرآن نہیں ہوتا اور یہ حقیقت ہے کہ کوئی حافظ شیعہ نہیں ہوتا۔ کیوں......؟ علماء کہتے ہیں کہ قرآن پاک کو لکھا عثمانؓ نے...... عثمان غنیؓ کاتب قرآن ہیں۔ عثمان غنیؓ حافظ قرآن ہیں...... عثمان غنیؓ جامع قرآن ہیں...... عثمان غنیؓ عالم قرآن ہیں...... عثمان غنیؓ عامل قرآن ہیں...... اور عثمانؓ شہید قرآن ہیں کہ جب شہید ہونے لگے تو ان کے خون کا پہلا قطرہ قرآن پر گرا...... اور یہ عادت مبارکہ تھی کہ دن رات میں مکمل قرآن تلاوت کیا کرتے تھے...... سات سال تک کوئی رات ایسی نہیں گزری جس رات عثمانؓ نے اللہ کا قرآن ختم نہ کیا ہو۔

قرآن اور عثمان کا ربط:

اب آپ دیکھیں! عثمان غنیؓ کاتب قرآن بھی ہوا، عثمان غنیؓ عالم قرآن بھی ہوا،

عثمان غنیؓ عاملِ قرآن بھی ہوا......اور جب یہ تینوں باتیں مکمل ہو گئیں! پھر عثمان غنیؓ شہید قرآن بھی ہوا......!! تو جب عثمان غنیؓ قرآن پر شہید ہو گیا تو اللہ نے قرآن کی محبت کی وجہ سے یہ ضابطہ بنا دیا کہ جس دل میں عثمان غنیؓ نہ ہو اس دل میں قرآن نہ ہو......اور جس دل میں عثمان غنیؓ ہو اسی دل میں قرآن ہو! چنانچہ آپ دیکھیں کہ جن لوگوں کے دل میں عثمان غنیؓ کا بغض ہے......وہ لوگ قرآن کے حافظ نہیں ہو سکتے......کوئی قرآن کا حافظ شیعہ نہیں ہو گا۔ کیونکہ عثمان غنیؓ کا بغض دل میں ہے۔

بیعت رضوان کے شرکاء کے لیے پانچ انعامات

میرے بھائیو! بیعت رضوان میں شریک ساڑھے چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ نے پانچ انعام دیئے! عثمانؓ کی محبت کی وجہ سے!

۱)...... پہلا انعام رضامندی کا......اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں ان سے راضی ہو گیا ہوں، یعنی میں نے ان پر جنت واجب کر دی......جنہوں نے عثمان غنیؓ کا بدلہ لینے کے لئے نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔......عثمان غنیؓ کی وجہ سے ساڑھے چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنت کا ٹکڑا ملا۔

۲)...... دوسرا انعام......**فانزل السکینۃ علیھم**......ان کے دلوں میں خوف تھا کہ مشرکین مکہ نے ہمیں عمرہ اور طواف نہیں کرنے دیا کہیں ہم پر حملہ نہ کر دیں......ان کے دلوں میں خوف تھا اللہ فرماتے ہیں اس بیعت کی وجہ سے میں نے ان کے دلوں سے خوف اتار کر ان کے دلوں میں سکون نازل کر دیا۔

۳)...... تیسرا انعام...... **"واثابھم فتحا قریبا"**......اس بیعت کے بعد اللہ نے فتح مکہ کی خوشخبری دے دی، کہ آج بے شک تم مکہ میں داخل نہیں ہو رہے۔ لیکن اس بیعت کی وجہ سے وہ وقت بہت جلد آئے گا کہ مکہ فتح ہوگا اور خانہ کعبہ پر اسلام کا پرچم لہرائے گا۔

تو عثمان غنیؓ کی وجہ سے رضامندی بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کو ملی......!

عثمان غنیؓ کی وجہ سے سکون بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کو ملا......!

عثمان غنیؓ کی وجہ سے فتح مکہ خوشخبری بھی اللہ نے عطا فرمائی......!

۴)...... چوتھا انعام...... وعدکم الله مغانم کثیرة ...... کہ اے صحابیو! آج تم بہت تنگدستی میں ہو بڑے غریب ہو، لیکن عنقریب اللہ تعالیٰ فتوحات کے دروازے کھول کر مال غنیمت کے دروازے کھول دے گا، اتنا مال غنیمت آئے گا کہ تم نے کبھی دیکھا نہیں ہوگا...... مغانم کثیرہ...... علماء فرماتے ہیں اس سے مراد جنگ حنین ہے کہ جس میں ہزاروں بکریاں اور سامان اتنا صحابہ کو ملا کہ پہلے کبھی نہیں ملا۔

ایسا کیوں ہوا؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ صحابہ رضی اللہ عنہم سے راضی ہو گیا تھا اور راضی ہونے کے بعد پہلے سکون کی خوشخبری دی۔ سکون کے بعد فتح مکہ کی خوشخبری دی۔

چوتھی خوشخبری غنیمت کے مال کی دی کہ جنگ حنین کے بعد تمہارے دروازوں پر غنیمت کے ڈھیر لگا دیئے جائیں گے...... آج صحابہ رضی اللہ عنہم پیٹ پر پتھر باندھتے ہیں...... وہ وقت بہت جلد آئے گا کہ مدینہ کی گلیوں میں زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ہوگا کوئی تنگ دست اور فاقہ کش نہیں ہوگا۔

۵)...... پانچوں انعام۔ میں سمجھتا ہوں یہ بہت بڑا انعام ہے اور وہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے...... واخری لم تقدروا علیھا قد احاط الله بھا و کان الله علی کلّ شیءٍ قدیرا ...... علماء کہتے ہیں اس سے مراد بہت بڑی فتح ہے یہ کہ اے صحابیو! آج تم اس پوزیشن میں نہیں ہو کہ دنیا پر غلبہ پا سکو...... ابھی تم اس پر قادر نہیں ہو کہ دنیا کی دو بڑی سلطنتیں (جس طرح آج امریکہ اور روس کی سلطنتیں ہیں، اس وقت قیصر و کسریٰ دو بڑی سلطنتیں تھیں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اے میرے پیغمبر ﷺ کے صحابیو آج تم اس قوت میں نہیں ہو کہ قیصر و کسریٰ کو الٹ سکو، لیکن اس بیعت رضوان کی وجہ سے میں خدا عرش پہ اعلان کرتا ہوں کہ...... واخری لم تقدروا علیھا قد احاط الله بھا......

آج تم قیصر و کسریٰ کو فتح نہیں کر سکتے ہو لیکن بہت جلد قیصر بھی تمہارے قدموں میں ہوگا اور ایران اور روم کے بازاروں میں اسلام کا پرچم لہرا دیا جائے گا اور پوری دنیا میں محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کا غلبہ عثمان غنیؓ کے قدموں کے صدقے میں ہوگا۔

واخری لم تقدروا علیھا قد احاط الله بھا ...... مسلمانو! اس سے بڑی عظمت کیا ہو سکتی ہے ایک پیغمبر ﷺ کا صحابی اللہ کا اتنا پسندیدہ ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ نے

پانچ انعامات سے نواز دیا۔ وہ انعامات جو کسی کی وجہ سے نہیں ملے۔

سیدنا عثمانؓ سے محبت جزو ایمان

ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ ان کی محبت ایک طرف! ان کی عظمت ایک طرف! ان کی بلندیاں ایک طرف! ان کا مقام ایک طرف! لیکن یہ بتاؤ کہ کس صحابی کی جان اتنی قیمتی تھی کہ جس کے لئے...... قیصر بھی تمہارے قدموں پہ! کسریٰ بھی تمہارے قدموں پہ! مکہ کی فتح بھی تمہارے قدموں پہ! غنیمت کا مال بھی تمہارے قدموں پہ! رضا مندی کا اعلان بھی تمہارے قدموں پہ! یہ سب کچھ حضور ﷺ کے تیسرے خلیفہ مظلوم مدینہ عثمان غنیؓ کی وجہ سے پوری امت کو نعمت عطا فرمائی گئی۔

میرے بھائیو! ان آیات سے معلوم ہوا کہ عثمان غنیؓ کی محبت جزو ایمان ہے۔ ایمان کا حصہ ہے، لیکن میرے بھائیو! بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایسے لوگ بھی اس دھرتی پر موجود ہیں کہ جن کا دل عثمان غنیؓ کے بغض سے بھرا ہوا ہے خمینی نے اپنی کتاب کشف اسرار کے صفحہ نمبر ۱۰۷ پر لکھا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر بات عدل کے مطابق ہے، لیکن ایک بات عدل کے مطابق نہیں۔ کہتا ہے "میں ایسے رب کو رب تسلیم ہی نہیں کرتا جس نے عثمان غنیؓ جیسے بدقماش کو (معاذ اللہ) خلیفہ بنا دیا"۔

یہ خمینی کی کتاب "کشف اسرار" ہے اور اس کے صفحہ ۱۰۷ پر یہ عبارت موجود ہے۔

مسلمانو! تم مجھے بتاؤ کہ قرآن مجید کی اس آیت کی روشنی میں عثمان غنیؓ سے محبت واجب ہے یا نہیں؟...... خمینی نے اس عثمان غنیؓ کو بدقماش لکھا ہے......

بدقماش آدمی کی تعریف میں اللہ تعالیٰ کے قرآن کی آیتیں اتر سکتی ہیں؟

بدقماش آدمی کو پیغمبر ﷺ کی بیٹی کا رشتہ مل سکتا ہے؟

جس کو تم اپنی بیٹیوں کے رشتے دیتے ہو، اسے شریف کہتے ہو...... "ہمارا بہنوئی بڑا شریف ہے" کہتے ہو یا نہیں؟...... لیکن جس شخص کو پیغمبر ﷺ نے یکے بعد دیگرے اپنی دو بیٹیاں نکاح میں دیں...... وہ بدقماش ٹھہرا؟ لعنت خمینی پر اور ہر اس شخص پر جو یہ سوچ رکھتا ہے!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

شہادت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حالات وواقعات کی روشنی میں

(از:۔ حضرت مولانا ابو محمد ثناء اللہ سعد شجاع آبادی)

۳۵ھ میں بصرہ، کوفہ اور مصر میں عبد اللہ بن سبا کی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف سلگائی ہوئی آگ کی چنگاریاں بہت زیادہ اثر دکھارہی تھیں اور یہ خطرہ پیدا ہو چلا تھا کہ باغی منظم طریقے سے حرم مدینۃ الرسول ﷺ میں شب خون مار کر امیر المومنین کے وجود مسعود سے قمیصِ خلافت نوچ لیں گے۔ جب شورش بہت زیادہ ہوگئی اور نت نئی خبریں اہل مدینہ کے کانوں سے ٹکرانے لگیں تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ امیر المومنین، داماد رسول، پیکر حلم وحیا، صاحب جود وسخا نے ایک گشتی مراسلہ تحریر فرما کر اس کی نقول محمد بن مسلمہ کے ذریعے کوفہ، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ذریعے بصرہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے ذریعے مصر اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعے شام کی طرف روانہ فرمائیں جن میں عوام اور شرپسند عناصر کو دعوت دی گئی تھی کہ جنہیں حضرت امیر المومنین اور ان کے حکام سے کوئی شکایات ہوں، وہ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں امیر المومنین سے ملیں اور اپنے حقوق وصول کریں۔ حضرت امیرِ المومنین کے اس مراسلے کی تحریر سوز وگداز سے اس قدر معمور تھی، مذکورہ شہروں کے عوام اسے سن کر دھاڑیں مار مار کر روئے اور امیر المومنین کے حق میں دعاؤں کے دامن پھیلائے۔ ساتھ ہی امیر المومنین نے اپنے حاکموں کو ایوانِ خلافت میں طلب فرما لیا۔ چنانچہ عبد اللہ بن عامر بن کریز (بصرہ) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (گورنر شام) اور عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح (گورنر مصر) حاضر ہوئے ان کے علاوہ عمرو بن العاص اور سعید بن العاص کو بھی مشورہ میں شریک کیا گیا۔

حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا:

''بہت افسوس کا مقام ہے کہ میں تمہارے بارے میں شکایات سن رہا ہوں، یہ تمہارے بارے میں کیسی کیسی باتیں مشہور ہو رہی ہیں۔ بخدا مجھے اندیشہ ہے کہ جو باتیں تمہارے بارے میں کہی جارہی ہیں وہ کہیں سچ ہی ثابت نہ ہوں اگر ایسا ہو تو ان سب باتوں کو میری طرف منسوب کیا جائے گا۔ ان حضرات نے جواب میں کہا کہ آپ نے حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے جو وفود بھیجے تھے کیا انہوں نے آپ کو یہ رپورٹ نہیں دی کہ ہر جگہ خیریت ہے؟ باقی یہ فسادی لوگ تو جھوٹ بولتے ہیں، آپ براہِ کرم ایسی بے بنیاد باتوں پر کان نہ دھریں۔

لیکن ملک میں بڑھتے ہوئے انتشار کے پیش نظر امیر المومنین مطمئن نہ ہوئے اور پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ سعید بن العاص نے کہا کہ چند آدمی پوشیدہ طور پر غلط باتیں مشہور کر کے باخبر اور سیدھے سادے عوام کو ورغلا رہے ہیں، باغیوں کا علاج یہ ہے کہ ان کو بلا کر ان کے سرغنہ کا سر قلم کر دیں۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے کہا، آپ نے ان لوگوں پر انعامات کی بارش کر رکھی ہے اب ان لوگوں سے اپنے اس حق کا مطالبہ بھی تو کیجئے جو اُن کے ذمہ ہے۔ امیر معاویہ ﷛ بولے، آپ نے جن لوگوں پر مجھے گورنر بنایا ہے، ان سے آپ خیر کے علاوہ کسی چیز کی توقع نہ کریں۔ اب حضرت امیر المومنین نے حضرت عمرو بن العاص سے رائے پوچھی تو انہوں نے کہا ''آپ فتنہ پردازوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کر رہے ہیں اور بہت زیادہ ڈھیل دے رہے ہیں، میری رائے یہ ہے کہ آپ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی طرح سختی کی جگہ سختی اور نرمی کی جگہ نرمی کو اپنا معمول بنا لیں''۔ اب حضرت امیر المومنین خود کھڑے ہوئے اور حمد وثنا کے بعد فرمایا: ''جو فتنہ امت کو پیش آنے والا ہے اس کا دروازہ نرمی سے ہی بند کیا جا سکتا ہے۔ وہ تو خدا کی قسم ضرور کھلے گا مگر میرے اوپر کوئی شخص الزام نہیں لگا سکتا۔ اللہ علیم وخبیر ہے کہ میں نے لوگوں کے ساتھ اور اپنے ساتھ بھلائی کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ فتنہ کی چکی تو گھومے گی ہی مگر عثمان بڑا خوش نصیب ہو گا کہ اگر وہ اس چکی کو حرکت دیئے بغیر مر جائے۔ پس آپ حضرات لوگوں کو فتنہ پردازی سے روکیں اور ان کے حقوق ادا کرنے میں غفلت سے کام نہ لیں''۔

حضرت امیر المومنین ﷛ کے مذکورہ بالا گشتی مراسلے اور اس مشاورت اور تازہ ترین ہدایات کا ملک میں بہت اچھا اثر پڑا۔ یہاں تک کہ لوگوں کا خیال تھا کہ کم از کم ۳۵ھ تو امن وسکون

کے ساتھ گزر ہی جائے گا لیکن مشیت ایزدی کے تحت اچانک کوفہ میں ایک نیا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا۔

کوفہ کے گورنر سعید بن العاص قریشی خاندان سے تعلق رکھنے والے نہایت لائق و فاضل اور مجاہد نوجوان تھے۔ ایک محفل میں ان کی زبان سے یہ جملہ نکل گیا کہ ''کوفہ قریش کا چمن ہے''۔ اس مجلس میں مختلف قبیلوں کے لوگوں کے علاوہ ''اشتر نخعی'' بھی موجود تھا جو قریش سے سخت کینہ اور عداوت رکھتا تھا اپنے دل کی چنگاری کو دبا نہ سکا اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہ پر برس پڑا کہ قریش میں وہ کون سی خصوصیت ہے کہ کوفہ ان ہی کا چمن ہو وہ تو سب مسلمانوں کا ہے''۔ پولیس کا ایک اعلیٰ افسر بھی وہاں موجود تھا جو گورنر کے سامنے اشتر نخعی کا یہ لب ولہجہ نہ برداشت کر سکا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ گورنر کے سامنے مہذب لہجہ استعمال کریں اور اشتر نخعی چونکہ اپنے قبیلے کا سربراہ تھا، لہٰذا اس کے اشارے پر لوگ اس پولیس افسر پر پل پڑے اور مار مار کر اسے بے ہوش کر ڈالا اسی پر بس نہیں کی بلکہ سعید بن العاص اور قریش کو برا بھلا کہنے لگے۔ نیز گورنر کی معذولی اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو نیا گورنر مقرر کرنے پر اصرار کرنے لگے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین نے دفع شر کے طور پر حضرت ابوموسیٰ اشعری کو گورنر مقرر کر کے بھیج دیا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جب ان لوگوں میں امیر المومنین کے خلاف بغاوت کے جذبات دیکھے تو انہیں سمجھانے کی کوشش کی بلکہ پُرزور تلقین کی لیکن ان لوگوں کا اصل مقصد تو فتنہ وفساد اور امیر المومنین کے خلاف بغاوت کی راہ ہموار کرنا تھا۔ لہٰذا ان پر الٹا اثر پڑا ان کے حوصلے بڑھ گئے ان کی دیکھا دیکھی بصرہ اور مصر کے لوگوں کو بھی خلافت کے خلاف عملی اقدام کی جرأت ہوگئی۔ چنانچہ ان لوگوں نے آپس میں مشورے کے بعد عامر بن عبداللہ تمیمی کو اپنا نمائندہ بنا کر دربار خلافت میں بھیجا۔ اس شخص نے لوگوں کی طرف سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت چھوڑ دینے کا مطالبہ کیا اور بدتمیزی سے پیش آیا۔

امیر المومنین کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو امیر المومنین کی مذکورہ بالا مشاورت میں شرکت کی غرض سے مدینہ منورہ آئے ہوئے تھے جب واپس جانے لگے تو حالات میں روز بروز باغیانہ تبدیلی کے عمل کو بھانپتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ سے عرض گزار ہوئے کہ آپ میرے ساتھ شام چلیے۔ وہاں کے حالات ٹھیک ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چاہے میری گردن اڑ جائے میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف وقرب ہمسائیگی نہیں چھوڑ سکتا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ پھر آپ مجھے یہ اجازت عطا فرمائیں کہ میں شام سے ایک لشکر بھیج دو وہ مدینہ منورہ کے عقب میں رہے گا تاکہ اگر کوئی حادثہ پیش آئے تو وہ آپ کی اور اہل مدینہ کی مدد کر سکے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز بھی یہ فرما کر مسترد کر دی کہ "میں فوج کے قیام کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ کے پڑوسی اہل مدینہ کو پریشانی میں مبتلا کر دوں، مجھ سے ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بولے، تو پھر (باغیوں کی طرف سے) آپ کے ساتھ غداری اور خیانت کا معاملہ کیا جائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا حسبی اللہ ونعم الوکیل...... اس گفتگو کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اجازت لے کر شام روانہ ہو گئے۔

باغیوں کی روانگی

باغیوں نے امیر المومنین کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے اور خفیہ سازشوں کا جال جب کامیابی سے پھیلا لیا تو اب اگلا مرحلہ ان پر حملے اور خلافت چھیننے کا رہ جاتا تھا۔ اس کام کے لئے سب سے بہتر موقع ایام حج کا تھا۔ ایک تو اس لئے کہ یہ لوگ حج کے بہانے سے گروہوں کی شکل میں نکلتے اور کسی کو شک وشبہ تک نہ ہوتا۔ دوسرے اس لئے کہ حج کے دنوں میں مدینہ کی آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ حج کے لئے مکہ مکرمہ چلا جاتا ہے جس کی وجہ سے مدینہ منورہ میں بڑے پیمانہ پر مزاحمت کا خطرہ ٹل جاتا تھا۔ چنانچہ خفیہ اور منظم تدبیر کے تحت شوال المکرم کے مہینے میں مصر، کوفہ اور بصرہ سے باغی جماعتیں مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ مصریوں کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی۔ یہ لوگ چار ٹولیوں میں بٹ کر چل رہے تھے۔ یہ جماعت اس خاموشی سے روانہ ہوئی کہ کسی کو کانوں کان اصل عزائم کی خبر نہ ہوئی۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ حجاج کا قافلہ جا رہا ہے۔ ابن السوداء عبداللہ بن سبا بھی اسی جماعت میں شامل تھا۔

پھر کوفہ کے لوگ بھی تقریباً ایک ہزار کی تعداد میں چار ٹولیوں میں تقسیم ہو کر نکلے۔ بصرہ کے باغی بھی اس تعداد اور انداز میں چلے، پھر راستے میں اور باغی بھی ان کے ساتھ شامل ہوتے رہے۔ مدینہ سے تین کوس کے فاصلے پر پہنچ کر یہ لوگ تین حصوں میں بٹ گئے۔ اہل بصرہ نے ذوخشب میں قیام کیا، کوفہ اور مصر کے کچھ لوگوں نے اغواص میں پڑاؤ ڈالا اور کچھ لوگ ذوالمروہ میں ٹھہرے۔ یہاں پہنچ کر قافلہ سالاروں کی میٹنگ ہوئی جس میں یہ طے پایا کہ آگے بڑھنے سے قبل اہل مدینہ کے خیالات، احساسات اور حالات کا جائزہ لینا چاہئے۔

چنانچہ دونمائندے زیاد بن النضر اور عبدالاصیم مدینہ بھیجے گئے۔جنہوں نے ازواج مطہراتؓ کے علاوہ حضرات طلحہ، زبیر وعلی رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی اور آمد کا مقصد بتایا کہ وہ امیرالمومنین سے استعفیٰ لینا چاہتے ہیں۔یہ سن کر تمام حضرات نے ان لوگوں کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ ہم تم کو مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔چنانچہ دونوں نے واپس جا کر اہل مدینہ کے جواب سے انہیں آگاہ کیا۔اب ان لوگوں نے یہ چال چلی کہ اہل مصر، اہل بصرہ اور اہل کوفہ بالترتیب الگ الگ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ملے۔اور ہر ایک کو یہ کہا کہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے آپ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔لیکن ان لوگوں کی خوشامد کا ان حضرات پر کوئی اثر نہ ہوا اور یہ حضرات ان وفود پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ صلحاء امت کو معلوم ہے کہ رسول اللہ نے ذی المروہ، اعوص اور ذی خشب کے لشکروں پر لعنت بھیجی ہے۔لہٰذا تم واپس چلے جاؤ۔چنانچہ ان اکابر صحابہ کی ڈانٹ پھٹکار سننے کے بعد باغیوں نے وہاں سے واپسی کا ارادہ کیا۔اور اپنے لشکر کے پاس جا کر اس وقت کا انتظار کرنے لگے کہ اہل مدینہ مطمئن ہو کر حج کے لئے روانہ ہوں اور کچھ اِدھر اُدھر ہو جائیں تو پھر حملہ کیا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشورہ اور امیرالمومنین کا خطاب

ان کے چلے جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کے خلاف عوام میں چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔بہتر ہوگا کہ آپ ایک تقریر کے ذریعے انہیں مطمئن کیجئے چنانچہ آپؓ باہر تشریف لائے اور حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا:"میرا دروازہ ہر وقت ہر شخص کے لئے کھلا ہے جس کسی کو کوئی شکایت ہو، وہ بے تکلف میرے پاس آئے اور اپنی شکایت بیان کرے، یہی نہیں بلکہ جب میں منبر سے اتروں تو آپ لوگوں میں سر برآوردہ اور بلند مرتبہ حضرات ہیں وہ میرے پاس آئیں اور زیر بحث معاملات میں مجھے اپنے مشورہ اور رائے سے مطلع فرمائیں"۔اس خطبہ کی بلاغت اور سوز وگداز کی بنا پر حاضرین کی ہچکی بندھ گئی۔اہل مدینہ کو اطمینان حاصل ہوا اور خوشی ہوئی کہ اب شور وشر ختم ہو جائے گا لیکن باغی یہ طے کر چکے تھے کہ بہر حال اہل مدینہ کا چین وسکون غارت کرنا اور خلیفہ کو شہید کرنا ہے۔

کاشانۂ خلافت کا محاصرہ

چنانچہ چند دن ہی گزرے تھے کہ اچانک باغیوں کے مدینہ میں گھسنے کا چرچا ہو گیا

جنہوں نے آتے ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کرلیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ نے فوراً مدینہ کے بہت سے دیگر افراد کو ساتھ لیا اور بصرہ، کوفہ اور مصر کے وفود سے الگ الگ ملاقات کی۔ اور ان سے پوچھا کہ جب تم واپس چلے گئے تھے دوبارہ کیوں آ گئے ہو؟ تو تینوں وفود نے یہ جواب دیا کہ واپس جاتے ہوئے راستہ میں ہمیں امیر المومنین کا ایک ایلچی ملا، ہم نے اس کی جامہ تلاشی لی تو اس سے امیر المومنین کا ایک خط برآمد ہوا جس میں مصر کے گورنر کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ مصری وفد کے سرغنہ کو قتل کردو۔ بصرہ اور کوفہ کے لوگوں نے کہا کہ ہم بھی یہ حکم نامہ دیکھ کر اپنے مصری بھائیوں کی مدد کے لئے آ گئے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ بیان سرتا پا جھوٹا ہی تھا اور آپس کے ایک سمجھوتے پر مبنی تھا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ اے بصرہ اور کوفہ کے لوگو! تم تو واپسی کے وقت مصریوں سے کوسوں آگے نکل چکے تھے، پھر اچانک تم پیچھے ہماری طرف کیوں مڑے؟ اگر مصر کے وفد نے واقعی امیر المومنین کا کوئی ایلچی اور حکم نامہ پکڑا بھی ہے تو تمہیں اس کا علم کیسے ہوا؟ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ سارا منصوبہ تم نے اسی وقت بنا لیا تھا جب تم یہاں آئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس معقول جرح سے باغی لاجواب ہو گئے اور کھسیانے ہو کر بولے "اچھا جیسا آپ سمجھیں" اور محاصرے پر ڈٹے رہے۔

امیر المومنین سے ملاقات

محاصرہ شروع میں قدرے نرم تھا امیر المومنین مسجد میں آتے جاتے اور امامت کراتے تھے اور باغی بھی آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ پھر ایک دن اس گروہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور محمد بن مسلمہ سے درخواست کی کہ وہ ان کی موجودگی میں خلیفہ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں چنانچہ ظہر کے بعد ان حضرات کی معیت میں یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے لیکن اس طرح سلام نہیں کیا جس طرح ایک خلیفہ کو کرنا چاہئے تھا۔ گفتگو شروع ہوئی تو انہوں نے گورنر مصر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور دیگر علاقوں کے گورنروں کی معزولی اور اپنے پسندیدہ آدمیوں کو گورنر مقرر کرنے کا مطالبہ کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ فرما کر یہ مطالبہ مسترد کر دیا کہ اگر میں تمہاری مرضی سے گورنر معزول اور مقرر کرنے لگوں تو پھر اقتدار تمہارے ہاتھوں میں ہوگا نہ کہ میرے ہاتھوں میں۔ اس پر باغیوں نے کہا، ہم پہلے بھی آئے تھے اور ہماری شکایات رفع کرنے کا وعدہ کر کے ہمیں مطمئن کیا گیا تھا چنانچہ ہم واپس

چلے گئے تھے لیکن راستے میں ہمیں آپ کا ایلچی ملا، جس کے ذریعے آپ گورنر مصر کو ہمارے قتل کا حکم دے رہے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ سن کر حیران رہ گئے اور قسم کھا کر اس سے مکمل لاعلمی کا اظہار کیا لیکن باغی اصرار کر کے کہنے لگے کہ آپ خلافت سے مستعفی ہو جائیں۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں وہ قمیص ہرگز نہ اتاروں گا، جو مجھے اللہ نے پہنائی ہے۔

مصری وفد کہنے لگا کہ ہم اس وقت تک نہیں لوٹیں گے جب تک ہم آپ کو خلافت سے برطرف یا قتل نہ کر دیں، اگر آپ کے ساتھیوں نے مزاحمت کی تو ہم ان سے جنگ کریں گے۔ امیر المومنین نے جواب دیا مجھے قتل ہو جانا منظور ہے لیکن خلافت سے دستبردار نہیں ہوں گا۔ باقی تمہارا یہ کہنا کہ تم میرے ساتھیوں سے جنگ کرو گے تو میں کسی شخص کو اپنی طرف سے جنگ کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ اب گفتگو ختم ہوگئی اور سب رخصت ہو گئے اور محاصرے میں شدت پیدا ہوگئی۔

مسجد نبوی ﷺ میں امیر المومنین رضی اللہ عنہ پر پتھراؤ

اگلے جمعہ کے روز امیر المومنین جمعہ کی نماز کے لئے مسجد نبوی میں تشریف لے گئے جہاں مصری باغیوں کا وفد بھی موجود تھا۔ نماز کی امامت حسب معمول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہی کرائی۔ بعد میں آپ منبر پر تشریف لے آئے اور باغیوں کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا: "دشمنو! خدا کے قہر وغضب سے ڈرو مدینہ والے خوب جانتے ہیں کہ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں ملعون ہو، تم لوگوں نے جو خطائیں کی ہیں کسی اچھے کام سے ان کی تلافی کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ وہ نیکیوں کے ذریعے گناہوں کو ختم کرتا ہے"۔ مسجد کے ایک کونے سے محمد بن مسلمہ بولے "بالکل سچ فرمایا آپ نے، میں اس کا گواہ ہوں"۔

محمد بن مسلمہ کا یہ کہنا تھا کہ مصریوں نے پتھراؤ شروع کر دیا، اس پتھراؤ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی زخمی ہو کر بے ہوش ہو گئے، اسی حالت میں آپ کو گھر پہنچایا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، سعد بن مالک رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرات جو موجود تھے انہوں نے مصریوں سے لڑنے کا ارادہ کیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو صحابہ کو تاکیداً کہلا بھیجا کہ مصریوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عیادت اور اس واقعہ پر اظہار افسوس کے لئے آئے۔

گورنروں اور امراء عساکر سے امداد طلبی

یہ واقعہ واضح ثبوت تھا کہ مصری لوگ فتنہ وفساد پیدا کرنے کی قسم کھا چکے ہیں اسی لئے

اب ان کے لئے کسی اور تدبیر کو اختیار کرنے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ امیر المومنین نے گورنروں اور امراء فوج کو خط لکھ کر صورت حال سے مطلع کیا اور امداد طلب کی لیکن اس امداد کا مقصد جنگ اور قتل وقتال ہرگز نہیں تھا کیونکہ امیر المومنین ایک لمحہ کے لئے اس کے روادار نہیں ہو سکتے تھے کہ ان کی وجہ سے کسی ایک مسلمان کا بھی خون بہے بلکہ مقصد صرف یہ تھا کہ یہ سب لوگ آئیں گے تو باغی جان بچانے کی غرض سے خوف زدہ ہو کر خود بخود بھاگ جائیں گے۔ بہرحال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بعض معاملات کی وجہ سے فوراً روانہ نہ ہو سکے البتہ شام سے حبیب بن مسلمہ الفہری رضی اللہ عنہ اور بصرہ سے مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ السلمی لوگوں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ روانہ ہوئے لیکن یہ حضرات مدینہ سے تین میل دور مقام ربذہ پہنچے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی۔

شہروں کے مسلمانوں کے نام ایک گشتی مراسلہ

مذکورہ بالا خط کے علاوہ مختلف شہروں کے لوگوں کے نام بھی گشتی مراسلہ بھیجا گیا، جس کا مقصد باغیوں کو یہ دکھانا اور باور کرانا تھا کہ صرف تم چند لوگ ہو جو شورش برپا کیے ہوئے ہو ورنہ مسلمانوں کی عظیم اکثریت جس میں اکابر صحابہ بھی شامل ہیں دل سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وفادار ہیں۔ اس مراسلہ کا مضمون یہ تھا:

''اللہ عزوجل نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بشیر ونذیر بنا کر بھیجا، آپ ﷺ نے خدا کے احکام لوگوں تک پہنچائے جب اپنا فرض ادا کر چکے تو آپ ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے اور اپنے پیچھے ایک کتاب چھوڑ گئے جس میں حلال اور حرام اور جو امور مقدر ہیں ان سب کا بیان ہے۔ آپ ﷺ نے ان چیزوں کو لوگوں کی پسند اور ناپسند سے بے نیاز ہو کر نافذ کیا۔ آپ ﷺ کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور پھر مجھ کو اہل شوریٰ میں داخل کیا گیا حالانکہ میں نے اس کو نہ طلب کیا تھا اور نہ مجھے اس کا علم ہی تھا۔ پھر اہل شوریٰ نے سب مسلمانوں کی موجودگی میں مجھ کو خلافت کے لئے منتخب کیا حالانکہ مجھ کو نہ اس کی رغبت تھی اور نہ میں نے اس کی خواہش کی تھی۔ خلیفہ بننے کے بعد میں نے معروف پر عمل کیا، منکر پر عمل نہیں کیا۔ میں اپنے کاموں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ عنہما کا پیروکار رہا ہوں اور خود متبوع نہیں بنا۔ انتہا کو پہنچ گئے اور شر نے شر پسندوں پر غلبہ پا لیا تو بغیر کسی سبب کے لوگ آپ میں کینہ اور دشمنی میں مقتدی رہا ہوں مبتدع نہیں ہوا۔ لیکن جب معاملات رکھنے لگے ان مفسدین نے خواہ مخواہ میری عیب جوئی شروع کر دی اور جو اُن کے جی میں آیا اس کا مجھ

پر الزام لگانے لگے۔ میں نے اس پر صبر کیا حالانکہ میں سب کچھ دیکھتا اور سنتا تھا۔ لیکن برسوں تک میں ان کی حرکات کو نظر انداز کرتا رہا لیکن اب ان کی جرأت اور جسارت حد سے زیادہ ہوگئی ہے یہاں تک کہ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے پڑوس، حرم مدینہ اور دارالہجرت میں مجھ پر حملہ کیا اور بہت سے اعراب ان کے ساتھ ہوگئے ہیں۔ یہ درحقیقت ان قبیلوں کی طرح ہیں جن سے غزوۂ احد میں ہم کو واسطہ پڑا تھا، اسی لئے اب میں کہتا ہوں کہ آپ لوگوں میں جس جس کے لئے ممکن ہو وہ میرے پاس پہنچ جائے۔''

شہروں میں عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کا یہ خط پڑھ کر سنایا گیا تو لوگوں میں بڑا جوش پیدا ہوگیا۔ شام سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حبیب بن مسلمہ الفہری کو اور مصر سے عبداللہ بن سعد ابن ابی سرح نے معاوہ بن حدیج السکونی کو روانہ کیا۔ اہل کوفہ کی طرف سے قعقاع ابن عمر رضی اللہ عنہ نکلے اور ان کے علاوہ کوفہ، بصرہ اور مصر میں جو صحابہ، تابعین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وفادار اور حامی تھے مدینہ جانا چاہتے تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان تینوں شہروں سے امراء فوج اپنے اپنے دستوں کے ساتھ جارہے ہیں تو ان حضرات نے مدینہ جانے کا ارادہ چھوڑ دیا۔

کم وبیش ایک ماہ تک باغی گروہ پڑاؤ ڈالے پڑا رہا اس اثناء میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسجد میں آتے جاتے اور نماز پڑھاتے تھے۔ لیکن اب باغیوں نے آپ کو مسجد میں آنے جانے سے بھی روک دیا اور ان کا اپنا امیر غافقی امامت کرنے لگا۔ چنانچہ اب محاصرہ اتنا شدید ہوگیا کہ مکان کے اندر سے کوئی شخص باہر اور باہر کا کوئی آدمی اندر نہیں جا سکتا تھا۔ یہاں تک کہ کاشانۂ خلافت میں پانی بھی بند کردیا گیا۔ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو علم ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے روانہ ہوئیں لیکن باغیوں نے نہیں جانے دیا۔ ام المومنین کے ساتھ بڑی گستاخی سے پیش آئے اور آپ کی سواری کے خچر کو زخمی کر کے گرادیا، چند آدمی جو موقع پر موجود تھے انہوں نے آپ کو وہاں سے نکالا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آواز دی، حاضرین نے جواب دیا کہ موجود نہیں ہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ خاموش ہو کر نیچے چلے گئے۔ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مطلع کیا آپ نے ایک آدمی امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا کہ جا کر دریافت کرے کہ ان کے لائق کیا خدمت ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ باغیوں نے پانی روک رکھا ہے، میرے فرزند اور دیگر عزیز شدید پیاسے ہیں اگر ہو

سکے تو پانی بھجوایئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باغیوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ جو معاملہ تم کر رہے ہو نہ مومنوں کا طریق کار ہے نہ کافروں کا، اور فارسی اور رومی بھی قیدیوں کو کھانا اور پانی دیتے ہیں۔ اللہ کی قسم عثمان رضی اللہ عنہ کا پانی بند نہ کرو۔ لیکن باغیوں نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پانی کی مشک لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچے تو باغیوں نے زبردستی آپ سے مشک چھین لی اور پانی ضائع کر دیا۔ باغیوں کے اس انسانیت سوز سلوک کی ایک وجہ یہ بھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا جو دو خطوط لکھے تھے باغیوں کو ان کا علم ہو گیا۔ علاوہ ازیں حج کے ایام بھی ختم ہونے کے قریب آ رہے تھے اس لئے ان لوگوں نے سوچا کہ امداد اور حاجیوں کی آمد سے پہلے پہلے انہیں اپنے منصوبہ کی تکمیل کر لینی چاہئے ورنہ ان کو اپنی کامیابی کی کوئی امید نہیں ہو سکتی اسی بنا پر باغیوں نے اب محاصرہ شدید کر دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں مقید ہو کر رہ گئے۔ اسی حالت میں باغیوں نے گھر میں گھس آنے کی کوشش کی لیکن کاشانہ خلافت پر چھ سو کے لگ بھگ جاں نثار پہرہ دے رہے تھے جن میں اکابر صحابہ و تابعین کے ساتھ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ انہوں نے باغیوں کو اندر نہیں آنے دیا۔

امارت حج کے لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی نامزدگی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جب سے خلیفہ ہوئے تھے بحیثیت امیر المومنین ہر سال حج کی طرف تشریف لے جاتے اور جیسا کہ گزر چکا ہے اس موقع پر تمام عمال کو بھی بلا کر ایک ایک سے اس کے صوبہ کے حالات دریافت کرتے، عوام سے ان کے دکھ درد معلوم کرتے اور اس طرح مملکت اسلامیہ کے تمام احوال و ظروف سے باخبر رہتے۔ آپ کی فرض شناسی کا یہ عالم تھا کہ اس مرتبہ حج کو نہیں جا سکتے تھے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے فرمایا: ''اس مرتبہ تم میری طرف سے حج کو چلے جاؤ''۔ انہوں نے جواب دیا: ''ان باغیوں سے جہاد کرنا میرے نزدیک حج کرنے سے زیادہ پسندیدہ و محبوب ہے''۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا اور قسم دی تو آخر راضی ہوئے اور حج کو گئے۔

امیر المومنین کا مفسدین کو خطاب

باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گھر میں مقید کر دیا تو ایک دن اتمام حجت کے

خیال سے آپ نے بالائے بام سے باغیوں کو خطاب کیا اور فرمایا:

''میں تم لوگوں سے قسم دے کر پوچھتا ہوں، سچ کہو کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر بئر رومہ خرید کر اس کا پانی تمام مسلمانوں کے لئے وقف نہیں کر دیا تھا؟ سب نے کہا، ہاں! پھر فرمایا مسجد نبوی تنگ تھی، اس میں سب نمازی نہیں سما سکتے تھے تو کیا میں نے اس کی ملحقہ زمین خرید کر اس کی توسیع نہیں کی؟ پھر فرمایا جب جیش عسرہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امداد کی اپیل کی تو کیا اس وقت میں نے جیش عسرہ کی مکمل تیاری کا بندوبست نہیں کیا تھا؟ اور کیا اس پر مسرت فرما کر حضور ﷺ نے مجھ کو جنت کی بشارت نہیں دی تھی؟ سب ایک آواز ہو کر بولے، ہاں! حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا، اے اللہ تو گواہ رہ! ایک روایت کے مطابق آپ نے یہ بھی فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ایک مرتبہ جب حرا پہاڑ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر اور میں ہم تینوں کھڑے تھے اور پہاڑ لرزنے لگا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، اے حرا ٹھہر! اس وقت تیری پشت پر ایک نبی ہے ایک صدیق ہے اور ایک شہید ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زور دے کر پوچھا، لوگو بتاؤ کیا رسول اللہ نے یہ نہیں فرمایا تھا؟ سب نے بیک آواز کہا، ہاں بے شک''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مقصد اس تقریر سے باغیوں کے ضمیر کو بیدار کر کے انہیں یہ سوچنے پر آمادہ کرنا تھا کہ وہ کس کے ساتھ یہ معاملہ کر رہے ہیں، لیکن ان کا ضمیر مردہ ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہر سوال کا جواب اثبات میں دینے کے باوجود اپنے موقف پر قائم رہے یعنی یہ کہ امیر المومنین خلافت سے دستبردار ہوں ورنہ قتل کر دیئے جائیں گے۔ یہ بھی فرمایا اگر تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو اس کے جواز کی دلیل کیا ہے؟ میں نے اسلام سے پہلے بھی نہ کبھی شراب پی نہ کبھی زنا کیا اور نہ کسی کو قتل کیا اگر تم نے مجھ کو قتل کر دیا تو پھر اس کے بعد کبھی تم میں باہم محبت نہ ہوگی اور ہمیشہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہو گے اور تمہاری اجتماعیت ختم ہو جائے گی۔

لیکن ان لوگوں پر ذرا اثر نہیں ہوا۔ اس وقت صورت حال بڑی عجیب و غریب اور ساتھ ہی نہایت ہی خطرناک اور تشویش انگیز تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک طرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے جاں نثاروں سے فرما چکے تھے کہ وہ کسی حالت میں بھی کسی شخص کو ان کی طرف سے باغیوں سے جنگ کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ کاشانہ خلافت میں جو جاں نثار بعدد کثیر موجود تھے ان کی بار بار کی درخواست کے باوجود ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہیں دی

گئی۔ باغیوں کو اس طرف سے تو اطمینان تھا ہی، دوسری طرف حج ختم ہونے والا تھا اور اہل مدینہ اور دوسرے اصحاب کی آمد متوقع تھی اس بنا پر باغیوں نے چاہا کہ وہ محاصرہ کو شدید سے شدید تر کر کے امیر المومنین پر زیادہ سے زیادہ دباؤ ڈالیں اور اس طرح آپ سے خلافت سے دستبرداری کا اعلان کرائیں، عدم دستبرداری کی صورت میں قتل کر دینے کا منصوبہ طے شدہ تھا۔

مقابلہ کے لئے جانثاروں کی اجازت طلبی

اسی اثنا میں خبر پہنچی کہ عراق کی کمک مدینہ کے قریب اور شام کی کمک وادی القریٰ کے نزدیک پہنچ گئی ہے۔ اس وقت ابن سعد کے بیان کے مطابق محاصرہ کرنے والوں کی تعداد نو سو کے لگ بھگ تھی۔ جن میں چھ سو مصری تھے دو سو کوفہ اور بصرہ کے لوگ تھے۔ مصریوں کے قائد عبدالرحمٰن بن عدیس، کنانہ بن بشر الکندی اور عمرو بن الحمق الخزاعی تھے۔ کوفیوں کا سردار اشتر نخعی تھا اور بصری گروہ حکیم بن جبلۃ العبدی کی زیر امارت تھا۔ کاشانہ خلافت میں جو حضرات مجتمع تھے ان کی تعداد سات سو تھی اب عراق اور شام کی امدادوں کے مدینہ کے قریب پہنچ جانے کی خبر اڑی تو دونوں طرف سخت ہیجان اور جوش کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ زید بن ثابت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور بولے انصار دروازہ پر حاضر ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ ہم دوبارہ انصار بننے کے لئے حاضر ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مقصد جنگ کرنا ہے تو میں اجازت نہیں دوں گا۔ ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: ''میرا سب سے بڑا معاون اور مددگار وہ شخص ہوگا جو اپنا ہاتھ اور ہتھیار روکے رہے''۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے کہا، حضرت جنگ کی اجازت ہے؟ امیر المومنین نے فرمایا: ''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کیا تم اس کو پسند کرو گے کہ تم مجھ کو اور سب لوگوں کو تہ تیغ کر دو، انہوں نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے پھر فرمایا اگر تم نے ایک آدمی بھی قتل کیا تو گویا سب کو ہی قتل کر دیا۔ اسی سلسلہ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور زور ڈال کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: ''آپ باغیوں سے جنگ کیجئے۔ خدا کی قسم اللہ نے آپ کے لئے ان لوگوں سے جنگ کرنا حلال کر دیا ہے''۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو بھی وہی جواب دیا اور جنگ کرنے کی اجازت نہیں دی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ کا مشورہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ بھی آئے اور بولے، آپ امت کے امام اور خلیفہ برحق

ہیں۔ جو صورت حال اس وقت درپیش ہے اس کے پیش نظر صرف تین صورتیں ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک اختیار فرمائیے، ایک یہ کہ آپ کے پاس طاقت کافی ہے اس کو لے کر نکلنے اور دشمنوں کا مقابلہ کیجئے۔ آپ حق پر ہیں اور وہ باطل پر۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کاشانہ خلافت کے صدر دروازہ پر باغیوں کا ہجوم ہے اس کو چھوڑ کر ہم عقب میں ایک دروازہ بنا دیتے ہیں آپ اس سے نکل کر سواری پر بیٹھ کر مکہ مکرمہ چلئے وہاں حرم میں لوگ جنگ نہ کریں گے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ عقب دروازہ سے نکل کر شام چلئے وہاں معاویہ رضی اللہ عنہ موجود ہیں اور شام کے لوگ وفادار بھی ہیں۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان تینوں صورتوں میں سے کسی پر راضی نہیں ہوئے اور فرمایا میں مقابلہ نہیں کروں گا کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ پہلا خلیفہ بننا گوارہ نہیں کر سکتا جس کے ہاتھوں امت میں خون ریزی کا آغاز ہوا ہو۔ میں مکہ میں بھی نہیں جاؤں گا کیونکہ یہ خود سر وہاں بھی خونریزی سے باز نہ آئیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے کہ قریش کا ایک شخص مکہ کی حرمت اٹھائے گا، میں وہ شخص بننا برداشت نہیں کروں گا۔ رہا شام جانا تو وہاں کے لوگ ضرور وفادار ہیں اور معاویہ بھی وہاں ہیں لیکن جوارِ رسول اور دارالہجرت سے جدائی اور دوری کس طرح منظور کر سکتا ہوں؟

اب جتنا وقت گذرتا جاتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد پیشگوئیوں کے باعث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی شہادت کا یقین ہوتا جاتا تھا اور آپ نے اس کی تیاری شروع کر دی تھی۔ چنانچہ جمعہ کا دن آپ نے روزہ رکھا تھا اسی حالت میں غشی کی سی کیفیت ہوگئی اس سے افاقہ ہوا تو فرمایا کہ میں نے نیم خوابی کے عالم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے فرماتے ہیں کہ عثمان! آج کا روزہ تم ہمارے ساتھ افطار کرنا۔ روزہ کے علاوہ آپ نے بیس غلام آزاد کئے اور ایک پائجامہ جو آپ نے کبھی استعمال نہیں کیا تھا اسے زیب تن فرمایا۔

شہادت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے جاں نثاروں کو تاکیداً ہتھیار اٹھانے سے منع کر ہی چکے تھے، لیکن باغیوں نے کمک کے آنے کی خبر سنی تو غصہ سے بدحواس ہوگئے۔ کاشانہ خلافت کے دروازے کی طرف بڑھے اور آگ لگا دی، اندر جو حضرات موجود تھے وہ باہر نکل آئے اور طرفین میں خوب نبرد آزمائی ہوئی جس میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور مروان بن الحکم کو

شدید ضربات پہنچیں اور کچھ لوگ کھیت بھی رہے۔

کاشانۂ خلافت کے پڑوس میں عمرو بن حزم کا مکان تھا اس مکان کی ایک کھڑکی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں کھلتی تھی طرفین میں یہ نبرد آزمائی ہو ہی رہی تھی کہ محمد بن ابی بکر اور اس کے چند ساتھی اس کھڑکی میں چھلانگ لگا کر کاشانۂ خلافت میں گھس آئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت روزہ سے تھے، عصر کے بعد کا وقت تھا، آپ کی بیوی نائلہ آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے قرآن مجید کھلا ہوا تھا اور آپ اس کی تلاوت کر رہے تھے۔ اس عالم میں محمد بن ابی بکر نے لپک کر امیر المومنین کی داڑھی پکڑ لی اور حد درجہ بدکلامی کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بھتیجے داڑھی چھوڑ دے۔ اگر آج تیرا باپ زندہ ہوتا تو وہ ہرگز اس کو پسند نہ کرتا۔ محمد بن ابی بکر یہ سن کر پیچھے ہٹ گئے، اتنے میں ایک اور شخص آگے بڑھا، جس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر امیر المومنین کی پیشانی میں پیوست کردیا۔ پیشانی سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا، جس سے ریش مبارک تر بتر ہوگئی، امیر المومنین کی زبان سے بے ساختہ نکلا "بسم اللّٰہ توکلت علی اللّٰہ" اور آپ بائیں کروٹ ہو گئے۔ قرآن مجید آپ کے سامنے کھلا تھا اور سورۂ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے۔ پیشانی سے نکل کر خون داڑھی پر آیا اور وہاں سے ہوتا ہوا قرآن مجید پر بھی بہنے لگا۔ یہاں تک کہ آیت "فسیکفیکھم اللّٰہ وھو السمیع العلیم" پر پہنچ کر خون رک گیا اور قرآن بند ہوگیا۔ اسی اثناء میں کنانہ بن بشر بن عتاب نے لوہے کی ایک لاٹ اس زور سے ماری کہ عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ چکرا کر پہلو کے بل گر پڑے۔ اب سودان بن حمران نے تلوار کا وار کیا اور عمرو بن الحمق نے سینہ پر بیٹھ کر نیزہ سے مسلسل کئی بار حملے کیے تو عالم اچانک تیرہ وتار ہوگیا اور حلم وحیا، صدق وصفا کے چمنستان میں خاک اڑنے لگی، یعنی ثالث خلیفہ راشد، امیر المومنین عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی روح پُرفتوح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کی بیوی نائلہ رضی اللہ عنہا نے آپ پر جھک کر سودان بن حمران کی تلوار کا وار ہتھیلی پر لیا تو انگلیاں اڑ گئیں، اس کے بعد گھر میں غارت گری شروع کر دی گئی جس کے ہاتھ جو چیز آئی اسے لے کر چل دیا۔

......☆......

خطبہ ہائے جمعہ وعیدین

خطبۂ جمعہ

پہلا خطبہ:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلِيِّ الذَّاتِ عَظِيْمِ الصِّفَاتِ سَمِيِّ السِّمَاتِ كَبِيْرِ الشَّانِ، جَلِيْلِ الْقَدْرِ رَفِيْعِ الذِّكْرِ مُطَاعِ الْاَمْرِ جَلِيِّ الْبُرْهَانِ ، فَخِيْمِ الْاِسْمِ عَزِيْزِ الْعِلْمِ وَسِيْعِ الْحِلْمِ كَثِيْرِ الْغُفْرَانِ، جَمِيْلِ الثَّنَآءِ جَزِيْلِ الْعَطَآءِ مُجِيْبِ الدُّعَآءِ عَمِيْمِ الْاِحْسَانِ ، سَرِيْعِ الْحِسَابِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ اَلِيْمِ الْعَذَابِ عَزِيْزِ السُّلْطَانِ، وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ فِي الْخَلْقِ وَالْاَمْرِ، وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْمَبْعُوْثُ اِلَى الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ ۔ اَلْمَنْعُوْتُ بِشَرْحِ الصَّدْرِ وَرَفْعِ الذِّكْرِ ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرْبَآءِ، وَخَيْرُ الْخَلَآئِقِ بَعْدَ الْاَنْبِيَآءِ ۔ اَمَّا بَعْدُ فَيَآاَيُّهَا النَّاسُ وَحِّدُوا اللّٰهَ فَاِنَّ التَّوْحِيْدَ رَاْسُ الطَّاعَاتِ ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ فَاِنَّ التَّقْوٰى مِلَاكُ الْحَسَنَاتِ ۔ وَعَلَيْكُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنَّ السُّنَّةَ تَهْدِيْ اِلَى الْاِطَاعَةِ ۔ وَمَنْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَاهْتَدٰى، وَاِيَّاكُمْ وَالْبِدْعَةَ فَاِنَّ الْبِدْعَةَ تَهْدِيْ اِلَى الْمَعْصِيَةِ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ وَغَوٰى، وَعَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ يُنْجِيْ وَالْكِذْبَ يُهْلِكُ ۔ وَعَلَيْكُمْ بِالْاِحْسَانِ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَلَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ وَلَا تُحِبُّوا الدُّنْيَا فَتَكُوْنُوْا مِنَ الْخَاسِرِيْنَ. اَلَا وَاِنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ وَتَوَكَّلُوْا

عَلَيْهِ فَإِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ . وَادْعُوْهُ فَإِنَّ رَبَّكُمْ مُجِيْبُ الدَّاعِيْنَ . وَاسْتَغْفِرُوْهُ يُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ . اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ط اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ . بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ .وَ نَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ. اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاسْتَغْفِرُوْهُ ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○

خطبۂ عید الفطر

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُنْعِمِ الْمُحْسِنِ الدَّيَّانِ ط ذِي الْفَضْلِ وَالْجُوْدِ وَالْاِحْسَانِ ط ذِي الْكَرَمِ وَالْمَغْفِرَةِ وَالْاِمْتِنَانِ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ط وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ حِيْنَ شَاعَ الْكُفْرُ فِي الْبُلْدَانِ ط صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ مَا لَمَعَ الْقَمَرَانِ وَتَعَاقَبَ الْمَلَوَانِ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ط اَمَّا بَعْدُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ يَوْمَكُمْ هٰذَا يَوْمُ عِيْدٍ لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ فِيْهِ عَوَائِدُ الْاِحْسَانِ، وَرَجَآءُ نَيْلِ الدَّرَجَاتِ وَالْعَفْوِ وَالْغُفْرَانِ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ط وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَّهٰذَا عِيْدُنَا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ط وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَاِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدِهِمْ يَعْنِيْ يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهٰى بِهِمْ مَلٰٓئِكَتَهٗ قَالَ يَامَلَآئِكَتِيْ مَاجَزَآءُ

اَجِیْرِوَفِّی عَمَلَهٗ قَالُوْا رَبَّنَاجَزَآءُهٗ اَنْ یُّوَفّٰی اَجْرُهٗ قَالَ مَلَآئِکَتِیْ عَبِیْدِیْ وَاِمَآئِیْ قَضَوْا فَرِیْضَتِیْ عَلَیْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا یَعُجُّوْنَ اِلَی الدُّعَآءِ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَکَرَمِیْ وَعُلُوِّیْ وَارْتِفَاعِ مَکَانِیْ لَاُجِیْبَنَّهُمْ فَیَقُوْلُ ارْجِعُوْا قَدْغَفَرْتُ لَکُمْ وَبَدَّلْتُ سَیِّئَاتِکُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَیَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ○

وَهٰذَالَّذِیْ ذُکِرَ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ کَانَ فَضْلُهٗ وَاَمَّا اَحْکَامُهٗ مِنْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ وَالصَّلٰوةِ وَالْخُطْبَةِ قَدْکَتَبْنَاهَا فِی الْخُطْبَةِ الَّتِیْ قَبْلَهٗ نَعَمْ بَقِیَتِ الْمَسْئَلَتَانِ فَنَذْکُرُهُمَا الْاٰنَ ؎ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ☆

اَلْاُوْلٰی قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّهْرِ.

اَلثَّانِیَةُ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. یُکَبِّرُ بَیْنَ اَضْعَافِ الْخُطْبَةِ یُکْثِرُ التَّکْبِیْرَ فِیْ خُطْبَةِ الْعِیْدَیْنِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ☆

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

قَدْاَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ○ وَذَکَرَاسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی ○

تَمَّتْ خُطْبَةُ عِیْدِ الْفِطْرِ ؎

خطبہ عید الاضحیٰ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ☆اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ لِکُلِّ اُمَّۃٍ مَّنْسَکًا لِّیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلٰی مَا رَزَقَھُمْ مِّنْ م بَھِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ ط وَعَلَّمَ التَّوْحِیْدَ وَاَمَرَ بِالْاِسْلَامِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ☆ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الَّذِیْ ھَدَانَآ اِلٰی دَارِالسَّلَامِ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ط صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ قَامُوْا بِاِقَامَۃِ الْاَحْکَامِ ط وَ بَذَلُوْٓا اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَالَھُمْ مِنْ کِرَامٍ وَّ سَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ط

اَمَّا بَعْدُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ یَوْمَکُمْ ھٰذَا یَوْمُ عِیْدٍ شَرَعَ لَکُمْ فِیْہِ مَعَ اَعْمَالٍ اُخَرَ قَدْ سَبَقَتْ فِی الْخُطْبَۃِ قَبْلَ ھٰذَا الْعَشْرِ ذَبْحَ الْاُضْحِیَّۃِ بِالْاِخْلَاصِ وَصِدْقِ النِّیَّۃِ وَبَیَّنَ نَبِیُّہٗ وَصَفِیُّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وُجُوْبَھَا وَفَضَآئِلَھَا وَدَوَّنَ عُلَمَآءُ اُمَّتِہٖ مِنْ سُنَّتِہٖ فِیْ کُتُبِ الْفِقْہِ مَسَآئِلَھَا ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ط

فَقَدْ قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ یَّوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّہٗ لَیَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِقُرُوْنِھَا وَاَشْعَارِھَا وَاَظْلَافِھَا وَاِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِیْبُوْا بِھَا نَفْسًا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ط

قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہ صَلَّے اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاھٰذِہِ الْاَضَاحِیُّ. قَالَ سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرٰھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالُوْا فَمَالَنَا فِیْھَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ حَسَنَۃٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَۃٌ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ط وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ وَّجَدَ سَعَۃً لِّاَنْ یُّضَحِّیَ فَلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَحْضُرُ مُصَلّٰنَا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ط

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ الْاَضَاحِیُّ یَوْمَانِ بَعْدَ یَوْمِ الْاَضْحٰی. وَعَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مِثْلُہٗ وَھٰذَا بَعْضٌ مِّنَ الْفَضَآئِلِ وَتَعَلَّمُوْا مِنَ الْعُلَمَآءِ الْمَسَآئِلَ، اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَادِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ ط کَذٰلِکَ سَخَّرَھَا لَکُمْ لِتُکَبِّرُوْا اللّٰہَ عَلٰی مَاھَدٰکُمْ ط وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

تَمَّتْ خُطْبَۃُ عِیْدِ الْاَضْحٰی ۝ ط

دوسرا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ؕ اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِھِمَا فَاِنَّہٗ لَا یَضُرُّ اِلَّا نَفْسَہٗ وَلَا یَضُرُّ اللّٰہَ شَیْئًا ؕ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ؕ وَاَشَدُّھُمْ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَاَصْدَقُھُمْ حَیَآءً عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَاَقْضَاھُمْ عَلِیٌّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ وَفَاطِمَۃُ سَیِّدَۃُ نِسَآءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا وَحَمْزَۃُ اَسَدُ اللّٰہِ وَاَسَدُ رَسُوْلِہٖ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَوَلَدِہٖ مَغْفِرَۃً ظَاھِرَۃً وَّبَاطِنَۃً لَّا تُغَادِرُ ذَنْبًا ؕ اَللّٰہَ اللّٰہَ فِیْٓ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ مِّنْ بَعْدِیْ غَرَضًا ؕ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْٓ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْٓ اَبْغَضَھُمْ وَخَیْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ .... اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ ۚ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۝ فَاذْکُرُو اللّٰہَ یَذْکُرْکُمْ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی اَعْلٰی وَاَجَلُّ وَاَتَمُّ وَاَکْبَرُ ۝

شائکت

الہادی

[illegible]

۳۸۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور۔

فون: 042 37361473، 0300-4118229

ای میل: alhaadi38@gmail.com

الحافظ کتب خانہ

سردار پلازہ مین جی ٹی روڈ [illegible]

[illegible]